تحفۃ القاری

شرح

صحیح البخاری

جلد ہشتم

افادات

حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند

ترتیب

مولانا مفتی حسین احمد صاحب پالن پوری

فاضل دار العلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ حجاز دیوبند

تفصیلات

نام کتاب : تحفۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد ہشتم
افادات : حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم
شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند 09412873888
مرتب : مولانا مفتی حسین احمد صاحب پالن پوری زید مجدہٗ فاضل دارالعلوم دیوبند

سائز : ۲۰×۳۰/۸
صفحات : ۵۹۲
تاریخ طباعت : باراول شوال المکرم ۱۴۳۴ ہجری مطابق اگست ۲۰۱۳ عیسوی
کمپیوٹر کتابت : روشن کمپیوٹرز، محلّہ اندرون کوٹلہ دیوبند
کاتب : مولوی حسن احمد پالن پوری فاضل دارالعلوم دیوبند 09997658227
Mhcamron@gmail.com
پریس : ایچ، ایس پرنٹرس، ۱۴۷ چاندنی محل، دریا گنج دہلی (011)23244240
09811122549

ناشر

مکتبہ حجاز دیوبند ضلع سہارن پور۔ (یو، پی)

فہرست مضامین

کتاب المغازی
(ما بعدَ الهجرة)

مہماتِ نبوی ﷺ

(ہجرت کے بعد کے احوال)

یہود کے احوال وانجام

غزوۂ احد

دو دردناک حادثے
رجیع کا حادثہ اور بیر معونہ کا المیہ

غزوۂ احزاب یا غزوۂ خندق مع غزوۂ بنو قریظہ

غزوہ ذات الرقاع

غزوۂ بنی المصطلق یا غزوۂ مریسیع

غزوۂ حدیبیہ (صلح حدیبیہ)

غزوۂ خیبر

غزوۂ موتہ

غزوۂ فتح مکہ

غزوۂ حنین

حجۃ الوداع: نبی ﷺ کا آخری حج

غزوۂ تبوک

نبی ﷺ کی بیماری اور دنیا سے تشریف بری

عربی ابواب کی فہرست

کتاب المغازی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دو باتیں

فضلِ الٰہی اور مولیٰ کی دستگیری سے بخاری شریف جلد اول کی شرح تحفۃ القاری سات جلدوں میں مکمل ہوگئی، اب یہ آٹھویں جلد پیشِ خدمت ہے، اس جلد سے بخاری شریف جلد ثانی کی شرح شروع ہورہی ہے، اس جلد میں کتاب المغازی پوری آگئی ہے، اس موقع پر دو باتیں عرض کرنی ہیں:

۱- بخاری شریف کی تدریس میں بے اعتدالی

قارئین کرام جانتے ہیں کہ بخاری شریف میں حدیثیں مکرر آتی ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ ایک ہی حدیث بار بار لاتے ہیں، اور اس سے نئے نئے مسائل مستنبط کرتے ہیں۔ کتاب المغازی میں ۵۲۵ حدیثیں ہیں، ان میں سے تقریباً ۳۵۰ مکرر ہیں، صرف ۱۷۵ نئی حدیثیں ہیں، اب جب جلد ثانی نیا استاذ پڑھاتا ہے تو مکرر احادیث کو بھی سمجھاتا ہے، کیونکہ اس کے حصہ میں حدیث پہلی بار آئی ہے، بلکہ ترجمہ بھی کرتا ہے، اور بعض اساتذہ تو سند کا بھی ترجمہ کرتے ہیں، تاکہ سال کا بڑا حصہ کتاب المغازی میں گذر جائے، پھر آگے عبارت پڑھادیتے ہیں، اور کتاب التفسیر تو نہ سمجھنے کی ہے نہ سمجھانے کی! اور طالب علم عبارت بھی اس طرح پڑھتا ہے کہ صحیح غلط کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا، بس عبارت خوانی سے مطلب ہوتا ہے، بلکہ اب تو یہ رواج بھی چل پڑا ہے کہ دس دس پاروں کے تین حصے کرکے تین اساتذہ پڑھاتے ہیں، اور بنگال کے ایک مدرسہ کے بارے میں اطلاع ملی ہے کہ انھوں نے بخاری شریف کے سات حصے کئے ہیں اور سات اساتذہ پڑھاتے ہیں، پس ہر استاذ کے یہاں جب حدیث پہلی مرتبہ آئے گی تو وہ اس کی پوری تشریح کرے گا، اس طرح طلباء کا وقت ضائع ہوتا ہے، چند حدیثوں کی بار بار وضاحت کی جاتی ہے، اور باقی کتاب سرداً پڑھادی جاتی ہے۔

اور جہاں ایک استاذ پوری بخاری شریف پڑھاتا ہے، وہ بھی ایک ربع (عبادات کا حصہ) تفصیل سے پڑھاتا ہے، پھر یہ کہتا رہتا ہے کہ 'حدیث آچکی' یا 'حدیث گذر چکی' چلو، حالانکہ ابواب ومسائل تو نئے ہوتے ہیں مگر وہ بھی نہیں سمجھاتا، یہ بخاری شریف کی تدریس میں بے اعتدالی ہے، اس سے کتاب کی اہمیت وافادیت متأثر ہوتی ہے، پس چاہئے کہ ایک استاذ پوری بخاری شریف پڑھائے یا دو پڑھائیں، اور ابواب ومسائل سمجھائیں اور حدیث سے مسئلہ کیسے مستنبط ہوتا ہے اس کو واضح کریں، اس کے بغیر 'رسم اذاں' تو رہ جائے گی 'روحِ بلالی' بدست نہیں آئے گی، واللہ الموفق!

۲- بخاری شریف کی سند پر اشکال کا جواب:

تحفۃ القاری (۱:۱۲۰) میں میری بخاری شریف کی سند چھپی ہے، پاکستان کے حضرت مولانا شیر جان صاحب مہتمم واستاذ الحدیث جامعہ عربیہ مصدر العلوم سنجاوی زید مجدہم نے اشکال بھیجا ہے، ان کی تحریر درج ذیل ہے:

''گذارش ہے کہ مفتی سعید احمد پالن پوری صاحب کی تو ویسے تمام تصانیف امت مسلمہ کے لئے نعمتِ خداوندی ہیں، اور خاص کر حدیث پڑھنے پڑھانے والوں کے لئے تحفۃ الالمعی اور تحفۃ القاری: دو ایسے عظیم الشان تحفے ہیں جن کے ہاتھ آنے سے پہلے، ہم جتنی شروح کو زیر مطالعہ رکھتے تھے، قریباً قریباً وہ اب الماریوں میں رہ گئے، میری معلومات کی حد تک پاکستان کے اکثر مدارس میں مذکورہ دونوں شروح اساتذۂ حدیث کے زیر مطالعہ ہیں.......... جلد اول میں حضرت کی اپنی سند بخاری کا مطالعہ کیا تو اس میں سخت اشکال کا سامنا ہوا، کیونکہ حضرت مفتی صاحب نے اپنے سلسلہ اسناد میں ہر ایک شیخ کی تاریخ پیدائش و وفات بھی تحریر کیا ہے، انہی تاریخوں کو دیکھتے ہوئے سلسلہ سند میں چار عدد ایسے شیوخ بھی آئے ہیں جن کی عمریں اپنے اساتذہ کی وفات کے وقت صرف چھ (۶) سات (۷) اور آٹھ (۸) سال بن جاتے ہیں، تحمل حدیث کے لئے اگر چہ عمر کی کوئی خاص حد مقرر نہیں ہے، مگر یہاں تو سوال مکمل بخاری پڑھنے پڑھانے کا ہے، جو یقیناً چھ سالہ بچہ اس کے لئے اہل نہیں ہے''

اسی طرح ترمذی شریف کی سند میں تین جگہ اشکال ہے، راوی اور مروی عنہ میں دس بارہ سال کا تفاوت ہے، اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ یہ سنیں مرتب نے لکھے ہیں، اور اس نے مختلف مصادر سے لکھے ہیں، استاذ سبق میں جب سند بیان کرتا ہے تو سنین ولادت و وفات بیان نہیں کرتا۔ دوسری اہم بات: یہ ہے کہ بڑے لوگوں کا وفات کا سنہ تو عام طور پر صحیح ہوتا ہے (کبھی اس میں بھی اختلاف ہوجاتا ہے) مگر سنین ولادت بس اندازہ سے لوگ لکھتے ہیں، کس کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بچہ بڑا ہوکر کیا بنے گا؟ اس لئے اس کی تاریخ پیدائش محفوظ نہیں ہوتی، خود میری تاریخ پیدائش محفوظ نہیں، ستّر سال پہلے دیہاتوں میں کوئی ریکارڈ نہیں رکھا جاتا تھا، میرے پاسپورٹ میں اندازہ سے سنہ ولادت ۱۹۴۲ء لکھا ہے، اور مولانا محمد امین صاحب نے الخیر الکثیر میں ۱۹۴۰ء لکھا ہے، یہ سب اندازہ ہے، اسی طرح مظاہر علوم سہارن پور اور دارالعلوم دیوبند میں فارم داخلہ میں تاریخ ولادت محض اندازے سے لکھی گئی ہے، اور آج بھی نوے فی صد طلبہ اپنی ولادت کی تاریخ اندازے سے لکھتے ہیں، پس سند کے راویوں کے جو سنین ولادت ہیں ان پر تکیہ نہیں کرنا چاہئے، راوی کا مروی عنہ سے بخاری شریف روایت کرنا معروف ومشہور ہے: وہ کافی ہے۔ واللہ اعلم

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری
خادم دارالعلوم دیوبند
۲۰ رشوال ۱۴۳۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب المغازی

مہماتِ نبوی ﷺ

مَغَازِیْ: مَغْزَی کی جمع ہے: جنگ، لڑائی، حملہ، غَزَا الْعَدُوَّ (ن) غَزْوًا وَغَزْوَانًا: لڑنے کے لئے دشمن کی طرف جانا جہاد کرنا، فَھُوَ غَازٍ، وَالْجَمْعُ غُزَاۃٌ وَغُزًّی، مَغْزَی الْکَلَامِ: مقصدِ کلام، مہم: جنگ، لڑائی، بھاری کام، مشکل کام، جمع مہمات۔

غزوہ اور سریہ:

غزوہ کے لغوی معنی ہیں: حملہ، یورش، الغَزَاۃ: ایک سال تک کی لڑائی، الْغَزْوَۃُ: ایک دفعہ کی لڑائی، السَّرِیَّۃ: فوجی دستہ (پانچ تا تین سو افراد پر مشتمل) سَرَی (ض) سَرْیًا: رات کو چلنا (فوجی دستہ چھوٹا ہوتا ہے، اس لئے رات کو چلتا ہے اور بڑا لشکر دن میں چلتا ہے)

اصطلاحی معنی: سیرت کی اصطلاح میں: غزوہ: وہ فوج کشی ہے جس میں نبی ﷺ بذاتِ خود شریک ہوں، اور سریہ: وہ فوجی دستہ ہے جس میں نبی ﷺ شریک نہ ہوں۔

ربط: کتاب المغازی درحقیقت کتاب المناقب کا حصہ ہے، کتاب المناقب کے آخر میں مَاقَبْلَ الْھِجْرَۃ: ہجرت سے پہلے کے احوال بیان کئے تھے، اب مَا بَعْدَ الْھِجْرَۃ: ہجرت کے بعد کے احوال بیان کرتے ہیں، ہجرت کے بعد مکہ والوں کے ساتھ بھی مہمات پیش آئی ہیں، اور دیگر قبائل کے ساتھ بھی، کتاب المغازی میں ان کا بیان ہے، اور صرف غزوات کا بیان ہے، سرایا کا تذکرہ کم ہے، قریش کے ساتھ بڑی مہمات یہ پیش آئی ہیں: (۱) غزوۂ بدر کبری (۲) غزوۂ احد (۳) غزوۂ احزاب (۴) صلح حدیبیہ (۵) فتح مکہ (۶) غزوۂ حنین (۷) غزوۂ طائف۔ اور یہود کے ساتھ بھی مہمات پیش آئی ہیں جیسے غزوۂ بنونضیر اور غزوۂ خیبر۔ اور دیگر قبائل کے ساتھ بھی مہمات پیش آئی ہیں: جیسے غزوۂ تبوک جس میں رومیوں کی طرف لشکر کشی کی گئی تھی، پھر کتاب المغازی کے بعد نبی ﷺ کے سب سے بڑے معجزے قرآنِ کریم کا ذکر ہے۔

واقعات کا تسلسل:

بعثتِ نبوی کے ساتھ ہی اشاعتِ اسلام کا سلسلہ شروع ہوا، پھر جب دن بہ دن ایمان لانے والوں میں اضافہ شروع ہوا

تو شیطان کی حرکتیں بھی شروع ہوئیں، مسلمانوں کے لئے ہر نیا دن نئی آزمائش لے کر آتا تھا، مشرکین متفقہ طور پر مسلمانوں کی ایذا رسانی پر آمادہ ہوگئے، پس نبی ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کا مشورہ دیا، چنانچہ رجب سنہ ۵ نبوی میں گیارہ مردوں نے اور پانچ عورتوں نے حبشہ کی طرف پہلی مرتبہ ہجرت کی، جب مسلمانوں نے پہلی مرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت کی تو مکہ والوں نے ان کے پیچھے آدمی دوڑائے، تاکہ مسلمانوں کو پکڑ کر لائیں، مگر جب مسلمان ساحل پر پہنچے تو حبشہ جانے والی دو کشتیاں تیار کھڑی تھیں، انھوں نے پانچ درہم لے کر سب کو بٹھالیا اور حبشہ کی طرف روانہ ہوگئیں، جب مکہ کے آدمی ساحل پر پہنچے تو کشتیاں جاچکی تھیں، اس لئے وہ نامراد واپس آئے، یہ ہجرت چونکہ چند ہی حضرات نے کی تھی اس لئے مکہ والوں نے اس کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔

پھر جب صحابہ نے ہجرتِ ثانیہ بجانبِ حبشہ کی اور ایک سو تین آدمیوں نے کی تو مکہ والوں کے لئے لمحۂ فکریہ پیدا ہوا، انھوں نے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو نجاشی اور اس کے مقربین کے لئے ہدایا دے کر بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کو واپس لائیں، نجاشی رحمہ اللہ نے مہاجرین کو بلایا، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے بادشاہ کے سامنے اسلام کا تعارف کرایا اور بتایا کہ وہ اپنی قوم کے ظلم وستم سے بھاگ کر بادشاہ کی پناہ میں آئے ہیں، بادشاہ پر اس کا اچھا اثر ہوا اور اس نے قریش کے تمام ہدایا واپس کردیئے اور مسلمانوں سے کہہ دیا کہ تم اطمینان سے میری مملکت میں رہو، چنانچہ وفد ناکام لوٹ آیا اور جو مسلمان مکہ میں باقی رہ گئے تھے ان پر غصہ اتارنا شروع کیا، اس طرح ان کا ابتلاء بڑھ گیا۔

پھر گیارہ نبوی میں مدینہ کے کچھ لوگ حج کے لئے آئے اور نبی ﷺ سے ان کی اتفاقاً ملاقات ہوگئی، آپؐ نے ان کو اسلام کی دعوت دی، وہ مسلمان ہوگئے، انھوں نے لوٹ کر مدینہ میں دعوت کا کام شروع کیا اور اگلے سال بارہ نبوی میں پہلے سے دوگنے حضرات حج میں آئے اور مسلمان ہوئے، اور انھوں نے بیعت عقبہ اولیٰ کی، ان کے ساتھ نبی ﷺ نے حضرت مُصعب بن عُمیر اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کو مدینہ بھیجا، ان کی محنت سے نبوت کے تیرھویں سال کافی حضرات آئے اور انھوں نے بیعتِ عقبہ ثانیہ کی، اور نبی ﷺ کو اور مسلمانوں کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی اور نُصرت کا بھرپور وعدہ کیا۔

قبل ازیں نبی ﷺ ایک خواب دیکھ چکے تھے کہ آپؐ اور صحابہ ایک نخلستان کی طرف ہجرت کررہے ہیں اور شہر کے دونوں جانب سیاہ پتھروں والی زمین ہے، آپؐ کا خیال یمامہ اور ہجر مقام کی طرف گیا، پھر وحی سے تعیین کی گئی کہ ہجرت گاہ مدینہ منورہ ہے، چنانچہ آپؐ نے صحابہ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی، لوگوں نے ہجرت شروع کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس آدمیوں کے ساتھ ہجرت کی، اس طرح مکہ مسلمانوں سے خالی ہوگیا، صرف ابوبکر وعلی رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کے ساتھ رہ گئے یا وہ کمزور مسلمان باقی رہ گئے جو ظلم وستم کی چکی میں پس رہے تھے۔

اب مکہ کے سرداروں نے محسوس کیا کہ مسلمان مدینہ پہنچ کر مرکزیت قائم کرلیں گے اور ان کے لئے دردِ سر بن جائیں

گے، اس لئے انھوں نے اسلام مخالف سرگرمیاں تیز کردیں اور دار الندوہ میں جمع ہوکر آخری فیصلہ کیا کہ نبی ﷺ کو قتل کردیا جائے، تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری! اسی وقت آپؐ کو ہجرت کی اجازت مل گئی، کفار نے آپؐ کے گھر کا گھیراڈال دیا تاکہ جب آپؐ صبح گھر سے نکلیں تو وہ یکبارگی حملہ کردیں، مگر نبی ﷺ ان کے سروں پر مٹی ڈالتے ہوئے رات میں مکہ سے نکل گئے اور ثور پہاڑ کی چوٹی پر ایک غار میں پناہ لی، صبح کفار کو پتہ چلا کہ شکار ہاتھ سے نکل گیا، انھوں نے چاروں طرف دوڑ دھوپ شروع کی، زیادہ تر مدینہ کے راستہ پر تلاش کیا، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی حفاظت کی، تین دن روپوش رہنے کے بعد آپؐ رفیق محترم (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ غار سے نکل کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، اور غیر معروف راستہ پر چلے، مکہ والوں نے مدینہ کی طرف جو قبائل آباد تھے ان کو انعام کی اطلاع کردی کہ جوان حضرات کو پکڑ کر لائے یا قتل کردے، اس کو انعام میں سو اونٹ دیئے جائیں گے، چنانچہ راستہ میں سراقہ بن مالکؓ نے انعام کے لالچ میں آپؐ کا پیچھا کیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی دولت سے نواز دیا، وہ ابھی چڑھے آرہے تھے ابھی آپؐ کے پاسبان بن گئے، اسی طرح بُریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے ستر آدمیوں کے ساتھ نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تعاقب میں نکلے، لیکن جب آپؐ سے ملاقات ہوئی تو نقد دل دے بیٹھے اور اپنی قوم کے ستر آدمیوں کے ساتھ مسلمان ہوگئے، اس طرح آپؐ بحفاظت مدینہ منورہ پہنچ گئے اور قریش کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔

پھر انھوں نے مشرکوں کے سردار عبداللہ بن ابی ابن سلول کو خط لکھا، وہ ابھی منافقانہ بھی مسلمان نہیں ہوا تھا، اس کو لکھا کہ تم نے ہمارے آدمی کو ٹھکانہ دیا ہے، اور ہم اللہ کی قسم کھاتے ہیں! یا تو تم ان کے ساتھ لڑو یا ان کو اپنے شہر سے نکال دو، ورنہ ہم سب مل کر مدینہ پر حملہ کریں گے، تمہارے جنگجوؤں کو قتل کریں گے اور تمہاری عورتوں کو مباح کرلیں گے۔ إِنَّكُمْ آوَيْتُمْ صَاحِبَنَا، وَإِنَّا نُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَتُقَاتِلُنَّهُ أَوْ لَتُخْرِجُنَّهُ أَوْ لَنَسِيْرَنَّ إِلَيْكُمْ بِأَجْمَعِنَا حَتَّى نَقْتُلَ مُقَاتِلَتَكُمْ وَنَسْتَبِيْحَ نِسَاءَ كُمْ. (۱)

جب مشرکین کا یہ خط آیا تو عبداللہ بن ابی کے پاس اوس وخزرج کے مشرکین اکٹھا ہوئے تاکہ مسلمانوں سے جنگ کریں، نبی ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی، آپؐ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے کہا: قریش کی دھمکی اپنا پورا کام کرگئی، وہ تمہیں اس سے زیادہ ضرر نہیں پہنچا سکتے جتنا تم خود اپنے لوگوں کو پہنچاؤ گے، تمہارے ہر خاندان اور ہر گھر میں مسلمان ہیں، پس کیا تم اپنے بیٹوں اور اپنے بھائیوں سے لڑوگے؟ لَقَدْ بَلَغَ وَعِيْدُ قُرَيْشٍ مِنْكُمُ الْمَبَالِغَ، مَا كَانَتْ تَكِيْدُكُمْ بِأَكْثَرَ مِمَّا تُرِيْدُوْنَ أَنْ تَكِيْدُوْا بِهِ أَنْفُسَكُمْ، تُرِيْدُوْنَ أَنْ تُقَاتِلُوْا أَبْنَاءَ كُمْ وَإِخْوَانَكُمْ (حوالہ بالا)

مشرکین آپؐ کی یہ بات سن کر منتشر ہوگئے، جب مکہ والوں کو یہ بات پہنچی تو انھوں نے جنگِ بدر کے بعد یہود کے پاس خط لکھا کہ تم ہتھیار اور قلعوں والے ہو، تم ہمارے آدمی سے لڑو یا ہم ایسا کریں گے ویسا کریں گے، اور ہمارے اور تمہاری

(۱) ابوداؤد حدیث ۳۰۰۴ کتاب الخراج، باب فی خبر بنی النضیر.

عورتوں کے پازیب کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوگی، إِنَّکُمْ أَھْلُ الْحَلْقَةِ وَالْحُصُوْنِ، وَإِنَّکُمْ لَتُقَاتِلُنَّ صَاحِبَنَا أَوْ لَنَفْعَلَنَّ کَذَا وَکَذَا وَلاَ یَحُوْلُ بَیْنَنَا وَبَیْنَ خَدَمِ نِسَاءِ کُمْ شَیْئٌ (حوالہ بالا)

جب مشرکین نے مسلمانوں سے جنگ نہیں کی تو مکہ والوں نے ٹھان لی کہ اب مدینہ والوں کو مزہ چکھانا ہے اور انھوں نے مسلمانوں کو کہلا بھیجا کہ تم مطمئن نہ ہو جانا، ہم مدینہ پہنچ کر تمہارا ستیاناس کردیں گے۔

ادھر نبی ﷺ نے مدینہ پہنچ کر مشرکین اور یہود کے ساتھ معاہدہ کرلیا کہ اگر دشمن باہر سے حملہ آور ہو تو سب مل کر دفاع کریں، اس کی خبر بھی مکہ والوں کو پہنچ گئی، پس انھوں نے بڑے پیمانہ پر جنگی تیاری شروع کی اور ایک بڑا قافلہ ترتیب دیا جس میں مکہ کے ہر باحیثیت آدمی کا سرمایہ لگا ہوا تھا، یہ قافلہ ملک شام سے ہتھیار خرید کر لائے گا، مگر اس پر تجارتی قافلہ (عِیْر) کا لیبل لگا ہوا تھا، اور طے پایا کہ ابوسفیان کی سرکردگی میں یہ قافلہ شام جائے اور ہتھیار لائے[1] نبی ﷺ کو سب اطلاعات مل رہی تھیں، آپؐ نے مکہ سے شام جانے والے راستہ پر طلائع[2] متعین کردیئے اور ایک فوجی دستہ مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ مقام میں متعین کردیا جو مکہ والوں کی نقل وحرکت سے نبی ﷺ کو باخبر رکھتا تھا۔

جب کارواں شام کی طرف روانہ ہوا تو نبی ﷺ فوج کا ایک دستہ لے کر عُشَیرۃ مقام میں —— جو ینبوع کے قریب ہے —— جمادی الاولیٰ ۲ ہجری میں ڈیڑھ سو دو سو آدمیوں کے ساتھ پہنچے، تاکہ اس پر قبضہ کریں، مگر جب آپؐ پہنچے تو قافلہ نکل چکا تھا، آپؐ بنومُدلج سے ناجنگ معاہدہ کرکے واپس آگئے، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے جنگِ بدر کا واقعہ غزوۃُ الْعُشَیرۃ سے شروع کیا ہے، کیونکہ وہ غزوۂ بدر کی تمہید تھا۔

پھر جب ابوسفیان کا کارواں واپس لوٹا تو نبی ﷺ تین سو تیرہ صحابہ کے ساتھ اس پر قبضہ کرنے کے لئے نکلے، آپؐ بدر کے مقام میں پہنچے کیونکہ کارواں وہاں سے گذرنے والا تھا، مگر ابوسفیان کو بھی اندازہ تھا کہ واپسی میں میرے قافلہ پر حملہ ہوسکتا ہے، اس لئے اس نے مکہ اطلاع بھیجی کہ قافلہ بچانے آؤ، وہاں سے ایک ہزار جنگجو بہادر نکلے، تاکہ وہ قافلہ کو بچائیں۔

پھر ابوسفیان نے یہ چالاکی کی کہ راستہ بدل دیا، عام راستہ چھوڑ کر ساحل سمندر سے بچ کر نکل گیا اور جو لشکر قافلہ بچانے کے لئے مکہ سے نکلا تھا اس کو کہلوادیا کہ واپس آجاؤ، مگر ابوجہل کے غرور نے اجازت نہیں دی، اس نے کہا: ہم بدر تک جائیں

(۱) جاننا چاہئے کہ عرب میں ہتھیار بنتے تھے، مگر ہتھیاروں کا کارخانہ نہیں تھا، ہتھیار شام میں بنتے تھے، اور شام رومی حکومت کے ماتحت تھا، جو اس وقت کا سپر پاور تھا، پس آپس کی جھڑپوں کے لئے تو مکہ والوں کے پاس ہتھیار تھے، مگر باہر نکل کر کسی متحدہ قوم سے ٹکرانے کے لئے بھرپور تیاری کی ضرورت تھی، اس لئے طے پایا کہ ہتھیار شام سے برآمد کئے جائیں، اس لئے شام کی طرف جانے والے قافلوں پر نظر رکھنی ضروری تھی، اسی لئے یمن کی طرف سفر کرنے والے تجارتی قافلوں پر نظر نہیں رکھی گئی، صرف شام اور عراق کی طرف جانے والے قافلوں کا تعاقب کیا گیا، یہ نکتہ ابتدائی مہمات میں پیش نظر رکھنا ضروری ہے ۱۲

(۲) طلائع: طلیعة کی جمع، دشمن کی سپاہ کا اندازہ لگانے اور معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیجی جانے والی فوج کی ٹکڑی ۱۲

گے، وہاں شراب پیئیں گے، رنگ رلیاں منائیں گے اور عرب پر دھاک بٹھا کر واپس ہونگے، اس طرح مشرکین کا لشکر بھی بدر میں پہنچ گیا اور فریقین اتفاقاً ایک جگہ جمع ہو گئے، پھر میدانِ بدر میں جنگ ہوئی اور وہ فیصلہ کن ﴿یَوْمُ الْفُرْقَانِ﴾ قرار پائی، مکہ کے ستر سورما مارے گئے، ستر پکڑے گئے، باقی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے، یہ نبی ﷺ کی پہلی مہم تھی، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی سے کتاب المغازی کا آغاز کیا ہے، اور تیرہ ابواب میں غزوۂ بدر کا تذکرہ کیا ہے۔

اب طلبہ چار باتیں جان لیں:

۱- جہاد کے لغوی اور اصطلاحی معنی:

اصطلاحاتِ شرعیہ لغوی معنی میں بھی مستعمل ہیں اور اصطلاحی معنی میں بھی، اور کہاں کونسے معنی ہیں؟ یہ بات اہل علم جانتے ہیں، جیسے صلوٰۃ لغوی معنی میں بھی مستعمل ہے ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾: آپ زکوٰۃ لے کر آنے والوں کو دعا دیں، آپ کی دعا ان کی تسکین کا باعث ہوگی، یہاں صلوۃ لغوی معنی میں ہے اور جیسے ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلاَئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ﴾: بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اِس نبی پر بے پایاں رحمتیں بھیجتے ہیں، اور اُس کے لئے دعا کرتے ہیں، یہاں بھی صلوٰۃ لغوی معنی میں ہے، اور ﴿أَقِيْمُوْا الصَّلٰوةَ﴾: میں اصطلاحی معنی ہیں، یعنی اذکار مخصوصہ، افعالِ مخصوصہ اور ہیئتِ مخصوصہ کا مجموعہ، اگر کوئی اس آیت میں بھی لغوی معنی لینے لگے تو اس کو تحریف کہیں گے۔

اور جیسے الزکوٰۃ لغوی معنی میں بھی مستعمل ہے ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ﴾: نبی ﷺ لوگوں کو قرآن وسنت کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کے باطن کو پاک صاف کرتے ہیں، اور ﴿آتُوْا الزَّكٰوةَ﴾: میں اصطلاحی معنی ہیں، یعنی سالانہ مال کی مخصوص مقدار غریبوں پر خرچ کرنے کا نام 'زکوٰۃ' ہے، اگر کوئی یہاں بھی لغوی معنی لینے لگے تو وہ تحریف ہوگی۔

اسی طرح جہاد کے ایک لغوی معنی ہیں اور ایک اصطلاحی معنی، لغوی معنی ہیں: دین کے لئے تن توڑ محنت کرنا، اپنی پوری توانائی خرچ کرنا، اور اصطلاحی معنی ہیں: بَذْلُ الْجُهْدِ فِي قِتَالِ الْكُفَّارِ لِإِعْلَاءِ كَلِمَةِ اللّٰهِ (عمدہ) اللہ کے دین کا بول بالا کرنے کے لئے منکرین اسلام سے لوہا لینا، لڑنا۔

اور اس سلسلہ میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر مادّۂ جہاد کے بعد اللہ آئے یا اللہ کی طرف لوٹنے والی ضمیر آئے تو وہاں لغوی معنی مراد ہونگے، جیسے ﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ﴾: اپنی والی پوری کوشش کرو دین کے لئے جیسا کہ اس کے لئے کوشش کرنے کا حق ہے، اور ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾: اور جو لوگ ہمارے دین کے لئے جدوجہد کرتے ہیں ہم ان کو اپنی راہیں سجھاتے ہیں، ان دونوں آیتوں میں جہاد کے لغوی معنی ہیں، مفسرین کرام تقدیر عبارت نکالتے ہیں: وَجَاهِدُوْا فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ، اور وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْ دِيْنِنَا۔ اور جہاں مادہ جہاد کے بعد فی سبیل اللہ آئے وہاں اصطلاحی معنی مراد ہوتے ہیں، سورۃ التوبہ میں جہاں بھی یہ تعبیر آئی ہے حضرت شیخ الہند قدس سرہ نے اپنے پیش رو حضرت شاہ عبد القادر

صاحب دہلوی قدس سرہ کی پیروی میں 'لڑو' ترجمہ کیا ہے، اور حدیث شریف کی کتابوں میں جب أبواب الجهاد شروع ہوتے ہیں تو ہر طالب علم سمجھ جاتا ہے کہ یہاں اصطلاحی معنی مراد ہیں۔

اور جہاں مادۂ جہاد کے بغیر فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ آئے: وہ عام ہے یا خاص؟ اس میں رائیں مختلف ہیں: سورۃ البقرہ آیت ۲۶۱ میں ہے: ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾: اس کو حضرت تھانوی قدس سرہ نے بیان القرآن میں عام رکھا ہے، مطلقاً وجوہِ خیر مراد لی ہیں، جہاد کے ساتھ آیت کو خاص نہیں رکھا، اسی طرح سورۃ التوبہ آیت ۶۰ میں مصارفِ زکوٰۃ کے بیان میں جو في سبيل الله آیا ہے اس کو بھی بدائع الصنائع میں عام رکھا ہے، یعنی ہر دینی کام کے لئے زکاۃ خرچ کرسکتے ہیں۔

دوسری رائے یہ ہے کہ في سبيل الله کی اصطلاح بھی جہاد کے ساتھ خاص ہے چنانچہ مصارف زکاۃ میں جو في سبيل الله آیا ہے اس سے منقطع الغزاۃ مراد ہیں، یعنی جو جہاد کرنا چاہتے ہیں، مگر اسباب نہیں ہیں، ان کو مالِ زکاۃ سے ہتھیار وغیرہ خرید کر دے سکتے ہیں، اور یہی قول مفتی بہ ہے، یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ہے، دوسرا قول امام محمد رحمہ اللہ کا ہے کہ اس سے مراد منقطع الحاج ہیں، مگر اس پر فتویٰ نہیں۔

۲- جہاد کا مقصد:

اسلام میں جہاد کے دو مقصد ہیں:

اول: کفر کی شوکت توڑنا اور فتنہ فرو کرنا، سورۃ البقرہ کی آیت ۲۱۷ ہے: ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ، قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ، وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ، وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ﴾: لوگ آپؐ سے حرام مہینوں میں قتال کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپؐ فرمادیں: ان مہینوں میں قتال کرنا ظلم عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنا اور اللہ کا انکار کرنا اور مسجدِ حرام کی حرمت کو پامال کرنا اور وہاں کے لوگوں کو وہاں سے نکال دینا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی بڑا جرم ہے، اور فتنہ پروری قتل سے بدرجہا بڑھ کر جرم ہے۔

تفسیر: چند صحابہ کا ایک سفر میں اتفاقاً کفار سے مقابلہ ہوگیا، ایک کافر ان کے ہاتھ سے مارا گیا، جس دن یہ واقعہ پیش آیا رجب کی پہلی تاریخ تھی، صحابہ نے اس کو جمادی الثانیہ کی آخری تاریخ سمجھا، اس پر کفار نے طعن کیا کہ مسلمانوں نے اشہر حرم کی حرمت پامال کردی، مسلمانوں کو اس کی فکر ہوئی اور نبی ﷺ سے اس سلسلہ میں سوال کیا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ رجب میں قتل کرنا بیشک گناہ ہے مگر کفار اس سے بڑے گناہوں میں مبتلا ہیں، وہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں، اللہ کا انکار کرتے ہیں، مسجدِ حرام کی حرمت پامال کرتے ہیں اور مسلمانوں کو وہاں سے نکلنے پر مجبور کرتے ہیں، یہ اللہ کے نزدیک قتل سے بھی بڑے گناہ ہیں، کیونکہ فتنہ پردازی قتل سے بڑا گناہ ہے، معلوم ہوا کہ کفر کی شوکت توڑنے کے لئے اور فتنہ فرو کرنے

کے لئے جہاد ضروری ہے۔

اور سورۃ البقرہ آیت ۱۹۱ میں ہے: ﴿وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَأَخْرِجُوْهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾: اور دشمنانِ اسلام کو قتل کرو جہاں ان کو پاؤ اور ان کو نکال باہر کرو جہاں سے انھوں نے تم کو نکلنے پر مجبور کیا ہے اور فتنہ قتل سے سخت تر ہے، پس فتنہ فرو کرنے کے لئے اور کفر کی شوکت توڑنے کے لئے جہاد ضروری ہے۔

دوم: اللہ کی زمین میں اللہ کا قانون نافذ کرنا۔ سورۃ الحج آیت ۴۱ میں ہے: ﴿الَّذِيْنَ إِنْ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوْا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ، وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُوْرِ﴾: جن لوگوں کو جہاد کی اجازت دی گئی ہے وہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دیں تو وہ نماز کی پابندی کریں زکوۃ دیں، نیک کام کرنے کو کہیں، اور برے کاموں سے روکیں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

تفسیر: یہ آیت اذنِ جہاد کے ذیل میں آئی ہے اور اس میں جہاد کا مقصد بیان کیا گیا ہے، اور یہ جو پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے وہ قطعاً بے بنیاد ہے، ارشاد پاک ہے: ﴿لاَ إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾: دین کے معاملہ میں زور جبر نہیں، کوئی شخص اپنے باطل مذہب پر قائم رہنا چاہے تو اس کے لئے پوری آزادی ہے، مگر اللہ کی زمین پر اللہ ہی کا قانون چلنا چاہئے، یہ جہاد کا بنیادی مقصد ہے اور پروپیگنڈہ کا جواب یہ ہے کہ اگر جہاد کا مقصد لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانا ہوتا تو جزیہ کا حکم نہ ہوتا، غیر مسلم جزیہ دے کر اسلامی حکومت کے شہری بن سکتے ہیں، ان کو ان کے مذہب پر عمل کرنے کی پوری آزادی ہوگی۔

۳- احکام جہاد کے مراحل:

مکی دور میں صبر کا حکم تھا، سورۃ الاعراف آیت ۱۹۹ ہے: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾: درگذر کی عادت ڈالو، اور نیک کام کا حکم دو، اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کرو، اور یہ حکم اس وجہ سے تھا کہ ابھی مسلمان کمزور تھے، اور ان کی کوئی مرکزیت نہیں تھی، اس لئے ہجرت سے پہلے صبر کا حکم دیا گیا۔

پھر ہجرت کے بعد بدر کے موقع پر جہاد کی اجازت ملی کہ اگر تم پر کوئی ظلم کرتا ہے تو اس سے بدلہ لو، سورۃ الحج کی آیت ۳۹ ہے: ﴿أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوْا﴾: اجازت دی گئی ان لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں، اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا۔

پھر تیسرے مرحلہ میں جہاد فرض کیا گیا، مگر اس وقت جبکہ دشمن حملہ آور ہو، سورۃ البقرہ آیت ۱۹۰ ہے: ﴿وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلاَ تَعْتَدُوْا إِنَّ اللّٰهَ لاَيُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾: اور اللہ کے راستہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں، اور کسی پر زیادتی مت کرو، بیشک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

پھر آخری مرحلہ میں اقدامی جہاد کا حکم آیا، سورۃ التوبہ آیت ۲۹ ہے: ﴿قَاتِلُوْا الَّذِيْنَ لاَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلاَ بِالْيَوْمِ الآخِرِ﴾ الآیۃ: ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ آخرت کے دن پر، اور نہ حرام سمجھتے ہیں اس کو جس کو اللہ نے اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور وہ اللہ کا سچا دین بھی قبول نہیں کرتے ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں، یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل ہوکر، اور سورۃ التوبہ کی آیت ۵ ہے: ﴿فَإِذَا انْسَلَخَ الأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوْا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ﴾: جب محترم مہینے گذر جائیں تو مشرکین کو مارو جہاں بھی پاؤ، اور پکڑو اور گھیرو، اور ان کی تاک میں ہر جگہ بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والے، مہربان ہیں۔ اور سن ۹ ہجری میں حج کے موقع پر اعلان کیا گیا کہ میعادی معاہدے اپنی میعاد تک باقی رہیں گے اس کے بعد تجدید نہیں ہوگی، اور جن کے ساتھ معاہدہ نہیں ہے ان کو چار ماہ کی مہلت ہے، پھر کسی بھی وقت ان پر حملہ ہوسکتا ہے۔

۴- بدر کی جنگ دفاعی تھی یا اقدامی؟

تمام مفسرین متفق ہیں کہ سورۃ الحج کی آیت ۳۹-۴۱ غزوۂ بدر کے موقعہ پر نازل ہوئی ہیں، وہ آیات یہ ہیں:

﴿أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوْا، وَإِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ ○ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ، وَلَوْلاَ دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوٰتٌ وَمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا، وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهُ، إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○ الَّذِيْنَ إِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الأَرْضِ أَقَامُوْا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ، وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الأُمُوْرِ﴾

ترجمہ: ان لوگوں کو لڑنے کی اجازت دی گئی جن سے کافروں کی طرف سے لڑائی کی جاتی ہے، بایں وجہ کہ ان پر ظلم کیا گیا (یہ مشروعیت جہاد کی علت ہے) اور اللہ تعالیٰ بلاشبہ ان کو غالب کرنے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں (آگے ان کی مظلومیت کا بیان ہے) جو اپنے گھروں سے بلاوجہ محض اتنی بات پر نکالے گئے کہ وہ کہتے ہیں: ہمارا رب اللہ ہے! (پھر یہ بیان ہے کہ جہاد تمام انبیاء کی شریعتوں میں رہا ہے، فرمایا:) اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ لوگوں کا ایک دوسرے سے زور گھٹواتے ہیں تو اپنے اپنے زمانہ میں نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی وہ مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم ہوگئے ہوتے، اور اللہ تعالیٰ ضرور ان لوگوں کی مدد کرتے ہیں جو اللہ کے دین کی مدد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ یقیناً قوت والے غلبہ والے ہیں (پھر مقصدِ جہاد کا بیان ہے، فرمایا:) یہ لوگ وہ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں حکومت دیں تو وہ لوگ نماز کی پابندی کریں، زکوۃ دیں، نیک کاموں کے کرنے کا حکم کریں اور برے کاموں سے روکیں اور سب کاموں کا اچھا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے (پس مسلمانوں کی موجودہ

حالت دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ انجام کار بھی یہی ہوگا؟ آج وہ ضعیف وناتواں ہیں، مگر ان کو جہاد کی اجازت دی جاتی ہے، تا کہ جہاد کے ذریعہ معاملہ برعکس ہو جائے، چنانچہ ہوا)

اور پیچھے ہم نے جو واقعات کا تسلسل بیان کیا ہے اس سے بھی یہ بات واضح ہے کہ اسلام کی پہلی مہم محض دفاعی تھی اور اسی سے بعض محققین کو غلط فہمی ہوئی، اور انھوں نے کہہ دیا کہ اسلام میں صرف دفاعی جہاد ہے، اقدامی جہاد نہیں ہے، ان کی یہ بات صحیح نہیں، اسلام کی پہلی مہم خالص دفاعی تھی یا بین بین تھی؟ جو بھی تھی، مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اقدامی جہاد کی اجازت نہیں ہے، یہ نتیجہ قطعاً صحیح نہیں، متعدد آیات سے ثابت ہے کہ فتنہ فرو کرنے کے لئے اور اللہ کے دین کا بول بالا کرنے کے لئے اقدامی جہاد بھی مامور بہ ہے۔ احد اور احزاب کے غزوات بے شک دفاعی تھے، مکہ والے مدینہ پر چڑھ آئے تھے، اس لئے دفاع ضروری تھا، مگر فتح مکہ کا غزوہ محض اقدامی تھا، اور دیگر کئی سرایا بھی اقدامی طور پر روانہ کئے گئے تھے۔

فائدہ: جس زمانہ میں مہماتِ نبوی ﷺ پیش آئی ہیں، اس وقت تک اسلامی تاریخ کا آغاز نہیں ہوا تھا، سنہ ہجری کا تعین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوا ہے، علاوہ ازیں وہ واقعات نگاری کا دور بھی نہیں تھا کہ جو واقعہ پیش آئے فوراً لکھ لیا جائے، اس لئے مغازی اور سرایا کی تاریخوں میں ائمہ مغازی کے درمیان جو اختلاف ہے اس کو واقعات کے متعلقات کا اختلاف سمجھنا چاہئے، اس سے زیادہ کنج وکاؤ کی ضرورت نہیں۔

غزوۂ بدر سے پہلے کے سرایا اور غزوات:

جن حالات میں جہاد کی اجازت نازل ہوئی ہے، وہ زمانہ قریش کی قوت وتمرد کا زمانہ تھا، اس لئے حکمت کا تقاضہ ہوا کہ مسلمان اپنا دائرہ کار قریش کی اس تجارتی شاہ راہ تک وسیع کردیں جو مکہ سے شام تک جاتی تھی، چنانچہ نبی ﷺ نے اس کے لئے دو منصوبے بنائے:

۱- جو قبائل اس شاہ راہ کے ارد گرد یا اس شاہ راہ سے مدینہ کی طرف آباد تھے ان کے ساتھ ناجنگ معاہدہ کیا جائے۔

۲- اس شاہ راہ پر گشتی دستے روانہ کئے جائیں جو قریش کی نقل وحرکت پر نظر رکھیں، چنانچہ قبیلہ جُہینہ سے آپؐ نے دوستی اور تعاون کا معاہدہ کیا، یہ قبیلہ مدینہ سے پچاس میل کے فاصلہ پر رہتا تھا، اور متعدد سرایا اس شاہ راہ پر روانہ فرمائے۔

۱- سریہ سیف البحر:

رمضان سنہ ایک ہجری میں سریہ سیف البحر روانہ فرمایا، جس کے امیر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے، اس میں تیس مہاجر تھے، منصوبہ ایک قریشی قافلہ کا پتہ لگانا تھا، اس قافلہ میں تین سو آدمی تھے، جن میں ابوجہل بھی تھا، مسلمان عیص کے اطراف میں ساحل سمندر تک پہنچے تو دشمن سے سامنا ہوگیا، فریقین جنگ کے لئے آمادہ ہوگئے، مگر قبیلہ جہینہ کے سردار مجدی بن عمرو نے جو دونوں فریقوں کا حلیف تھا دوڑ دھوپ کرکے جنگ نہیں ہونے دی۔

۲-سریہ رابغ:

پھر شوال ایک ہجری میں نبی ﷺ نے حضرت عبیدۃ بن الحارث بن المطلب ؓ کی سرکردگی میں ساٹھ سواروں کا رسالہ روانہ کیا، رابغ کی وادی میں ابوسفیان سے سامنا ہوا، اس کے ساتھ دوسو آدمی تھے، فریقین نے ایک دوسرے پر تیر چلائے اس سے آگے کوئی جنگ نہیں ہوئی۔

۳-سریہ خرّار:

پھر ذی قعدہ ایک ہجری میں نبی ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک سریہ روانہ کیا جس میں بیس آدمی تھے، مقصد قریش کے ایک قافلہ کا پتہ لگانا تھا، اوران کو ہدایت تھی کہ خرّار سے آگے نہ بڑھیں، یہ لوگ پیدل روانہ ہوئے، رات کو سفر کرتے اور دن میں چھپے رہتے، پانچویں دن صبح یہ حضرات خرّار پہنچے تو معلوم ہوا کہ قافلہ ایک دن پہلے جاچکا ہے۔

۴-غزوۂ ابواء یا ودّان:

پھر صفر ۲ ہجری میں نبی ﷺ بنفس نفیس ستر مہاجرین کے ساتھ ایک خاص مہم پر روانہ ہوئے، مقصد قریش کے ایک قافلہ کی راہ روکنا تھا، آپؐ ودّان (اَبواء) تک پہنچے، لیکن کوئی معاملہ پیش نہیں آیا، اسی غزوہ میں آپؐ نے بنوضمرہ کے سردار عمرو بن مخشی الضمری سے حلیفانہ معاہدہ کیا۔

۵-غزوۂ بُواط:

پھر ربیع الاول ۲ ہجری میں نبی ﷺ دوسو صحابہ کے ساتھ بُواط مقام میں پہنچے، مقصود قریش کا ایک قافلہ تھا، جس میں امیہ بن خلف سمیت قریش کے سو آدمی اور ڈھائی ہزار اونٹ تھے، لیکن کوئی معاملہ پیش نہیں آیا۔

۶-غزوۂ سفوان:

پھر ربیع الاول سن ۲ ہجری میں کُرز بن جابر فہری نے مدینہ کی چراگاہ پر چھاپہ مارا اور کچھ مویشی لوٹ لے گیا، نبی ﷺ نے ستر صحابہ کے ساتھ اس کا پیچھا کیا اور بدر کے قریب وادی سفوان تک تشریف لے گئے، مگر کُرز ہاتھ نہیں آیا، اسی غزوہ کو بعض لوگ 'غزوۂ بدر اولیٰ' کہتے ہیں۔

۷-غَزْوَۃُ الْعُشَیْرۃ:

پھر جمادی الاولیٰ یا جمادی الاخری سن ۲ ہجری میں نبی ﷺ ڈیڑھ دوسو مہاجرین کے ساتھ چلے، مقصود قریش کا وہ قافلہ

تھا جوملک شام جارہا تھا، جس کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ وہ خاصا مال لے کر جارہا ہے اور شام سے ہتھیار خرید کر لائے گا، مگر جب آپؐ ذُو الْعُشَیْرۃ پہنچے تو معلوم ہوا کہ کئی دن پہلے قافلہ جاچکا ہے، یہ وہی قافلہ ہے جس پر شام سے واپسی پر قبضہ کرنے کے لئے نبی ﷺ نے سفر کیا تھا، اور جنگِ بدر پیش آئی تھی، اس غزوہ میں نبی ﷺ نے بنومُدلج اور ان کے حلیف بنوضمرہ سے ناجنگ معاہدہ کیا، یہی غزوہ جنگ بدر سے قریبی تعلق رکھتا ہے، اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے جنگِ بدر کا قصہ اسی غزوہ سے شروع کیا ہے۔

۸-سریہ نخلہ:

علاوہ ازیں نبی ﷺ نے بارہ مہاجرین کا ایک دستہ روانہ فرمایا، اور ان کو ایک تحریر دی، اور یہ ہدایت فرمائی کہ دو دن چلنے کے بعد خط دیکھیں، اس میں تحریر تھا کہ مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ مقام میں پہنچو، اور وہاں سے قریش کے اس تجارتی قافلہ پر نظر رکھو جو درحقیقت ہتھیار خریدنے جارہا ہے، اور ہمارے لئے اس کی خبروں کا پتہ لگاؤ۔

یہ ہیں جنگِ بدر سے پہلے کے سریے اور غزوے، جن کا مقصد اپنا ہر طرح سے بچاؤ کرنا تھا، قریش نے مہاجرین کو دھمکی دی تھی کہ ہم یثرب پہنچ کر تمہارا ستیاناس کردیں گے، اس لئے ضروری ہوا کہ اپنا بچاؤ کیا جائے، دشمن سے چوکنا رہا جائے، قریش بھی تمام احوال سے واقف تھے، انہیں معلوم ہوگیا تھا کہ مدینہ کی قیادت انتہائی بیدار مغز ہے، اور ان کی ایک ایک تجارتی نقل وحرکت پر نظر رکھتی ہے، اور اب ان کی شامی تجارتی راہ مستقل خطرے میں ہے، مگر وہ جُہینہ اور بنوضمرہ کی طرح صلح کی راہ اختیار کرنے کے لئے تیار نہیں تھے، ان کے اکابر نے اپنی اس دھمکی کو عملی جامہ پہنانے کا فیصلہ کرلیا تھا کہ مسلمانوں کے گھروں میں گھس کر ان کا صفایا کردیا جائے، چنانچہ یہی طیش ان کو میدانِ بدر تک لے آیا۔

بَابُ غَزْوَةِ الْعُشَيْرَةِ أَوِ الْعُسَيْرَةِ

غزوۂ عشیرۃ کا بیان

معروف شین معجمہ کے ساتھ عُشَیْرَۃ ہے، یہ مقام ینبوع کے قریب ہے، جمادی الاولیٰ سن ۲ ہجری میں آپؐ ڈیڑھ سو دوسو صحابہ کے ساتھ تشریف لے گئے تا کہ قریش کے اس تجارتی قافلہ کو روکیں جو شام ہتھیار خریدنے جارہا تھا۔ اور امام المغازی حضرت محمد بن اسحاق مدنی (تابعی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ کا پہلا غزوہ ابواء ہے پھر بُواط ہے پھر عُشیرہ۔

غزوۂ اَبواء جس کا نام غزوہ وَدّان بھی ہے، صفر ۲ ہجری میں پیش آیا ہے، اسی غزوہ میں آپؐ نے بنوضمرہ سے ناجنگ معاہدہ کیا ہے، ابواء ایک گاؤں کا نام ہے، فرع کے علاقہ میں جحفہ کے پاس مدینہ سے ۲۳ میل کے فاصلہ پر ہے۔

بُواط: ایک پہاڑ کا نام ہے، ینبوع کے قریب، ربیع الاول ۲ ہجری میں یہ غزوہ پیش آیا ہے، اور غزوہ عشیرۃ جمادی الاولی

سن ۲ ہجری میں پیش آیا ہے، جس میں بنو مدلج سے مصالحت ہوئی ہے، اور امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد تمام غزوات وسرایا کا احاطہ نہیں ہے، صرف اس غزوہ کا تذکرہ مقصود ہے جس کا بدر سے قریبی تعلق ہے۔

حدیث: ابواسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا، کسی نے آپؓ سے پوچھا: نبی ﷺ نے کتنی جنگیں لڑی ہیں؟ حضرت زیدؓ نے کہا: انیس، اس نے پوچھا: آپؐ نے کتنی جنگوں میں شرکت کی ہے؟ حضرت زیدؓ نے کہا: سترہ میں، پس ابواسحاق نے پوچھا: ان غزوات میں سے کونسا غزوہ سب سے پہلے پیش آیا ہے؟ حضرت زیدؓ نے کہا: عُشَیرہ یا عُسیرہ، پھر ابواسحاق نے یہ حدیث قتادہؒ سے ذکر کی تو انھوں نے کہا: (صحیح) عُشَیرہ ہے۔

تشریح: اس میں سخت اختلاف ہے کہ نبی ﷺ نے کتنی جنگیں لڑی ہیں؟ اور ان میں سے پہلا غزوہ کونسا ہے؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے انیس جنگوں کا ذکر کیا ہے، دوسرے حضرات کے ستائیس تک اقوال ہیں، مگر یہ بات طے ہے کہ جنگ کی نوبت صرف نو غزوات میں آئی ہے: بدر، احد، احزاب، بنو قریظہ، بنو مصطلق، خیبر، فتح مکہ، حنین اور طائف (حاشیہ) باقی غزوات میں جنگ کی نوبت نہیں آئی۔

اور غزوہ عُشیرۃ کا مقصد ابھی بیان کیا ہے کہ ابوسفیان کے اس تجارتی قافلہ پر قبضہ کرنا مقصود تھا جو بظاہر تجارتی قافلہ تھا، مگر حقیقت میں وہ ہتھیار خریدنے کے لئے جا رہا تھا، مگر اللہ کو منظور نہیں تھا، پس قافلہ ہاتھ سے نکل گیا، پھر جب وہ قافلہ واپس لوٹا تو دوبارہ اس پر قبضہ کرنے کے لئے آپؐ نے سفر کیا اور بدر تک پہنچے، مگر قافلہ راستہ بدل کر نکل گیا اور اس کو بچانے کے لئے مکہ سے جو لشکر آ رہا تھا وہ بدر میں پہنچ گیا، اس طرح جنگِ بدر پیش آئی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٦٤- كتابُ المغازی

[١-] بَابُ غَزْوَةِ الْعُشَيْرَةِ أَوِ الْعُسَيْرَةِ

قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: أَوَّلُ مَا غَزَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الْأَبْوَاءَ، ثُمَّ بُوَاطَ، ثُمَّ الْعُشَيْرَةَ.

[٣٩٤٩-] حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا وَهْبٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، كُنْتُ إِلٰى جَنْبِ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، فَقِيْلَ لَهُ: كَمْ غَزَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مِنْ غَزْوَةٍ؟ قَالَ: تِسْعَ عَشْرَةَ، قِيْلَ: كَمْ غَزَوْتَ أَنْتَ مَعَهُ؟ قَالَ: سَبْعَ عَشْرَةَ، قُلْتُ: فَأَيُّهُمْ كَانَتْ أَوَّلَ؟ قَالَ: الْعُشَيْرُةُ أَوْ:الْعُسَيْرَةُ، فَذَكَرْتُ لِقَتَادَةَ، فَقَالَ: الْعُشَيْرَةُ. [انظر: ٤٤٠٤، ٤٤٧١]

قوله: فَأَيُّهُمْ: قاعدے سے فَأَيُّهَا ہونا چاہئے، کیونکہ ضمیر کا مرجع غزوات ہیں، اور تاویل فَأَيُّ غَزَوَاتِهِمْ ہے، اس

طرح محاورات میں بولتے ہیں۔

بَابُ ذِكْرِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مَنْ يُقْتَلُ بِبَدْرٍ

نبی ﷺ نے مقتولین بدر کا تذکرہ کیا

نبی ﷺ نے غزوۂ بدر سے پہلے بھی مختلف مناسبات میں ان رؤسائے مکہ کا تذکرہ کیا ہے جن کو مسلمان قتل کریں گے، یہ پیشین گوئیاں بدر میں پوری ہوئیں، مکہ کے ان گروگھنٹالوں میں سے ایک امیہ بن خلف بھی تھا، آپؐ نے صحابہ کو اس کے بارے میں بھی اطلاع دی تھی کہ مسلمان اس کو قتل کریں گے، باب میں صدیق الانصار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے، اس میں اس پیش خبری کا تذکرہ ہے اور غزوہ بدر کی روایات میں بھی ہے کہ بدر میں جس صبح جنگ ہوئی اس رات نبی ﷺ صحابہ کو لے کر میدان میں گئے اور صنادید قریش کی قتل گاہیں دکھلائیں، صحابہ بیان کرتے ہیں: رؤسائے مکہ میں سے کوئی اس جگہ سے ادھر اُدھر نہیں ہوا، ہر ایک اسی جگہ ڈھیر ہوا۔

[۲-] بَابُ ذِكْرِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مَنْ يُقْتَلُ بِبَدْرٍ

[۳۹۵۰-] حَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، حَدَّثَ عَنْ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ، أَنَّهُ قَالَ: كَانَ صَدِيْقًا لِأُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ، وَكَانَ أُمَيَّةُ إِذَا مَرَّ بِالْمَدِيْنَةِ نَزَلَ عَلٰى سَعْدٍ، وَكَانَ سَعْدٌ إِذَا مَرَّ بِمَكَّةَ نَزَلَ عَلٰى أُمَيَّةَ، فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم الْمَدِيْنَةَ انْطَلَقَ سَعْدٌ مُعْتَمِرًا، فَنَزَلَ عَلٰى أُمَيَّةَ بِمَكَّةَ، فَقَالَ لِأُمَيَّةَ: انْظُرْ لِيْ سَاعَةَ خَلْوَةٍ لَعَلِّيْ أَنْ أَطُوْفَ بِالْبَيْتِ، فَخَرَجَ بِهِ قَرِيْبًا مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ، فَلَقِيَهُمَا أَبُوْ جَهْلٍ، فَقَالَ: يَا أَبَا صَفْوَانَ! مَنْ هٰذَا مَعَكَ؟ فَقَالَ: هٰذَا سَعْدٌ، فَقَالَ لَهُ أَبُوْ جَهْلٍ: أَلَا أَرَاكَ تَطُوْفُ بِمَكَّةَ آمِنًا وَقَدْ أَوَيْتُمُ الصُّبَاةَ وَزَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ تَنْصُرُوْنَهُمْ وَتُعِيْنُوْنَهُمْ؟ أَمَا وَاللهِ لَوْلَا أَنَّكَ مَعَ أَبِيْ صَفْوَانَ مَا رَجَعْتَ إِلٰى أَهْلِكَ سَالِمًا، فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ وَرَفَعَ صَوْتَهُ عَلَيْهِ: أَمَا وَاللهِ لَئِنْ مَنَعْتَنِيْ هٰذَا لَأَمْنَعَنَّكَ مَا هُوَ أَشَدُّ عَلَيْكَ مِنْهُ، طَرِيْقَكَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ، فَقَالَ لَهُ أُمَيَّةُ: لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ يَا سَعْدُ عَلٰى أَبِي الْحَكَمِ سَيِّدِ أَهْلِ الْوَادِيْ، فَقَالَ سَعْدٌ: دَعْنَا عَنْكَ يَا أُمَيَّةُ، فَوَاللهِ! لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: "إِنَّهُمْ قَاتِلُوْكَ" قَالَ: بِمَكَّةَ؟ قَالَ: لَا أَدْرِيْ، فَفَزِعَ لِذٰلِكَ أُمَيَّةُ فَزَعًا شَدِيْدًا، فَلَمَّا رَجَعَ أُمَيَّةُ إِلٰى أَهْلِهِ قَالَ: يَا أُمَّ صَفْوَانَ! أَلَمْ تَرَيْ مَا قَالَ لِيْ سَعْدٌ؟ قَالَتْ: وَمَا قَالَ لَكَ؟ قَالَ: زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا أَخْبَرَهُمْ أَنَّهُمْ قَاتِلِيْ، فَقُلْتُ لَهُ: بِمَكَّةَ؟ قَالَ: لَا أَدْرِيْ، فَقَالَ

أُمَيَّةُ: وَاللّٰهِ لاَ أَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ اسْتَنْفَرَ أَبُوْ جَهْلٍ النَّاسَ، قَالَ: أَدْرِكُوْا عِيْرَكُمْ، فَكَرِهَ أُمَيَّةُ أَنْ يَخْرُجَ، فَأَتَاهُ أَبُوْ جَهْلٍ فَقَالَ: يَا أَبَا صَفْوَانَ! إِنَّكَ مَتَى يَرَاكَ النَّاسُ قَدْ تَخَلَّفْتَ وَأَنْتَ سَيِّدُ أَهْلِ الْوَادِيْ تَخَلَّفُوْا مَعَكَ، فَلَمْ يَزَلْ بِهِ أَبُوْ جَهْلٍ، حَتَّى قَالَ: أَمَّا إِذْ غَلَبْتَنِيْ فَوَ اللّٰهِ لَأَشْتَرِيَنَّ أَجْوَدَ بَعِيْرٍ بِمَكَّةَ، ثُمَّ قَالَ أُمَيَّةُ: يَا أُمَّ صَفْوَانَ! جَهِّزِيْنِيْ، فَقَالَتْ لَهُ: يَا أَبَا صَفْوَانَ وَقَدْ نَسِيْتَ مَاقَالَ لَكَ أَخُوْكَ الْيَثْرِبِيُّ؟ قَالَ: لاَ، مَا أُرِيْدُ أَنْ أَجُوْزَ مَعَهُمْ إِلاَّ قَرِيْبًا، فَلَمَّا خَرَجَ أُمَيَّةُ أَخَذَ لاَ يَتْرُكُ مَنْزِلاً إِلاَّ عَقَلَ بَعِيْرَهُ، فَلَمْ يَزَلْ بِذٰلِكَ حَتَّى قَتَلَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِبَدْرٍ. [راجع: ۳۶۳۲]

حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی امیہ بن خلف سے دوستی تھی، امیہ جب مدینہ کے راستہ سے گذرتا تو حضرت سعدؓ کے یہاں اترتا، اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب مکہ جاتے تو امیہ کے گھر مقیم ہوتے، پھر جب نبی ﷺ ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تو حضرت سعدؓ عمرہ کے لئے مکہ گئے اور امیہ کے یہاں قیام کیا، آپؓ نے امیہ سے کہا: کوئی مناسب وقت دیکھو کہ میں کعبہ کا طواف کروں، امیہ دوپہر کے قریب حضرت سعدؓ کو لے کر نکلا، راستہ میں ابوجہل کی دونوں سے ملاقات ہوگئی، اس نے امیہ سے پوچھا: اے ابوصفوان! تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟ امیہ نے کہا: سعدؓ ہیں، ابوجہل نے کہا: میرے خیال میں تم مکہ میں اطمینان سے نہیں گھوم سکتے درانحالیکہ تم نے بددینوں کو اپنے یہاں ٹھکانہ دیا ہے، اور تم گمان کرتے ہو کہ تم ان کی مدد اور اعانت کرو گے؟ اگر تو ابوصفوان کے ساتھ نہ ہوتا تو بچ کر اپنے گھر واپس نہیں جا سکتا تھا، پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے باآواز بلند کہا: خدا کی قسم! اگر تو مجھے بیت اللہ کے طواف سے روکے گا تو میں تیرا وہ راستہ روک دوں گا جو اس سے زیادہ تجھ پر گراں ہوگا، یعنی تو مدینہ کے راستے سے شام کی طرف نہیں جا سکے گا، امیہ نے حضرت سعدؓ سے کہا: آپ ابوالحکم کے سامنے بلند آواز سے نہ بولیں، یہ اس شہر کے سردار ہیں، حضرت سعدؓ نے امیہ سے کہا: رہنے بھی دے اے امیہ! میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے کہ وہ یعنی مسلمان تجھے قتل کریں گے امیہ نے پوچھا: مکہ میں؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نہیں جانتا، امیہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بات سن کر بہت ڈر گیا اور گھر جا کر اپنی بیوی سے کہا: ام صفوان! تم نے سعد کی بات سنی، اس نے پوچھا: سعد کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا: کہتے ہیں کہ میں نے محمد ﷺ سے سنا ہے کہ وہ یعنی مسلمان مجھے قتل کریں گے، میں نے پوچھا: مکہ میں؟ تو اس نے کہا: میں نہیں جانتا، پس امیہ نے قسم کھائی کہ وہ مکہ سے باہر نہیں نکلے گا چنانچہ جب جنگ بدر کا موقع آیا اور ابوجہل نے لوگوں سے کہا: لڑائی کے لئے اٹھو اور اپنے قافلہ کو بچاؤ تو امیہ نے مکہ سے نکلنا پسند نہیں کیا، پس ابوجہل اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: ابوصفوان! آپ لوگوں کے سردار ہیں جب لوگ دیکھیں گے کہ آپ نہیں نکلتے تو کوئی بھی نہیں نکلے گا، اس طرح ابوجہل امیہ کو سمجھاتا رہا، آخر امیہ نے کہا: اگر آپ کسی طرح نہیں مانتے تو خدا کی قسم! میں ایک تیز رفتار اونٹ خریدوں گا جس کی مکہ میں کوئی نظیر نہیں

ہوگی، پھراس نے اپنی بیوی سے کہا: میرے لئے سفر کا سامان تیار کرو، اس نے کہا: آپ اپنے مدینہ والے بھائی کی بات بھول گئے، امیہ نے کہا: بھولانہیں، میں تھوڑی دور تک لوگوں کے ساتھ جاؤں گا پھرلوٹ آؤں گا، چنانچہ راستہ میں امیہ جہاں بھی اترتا اونٹ کو اپنے پاس باندھتا (تاکہ بھاگنے کا موقع ہاتھ سے نہ جائے) وہ برابر ایسی ہی احتیاط کرتا رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بدر میں موت کی گھاٹ اتار دیا۔

بَابُ قِصَّةِ غَزْوَةِ بَدْرٍ

جنگِ بدر کا واقعہ

اس باب میں چاہئے تھا کہ امام بخاری رحمہ اللہ غزوۂ بدر کبری کا پورا واقعہ ایک ساتھ بیان کرتے، تاکہ قاری کے سامنے پورا واقعہ آجاتا، مگر حضرت رحمہ اللہ نے ایسا نہیں کیا، تیرہ ابواب میں واقعہ کی تفصیلات پھیلادی ہیں، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ پورا واقعہ ایک ساتھ پڑھ لیں:

۱- واقعات کا جو تسلسل پہلے بیان کیا گیا ہے اس سے آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ مکہ والے مدینہ پہنچ کر مسلمانوں کے گھروں میں گھس کر ان کا ستیاناس کردینا چاہتے تھے اور یہ دھمکی انھوں نے مدینہ میں مسلمانوں کو پہنچادی تھی، پس ضروری تھا کہ مسلمان چوکنا رہیں، چنانچہ نبی ﷺ نے دو منصوبے بنائے: ایک: جو قبائل مکہ سے شام کی شاہ راہ پر یا اس کے اردگرد آباد تھے، ان کے ساتھ ناجنگ معاہدہ کیا جائے۔ دوم: اس شاہ راہ پر گشتی دستے روانہ کئے جائیں جو قریش کی نقل وحرکت پر نظر رکھیں، بلکہ کچھ لوگ مکہ کے آنگن میں اتار دیئے جائیں جو قریش کی ریشہ دوانیوں سے نبی ﷺ کو مطلع کرتے رہیں، چنانچہ آپؐ نے اس مقصد سے ایک سریہ مقام نخلہ میں مکہ اور طائف کے درمیان متعین کردیا۔

۲- پھر جب مکہ والوں نے ایک بڑا تجارتی کارواں ترتیب دیا جس میں مکہ کے ہر شخص کا سرمایہ لگا ہوا تھا اور خیال تھا کہ اس پر لیبل اگرچہ عِیْر (تجارتی قافلہ) کا لگا ہوا ہے، مگر وہ حقیقت میں ملک شام ہتھیار خریدنے جارہا ہے، اس لئے نبی ﷺ عشیرۃ مقام تک ابوسفیان کے اسی قافلہ کے تعاقب میں تشریف لے گئے، مگر وہ قافلہ بچ کر نکل گیا، پھر جب وہ قافلہ شام سے لوٹا تو آپؐ نے صحابہ کو اطلاع دی اور اس قافلہ کے تعاقب کے لئے نکلنے کی دعوت دی۔

۳- نبی ﷺ مختصر جمعیت (کم وبیش تین سو تیرہ صحابہ) لے کر رمضان ۲ ہجری کی بارہ تاریخ کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے، چونکہ کسی مسلح فوج سے لڑنا پیش نظر نہیں تھا، اس لئے جو لوگ بروقت جمع ہوگئے ان کو ساتھ لے لیا، سامانِ جنگ بھی کوئی خاص نہیں تھا، دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے، جن پر باری باری سوار ہوتے تھے، بیر أَبِی عِنَبَة پر پہنچ کر (جو مدینہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے) لشکر کا جائزہ لیا، جو کم عمر تھے ان کو واپس کردیا اور ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا حاکم بنا کر واپس کیا، پھر جب مقام صفراء کے قریب پہنچے تو بسبس بن عمرو جُھنی اور عدی بن أبی الزُّغباء جھنی رضی اللہ عنہما کو ابوسفیان کے قافلہ کے

تجسس کے لئے آگے روانہ کیا، جب آپؐ مقام صفراء میں پہنچے تو دونوں قاصدوں نے اطلاع دی کہ ابوسفیان کا قافلہ بچ کر نکل گیا ہے، اور مکہ سے لشکر جرار بڑھتا چلا آرہا ہے، تب آپؐ نے مہاجرین وانصار سے مشورہ کیا، پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خوبصورتی کے ساتھ جاں نثاری کا اظہار کیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تقریر کی اس کے بعد حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے فدایانہ تقریر کی جس کو سن کر نبی ﷺ کا چہرہ فرط مسرت سے کھل گیا، مگر آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''لوگو! مجھے مشورہ دو'' پس صدیق الانصار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! شاید روئے سخن انصار کی طرف ہے، آپؐ نے فرمایا: ہاں، اس کی وجہ یہ تھی کہ انصار کے ساتھ جو معاہدہ ہوا تھا وہ یہ تھا کہ اگر باہر سے دشمن مدینہ پر حملہ آور ہو تو انصار نبی ﷺ کا ساتھ دیں گے، مدینہ سے باہر نکل کر دشمن سے مقابلہ کرنے کے بارے میں انصار سے کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا، اور اب مدینہ سے باہر جنگ کی نوبت آرہی تھی، اس لئے آپؐ انصار سے مشورہ لینا چاہتے تھے، چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر جاں نثارانہ تقریر کی، نبی ﷺ اس سے مسرور ہوئے اور فرمایا: اللہ کے نام پر چلو، اور تم کو بشارت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ ابوجہل اور ابوسفیان کی دو جماعتوں میں سے کسی ایک پر ضرور فتح نصیب ہوگی، اور مجھے کفار قریش کے پچھڑنے کی جگہیں بھی دکھلائی گئی ہیں کہ فلاں شخص فلاں جگہ اور فلاں شخص فلاں جگہ مارا جائے گا، آپؐ کے اس ارشاد کے بعد فوج شاداں فرحاں بدر کی طرف روانہ ہوئی، کیونکہ ابوسفیان کے قافلہ کو وہیں سے گذرنا تھا۔

۴- اُدھر ابوسفیان بھی چوکنا تھا، اسے اطلاع مل چکی تھی کہ جاتے ہوئے اس کا تعاقب کیا گیا تھا اس لئے اس کو خطرہ تھا کہ واپسی میں بھی اس کا تعاقب کیا جائے گا، اس نے آدمی چھوڑ رکھے تھے، جب اس کو یقینی اطلاع مل گئی کہ واپسی میں اس کے قافلہ کا تعاقب کیا جائے گا تو اس نے ضمضم غفاری کو مکہ روانہ کیا اور پیغام بھیجا کہ تمہارا قافلہ معرض خطر میں ہے دوڑو اور جلد اس کی خبر لو، اس خبر کا پہنچنا تھا کہ تمام مکہ میں ہلچل مچ گئی، کیونکہ مکہ کے ہر فرد نے تقریباً اپنی پوری پونجی اس قافلہ میں لگا رکھی تھی، اس لئے اس خبر کے سنتے ہی تمام مکہ میں جوش پیدا ہو گیا اور ایک ہزار آدمی پورے ساز وسامان کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے، اس لشکر کا کمانڈر انچیف ابوجہل تھا، لشکر کرّ وفر، سامانِ عیش وطرب کے ساتھ اور گانے بجانے والی عورتوں اور طبلوں کے ساتھ اکڑتا ہوا اور اتراتا ہوا روانہ ہوا، پھر جب ابوسفیان ساحل کے راستہ سے قافلہ کو بچا کر مسلمانوں کی زد سے نکال لے گیا تو اس نے قریش کو پیغام بھیجا کہ تم صرف اس لئے نکلے تھے کہ قافلہ کو، اپنے آدمیوں کو اور اپنے اموال کو بچاؤ، اللہ نے سب کو بچا لیا ہے، لہٰذا تم مکہ واپس لوٹ جاؤ، مگر ابوجہل نے کہا: جب تک ہم بدر پہنچ کر تین دن تک کھا پی کر اور گا بجا کر خوب مزے نہیں اڑالیں گے ہرگز واپس نہیں ہونگے، چنانچہ قریش کا لشکر بدر میں پہلے پہنچ گیا اور اس نے پانی کے چشمے پر قبضہ کر لیا اور مناسب جگہوں کو اپنے لئے چھانٹ لیا، جب مسلمان بدر میں پہنچے تو ان کو نہ پانی ملا نہ مناسب جگہ، ریتلا میدان تھا، جہاں چلنا بھی دشوار تھا، پیر ریت میں دھنس رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے بارانِ رحمت نازل فرمائی، جس سے ریت جم گئی اور مسلمانوں

نے چھوٹے چھوٹے حوض بنا کر پانی جمع کر لیا۔

۵- صبح کے وقت نبی ﷺ نے لڑائی کی تیاری کی اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی رائے سے آپؐ کے قیام کے لئے ٹیلہ پر ایک چھپرڈالا گیا، جہاں سے تمام میدان کارزار نظر آتا تھا، اسی رات میں نبی ﷺ صحابہ کو لے کر میدان میں گئے ہیں، تاکہ سرداران قریش کی قتل گاہیں ان کو دکھلائیں، وہ رات تمام صحابہ نے نماز، دعا اور گریہ وزاری میں گذاری، جب صبح ہوئی تو ایک درخت کی جڑ میں کھڑے ہوکر آپؐ نے سب کو نماز پڑھائی پھر آپؐ نے صحابہ کی صفیں بنائیں، ادھر کفار نے بھی اپنی صفیں تیار کرلیں، یہ جمعہ کا دن تھا اور رمضان کی ۱۷ تاریخ تھی، ایک طرف حق کی جماعت تھی اور دوسری طرف باطل کی، دشمن نے عُمیر بن وہب جُمحی کو مسلمانوں کی جماعت کا اندازہ کرنے کے لئے بھیجا، وہ گھوڑے پر سوار ہوکر دور دور تک ایک چکر لگا کر واپس گیا اور کہا: کوئی کمین اور مدد تو نہیں ہے مگر اے گروہ قریش! میں دیکھتا ہوں کہ مدینہ کے اونٹ موت احمر (قتل) کو اپنے اوپر لادے ہوئے ہیں، خدا کی قسم! میں دیکھتا ہوں کہ جب تک وہ لوگ اپنے مقابل کو مار نہیں لیں گے میدان سے ہٹیں گے نہیں، پس اگر ہمارے آدمی مارے گئے تو پھر زندگی کا لطف کیا؟ پس سوچ کر کوئی رائے قائم کرو۔

۶- حکیم بن حزام نے کہا: عُمیر نے بالکل درست کہا، وہ عتبہ کے پاس گیا اور کہا: ابوالولید! آپ قریش کے سردار ہیں، کیا آپ کو یہ بات پسند نہیں کہ ہمیشہ کے لئے آپ کا ذکر خیر ہوتا رہے؟ عتبہ نے کہا: وہ کیا بات ہے؟ حکیم نے کہا: لوگوں کو لوٹا لے چلو اور عمرو بن حضرمی کا خون بہا اپنے ذمہ لے لو، عتبہ تیار ہوگیا اور ابوجہل سے مشورہ کرنے گیا، ابوجہل سنتے ہی غصہ سے بھڑک اٹھا اور کہا: عتبہ اس لئے لڑائی سے جان چرا رہا ہے کہ اس کا بیٹا ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ساتھ ہے، خدا کی قسم! ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے جب تک اللہ تعالیٰ ہمارے اور محمد (ﷺ) کے درمیان فیصلہ نہیں کردیں گے۔ اور عمرو بن الحضرمی کے بھائی عامر بن الحضرمی کو بلا کر کہا کہ تیرا حلیف عتبہ لوگوں کو لوٹا کر لے جانا چاہتا ہے، اور تیرے بھائی کا خون تیری آنکھوں کے سامنے ہے، عامر نے سنتے ہی ہائے عمرو! ہائے عمرو! کا نعرہ لگانا شروع کیا، جس سے تمام فوج میں جوش پیدا ہوگیا اور سب لڑائی کے لئے تیار ہوگئے۔

۷- ابوجہل کی طعن آمیز گفتگو کا اثر یہ ہوا کہ عتبہ ہتھیار سے لیس ہوکر جنگ کے لئے تیار ہوگیا اور وہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو لے کر میدان میں اترا، اور للکار کر مقابل طلب کیا، لشکر اسلام میں سے تین انصاری مقابلہ کے لئے نکلے اس نے انصار کے ساتھ لڑنے سے انکار کردیا، اور پکار کر کہا: اے محمد! (ﷺ) ہماری قوم میں سے ہماری جوڑ کے ہم سے لڑنے کے لئے بھیجو، نبی ﷺ نے انصار کو واپس بلالیا اور حضرت علی اور حضرت حمزہ اور حضرت عبیدۃ بن الحارث رضی اللہ عنہم کو مقابلہ کے لئے نکلنے کا حکم دیا، جنگ شروع ہوئی، حضرت عبیدہؓ عتبہ کے مقابل ہوئے، حضرت حمزہؓ شیبہ کے اور حضرت علیؓ ولید کے، حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما نے اپنے اپنے مقابل کا ایک ہی وار میں کام تمام کردیا، اور حضرت عبیدہؓ نے اپنے مقابل کو زخمی کیا مگر اس نے بھی تلوار ماری جس سے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کا پیر کٹ گیا، حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ

عنہما اپنے اپنے مقابل سے فارغ ہوکر حضرت عبیدہ کی امداد کو پہنچے اور عتبہ کا کام تمام کر دیا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر نبی ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔

۸-عتبہ، شیبہ اور ولید کے قتل کے بعد میدانِ کارزار گرم ہوگیا، نبی ﷺ چھپر سے برآمد ہوئے اور صحابہ کی صفوں کو ہموار کیا، پھر آپؐ چھپر میں واپس تشریف لے گئے اور دعا میں مشغول ہوگئے، عرض کیا: ''اے اللہ! میں آپ کو آپ کا عہد اور وعدہ یاد دلاتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ آج مسلمانوں کی مدد فرمائیں! اے اللہ! اگر آپ چاہیں تو آپ کی پرستش نہ ہو'' اس وقت آپؐ پر ابتہال (گڑگڑانے) کی ایک خاص کیفیت طاری تھی، اور آپؐ سائلانہ اور فقیرانہ ہاتھ پھیلا کر نصرت کی دعا مانگ رہے تھے اور محویت کا یہ عالم تھا کہ چادر کندھے سے گر پڑی تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چادر اٹھا کر کندھے پر ڈالی، اور پیچھے سے آپؐ کو بانہوں میں اٹھالیا، یہ صحیح مسلم کی روایت ہے اور بخاری کی روایت میں آئے گا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپؐ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا، اور عرض کیا: بس کافی ہوگیا، آپؐ نے بہت الحاح وزاری سے دعا کر لی، چنانچہ آپؐ چھپر سے یہ فرماتے ہوئے نکلے کہ ''عنقریب جتھا شکست کھائے گا، اور پشت پھیر کر بھاگے گا''

۹-ادھر عتبہ، شیبہ اور ولید کے قتل کے بعد ابوجہل نے لوگوں کو یہ کہہ کر جنگ پر آمادہ کیا کہ عتبہ، شیبہ اور ولید کے قتل سے گھبراؤ نہیں، ان لوگوں نے عجلت سے کام لیا تھا، قسم ہے لات وعزیٰ کی! ہم اس وقت تک ہرگز واپس نہیں جائیں گے جب تک ان کو رسیوں سے باندھ نہ لیں، پھر اس نے دعا مانگی: ''اے اللہ! ہم میں سے جو قرابتوں کا قطع کرنے والا ہے اور غیر معروف امور کا مرتکب ہے اس کو ہلاک کر، اور ہم میں سے جو تیرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے اس کو آج فتح عطا فرما'' ادھر نبی ﷺ ہاتھ اٹھائے ہوئے عرض کر رہے تھے: ''اے پروردگار! اگر یہ مختصر سی جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین میں کبھی آپ کی پرستش نہیں ہوگی'' اس کے بعد فریقین میں گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی اور نبی ﷺ نے جبرئیل امین علیہ السلام کے اشارہ سے ایک مٹھی مٹی لے کر مشرکین کی طرف پھینکی، مشرکین میں سے کوئی نہ رہا جس کی آنکھ، ناک اور منہ میں وہ مٹی نہ پہنچی ہو، پھر آپؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ کافروں پر حملہ کرو، مشت خاک کا پھینکنا تھا کہ کفار کا تمام لشکر سراسیمہ ہوگیا، اور بڑے بڑے بہادر اور جاں باز فوجی قتل اور قید ہونے لگے، اور مسلمان خدا کے دشمنوں کو قتل کرنے اور گرفتار کرنے میں مشغول ہوگئے اور ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا کہ میدانِ کارزار کا فیصلہ ہوگیا، ستر کافر مارے گئے اور ستر ہی گرفتار ہوگئے۔

۱۰-اس غزوہ میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی کمک بھیجی، پہلے ایک ہزار، پھر اور دو ہزار پھر اور دو ہزار، کل پانچ ہزار فرشتے مسلمانوں کی امداد کے لئے اترے، یہ فرشتے کفار کو نظر آئے، جس سے ان پر دھاک بیٹھی، صحابہ کو یہ فرشتے عام طور پر نظر نہیں آئے، مگر فرشتوں کا اس جنگ میں نازل ہونا اور مسلمانوں کے ساتھ ان کا قتال کرنا آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ سے صراحتاً ثابت ہے، جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ جاننا چاہئے کہ دنیا عالم اسباب ہے، اس کی رعایت سے فرشتوں کو لشکر کی صورت میں مسلمانوں کی امداد کے لئے نازل فرمایا، ورنہ ایک ہی فرشتہ سب کے لئے کافی تھا۔

۱۱- نبی ﷺ کی عادتِ شریفہ تھی کہ جب آپؐ کسی قوم پر فتح پاتے تو تین دن وہاں قیام فرماتے، تیسرے دن آپؐ نے سردارانِ قریش کی لاشوں کو ایک نہایت خبیث اور گندے کنویں میں ڈالنے کا حکم دیا، باقی مقتولین کسی اور جگہ دفن کئے گئے، پھر آپؐ نے سواری تیاری کرنے کا حکم دیا، آپؐ سوار ہوکر چلے، صحابہ ساتھ چل رہے تھے، ان کا خیال تھا کہ آپؐ کسی ضرورت کے لئے تشریف لے جارہے ہیں، یہاں تک کہ آپؐ اس کنویں پر جاکر کھڑے ہوئے اور مُردوں کو نام بہ نام پکارا اور فرمایا: ''کیا تم کو یہ اچھا معلوم نہیں ہورہا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے؟ ہمارے رب نے ہم سے جس چیز کا وعدہ کیا تھا ہم نے اس کو حق پایا کیا تم نے بھی اپنے رب کے وعدہ کو حق پایا؟'' اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپؐ بے جان لاشوں سے گفتگو فرمارہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میری گفتگو تم ان سے زیادہ نہیں سنتے، مگر وہ جواب نہیں دے سکتے''

۱۲- بدر کی غنیمت اسلام میں پہلی غنیمت نہیں تھی، اس سے پہلے بھی غنیمت حاصل ہوچکی تھی، اور اس وقت غنیمت کے احکام نازل ہوچکے تھے، بدر کے موقع پر غنیمت کے بارے میں اختلاف ہوا، بدر میں مجاہدین کی تین صفیں تھیں، پہلی صف میں جوان بہادر تھے، دوسری صف میں دوسرے درجہ کے لوگ تھے اور تیسری صف میں بوڑھے اور کمزور تھے، پہلی دو صفوں نے میدان سر کیا تھا، تیسری صف کھڑی رہی تھی، لڑنے کی نوبت نہیں آئی تھی، پس پہلی دو صفوں نے کہا: غنیمت ہمارا حق ہے، تیسری صف نے کہا: ہم تمہارے پشت پناہ تھے اس پر سورۃ الانفال کی پہلی آیت نازل ہوئی کہ مالِ غنیمت اللہ اور اس کے رسول کا ہے، وہ جس طرح مناسب سمجھیں گے تقسیم کریں گے، چنانچہ مقام صفراء میں پہنچ کر غنیمت کا خُمس نکال کر باقی غنیمت مجاہدین میں تقسیم کی گئی۔

۱۳- مقام صفراء ہی میں قیدیوں میں سے نضر بن الحارث کے قتل کا حکم دیا، پھر آگے عِرق الظَّبْیَۃ میں پہنچ کر عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم دیا، یہ دونوں نبی ﷺ کے شدید ترین دشمن تھے، بدزبان اور دریدہ دہن تھے، قول وفعل سے آپؐ کی تذلیل وتوہین کرتے تھے اس لئے خاص طور پر ان دو کی گردن مارنے کا حکم دیا۔

۱۴- پھر مدینہ منورہ پہنچ کر آپؐ نے صحابہ سے اسیرانِ بدر کے بارے میں مشورہ کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کی رائے تھی کہ تمام قیدیوں کو قتل کردیا جائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وغیرہ کی رائے تھی کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے اور مشورہ کے دوران ہی وحی آئی کہ آپؐ صحابہ کو قتل اور فدیہ میں اختیار دیدیں، اگر قیدیوں کو قتل کردیں گے تو مسلمانوں کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا اور فدیہ لے کر چھوڑ دیں گے تو آئندہ سال صحابہ میں سے اتنے ہی قتل ہونگے، صحابہ نے فدیہ لینے کو اور آئندہ سال شہید ہونے کو پسند کیا، پس نبی ﷺ نے اسی کا فیصلہ کردیا۔

۱۵- جب فدیہ لینے کا فیصلہ ہوگیا تو سورۃ الانفال کی آیت ۶۷ نازل ہوئی: ''کسی نبی کے لئے مناسب نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں، یہاں تک کہ وہ زمین میں خوب خون ریزی کرلے یعنی کفر کا زور ٹوٹ جائے، تم دنیا کا مال ومنال چاہتے ہو

اور اللہ تعالیٰ آخرت کی مصلحت چاہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والے ہیں، اگر پہلے سے نوشتہ الٰہی نہ ہوتا تو اس چیز کی وجہ سے جو تم نے لی، ضرور تمہیں بڑا عذاب پہنچتا''

سوال: جب اختیار دیا گیا اور صحابہ نے اور نبی ﷺ نے ایک پہلو اختیار کیا تو پھر سزا کیوں ملتی؟

جواب: یہ اختیار حقیقت میں اختبار (امتحان) تھا جیسے ازواج مطہرات کو اختیار دیا گیا تھا، وہ ان کا امتحان تھا، اور جیسے شبِ معراج میں دودھ اور شراب کے دو برتن پیش کئے گئے تھے، وہ بھی اختبار تھا اور ﴿لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللّٰهِ سَبَقَ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اجتہادی امور میں اگر نفس الامر کے اعتبار سے خطا ہو جائے تو بھی اس اجتہاد پر عمل کرنا جائز ہے، چنانچہ جو فدیہ لیا گیا تھا وہ حلال رہا۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے چار باتیں بیان کی ہیں: (۱) جنگِ بدر میں فرشتوں کی کمک آئی (۲) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے طُعیمہ کو قتل کیا (۳) اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے ابوسفیان کے قافلہ اور ابوجہل کے لشکر میں سے ایک کا وعدہ کیا (۴) بدر کی جنگ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے بغیر (علی غیر میعاد) پیش آئی —— ان چاروں باتوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- جنگِ بدر میں فرشتوں کی کمک آئی:

سورۂ آلِ عمران آیات ۱۲۳-۱۲۷ میں ہے: ''اور بخدا واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کر چکے ہیں مقام بدر میں جبکہ تم نہایت کمزور (بے سروسامان) تھے، پس تم اللہ سے ڈرو، شاید تم شکرگذار بنو، وہ وقت یاد کرو جب نبی ﷺ مسلمانوں سے کہہ رہے تھے: کیا یہ بات تمہارے لئے کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتوں سے جو (امداد کے لئے) اتارے جائیں (اللہ تعالیٰ بڑے فرشتے آسمان سے اتاریں گے، جو فرشتے زمین میں ہیں (ملأ سافل) ان سے یہ کام نہیں لیا جائے گا) کیوں نہیں؟ یعنی تین ہزار فرشتوں کی امداد کافی ہے، اگر تم ڈٹے رہے اور پرہیزگار بنے رہے، اور وہ لوگ تم پر یکدم چڑھ آئے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریں گے، پانچ ہزار فرشتوں سے جو خاص وضع اختیار کئے ہوئے ہونگے اور اللہ تعالیٰ یہ امداد صرف اس لئے بھیجیں گے کہ تم خوش ہو جاؤ اور تمہارے دلوں کو قرار آئے، اور مدد تو صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو زبردست اور حکیم ہیں، تاکہ کافروں کے ایک حصہ کو کاٹ دیں، یعنی ہلاک کر دیں، یا ان کو ذلیل وخوار کریں، پس وہ ناکام لوٹ جائیں۔

تفسیر: یہ آیات غزوۂ احد کے موقعہ پر نازل ہوئی ہیں، غزوۂ احد میں فتح کے بعد شکست ہوئی تھی، جس سے صحابہ دل شکستہ ہو گئے تھے، ان کو تسلی دی گئی کہ آج تو تم اچھے حال میں ہو، تمہارے پاس جنگی سازوسامان بھی ہے، مگر گذشتہ سال بدر میں تم بے سروسامانی کی حالت میں تھے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی تھی، پھر آج تمہاری مدد کیوں نہیں کرے گا؟ اور بدر میں امداد غیب سے آئی تھی، اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرشتے اتارے تھے جو تمہارے لئے تسلی کا سامان بنے تھے اور جنگ

میں انھوں نے حصہ بھی لیا تھا، چنانچہ تم نے نہایت کمزور ہوتے ہوئے بھی چشم زدن میں میدان سر کرلیا تھا۔

ان آیات کے ذیل میں دو باتیں زیر بحث آتی ہیں:

پہلی بات: بدر میں کتنے فرشتے اترے تھے، تین ہزار یا پانچ ہزار؟ بلکہ سورۃ الانفال آیت ۹ میں ہے: ''وہ وقت یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کررہے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تمہاری ایک ہزار فرشتوں سے مدد کروں گا، جو سلسلہ وار آئیں گے اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس لئے بھیجی تھی کہ وہ تمہارے لئے بشارت بنے، اور اس سے تمہارے دلوں کو قرار آئے، اور نصرت تو اللہ ہی کی طرف سے ہے جو زبردست حکمت والے ہیں'' اس آیت میں ایک ہزار فرشتوں کا ذکر ہے، اور یہ آیت بھی غزوۂ بدر کے بارے میں ہے، اس لئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ بدر میں کتنے فرشتے آئے تھے: ایک ہزار، تین ہزار یا پانچ ہزار؟

جواب: پہلے ایک ہزار آئے، پھر دو ہزار آئے تو تین ہزار ہوگئے، پھر دو ہزار آئے تو پانچ ہزار ہوگئے، فوج کی کمک اسی طرح آتی ہے، تاکہ فوج کا حوصلہ بڑھے اور دشمن پر دھاک بیٹھے، جب نئی کمک نعرہ لگاتی ہوئی آتی ہے تو دشمن کا استنجاء خطا ہوجاتا ہے۔

دوسری بات: فرشتے جب امداد کے لئے آتے ہیں تو کیا کام کرتے ہیں؟ باقاعدہ جنگ میں حصہ لیتے ہیں یا پشت پناہی کرتے ہیں؟

جواب: فرشتے جب بھی کسی جنگ میں نازل ہوتے ہیں تو لڑتے نہیں، لڑنا انسانوں کا کام ہے، فرشتے دلوں میں نیک جذبات ابھارتے ہیں، ہمت بندھاتے ہیں اور مجاہدین کے کاموں میں کمک پہنچاتے ہیں، جیسے کسی مجاہد نے بم پھینکا اس کا نشانہ غلط ہوسکتا تھا، فرشتہ اس بم کو صحیح جگہ گراتا ہے، یا مجاہد نے گیند لڑھکائی اس کو سو میٹر تک جانا چاہئے، فرشتہ نے اس میں کمک پہنچائی وہ ہزار میٹر تک چلی گئی، فرشتے جنگ میں اس طرح کا تعاون کرتے ہیں اور بدر کی جنگ میں فرشتوں کے لڑنے کی جو روایات ہیں ان کی صورت بھی یہی ہوئی تھی، صحابی نے تلوار چلائی، اس کی تلوار لگنے سے پہلے ہی دشمن کا سر جدا ہوگیا، یہ فرشتہ کی کمک تھی۔

۲- حضرت حمزہؓ نے طعیمۃ کو قتل کیا:

وحشی بن حرب حبشی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جنگِ بدر میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے قریش کے ایک بڑے آدمی طُعمیہ کو قتل کیا تھا، جنگِ احد کے موقع پر طُعمیہ کے ورثاء نے وحشی کو لالچ دیا کہ اگر تو حمزہؓ کو قتل کردے تو تو آزاد ہے، یعنی اس کی آزادی کو قتل حمزہ پر معلق کیا، اسی آزادی کی لالچ میں وحشی نے جنگِ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا، پھر بعد میں وہ مسلمان ہوگئے، اور ان کے بارے میں جو روایات ہیں کہ وہ مسلمان ہونے کے بعد بھی شراب پیتے تھے، وہ سب لغو روایات ہیں۔

۳-ابوسفیان کے قافلے اور ابوجہل کے لشکر میں سے ایک کا وعدہ:

سورۃ الانفال آیت ۷ میں ہے: ''وہ وقت یاد کرو جب تم سے اللہ تعالیٰ نے دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کیا کہ وہ تمہارے ہاتھ آئے گی، اور تم تمنا کرتے تھے کہ غیر مسلح جماعت (ابوسفیان کا قافلہ) تمہارے ہاتھ آئے اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اپنے حکم عالی سے دین حق کا حق ہونا ثابت کردیں اور کافروں کو جڑ سے اکھاڑ دیں، تاکہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا عملاً ثابت ہوجائے، اگرچہ مجرموں کو یہ بات کتنی ہی بری لگے''

تفسیر: یہی بات نبی ﷺ نے صحابہ کو بتائی تھی، جب روحاء مقام میں تمام صحابہ جنگ کے لئے آمادہ ہوگئے تو آپؐ نے فرمایا: اللہ کا نام لے کر چلو، کارواں اور لشکر میں سے ایک پر اللہ تعالیٰ ضرور فتح نصیب فرمائیں گے، صحابہ بے سروسامانی کی حالت میں تھے، اس لئے وہ کارواں سے مقابلہ کی تمنا کررہے تھے، مگر اللہ کا فیصلہ کچھ اور تھا، وہ لشکر سے مقابل کرکے اور ان کے سورماؤں کو تہہ تیغ کرکے کفر کا زور توڑنا چاہتے تھے اور اسلام کا بول بالا کرنا چاہتے تھے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۴-بدر کی جنگ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے بغیر پیش آئی:

حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں تمام غزوات میں نبی ﷺ کے ساتھ شریک رہا ہوں، صرف غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گیا، علاوہ ازیں میں غزوۂ بدر میں بھی پیچھے رہا تھا مگر نبی ﷺ نے کسی کو سرزنش نہیں کی تھی جو اس غزوہ میں پیچھے رہا تھا، اس لئے کہ نبی ﷺ قریش کے کارواں کے تعاقب میں نکلے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی سابقہ پروگرام کے مکہ کے لشکر کے ساتھ جمع کردیا، اس لئے جو صحابہ اس میں شریک نہیں ہوئے ان کو سرزنش نہیں کی گئی اور غزوۂ تبوک کی صورت حال دوسری تھی، اس میں اعلان عام کیا گیا تھا کہ ہر غیر معذور نکلے اور پوری تیاری کرکے نکلے، پھر بھی تین مخلص صحابہ پیچھے رہ گئے، اس لئے ان کا پچاس دنوں تک بائکاٹ کیا گیا، پھر ان کی توبہ کی قبولیت نازل ہوئی ان میں سے ایک حضرت کعب رضی اللہ عنہ تھے۔

سوال: حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک میں پیچھے رہنے کا تذکرہ حرف استثناء إلّا کے ذریعہ کیا اور غزوۂ بدر میں پیچھے رہنے کا تذکرہ حرف استثناء غیر کے ذریعہ کیا: اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: إلا اور غیر میں فرق ہے جو چیز مستثنیٰ منہ میں حقیقتاً یا حکماً داخل ہوتی ہے اور اس کو نکالتے ہیں تو إلا کے ذریعہ نکالتے ہیں۔ جیسے: جَاءَ الْقَوْمُ إِلَّا زَيْدًا، اور جَاءَ الْقَوْمُ إِلَّا حِمَارًا، زید قوم میں حقیقتاً داخل ہے اور گدھا قوم میں حکماً شامل ہے، اس لئے إلّا سے استثناء کیا، پھر پہلی صورت کو استثناء متصل اور دوسری صورت کو استثناء منفصل (منقطع) کہتے ہیں، اور غیر سے جس چیز کا استثناء کرتے ہیں، وہ مستثنیٰ منہ میں نہ حقیقتاً داخل ہوتی ہے نہ حکماً، چنانچہ مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ اور ضَالِّيْن کا استثناء غیر کے ذریعہ کیا، کیونکہ وہ مُنْعَمْ عَلَيْهِم میں شامل نہیں تھے، اسی طرح تبوک میں جب عام اعلان کیا گیا تو ہر مخلص

صحابی کولشکر میں شامل ہونا چاہئے تھا، مگر حضرت کعب رضی اللہ عنہ پیچھے رہ گئے، اس لئے انھوں نے اپنا استثناء إلا کے ذریعہ کیا، اور غزوۂ بدر میں اعلان نہیں کیا گیا تھا اس لئے جو صحابہ نکلے وہ نکلے اور جو نہیں نکلے وہ فوج میں شامل نہیں تھے، وہ اگر نکلتے تو اچھا تھا، نہیں نکلے تو کوئی بات نہیں، اس لئے حضرت کعب رضی اللہ عنہ بھی نہیں نکلے اور انھوں نے اپنا نہ نکلنا غیر کے ذریعہ بیان کیا، یہ إلا اور غیر میں فرق ہے۔

[۳-] بَابُ قِصَّةِ غَزْوَةِ بَدْرٍ

[۱-] وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالىٰ: ﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ، فَاتَّقُوْا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ، إِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلاَثَةِ آلاَفٍ مِنَ الْمَلاَئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ، بَلٰى إِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَأْتُوْكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلاَفٍ مِنَ الْمَلاَئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ، وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ إِلَّا بُشْرَى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهِ، وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ، لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَائِبِيْنَ﴾[آل عمران: ۱۲۳-۱۲۷]

[۲-] وَقَالَ وَحْشِيٌّ: قَتَلَ حَمْزَةُ طُعَيْمَةَ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ يَوْمَ بَدْرٍ.

[۳-] وَقَوْلُهُ تَعَالىٰ: ﴿وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ﴾ الآية. [الأنفال: ۷]

[۳۹۵۱-] حَدَّثَنِيْ يَحْيىَ بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: لَمْ أَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا إِلَّا فِي غَزْوَةِ تَبُوْكَ، غَيْرَ أَنِّيْ تَخَلَّفْتُ عَنْ غَزْوَةِ بَدْرٍ، وَلَمْ يُعَاتَبْ أَحَدٌ تَخَلَّفَ عَنْهَا، إِنَّمَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُرِيْدُ عِيْرَ قُرَيْشٍ حَتَّى جَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلٰى غَيْرِ مِيْعَادٍ.[راجع: ۲۷۵۷]

بَابٌ

جنگ سے پہلے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں کیں

غزوۂ بدر میں جب یہ بات قطعی طور پر طے ہوگئی کہ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ ہاتھ سے نکل چکا ہے اور اب ابوجہل کا لشکر سامنے ہے تو نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ سے خوب گڑگڑا کر دعائیں کیں، اس کے سواء کوئی چارہ نہیں تھا۔

۱- سورۃ الانفال آیات ۹-۱۳ میں ارشادِ پاک ہے: ''یاد کرو جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کررہے تھے یعنی گڑگڑا کر دعائیں کررہے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے تمہاری فریاد سن لی کہ میں تمہاری مدد کروں گا ایک ہزار فرشتوں سے جو مسلسل چلے

آئیں گے اور اللہ نے اس امداد کو صرف خوشخبری بنایا اور تاکہ اس کی وجہ سے تمہارے دلوں کو قرار آئے، اور مدد تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، بیشک اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے ہیں، یاد کرو جب تم پر اونگھ چھائی جارہی تھی اللہ کی طرف سے چین کے طور پر اور اللہ نے تم پر آسمان سے پانی برسایا تاکہ اس کے ذریعہ تم کو پاک کریں اور تم سے شیطانی وساوس دور کریں، اور تمہارے دلوں کو مضبوط کریں اور تمہارے پاؤں کو جمادیں، یاد کرو جب تمہارا پروردگار فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، پس تم ایمان والوں کی ہمت بندھاؤ، میں ابھی کفار کے دلوں میں رعب ڈالے دیتا ہوں، پس تم (کفار کی) گردنوں پر مارو، اوران کے پور پور کو بجاؤ۔ یہ سزا اس لئے ہے کہ انھوں نے اللہ کی اور اللہ کے رسول کی مخالفت کی ہے، اور جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سخت سزا دیتے ہیں''

تفسیر: روایات میں ہے کہ حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رات بھر عریش میں مشغول دعا رہے، آخر میں حضور ﷺ پر ہلکی سی غنودگی طاری ہوئی، جب آپؐ چونکے تو فرمایا: خوش ہو جاؤ جبرئیل علیہ السلام ہماری مدد کو آرہے ہیں، پھر عریش سے باہر تشریف لائے اور ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ﴾ (قمر ۴۵) زبانِ مبارک پر جاری تھا، بہرحال اس بارانِ رحمت سے بدن کو احداث سے اور دلوں کو شیطان کے وساوس سے پاک کردیا، ادھر ریت کے جم جانے سے ظاہری طور پر قدم جم گئے اور اندر سے ڈر نکل کر دل مضبوط ہو گئے (فوائد عثمانی)

ان آیات کے لکھنے سے مقصود پہلی آیت ہے، سب صحابہ اللہ سے فریاد کر رہے تھے، امداد طلب کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے: اے اللہ! اپنے دشمن کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعائیں سن لیں اور آسمان سے فرشتوں کی کمک بھیج دی۔

حدیث (۱): حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کا ایک ایسا موقعہ دیکھا ہے کہ اگر وہ مقام مجھے نصیب ہوتا تو وہ مجھے زیادہ پسند تھا اس کے ہم وزن کی ہوئی چیزوں سے، وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آئے، جبکہ آپؐ مشرکین کے لئے بددعا کر رہے تھے (یہاں باب ہے) پس انھوں نے کہا: ہم وہ بات نہیں کہیں گے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہی تھی، سورۃ المائدہ آیت ۲۴ میں ہے: ﴿اذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ﴾: آپ اور آپ کے رب جائیں اور دونوں لڑیں، ہم تو یہاں سے سرکنے والے نہیں! بلکہ ہم آپؐ کے دائیں بائیں آگے پیچھے لڑیں گے (ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) پس میں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپؐ کا چہرہ کھل گیا اور اس بات نے آپؐ کو خوش کردیا۔

تشریح: یہ روایت یہاں مختصر ہے، صفراء مقام میں جب آپؐ کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان کا قافلہ ہاتھ سے نکل گیا ہے اور مکہ سے لشکر جرار آرہا ہے، تب نبی ﷺ نے روحاء مقام میں صحابہ سے مشورہ کیا، پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تقریر کی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے، اس کے بعد حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ نے جاں نثارانہ تقریر کی کہ اے اللہ کے

رسول! جس چیز کا اللہ نے آپؐ کو حکم دیا ہے اس کو انجام دیجئے، ہم سب آپؐ کے ساتھ ہیں، خدا کی قسم! ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ اے موسیٰ! تم اور تمہارے رب جا کر لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں، بلکہ ہم بنی اسرائیل کے برخلاف یہ کہیں گے کہ آپؐ اور آپؐ کے پروردگار جہاد وقتال کریں، ہم بھی آپؐ کے ساتھ جہاد وقتال کریں گے، یہ تقریر سن کر نبی ﷺ کا چہرہ فرط مسرت سے کھل گیا، آپؐ کو اس تقریر سے بہت خوشی ہوئی اور آپؐ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو دعائیں دیں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تمنا کرتے تھے کہ کاش یہ تقریر میں نے کی ہوتی تو مجھے دعائیں ملتیں۔ یہ تقریر حضرت مقدادؓ نے اس وقت کی تھی جب آپؐ لوگوں سے مشورہ لے رہے تھے، مگر یہاں روایت میں یہ ہے کہ اس وقت آپؐ مشرکین کے لئے بددعا کررہے تھے، اس مناسبت سے یہ حدیث اس باب میں لائے ہیں۔

حدیث (۲): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی ﷺ نے بدر کے دن اپنے ساتھیوں کو دیکھا وہ تین سو سے کچھ زائد تھے اور مشرکین پر نظر ڈالی تو وہ ہزار سے بھی زائد تھے تو آپؐ اس جھونپڑے میں تشریف لے گئے جو ایک ٹیلہ پر آپؐ کے لئے بنایا گیا تھا، وہاں آپؐ نے سجدہ میں یہ دعا کی: اے اللہ! میں آپ کو آپ کا عہد و پیمان اور آپ کا وعدہ یاد دلاتا ہوں یعنی آپ نے مجھ سے جو فتح ونصرت کا وعدہ کیا ہے اسے آج پورا کریں، آج ہی ایفائے وعدہ کا وقت ہے اے اللہ! اگر آپ چاہیں تو آپ کی عبادت نہ کی جائے، یعنی اگر آج یہ مٹھی بھر لوگ ہار گئے تو قیامت تک زمین پر آپ کی عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپؐ کو ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور عرض کیا: حَسْبُكَ! کافی ہوگیا، چنانچہ آپ جھونپڑے میں سے سورۃ القمر کی آیت ۴۵ پڑھتے ہوئے نکلے کہ عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور وہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے، پھر جنگ شروع ہوئی، چشم زدن میں فیصلہ ہوگیا، کافروں کے ستر سردار مارے گئے اور ستر ہی قید ہوئے اور باقی بھاگ کھڑے ہوئے اور صحابہ صرف چودہ شہید ہوئے، اس لئے اس دن کو قرآن نے یَوْمُ الْفُرْقَان: فیصلہ کا دن قرار دیا۔

[٤-] بَابٌ

قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿إِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّىْ مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِيْنَ، وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ إِلَّا بُشْرَى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ، إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ، إِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ، وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ، وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ، إِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّىْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوْا الَّذِيْنَ آمَنُوْا، سَأُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ [الانفال: ۹-۱۳]

[۳۹۵۲-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ مُخَارِقٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ: شَهِدْتُ مِنَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ مَشْهَدًا لَأَنْ أَكُوْنَ صَاحِبَهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا عُدِلَ بِهِ، أَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ يَدْعُو عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ، فَقَالَ: لاَ نَقُوْلُ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسَى: ﴿اذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلاَ﴾[المائدة: ۲۴] وَلٰكِنَّا نُقَاتِلُ عَنْ يَمِيْنِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ. فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم أَشْرَقَ وَجْهُهُ وَسَرَّهُ، يَعْنِيْ قَوْلَهُ. [انظر: ۴۶۰۹]

[۳۹۵۳-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَوْشَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ بَدْرٍ: "اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ، اللّٰهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ" فَأَخَذَ أَبُوْ بَكْرٍ بِيَدِهِ، فَقَالَ: حَسْبُكَ، فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُوْلُ: ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ﴾[راجع: ۲۹۱۵]

قوله: شهدتُ من المقداد بن الأسود مشهدا لَأن أكون صاحبَه أحبُّ إلى مما عُدل به: ادبی جملہ ہے، مَشْهد: مقام، موقعہ، عَدَلَ به: برابر کرنا، عُدِلَ مجہول، جو چیز برابر کی جائے، ترجمہ: میں نے مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کا ایک ایسا مقام (موقعہ) دیکھا ہے کہ اگر وہ مقام مجھے نصیب ہوتا تو وہ مجھے زیادہ پسند تھا ان چیزوں سے جو اس کے ہم وزن کی جائیں، مِنْ كُلِّ شَيْئٍ مِمَّا يُوْزَنُ بِهِ مِنَ الدُّنْيَاوِيَّةِ (مجمع البحار) پھر اس موقع کا بیان ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے درانحالیکہ آپ مشرکین کے لئے بددعا کر رہے تھے، پس انھوں نے کہا الی آخرہ۔

بَابٌ

بدریوں کا بلند مقام

حدیث: سورۃ النساء آیت ۹۵ ہے: ﴿لَايَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ الآية: برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر بیٹھے رہیں یعنی جہاد میں نہ جائیں، اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت بلند کیا ہے جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں، گھر میں بیٹھنے والوں کی بہ نسبت، اور اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھے گھر (جنت) کا وعدہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو گھر بیٹھنے والوں کے مقابلہ میں بڑا اجر عطا فرمایا ہے یعنی (جنت میں) بہت سے درجے جو اللہ کی طرف سے ملیں گے اور مغفرت اور رحمت، اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑے مہربان ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کا مصداق بدریوں کو بتایا ہے، جو حضرات جنگِ بدر میں شریک ہوئے ان کا درجہ اور مقام بہت بلند ہے، ان صحابہ سے جو بدر میں شریک نہیں ہوئے، دیگر نصوص سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ بدریوں

کا مقام غیر بدریوں سے بہت بلند ہے۔ ابھی (حدیث ۳۹۸۳ میں) آرہا ہے: لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ إِلٰى أَهْلِ بَدْرٍ، فَقَالَ: اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ أَوْ قَالَ: فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ: شاید اللہ تعالیٰ بدریوں کے حال سے واقف ہوگئے کہ فرمایا: ''جو چاہو کرو تمہارے لئے جنت ثابت ہوگئی، یا فرمایا: میں نے تمہیں بخش دیا!''

[٥-] بَابٌ

[٣٩٥٤-] حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الْكَرِيْمِ، أَنَّهُ سَمِعَ مِقْسَمًا مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ: ﴿لَايَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ عَنْ بَدْرٍ، وَالْخَارِجُوْنَ إِلٰى بَدْرٍ. [انظر: ٤٥٩٥]

بَابُ عِدَّةِ أَصْحَابِ بَدْرٍ

بدری صحابہ کی تعداد

بدری صحابہ کی تعداد میں روایتیں مختلف ہیں، مشہور روایت تین سو تیرہ کی ہے، علاوہ ازیں تین سو چودہ، تین سو پندرہ اور تین سو انیس کی روایتیں بھی ہیں، اور ان میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ جب نبی ﷺ بدر کے لئے روانہ ہوئے تو کچھ دور چل کر ساتھیوں کو شمار کرنے کا حکم دیا، جب شمار کئے گئے تو تین سو چودہ تھے، آپؐ نے فرمایا: پھر شمار کرو، دوبارہ شمار کر ہی رہے تھے کہ دور سے دبلے اونٹ پر ایک سوار آتا ہوا نظر آیا، اب تعداد تین سو پندرہ ہوگئی، اس طرح کہ اس آخری شخص کو بھی شمار کیا جائے اور نبی ﷺ کو بھی شمار کیا جائے تو تعداد تین سو پندرہ ہوجاتی ہے اور اگر آخری شخص کو اور ذاتِ نبوی ﷺ کو شمار نہ کیا جائے تو تعداد تین سو تیرہ ہوتی ہے، اور اس سفر میں چار کم عمر بچے بھی تھے یعنی حضرات براء، عبداللہ بن عمر، انس بن مالک اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم، ان کو قتال کی اجازت نہیں تھی، اگر ان کو بھی شمار کرلیا جائے تو تعداد تین سو انیس ہوجاتی ہے، صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہی تعداد مروی ہے۔

فائدہ: آٹھ آدمی ایسے تھے جو اس غزوہ میں کسی وجہ سے شریک نہیں ہوسکے تھے، مگر بدری صحابہ میں ان کو بھی شمار کیا گیا کیونکہ نبی ﷺ نے مالِ غنیمت میں سے ان کو بھی حصہ دیا تھا، وہ حضرات یہ ہیں:

۱- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کی وجہ سے مدینہ میں رکھے گئے تھے)
۲و۳- حضرات طلحہ بن عبیداللہ اور سعید بن زید رضی اللہ عنہما (قریش کے قافلہ کے تجسس کے لئے بھیجے گئے تھے)
۴- حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ (مدینہ کے انتظام کے لئے واپس کئے گئے تھے)
۵- عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ (عوالی کے انتظام کے لئے پیچھے رکھے گئے تھے)

۶- حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ (بنوعمرو بن عوف کی طرف سے آپ ﷺ کو کوئی اطلاع ملی تھی اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے حضرت حارث رضی اللہ عنہ کو بنوعمرو کی طرف بھیجا تھا)

۷- حارث بن الصمہ رضی اللہ عنہ (مقام روحاء میں ان کو چوٹ لگی تھی اس لئے ان کو واپس کیا تھا)

۸- خوّات بن جبیر رضی اللہ عنہ مقام صفراء میں ان کی پنڈلی میں چوٹ آئی تھی اس لئے واپس کئے گئے تھے (حاشیہ)

روایات: باب میں تمام روایات حضرت براء رضی اللہ عنہ کی ہیں، ان سے حضرت ابواسحاق سبیعی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں، پھر ان سے مختلف تلامذہ روایت کرتے ہیں، پہلی اور دوسری روایتیں ایک ہیں، اور یہ حضرت شعبہ رحمہ اللہ کی روایت ہے، حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں اور ابن عمر رضی اللہ عنہ چھوٹے سمجھے گئے یعنی ہمیں قتال کی اجازت نہیں ملی، اور جنگ بدر میں مہاجرین کی تعداد ساٹھ سے کچھ زیادہ تھی اور انصار کی تعداد دوسو چالیس سے کچھ زیادہ تھی۔

لغت: نَیْفٌ اور نَیِّفٌ: دہائی پر ایک سے تین تک زائد، چار سے نو تک زائد کو بِضع کہتے ہیں۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ صحابہ میں یہ باتیں ہوتی تھیں کہ بدر میں جو لوگ شریک ہوئے ان کی تعداد طالوت کے ساتھیوں کی تعداد کے برابر تھی، جو ان کے ساتھ نہر سے پار ہوئے تھے، اور ان کے ساتھ نہر سے پار وہی لوگ ہوئے تھے جو پکے اور مخلص مؤمن تھے۔

[۶-] بَابُ عِدَّةِ أَصْحَابِ بَدْرٍ

[۳۹۵۵و۳۹۵۶-] حدثنا مُسْلِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: اسْتُصْغِرْتُ أَنَا وَابْنُ عُمَرَ. ح: وَحَدَّثَنِيْ مَحْمُوْدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ: قَالَ: اسْتُصْغِرْتُ أَنَا وَابْنُ عُمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ، وَكَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ يَوْمَ بَدْرٍ نَيِّفًا عَلٰى سِتِّيْنَ، وَالْأَنْصَارُ نِيْفٌ وَأَرْبَعُوْنَ وَمِأَتَانِ.

[۳۹۵۷-] حدثنا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُوْلُ: حَدَّثَنِيْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا أَنَّهُمْ كَانُوْا عِدَّةَ أَصْحَابِ طَالُوْتَ الَّذِيْنَ أَجَازُوْا مَعَهُ النَّهْرَ بِضْعَةَ عَشَرَ وَثَلَاثَ مِائَةٍ، قَالَ الْبَرَاءُ: لَا، وَاللّٰهِ! مَاجَاوَزَ مَعَهُ النَّهْرَ إِلَّا مُؤْمِنٌ.

[انظر: ۳۹۵۸، ۳۹۵۹]

[۳۹۵۸-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: كُنَّا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم.

[۳۹۵۹-] حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ

الْبَرَاءِ، ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّ أَصْحَابَ بَدْرٍ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَبِضْعَةَ عَشَرَ بِعِدَّةِ أَصْحَابِ طَالُوْتَ الَّذِيْنَ جَاوَزُوْا مَعَهُ النَّهْرَ، وَمَاجَاوَزَ مَعَهُ إِلَّا مُؤْمِنٌ. [راجع: ۳۹۵۷]

بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰی كُفَّارِ قُرَيْشٍ

نبی ﷺ کا کفارِ قریش کے لئے بددعا کرنا اور ان کا بدر میں ہلاک ہونا

پہلے (تحفۃ القاری ۱:۵۷۹) یہ واقعہ گذرا ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ بیت اللہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے، ابوجہل اور اس کے ساتھی وہاں بیٹھے تھے، پھر ایک شخص اٹھا اور اونٹنی کا میل لایا، جب آپ سجدہ میں گئے تو اس کو پیٹھ پر رکھ دیا، نبی ﷺ سجدہ میں رہے، وہ لوگ ہنسنے لگے، اور ایک دوسرے پر لوٹ پوٹ ہونے لگے، وہاں کوئی نہیں تھا جو اس میل کو ہٹاتا، ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے، مگر وہ ہمت نہیں کر رہے تھے، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں جو اس وقت بچی تھیں، انھوں نے میل کو ہٹایا، پس آپؐ نے سر اٹھایا اور بددعا فرمائی: اے اللہ! قریش کو پکڑ لے، یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا، پھر آپؐ نے نام بہ نام بددعا کی، اے اللہ! ابوجہل کو پکڑ لے، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف اور عقبۃ بن ابی معیط کو پکڑ لے، ساتواں نام راوی کو یاد نہیں رہا (وہ عمارۃ بن الولید تھا) ابن مسعودؓ کہتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں نے ان سب کو جن کے نام نبی ﷺ نے لئے تھے بدر کے کنویں میں پچھڑے ہوئے دیکھا، یہاں روایت مختصر ہے، اس کے آخر میں یہ ہے کہ ان کافروں کی لاشیں پھول گئی تھیں، کیونکہ گرمی کا زمانہ تھا، پھر وہ سب لاشیں بدر کے ایک بیکار کنویں میں ڈالی گئیں اور اس کنویں کو پاٹ دیا گیا، چونکہ آپ کی بددعا کا اثر جنگِ بدر میں ظاہر ہوا اس مناسبت سے یہاں یہ حدیث لائے ہیں۔

[۷-] بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰی كُفَّارِ قُرَيْشٍ: شَيْبَةَ، وَعُتْبَةَ، وَالْوَلِيْدِ، وَأَبِيْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ وَهَلَاكِهِمْ

[۳۹۶۰-] حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: اسْتَقْبَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْكَعْبَةَ، فَدَعَا عَلٰى نَفَرٍ مِنْ قُرَيْشٍ، عَلٰى شَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ، وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ، وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ، وَأَبِيْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ، فَأَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُهُمْ صَرْعَى قَدْ غَيَّرَتْهُمُ الشَّمْسُ، وَكَانَ يَوْمًا حَارًا. [راجع: ۲۴۰]

بَابُ قَتْلِ أَبِیْ جَهْلٍ

ابوجہل (وغیرہ) کا قتل

یہاں ابوذر کے نسخہ میں باب نہیں ہے، دوسرے نسخوں میں ہے، پھر کہا گیا کہ یہاں باب نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ اس باب میں ابوجہل کے علاوہ کے قتل کا بھی ذکر ہے، اور علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا: بعض نسخوں میں وغیرہ بھی ہے، پس یہاں باب ہونا چاہئے، میں نے وغیرہ کا ترجمہ بین القوسین کیا ہے، اور اس باب میں پانچ باتیں ہیں: ۱-ابوجہل کا قتل۔ ۲-شیبہ، عتبہ اور ولید بن عتبہ کا قتل۔ ۳-امیہ اور اس کے بیٹے کا قتل۔ ۴-جنگِ بدر میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کفار کے سروں پر تلوار اتنی بجائی کہ اس میں دندانے پڑ گئے، اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ خود بھی زخمی ہو گئے۔ ۵-نبی ﷺ نے صنادید قریش کی لاشوں سے خطاب کیا۔

۱-ابوجہل کا قتل

ابوجہل کا اصل لقب ابوالحکم تھا، یعنی قاضی القضات، نبی ﷺ نے اس کا لقب ابوجہل رکھا یعنی مہا جاہل، وہی مکہ کا لیڈر تھا اور جنگِ بدر میں فوج کا کمانڈر انچیف تھا، اس کے قتل میں چار صحابہ کا حصہ ہے: (۱) معاذ بن عفراء (۲) معوذ بن عفراء (۳) معاذ بن عمرو بن الجموح (۴) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم۔

پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۴۲۷) روایت گذری ہے: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جنگِ بدر میں صف میں کھڑا تھا، دائیں بائیں دو نوعمر لڑکے تھے، مجھے ذرا بے اطمینانی ہوئی کہ دونوں طرف بچے ہیں، اچانک ایک نے پوچھا: چچا جان! مجھے ابوجہل کو دکھلائیں، میں نے کہا: بھتیجے! اس کا کیا کرے گا؟ اس نے کہا: میں خبر دیا گیا ہوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دیتا ہے، میں اس ذات کی قسم کھاتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر میں نے اس کو دیکھ لیا تو میرا وجود اس کے وجود سے الگ نہیں ہوگا، یہاں تک کہ ہم میں سے جس کی موت پہلے لکھی ہے وہ مر جائے، حضرت عبد الرحمٰنؓ کہتے ہیں: مجھے اس کی بہادری پر تعجب ہوا، اتنے میں دوسرے نے بھی اشارہ سے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا اور اس نے بھی یہی بات کہی۔ ادھر ابوجہل گھوڑے پر بیٹھ کر اپنے لشکر کو للکار رہا تھا، میں نے ان دونوں سے کہا: وہ رہا تمہارا شکار! دونوں سنتے ہی باز کی طرح اپنی تلواریں لئے جھپٹ پڑے اور اسے مار کر ڈھیر کر دیا، پھر دونوں لوٹ کر نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو اطلاع دی، آپ ﷺ نے پوچھا: تم میں سے کس نے اس کو قتل کیا؟ ہر ایک نے کہا: میں نے، آپ ﷺ نے پوچھا: تم نے اپنی تلواریں پونچھ ڈالی ہیں؟ دونوں نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے دونوں کی تلواریں دیکھیں اور فرمایا: تم دونوں ہی نے اس کو قتل کیا ہے، اور اس کا ساز و سامان معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ کے لئے ہے اور وہ دونوں نوجوان عفراء کا بیٹا معاذ اور عمرو بن

الجموع کا بیٹا معاذ تھے رضی اللہ عنہم (حدیث ۳۱۴۱)

پھر جب معرکہ ختم ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو دیکھ آئے کہ ابوجہل کا کیا ہوا؟ زندہ ہے یا مر گیا؟ صحابہ اس کی تلاش میں بکھر گئے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو اس حالت میں پایا کہ ابھی سانس جاری تھا، انھوں نے اس کی گردن پر پاؤں رکھا اور سر کاٹنے کے لئے ڈاڑھی پکڑی اور فرمایا: او اللہ کے دشمن! آخر اللہ نے تجھے رسوا کیا نا؟ اس نے کہا: مجھے کاہے کو رسوا کیا؟ جس شخص کو تم نے قتل کیا ہے اس سے بڑا ابھی تمہارا کوئی سہارا ہے؟ کاش مجھے کسانوں کے علاوہ نے قتل کیا ہوتا! بتا آج فتح کس کی ہوئی؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی اور اللہ کے رسول کی، پھر اس نے کہا: او بکری کے چرواہے! تو بہت اونچی جگہ چڑھ گیا ہے (آپؓ نے اس کی گردن پر پاؤں رکھا تھا اور آپؓ مکہ میں بکریاں چراتے تھے) میرا سر سینہ کی طرف سے کاٹنا، تاکہ میرا سر اونچا معلوم ہو، اس کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا سر کاٹ کر نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔

[۸-] بَابُ قَتْلِ أَبِیْ جَهْلٍ

[۳۹۶۱-] حدثنا ابْنُ نُمَیْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِیْلُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا قَیْسٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّـهُ أَتَی أَبَا جَهْلٍ وَبِهِ رَمَقٌ یَوْمَ بَدْرٍ، فَقَالَ أَبُوْ جَهْلٍ: هَلْ أَعْمَدُ مِنْ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ؟

[۳۹۶۲-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَیْرٌ، حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ التَّیْمِیُّ، أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ، قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیه وسلم، ح: وَحَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَیْرٌ، عَنْ سُلَیْمَانَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیه وسلم: "مَنْ یَنْظُرُ مَا صَنَعَ أَبُوْ جَهْلٍ؟" فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ، فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتَّی بَرَدَ، قَالَ: أَنْتَ أَبُوْ جَهْلٍ؟ قَالَ: فَأَخَذَ بِلِحْیَتِهِ، قَالَ: وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ أَوْ: رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ؟ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ: أَنْتَ أَبُوْ جَهْلٍ؟[انظر: ۳۹۶۳، ۴۰۲۰]

[۳۹۶۳-] حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّی، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِیْ عَدِیٍّ، عَنْ سُلَیْمَانَ التَّیْمِیِّ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیه وسلم یَوْمَ بَدْرٍ: "مَنْ یَنْظُرُ مَا فَعَلَ أَبُوْ جَهْلٍ؟" فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ، فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتَّی بَرَدَ، فَأَخَذَ بِلِحْیَتِهِ قَالَ: أَنْتَ أَبُوْ جَهْلٍ؟ قَالَ: وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ، أَوْ قَالَ: قَتَلْتُمُوْهُ؟[راجع: ۳۹۶۲]

حَدَّثَنِیْ ابْنُ الْمُثَنَّی، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَحْوَهُ.

[۳۹۶۴-] حدثنا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كَتَبْتُ عَنْ یُوْسُفَ بْنِ الْمَاجِشُوْنَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِیْمَ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ جَدِّهِ فِیْ بَدْرٍ، یَعْنِیْ حَدِیْثَ ابْنَیْ عَفْرَاءَ.[راجع: ۳۱۴۱]

حدیث (۱): ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: وہ بدر کے دن ابوجہل کے پاس پہنچے درانحالیکہ اس کا سانس چل رہا تھا، پس ابوجہل نے کہا: هَلْ أَعْمَدُ مِنْ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ؟ کیا اس سے بڑا کوئی سہارا ہے جس کو تم نے قتل کیا؟

تشریح: أَعْمَدُ: اسم تفضیل ہے، عَمَدَ الشَّيئَ (ض) عَمْدًا: سہارا دینا قال فی المعجم الوسیط: عَمَدَ الشیئَ (ض) عَمْدًا: أَقَامَهُ بِعِمَادٍ وَدَعَمَهُ: سہارا دینا، طاقت پہنچانا، مضبوط کرنا۔ یعنی قوم کا سب سے بڑا سہارا تو میں تھا، سب سے زیادہ قوم کو طاقت میں ہی پہنچاتا تھا، جس کو تم نے قتل کردیا، پس میرا کیا نقصان ہوا؟ تمہارا ہی نقصان ہوا!

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: کوئی ہے جو دیکھ آئے کہ ابوجہل کا کیا ہوا؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ چلے، انھوں نے ابوجہل کو پایا اس حال میں کہ اس کو عفراء کے دو لڑکوں نے تلواریں ماری تھیں، یہاں تک کہ اس کو ڈھیر کردیا تھا، ابن مسعودؓ نے کہا: تو ابوجہل ہے؟ راوی کہتا ہے: پس ابن مسعودؓ نے اس کی ڈاڑھی پکڑی، ابوجہل نے کہا: کیا اس شخص سے بڑا بھی کوئی آدمی ہے جس کو تم نے قتل کردیا؟ یا کہا: اس شخص سے بھی بڑا کوئی آدمی ہے جس کو اس کی قوم نے قتل کردیا؟

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ احمد بن یونسؒ کی روایت میں أَنْتَ أَبُوْ جَهْلٍ ہے، یہ مبتداء خبر ہیں، مگر یہ الفاظ عام رواۃ کے الفاظ کے خلاف ہیں، دیگر تمام رواۃ أَنت أبا جهل کہتے ہیں، ہمارے نسخہ میں محمد بن المثنیٰ کی روایت میں أنت أبو جهل ہے، مگر گیلری میں أنت أبا جهل ہے اور یہی نسخہ صحیح ہے، اس صورت میں دو جملے ہونگے: پہلا جملہ: أَنت أنت جیسے: هو هو اور دوسرا جملہ منادی ہے: أي يا أبا جهل! ترجمہ: تو تو؟ اے مہا نادان!

اور اس روایت میں صراحت ہے کہ عفراءؓ[1] کے دونوں لڑکوں نے یعنی معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما نے ابوجہل کو قتل کیا تھا اور مسلم شریف (حدیث ۱۷۵۲) میں ہے ابوجہل کو معاذ بن عمرو بن الجموح اور معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما نے قتل کیا تھا، پس صحیح بات یہ ہے کہ تینوں ابوجہل کے قتل میں شریک تھے، پہلے عفراء کے دونوں بیٹوں معاذؓ اور معوذؓ نے حملہ کیا، پھر معاذ بن عمروؓ نے اس کو ڈھیر کیا، پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا سر کاٹا اس حدیث میں اور آئندہ دونوں حدیثوں میں اس کی صراحت ہے کہ ابوجہل پر عفراء کے دونوں لڑکوں نے حملہ کیا تھا، اس لئے معوذ بن عفراءؓ کو بھی قتل میں شریک ماننا پڑے گا ۔واللہ اعلم

۲-شیبہ، عتبہ اور ولید کا قتل

یہ تینوں عبد مناف کے لڑکے عبد شمس کی اولاد ہیں، شَيْبَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ، عتبہ اس کا بھائی ہے اور ولید اس کا

(۱) عفراء رضی اللہ عنہا صحابیہ ہیں، اور ان کی ایک خصوصیت ہے، انھوں نے پہلا نکاح حارث سے کیا تھا اس سے تین بیٹے تھے: عوف، معوّذ اور معاذ، پھر حارث کے بعد بُکیر سے نکاح کیا، اس سے چار لڑکے ہوئے: ایاس، عاقل، خالد اور عامر، یہ ساتوں لڑکے غزوۂ بدر میں ہوئے تھے، ایسی صحابیہ جس کے سب لڑکے بدر میں شریک ہوں صرف حضرت عفراء رضی اللہ عنہا ہیں۔
(سیرۃ المصطفیٰ بحوالہ زرقانی ۱:۴۱۶)

بیٹا ہے، عتبہ اور شیبہ مختلف وجوہ سے (جس کی تفصیل سیرۃ المصطفیٰ میں ہے) جنگ سے جان چرا رہے تھے، مگر ابوجہل کے طعنوں کی وجہ سے عتبہ ہتھیاروں سے لیس ہوکر جنگ کے لئے آمادہ ہوگیا اور سب سے پہلے اپنے بھائی شیبہ اور اپنے لڑکے ولید کو لے کر میدان میں اترا اور مقابل طلب کیا، لشکر اسلام میں سے عفراء رضی اللہ عنہا کے دولڑکے عوف اور معوذ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم مقابلہ کے لئے نکلے، اس نے پوچھا: تم کون ہو؟ جواب دیا: ہم انصاری ہیں، عتبہ نے کہا: ہمیں تم سے کوئی مطلب نہیں، ہم اپنی قوم سے لڑنا چاہتے ہیں، پھر اس نے پکار کر کہا: محمد! (ﷺ) ہماری قوم میں سے ہماری جوڑ کے آدمی بھیجو، نبی ﷺ نے انصار کو واپس بلالیا اور حضرات حمزہ، علی اور عبیدۃ بن الحارث رضی اللہ عنہم کو مقابلہ کے لئے نکلنے کا حکم دیا، تینوں ہتھیاروں سے لیس ہوکر نکلے، عتبہ نے پوچھا: تم کون ہو؟ تینوں نے اپنے نام بتلائے، عتبہ نے کہا: ہاں تم ہماری جوڑ کے ہو اور محترم ہو، پھر مقابلہ شروع ہوا، عتبہ کے مقابل حضرت عبیدۃ رضی اللہ عنہ ہوئے، شیبہ کے مقابل حضرت حمزۃ رضی اللہ عنہ ہوئے اور ولید کے مقابل حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوئے، حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما نے اپنے اپنے مقابل کا ایک ہی وار میں کام تمام کردیا، اور حضرت عبیدۃ رضی اللہ عنہ خود بھی زخمی ہوئے اور اپنے مقابل کو بھی زخمی کیا، عتبہ نے عبیدہؓ پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ ان کے پیر کٹ گئے، حضرات حمزہؓ وعلیؓ اپنے مقابل سے فارغ ہوکر حضرت عبیدہؓ کی مدد کو پہنچے اور عتبہ کا کام تمام کردیا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر خدمتِ نبوی میں لائے ان کی پنڈلی کی ہڈی سے خون جاری تھا، بدر سے واپسی میں صفراء مقام میں ان کا انتقال ہوا۔

[٣٩٦٥-] حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقَاشِیُّ: قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِیْ يَقُوْلُ: حَدَّثَنَا أَبُوْ مِجْلَزٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ، عَنْ عَلِیِّ بْنِ أَبِیْ طَالِبٍ، أَنَّهُ قَالَ: أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَجْثُو بَيْنَ يَدَیِ الرَّحْمٰنِ لِلْخُصُوْمَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَقَالَ قَيْسُ بْنُ عُبَادٍ: وَفِيْهِمْ أُنْزِلَتْ﴿هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ﴾ قَالَ: هُمُ الَّذِيْنَ تَبَارَزُوْا يَوْمَ بَدْرٍ: عَلِیٌّ، وَحَمْزَةُ، وَعُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ، أَوْ: أَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ الْحَارِثِ: وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ، وَعُتْبَةُ وَالْوَلِيْدُ بْنُ عُتْبَةَ.[انظر: ٣٩٦٧، ٤٧٤٤]

[٣٩٦٦-] حدثنا قَبِيْصَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِیْ هَاشِمٍ، عَنْ أَبِیْ مِجْلَزٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ، عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ، قَالَ: نَزَلَتْ ﴿هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ﴾ فِیْ سِتَّةٍ مِنْ قُرَيْشٍ: عَلِیٍّ، وَحَمْزَةَ، وَعُبَيْدَةَ ابْنِ الْحَارِثِ: وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ، وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ، وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ.[انظر: ٣٩٦٨، ٣٩٦٩، ٤٧٤٣]

[٣٩٦٧-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الصَّوَّافُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ- كَانَ يَنْزِلُ فِیْ بَنِیْ ضُبَيْعَةَ، وَهُوَ مَوْلًى لِبَنِیْ سَدُوْسٍ- قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِیُّ، عَنْ أَبِیْ مِجْلَزٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ: قَالَ عَلِیٌّ: فِيْنَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ ﴿هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ﴾[راجع: ٣٩٦٥]

[٣٩٦٨-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِیْ هَاشِمٍ، عَنْ أَبِیْ مِجْلَزٍ،

عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ: سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يُقْسِمُ لَنَزَلَ هٰؤُلآءِ الآيَاتُ فِيْ هٰؤُلآءِ الرَّهْطِ السِتَّةِ يَوْمَ بَدْرٍ، نَحْوَهُ. [راجع: ٣٩٦٦]

[٣٩٦٩-] حدثنا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ هَاشِمٍ، عَنْ أَبِيْ مِجْلَزٍ، عَنْ قَيْسٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يُقْسِمُ قَسَمًا: إِنَّ هٰذِهِ الآيَةَ ﴿هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ﴾ نَزَلَتْ فِي الَّذِيْنَ بَرَزُوْا يَوْمَ بَدْرٍ: حَمْزَةَ، وَعَلِيٍّ، وَعُبَيْدَةَ بْنِ الْحَارِثِ: وَعُتْبَةَ وَشَيْبَةَ ابْنَيْ رَبِيْعَةَ، وَالْوَلِيْدِ ابْنِ عُتْبَةَ. [راجع: ٣٩٦٦]

[٣٩٧٠-] حَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ ابْنُ يُوْسُفَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ: سَأَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ وَأَنَا أَسْمَعُ قَالَ: أَشَهِدَ عَلِيٌّ بَدْرًا؟ قَالَ: بَارَزَ وَظَاهَرَ حَقًّا.

حدیث (۱): قیس بن عباد جومخضرم تابعی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: آپؓ نے فرمایا: میں پہلا شخص ہوں گا جورحمٰن کے سامنے قیامت کے دن مقدمہ کی کاروائی کے لئے گھٹنوں کے بل (باادب) بیٹھوں گا، پھر قیس کہتے ہیں: سورہ حج کی آیت ۱۹ انہی حضرات کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جنھوں نے بدر کے دن مقابلہ کیا، یعنی حضرات حمزہ، علی اورعبیدۃ بن الحارث بن عبدالمطلب یا کہا: ابوعبیدہ (جنھوں نے مقابلہ کیا) شیبہ، عتبہ اور ولید کے ساتھ۔

تشریح: اس حدیث میں دو باتیں ہیں:

پہلی بات: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ قیامت کے دن جو پچاس ہزار سال کا دن ہے جیسا کہ سورۃ المعارج آیت ۴ میں ہے، اس دن تمام مخلوقات کے مقدمات بارگاہِ خداوندی میں پیش ہونگے، جو مقدمات دنیا میں فیصل ہو چکے ہیں وہ بھی، اور جو دنیا میں فیصل نہیں ہوئے وہ بھی، بلکہ انسانوں کے علاوہ دیگر مخلوقات کے مقدمات بھی پیش ہونگے، حدیث میں ہے: بے سینگ بکری کا بدلہ سینگ دار بکری سے لیا جائے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس دن ہمارا مقدمہ بھی بارگاہِ خداوندی میں پیش ہوگا، ہم دو فریق ہونگے، ایک: ایمان لانے والے تین حضرات، دوسرے: کافر تین اشخاص، مقتول اپنی مظلومیت کا دعوی کریں گے، ہم جواب دیں گے: ہم نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ان کو قتل کیا ہے، پھر ان کو جہنم رسید کیا جائے گا اور ہمیں جنت نشیں!

جاننا چاہئے کہ اسلامی کورٹ میں فریقین قاضی کے سامنے کھڑے نہیں رہتے، بیٹھ کر مقدمہ چلتا ہے، مکہ مکرمہ میں ہمارا ایک مقدمہ کورٹ میں چلا گیا تھا، گول میز تھی، ایک طرف قاضی اور نائب قاضی کرسیوں پر بیٹھے تھے اور سامنے ہم دو مدعی اور ایک مدعی علیہ کرسیوں پر بیٹھے تھے، اب کرسیوں کا زمانہ ہے، پہلے قاضی بھی زمین پر بیٹھتا تھا اور فریقین بھی سامنے زمین پر بیٹھتے تھے، اسی طریقہ کے مطابق فرمایا: یَجْثُوْ: میں گھٹنوں کے بل بیٹھونگا، جیسے نماز میں قعدہ میں بیٹھتے ہیں، اس طرح باادب

بیٹھونگا، اور حاشیہ میں اولیت کو اس امت کے مجاہدین کے ساتھ خاص کیا ہے، یہ اسلام کی پہلی جنگ تھی اور یہ پہلا مقابلہ تھا، مطلقاً اولیت مراد نہیں۔

دوسری بات: قیسؒ نے یہ کہی ہے اور اگلی روایات میں یہی بات حضرت علی اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہما نے بھی کہی ہے کہ سورۃ الحج کی آیت ١٩ کے مصداق یہ دو فریق ہیں، آیت پاک ہے: ﴿هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ﴾: یہ دو فریق ہیں، ان میں اپنے رب کے باب میں جھگڑا ہے، پہلا فریق یہودی، صابی، نصرانی، مجوسی اور وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا ہے اور دوسرا فریق اللہ پر ایمان لانے والے بندے ہیں۔

یہ دونوں فریق اپنے رب کے معاملہ میں اختلاف رکھتے ہیں، ان دونوں جماعتوں کے درمیان قیامت کے دن عملی فیصلہ کیا جائے گا، منکرین جہنم رسید ہونگے اور مؤمنین جنت نشیں، پس جنگِ بدر کے آغاز میں مقابلہ کرنے والے چھ اشخاص بھی آیت کریمہ کا (احتمالی) مصداق ہیں ان میں بھی جھگڑا اللہ کے بارے میں تھا کہ وہ تنہا معبود ہیں یا ان کا کوئی شریک ہے؟ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے الفوز الکبیر میں لکھا ہے کہ صحابہ آیات کے احتمالی مصادیق کے لئے بھی أُنْزِلَتْ فِيْ كَذَا استعمال کرتے تھے۔

دوسری روایت: قیسؒ کی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے ہے، انھوں نے بھی یہی فرمایا ہے کہ قریش کے یہ چھ اشخاص آیت کریمہ کا مصداق ہیں، اور تیسری روایت میں یہی بات حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے، اس کے بعد کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو ذرؓ یہ بات قسم کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ یہ چھ اشخاص جن میں بدر کے دن مقابلہ ہوا، ان کے حق میں یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں، پھر اس کے بعد کی روایت میں بھی یہی مضمون ہے اور آخری روایت میں ابو اسحاق سبیعیؒ کہتے ہیں: ایک آدمی نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا درانحالیکہ میں سن رہا تھا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگِ بدر میں شرکت کی ہے؟ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا: مبارزت یعنی دشمن سے مقابلہ کیا ہے اور اس دن آپؓ نے لوہے کے دو کرتے اوپر تلے پہن رکھے تھے، ظَاهَرَ: أَيْ لَبِسَ دِرْعًا عَلٰى دِرْعٍ، اور حَقًّا: بَارَزَ سے متعلق ہے، یعنی بالیقین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مقابلہ کیا ہے۔

تشریح: یہ سوال کیوں ہوا تھا؟ جواب: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے، نبی ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سخت علیل تھیں، ان کی وجہ سے حضرت عثمان اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما کو گھر چھوڑا تھا، پس حضرت عثمانؓ کے مخالفین نے پروپیگنڈہ کیا کہ حضرت عثمانؓ بدر میں شریک نہیں ہوئے، اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین نے جھوٹا پروپیگنڈہ کیا کہ حضرت علیؓ بھی غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے، حضرت براء رضی اللہ عنہ نے اس کی تردید کی کہ وہ نہ صرف شریک ہوئے بلکہ پہلا مقابلہ انھوں نے ہی کیا تھا، اور وہ مقابلہ اتنا سخت تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو لوہے کے کرتے اوپر تلے پہنے تھے۔

۳-امیہ بن خلف اور اس کے بیٹے کا قتل

امیہ نبی ﷺ کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھا، جس وقت جنگِ بدر کا کوئی وہم وگمان بھی نہیں تھا، وہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی زبانی مکہ ہی میں اپنے قتل کی پیشین گوئی سن چکا تھا، اس لئے وہ بدر کے موقع پر جنگ میں شریک نہیں ہونا چاہتا تھا، مگر ابوجہل نے کہا: اے ابوصفوان! آپ اس وادی کے سردار ہیں، آپ پہلوتہی کریں گے تو دوسرے لوگ بھی پہلوتہی کریں گے، امیہ مجبور ہوگیا اور اس نے ایک تیز رفتار اونٹ خریدا تاکہ خطرہ کے وقت بھاگ نکلے، اس طرح منزلیں طے کرتا ہوا بدر میں پہنچ گیا، وہاں اس کے قتل کا واقعہ پہلے (تحفۃ القاری ۵: ۳۴۷) آیا ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے امیہ بن خلف کے ساتھ خط وکتابت کی کہ وہ مکہ میں میرے متعلقین کی حفاظت کرے اور میں مدینہ میں اس کے متعلقین کی حفاظت کروں، پھر جب جنگِ بدر کا موقع آیا تو میں پہاڑ کی طرف نکلا جب لوگ سوگئے تاکہ اس کی حفاظت کروں، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھ لیا، وہ نکلے یہاں تک کہ وہ پہنچے انصار کی ایک مجلس کے پاس اور انھوں نے کہا: امیہ بن خلف! نہیں بچا میں اگر امیہ بچ گیا، پس اس کے ساتھ انصار کی ایک جماعت نکلی، ہمارے پیروں کے نشانات دیکھتی ہوئی، جب میں ڈرا کہ وہ ہم سے مل جائیں گے تو میں نے پیچھے کردیا ان کے لئے امیہ کے بیٹے کو تاکہ مشغول کردوں میں ان کو، انھوں نے اس کو قتل کردیا، پھر انھوں نے انکار کیا مگر یہ کہ پیچھا کریں وہ ہمارا اور امیہ بھاری بدن کا تھا، پس جب انھوں نے ہم کو پالیا تو میں نے امیہ سے کہا: سینہ کے بل گرجا، وہ گرگیا، میں نے اس پر اپنے آپ کو ڈال دیا تاکہ اس کو بچاؤں، پس انصار نے میرے نیچے سے تلواریں گھسا کر اس کا کام تمام کردیا، اور ان میں سے ایک اپنی تلوار کے ذریعہ میرے پیر کو پہنچا۔

اور پہلے (تحفۃ القاری ۳: ۳۹۸) یہ روایت بھی گذری ہے کہ نبی ﷺ نے مکہ میں سورۃ النجم تلاوت فرمائی اور اس کے آخر میں سجدہ کیا، مجلس میں جتنے لوگ تھے، سب نے سجدہ کیا، ایک سیٹھ کے علاوہ، اس نے کنکریوں کی یا مٹی کی ایک مٹھی بھری اور اس کو پیشانی کی طرف اٹھایا اور کہا: میرے لئے یہ کافی ہے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے اس کو بعد میں دیکھا کہ کفر کی حالت میں (بدر میں) مارا گیا۔

فائدہ: حضرت بلال رضی اللہ عنہ پہلے امیہ کے غلام تھے، جب وہ مسلمان ہوئے تو امیہ نے ان کو بہت ستایا، گرم ریت پر اور انگاروں پر لٹاتا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے خرید کر آزاد کیا، تب ابتلاء سے نجات ملی۔

[۳۹۷۱-] حدثنا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ يُوْسُفُ بْنُ الْمَاجِشُوْنَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: كَاتَبْتُ أُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ فَذَكَرَ قَتْلَهُ وَقَتْلَ ابْنِهِ، فَقَالَ بِلَالٌ: لَا نَجَوْتُ إِنْ نَجَا أُمَيَّةُ![راجع: ۲۳۰۱]

[٣٩٧٢-] حدثنا عَبْدَانُ بْنُ عُثْمَانَ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: أَنَّـهُ قَرَأَ ﴿وَالنَّجْمِ﴾ فَسَجَدَ بِهَا، وَسَجَدَ مَنْ مَعَهُ، غَيْرَ أَنَّ شَيْخًا أَخَذَ كَفًّا مِنْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلٰى جَبْهَتِهِ، فَقَالَ: يَكْفِيْنِيْ هٰذَا. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا. [راجع: ١٠٦٧]

۴-جنگِ بدر میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے کارنامے

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ روایات کے پابند ہیں، اب آگے حضرت کے پاس اعلیٰ درجہ کی صحیح روایات نہیں ہیں کہ جنگِ بدر میں کس نے کس کو قتل کیا؟ اس لئے اجمالی تذکرہ کرتے ہیں کہ جنگِ بدر میں اسلامی فوج کے بہادروں نے قریش کے سرداروں کو قتل کیا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بڑے بہادر تھے، جنگِ بدر میں انھوں نے بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں، سعید بن العاص کا لڑکا عبیدۃ بدر کے دن غرق آہن تھا، سوائے آنکھوں کے کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی تھی، حضرت زبیرؓ نے تاک کر اس کی آنکھ میں ایسا نیزہ مارا کہ پار ہوگیا، اور وہ فوراً مر گیا۔ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں: میں نے اس پر پیر رکھ کر پوری قوت کے ساتھ نیزہ کھینچا تب نکلا، لیکن اس کے کنارے ٹیڑھے ہوگئے، نبی ﷺ نے اس نیزہ کو بطور یادگار حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے مانگ لیا، آپؐ کی وفات کے بعد وہ نیزہ خلفائے راشدین کے پاس رہا، پھر عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا (یہ واقعہ آگے آرہا ہے)

اور بدر کے معرکہ میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تھے، ایک زخم شانہ پر اس قدر گہرا لگا تھا کہ حضرت عروہ بچپن میں اس زخم میں انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتے تھے۔ اور باب کی حدیث میں ہے کہ عبدالملک بن مروان نے عروۃ بن الزبیرؒ سے کہا: تم زبیرؓ کی تلوار کو پہچانتے ہو؟ عروہ نے کہا: ہاں، عبدالملک نے کہا: کس طرح؟ عروہ نے کہا: اس میں بدر کے دن دندانے پڑ گئے تھے، عبدالملک نے کہا: سچ کہا: شاعر کہتا ہے: بِهِنَّ فُلُوْلٌ مِنْ قِرَاعِ الْكَتَائِب: ان تلواروں میں دندانے پڑ گئے ہیں، بڑے لشکروں کے ساتھ ٹکرانے کی وجہ سے۔

اور اسلامی لشکر میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہی ایک بڑے بہادر نہیں تھے، اور بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے بہت سے بہادر تھے، جنھوں نے کفار کے پرخچے اڑا دیئے تھے۔

[٣٩٧٣-] أَخْبَرَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، قَالَ: كَانَ فِيْ الزُّبَيْرِ ثَلَاثُ ضَرَبَاتٍ بِالسَّيْفِ، إِحْدَاهُنَّ فِيْ عَاتِقِهِ، قَالَ: إِنْ كُنْتُ لَأُدْخِلُ أَصَابِعِيْ فِيْهَا، قَالَ: ضُرِبَ ثِنْتَيْنِ يَوْمَ بَدْرٍ، وَوَاحِدَةً يَوْمَ الْيَرْمُوْكِ، قَالَ عُرْوَةُ: وَقَالَ لِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ حِيْنَ قُتِلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ: يَا عُرْوَةُ! هَلْ تَعْرِفُ سَيْفَ الزُّبَيْرِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَمَا فِيْهِ؟ قُلْتُ: فِيْهِ

فَلَّةٌ فُلَّهَا يَوْمَ بَدْرٍ، قَالَ: صَدَقْتَ، بِهِنَّ فُلُوْلٌ مِنْ قِرَاعِ الْكَتَائِبِ، ثُمَّ رَدَّهُ عَلٰى عُرْوَةَ، قَالَ هِشَامٌ: فَأَقَمْنَاهُ بَيْنَنَا ثَلَاثَةَ آلَافٍ، وَأَخَذَهُ بَعْضُنَا، وَلَوَدِدْتُ أَنِّيْ كُنْتُ أَخَذْتُهُ.[راجع: ۳۷۲۱]

[۳۹۷۴-] حدثنا فَرْوَةُ، عَنْ عَلِيٍّ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ: كَانَ سَيْفُ الزُّبَيْرِ مُحَلًّى بِفِضَّةٍ، قَالَ هِشَامٌ: وَكَانَ سَيْفُ عُرْوَةَ مُحَلًّى بِفِضَّةٍ.

حدیث: حضرت عروہؒ کہتے ہیں: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کوتلوار کی تین چوٹیں لگی تھیں، ان میں سے ایک ان کے شانے پرتھی (یہ ہشام کے شاگرد معمر کی روایت ہے) عروہؒ کہتے ہیں: میں اپنی انگلیاں ان چوٹوں میں داخل کیا کرتا تھا، عروہؒ کہتے ہیں: دو چوٹیں بدر کے دن لگی تھیں اور ایک جنگِ یرموک میں، عروہ کہتے ہیں: مجھ سے عبداللہ بن الزبیرؓ کی شہادت کے بعد عبدالملک بن مروان نے پوچھا: عروہ! تم زبیرؓ کی تلوار کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں، اس نے پوچھا: اس میں کیا (نشانی) ہے؟ میں نے کہا: اس میں دندانا ہے، جو جنگِ بدر میں پڑ گیا تھا، اس نے کہا: صحیح کہا، ان تلواروں میں دندانے پڑ گئے ہیں بڑے لشکروں سے ٹکرانے کی وجہ سے! پھر عبدالملک نے وہ تلوار عروہ کو دیدی، ہشام بن عروہ کہتے ہیں: پس ہم (ورثاء) نے آپس میں اس کی قیمت تین ہزار درہم لگائی، اور اس کو ہمارے بعض نے لیا (ہشام کے بھائی عثمان نے لیا تھا) اور میری تمنا تھی کہ میں اس کو لیتا۔

دوسری حدیث: حضرت عروہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار چاندی کا زیور پہنائی ہوئی تھی، اور ہشام کہتے ہیں: حضرت عروہؒ کی تلوار (بھی) چاندی کا زیور پہنائی ہوئی تھی۔

تشریح:

۱- یرموک شام کا ایک علاقہ ہے، وہاں مسلمانوں اور رومیوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں سن ۱۵ ہجری میں بڑی جنگ ہوئی ہے، جس میں چار ہزار مسلمان شہید ہوئے ہیں، اور ایک لاکھ سے زیادہ رومی مارے گئے ہیں، اور چالیس ہزار قید کئے گئے ہیں، اس جنگ میں ایک سو بدری صحابہ شریک تھے۔

۲- حجاج نے مکہ میں عبدالملک بن مروان کی حکومت کے زمانہ میں حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کیا، پھر حجاج نے حضرت عبداللہؓ کی تمام چیزیں عبدالملک کے پاس بھیجیں، ان میں ان کی تلوار بھی تھی، پھر عروہؒ عبدالملک سے ملنے کے لئے شام گئے، اس وقت اس نے پوچھا: تم زبیرؓ کی تلوار کو پہچانتے ہو؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی یہ تلوار حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھی، اور الفَلُّ کے معنی ہیں: دندانا، جمع فُلُوْلٌ، فَلَّ السَّيْفُ: تلوار میں دندانے پڑ جانا، دھار خراب ہو جانا، اور نابغہ ذُبیانی کا مشہور شعر ہے:

وَلَاعَيْبَ فِيْهِمْ غَيْرَ أَنَّ سُيُوْفَهُمْ ۞ بِهِنَّ فُلُوْلٌ مِنْ قِرَاعِ الْكِتَائِبِ

ترجمہ: ممدوح قبیلہ کے لوگوں میں کوئی عیب نہیں اس کے علاوہ کہ ان کی تلواروں میں لشکروں سے ٹکرانے کی وجہ سے

دندانے پڑ گئے ہیں، عبدالملک نے اس شعر کا دوسرا مصرع پڑھا ہے، جس میں حضرت زبیرؓ کی بہادری کی طرف اشارہ ہے۔

[۳۹۷۵-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ: أَنَّ أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالُوْا لِلزُّبَيْرِ يَوْمَ الْيَرْمُوْكِ: أَلَا تَشُدُّ فَنَشُدَّ مَعَكَ؟ فَقَالَ: إِنِّيْ إِنْ شَدَدْتُ كَذَّبْتُمْ، فَقَالُوْا: لَانَفْعَلُ، فَحَمَلَ عَلَيْهِمْ حَتّٰى شَقَّ صُفُوْفَهُمْ، فَجَاوَزَهُمْ وَمَا مَعَهُ أَحَدٌ، ثُمَّ رَجَعَ مُقْبِلاً، فَأَخَذُوْا بِلِجَامِهِ، فَضَرَبُوْهُ ضَرْبَتَيْنِ عَلٰى عَاتِقِهِ، بَيْنَهُمَا ضَرْبَةٌ ضُرِبَهَا يَوْمَ بَدْرٍ، قَالَ عُرْوَةُ: كُنْتُ أُدْخِلُ أَصَابِعِيْ فِيْ تِلْكَ الضَّرَبَاتِ أَلْعَبُ وَأَنَا صَغِيْرٌ، قَالَ عُرْوَةُ: وَكَانَ مَعَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ يَوْمَئِذٍ وَهُوَ ابْنُ عَشْرِ سِنِيْنَ، فَحَمَلَهُ عَلٰى فَرَسٍ وَوَكَّلَ بِهِ رَجُلاً. [راجع: ۳۷۲۱]

ترجمہ: حضرت عروہؒ بیان کرتے ہیں: جنگِ یرموک میں صحابہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ حملہ نہیں کرتے کہ ہم آپ کے ساتھ حملہ کریں؟ حضرت زبیرؓ نے کہا: اگر میں حملہ کروں گا تو تم جھٹلاؤ گے، یعنی میرا ساتھ نہیں دو گے، صحابہ نے کہا: ہم ایسا نہیں کریں گے، پس حضرت زبیرؓ نے رومیوں پر حملہ کیا، یہاں تک کہ ان کی صفیں چیر کر ان سے آگے نکل گئے جب کہ آپ کے ساتھ کوئی نہیں تھا، پھر واپس لوٹے تو رومیوں نے آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور ان کے شانے پر دو چوٹیں ماریں، ان کے درمیان وہ چوٹ تھی جو آپ کو جنگِ بدر میں ماری گئی تھی (یہ ابن المبارکؒ کی روایت ہے) عروہؒ کہتے ہیں: میں ان چوٹوں میں اپنی انگلیاں داخل کر کے کھیلا کرتا تھا، جبکہ میں بچہ تھا۔ عروہ کہتے ہیں: جنگِ یرموک میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ عبداللہ بن الزبیرؓ بھی تھے، اس وقت ان کی عمر دس سال تھی (کسر چھوڑ دی، عمر بارہ سال تھی) حضرت زبیرؓ نے ان کو ایک گھوڑے پر بٹھایا اور ان کو ایک آدمی کے سپرد کیا (تا کہ وہ ان کو روکے رہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ابا کے ساتھ دشمن پر حملہ کر دیں)

تشریح: اس روایت میں اور گذشتہ روایت میں تعارض ہے، گذشتہ روایت میں تھا کہ دو چوٹیں بدر میں لگی تھیں، اور ایک چوٹ یرموک میں اور اس روایت میں ہے کہ شانے پر دو چوٹیں یرموک میں لگی تھیں، اور ایک چوٹ بدر میں، اس تعارض کا حل حاشیہ میں فتح الباری کے حوالہ سے ہے کہ پہلی روایت معمر کی ہے اور معمر کی ہشام سے روایت میں کلام ہے اور یہ ابن المبارکؒ کی روایت ہے اور وہ مضبوط راوی ہیں، اس لئے یہ صحیح ہے، علاوہ ازیں حاشیہ میں اور بھی حل ہیں۔

۵- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صنادید قریش کی لاشوں سے خطاب

معرکہ بدر مشرکین کی شکست فاش اور مسلمانوں کی فتح مبین پر ختم ہوا، اس میں چودہ مسلمان شہید ہوئے، چھ مہاجرین اور آٹھ انصار، اور مشرکین کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا، ان کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر قید ہو گئے، ان میں سے اکثر قائد، سردار اور سر برآوردہ لوگ تھے۔

جنگ کے خاتمہ کے بعد نبی ﷺ نے مقتولین کے پاس کھڑے ہوکر فرمایا: ''تم لوگ اپنے نبی کے لئے بڑا کنبہ اور قبیلہ تھے، مگر تم نے مجھے جھٹلایا، جب کہ اوروں نے میری تصدیق کی، تم نے مجھے بے یار ومددگار چھوڑ دیا، جب کہ دوسروں نے میری تائید کی، تم نے مجھے مکہ سے نکال دیا جب کہ اوروں نے مجھے پناہ دی'' اس کے بعد آپ ؐ نے حکم دیا اور انہیں گھسیٹ کر بدر کے ایک کنویں میں ڈال دیا گیا۔ باب میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ کے حکم سے بدر کے دن قریش کے چوبیس بڑے سرداروں کی لاشیں ایک گندے خبیث کنویں میں پھینک دی گئیں، آپ ؐ کا دستور تھا کہ آپ ؐ جب کسی قوم پر فتح یاب ہوتے تو تین دن میدان جنگ میں قیام فرماتے، چنانچہ جب بدر میں تیسرا دن آیا تو آپ ؐ کے حکم سے آپ ؐ کی سواری پر کجاوہ کسا گیا، اور آپ ؐ چلے، صحابہ بھی ساتھ چلے، یہاں تک کہ آپ ؐ کنویں پر پہنچے، اور لاشوں کو نام بہ نام پکار کر کہا: کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی؟ ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا اس کو ہم نے برحق پایا، پس کیا تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا اسے تم نے برحق پایا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ؐ کیا بات کرتے ہیں ایسے جسموں سے جن میں روح نہیں ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم لوگ اس کو ان لوگوں سے زیادہ نہیں سن رہے ہو، اور ایک روایت میں ہے کہ تم لوگ ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو، مگر یہ لوگ جواب نہیں دے سکتے۔

[٣٩٧٦-] حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، سَمِعَ رَوْحَ بْنَ عُبَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ أَبِیْ عَرُوْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: ذَكَرَ لَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، عَنْ أَبِیْ طَلْحَةَ، أَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم أَمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ بِأَرْبَعَةٍ وَعِشْرِيْنَ رَجُلاً مِنْ صَنَادِيْدِ قُرَيْشٍ، فَقُذِفُوْا فِیْ طَوِیٍّ مِنْ أَطْوَاءِ بَدْرٍ خَبِيْثٍ مُخْبِثٍ، وَكَانَ إِذَا ظَهَرَ عَلٰى قَوْمٍ أَقَامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلاَثَ لَيَالٍ، فَلَمَّا كَانَ بِبَدْرٍ الْيَوْمُ الثَّالِثُ، أَمَرَ بِرَاحِلَتِهِ، فَشُدَّ عَلَيْهَا رَحْلُهَا، ثُمَّ مَشَى وَاتَّبَعَهُ أَصْحَابُهُ، وَقَالُوْا: مَا نُرَى يَنْطَلِقُ إِلَّا لِبَعْضِ حَاجَتِهِ، حَتَّى قَامَ عَلٰى شَفَةِ الرَّكِیِّ، فَجَعَلَ يُنَادِيْهِمْ بِأَسْمَائِهِمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِهِمْ: '' يَافُلاَنُ بْنَ فُلاَنٍ، وَيَا فُلاَنُ بْنَ فُلاَنٍ، أَيَسُرُّكُمْ أَنَّكُمْ أَطَعْتُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ؟ فَإِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا، فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟'' قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا تُكَلِّمُ مِنْ أَجْسَادٍ لاَ أَرْوَاحَ لَهَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم: '' وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُوْلُ مِنْهُمْ'' قَالَ قَتَادَةُ: أَحْيَاهُمُ اللّٰهُ حَتَّى أَسْمَعَهُمْ قَوْلَهُ تَوْبِيْخًا وَتَصْغِيْرًا وَنِقْمَةً وَحَسْرَةً وَنَدَمًا. [راجع: ٣٠٦٥]

لغات: صَنادید: صِنْدِیْد بروزن عفریت کی جمع، جس کے معنی ہیں: بہادر سردار......... الطَّوِیُّ وَالْمَطْوِیُّ: مندار کنواں، وہ کنواں جس کا پکا کنارہ بنا ہوا ہو، جمع أَطْواء...... خَبِیْث: طَیِّب کی ضد: گندہ.......... مُخْبِث: خبیث میں مبالغہ:

نہایت گندہ جس نے اپنے اندر گندگی کو لے رکھا ہو.......... عَرصة: میدان.......... ثُمَّ مَشَی: پھر آپؐ اونٹ پر سوار ہو کر چلے.......... الرَّكِيُّ: کچا کنواں جس کی من نہ ہو، پہلے اس کو طَوِیٌّ کہا تھا یعنی من دار کنواں، اب رَكِيٌّ کہا یعنی کچا کنواں، اصل یہ ہے کہ اس کی پکی من بنی ہوئی تھی، مگر عرصہ گذر جانے کی وجہ سے وہ من باقی نہیں رہی تھی اور کچے کنویں جیسا ہو گیا تھا .... حدیث کے آخر میں قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا، یہاں تک کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی بات سنائی، جھڑکی کے طور پر، ذلیل کرنے کے طور پر، سزا کے طور پر، پچھتاوے کے طور پر، اور پشیمانی کے طور پر، اس قول کا تعلق سماع موتی کے مسئلہ سے ہے۔

سماعِ موتی کا مسئلہ:

سماع موتی کے مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد سے اختلاف چلا آ رہا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سماع کے قائل تھے اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نفی کرتی تھیں، جو حضرات سماع کے قائل تھے ان کی دلیل سورۂ آلِ عمران کی آیات ۱۶۹ و ۱۷۰ تھیں، ان میں ہے کہ شہداء حیات ہیں اور ہر زندہ سنتا ہے اور بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ جب لوگ مردہ کو دفن کر کے لوٹتے ہیں تو مردہ لوٹنے والوں کی چپلوں کی آواز سنتا ہے (بخاری ۱: ۱۷۸ کتاب الجنائز) اور جنگِ بدر کے موقع پر نبی ﷺ نے چوبیس کفار کی لاشوں کو ایک گندے کنویں میں ڈلوایا تھا پھر ان سے خطاب فرمایا تھا (بخاری ۱: ۱۸۳ کتاب الجنائز) اور قبرستان جانے پر مردوں کو سلام کرنے کا حکم ہے (ترمذی ۱: ۲۰۳ أبواب الجنائز) یہ سب روایات سماع موتی پر دال ہیں، اور جو لوگ سماع کا انکار کرتے ہیں، ان کی دلیل ﴿إِنَّكَ لاَ تُسْمِعُ الْمُوْتٰى﴾ اور ﴿وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِيْ الْقُبُوْرِ﴾ ہے، اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ نے دونوں فریق کے دلائل کو جمع کیا ہے، فرمایا: اسماع (سنانا) تو ممکن نہیں البتہ سماع (سننا) ممکن ہے، حضرت قدس سرہ نے جمالِ قاسمی میں اس مسئلہ پر بحث کی ہے، وہاں پہلی بات یہ فرمائی ہے کہ یہ امر قدیم سے مختلف فیہ ہے اور دوسری بات یہ کہی ہے کہ یہ مسئلہ ضروریات دین اور عقائد ضروریہ میں سے نہیں ہے، پس اس کی قرار واقعی تنقیح تو موت کے بعد ہی ہوگی اگر مرنے کے بعد ہم نے دوسروں کا سلام و پیام سن لیا تو سماع ثابت، اور نہیں سنا تو عدم سماع متحقق! اور تیسری بات یہ لکھی ہے کہ دونوں جانب اکابر ہیں اس لئے بالکل ایک طرف کا ہو کر نہیں رہنا چاہئے، اہل اسلام کے لئے ضروری ہے کہ ایسے مسائل میں خواہ مخواہ ایسے پکے ہو کر نہ بیٹھ جائیں کہ دوسری طرف کو بالکل باطل سمجھ لیں۔ پھر فرمایا کہ سمع اموات حد اسماع سے تو پرے ہے یعنی مردوں کو سنانا تو ممکن نہیں، مگر استماع اموات ممکن ہے چنانچہ قرآن میں ﴿إِنَّكَ لاَ تُسْمِعُ الْمُوْتٰى﴾ آیا ہے، یعنی اسماع کی نفی کی ہے اور نبی ﷺ نے اس کے باوجود اہل قبور کا سلام مسنون کیا ہے، اگر استماع ممکن نہ ہوتا تو سلام اہل قبور ملحدوں کی زبان درازی کے لئے کافی تھا، پھر اس کی تفصیل کی ہے کہ اسماع ممکن نہیں ہے تو سماع

کیسے ممکن ہے؟ اس کو جمالِ قاسمی میں دیکھنا چاہئے۔

قریش نے اللہ کی نعمت کا انکار کیا اور اپنی قوم کو جہنم میں پہنچا دیا

سورہ ابراہیم آیات ۲۸و۲۹ ہیں: ''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے نعمتِ الٰہی کو کفر سے بدل لیا (اس سے کفار مکہ مراد ہیں) اور جنھوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں پہنچا دیا، وہ اس میں داخل ہونگے اور وہ رہنے کی بری جگہ ہے'' (اس میں اشارہ ہے کہ ان کا جہنم میں داخل ہونا ہمیشہ کے لئے ہوا)

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ کی یہی تفسیر مروی ہے، انھوں نے فرمایا کہ آیت کا مصداق بخدا کفارِ قریش ہیں اور عمرو بن دینار رحمہ اللہ نے مزید وضاحت کی کہ آیت کا مصداق کفار قریش ہیں، اور اللہ کی نعمت سے مراد نبی ﷺ ہیں اور ہلاکت کا گھر دوزخ ہے، صناد ید قریش نے جنگِ بدر میں اپنی قوم کو جہنم میں پہنچا دیا۔

[۳۹۷۷-] حدثنا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ﴿الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾ قَالَ: هُمْ وَاللّٰهِ كُفَّارُ قَرَيْشٍ، قَالَ عَمْرٌو: هُمْ قُرَيْشٌ، وَمُحَمَّدٌ صلى الله عليه وسلم نِعْمَةُ اللّٰهِ ﴿وَأَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ﴾ قَالَ: النَّارَ يَوْمَ بَدْرٍ. [انظر: ٤٧٠٠]

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا کا مصداق بخدا کفارِ قریش ہیں، عمرو بن دینارؒ نے مزید وضاحت کی کہ الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا کا مصداق قریش ہیں اور نِعْمَةُ اللّٰهِ کا مصداق محمد ﷺ ہیں، اور دَارَ الْبَوَار کا مصداق دوزخ ہے اور أَحَلُّوْا (اتارا انھوں نے) جنگِ بدر کے موقع پر ہوا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت ابن عمرؓ کی دو حدیثوں کی وضاحت کی

پہلی حدیث: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مرفوع روایت ہے: اَلْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهِ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ: میت اپنی قبر میں سزا دی جاتی ہے اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے، صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا، بلکہ فرمایا تھا: میت یقیناً سزا دی جاتی ہے اپنی کوتاہی اور اپنے گناہ کی وجہ سے درانحالیکہ اس کے گھر والے اس کو رو رہے ہیں، یعنی ایسے برے کو کیا رونا، جس پر قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

دوسری حدیث: ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ بدر کے کنویں پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: هَلْ وَجَدْتُمْ مَاوَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ کیا تم نے اپنے پروردگار کے وعدہ کو برحق پایا؟ پھر فرمایا: إِنَّهُمُ الْآنَ يَسْمَعُوْنَ مَا أَقُوْلُ لَهُمْ: وہ فی الحال سن رہے ہیں وہ باتیں جو میں ان سے کہہ رہا ہوں، صدیقہؓ نے فرمایا: نبی ﷺ نے يَسْمَعُوْنَ نہیں فرمایا تھا، بلکہ يَعْلَمُوْنَ فرمایا تھا، آپؐ نے فرمایا: إِنَّهُمُ الْآنَ لَيَعْلَمُوْنَ أَنَّ الَّذِيْ كُنْتُ أَقُوْلُ لَهُمْ هُوَ الْحَقُّ: وہ فی الحال جانتے ہیں کہ جو

بات میں ان سے کہا کرتا تھا وہ برحق تھا، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سورۃ النمل کی آیت ۸۰ اور سورۃ الفاطر کی آیت ۸۲ پڑھیں: ﴿إِنَّكَ لاَ تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾: بیشک آپؐ مردوں کو نہیں سنا سکتے، پھر سورۃ الفاطر کی آیت ۲۲ پڑھی۔

[۳۹۷۸-] حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ بْنُ إِسْمَاعِیْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِیْهِ، قَالَ: ذُكِرَ عِنْدَ عَائِشَةَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَفَعَ إِلٰى النَّبِیِّ صلى الله عليه وسلم:" إِنَّ الْمَیِّتَ یُعَذَّبُ فِیْ قَبْرِهٖ بِبُكَاءِ أَهْلِهٖ" فَقَالَتْ: إِنَّمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" إِنَّـهُ لَیُعَذَّبُ بِخَطِیْئَتِهٖ وَذَنْبِهٖ وَإِنَّ أَهْلَهُ لَیَبْكُوْنَ عَلَیْهِ الآنَ"[راجع: ۱۲۸۸]

[۳۹۷۹-] قَالَتْ: وَذٰلِكَ مِثْلُ قَوْلِهٖ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَامَ عَلَى الْقَلِیْبِ، وَفِیْهِ قَتْلٰى بَدْرٍ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ، فَقَالَ لَهُمْ مَا قَالَ:" إِنَّهُمْ لَیَسْمَعُوْنَ مَا أَقُوْلُ" وَإِنَّمَا قَالَ:" إِنَّهُمُ الآنَ لَیَعْلَمُوْنَ أَنَّ مَا كُنْتُ أَقُوْلُ لَهُمْ حَقٌّ" ثُمَّ قَرَأَتْ ﴿إِنَّكَ لاَتُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾[النمل: ۸۰ الروم ۵۲] ﴿وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ﴾[فاطر: ۲۲] یَقُوْلُ: حِیْنَ تَبَوَّؤُا مَقَاعِدَهُمْ مِنَ النَّارِ.[راجع: ۱۳۷۱]

[۳۹۸۰-] حَدَّثَنِیْ عُثْمَانُ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: وَقَفَ النَّبِیُّ صلى الله عليه وسلم عَلٰى قَلِیْبِ بَدْرٍ، فَقَالَ:" هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟" ثُمَّ قَالَ:" إِنَّهُمُ الآنَ یَسْمَعُوْنَ مَا أَقُوْلُ لَهُمْ"

[۳۹۸۱-] فَذُكِرَ لِعَائِشَةَ، فَقَالَتْ: إِنَّمَا قَالَ النَّبِیُّ صلى الله عليه وسلم:" إِنَّهُمُ الآنَ لَیَعْلَمُوْنَ أَنَّ الَّذِیْ كُنْتُ أَقُوْلُ لَهُمْ هُوَ الْحَقُّ" ثُمَّ قَرَأَتْ﴿ إِنَّكَ لاَ تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ حَتّٰى قَرَأَتِ الآیَةَ.

[راجع: ۱۳۷۰، ۱۳۷۱]

وضاحت: پہلی دونوں حدیثوں میں ایک ہی مضمون ہے، حوالہ دینے کے لئے ایک حدیث کو دو حدیثیں بنایا ہے اور ترجمہ واضح ہے اوپر کی تقریر سے سمجھ میں آجائے گا............**قوله: قالت: وذلك مثلُ قوله:** صدیقہؓ نے فرمایا: ابن عمرؓ کی یہ بات ان کی دوسری بات کی طرح ہے یعنی جس طرح عذابِ قبر کے مسئلہ میں ابن عمرؓ کی روایت میں مضمون بدل گیا ہے اسی طرح ان کی اس حدیث میں بھی مضمون بدل گیا ہے.........**قوله: یَقُوْلُ: حِیْنَ تَبَوَّؤُا مَقَاعِدَهُمْ مِنَ النَّارِ:** یہ حضرت عروہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور بعض نسخوں میں تَقُوْلُ ہے، پس یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے اور یہ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ کی شرح ہے، یعنی جب مشرکین قریش نے دوزخ میں اپنے ٹھکانے پکڑ لئے اور اپنی نشست گاہوں پر بیٹھ گئے یعنی قبروں میں پہنچ گئے تو اب آپؐ ان کو اپنی بات نہیں سنا سکتے.........**قوله: حَتّٰى قَرَأَتِ الآیَةَ:** یعنی صدیقہؓ نے سورۃ الفاطر کی آیت ۲۲ بھی پڑھی۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا

بدری صحابہ کی فضیلت

اس باب میں دو حدیثیں ہیں:

پہلی حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ربیع بنت النضرؓ جو حضرت حارثہ بن سُراقہ کی ماں ہیں بدر کی جنگ کے بعد نبی ﷺ کی خدمت میں آئیں اور کہا: اے اللہ کے نبی! مجھے حارثہ کا حال بتلایئے، حارثہ رضی اللہ عنہ بدر کی جنگ میں چشمہ پر پانی بھر رہے تھے کہ انجانا تیر آیا اور ان کے گلے میں لگا، جس سے وہ شہید ہو گئے، ان کی ماں نے کہا: اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی ورنہ میں رو رو کر خود کو ہلکان کرلوں گی، نبی ﷺ نے فرمایا: حارثہ کی ماں! جنت کوئی ایک باغ تھوڑئے ہے، جنت تو بہت سے باغات کا مجموعہ ہے اور تیرا لڑکا فردوس اعلیٰ (بہشت بریں) میں ہے (یہی فضیلت یعنی جنت کے سب سے اعلیٰ درجہ میں ہونا ہر بدری صحابی کی فضیلت ہے)

دوسری حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے اور ابو مرثدؓ اور زبیرؓ کو نبی ﷺ نے بھیجا اور ہم سب گھڑ سوار تھے، فرمایا: جاؤ، یہاں تک کہ روضہ خاخ پر پہنچو وہاں ایک غیر مسلم عورت ہے اس کے پاس مشرکین کے نام حاطبؓ کا خط ہے، پس پایا ہم نے اس عورت کو چل رہی تھی وہ اپنے اونٹ پر اسی جگہ جس کی نبی ﷺ نے نشاندہی کی تھی، ہم نے کہا: خط لا، اس نے کہا: ہمارے پاس کوئی خط نہیں، ہم نے اس کا اونٹ بٹھایا اور تلاشی لی، ہمیں کوئی خط نہیں ملا، ہم نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ نے جھوٹ نہیں کہا، ضرور خط نکال یا ہم تیرے کپڑے اتاریں گے، پس جب اس نے سنجیدگی دیکھی تو اس نے اپنی کمر کا ارادہ کیا اور وہ چادر سے کمر باندھے ہوئے تھی، پس اس نے خط نکالا، ہم اس کو لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! حاطبؓ نے اللہ، اس کے رسول اور مؤمنین کے ساتھ خیانت کی ہے، پس مجھے اجازت دیجئے میں اس کی گردن ماردوں، نبی ﷺ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کس چیز نے ابھارا تجھے اس کام پر، جو تو نے کیا؟ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: بخدا! نہیں ہے میرے پاس یہ بات کہ میں ایمان نہیں رکھتا اللہ اور اس کے رسول پر (بلکہ) چاہا میں نے کہ ہو میرے لئے قوم کے پاس احسان، ہٹائیں اللہ تعالیٰ اس احسان کے ذریعہ میرے گھر والوں سے اور میرے مال سے، اور آپؐ کے صحابہ میں سے کوئی نہیں، مگر اس کے لئے وہاں (مکہ میں) اس کے خاندان والے ہیں، جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ہٹائیں گے اس کے گھر والوں سے اور اس کے مال سے، پس نبی ﷺ نے فرمایا: حاطبؓ نے سچ کہا، اور تم ان کے حق میں خیر کے علاوہ کوئی بات نہ کہو، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (دوبارہ) عرض کیا: حاطبؓ نے اللہ، اس کے رسول اور مؤمنین کے ساتھ یقیناً خیانت کی ہے، پس مجھے اجازت دیجئے میں اس کی گردن ماردوں، نبی ﷺ نے فرمایا: کیا وہ بدری صحابی نہیں؟ پھر فرمایا: شاید اللہ تعالیٰ بدریوں کے احوال

سے واقف ہو گئے جو فرمایا کہ تم جو چاہو کرو یقیناً تمہارے لئے جنت ثابت ہو گئی، یا فرمایا: یقیناً میں نے تمہاری بخشش کر دی، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور انھوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں!

[۹-] بَابُ فَضْلِ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا

[۳۹۸۲-] حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، عَنْ حُمَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا، يَقُوْلُ: أُصِيْبَ حَارِثَةُ يَوْمَ بَدْرٍ وَهُوَ غُلَامٌ، فَجَاءَ تْ أُمُّهُ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَدْ عَرَفْتَ مَنْزِلَةَ حَارِثَةَ مِنِّيْ، فَإِنْ يَكُ فِي الْجَنَّةِ أَصْبِرُ وَأَحْتَسِبُ، وَإِنْ تَكُ الْأُخْرَى تَرَى مَا أَصْنَعُ؟ فَقَالَ:" وَيْحَكِ! أَوْ: هُبِلْتِ! أَوَجَنَّةٌ وَاحِدَةٌ هِيَ؟ إِنَّهَا جِنَانٌ كَثِيْرَةٌ، وَإِنَّهُ فِيْ جَنَّةِ الْفِرْدُوْسِ"[راجع: ۲۸۰۹]

[۳۹۸۳-] حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيْسَ، قَالَ: سَمِعْتُ حُصَيْنَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَأَبَا مَرْثَدٍ وَالزُّبَيْرَ وَكُلُّنَا فَارِسٌ، قَالَ: انْطَلِقُوْا حَتَّى تَأْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ، فَإِنَّ بِهَا امْرَأَةً مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مَعَهَا كِتَابٌ مِنْ حَاطِبٍ إِلَى الْمُشْرِكِيْنَ، فَأَدْرَكْنَاهَا تَسِيْرُ عَلٰى بَعِيْرٍ لَهَا حَيْثُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقُلْنَا: الْكِتَابَ، فَقَالَتْ: مَامَعَنَا كِتَابٌ، فَأَنَخْنَاهَا فَالْتَمَسْنَا فَلَمْ نَرَ كِتَابًا، فَقُلْنَا: مَا كَذَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، لَتُخْرِجَنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُجَرِّدَنَّكِ، فَلَمَّا رَأَتِ الْجِدَّ أَهْوَتْ إِلٰى حُجْزَتِهَا، وَهِيَ مُحْتَجِزَةٌ بِكِسَاءٍ، فَأَخْرَجَتْهُ، فَانْطَلَقْنَا بِهَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَدْ خَانَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالْمُؤْمِنِيْنَ فَدَعْنِيْ فَلْأَضْرِبْ عُنُقَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا صَنَعْتَ؟" قَالَ حَاطِبٌ: وَاللّٰهِ مَا بِيْ أَنْ لاَ أَكُوْنَ مُؤْمِنًا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ، أَرَدْتُ أَنْ يَكُوْنَ لِيْ عِنْدَ الْقَوْمِ يَدٌ يَدْفَعُ اللّٰهُ بِهَا عَنْ أَهْلِيْ وَمَالِيْ، وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِكَ إِلَّا لَهُ هُنَاكَ مِنْ عَشِيْرَتِهِ مَنْ يَدْفَعُ اللّٰهُ بِهِ عَنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "صَدَقَ! وَلَا تَقُوْلُوْا لَهُ إِلَّا خَيْرًا" فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّهُ قَدْ خَانَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالْمُؤْمِنِيْنَ فَدَعْنِيْ فَلْأَضْرِبْ عُنُقَهُ، فَقَالَ: "أَلَيْسَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلٰى أَهْلِ بَدْرٍ؟ فَقَالَ: اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ، أَوْ: فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ" فَدَمَعَتْ عَيْنَا عُمَرَ وَقَالَ: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ![راجع: ۳۰۰۷]

لغات: وَيْحَكِ: بہت خوب! وَيْحٌ: کلمۂ ترحم و دردمندی......... یا فرمایا: هُبِلْتِ: تیری عقل ماری گئی ہے! تجھے کیا ہو گیا! هَبِلَ (س) هَبَلاً: بے عقل و بے شعور ہونا، هُبِلْت: فعل مجہول ہے۔

دوسری حدیث پہلے (حدیث ۳۰۰۵) آئی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرات علی، زبیر اور مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور یہاں بجائے حضرت مقدادؓ کے ابومرثد غنویؓ کا نام ہے: یہ واقعہ کے متعلقات کا اختلاف ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ چاروں کو بھیجا ہو............ حُجْزَة: کمر بند باندھنے کی جگہ، مُحْتَجِزَة: کمر باندھے ہوئے، اِحْتَزَجَ الرَّجُلُ بِإِزَارِهِ: آدمی نے کمر میں اپنی لنگی باندھی............اور پہلے آیا تھا کہ جاسوس عورت نے خط اپنی چوٹی سے نکالا تھا، اور دونوں کو اس طرح جمع کیا گیا ہے کہ اس نے چوٹی میں خط رکھ کر کمر بند کے نیچے گھسایا تھا۔

بَابٌ

بدر کے کچھ واقعات اور بدری صحابی کا تذکرہ

۱- جب دشمن نزدیک آجائے تب تیر چلائیں تاکہ تیر ضائع نہ ہوں

حدیث: بدر کے دن نبی ﷺ نے فوج کو ہدایت دی کہ جب دشمن قریب آجائے تب تیر چلائیں، اور اپنے تیروں کو باقی رکھیں۔

تشریح: أَكْثَبَ الشيئُ: قریب ہونا، أَكْثَبُوْكُمْ: وہ تم سے قریب آجائیں، دوسری حدیث میں کسی راوی نے كَثَرُوْكُمْ تفسیر کی ہے، كَثَرَهُ (ن) كَثْرًا: تعداد بڑھ جانا، جب لوگ قریب آئیں گے تو اکھٹا ہونگے اور تعداد بڑھ جائے گی، یہ کسی راوی نے أَكْثَبَ کی تفسیر کی ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ معنی اہل لغت نہیں جانتے اور ابوداؤد میں غَشُوْكُمْ ہے یعنی تم پر چھاجائیں، یہی تفسیر صحیح ہے، اور حدیث کے دونوں جملوں میں ربط ہے، دشمن دور ہو اور تیر چلایا جائے تو تیر ضائع ہوسکتا ہے اور دشمن قریب آجائے اور وہ اکھٹے ہوجائیں تو ان شاء اللہ کوئی تیر ضائع نہیں ہوگا، اس لئے فرمایا کہ اپنے تیروں کو باقی رکھنا ضائع مت کرنا، جب دشمن نزدیک آجائے تبھی تیر چلانا۔

[۱۰-] بَابٌ

[۳۹۸٤-] حَدَّثَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِىُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أَحْمَدَ الزُّبَيْرِىُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْغَسِيْلِ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِىْ أُسَيْدٍ، وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْمُنْذِرِ بْنِ أَبِىْ أُسَيْدٍ، عَنْ أَبِىْ أُسَيْدٍ، قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ بَدْرٍ: "إِذَا أَكْثَبُوْكُمْ فَارْمُوْهُمْ، وَاسْتَبْقُوْا نَبْلَكُمْ"

[راجع: ۲۹۰۰]

[۳۹۸۵-] حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أَحْمَدَ الزُّبَيْرِىُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْغَسِيْلِ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِىْ أُسَيْدٍ، وَالْمُنْذِرِ بْنِ أَبِىْ أُسَيْدٍ، عَنْ أَبِىْ أُسَيْدٍ، قَالَ: قَالَ لَنَا

رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ بَدْرٍ: إِذَا أَكْثَبُوْكُمْ يَعْنِيْ: كَثَرُوْكُمْ، فَارْمُوْهُمْ وَاسْتَبْقُوْا نَبْلَكُمْ"
[راجع: ۲۹۰۰]

۲-جنگِ احد میں ابوسفیان نے اعلان کیا کہ یہ بدر کے دن کا بدلہ ہے

حدیث: حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے جنگِ احد میں تیر اندازوں پر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا، پس دشمن نے ہمارے ستر آدمی شہید کئے اور نبی ﷺ اور آپؐ کے صحابہ نے جنگِ بدر میں مشرکین کے ایک سو چالیس آدمی پائے تھے، ستر کو قید کیا تھا اور ستر کو قتل کیا تھا، پس ابوسفیان نے جو مشرکین کا کمانڈر انچیف تھا ختم جنگ پر کہا: آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے (یہاں باب ہے) اور جنگ کنویں کا ڈول ہے یعنی بدر کی کامیابی پر غرّانا نہیں! دیکھو آج ہم کامیاب ہوگئے، جنگ کنویں کا ڈول ہوتی ہے، وہ حق و باطل کی بنیاد نہیں ہوتی۔

[۳۹۸۶-] حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ ابْنَ عَازِبٍ، قَالَ: جَعَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلَى الرُّمَاةِ يَوْمَ أُحُدٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَيْرٍ، فَأَصَابُوْا مِنَّا سَبْعِيْنَ، وَكَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَأَصْحَابُهُ أَصَابَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ يَوْمَ بَدْرٍ أَرْبَعِيْنَ وَمِائَةً، سَبْعِيْنَ أَسِيْرًا وَسَبْعِيْنَ قَتِيْلاً، قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ، وَالْحَرْبُ سِجَالٌ. [راجع: ۳۰۳۹]

۳-سچا عہد کرنے والے صحابہ کو ان کے سچ کا صلہ بدر کے بعد احد میں ملا

سورۃ الاحزاب آیت ۲۳ ہے: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ، فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ، وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلاً﴾: مؤمنین میں سے کچھ مرد ایسے ہیں کہ انھوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں وہ سچے اترے، پھر بعضے تو ان میں سے وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے، اور بعضے ان میں مشتاق ہیں اور انھوں نے ذرا تغیر وتبدل نہیں کیا۔

تفسیر: صحابہ کی دو قسمیں تھیں، بعض نے تو عہد ہی نہیں کیا تھا، وہ بلا عہد ہی ثابت قدم رہے اور بعض نے عہد کیا تھا، جیسے حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی، یہ حضرات غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوسکے تھے ان کو اس کا افسوس تھا اور انھوں نے عہد کیا تھا کہ اب اگر کوئی موقع آئے گا تو اس میں ان کی جان توڑ کوششیں دیکھ لی جائیں گی، وہ منہ نہیں موڑیں گے اگرچہ مارے جائیں، پس بدر میں جو شہید ہوئے اور جو زندہ رہے، سب اس آیت کا مصداق ہیں، پھر جنگِ احد میں جو حضرات شہید ہوئے اور جو حضرات زندہ رہے وہ سب بھی اس آیت کا مصداق ہیں۔

اور حدیث بخاری شریف میں پانچ جگہ آئی ہے، پہلے بھی (حدیث ۳۶۲۲) گذری ہے اور آگے تین جگہ آئے گی، مگر سب

جگہ مختصر ہے، تفصیل سے حدیث مسلم شریف (حدیث ۲۲۷۲) میں ہے، نبی ﷺ نے جنگِ احد سے پہلے ایک خواب دیکھا ،اس میں چار منظر تھے: (۱) آپؐ کے ہاتھ میں ذوالفقار تلوار تھی آپؐ نے اس کو ہلایا تو اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا، نبی ﷺ کو خواب میں یہ بات ناگوار معلوم ہوئی۔ (۲) پھر آپؐ سے کہا گیا: یارسول اللہ! دوبارہ تلوار ہلائیں، پس وہ پہلے سے اچھی ہوگئی۔ (۳) آپؐ نے اسی خواب میں ایک گائے دیکھی جو ذبح کی جارہی تھی۔ (۴) اس وقت زبان مبارک سے واللہ خیر نکلا یعنی اللہ بہتر ہیں۔

تعبیر: پہلے منظر کی تعبیر وہ شکست تھی جو جنگِ احد کے شروع میں پیش آئی، اور دوسرے منظر کی تعبیر وہ کامیابی تھی جو بعد میں حاصل ہوئی، مسلمان میدان سے منتشر ہوگئے، پھر اکٹھا ہوگئے، اور جم کر لڑے، اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی، اور تیسرے منظر کی تعبیر وہ ستر صحابہ تھے، جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے، اس وقت زبانِ مبارک سے واللہ خیر نکلا، اس کی تعبیر وہ بھلائی تھی جس سے اللہ تعالیٰ نے جنگِ احد میں ہمکنار کیا، یعنی سچ کا صلہ تھا جو جنگِ بدر کے بعد اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو جنگِ احد میں عطا فرمایا۔

[۳۹۸۷-] حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ جَدِّهِ أَبِیْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِیْ مُوْسَى، أَرَاهُ عَنِ النَّبِیِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " وَإِذَا الْخَيْرُ مَاجَاءَ اللّٰهُ بِهِ مِنَ الْخَيْرِ بَعْدُ، وَثَوَابُ الصِّدْقِ الَّذِیْ آتَانَا اللّٰهُ بَعْدَ يَوْمِ بَدْرٍ "[راجع: ۳۶۲۲]

ترجمہ: ابو بردہ اپنے والد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ان کے پوتے بُرید کہتے ہیں: میرے گمان میں یہ حدیث مرفوع ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: اور اچانک خیر وہ بھلائی ہے جس کو اللہ تعالیٰ لائے جنگِ بدر کے بعد اور سچ کا صلہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بدر کی جنگ کے بعد ہمیں عطا فرمایا (اس حدیث میں صرف چوتھے منظر کی تعبیر ہے)

۴-غزوۂ بدر میں دو جوانوں کا کارنامہ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں جنگِ بدر کے دن صف میں کھڑا تھا، اچانک مڑا تو میری دائیں جانب اور میری بائیں جانب دو نوعمر لڑکے تھے، میں گویا ان کی موجودگی سے مطمئن نہیں ہوا، یعنی سوچا کہ آڑے وقت یہ دونوں میری کیا مدد کریں گے؟ پس اچانک ایک نے اپنے ساتھی سے چھپا کر مجھ سے کہا: چچا جان! مجھے ابوجہل کو دکھلا دیجئے، میں نے کہا: بھتیجے! تم اس کا کیا کروگے؟ اس نے کہا: میں نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ اگر میں نے اس کو دیکھ لیا تو اس کو قتل کردوں گا یا اس سے پہلے مرجاؤں گا، پھر مجھ سے دوسرے نے اپنے ساتھی سے چھپا کر یہی بات کہی، پس مجھے خوشی نہیں رہی کہ ان دونوں کے علاوہ دو آدمیوں کے درمیان ہوتا (پھر میں نے دیکھا کہ ابوجہل لوگوں کے درمیان چکر لگارہا ہے) میں نے دونوں کو اس کی طرف اشارہ کیا (کہ تم دونوں کا شکار جس کے بارے میں تم پوچھ رہے تھے وہ رہا) پس دونوں

نے اس پر حملہ کیا دو بازوں کی طرح یہاں تک کہ دونوں نے اس کو مار گرایا، اور وہ دونوں عفراءؓ کے دولڑکے (معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما) تھے۔ (یہ واقعہ تفصیل سے پہلے (تحفۃ القاری ۶:۴۲۷ میں) گذر چکا ہے)

[۳۹۸۸-] حَدَّثَنِیْ یَعْقُوْبُ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِیْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ عَوْفٍ: إِنِّیْ لَفِی الصَّفِّ یَوْمَ بَدْرٍ، إِذْ الْتَفَتُّ فَإِذَا عَنْ یَمِیْنِیْ وَعَنْ یَسَارِیْ فَتَیَانِ حَدِیْثَا السِّنِّ، فَكَأَنِّیْ لَمْ آمَنْ بِمَكَانِهِمَا، إِذْ قَالَ لِیْ أَحَدُهُمَا سِرًّا مِنْ صَاحِبِهِ: یَا عَمِّ! أَرِنِیْ أَبَا جَهْلٍ، فَقُلْتُ: یَا ابْنَ أَخِیْ! وَمَا تَصْنَعُ بِهِ؟ قَالَ: عَاهَدْتُ اللّٰهَ إِنْ رَأَیْتُهُ أَنْ أَقْتُلَهُ أَوْ أَمُوْتَ دُوْنَهُ، فَقَالَ لِیْ الآخَرُ سِرًّا مِنْ صَاحِبِهِ مِثْلَهُ، قَالَ: فَمَا سَرَّنِیْ أَنِّیْ بَیْنَ رَجُلَیْنِ مَكَانَهُمَا، فَأَشَرْتُ لَهُمَا إِلَیْهِ، فَشَدَّا عَلَیْهِ مِثْلَ الصَّقْرَیْنِ حَتَّی ضَرَبَاهُ، وَهُمَا ابْنَا عَفْرَاءَ. [راجع: ۳۱۴۱]

۵- حضرت خُبیب انصاری اور حضرت عاصم انصاری رضی اللہ عنہما بدری صحابی ہیں

[۳۹۸۹-] حدثنا مُوْسَی بْنُ إِسْمَاعِیْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِیْمُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِیْ عُمَرُ بْنُ أَسِیْدِ بْنِ جَارِیَةَ الثَّقَفِیُّ حَلِیْفُ بَنِیْ زُهْرَةَ- وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِیْ هُرَیْرَةَ- عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم عَشَرَةً عَیْنًا، وَأَمَّرَ عَلَیْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الأَنْصَارِیَّ، جَدَّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، حَتَّی إِذَا كَانُوْا بِالْهَدَّةِ بَیْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوْا لِحَیٍّ مِنْ هُذَیْلٍ یُقَالُ لَهُمْ: بَنُوْ لِحْیَانَ، فَنَفَرُوْا لَهُمْ بِقَرِیْبٍ مِنْ مِائَةِ رَجُلٍ رَامٍ، فَاقْتَصُّوْا آثَارَهُمْ حَتَّی وَجَدُوْا مَأْكَلَهُمُ التَّمْرَ فِیْ مَنْزِلٍ نَزَلُوْهُ، فَقَالُوْا: تَمْرُ یَثْرِبَ، فَاتَّبَعُوْا آثَارَهُمْ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے دس آدمیوں کو جاسوسی کے لئے بھیجا، یعنی قبیلہ کی تعلیم کے ساتھ مکہ والوں پر نظر رکھنا بھی ان کی ذمہ داری تھی، اور ان پر عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو جو عاصم بن عمر بن الخطاب کے نانا ہیں: امیر مقرر کیا، جب وہ لوگ ھَدَّۃ مقام میں پہنچے جو عُسفان اور مکہ کے درمیان ہے تو وہ ذکر کئے گئے ہُذیل کے ایک قبیلہ کے لئے، جن کو بنولحیان کہا جاتا تھا، پس ان کے لئے کھڑے ہوئے تقریباً دوسو آدمی جو سب تیرانداز تھے، انھوں نے ان کے نشاناتِ قدم کا پیچھا کیا، یہاں تک کہ انھوں نے ان کے کھانے کی کھجوریں پائیں ایک منزل میں جہاں وہ اترے تھے، انھوں نے کہا: یہ یثرت کی کھجوریں ہیں اور انھوں نے ان کے نشاناتِ قدم کا پیچھا کیا۔

لغات: اِقْتَصَّ فُلَانًا: کسی کا پیچھا کرنا .... الْمَأْكِل: کھائی جانے والی چیز، جمع مَآکل .... نفَرَ اور نفْرٌ: اٹھ کھڑا ہونا۔

فَلَمَّا حَسَّ بِهِمْ عَاصِمٌ وَأَصْحَابُهُ لَجَأُوْا إِلٰى مَوْضِعٍ، فَأَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ، فَقَالُوْا لَهُمْ: انْزِلُوْا فَأَعْطُوْا بِأَيْدِيكُمْ، وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيْثَاقُ أَنْ لَا نَقْتُلَ مِنكُمْ أَحَدًا، فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ: أَيُّهَا الْقَوْمُ! أَمَّا أَنَا فَلَا أَنْزِلُ فِيْ ذِمَّةِ كَافِرٍ، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ صلى الله عليه وسلم، فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ، فَقَتَلُوْا عَاصِمًا، وَنَزَلَ إِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ عَلَى الْعَهْدِ وَالْمِيْثَاقِ، مِنْهُمْ: خُبَيْبٌ، وَزَيْدُ بْنُ الدَّثِنَةِ، وَرَجُلٌ آخَرُ، فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوْا مِنْهُمْ أَطْلَقُوْا أَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَرَبَطُوْهُمْ بِهَا، قَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ: هٰذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ، وَاللّٰهِ! لَا أَصْحَبُكُمْ، إِنَّ لِيْ بِهٰؤُلَاءِ أُسْوَةً، يُرِيْدُ الْقَتْلٰى، فَجَرَّرُوْهُ وَعَالَجُوْهُ فَأَبٰى أَنْ يَصْحَبَهُمْ، فَانْطُلِقَ بِخُبَيْبٍ وَزَيْدِ بْنِ الدَّثِنَةِ حَتّٰى بَاعُوْهُمَا بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ، فَابْتَاعَ بَنُو الْحَارِثِ بْنُ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ خُبَيْبًا، وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ، فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ أَسِيْرًا.

ترجمہ: پھر جب ان لوگوں کی عاصمؓ اوران کے ساتھیوں کو بھنک پڑی توانھوں نے ایک جگہ میں پناہ لی اوران لوگوں نے ان کوگھیر لیااوران سے کہا: نیچے اترو، ہمیں اپنے ہاتھ دیدو، تمہارے لئے عہدو پیمان ہے کہ ہم تم میں سے کسی کوقتل نہیں کریں گے، پس (سریہ کے امیر) حضرت عاصمؓ نے کہا: بخدا! میں نہیں اتروں گا آج کسی کافر کی پناہ میں، پھرانھوں نے دعا کی: اے اللہ! اپنے نبی ﷺ کو ہماری خبر کردیں پھران لوگوں نے ان کو تیر مارے اور عاصم رضی اللہ عنہ کوشہید کردیا (ان کے ساتھ اور بھی چھ آدمیوں کوشہید کیا) اوران کی طرف تین آدمی اترے عہدو پیمان کے ساتھ، ان میں حضرت خُبیب انصاریؓ اور زید بن الدثنہؓ اورایک اور آدمی تھے، پس جب قابو پالیا انھوں نے ان پر توانھوں نے اپنی کمانوں کی تانتیں کھولیں، اوران کو باندھا، پس تیسرے آدمی نے کہا: یہ پہلی بے وفائی ہے، بخدا! میں تمہارے ساتھ نہیں چلوں گا، میرے لئے ان لوگوں میں یقیناً اچھا نمونہ ہے وہ مراد لے رہے تھے شہداء کو، پس ان لوگوں نے ان کوگھسیٹا اورانھوں نے تدبیر کی کہ وہ ان کے ساتھ چلیں مگرانھوں نے انکار کیا، پس ان کوقتل کردیا، اورخُبیب اور ابن الدثنہ رضی اللہ عنہما کو لے کر چلے، یہاں تک کہ دونوں کومکہ میں بیچ دیا بدر کے واقعہ کے بعد، پس خُبیب رضی اللہ عنہ کوحارث بن عامر کے لڑکوں نے خریدا، خبیبؓ نے جنگ بدر میں حارث کو قتل کیا تھا، پس خبیبؓ ان کے پاس قید رہے۔

حَتّٰى أَجْمَعُوْا قَتْلَهُ، فَاسْتَعَارَ مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ مُوْسَى يَسْتَحِدُّ بِهَا، فَأَعَارَتْهُ، فَدَرَجَ بُنَيٌّ لَهَا وَهِيَ غَافِلَةٌ حَتّٰى أَتَاهُ، فَوَجَدَتْهُ مُجْلِسَهُ عَلٰى فَخِذِهِ وَالْمُوْسَى بِيَدِهِ، قَالَتْ: فَفَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ، فَقَالَ: أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذٰلِكَ، قَالَتْ: وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ أَسِيْرًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ، وَاللّٰهِ! لَقَدْ وَجَدْتُهُ يَوْمًا يَأْكُلُ قِطْفًا مِنْ عِنَبٍ فِيْ يَدِهِ، وَإِنَّهُ لَمُوْثَقٌ بِالْحَدِيْدِ، وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرَةٍ، وَكَانَتْ تَقُوْلُ: إِنَّهُ لَرِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ خُبَيْبًا.

فَلَمَّا خَرَجُوْا بِهِ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوْهُ فِي الْحِلِّ، قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ: دَعُوْنِيْ أُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ، فَتَرَكُوْهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ، فَقَالَ: وَاللّٰهِ لَوْلاَ أَنْ تَحْسِبُوْا أَنَّ مَابِيْ جَزَعٌ لَزِدْتُ، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا، وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا، وَلاَ تُبْقِ مِنْهُمْ أَحَدًا، ثُمَّ أَنْشَأَ يَقُوْلُ:

فَلَسْتُ أُبَالِيْ حِيْنَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا ❁ عَلٰى أَيِّ جَنْبٍ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِيْ

وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الإِلٰهِ، وإِنْ يَشَأْ ❁ يُبَارِكْ عَلٰى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ أَبُوْ سَرْوَعَةَ عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ، فَقَتَلَهُ، وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا الصَّلاَةَ، وَأُخْبِرَ أَصْحَابُهُ يَوْمَ أُصِيْبُوْا، وَبَعَثَ نَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلٰى عَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ حِيْنَ حُدِّثُوْا أَنَّهُ قُتِلَ أَنْ يُؤْتَوْا بِشَيْئٍ مِنْهُ يُعْرَفُ، وَكَانَ قَتَلَ رَجُلاً عَظِيْمًا مِنْ عُظَمَائِهِمْ، فَبَعَثَ اللّٰهُ لِعَاصِمٍ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُسُلِهِمْ، فَلَمْ يَقْدِرُوْا أَنْ يَقْطَعُوْا مِنْهُ شَيْئًا.[راجع: ۳۰۴۵]

ترجمہ: یہاں تک کہ جب ان لوگوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قتل کا پختہ ارادہ کیا، توانھوں نے حارث کی بیٹی سے استرہ عاریت مانگا، تاکہ اس سے زیرناف لیں، اس نے ان کو استرہ عاریت پر دیدیا، پس حارث کی بیٹی کا چھوٹا لڑکا حضرت خبیبؓ کی طرف چلا، درانحالیکہ وہ بے خبر تھی، یہاں تک کہ لڑکا ان کے پاس پہنچا، پس حارث کی بیٹی نے خبیبؓ کو پایا کہ وہ اس کو اپنی ران پر بٹھانے والے ہیں، اور استرہ ان کے ہاتھ میں ہے، حارث کی بیٹی کہتی ہے: میں سخت گھبرا گئی، جس کو خبیبؓ نے جان لیا، انھوں نے کہا: کیا تو ڈرتی ہے کہ میں اس کو قتل کردوں گا؟ میں یہ کام نہیں کرسکتا، حارث کی بیٹی کہتی ہے: بخدا! نہیں دیکھا میں نے کسی قیدی کو کبھی خبیبؓ سے بہتر، اور بخدا! میں نے ان کو ایک دن پایا کہ انگور کا خوشہ کھا رہے ہیں اور وہ لوہے میں بندھے ہوئے تھے، اور مکہ میں کوئی پھل نہیں تھا، حارث کی بیٹی کہا کرتی تھی: وہ اللہ کی طرف سے رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے خبیب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا (حارث کی یہ بیٹی بعد میں مسلمان ہوگئی تھی)

پس جب وہ حرم سے نکلے تاکہ حل میں خبیبؓ کو قتل کریں توان سے خبیبؓ نے کہا: مجھے موقع دو، میں دو رکعتیں پڑھوں، انھوں نے ان کو چھوڑ دیا، انھوں نے دو رکعتیں پڑھیں پھر کہا: اگر نہ ہوتی یہ بات کہ تم گمان کروگے کہ میں گھبرایا ہوا ہوں تو میں نماز لمبی کرتا، پھر انھوں نے دعا کی: اے اللہ! ان لوگوں کا گن کر احاطہ کرلے اور ان کو متفرق کرکے قتل کردے، اور ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ، یعنی سب کو سزا دے کوئی باقی نہ رہے، پھر انھوں نے دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

اور مجھے پرواہ نہیں جبکہ میں مسلمان شہید کیا جارہا ہوں ÷ کہ کونسی کروٹ پر ہے اللہ کے لئے میرا پچھڑنا۔

اور وہ شہید ہونا اللہ کے لئے ہے، اور اگر وہ چاہیں ÷ تو برکت فرمائیں جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کئے ہوئے اعضاء میں۔

پس ان کی طرف ابوسروعہ عتبۃ بن الحارث کھڑا ہوا اور اس نے ان کو قتل کیا، اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے نفلیں مسنون کیں ہر اس مسلمان کے لئے جو روک کر قتل کیا جائے، اور نبی ﷺ کے صحابہ واقعہ کی اطلاع دیئے گئے جس دن ان

پر حادثہ پڑا۔

اور قریش نے اپنے کچھ لوگوں کو عاصم رضی اللہ عنہ (کی لاش) کی طرف بھیجا جب وہ بیان کئے گئے کہ عاصمؓ مارے گئے، تا کہ وہ ان کے جسم کا کوئی ایسا حصہ لائیں جس سے وہ پہچانے جائیں (وہ سر لینے آئے تھے) اور عاصم رضی اللہ عنہ نے قریش کے بڑوں میں سے ایک کو قتل کیا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے عاصمؓ کی حفاظت کے لئے بھیج دیں سائبان کی طرح بھڑیں، جنھوں نے ان کی حفاظت کی قریش کے قاصدوں سے، پس نہیں قادر ہوئے وہ اس پر کہ کاٹیں ان کے جسم سے کچھ۔

اشعار کا مطلب: سنو! جب میں ایمان کے ساتھ شہید کیا جارہا ہوں تو مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ میں کس طرح مارا جارہا ہوں، کیونکہ میرا یہ شہید کیا جانا اللہ کے لئے ہے، مگراو کافرو! سن لو! خونِ شہید رنگ لائے گا، اور اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو جسم کے ٹکڑوں میں بھی برکت فرمائیں گے۔

لغات: **الْوَصْل:** ہڈیوں کا جوڑ، جمع أَوْصال .... **الشِّلْو:** جوڑ، جمع أَشْلاء، دونوں کے ایک معنی ہیں، ضرورتِ شعری کی وجہ سے دولفظ لائے ہیں .... **مُمَزَّع:** (اسم مفعول) مَزَّعَ الشيئَ: بکھیرنا، پھیلانا .... **الدَّبر:** بھڑوں یا شہد کی مکھیوں کا جھنڈ .... **عَالَجَ:** تدبیر کرنا۔

۶- حضرت مُرارہ اور حضرت ہلال رضی اللہ عنہما بدری صحابی ہیں

وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ: ذَكَرُوْا مُرَارَةَ بْنَ الرَّبِيْعِ الْعَمْرِيَّ، وَهِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ الْوَاقِفِيَّ: رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا.

وضاحت: حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: غزوۂ تبوک سے واپسی پر جب انھوں نے نبی ﷺ سے صحیح بات کہی تو آپؐ نے لوگوں کو ان کے ساتھ بات چیت کرنے سے منع کردیا، چنانچہ وہ گھر چلے گئے، انھوں نے لوگوں سے پوچھا: میرے ساتھ جو معاملہ پیش آیا ایسا معاملہ کسی اور کے ساتھ بھی پیش آیا ہے؟ لوگوں نے حضرت مُرارہ اور حضرت ہلال رضی اللہ عنہما کا تذکرہ کیا، یہ دونوں نیک آدمی تھے، دونوں بدر کی جنگ میں شریک ہوئے تھے، چنانچہ حضرت کعبؓ کو قدرے اطمینان ہوگیا۔

ملحوظہ: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت مرارہ اور حضرت ہلال رضی اللہ عنہما بدری صحابی نہیں ہیں، مگر بخاری کی یہ روایت مقدم ہے، یہ امام زہری رحمہ اللہ کا وہم نہیں ہے (یہ بات حاشیہ میں ہے)

۷- حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ حکماً بدری صحابی ہیں

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پھوپھا تھے، مدینہ کے

قریب عقیق گاؤں میں رہتے تھے، وہ حکماً بدری صحابی ہیں، نبی ﷺ نے ان کو اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما کو ابو سفیان کے قافلہ کے احوال معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا، ان کی واپسی سے پہلے جنگِ بدر نمٹ گئی تھی، نبی ﷺ نے ان کو بدر کے شرکاء میں شامل فرمایا، اور ان کو مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا، وہ جمعہ کے دن سخت بیمار ہوگئے، جب حضرت ابن عمرؓ کو اس کی اطلاع ملی تو وہ دن چڑھے اونٹ پر سوار ہو کر ان کے گاؤں میں گئے، جمعہ کا وقت قریب تھا اس دن آپؓ نے جمعہ نہیں پڑھا، جمعہ کے دن زوال سے پہلے سفر کر سکتے ہیں اور عقیق چھوٹا گاؤں تھا، وہاں جمعہ جائز نہیں تھا۔

[۳۹۹۰-] حدثنا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ يَحْيىَ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ ذُكِرَ لَهُ أَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ- وَكَانَ بَدْرِيًّا - مَرِضَ فِيْ يَوْمِ جُمُعَةٍ، فَرَكِبَ إِلَيْهِ بَعْدَ أَنْ تَعَالَى النَّهَارُ، وَاقْتَرَبَتِ الْجُمُعَةُ، وَتَرَكَ الْجُمُعَةَ.

۸- حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں

عبید اللہ کے والد عبد اللہ بن عتبہ نے عمر بن عبد اللہ زہری کو خط لکھا کہ آپ سُبیعہ اسلمیہؓ کے پاس جائیں اور ان سے ان کا واقعہ معلوم کریں، جب انھوں نے نبی ﷺ سے مسئلہ پوچھا تھا تو آپؐ نے ان کو کیا فتوی دیا تھا؟ عمر نے پوچھ کر عبد اللہ کو خط لکھا کہ ان کو سُبیعہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ وہ سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، وہ قبیلہ بنی عامر بن لؤی کے تھے، اور ان لوگوں میں سے تھے جو جنگِ بدر میں شریک ہوئے تھے، حجۃ الوداع میں ان کا انتقال ہوا، اس وقت سبیعہؓ حاملہ تھیں، پس زیادہ وقت نہیں گذرا کہ ولادت ہوگئی، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد کم وبیش پچیس دن کے بعد ولادت ہوئی تھی، جب وہ نفاس سے پاک ہوگئیں تو انھوں نے منگنی کے لئے میک اپ کیا، پس ان کے پاس ابو لسنابلؓ آئے جو بنی عبد الدار کے تھے، انھوں نے سُبیعہؓ سے کہا: کیا بات ہے میں آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ منگنی کے لئے آپ خوبصورت بنی ہیں؟ آپ نکاح کی امید رکھتی ہیں اور بیشک تم بخدا! نکاح نہیں کر سکتیں جب تک کہ چار مہینے دس دن گذر نہ جائیں؟ سُبیعہؓ نے کہا: جب ابو السنابلؓ نے مجھ سے یہ بات کہی تو میں نے شام کے وقت اپنے اوپر اپنے کپڑے جمع کئے اور نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور میں نے آپؐ سے مسئلہ پوچھا، آپؐ نے بتلایا کہ میری عدت پوری ہوگئی، جب میں نے حمل جن دیا، اور آپؐ نے مجھے حکم دیا کہ اگر تم چاہو تو نکاح کر سکتی ہو۔

[۳۹۹۱-] وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ أَبَاهُ كَتَبَ إِلٰى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَرْقَمِ الزُّهْرِيِّ، يَأْمُرُهُ أَنْ يَدْخُلَ عَلٰى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ الْأَسْلَمِيَّةِ، فَيَسْأَلَهَا عَنْ حَدِيْثِهَا، وَعَنْ مَّا قَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهُ صلى الله عليه وسلم حِيْنَ اسْتَفْتَتْهُ، فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَرْقَمِ إِلٰى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ يُخْبِرُهُ، أَنَّ سُبَيْعَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ

أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ سَعْدِ بْنِ خَوْلَةَ، وَهُوَ مِنْ بَنِيْ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ، وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا، فَتُوُفِّيَ عَنْهَا فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهِيَ حَامِلٌ، فَلَمْ تَنْشَبْ أَنْ وَضَعَتْ حَمْلَهَا بَعْدَ وَفَاتِهِ، فَلَمَّا تَعَلَّتْ مِنْ نِفَاسِهَا تَجَمَّلَتْ لِلْخُطَّابِ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا أَبُوْ السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ- رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ الدَّارِ- فَقَالَ لَهَا: مَا لِيْ أَرَاكِ تَجَمَّلْتِ لِلْخُطَّابِ، تُرَجِّيْنَ النِّكَاحَ. وَإِنَّكِ وَاللّٰهِ مَا أَنْتِ بِنَاكِحٍ حَتَّى تَمُرَّ عَلَيْكِ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ، قَالَتْ سُبَيْعَةُ: فَلَمَّا قَالَ لِيْ ذٰلِكَ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِيْ حِيْنَ أَمْسَيْتُ، وَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَأَفْتَانِيْ بِأَنِّيْ قَدْ حَلَلْتُ حِيْنَ وَضَعْتُ حَمْلِيْ، وَأَمَرَنِيْ بِالتَّزَوُّجِ إِنْ بَدَا لِيْ، تَابَعَهُ أَصْبَغُ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، عَنْ يُوْنُسَ.[راجع: ۵۳۱۹]

لغات: سُبیعة: سَبْعة کی تصغیر............لَمْ تَنْشَبْ: لَمْ تَمْکُثْ: نہیں ٹھہری یعنی زیادہ وقت نہیں گذرا............ تَجَمَّلَ: آراستہ ہونا، سنگار کرنا، میک اپ کرنا............رَجَّاہ: امید لگانا، امید رکھنا۔

۹- حضرت ایاس بن بُکیر رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں

حضرت ایاسؓ کے لڑکے محمد کہتے ہیں: ان کے ابا جنگ ِبدر میں شریک ہوئے ہیں، انھوں نے کوئی حدیث بیٹے کو سنائی، یہاں مقصود صرف ان کا بدری صحابی ہونا بیان کرنا ہے۔

وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، وَسَأَلْنَاهُ، فَقَالَ: أَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ مَوْلٰى بَنِيْ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ: أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ إِيَاسِ بْنِ الْبُكَيْرِ، وَكَانَ أَبُوْهُ شَهِدَ بَدْرًا أَخْبَرَهُ.

بَابُ شُهُوْدِ الْمَلَائِكَةِ بَدْرًا

۱۰- بدر میں فرشتوں کی شرکت

۱۱- حضرت رفاعة بن رافع رضی اللہ عنہما بدری صحابی ہیں

ابھی سابقہ سلسلہ بیان چل رہا ہے، بدری صحابہ کا تذکرہ کر رہے ہیں، اگلے باب میں بھی یہی تذکرہ ہے، درمیان میں مزید فائدہ کے لئے باب قائم کر دیا کہ بدر میں فرشتوں نے بھی شرکت کی تھی۔

حدیث: معاذؒ (تابعی) اپنے ابا حضرت رفاعة بن رافع زُرقی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان کے ابا بدری صحابی تھے، حضرت رفاعہؓ نے کہا: جبرئیل علیہ السلام نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا: آپ حضرات میں بدری صحابہ کا کیا مرتبہ ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ مسلمانوں میں سب سے افضل ہیں یا اس کے مانند کوئی جملہ

فرمایا، جبرئیل علیہ السلام نے کہا: اوراسی طرح جن فرشتوں نے بدر میں شرکت کی ہے، یعنی وہ بھی دوسرے فرشتوں سے افضل سمجھے جاتے ہیں۔

اور دوسری حدیث میں معاذؒ کہتے ہیں: میرے ابا حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ بدری صحابی تھے اوران کے ابا حضرت رافع رضی اللہ عنہ عقبہ والوں میں سے تھے اور وہ اپنے بیٹے رفاعہؓ سے کہا کرتے تھے: مجھے پسند نہیں یہ بات کہ میں بدر میں شرکت کرتا عقبہ کے بدل، یعنی حضرت رافعؓ کو بیعتِ عقبہ میں شرکت غزوۂ بدر کی شرکت سے زیادہ پسند تھی، کیونکہ اس بیعت سے نصرت اسلام کی بنیاد پڑی، اور وہی بیعت نبی ﷺ کی ہجرت کا سبب بنی، اس لئے حضرت رافع رضی اللہ عنہ اس کو بدر کی شرکت سے زیادہ اہمیت دیتے تھے، مگر لوگوں میں مشہور اصحابِ بدر کی فضیلت ہے اوراس کی دلیل باب کی پہلی حدیث ہے، حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سوال کے جواب میں نبی ﷺ نے بدری صحابہ کو مسلمانوں میں سب سے افضل قرار دیا ہے۔

اور تیسری حدیث میں معاذؒ کہتے ہیں: ایک فرشتہ نے نبی ﷺ سے سوال کیا، یہ فرشتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے، جیسا کہ پہلی حدیث میں ہے اور یحییٰ بن ہارون کہتے ہیں: یزید بن الہاد نے بھی ان کو یہ حدیث سنائی ہے اورانھوں نے یہ بھی کہا کہ جب معاذ نے یہ حدیث بیان کی تو میں موجود تھا، یزید کہتے ہیں: معاذ نے کہا کہ سوال کرنے والے حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے، پس ان تینوں حدیثوں کا مضمون ایک ہے۔

اور باب کی آخری حدیث میں ہے کہ جنگِ بدر کے موقع پر نبی ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں، اپنے گھوڑے کے سر کو پکڑے ہوئے، انھوں نے جنگ کے ہتھیار پہن رکھے ہیں، اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ بدر میں فرشتوں نے شرکت کی تھی اور یہ مضمون قرآنِ کریم میں بھی ہے اور وہ آیتیں پہلے گذر چکی ہیں۔

[۱۱-] بَابُ شُهُوْدِ الْمَلاَئِكَةِ بَدْرًا

[۳۹۹۲-] حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، وَكَانَ أَبُوْهُ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ، قَالَ: جَاءَ جِبْرِيْلُ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: " مَا تَعُدُّوْنَ أَهْلَ بَدْرٍ فِيْكُمْ؟" قَالَ: مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِيْنَ، أَوْ: كَلِمَةً نَحْوَهَا، قَالَ: وَكَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْمَلاَئِكَةِ. [انظر: ۳۹۹٤]

[۳۹۹۳-] حدثنا سُلَيْمَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، وَكَانَ رِفَاعَةُ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ، وَكَانَ رَافِعٌ مِنْ أَهْلِ الْعَقَبَةِ، وَكَانَ يَقُوْلُ لِابْنِهِ: مَا يَسُرُّنِيْ أَنِّيْ شَهِدْتُ بَدْرًا بِالْعَقَبَةِ، قَالَ: سَأَلَ جِبْرَيْلُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم بِهٰذَا.

[۳۹۹٤-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، أَخْبَرَنَا يَزِيْدُ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى، سَمِعَ مُعَاذَ بْنَ رِفَاعَةَ: أَنَّ مَلَكًا

سَأَلَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، وَعَنْ يَحْيَى أَنَّ يَزِيْدَ بْنَ الْهَادِ أَخْبَرَهُ أَنَّـهُ كَانَ مَعَهُ يَوْمَ حَدَّثَهُ مُعَاذٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ، فَقَالَ يَزِيْدُ: قَالَ مُعَاذٌ: إِنَّ السَّائِلَ هُوَ جِبْرِيْلُ.[راجع: ۳۹۹۲]

[۳۹۹۵-] حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ يَوْمَ بَدْرٍ: ''هٰذَا جِبْرِيْلُ آخِذٌ بِرَأْسِ فَرَسِهِ، عَلَيْهِ أَدَاةُ الْحَرْبِ''[انظر: ٤٠٤١]

بَابٌ

باقی بدری صحابہ کا تذکرہ

۱۲-ابوزید قیس بن السکن انصاری رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں

پہلے روایت (حدیث ۳۸۱۰) گذری ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: چار صحابہ نے قرآن جمع کیا اور چاروں انصاری تھے، ان میں ایک نام ابوزید رضی اللہ عنہ کا لیا لوگوں نے پوچھا: ابوزیدؓ کون ہیں؟ حضرت انسؓ نے کہا: میرے ایک چچا ہیں، یہ ابوزید رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں، ان کا نام قیس بن السکن انصاریؓ تھا، ان کی کوئی نسل نہیں۔ العَقِب: اولاد۔

[۱۲-] بَابٌ

[۳۹۹۶-] حَدَّثَنِي خَلِيْفَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: مَاتَ أَبُوْ زَيْدٍ وَلَمْ يَتْرُكْ عَقِبًا، وَكَانَ بَدْرِيًّا.[راجع: ۳۸۱۰]

۱۳-حضرت قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کسی سفر سے لوٹے، ان کے سامنے ان کے گھر والوں نے قربانی کا گوشت رکھا، نبی ﷺ نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع کیا تھا، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس کو نہیں کھاؤں گا، جب تک مسئلہ معلوم نہیں کرلوں گا، وہ اپنے اخیافی بھائی قتادہ بن النعمان کے پاس گئے وہ بدری صحابی تھے، ان سے مسئلہ پوچھا: انھوں نے بتایا: تمہارے جانے کے بعد ایسی بات پیش آئی ہے جس نے اس حکم کو منسوخ کردیا ہے، نبی ﷺ نے جو منع کیا تھا کہ قربانی کے تین دنوں کے بعد قربانی کا گوشت نہ کھائیں، یہ حکم بعد میں آپؐ نے ختم کردیا تھا۔

[۳۹۹۷-] حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ خَبَّابٍ، أَنَّ أَبَا سَعِيْدِ بْنَ مَالِكٍ الْخُدْرِيَّ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ، فَقَدَّمَ إِلَيْهِ أَهْلُهُ لَحْمًا

مِنْ لُحُوْمِ الأَضْحَى، فَقَالَ: مَا أَنَا بِآكِلِهِ حَتَّى أَسْأَلَ، فَانْطَلَقَ إِلَى أَخِيْهِ لِأُمِّهِ – وَكَانَ بَدْرِيًّا – قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ، فَسَأَلَهُ فَقَالَ: إِنَّهُ حَدَثَ بَعْدَكَ أَمْرٌ، نَقْضٌ لِمَا كَانُوْا يُنْهَوْنَ عَنْهُ مِنْ أَكْلِ لُحُوْمِ الأَضْحَى بَعْدَ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ. [انظر: ۵۵۶۸]

لغت: نَقْضٌ (مصدر) نَاقِض (اسم فاعل) کے معنی میں ہے اور نَاقِض بمعنی نَاسِخ ہے۔

۱۴- حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بدر کے دن میری ملاقات سعید بن العاص کے لڑکے عبیدۃ سے ہوئی، وہ لوہے میں غرق تھا، اس کی صرف دو آنکھیں نظر آ رہی تھیں، اس کی کنیت ابوذات الکَرِش تھی، کَرِش کے معنی ہیں: اوجھ جیسے انسان کا معدہ، اور مراد بال بچے اور کنبہ، ابوذات الکرش یعنی بڑے کنبہ والا، جتھے والا، اس نے حضرت زبیرؓ سے کہا: میں بڑے کنبے والا اور جتھے والا ہوں، حضرت زبیرؓ نے اس پر بھالے سے حملہ کیا، بھالہ اس کی آنکھ میں مارا، جس سے وہ مر گیا، ہشام کہتے ہیں: مجھے بتلایا گیا کہ حضرت زبیرؓ نے فرمایا: میں نے اپنا پیر اس پر رکھا پھر میں نے زور لگا کر اس بھالے کو نکالا، درانحالیکہ اس کے دونوں کنارے مڑ گئے، حضرت عروہؒ کہتے ہیں: وہ بھالہ ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگ لیا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے وہ بھالا آپؐ کو (عاریت) دیدیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت زبیرؓ نے اس کو لے لیا، پھر اس کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مانگا، وہ ان کو دیدیا، پھر حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مانگا، وہ ان کو دیدیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اس کو حضرت زبیرؓ نے لے لیا، پھر اس کو ان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مانگا، پس وہ ان کو دیا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد وہ بھالہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رہا (لفظ آل زائد ہے) پھر عبداللہ بن الزبیرؓ نے مانگا وہ ان کے پاس رہا ان کی شہادت تک۔

[۳۹۹۸-] حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ الزُّبَيْرُ: لَقِيْتُ يَوْمَ بَدْرٍ عُبَيْدَةَ بْنَ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ وَهُوَ مُدَجَّجٌ، لاَ يُرَى مِنْهُ إِلَّا عَيْنَاهُ، وَهُوَ يُكْنَى، أَبَا ذَاتِ الْكَرِشِ، فَقَالَ: أَنَا أَبُوْ ذَاتِ الْكَرِشِ، فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ بِالْعَنَزَةِ فَطَعَنْتُهُ فِيْ عَيْنِهِ فَمَاتَ، قَالَ هِشَامٌ: فَأُخْبِرْتُ أَنَّ الزُّبَيْرَ قَالَ: لَقَدْ وَضَعْتُ رِجْلِيْ عَلَيْهِ، ثُمَّ تَمَطَّأْتُ، فَكَانَ الْجَهْدَ، أَنْ نَزَعْتُهَا، وَقَدِ انْثَنَى طَرَفَاهَا، قَالَ عُرْوَةُ: فَسَأَلَهُ إِيَّاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَأَعْطَاهُ. فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَخَذَهَا، ثُمَّ طَلَبَهَا أَبُوْ بَكْرٍ، فَلَمَّا قُبِضَ أَبُوْ بَكْرٍ سَأَلَهُ إِيَّاهَا عُمَرُ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا، فَلَمَّا قُبِضَ عُمَرُ أَخَذَهَا ثُمَّ طَلَبَهَا عُثْمَانُ مِنْهُ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا، فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ وَقَعَتْ عِنْدَ آلِ عَلِيٍّ، فَطَلَبَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ فَكَانَتْ عِنْدَهُ حَتَّى قُتِلَ.

لغات: دَجَّجَ فُلَانٌ: ہتھیار بند ہونا، ہتھیاروں سے لیس ہونا.........تَمَطَّأْتُ: شارحین کے نزدیک: صحیح تَمَطَّیْتُ ہے، تَمَطِّی کے معنی ہیں: اتراتے ہوئے چلنا، ہاتھ پھیلائے ہوئے متکبرانہ چال چلنا۔ ترجمہ: پھر ہاتھ لمبے کر کے میں نے زور لگایا، پس تھا وہ ہاتھ لمبا کرنا پوری طاقت لگانا کہ نکال لیا میں نے اس کو درانحالیکہ اس کے دونوں کنارے مڑ گئے تھے۔

۱۵- حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں

بخاری شریف کے شروع میں حدیث گذری ہے (تحفۃ القاری ۱: ۲۲۵) حضرت عبادۃ بن الصامتؓ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: مجھ سے بیعت کرو، حضرت عبادہؓ جنگ بدر میں شریک تھے۔

[۳۹۹۹-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ إِدْرِيْسَ عَائِذُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ، وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "بَايِعُوْنِيْ" [راجع: ۱۸]

۱۶- حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں

حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس مہاجری قدیم صحابی ہیں، دونوں ہجرتیں کی ہیں، اور دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے، حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ابو حذیفہؓ نے —— اور وہ ان لوگوں میں سے تھے جو بدر میں حاضر ہوئے ہیں، نبی ﷺ کے ساتھ —— بیٹا بنایا تھا حضرت سالم بن معقل رضی اللہ عنہ کو (حضرت سالمؓ ثُبَيْتَة بنت یعار انصاریہ زوجہ ابی حذیفہ کے غلام تھے، ثُبیتہؓ نے ان کو آزاد کیا تو وہ ابو حذیفہؓ کے ہو کر رہ گئے، چنانچہ ابو حذیفہؓ نے ان کو بیٹا بنا لیا، اور اپنی بھتیجی ہند بنت الولید بن عتبہ سے ان کا نکاح کر دیا، جس کا نام فاطمہ بنت الولید تھا، جیسے نبی ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بیٹا بنایا تھا، اور زمانۂ جاہلیت میں جو کسی کو بیٹا بناتا تھا تو لوگ اس کو اس کے نام سے پکارتے تھے اور وہ بیٹا بنانے والے کا وارث ہوتا تھا، یہاں تک کہ سورۃ الاحزاب کی آیت پانچ ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَائِهِمْ﴾: نازل ہوئی، پس لوگوں نے ان کو ان کے اصلی باپ کے نام سے پکارنا شروع کیا۔ پھر سہلہ بنت سہیل بن عمرو قرشیہ عامریہ زوجہ ابی حذیفہ نبی ﷺ کی خدمت میں آئیں (انھوں نے سالم کو آزاد نہیں کیا تھا) انھوں نے عرض کیا: سالم بالغ ہو گئے ہیں اور وہ میرے پاس آتے جاتے ہیں اور میں سمجھتی ہوں کہ ابو حذیفہؓ کے دل میں کچھ کھٹک ہے، آپؐ نے فرمایا: اسے دودھ پلا لو، تم اس پر حرام ہو جاؤ گی، اور ابو حذیفہؓ کے دل سے کھٹک دور ہو جائے گی (یہ حدیث آگے کتاب النکاح میں (حدیث ۵۰۸۸) آئے گی، یہاں اس حدیث سے مقصود صرف ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بدری صحابی ہونا بیان کرنا ہے)

[۴۰۰۰-] حدثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: أَنَّ أَبَا حُذَيْفَةَ- وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم- تَبَنَّى سَالِمًا، وَأَنْكَحَهُ بِنْتَ أَخِيْهِ هِنْدَ بِنْتَ الْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ، وَهُوَ مَوْلًى لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، كَمَا تَبَنَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم زَيْدًا، وَكَانَ مَنْ تَبَنَّى رَجُلًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ دَعَاهُ النَّاسُ إِلَيْهِ، وَوَرِثَ مِيْرَاثَهُ، حَتَّى أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿ادْعُوْهُمْ لِآبَائِهِمْ﴾ فَجَاءَ تْ سَهْلَةُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ. [راجع: ۵۰۸۸]

۱۷-حضرت معوّذ اور حضرت عوف رضی اللہ عنہما بدری صحابی ہیں

حدیث: حضرت معوّذ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت رُبیِّع رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ میرے پاس آئے، اس رات کی صبح میں جس رات میری رخصتی عمل میں آئی، پس آپ میرے بستر پر بیٹھے جس طرح تم (خالد بن ذکوان راوی) میرے پاس بیٹھے ہو، اورلڑکیاں دُف (دھپڑا) بجارہی تھیں اور وہ خوبیاں بیان کررہی تھیں میرے ان آباء کی جو بدر میں شہید ہوئے (ایک ان کے والد معوّذ بدری صحابی ہیں اور بدر میں شہید ہوئے ہیں، دوسرے ان کے چچا عوف بھی بدر میں شہید ہوئے ہیں، پس چچا کو تغلیباً آباء میں شمار کیا ہے) یہاں تک کہ ایک لڑکی نے کہا: ''اور ہمارے درمیان ایسے نبی ہیں جو آئندہ کل کی بات جانتے ہیں'' نبی ﷺ نے فرمایا: ایسا مت کہو (غیب اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، پس غیر اللہ کی طرف اس کی نسبت جائز نہیں) اور وہ کہو جو تم کہتی تھیں یعنی مرثیہ کے اشعار پڑھتی رہو، جن میں شہداء کی خوبیاں ہیں۔

[۴۰۰۱-] حدثنا عَلِيٌّ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم غَدَاةَ بُنِيَ عَلَيَّ، فَجَلَسَ عَلٰى فِرَاشِيْ كَمَجْلِسِكَ مِنِّيْ، وَجُوَيْرِيَاتٌ يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ، يَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِهِنَّ يَوْمَ بَدْرٍ حَتَّى قَالَتْ جَارِيَةٌ: وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ! فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: '' لَا تَقُوْلِيْ هٰكَذَا، وَقُوْلِيْ مَا كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ''

[انظر: ۵۱۴۷]

ملحوظہ: کتاب میں آبائھن ہے اور گیلری میں آبائی ہے اور یہی صحیح ہے۔

۱۸-حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں

حدیث: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی، اور وہ بدر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے، کہ نبی ﷺ نے فرمایا: فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہوتی ہے (ابن عباسؓ کہتے ہیں:) نبی ﷺ جاندار کی تصویریں مراد لے رہے ہیں (غیر جاندار کی تصویر جائز ہے، وہ جس گھر میں ہوتی ہے اس میں فرشتے آتے ہیں)

[۴۰۰۲-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، ح: وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنِى أَخِى، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِى عَتِيقٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِى أَبُوْ طَلْحَةَ، صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَكَانَ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلاَم، أَنَّهُ قَالَ: "لاَ تَدْخُلُ الْمَلاَئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَلاَ صُوْرَةٌ" يَرِيْدُ التَّمَاثِيْلَ الَّتِى فِيْهَا الْأَرْوَاحُ. [راجع: ۳۲۲۵]

۱۹-حضرت علی رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے جنگِ بدر میں غنیمت میں سے میرے حصہ کی ایک جوان اونٹنی ملی تھی اور نبی ﷺ نے خمس میں سے ایک جوان اونٹنی دی تھی، پس جب میں نے ارادہ کیا کہ نبی ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رخصت کر کے لاؤں تو میں نے بنو قینقاع کے ایک سنار سے معاملہ کیا کہ وہ میرے ساتھ (مکہ کا) سفر کرے اور ہم اذخر گھاس لائیں، میں نے چاہا تھا کہ اسے سناروں کے ہاتھ بیچوں گا اور اس کے ذریعہ اپنی دلہن کے ولیمہ میں مدد حاصل کروں گا۔

پس دریں اثناء کہ میں ان دونوں اونٹنیوں کا سامان جمع کر رہا تھا یعنی کجاوے، بورے اور رسیاں، اور میری دونوں اونٹنیاں ایک انصاری کے کمرے کے پہلو میں بٹھائی ہوئی تھیں، پس میں لوٹا جب میں نے جمع کر لیا جو جمع کر لیا، پس اچانک میری دونوں اونٹنیاں ان کی کوہانیں کاٹ دی گئی ہیں، اور ان کے پیٹ پھاڑ دیئے گئے ہیں، اور ان کے جگر لے لئے گئے ہیں، پس میں اپنی دونوں آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکا جب میں نے دونوں اونٹنیوں کا یہ حال دیکھا، میں نے پوچھا: یہ کس نے کیا؟ لوگوں نے بتایا: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کیا ہے، اور وہ اس گھر میں انصار کی شراب کی پارٹی میں ہیں، ان کے پاس ایک گانے والی باندی اور ان کے ساتھی ہیں، پس باندی نے گانے میں کہا: ''سنو حمزہ! (اٹھو) موٹی اونٹنیوں کی طرف'' پس حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تلوار کی طرف کودے اور ان کی کوہانیں کاٹ دیں اور ان کے پیٹ پھاڑ دیئے اور ان کے جگروں میں سے لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں چلا، یہاں تک کہ نبی ﷺ کے پاس پہنچا اور آپؐ کے پاس زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے، نبی ﷺ نے پہچان لیا میرے چہرے سے اس بات کو جس سے میں نے ملاقات کی تھی، آپؐ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آج جیسا دن تو میں نے کبھی دیکھا ہی نہیں، حمزہؓ نے میری دونوں انٹنیوں پر زیادتی کی، ان کی کوہانیں کاٹ دیں، ان کے پیٹ پھاڑ دیئے اور یہ رہے وہ ایک گھر میں ان کے ساتھ شراب کی پارٹی ہے۔

نبی ﷺ نے اپنی چادر منگوائی اور اوڑھی پھر آپؐ چلے اور میں اور زید بن حارثہؓ آپؐ کے پیچھے چلے، یہاں تک کہ آپؐ اس گھر پر پہنچے جس میں حضرت حمزہؓ تھے، آپؐ نے اجازت طلب کی، لوگوں نے آپؐ کو اجازت دی، پس نبی ﷺ نے

حضرت حمزہؓ کو ملامت شروع کی، اس بات پر جو انھوں نے کی، حضرت حمزہؓ نشہ میں چور تھے، ان کی دونوں آنکھیں سرخ ہورہی تھیں، انھوں نے نبی ﷺ کی طرف دیکھا، پھر انھوں نے نظر اٹھائی اور آپؐ کے دونوں گھٹنوں کو دیکھا پھر انھوں نے نظر اٹھائی اور آپؐ کے چہرے کو دیکھا پھر انھوں نے کہا: نہیں ہو تم مگر میرے باپ کے غلام، یعنی تمہاری اونٹنیاں میرے باپ کی ہیں، اس لئے وہ میری ہیں، اور میں نے جو چاہا کیا، نبی ﷺ سمجھ گئے کہ وہ نشہ میں چور ہیں، پس آپؐ اپنی ایڑیوں پر واپس لوٹے اور آپؐ بھی اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ نکل آئے۔

[٤٠٠٣-] حدثنا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، ح: وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ: أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ، أَنَّ عَلِيًّا قَالَ: كَانَتْ لِيْ شَارِفٌ مِنْ نَصِيْبِيْ مِنَ الْمَغْنَمِ يَوْمَ بَدْرٍ، وَكَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَعْطَانِيْ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ مِنَ الْخُمُسِ يَوْمَئِذٍ، فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ بِنْتِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَاعَدْتُ رَجُلاً صَوَّاغًا فِي بَنِيْ قَيْنُقَاعَ، أَنْ يَرْتَحِلَ مَعِي فَنَأْتِيَ بِإِذْخِرٍ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَبِيْعَهُ مِنَ الصَّوَّاغِيْنَ فَنَسْتَعِيْنَ بِهِ فِيْ وَلِيْمَةِ عُرْسِي.

فَبَيْنَا أَنَا أَجْمَعُ لِشَارِفَيَّ مِنَ الأَقْتَابِ وَالْغَرَائِرِ وَالْحِبَالِ، وَشَارِفَايَ مُنَاخَتَانِ إِلٰى جَنْبِ حُجْرَةِ رَجُلٍ مِنَ الأَنْصَارِ، حَتّٰى جَمَعْتُ مَا جَمَعْتُهُ، فَإِذَا أَنَا بِشَارِفَيَّ قَدْ أُجِبَّتْ أَسْنِمَتُهُمَا وَبُقِرَتْ خَوَاصِرُهُمَا وَأُخِذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا، فَلَمْ أَمْلِكْ عَيْنَيَّ حِيْنَ رَأَيْتُ الْمَنْظَرَ، قُلْتُ: مَنْ فَعَلَ هٰذَا؟ قَالُوْا: فَعَلَهُ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَهُوَ فِي هٰذَا الْبَيْتِ فِيْ شَرْبٍ مِنَ الأَنْصَارِ، عِنْدَهُ قَيْنَةٌ وَأَصْحَابُهُ، فَقَالَتْ فِيْ غِنَائِهَا: أَلَا يَا حَمْزُ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ، فَوَثَبَ حَمْزَةُ إِلٰى السَّيْفِ فَأَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا، وَأَخَذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا.

قَالَ عَلِيٌّ: فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى أَدْخُلَ عَلٰى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ، فَعَرَفَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الَّذِيْ لَقِيْتُ، فَقَالَ: "مَالَكَ؟" قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ، عَدَا حَمْزَةُ عَلٰى نَاقَتَيَّ، فَأَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا، وَهَا هُوَ ذَا فِي بَيْتٍ مَعَهُ شَرْبٌ.

فَدَعَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِرِدَائِهِ فَارْتَدَى، ثُمَّ انْطَلَقَ يَمْشِيْ، وَاتَّبَعْتُهُ أَنَا وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ، حَتّٰى جَاءَ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ حَمْزَةُ، فَاسْتَأْذَنَ عَلَيْهِ فَأُذِنَ لَهُ، فَطَفِقَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَلُوْمُ حَمْزَةَ فِيْمَا فَعَلَ، فَإِذَا حَمْزَةُ ثَمِلٌ، مُحْمَرَّةٌ عَيْنَاهُ، فَنَظَرَ حَمْزَةُ إِلٰى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلٰى وَجْهِهِ، ثُمَّ قَالَ حَمْزَةُ: وَهَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيْدٌ لِأَبِيْ؟ فَعَرَفَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ ثَمِلٌ، فَنَكَصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلٰى عَقِبَيْهِ الْقَهْقَرَى، فَخَرَجَ وَخَرَجْنَا مَعَهُ. [راجع: ٢٠٨٩]

۲۰- حضرت سہل بن حُنیف رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کا انتقال ۳۸ ہجری میں کوفہ میں ہوا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھایا اور پانچ یا چھ تکبیریں کہیں، حالانکہ جنازہ کی نماز میں چار تکبیریں کہی جاتی ہیں، نماز کے بعد لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: یہ بدری صحابی ہیں اس لئے میں نے تکبیریں زیادہ کہیں۔

[٤٠٠٤-] حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، قَالَ: أَنْفَذَهُ لَنَا ابْنُ الْأَصْبَهَانِیُّ، سَمِعَهُ مِنِ ابْنِ مَعْقِلٍ: أَنَّ عَلِيًّا كَبَّرَ عَلٰى سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، فَقَالَ: إِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا.

قوله: أَنْفَذَه: ابن عیینہؒ کہتے ہیں: نافذ کیا حدیث کو ہمارے لئے ابن الاصبہانی نے، یعنی عبدالرحمٰن بن عبداللہ اصبہانی نے یہ حدیث ہمیں لکھ کر بھیجی کہ انھوں نے یہ حدیث ابن معقل سے سنی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر تکبیریں کہیں یعنی چار سے زائد، آپؓ سے اس سلسلہ میں پوچھا گیا تو فرمایا: حضرت سہلؓ جنگِ بدر میں شریک ہوئے ہیں۔

۲۱- حضرت خُنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں

حضرت خنیس رضی اللہ عنہ کا مدینہ میں انتقال ہوا ہے، وہ غزوۂ احد میں زخمی ہوئے تھے، جس سے جانبر نہ ہوسکے، ان کے نکاح میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تھیں، حضرت خُنیس رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد نبی ﷺ نے ان سے نکاح کیا جس کا تفصیلی واقعہ حدیث میں ہے۔

[٤٠٠٥-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِیْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، يُحَدِّثُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حِيْنَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ خُنَيْسِ ابْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِیِّ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَدْ شَهِدَ بَدْرًا، تُوُفِّیَ بِالْمَدِيْنَةِ، قَالَ عُمَرُ: فَلَقِيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ، قَالَ: سَأَنْظُرُ فِیْ أَمْرِیْ، فَلَبِثْتُ لَيَالِیَ، فَقَالَ: قَدْ بَدَا لِیْ أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِیْ هٰذَا، قَالَ عُمَرُ: فَلَقِيْتُ أَبَا بَكْرٍ، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ، فَصَمَتَ أَبُوْ بَكْرٍ، فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَیَّ شَيْئًا، فَكُنْتُ عَلَيْهِ أَوْجَدَ مِنِّیْ عَلٰى عُثْمَانَ، فَلَبِثْتُ لَيَالِیَ ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ، فَلَقِيَنِیْ أَبُوْ بَكْرٍ، فَقَالَ: لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَیَّ حِيْنَ عَرَضْتَ عَلَیَّ حَفْصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِیْ أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيْمَا عَرَضْتَ إِلَّا أَنِّیْ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى

اللہ علیہ وسلم قَدْ ذَكَرَهَا، وَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَوْ تَرَكَهَا لَقَبِلْتُهَا.
[انظر: ٥١٢٢، ٥١٢٩، ٥١٤٥]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب حفصہؓ حضرت خُنیس سہمیؓ سے بیوہ ہوگئیں اور وہ نبی ﷺ کے صحابی تھے جو بدر میں شریک ہوئے تھے، مدینہ میں ان کی وفات ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میری ملاقات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوئی، میں نے ان کے سامنے حفصہؓ کو پیش کیا، پس میں نے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں آپ کا نکاح حفصہ سے کردوں، انھوں نے جواب دیا: میں اس معاملہ میں غور کروں گا، حضرت عمرؓ کہتے ہیں: میں کئی دن ٹھہرا رہا، پس انھوں نے جواب دیا کہ میرے لئے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ میں فی الحال نکاح نہ کروں، حضرت عمرؓ کہتے ہیں: پھر میری حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، میں نے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں حفصہؓ سے آپ کا نکاح کردوں، ابوبکر رضی اللہ عنہ چپ رہے، انھوں نے مجھے کوئی جواب نہ دیا، پس تھا میں ان پر زیادہ غصہ کرنے والا مجھ سے عثمانؓ پر، یعنی مجھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اتنا غصہ نہیں آیا جتنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر آیا، پھر میں کئی دن ٹھہرا رہا، پھر حفصہؓ کی منگنی بھیجی نبی ﷺ نے، پس میں نے حفصہؓ کا آپؐ سے نکاح کردیا، پھر مجھ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے، انھوں نے کہا: شاید آپ مجھ پر غصہ ہوئے ہونگے جب آپ نے حفصہؓ کی پیشکش کی تھی، اور میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں روکا مجھے آپ کو جواب دینے سے اس بات میں جو آپ نے پیش کی تھی مگر میں بالیقین جانتا تھا کہ نبی ﷺ نے حفصہؓ کا ذکر کیا ہے، پس نہیں تھا میں کہ ظاہر کردیتا نبی ﷺ کا بھید اور اگر آپؐ حفصہؓ سے نکاح نہ کرتے تو میں ان کو قبول کرلیتا۔

تشریح: ایک موقع آیا تھا جس کی تفصیل پہلے بھی آئی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پیش کیا تو نبی ﷺ نے ان سے نکاح کرلیا، کیونکہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بڑی عمر کی تھیں، خیال تھا کہ وہ چند دن کی مہمان ہیں، پس جب وہ نہیں رہیں گی تو عائشہؓ نبی ﷺ کا گھر سنبھال لیں گی، اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی لڑکی نہیں تھی، اس لئے حضرت عمرؓ جو ہمیشہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اعمالِ صالحہ میں ریس کرتے تھے دل مسوس کررہ گئے، اب جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا خالی ہوئیں تو نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا کہ جب سے میں نے عائشہؓ سے نکاح کیا ہے عمرؓ کا دل ٹوٹا ہوا ہے، پس تمہاری کیا رائے ہے، میں عمر کی دلداری کے لئے حفصہؓ سے نکاح کرلوں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا: ضرور کرلیں، یہ وہ راز تھا جس کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی جواب نہیں دیا، کیونکہ نبی ﷺ نے مشورہ کیا تھا، ضروری نہیں تھا کہ آپؐ ان سے نکاح کرتے، اس لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر نبی ﷺ نکاح نہ کرتے تو میں ان کو قبول کرلیتا۔

۲۲-حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں

حدیث (۱): عبداللہ بن یزید نے ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آدمی کا اپنی فیملی پر خرچ کرنا صدقہ (ثواب کا کام) ہے یہ حدیث پہلے (حدیث ۵۵) گذر چکی ہے، اس میں حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ نسبت البدری ہے، اس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے کہ آپ بدری صحابی ہیں۔

حدیث (۲): پہلے روایت (نمبر ۵۲۱) آئی ہے کہ حضرت عمر بن العزیز رحمہ اللہ نے جب کہ وہ مدینہ کے گورنر تھے، ایک دن عصر کی نماز میں کچھ تاخیر کی، اس وقت حضرت عروہ رحمہ اللہ نے ان کو حدیث سنائی کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے جب وہ کوفہ کے گورنر تھے ایک دن عصر کی نماز میں تاخیر کی، تو حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو، جو زید بن حسن بن علی بن ابی طالب کے نانا ہیں اور جو جنگِ بدر میں شریک رہے ہیں: حضرت مغیرہؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا: آپ جانتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام اترے، پس انھوں نے نماز پڑھی، پس نبی ﷺ نے پانچ نمازیں پڑھیں، پھر جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ایسا ہی آپؐ یا میں حکم دیا گیا ہوں، پھر حضرت عروہؒ نے کہا: اسی طرح حضرت ابومسعودؓ کے لڑکے بشیر اپنے ابا سے روایت کرتے تھے (اس حدیث میں صراحت ہے کہ حضرت ابومسعودؓ بدری صحابی ہیں اور یہ حدیث تفصیل سے پہلے (تحفۃ القاری ۲:۴۷۹) گذر چکی ہے۔

حدیث (۳): علقمہ: حضرت ابومسعود بدریؓ سے روایت کرتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کو جو شخص کسی رات میں پڑھے گا وہ اس کے لئے کافی ہو جائیں گی، علقمہ کے شاگرد عبدالرحمٰن کہتے ہیں: پھر میری ملاقات حضرت ابومسعودؓ سے ہوئی درانحالیکہ وہ طواف کر رہے تھے، میں نے ان سے یہ حدیث پوچھی، انھوں نے یہ حدیث مجھ سے بیان کی۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں، لیکن اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ آپؓ جنگِ بدر میں شریک نہیں ہوئے اور آپؓ کو بدری اس وجہ سے کہا جاتا تھا کہ آپ نے بدر گاؤں میں سکونت اختیار کی تھی۔ واللہ اعلم

[٤٠٠٦-] حدثنا مُسْلِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيٍّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ، سَمِعَ أَبَا مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيَّ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلٰى أَهْلِهِ صَدَقَةٌ"

[٤٠٠٧-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، يُحَدِّثُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فِيْ إِمَارَتِهِ: أَخَّرَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ الْعَصْرَ وَهُوَ أَمِيْرُ الْكُوْفَةِ، فَدَخَلَ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو الأَنْصَارِيُّ، جَدُّ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ، شَهِدَ بَدْرًا، فَقَالَ: لَقَدْ عَلِمْتَ نَزَلَ جِبْرِيْلُ فَصَلَّى،

فَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم خَمْسَ صَلَوَاتٍ ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا أُمِرْتَ، كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيْرُ بْنُ أَبِي مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْهِ. [راجع: ۵۲۱]

[۴۰۰۸-] حدثنا مُوْسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "الآيَتَانِ مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ: مَنْ قَرَأَهُمَا فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ" قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: فَلَقِيْتُ أَبَا مَسْعُوْدٍ وَهُوَ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ، فَسَأَلْتُهُ فَحَدَّثَنِيْهِ. [انظر: ۵۰۰۸، ۵۰۰۹، ۵۰۴۰، ۵۰۵۱]

۲۳-حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں

محمود بن الربیعؓ بیان کرتے ہیں: حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ جو صحابہ میں سے تھے اور انصار میں سے تھے جو جنگِ بدر میں شریک ہوئے تھے: وہ نبی ﷺ کے پاس پہنچے اور عرض کیا: میری بینائی کمزور ہوگئی ہے اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں اور میرے لئے مسجد میں جانا دشوار ہوتا ہے، پس آپؐ تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز پڑھیں، تاکہ میں اس جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤں (یہ لمبی حدیث تحفۃ القاری ۲:۲۶۲ میں گذری ہے، محمود بن الربیعؓ نے ایک جہاد میں حضرت عتبانؓ سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث بیان کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر جہنم کی آگ حرام کردی ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے یعنی سچے دل سے کلمہ پڑھتا ہے، اس پر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا تھا، چنانچہ محمود جب جہاد سے واپس آئے تو حضرت عتبانؓ سے ملے اور ان سے یہ حدیث دوبارہ پوچھی، انھوں نے تصدیق کی۔ تفصیل محولہ بالا جگہ میں ہے)

[۴۰۰۹-] حدثنا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ، أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ، أَنَّهُ أَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم. [راجع: ۴۲۴]

[۴۰۱۰-] ح: وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ، ثُمَّ سَأَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ- وَهُوَ أَحَدُ بَنِي سَالِمٍ، وَهُوَ مِنْ سَرَاتِهِمْ- عَنْ حَدِيْثِ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ، عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ، فَصَدَّقَهُ. [راجع: ۴۲۴]

لغت: سَرُوَ (ک) سَرَاوَةً: شریف وبلند کردار ہونا، فَهُوَ سَرِيٌّ، جمع: أَسْرِيَاء وَسَرَاةٌ جمع الجمع: سَرَوَاتٌ، وَهِيَ سَرِيَّةٌ جمع: سَرَايَا۔

۲۴-حضرت عامر بن ربیعہ اور حضرت قدامۃ بن مظعون رضی اللہ عنہما بدری صحابی ہیں

۱-حضرت عامر بن ربیعہؓ: بنوعدی (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان) کے حلیف تھے، حضرت عمرؓ کے والد خطاب نے ان کو بیٹا بنایا تھا، بہت قدیم الاسلام ہیں، دو ہجرتیں کی ہیں، بدر میں اور بعد کی جنگوں میں شریک رہے، اور تقریباً ۳۳ ہجری میں وفات پائی۔

۲-حضرت قدامۃ بن مظعون رضی اللہ عنہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں، یہ بھی قدیم الاسلام ہیں، حبشہ کی طرف اپنے بھائی عثمانؓ کے ساتھ ہجرت کی، بدر میں اور باقی جنگوں میں شریک رہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بحرین کا گورنر بنایا تھا، پھر نشہ آور چیز پینے کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے ان پر حد جاری کی، پھر حضرت عمرؓ نے خواب دیکھا: اس میں ان سے کہا گیا کہ قدامہؓ سے مصالحت کریں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے معافی مانگی اور مصالحت کی، قدامہ رضی اللہ عنہ ابن عمر اور ان کی بہن حفصہ رضی اللہ عنہما کے ماموں تھے۔

[۴۰۱۱-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرِ ابْنِ رَبِيْعَةَ، وَكَانَ مِنْ أَكْبَرِ بَنِيْ عَدِيٍّ، وَكَانَ أَبُوْهُ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: أَنَّ عُمَرَ اسْتَعْمَلَ قُدَامَةَ بْنَ مَظْعُوْنٍ عَلَى الْبَحْرَيْنِ، وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا، وَهُوَ خَالُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَحَفْصَةَ.

ترجمہ: امام زہریؒ کہتے ہیں: مجھے عامر بن ربیعہؓ کے صاحبزادے عبداللہ نے خبر دی — اور وہ بنوعدی کے بڑے لوگوں میں سے تھے اور ان کے ابا نبی ﷺ کے ساتھ بدر میں شریک تھے — کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قدامہؓ کو بحرین کا گورنر بنایا، اور قدامہؓ بھی بدر میں شریک تھے، اور وہ عبداللہؓ اور حفصہؓ کے ماموں تھے (پھر نشہ آور چیز پینے کا اور ان پر حد جاری کرنے کا پھر ان سے مصالحت کرنے کا تذکرہ ہے جو مصنف عبدالرزاق میں ہے، امام بخاریؒ نے اس کو چھوڑ دیا ہے)

۲۵-حضرت ظُہیر اور حضرت مُظَہِّر رضی اللہ عنہما بدری صحابی ہیں

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بتلایا کہ ان کے دو چچاؤں نے اور وہ دونوں بدری صحابی تھے ان کو (رافعؓ کو) خبر دی کہ نبی ﷺ نے کھیت کرایہ پر دینے سے منع کیا ہے۔ امام زہریؒ نے حضرت سالم سے کہا: آپ تو کھیت کرایہ پر دیتے ہیں؟ انھوں نے کہا: ہاں، رافعؓ نے اپنے خلاف زیادتی کی ہے، یعنی مزارعت کے عدم جواز میں مبالغہ کیا ہے، انھوں نے جائز اور ناجائز مزارعت میں فرق نہیں کیا، بعض پیداوار پر زمین بٹائی پر دینا جائز نہیں اور نقد پر دینا جائز ہے، حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے دونوں میں فرق نہیں کیا، دونوں کو ایک لاٹھی سے ہانکا ہے۔ تفصیل تحفۃ القاری (۳۸۵:۵) میں ہے۔

ملحوظہ: حاشیہ میں لکھا ہے کہ دمیاطیؒ ان دونوں حضرات کے بدری ہونے کے منکر ہیں، وہ کہتے ہیں: یہ دونوں حضرات جنگِ احد میں شریک ہوئے ہیں، پھر ابن حجر رحمہ اللہ کا قول لکھا ہے کہ مُثبت نافی سے مقدم ہوتا ہے اس لئے صحیح یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات بدری صحابہ ہیں۔

[۴۰۱۲و۴۰۱۳-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ، قَالَ: أَخْبَرَ رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ: أَنَّ عَمَّيْهِ - وَكَانَا شَهِدَا بَدْرًا - أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ، قُلْتُ لِسَالِمٍ: فَتُكْرِيْهَا أَنْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ، إِنَّ رَافِعًا أَكْثَرَ عَلٰى نَفْسِهِ.[راجع: ۲۳۳۹]

ملحوظہ: مذکورہ حدیث حضرت رافعؓ نے اپنے دو چچاؤں سے روایت کی ہے اس لئے حدیث پر دونمبر لگائے ہیں۔

۲۶- حضرت رفاعہ بن رافع بن مالک رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں

ابو معاذ رفاعۃ بن رافع بن مالک بن العجلان الانصاریؓ بدری صحابی ہیں، عبداللہ بن شداد کہتے ہیں: میں نے ان کو دیکھا جب انھوں نے تکبیر تحریمہ کہی تو اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا کہا، وہ جنگِ بدر میں شریک رہے ہیں۔

[۴۰۱۴-] حدثنا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ اللَّيْثِيَّ، قَالَ: رَأَيْتُ رِفَاعَةَ بْنَ رَافِعٍ الْأَنْصَارِيَّ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا.

۲۷- حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں

مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما (صحابی صغیر) نے حضرت عروۃ بن الزبیر کو بتلایا کہ عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ: جن کا بنو عامر بن لؤی سے دوستانہ تعلق تھا اور وہ بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے، انھوں نے عروہ کو بتلایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بحرین بھیجا تا کہ وہ وہاں کا جزیہ لائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین والوں سے مصالحت کی تھی اور ان پر علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا تھا، پس ابوعبیدہؓ بحرین سے مال لے کر آئے، انصار نے ابوعبیدہؓ کے آنے کے بارے میں سنا، پس انھوں نے صبح کی نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی، جب آپؐ فجر کی نماز کے بعد لوٹے تو وہ حضرات آپؐ کے سامنے آئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو دیکھا تو مسکرائے اور فرمایا: میں سمجھتا ہوں کہ تم نے سنا ہے کہ ابوعبیدہؓ کچھ لے کر آئے ہیں؟ انصار نے کہا: ہاں یارسول اللہ! آپؐ نے فرمایا: خوش خبری سن لو یعنی واقعی وہ لائے ہیں اور امید باندھو اس بات کی جو تم کو خوش کرے یعنی میں وہ مال تم کو دوں گا پس بخدا! میں تم پر محتاجگی سے نہیں ڈرتا بلکہ میں تم پر اس

بات سے ڈرتا ہوں کہ پھیلائی جائے تم پر دنیا جس طرح پھیلائی گئی ان لوگوں پر جو تم سے پہلے ہوئے، پس تم ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنے لگو، جیسا پہلوں نے منافست کی، اور وہ تم کو تباہ کردے جیسا پہلوں کو تباہ کردیا (تحفۃ القاری ۴۳۹:۶ سے [أَخْبَرَهُ] بڑھایا ہے)

[٤٠١٥-] حدثنا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، وَيُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ، أَنَّ عَمْرَو بْنَ عَوْفٍ وَهُوَ حَلِيْفٌ لِبَنِيْ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم [أَخْبَرَهُ] أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ إِلَى الْبَحْرَيْنِ يَأْتِي بِجِزْيَتِهَا، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم هُوَ صَالَحَ أَهْلَ الْبَحْرَيْنِ، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيَّ، فَقَدِمَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَسَمِعَتِ الْأَنْصَارُ بِقُدُوْمِ أَبِيْ عُبَيْدَةَ فَوَافَوْا صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَلَمَّا انْصَرَفَ فَتَعَرَّضُوْا لَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حِيْنَ رَآهُمْ، ثُمَّ قَالَ: أَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْئٍ؟ قَالُوْا: أَجَلْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: " فَأَبْشِرُوْا وَأَمِّلُوْا مَا يَسُرُّكُمْ. فَوَ اللّٰهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنِّي أَخْشَى أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ قَبْلَكُمْ، فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ "

۲۸- حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سبھی سانپوں کو مارا کرتے تھے، یہاں تک کہ ان سے بدری صحابی حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے گھروں کے سفید سانپوں کو مارنے سے منع کیا ہے، چنانچہ ابن عمرؓ ان سانپوں کو مارنے سے رک گئے (یہ حدیث تفصیل سے تحفۃ القاری ۵۲۳:۶ میں ہے)

[٤٠١٦-] حدثنا أَبُوْ النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقْتُلُ الْحَيَّاتِ كُلَّهَا.

[٤٠١٨-] حَتَّى حَدَّثَهُ أَبُوْ لُبَابَةَ الْبَدْرِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم نَهَى عَنْ قَتْلِ جِنَّانِ الْبُيُوْتِ فَأَمْسَكَ عَنْهَا. [راجع: ٣٢٩٧]

۲۹- حضرت کعب بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں

حضرت ابوالیسر کعب بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو قید کیا تھا، پس وہ بدری

صحابی ہیں۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: چند انصار نے نبی ﷺ سے اجازت طلب کی، انھوں نے عرض کیا: ہمیں اجازت دیں، ہم اپنے بھانجے عباس کا فدیہ چھوڑ دیں، آپؐ نے فرمایا: بخدا! نہیں چھوڑو گے تم فدیہ میں سے ایک درہم یعنی پورا فدیہ ان سے وصول کیا جائے گا۔

تشریح: جدامجد عبدالمطلب کے والد ہاشم مکہ کے معزز سردار، بڑے مالدار اور کامیاب تاجر تھے، انھوں نے مدینہ میں بنونجار کی ایک معزز خاتون سلمی بنت عمرو سے نکاح کیا تھا، ہاشم کچھ وقت بیوی کے پاس گذار کر شام چلے گئے، اس دوران سلمیٰ بی بی حاملہ ہوگئیں، پھر ہاشم کا شام کے شہر غزہ میں انتقال ہوگیا، ان کی وفات کے بعد سلمیٰ نے بچہ جنا، جس کا نام شیبہ رکھا گیا، کیونکہ پیدائشی طور پر اس بچہ کے بالوں میں سفیدی تھی، ہاشم نے مکہ سے چلتے وقت اپنے بھائی مطلب کو وصیت کی تھی کہ اگر میں سفر سے واپس نہ آؤں تو میرے بچوں کی کفایت کرنا، چنانچہ مطلب مدینہ جاکر ہاشم کے بیٹے شیبہ کو لے آئے، جب وہ مکہ میں داخل ہوئے تو اونٹ پر مطلب کے پیچھے وہ بچہ بیٹھا تھا، لوگوں نے سمجھا کہ مطلب کوئی غلام خرید کر لائے ہیں، اس لئے انھوں نے عبدالمطلب کہنا شروع کردیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ عبدالمطلب کے صاحبزادے ہیں، یوں حضرت عباسؓ بھی انصار کے بھانجے ہوئے، اصل بھانجے تو ان کے والد عبدالمطلب تھے۔

[۴۰۱۸-] حَدَّثَنِیْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: أَنَّ رِجَالاً مِنَ الْأَنْصَارِ اسْتَأْذَنُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالُوْا: ائْذَنْ لَنَا فَلْنَتْرُكْ لِابْنِ أُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَ هُ، قَالَ: "وَاللّٰهِ لَا تَذَرُوْنَ مِنْهُ دِرْهَمًا" [راجع: ۲۵۳۷]

۳۰- حضرت مقداد بن عمرو کندی رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں

عبیداللہ کہتے ہیں: مقداد بن عمرو کندی رضی اللہ عنہ نے جن کا بنوزُہرہ سے دوستانہ تعلق تھا، اور جو نبی ﷺ کے ساتھ بدر میں شریک تھے: بتلایا کہ انھوں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ اگر میری کسی کافر سے مڈبھیڑ ہو، ہم باہم لڑیں، اس نے میرے ایک ہاتھ پر تلوار ماری اور اس کو کاٹ دیا، پھر اس نے مجھ سے بچنے کے لئے ایک درخت کی پناہ لی، اور اس نے کہا: میں مسلمان ہوتا ہوں، پس کیا میں اس کو قتل کروں، اے اللہ کے رسول لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد؟ آپؐ نے فرمایا: اس کو قتل مت کرو، حضرت مقدادؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس نے میرا ایک ہاتھ کاٹ دیا ہے پھر اس نے کلمہ پڑھا ہے اس ہاتھ کو کاٹنے کے بعد! نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو قتل مت کرو، اگر تم اس کو قتل کروگے تو وہ تمہاری جگہ ہوگا اس کو قتل کرنے سے پہلے اور تم اس کی جگہ ہوگے، کلمۂ اسلام پڑھنے سے پہلے، یعنی پہلے وہ کافر تھا، مارا جاتا تو جہنم میں جاتا، اب تم اس کو ماروگے تو جہنم میں جاؤگے۔

[۴۰۱۹-] حدثنا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيٍّ، عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ، ح: وَحَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِيْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمِّهِ، أَخْبَرَنِيْ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ، ثُمَّ الْجُنْدَعِيُّ، أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ أَخْبَرَهُ، أَنَّ الْمِقْدَادَ بْنَ عَمْرٍو الْكِنْدِيَّ- وَكَانَ حَلِيْفًا لِبَنِيْ زُهْرَةَ، وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم- أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيْتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ إِحْدَى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّيْ بِشَجَرَةٍ، فَقَالَ: أَسْلَمْتُ لِلّٰهِ! آقْتُلُهُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " لَا تَقْتُلْهُ" فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّهُ قَطَعَ إِحْدَى يَدَيَّ، ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ بَعْدَمَا قَطَعَهَا! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " لَا تَقْتُلْهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ، وَإِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُوْلَ كَلِمَتَهُ الَّتِيْ قَالَ"[انظر: ۶۸۶۵]

۳۱-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں

حدیث: نبی ﷺ نے بدر کے دن فرمایا: کون دیکھے گا کہ ابوجہل کا کیا انجام ہوا؟ پس ابن مسعودؓ چلے، انھوں نے اس کو پایا کہ مارا ہے اس کو عفراء رضی اللہ عنہما کے دو بیٹوں نے یہاں تک کہ وہ ڈھیر ہوگیا ہے، ابن مسعودؓ نے کہا: تو؟ اے ابوجہل! (روایت میں اسی طرح أَبَا جهل منادی ہے) ابوجہل نے کہا: کیا اس شخص سے اوپر بھی کوئی ہے جس کو تم نے قتل کیا؟ یعنی قوم کا سب سے بڑا سردار تو میں ہوں جس کو تم نے قتل کر دیا، اب تمہارا کیا ہوگا؟ پھر ابوجہل نے کہا: کاش کسانوں کے علاوہ کسی نے مجھے قتل کیا ہوتا (یہ حدیث ابھی گذری ہے)

[۴۰۲۰-] حَدَّثَنِيْ يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ بَدْرٍ: " مَنْ يَنْظُرُ مَا صَنَعَ أَبُوْ جَهْلٍ؟" فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ، فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتَّى بَرَدَ، فَقَالَ: أَنْتَ؟ أَبَا جَهْلٍ! - قَالَ ابْنُ عُلَيَّةَ: قَالَ سُلَيْمَانُ: هٰكَذَا قَالَهَا أَنَسٌ، قَالَ: أَنْتَ؟ أَبَا جَهْلٍ! - قَالَ: وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ؟ قَالَ سُلَيْمَانُ: أَوْ قَالَ: قَتَلَهُ قَوْمُهُ. قَالَ: وَقَالَ أَبُوْ مِجْلَزٍ: قَالَ أَبُوْ جَهْلٍ: فَلَوْ غَيْرُ أَكَّارٍ قَتَلَنِيْ.[راجع: ۳۹۶۲]

۳۲-حضرت عویم بن ساعدہ اور حضرت معن بن عدی رضی اللہ عنہما بدری صحابی ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب نبی ﷺ کی وفات ہوئی تو میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: چلئے ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس جائیں، پس ملاقات کی ہم نے انصار میں سے دو نیک آدمیوں سے جو دونوں بدری صحابی

تھے، حضرت عروہ رحمہ اللہ نے کہا: وہ دونوں عویم بن ساعدہ اور معن بن عدی رضی اللہ عنہما تھے (یہ سقیفۂ بنی ساعدۃ کی حدیث کا ایک حصہ ہے، حدیث آگے کتاب الحدود میں (حدیث ۶۸۳۰) آئے گی، یہاں مقصود ان دونوں کا بدری ہونا بیان کرنا ہے)

[٤٠٢١-] حدثنا مُوْسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ: لَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ: انْطَلِقْ بِنَا إِلٰى إِخْوَانِنَا مِنَ الْأَنْصَارِ، فَلَقِيَنَا مِنْهُمْ رَجُلَانِ صَالِحَانِ شَهِدَا بَدْرًا، فَحَدَّثْتُ بِهِ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ: هُمَا عُوَيْمُ بْنُ سَاعِدَةَ، وَمَعْنُ بْنُ عَدِيٍّ. [راجع: ٢٤٦٢]

۳۳-بدری صحابہ کا اجمالی تذکرہ

حدیث (۱): قیس بن ابی حازم بجلی (مخضرم تابعی) کہتے ہیں: بدری صحابہ کا وظیفہ پانچ پانچ ہزار درہم تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان کو بعد والوں پر ترجیح دوں گا (اس میں سبھی بدری صحابہ کا اجمالی ذکر ہے)

حدیث (۲): جبیر بن مطعم بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں گفتگو کرنے کے لئے مدینہ آئے، وہ مسجد نبوی کے باہر تھے، مسجد میں مغرب کی نماز ہورہی تھی، نبی ﷺ سورہ طور پڑھ رہے تھے، جبیر کہتے ہیں: اس کو سن کر میرے دل میں ایمان کا بیج پڑا، پھر انھوں نے بدر کے قیدیوں کے بارے میں نبی ﷺ سے گفتگو کی، آپؐ نے فرمایا: ''اگر تیرا باپ مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ مجھ سے ان گندوں کے بارے میں گفتگو کرتا تو میں ان کو اس کی خاطر چھوڑ دیتا'' اور سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں: پہلا فتنہ واقع ہوا — مراد لے رہے ہیں وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کو — تو نہیں باقی چھوڑا اس نے بدری صحابہ میں سے کسی کو یعنی اس کے بعد بدری صحابہ اٹھتے چلے گئے، اگلے فتنہ تک کوئی بدری صحابی زندہ نہ رہا (یہاں باب ہے، بدری صحابہ کا اجمالی ذکر آ گیا) پھر دوسرا فتنہ واقع ہوا — مراد لے رہے ہیں وہ حرہ کے واقعہ کو — پس نہیں چھوڑا اس نے حدیبیہ والوں میں سے کسی کو، پھر تیسرا فتنہ واقع ہوا، پس نہیں ختم ہوا وہ درانحالیکہ لوگوں میں عقلمندی اور بہتری تھی، یعنی کوئی صحابی باقی نہیں رہا (اس تیسرے فتنہ کی نشاندہی نہیں کی، حاشیہ میں خوارج کے فتنہ کو اس کا مصداق قرار دیا ہے)

[٤٠٢٢-] حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ فُضَيْلٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ: كَانَ عَطَاءُ الْبَدْرِيِّيْنَ خَمْسَةَ آلَافٍ خَمْسَةَ آلَافٍ، وَقَالَ عُمَرُ: لَأُفَضِّلَنَّهُمْ عَلٰى مَنْ بَعْدَهُمْ.

[٤٠٢٣-] حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ، وَذٰلِكَ أَوَّلُ مَا وَقَرَ الْإِيْمَانُ فِيْ قَلْبِيْ. [راجع: ٧٦٥]

[٤٠٢٤-] وَعَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ فِي أُسَارَى بَدْرٍ: " لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ثُمَّ كَلَّمَنِيْ فِيْ هٰؤُلَآءِ النَّتْنٰى لَتَرَكْتُهُمْ لَهُ"

وَقَالَ اللَّيْثُ، عَنْ يَحْيىَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ: وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الْأُوْلٰى يَعْنِيْ مَقْتَلَ عُثْمَانَ فَلَمْ تُبْقِ مِنْ أَصْحَابِ بَدْرٍ أَحَدًا، ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّانِيَةُ يَعْنِي الْحَرَّةَ فَلَمْ تُبْقِ مِنْ أَصْحَابِ الْحُدَيْبِيَةِ أَحَدًا، ثُمَّ وَقَعَتِ الثَّالِثَةُ فَلَمْ تَرْتَفِعْ وَلِلنَّاسِ طَبَاخٌ.[راجع: ٣١٣٩]

ملحوظہ: دوسری اور تیسری حدیثیں ایک ہیں، حوالہ دینے کے لئے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

قولہ: طَبَاخٌ: اصل معنی قوت وفربہی کے ہیں اور ثانوی معنی عقلمندی اور بہتری کے، لَاطَبَاخَ لَهُ أَیْ لَاعَقْلَ لَهُ وَلَا خَيْرَ عِنْدَهُ، شاعر کہتا ہے:

اَلْمَالُ يَغْشٰى رِجَالاً لَاطَبَاخَ لَهُمْ ❁ كَالسَّيْلِ يَغْشَى أُصُوْلَ الدِّنْدَنِ الْبَالِيْ

ترجمہ: مال چھاتا ہے ایسے لوگوں پر جن میں عقل وفہم اور خیر نہیں ہوتی ÷ جیسے نالہ چھاتا ہے پرانی کالی گھاس کی جڑوں پر۔

۳۴- حضرت مسطح رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں

واقعہ افک میں صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پس میں اور مسطحؓ کی ماں استنجے سے فارغ ہوکر لوٹیں، مسطحؓ کی ماں اپنے دوپٹے میں الجھ کر لڑکھڑائی، ان کے منہ سے نکلا: مسطح کا ناس ہو! صدیقہؓ نے کہا: آپ نے بری بات کہی، آپ ایک ایسے شخص کو کوس رہی ہیں جو بدری صحابی ہیں، پھر روات نے افک کا واقعہ بیان کیا ہے، جو پہلے (حدیث ۲۶۶۱) آیا ہے۔

[٤٠٢٥-] حدثنا الْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُوْنُسُ ابْنُ يَزِيْدَ، قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، وَسَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ، وَعَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ، وَعُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ، عَنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، كُلٌّ حَدَّثَنِيْ طَائِفَةً مِنَ الْحَدِيْثِ، قَالَتْ: فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ، فَعَثَرَتْ أُمُّ مِسْطَحٍ فِيْ مِرْطِهَا، فَقَالَتْ: تَعِسَ مِسْطَحٌ! فَقُلْتُ: بِئْسَ مَا قُلْتِ، تَسُبِّيْنَ رَجُلاً شَهِدَ بَدْرًا؟ فَذَكَرَ حَدِيْثَ الإِفْكِ.[راجع: ٢٥٩٣]

۳۵- بدر میں مہاجرین کتنے تھے؟

امام زہریؒ نے مہماتِ نبوی ﷺ بیان کرتے ہوئے فرمایا: یہ نبی ﷺ کی جنگیں ہیں: پھر ان کی تفصیل کی (اس کا ایک جزء یہ ہے:) نبی ﷺ نے فرمایا: جبکہ آپ صنادید قریش کو نام بہ نام پکار رہے تھے: " کیا تم نے اس بات کو جس کا تم سے تمہارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا برحق پایا؟" ابن عمرؓ کہتے ہیں: صحابہ میں سے کچھ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپؐ مردہ

لوگوں کو پکار رہے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم ان مردوں سے زیادہ سننے والے نہیں ہو، اس بات کو جو میں کہہ رہا ہوں!''

(امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) تمام وہ حضرات جو بدر میں شریک ہوئے قریش میں سے یعنی مہاجرین میں سے ان لوگوں میں سے جن کو بدر کی غنیمت میں سے حصہ دیا گیا اکیاسی آدمی تھے، اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جن کے حصے بانٹے گئے وہ سو تھے، اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔

اور آخری حدیث میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بدر کے دن مہاجرین کے لئے سو حصے لگائے گئے۔

[٤٠٢٦-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: هٰذِهِ مَغَازِى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ، فقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ يُلْقِيْهِمْ: '' هَلْ وَجَدْتُمْ مَاوَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا؟'' قَالَ مُوْسَى: قَالَ نَافِعٌ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: قَالَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِه: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! تُنَادِىْ نَاسًا أَمْوَاتًا؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: '' مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لَمَا أَقُوْلُ مِنْهُمْ''

فَجَمِيْعُ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنْ قُرَيْشٍ مِمَّنْ ضُرِبَ لَهُ بِسَهْمِهِ أَحَدٌ وَثَمَانُوْنَ رَجُلاً، وَكَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يَقُوْلُ: قَالَ الزُّبَيْرُ: قُسِمَتْ سُهْمَانُهُمْ فَكَانُوْا مِائَةً، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. [راجع: ١٣٧٠]

[٤٠٢٧-] حَدَّثَنِىْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: ضُرِبَتْ يَوْمَ بَدْرٍ، لِلْمُهَاجِرِيْنَ بِمِائَةِ سَهْمٍ.

قولہ: يُلْقِيْهِمْ: إلقاء سے ہے جس کے معنی ہیں: ڈالنا یعنی صنادید قریش کو بدر کے کنویں میں ڈال رہے تھے، اور يُلَقِّيْهِمْ ہے تو معنی ہیں: آپؐ ان سے مخاطب تھے، ان سے بات کررہے تھے، اور يُلَقِّبُهُمْ ہے تو معنی ہیں: ان کو نام بہ نام پکار رہے تھے اور اگر يَلْعَنُهُمْ ہے تو معنی ہیں: ان پر لعنت کررہے تھے، میں نے يُلَقِّبُهُمْ کا ترجمہ کیا ہے، اصیلی اور ابوالوقت کے نسخوں میں حموی سے یہی مروی ہے (حاشیہ)

بَابُ تَسْمِيَةِ مَنْ سُمِّىَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ فِى الْجَامِعِ

وہ بدری صحابہ جن کا بخاری شریف میں تذکرہ آیا ہے

یہ باب گذشتہ ابواب کا خلاصہ ہے، بخاری شریف میں گذشتہ تین بابوں میں یا دوسری جگہوں میں جن بدری صحابہ کا ذکر آیا ہے، خواہ وہ مہاجرین ہیں یا انصار، ان کا مجموعی تذکرہ کرتے ہیں، اور بین السطور میں اور حاشیہ میں بقید صفحات حوالے ہیں کہ کس صحابی کا ذکر کہاں آیا ہے، یہ کل ۴۵ بدری صحابہ ہیں جن کا بخاری کی حدیثوں میں ذکر آیا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے

ان کو حروفِ ہجا پر مرتب کیا ہے، میں نے کھڑی دو قوسوں کے درمیان نمبر لگا دیئے ہیں، ترجمہ کی ضرورت نہیں۔

[۱۳-] بَابُ تَسْمِيَةِ مَنْ سُمِّيَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ فِي الْجَامِعِ

[۱-] النَّبِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْهَاشِمِيُّ صلى الله عليه وسلم الْقُرَشِيُّ. [۲-] إِيَاسُ بْنُ الْبُكَيْرِ. [۳-] بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ مَوْلٰى أَبِيْ بَكْرٍ الْقُرَشِيِّ. [٤-] حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ الْهَاشِمِيُّ. [٥-] حَاطِبُ ابْنُ أَبِيْ بَلْتَعَةَ حَلِيْفٌ لِقُرَيْشٍ. [٦-] أَبُوْ حُذَيْفَةَ بْنُ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ الْقُرَشِيُّ. [۷-] حَارِثَةُ بْنُ الرُّبَيِّعِ الْأَنْصَارِيُّ، قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ وَهُوَ حَارِثَةُ بْنُ سُرَاقَةَ كَانَ فِي النَّظَارَةِ. [۸-] خُبَيْبُ بْنُ عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيُّ. [۹-] خُنَيْسُ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ. [۱۰-] رِفَاعَةُ بْنُ رَافِعٍ الْأَنْصَارِيُّ. [۱۱-] رِفَاعَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُنْذِرِ أَبُوْ لُبَابَةَ الْأَنْصَارِيُّ. [۱۲-] زُبَيْرُ بن الْعَوَّامِ الْقُرَشِيُّ. [۱۳-] زَيْدُ بْنُ سَهْلٍ أَبُوْ طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيُّ. [۱٤-] أَبُوْ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ. [۱٥-] سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ الزُّهْرِيُّ [۱٦-] سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ الْقُرَشِيُّ، [۱۷-] سَعِيْدُ ابْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ الْقُرَشِيُّ. [۱۸-] سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ الْأَنْصَارِيُّ. [۱۹-] ظُهَيْرُ بْنُ رَافِعٍ الْأَنْصَارِيُّ. [۲۰-] وَأَخُوْهُ. [۲۱-] عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ الْقُرَشِيُّ. [۲۲-] عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ الْهُذَلِيُّ [۲۳-] عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ. [۲٤-] عُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ الْقُرَشِيُّ. [۲٥-] عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ الْأَنْصَارِيُّ. [۲٦-] عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْعَدَوِيُّ. [۲۷-] عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ الْقُرَشِيُّ خَلَّفَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلٰى ابْنَتِهِ وَضَرَبَ لَهُ بِسَهْمِهِ. [۲۸-] عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ الْهَاشِمِيُّ. [۲۹-] عَمْرُو بْنُ عَوْفٍ حَلِيْفُ بَنِيْ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ. [۳۰-] عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيُّ. [۳۱-] عَامِرُ بْنُ رَبِيْعَةَ الْعَنَزِيُّ. [۳۲-] عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيُّ. [۳۳-] عُوَيْمُ بْنُ سَاعِدَةَ الْأَنْصَارِيُّ. [۳٤-] عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ. [۳٥-] قُدَامَةُ بْنُ مَظْعُوْنٍ. [۳٦-] قَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ الْأَنْصَارِيُّ. [۳۷-] مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو ابْنِ الْجَمُوْحِ. [۳۸-] مُعَوِّذُ بْنُ عَفْرَاءَ. [۳۹-] وَأَخُوْهُ. [٤۰-] مَالِكُ بْنُ رَبِيْعَةَ أَبُوْ أُسَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ. [٤۱-] مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْأَنْصَارِيُّ. [٤۲-] مَعْنُ بْنُ عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيُّ. [٤۳-] مِسْطَحُ بْنُ أُثَاثَةَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ الْمُطَّلَبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ. [٤٤-] مِقْدَادُ بْنُ عَمْرٍو الْكِنْدِيُّ حَلِيْفُ بَنِيْ زُهْرَةَ. [٤٥-] هِلَالُ ابْنُ أُمَيَّةَ الْأَنْصَارِيُّ.

[۷-] حارثہؓ کی والدہ کا نام رُبَيِّعْ ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہیں، اور ان کے والد کا نام سُراقہ ہے اور نَظَّارَة کے معنی ہیں: تماش بیں، کسی چیز کو شوق و رغبت سے دیکھنے والے لوگ، عینی میں ہے: وَهُمُ الْقَوْمُ يَنْظُرُوْنَ إِلٰى شَيْئٍ: حارثہؓ پانی کے ایک چشمہ پر کھڑے ہوئے جنگ کا منظر دیکھ رہے تھے کہ انجانا تیر آیا اور گلے میں لگا، جس سے شہید ہو گئے۔

[۲۰-] ظُهیر کے بھائی کا نام مُظَهِّر ہے[۲۷-] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے پیچھے چھوڑا تھا اپنی صاحبزادی کی تیمارداری کے لئے اوران کو بدر کی غنیمت میں سے حصہ دیا تھا، پس وہ حکماً بدری صحابی ہیں۔[۳۹-] معوذ بن عفراء کے بھائی کا نام حارث بن عفراء ہے۔

فائدہ: اس فہرست میں امام بخاری رحمہ اللہ نے صرف ان بدری صحابہ کا ذکر کیا ہے جن کے بدری ہونے کی بخاری شریف میں صراحت ہے اور اگر کوئی ایسا بدری صحابی ہے جس کے بارے میں صراحت نہیں ہے تو اس کا ذکر نہیں کیا، جیسے حضرت ابوعبیدة بن الجراح رضی اللہ عنہ کا تذکرہ بخاری میں ہے اور وہ بالیقین بدری صحابی ہیں، مگر بخاری میں اس کی صراحت نہیں ہے، اس لئے ان کا تذکرہ نہیں کیا۔

جنگِ بدر میں شہید ہونے والے صحابہ رضی اللہ عنہم

جنگِ بدر میں چودہ خوش نصیب صحابہ شہید ہوئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱-حضرت عبیدة بن الحارث بن المطلب مہاجری رضی اللہ عنہ (مبارزت میں پیر کٹ گیا تھا، صفراء مقام میں وفات پائی، وہیں دفن کئے گئے)

۲-عُمیر بن ابی وقاص مہاجری رضی اللہ عنہ (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی ہیں بوقت شہادت عمر سولہ سال تھی)

۳-ذوالشمالین بن عبد عمرو مہاجری رضی اللہ عنہ (جمہور محدثین کے نزدیک ذوالشمالین اور ذوالیدین الگ الگ ہیں)

۴-عاقل بن البُکیر مہاجری رضی اللہ عنہ (ان کا پہلا نام غافل تھا، نبی ﷺ نے ان کا نام عاقل رکھا، بوقتِ شہادت عمر ۳۴ سال تھی)

۵-مِهْجَعُ بن صالح مہاجری رضی اللہ عنہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ)

۶-صفوان بن بیضاء مہاجری رضی اللہ عنہ (آپؓ کا بدری ہونا مسلم ہے مگر بدر میں شہید ہونا مختلف فیہ ہے)

۷-سعد بن خیثمہ انصاری رضی اللہ عنہما (شہید اور شہید کے بیٹے، آپ غزوۂ بدر میں اور باپ غزوۂ احد میں شہید ہوئے)

۸-مُبَشِّر بْنُ عَبْدِ الْمُنْذِر انصاری رضی اللہ عنہ............۹-یزید بن حارث انصاری رضی اللہ عنہ............۱۰-عمیر بن حمام انصاری رضی اللہ عنہ............۱۱-رافع بن مُعلّٰی انصاری رضی اللہ عنہ۔

۱۲-حارثہ بن سراقہ انصاری رضی اللہ عنہما (شہید اور شہید کے بیٹے، آپ بدر میں اور باپ حنین میں شہید ہوئے)

۱۳-عوف بن حارث انصاری رضی اللہ عنہ............۱۴-معوّذ بن حارث انصاری رضی اللہ عنہ (آخری دونوں بھائی ہیں، ماں کا نام عفراء رضی اللہ عنہا ہے)

(غزوۂ بدر کا بیان پورا ہوا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہود کے احوال وانجام

مدینہ منورہ میں یہود کے تین قبیلے آباد تھے: بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ، بڑے قبائل بنونضیر اور بنوقریظہ تھے، بنوقینقاع اور بنوحارثہ ان کی شاخیں تھیں، یہ سب قبائل بنوقریظہ کے علاوہ اپنی خیانت، بے وفائی اور عہد شکنی کی وجہ سے جلاوطن کئے گئے، ہجرت کے بعد نبی ﷺ نے مدینہ کے یہود اور مشرکین کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا جس کی رو سے مدینہ اور اس کے اطراف ایک 'وفاقی حکومت' میں تبدیل ہوگئے تھے۔

پھر جب مسلمان بدر کی طرف نکلے تو ایک مسلمان عورت بنوقینقاع کے محلّہ میں دودھ بیچنے گئی، یہودیوں نے شرارت کی اور اسے سر بازار ننگا کردیا، عورت چلائی ایک مسلمان موقع پر پہنچ گیا، اس نے طیش میں آکر فسادی یہودی کو قتل کردیا، اس پر یہودی جمع ہوگئے اور اس مسلمان کو مار ڈالا اور اس طرح بلوہ ہوگیا، نبی ﷺ جب بدر سے لوٹے تو یہودیوں کو واقعہ کی تحقیق کے لئے بلایا، انھوں نے معاہدہ کا کاغذ واپس کردیا اور جنگ پر آمادہ ہوگئے، ان کی یہ حرکت بغاوت کے مترادف تھی، اس لئے ان کو سزا دی گئی کہ وہ مدینہ چھوڑ دیں، اور خیبر جابسیں، اس طرح سب سے پہلے بنوقینقاع کو مدینہ سے جلاوطن کیا۔

پھر یہ واقعہ پیش آیا کہ قریش نے یہود کو لکھا کہ تم جائدادوں اور قلعوں والے ہو، محمد (ﷺ) سے لڑو، ورنہ ہم تمہارے ساتھ یہ کریں گے وہ کریں گے، اور تمہاری عورتوں کے پازیب بھی اتارلیں گے۔ اس خط کے ملنے پر بنونضیر نے عہد شکنی کا اور نبی ﷺ سے فریب کا ارادہ کیا، انھوں نے نبی ﷺ کو پیغام بھیجا کہ آپؐ تین آدمی اپنے ساتھ لے کر آئیں، ہمارے تین عالم آپؐ سے بحث کریں گے اگر ہمارے آدمی مطمئن ہوگئے تو ہم اسلام قبول کرلیں گے اور انھوں نے اپنے تینوں عالموں سے کہہ دیا کہ اپنے ساتھ خنجر چھپا کر رکھنا اور موقع ملتے ہی آپؐ کو قتل کردینا۔

بنونضیر میں ایک انصاری خاتون تھی اس کا بھائی مسلمان تھا اس نے اس سازش کی اطلاع اپنے بھائی کو دی، بھائی نے آکر آپ ﷺ کو خبر دی، چنانچہ نبی ﷺ نے مذاکرہ کا ارادہ ترک فرمادیا۔

پھر یہ واقعہ پیش آیا کہ بنوکلاب کے دو شخصوں کو عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے غلطی سے قتل کردیا، اس لئے ان کی دیت ادا کرنی ضروری تھی، اور معاہدہ کی رو سے اس میں اعانت کرنا یہود پر بھی واجب تھا، چنانچہ آپؐ چند صحابہ کے ساتھ

بنونضیر کی بستی میں گئے ان لوگوں نے آپ کو اور صحابہ کو ایک دیوار کے پاس بٹھایا اور کہا: ہم مشورہ کرکے آپ کی ضرورت پوری کرتے ہیں، پھر وہ تنہائی میں جمع ہوئے اور باہم مشورہ کیا کہ آپ کو قتل کردیا جائے تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری! انھوں نے عمرو بن جحّاش کو تیار کیا کہ وہ چکی کا پاٹ لے کر چھت پر چڑھے اور آپ کے سر پر گرادے، سلام بن مشکم نے منع بھی کیا کہ ایسا مت کرو، تمہارے ارادوں کی ان کو خبر ہوجائے گی، پھر ہمارے اور ان کے درمیان عہد و پیمان بھی ہے اور یہ حرکت اس کی خلاف ورزی ہے، مگر انھوں نے ایک نہیں سنی، سب اپنے منصوبہ کو روبہ عمل لانے پر مصر رہے۔

ادھر وحی کے ذریعہ آپ کو یہود کے ارادہ کی خبر دیدی گئی، آپ تیزی سے اٹھ کر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے، ساتھی تھوڑی دیر انتظار کرکے مایوس ہوکر مدینہ لوٹ آئے آپ نے ان کو بتلایا کہ یہود کا یہ ارادہ تھا اس واقعہ کے بعد آپ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا اور نوٹس دیا کہ تم لوگ مدینہ سے نکل جاؤ، اب تم یہاں میرے ساتھ نہیں رہ سکتے، تمہیں دس دن کی مہلت دی جاتی ہے، اس نوٹس کے بعد بنونضیر نے جلاوطنی کی تیاری شروع کردی، مگر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے کہلا بھیجا کہ اپنی جگہ برقرار رہو، ڈٹ جاؤ اور گھربار نہ چھوڑو، میرے پاس دو ہزار مردانِ جنگی ہیں، جو تمہاری حفاظت میں جان دیدیں گے اور اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہم تمہارے بارے میں کسی سے ہرگز سمجھوتہ نہیں کریں گے، اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور بنوقریظہ اور بنوغطفان جو تمہارے حلیف ہیں، وہ بھی تمہاری مدد کریں گے۔

رئیس المنافقین کا یہ پیغام سن کر بنونضیر کی خوداعتمادی لوٹ آئی، انھوں نے طے کرلیا کہ جلاوطن نہیں ہونا، ان کے سردار حیی بن اخطب کو توقع تھی کہ رئیس المنافقین نے جو کچھ کہا ہے وہ پورا کرے گا، چنانچہ اس نے جوابی پیغام بھیجا کہ ہم اپنے دیار سے نہیں نکلتے، آپ کو جو کرنا ہو کرلو، جب رسول اللہ ﷺ کو حیی بن اخطب کا جوابی پیغام ملا تو آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ بنونضیر پر فوج کشی کرو، چنانچہ لشکر نے بنونضیر کے علاقہ میں پہنچ کر ان کا محاصرہ کرلیا، وہ قلعوں اور گڑھیوں میں پناہ گزیں ہوگئے اور فصیل سے تیر و پتھر برسانے لگے، عبداللہ بن ابی نے خیانت کی اور ان کے حلیف غطفان بھی مدد کو نہیں آئے اور بنوقریظہ بھی الگ تھلگ رہے۔

یہ محاصرہ کچھ زیادہ طویل نہیں ہوا، صرف چھ دن یا بقول بعض پندرہ دن جاری رہا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، ان کے حوصلے ٹوٹ گئے اور وہ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوگئے، اور انھوں نے کہلوایا کہ ہم مدینہ سے نکلنے کے لئے تیار ہیں، آپ نے ان کی جلاوطنی کی پیشکش منظور کرلی اور اجازت دی کہ ہتھیار کے علاوہ جو ساز و سامان لے جاسکتے ہیں وہ لے کر بال بچوں سمیت کہیں چلے جائیں، ان میں سے اکثر نے اور ان کے لیڈروں نے خیبر کا رخ کیا، حیی بن اخطب اور سلام بن ابی الحُقیق بھی خیبر چلے گئے اور ایک جماعت ملک شام روانہ ہوئی، صرف دو شخص: یامین بن عمرو اور ابوسعید بن وہب مسلمان ہوئے، نبی ﷺ نے شرط کے مطابق بنونضیر کے ہتھیار، زمین، گھر اور باغات اپنے قبضہ میں لے لئے، اس طرح

یہود کا یہ دوسرا قبیلہ بھی جلاوطن کیا گیا۔

جب بنونضیر کو جلاوطن کیا گیا تھا تو بنوقریظہ کو معاف کر دیا گیا تھا اور ان کے ساتھ معاہدہ کی تجدید کر لی گئی تھی، مگر جب غزوۂ احزاب پیش آیا تو بنوقریظہ نے نقض عہد کیا، وہ قریش کے ساتھ مل گئے اور شہر کے امن وامان میں بھی خلل ڈالا چنانچہ جب مسلمان احزاب سے نمٹ گئے تو آپؐ نے بنوقریظہ پر چڑھائی کا حکم دیا، پھر ان کے حَکَم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ بنوقریظہ کے جنگجو مرد قتل کئے جائیں، عورتیں اور بچے غلام بنائے جائیں اور ان کا مال تقسیم کر دیا جائے، اس طرح اس قبیلہ سے بھی مسلمانوں کو نجات مل گئی۔

بَابُ حَدِيْثِ بَنِیْ النَّضِيْرِ

غزوۂ بنونضیر

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس غزوہ کا تذکرہ غزوۂ بدر کے بعد کیا ہے اور حضرت عروہ رحمہ اللہ کا قول لکھا ہے کہ یہ غزوہ: بدر کے چھ ماہ بعد غزوۂ احد سے پہلے پیش آیا ہے، پھر محمد بن اسحاق کا قول نقل کیا ہے کہ یہ غزوہ: بیر معونہ اور غزوۂ احد کے بعد پیش آیا ہے، یہی قول ارباب سیر کے نزدیک راجح ہے، ان کے نزدیک ربیع الاول سن ۴ ہجری میں یہ غزوہ پیش آیا ہے۔

باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے غزوہ کا سبب بھی بیان کیا ہے کہ ایک دیت کی ادائیگی کے سلسلہ میں تعاون حاصل کرنے کے لئے نبی ﷺ چند صحابہ کے ساتھ بنونضیر کی بستی میں تشریف لے گئے تھے، معاہدہ کی رو سے ان پر تعاون کرنا لازم تھا، انھوں نے غداری کی، نہ صرف تعاون سے انکار کیا، بلکہ نبی ﷺ کے قتل کا پلان بنایا، جس کی وحی سے بروقت اطلاع ہوگئی، تفصیل تمہید میں آچکی ہے۔

اس غزوہ کے تعلق سے سورۃ الحشر نازل ہوئی ہے، جس میں بنونضیر کی جلاوطنی کا نقشہ کھینچا گیا ہے، منافقین کے طرزِ عمل کا پردہ فاش کیا ہے اور مالِ فیئ کے احکام بیان کئے ہیں، اس میں مہاجرین وانصار کی تعریف بھی ہے اور یہ بات بھی ہے کہ جنگی مصالح سے درخت کاٹنا اور ان میں آگ لگانا جائز ہے، یہ فساد فی الارض نہیں۔

[۱۴-] بَابُ حَدِيْثِ بَنِیْ النَّضِيْرِ، وَمَخْرَجُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَيْهِمْ فِیْ دِيَةِ الرَّجُلَيْنِ، وَمَا أَرَادُوْا مِنَ الْغَدْرِ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

[۱-] وَقَالَ الزُّهْرِیُّ، عَنْ عُرْوَةَ: كَانَتْ عَلٰی رَأْسِ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْ وَقْعَةِ بَدْرٍ قَبْلَ أُحُدٍ. وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی: ﴿هُوَ الَّذِیْ أَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ﴾[الحشر: ۲]

[۲-] وَجَعَلَهُ ابْنُ إِسْحَاقَ بَعْدَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ وَأُحُدٍ.

باب کا ترجمہ: بنونضیر کا واقعہ، اور نبی ﷺ کا ان کے پاس دو شخصوں کی دیت کے سلسلہ میں جانا اور ان کا نبی ﷺ سے غداری کرنا۔

آیتِ کریمہ: سورۃ الحشر کی دوسری آیت ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْ أَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ﴾: اللہ وہی ہے جس نے اہل کتاب کے منکرین کو لشکر کشی کرتے ہی ان کے گھروں سے نکال دیا۔

تفسیر: مدینہ سے مشرقی جانب چند میل کے فاصلہ پر ایک قوم یہود بستی تھی، جس کو 'بنی نضیر' کہتے تھے، یہ لوگ بڑے جتھے والے اور سرمایہ دار تھے، اپنے مضبوط قلعوں پر ان کو ناز تھا، حضور ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو شروع میں انھوں نے آپؐ سے صلح کا معاہدہ کرلیا کہ ہم آپؐ کے مقابلہ پر کسی کی مدد نہ کریں گے، پھر مکہ کے کافروں سے نامہ و پیام کرنے لگے، حتی کہ ان کے ایک بڑے سردار کعب بن اشرف نے چالیس سواروں کے ساتھ مکہ پہنچ کر بیت اللہ شریف کے سامنے مسلمانوں کے خلاف قریش سے عہد و پیمان باندھا، آخر چند روز بعد اللہ و رسول کے حکم سے محمد بن مسلمہؓ نے اس غدار کا کام تمام کر دیا، پھر بھی بنونضیر کی طرف سے بدعہدی کا سلسلہ جاری رہا، کبھی دغابازی سے حضور ﷺ کو چند رفیقوں کے ساتھ بلا کر اچانک قتل کرنا چاہا، ایک مرتبہ حضور ﷺ جہاں بیٹھے تھے اوپر سے بھاری چکی کا پاٹ ڈال دیا، اگر لگے تو آدمی مرجائے، مگر سب مواقع پر اللہ کے فضل نے حفاظت فرمائی، آخر حضور ﷺ نے مسلمانوں کو جمع کیا، ارادہ یہ تھا کہ ان سے لڑیں جب مسلمانوں نے نہایت سرعت و مستعدی سے مکانوں اور قلعوں کا محاصرہ کرلیا تو وہ مرعوب و خوفزدہ ہوگئے، عام لڑائی کی نوبت نہ آئی، انھوں نے گھبرا کر صلح کی التجا کی، آخر یہ قرار پایا کہ وہ مدینہ خالی کر دیں، ان کی جانوں سے تعرض نہ کیا جائے گا، اور جو مال اسباب اٹھا کر لے جا سکتے ہیں لے جائیں، باقی مکان زمین باغ وغیرہ پر مسلمان قابض ہوئے، حق تعالیٰ نے وہ زمین مالِ غنیمت کی طرح تقسیم نہ کرائی، صرف حضرت محمد ﷺ کے اختیار پر رکھی، حضرت نے اکثر اراضی مہاجرین پر تقسیم کر دیں، اس طرح انصار پر سے ان کا خرچ ہلکا ہوا اور مہاجرین و انصار دونوں کو فائدہ پہنچا، نیز حضرت ﷺ اپنے گھر کا اور وارد و صادر کا سالانہ خرچہ بھی اسی سے لیتے تھے، اور جو بچ رہتا اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے تھے، اس سورت میں یہی قصہ مذکور ہے (فوائد عثمانی ۲:۱۱۵۹)

قولہ: أول الحشر: یعنی ایک ہی حملہ میں گھبرا گئے، اور پہلی ہی مڈبھیڑ میں مکان اور قلعے خالی کرنے کے لئے تیار ہوگئے، کچھ بھی ثابت قدمی نہ دکھلائی۔

[۴۰۲۸-] حَدَّثَنِیْ إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ، عَنْ مُوْسَى ابْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: حَارَبَتِ النَّضِیْرُ وَقُرَیْظَةُ، فَأَجْلَى بَنِی النَّضِیْرِ وَأَقَرَّ قُرَیْظَةَ وَمَنَّ عَلَیْهِمْ، حَتَّى حَارَبَتْ قُرَیْظَةُ، فَقَتَلَ رِجَالَهُمْ وَقَسَمَ نِسَاءَ هُمْ وَأَوْلَادَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ، إِلَّا

بَعْضُهُمْ لَحِقُوْا بِالنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَآمَنَهُمْ وَأَسْلَمُوْا، وَأَجْلَى يَهُوْدَ الْمَدِيْنَةِ كُلَّهُمْ: بَنِي قَيْنُقَاعَ، وَهُمْ رَهْطُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ، وَيَهُوْدَ بَنِي حَارِثَةَ، وَكُلَّ يَهُوْدٍ بِالْمَدِيْنَةِ.

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: بنونضیر اور بنوقریظہ نے جنگ کی، یعنی معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے جنگ کے لئے آمادہ ہو گئے، پس نبی ﷺ نے بنونضیر کو جلاوطن کیا اور بنوقریظہ کو برقرار رکھا اور ان پر احسان کیا، یہاں تک کہ بنوقریظہ نے بھی جنگ کی یعنی غزوۂ احزاب میں عہد شکنی کی، پس ان کے مردوں کو قتل کیا اور ان کی عورتوں، بچوں اور جائداد کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کیا، مگر ان کے بعض نبی ﷺ کے ساتھ مل گئے اور مسلمان ہو گئے، پس ان کو امن دیدیا، اور نبی ﷺ نے مدینہ کے سبھی یہودیوں کو جلاوطن کر دیا، بنوقینقاع کو جو عبداللہ بن سلامؓ کا قبیلہ تھا اور بنوحارثہ کے یہود کو اور مدینہ کے سارے ہی یہودیوں کو جلاوطن کر دیا۔

[٤٠٢٩-] حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: سُوْرَةُ الْحَشْرِ، قَالَ: قُلْ: سُوْرَةُ النَّضِيْرِ، تَابَعَهُ هُشَيْمٌ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ. [انظر: ٤٦٤٥، ٤٨٨٢، ٤٨٨٣]

ترجمہ: سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے لفظ سورۃ الحشر استعمال کیا تو ابن عباسؓ نے فرمایا: سورۃ النضیر کہو (کیونکہ اس سورت میں بنونضیر کے احوال مذکور ہیں اس لئے یہ تعبیر سورت کے مضامین کی بہتر تعبیر ہے)

[٤٠٣٠-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم النَّخَلَاتِ، حَتَّى افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرَ، فَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ. [راجع: ٢٦٣٠]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص (انصاری) نبی ﷺ کے لئے کھجور کے چند درخت مقرر کیا کرتا تھا یعنی ہدیہ کے طور پر دیتا تھا، یہاں تک کہ آپؐ نے بنوقریظہ اور بنونضیر پر فتح حاصل کی، پس اس کے بعد نبی ﷺ انصار کے درخت واپس کر دیا کرتے تھے (کیونکہ اب آپؐ کو ضرورت نہیں رہی تھی)

تشریح: بنونضیر کے باغات زمین اور مکانات مالِ فئے قرار دیئے گئے تھے، آپؐ کو اختیار تھا کہ اسے اپنے لئے محفوظ رکھیں یا جسے چاہیں دیں، کیونکہ مسلمانوں نے ان پر گھوڑے اور اونٹ دوڑا کر بزور شمشیر ان کو فتح نہیں کیا تھا، اس لئے آپؐ نے اپنے خصوصی اختیار کے تحت اس مال کا کچھ حصہ صرف مہاجرین اولین پر تقسیم فرمایا، اور دو انصاری صحابہ یعنی ابودجانہ اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما کو ان کے فقر کی وجہ سے دیا، باقی جائداد آپؐ کی تحویل میں تھی، اس سے آپؐ اپنی ازواجِ

مطہرات کا سال بھر کا خرچہ نکالتے تھے اور جو باقی بچتا تھا اس سے جہاد کی تیاری کرتے تھے۔

نخلستانِ بُویرہ کا کاٹنا اور جلانا اللہ کی مرضی سے ہوا

راجح قول کے مطابق غزوہ بنوالنضیر: غزوۂ احد اور کعب بن اشرف کے قتل کے بعد ہوا ہے، کعب بن اشرف کا تعلق قبیلہ طی کی شاخ بنونبہان سے تھا اور اس کی ماں قبیلہ بنونضیر کی تھی، اس لئے وہ بنونضیر کا فرد سمجھا جاتا تھا، اور اس کا محل بھی بنونضیر کے قلعہ کے پاس تھا۔ جنگِ بدر کے بعد وہ مکہ گیا اور مشرکین کی غیرت بھڑکانے، ان کی آتشِ انتقام تیز کرنے اور انہیں نبی ﷺ کے خلاف آمادۂ جنگ کرنے کے لئے اشعار کہہ کر ان سردارانِ قریش کا مرثیہ اور ماتم شروع کیا جو میدانِ بدر میں قتل کئے گئے تھے اور جن کو گندے کنویں میں ڈالا گیا تھا، اس کی اس حرکت کے نتیجہ میں مکہ والے مدینہ پر چڑھ آئے اور احد پہاڑ کے دامن میں جنگ ہوئی، بتانا یہ ہے کہ بنونضیر کی مکہ والوں کے ساتھ سازباز تھی دونوں ایک دوسرے کے ہمنوا اور مددگار تھے۔

پھر جب بنونضیر کے قلعہ کا محاصرہ کیا گیا تو وہ قلعہ بند ہوگئے، باہر نکل کر دوبدو جنگ نہیں لڑتے تھے، اور ان کے قلعہ کو ان کے بُویرہ نامی نخلستان نے گھیر رکھا تھا، اس وجہ سے جنگ کے لئے میدان بھی نہیں تھا، چنانچہ نبی ﷺ نے حکم دیا کہ قلعہ کے اردگرد جو کھجور کے درخت ہیں ان کو کاٹو اور ان میں آگ لگاؤ، تاکہ وہ اپنے باغات کو بچانے کے لئے نکلیں، اور فیصلہ کن جنگ ہو، اور لڑائی کے لئے میدان بھی ہاتھ آئے۔ مگر وہ پھر بھی نہیں نکلے اور درختوں کے کاٹنے اور جلانے پر اعتراض کرنے لگے کہ یہ فساد فی الارض ہے، مسلمان اس کی مخالفت کرتے ہیں اور اس پر عمل پیرا بھی ہیں، مسلمانوں کے شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کا تذکرہ اشعار میں کیا ہے، تاکہ وہ اشعار بنونضیر کو پہنچیں اور وہ مکہ میں بھی پہنچیں، جب وہ اشعار مکہ پہنچے تو ان کے شاعر ابوسفیان بن الحارث نے جو نبی ﷺ کے چچازاد بھائی تھے اور ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے جوابی اشعار کہے جو آگے آرہے ہیں۔

اس معاملہ میں سورۃ الحشر کی ایک آیت نازل ہوئی: ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى أُصُوْلِهَا فَبِإِذْنِ اللّٰهِ﴾: کھجوروں کے جو درخت تم نے کاٹے یا ان کو ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، یہ دونوں باتیں باذنِ الٰہی ہوئی ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کو یہ کاٹنا اور جلانا پسند آیا، اور درختوں کو باقی رہنے دینا بھی پسند آیا، کیونکہ جنگی مصلحت کا یہی تقاضہ تھا، جنگی مصلحت سے اہلِ حرب کے اموال کا احراق فساد فی الارض نہیں۔

[۴۰۳۱-] حدثنا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: حَرَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم نَخْلَ بَنِيْ النَّضِيْرِ وَقَطَعَ، وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ، فَنَزَلَتْ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى أُصُوْلِهَا فَبِإِذْنِ اللّٰهِ﴾[الحشر:۵] [راجع: ۲۳۲۶]

ترجمہ: ابن عمرؓ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے بنونضیر کے کھجور کے درخت جلائے اور کاٹے اور اس علاقہ کا نام بُویرہ تھا، پس

آیتِ کریمہ: ﴿مَاقَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ﴾ نازل ہوئی۔

[٤٠٣٢-] حَدَّثَنِیْ إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَبَّانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِیَّ صلى الله عليه وسلم حَرَّقَ نَخْلَ بَنِی النَّضِيْرِ، قَالَ: وَلَهَا يَقُوْلُ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ.

وَهَانَ عَلٰی سَرَاةِ بَنِیْ لُؤَیٍّ ❁ حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرُ

قَالَ: فَأَجَابَهُ أَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ:

أَدَامَ اللّٰهُ ذٰلِكَ مِنْ صَنِيْعٍ ❁ وَحَرَّقَ فِی نَوَاحِيْهَا السَّعِيْرُ

سَتَعْلَمُ أَيُّنَا مِنْهَا بِنُزْهٍ ❁ وَتَعْلَمُ أَیَّ أَرْضَيْنَا تَضِيْرُ

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے بنونضیر کا نخلستان جلایا، پس حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہا:

وَهَانَ عَلٰی سَرَاةِ بَنِیْ لُؤَیٍّ ❁ حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرُ

ترجمہ: آسان ہوگیا بنولؤی کے سرداروں (مہاجرین) کے لئے، بویرہ مقام میں ایسی آگ لگانا جس کے شرارے ہر سو اڑ رہے ہیں (پس وہ مکہ کی سرزمین تک بھی پہنچیں گے)

لغات: هَانَ الشيئُ عَلَيْهِ هَوْنًا: کسی کے لئے کوئی چیز آسان ہونا (بابہ نصر) .... سَرَات: سَرِیٌّ کی جمع: سردار شریف .... بُنُوْلُؤی: قریش .... حریق: هان کا فاعل .... بُویرة: نخلستان کا نام۔

چونکہ قریش اور بنونضیر کے درمیان دوستانہ تعلق تھا ان لئے حضرت حسانؓ نے کفارِ قریش پر چوٹ کی ہے کہ وہ بنونضیر کی کچھ مدد نہیں کرسکے، اور مہاجرین کے لئے بویرہ مقام میں آگ لگانا آسان ہوگیا، پس ابوسفیان بن الحارث نے جو نبی ﷺ کے چچازاد بھائی تھے اور ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے جوابی اشعار کہے:

أَدَامَ اللّٰهُ ذٰلِكَ مِنْ صَنِيْعٍ ❁ وَحَرَّقَ فِی نَوَاحِيْهَا السَّعِيْرُ

ترجمہ: اللہ ہمیشہ رکھے اس بات کو یعنی بویرہ میں آگ لگانے کو، اور اللہ تعالیٰ مدینہ کے اردگرد میں آگ بھڑکائے رکھے۔ مِنْ صنیع: ذلك کا بیان ہے اور اس شعر میں مسلمانوں کے لئے بددعا ہے کہ خدا کرے آگ بُویرہ ہی میں نہ رہے، مدینہ کے چاروں طرف پھیل جائے۔

سَتَعْلَمُ أَيُّنَا مِنْهَا بِنُزْهٍ ❁ وَتَعْلَمُ أَیَّ أَرْضَيْنَا تَضِيْرُ

ترجمہ: عنقریب تم جان لوگے کہ ہم میں سے کون بویرہ سے دور ہے ÷ اور تم جان لوگے کہ ہماری زمینوں میں سے کونسی زمین کو آگ نقصان پہنچا رہی ہے۔

نُزْہٌ: (مصدر) برائی سے دور ہونا.........أَرْضَین: تثنیہ، اور أَرْضِیْن: جمع: دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں، مراد بنوالنضیر اور مکہ کی زمین ہے.........اس شعر میں شاعر نے یہ کہا ہے کہ ہماری مکہ کی زمین تو بویرہ سے بہت دور ہے، اس کے شرارے ہماری زمین تک کیا پہنچیں گے! تمہاری مدینہ کی زمین اس سے قریب ہے، وہ آگ بڑھ کر تمہاری زمینوں تک پہنچ سکتی ہے، پس ہماری زمین کا کچھ نقصان نہیں ہوگا، تمہاری زمینوں کا ہوگا۔

بنونضیر کی جائداد نبی ﷺ کی تحویل میں تھی، ملکیت میں نہیں تھی، اور اس کی آمدنی آپؐ کہاں خرچ کرتے تھے؟

بنونضیر کی زمینوں اور باغات میں سے کچھ حصہ مہاجرین میں تقسیم کردیا تھا، دو انصاریوں کو بھی دیا تھا، باقی زمین نبی ﷺ کی تحویل میں تھی، آپؐ اس کے مالک نہیں تھے، اور مالِ فئے کے مصارف سورۃ الحشر میں ہیں، اس کے مطابق نبی ﷺ اس کی آمدنی خرچ کرتے تھے، آپؐ کی وفات کے بعد بنونضیر کی جائداد اور خیبر میں فدک نامی گاؤں کی جائداد اور خیبر کی غنیمت کے خمس کی جائداد جو نبی ﷺ کے تصرف میں تھی اس کو آپؐ کی ملک سمجھا گیا، چنانچہ ازواجِ مطہرات نے اپنے آٹھویں حصہ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کرنا چاہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو سمجھایا اور حدیث سنائی: إِنَّا لاَنُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَۃٌ: ہم جماعت انبیاء مورث نہیں بنائے جاتے، ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ خیرات ہوتی ہے، نبی ﷺ نے اگرچہ تمام انبیاء کا ذکر کیا ہے مگر مراد آپؐ کی ذات ہے، آپؐ اپنی املاک کا حکم بیان کررہے ہیں کہ وہ میراث میں تقسیم نہیں ہونگی، خواہ وہ ذاتی ملکیت ہو یا تحویل میں، میراث میں نہیں بانٹی جائے گی۔ چنانچہ ازواجِ مطہرات نے اس حدیث کے سننے کے بعد مطالبہ کا ارادہ ترک کردیا، البتہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مطالبہ کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو بھی اس حدیث سے سمجھایا اور وہ بھی مطمئن ہوکر چلی گئیں، پھر حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ کے حصہ کا مطالبہ کررہے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ عصبہ ہونے کی حیثیت سے اپنے حصہ کا مطالبہ کررہے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو بھی حدیث سنا کر مطمئن کردیا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی ذاتی املاک کو ازواج، اقرباء، خدام اور خاص صحابہ میں تقسیم کردیا، بعض چیزیں مثلاً انگوٹھی اپنے پاس رکھی، اور فئے کی جائدادیں اپنے کنٹرول میں رکھیں اور نبی ﷺ ان کی آمدنی جس طرح خرچ کرتے تھے آپؓ بھی کرتے رہے، ازواج مطہرات کا نفقہ اور ذوی القربیٰ کا حصہ دینے کے بعد باقی آمدنی، باقی مصارف میں خرچ کرتے تھے، پھر جو آمدنی بچتی وہ جہاد کے کاموں میں لگائی جاتی۔

پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما مل کر آئے اور چاہا کہ بنونضیر کی جائداد کا ان کو متولی بنادیا جائے، وہ اس کی آمدنی ذوی القربیٰ پر خرچ کریں گے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں کو

متولی بنادیا، اور فدک اور خیبر کی جائدادیں اپنی تحویل میں رکھیں، پھر بنونضیر کی جائداد پر حضرت علیؓ نے غلبہ پالیا، پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ تولیت تقسیم ہوجائے، چنانچہ چار سفارشی تیار کئے اور دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت عمرؓ نے ان کا مطالبہ نہیں مانا اور فرمایا: اگر دونوں مل کر متولی رہ سکتے ہو تو رہو ورنہ جائداد مجھے دیدو، میں اس کا انتظام کرلوں گا، انھوں نے وہ جائداد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو واپس نہیں کی دونوں متولی رہے، پھر وقت گذرنے کے ساتھ حضرت علیؓ کا خاندان غالب آگیا، چنانچہ آپؓ کی اولاد عرصہ تک اس کی متولی رہی، وہ حضرات آمدنی کو ذوی القربی پر خرچ کرتے تھے پھر اس جائداد کا انجام کیا ہوا؟ معلوم نہیں، اب وہ جائداد متشخص نہیں ہے، آگے کی تمام احادیث میں یہی مضامین ہیں۔

پہلی حدیث کا خلاصہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آدمی بھیج کر مالک بن اوس کو بلایا اور فرمایا: تمہارے قبیلہ کے کچھ لوگ آئے ہیں، میں نے ان کے لئے ایک مال الگ کیا ہے، تم بیت المال سے اس کو لے کر اپنی قوم میں تقسیم کردو، ابھی یہ بات چل ہی رہی تھی کہ چار بڑے حضرات اجازت لے کر آگئے، تھوڑی دیر کے بعد حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی اجازت لے کر آئے اور انھوں نے مطالبہ کیا کہ بنونضیر کی جائداد کی تولیت تقسیم کردیں، چاروں نے سفارش کی کہ ایسا کردیجئے، تاکہ جھگڑا نمٹ جائے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: رکو، پہلے میری بات سنو، حضرت عمرؓ نے پہلے سب سے اعتراف کرایا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: لا نورث ما ترکنا صدقة: پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم دونوں نے متفق ہوکر بنونضیر کی جائداد کی تولیت مانگی تھی، جو میں نے تمہیں دی تھی، اب تم آئے ہو کہ میں وہ جائداد بانٹ کردوں، میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس جائداد پر تقسیم کا نام نہیں آنے دینا چاہتے تھے تاکہ آئندہ تملیک کی صورت پیدا نہ ہوجائے۔

[۴۰۳۳-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ مَالِكُ بْنُ أَوْسِ بْنِ حَدَثَانِ النَّصِيْرِيُّ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ دَعَاهُ إِذْ جَاءَهُ حَاجِبُهُ يَرْفَأُ، قَالَ لَهُ: هَلْ لَكَ فِيْ عُثْمَانَ، وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَالزُّبَيْرِ، وَسَعْدٍ يَسْتَأْذِنُوْنَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ فَأَدْخِلْهُمْ، فَلَبِثَ قَلِيْلاً، ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ: هَلْ لَكَ فِيْ عَبَّاسٍ وَعَلِيٍّ يَسْتَأْذِنَانِ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَلَمَّا دَخَلاَ قَالَ عَبَّاسٌ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! اقْضِ بَيْنِيْ وَبَيْنَ هٰذَا، وَهُمَا يَخْتَصِمَانِ فِى الَّذِيْ أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ بَنِى النَّضِيْرِ، فَاسْتَبَّ عَلِيٌّ وَعَبَّاسٌ، فَقَالَ الرَّهْطُ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! اقْضِ بَيْنَهُمَا، وَأَرِحْ أَحَدَهُمَا مِنَ الآخَرِ، فَقَالَ عُمَرُ: اتَّئِدُوْا، أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِيْ بِإِذْنِهِ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ! هَلْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "لاَنُوْرَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ" يُرِيْدُ بِذٰلِكَ نَفْسَهُ؟ قَالُوْا: قَدْ قَالَ ذٰلِكَ. فَأَقْبَلَ عُمَرُ عَلٰى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَدْ قَالَ ذٰلِكَ؟ قَالاَ: نَعَمْ.

ترجمہ: مالک بن اوس بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلایا، اچانک حضرت عمرؓ کے پاس ان کا دربان یرفأ آیا اور اس نے کہا: آپؓ عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو آنے کی اجازت دینا چاہتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا: ہاں، ان کو لے آؤ، پھر یرفأ تھوڑی دیر ٹھہرا، پھر آیا اور اس نے کہا: آپؓ علی اور عباس رضی اللہ عنہما کو اجازت دینا چاہتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا: ہاں، پس جب وہ دونوں آئے تو حضرت عباسؓ نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کیجئے، اور وہ دونوں مقدمہ لے کر آئے تھے اس جائداد کے بارے میں جو اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر لوٹائی تھی بنونضیر کے اموال میں سے، پس علیؓ اور عباسؓ نے تو تو میں میں کی، پس جماعت (یعنی عثمان اور ان کے ساتھیوں) نے کہا: اے امیر المؤمنین! ان کے درمیان فیصلہ کیجئے اور ایک کو دوسرے سے آرام پہنچایئے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ٹھہرو، میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، جس کے حکم سے آسمان و زمین برقرار ہیں! کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''ہم مورث نہیں بنائے جاتے، ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں خیرات ہوتی ہے'' مراد لے رہے ہیں آپؐ اس ارشاد سے اپنی ذات کو، یعنی نبی ﷺ نے یہ بات اپنے تعلق سے فرمائی ہے کہ میرا کوئی وارث نہیں ہوگا، جماعت نے کہا: یقیناً آپؐ نے یہ بات فرمائی ہے، پس حضرت عمرؓ متوجہ ہوئے علیؓ اور عباسؓ کی طرف اور فرمایا: میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا تم دونوں جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بات فرمائی ہے؟ دونوں نے جواب دیا: ہاں۔

قَالَ: فَإِنِّیْ أُحَدِّثُکُمْ عَنْ هٰذَا الْأَمْرِ، إِنَّ اللّٰهَ کَانَ خَصَّ رَسُوْلَهُ صلی الله علیه وسلم فِیْ هٰذَا الْفَیْءِ بِشَیْئٍ لَمْ یُعْطِهِ أَحَدًا غَیْرَهُ، فَقَالَ جَلَّ ذِکْرُهُ: ﴿وَمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَیْهِ مِنْ خَیْلٍ وَلاَ رِکَابٍ﴾ إِلٰی قَوْلِهِ: ﴿قَدِیْرٌ﴾ فَکَانَتْ هٰذِهِ خَالِصَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم، ثُمَّ وَاللّٰهِ مَا احْتَازَهَا دُوْنَکُمْ، وَلاَ اسْتَأْثَرَ بِهَا عَلَیْکُمْ، لَقَدْ أَعْطَاکُمُوْهَا، وَقَسَمَهَا فِیْکُمْ، حَتّٰی بَقِیَ هٰذَا الْمَالُ مِنْهَا، فَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم یُنْفِقُ عَلٰی أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هٰذَا الْمَالِ، ثُمَّ یَأْخُذُ مَا بَقِیَ فَیَجْعَلُهُ مَجْعَلَ مَالِ اللّٰهِ، فَعَمِلَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم حَیَاتَهُ، ثُمَّ تُوُفِّیَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم فَقَالَ أَبُوْ بَکْرٍ: فَأَنَا وَلِیُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم، فَقَبَضَهُ أَبُوْ بَکْرٍ، فَعَمِلَ فِیْهِ بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم، وَأَنْتُمْ حِیْنَئِذٍ— وَأَقْبَلَ عَلٰی عَلِیٍّ وَعَبَّاسٍ وَقَالَ: — تَذْکُرَانِ: أَنَّ أَبَا بَکْرٍ فِیْهِ کَمَا تَقُوْلاَنِ، وَاللّٰهُ یَعْلَمُ إِنَّهُ فِیْهِ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، ثُمَّ تَوَفَّی اللّٰهُ أَبَا بَکْرٍ، فَقُلْتُ: أَنَا وَلِیُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَأَبِیْ بَکْرٍ، فَقَبَضْتُهُ سَنَتَیْنِ مِنْ إِمَارَتِیْ، أَعْمَلُ فِیْهِ بِمَا عَمِلَ فِیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَأَبُوْ بَکْرٍ، وَاللّٰهُ یَعْلَمُ أَنِّیْ فِیْهِ صَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، ثُمَّ جِئْتُمَانِیْ کِلاَکُمَا، وَکَلِمَتُکُمَا وَاحِدَةٌ، وَأَمْرُکُمَا جَمِیْعٌ، فَجِئْتَنِیْ، یَعْنِیْ عَبَّاسًا، فَقُلْتُ لَکُمَا: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ: ''لاَ نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَةٌ''

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہارے سامنے اس معاملہ (جائداد) کی تفصیل بیان کرتا ہوں: بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو خاص کیا، اس مالِ فیئ میں ایسے اختیار کے ساتھ جو نہیں دیا کسی کو آپؐ کے سوا، پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان سے دلوایا، سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتے ہیں مسلط کر دیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں'' پس یہ جائداد مخصوص تھی رسول اللہ ﷺ کے لئے، پھر بخدا! نہیں سمیٹا آپؐ نے اس جائداد کو تمہیں چھوڑ کر اور نہیں ترجیح دی آپؐ نے اس جائداد کے ساتھ (کسی کو) تم پر، بالیقین حضور ﷺ نے وہ جائداد تم کو دی اور اس کو تم میں تقسیم کیا (ان سب جملوں کا ایک ہی مطلب ہے کہ اس جائداد کی آمدنی کو تم ہی پر خرچ کیا) یہاں تک کہ باقی رہ گیا اس میں سے یہ مال، پس نبی ﷺ دیتے تھے اس مال میں سے اپنے گھر والوں کو ان کے سال بھر کا خرچہ، پھر باقی کو لیتے تھے اور اس کو اللہ کے مال کی جگہ گردانتے تھے، یعنی اس سے آلاتِ جہاد خریدتے تھے، پس نبی ﷺ نے اپنی زندگی بھر یہ کیا، پھر نبی ﷺ کی وفات ہوئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کا کارساز ہوں، انھوں نے اس جائداد پر قبضہ کیا، اور انھوں نے کیا وہ کام جو رسول اللہ ﷺ نے کیا، اور تم دونوں اس وقت ــــ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ: حضرات علی اور عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا ــــ تم دونوں ذکر کرتے تھے کہ ابوبکر اس معاملہ میں تھے جیسا تم دونوں کہتے تھے یعنی ابوبکرؓ کا فیصلہ صحیح نہیں تھا، تم دونوں یہ کہتے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ وہ اس معاملہ میں سچے، نیک، راہ یاب اور حق کے تابع تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وصول کیا، پس میں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کا اور ابوبکرؓ کا کارساز ہوں، پس وہ جائداد میں نے اپنی خلافت کے دو سال تک قبضہ میں رکھی، میں اس میں وہ عمل کرتا تھا جو اس میں رسول اللہ ﷺ کرتے تھے، اور جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کرتے تھے، اور اللہ جانتے ہیں کہ میں اس معاملہ میں سچا، نیک، راہ یاب اور حق کے تابع تھا، پھر تم دونوں میرے پاس آئے اور تم دونوں کی بات ایک تھی، اور تم دونوں متحد تھے، پس آپ میرے پاس آئے یعنی عباسؓ پس میں نے تم دونوں سے کہا: بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''ہم مورث نہیں بنائے جاتے، ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ خیرات ہوتی ہے''

فَلَمَّا بَدَا لِیْ أَنْ أَدْفَعَهُ إِلَیْكُمَا، قُلْتُ: إِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهُ إِلَیْكُمَا عَلٰی أَنَّ عَلَیْكُمَا عَهْدَ اللّٰهِ وَمِیْثَاقَهُ لَتَعْمَلَانِّ فِیْهِ بِمَا عَمِلَ فِیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَأَبُوْ بَكْرٍ، وَمَا عَمِلْتُ فِیْهِ مُنْذُ وُلِیْتُ، وَإِلَّا فَلَا تُكَلِّمَانِّیْ، فَقُلْتُمَا: ادْفَعْهُ إِلَیْنَا بِذٰلِكَ، فَدَفَعْتُهُ إِلَیْكُمَا، أَفَتَلْتَمِسَانِ مِنِّیْ قَضَاءً غَیْرَ ذٰلِكَ؟ فَوَ اللّٰهِ الَّذِیْ بِإِذْنِهِ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ لَا أَقْضِیْ فِیْهِ بِقَضَاءٍ غَیْرِ ذٰلِكَ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ، فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهُ فَادْفَعَا إِلَیَّ فَأَنَا أَكْفِیْكُمَاهُ. [راجع: ۲۹۰۴]

ترجمہ: پس جب میرے لئے ظاہر ہوا کہ میں تم دونوں کو وہ جائداد دوں تو میں نے کہا: اگر تم دونوں چاہتے ہو تو میں یہ

مال تم دونوں کو اس شرط پر دیئے دیتا ہوں کہ تم پر اللہ کا عہد و پیمان ہے کہ ضرور کرو گے تم اس مال میں جو نبی ﷺ کرتے تھے اور جو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا، اور جو اس میں میں کرتا رہا، جب سے میں ذمہ دار بنا، ورنہ پس تم مجھ سے کوئی بات مت کرو، یعنی اگر یہ شرط منظور نہیں تو مجھ سے گفتگو مت کرو، پس تم دونوں نے کہا: دیجئے وہ جائداد ہم کو اس شرط پر، پس دی میں نے وہ جائداد تم دونوں کو، پس کیا تم دونوں مجھ سے چاہتے ہو اس کے علاوہ فیصلہ؟ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے حکم سے آسمان وزمین برقرار ہیں! نہیں فیصلہ کروں گا میں اس جائداد میں کوئی بھی اس کے علاوہ، یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے، پس اگر تم دونوں عاجز ہو گئے ہو اس جائداد سے تو دیدو مجھے، میں تم دونوں کی طرف سے اس کے لئے کافی ہو جاؤں گا۔

[٤٠٣٤-] قَالَ: فَحَدَّثْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، فَقَالَ: صَدَقَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ، أَنَا سَمِعْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم تَقُوْلُ: أَرْسَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم عُثْمَانَ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ يَسْأَلْنَهُ ثُمُنَهُنَّ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ صلى الله عليه وسلم، فَكُنْتُ أَنَا أَرُدُّهُنَّ، فَقُلْتُ لَهُنَّ: أَلَا تَتَّقِيْنَ اللّٰهَ؟ أَلَمْ تَعْلَمْنَ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَقُوْلُ: "لَانُوْرَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ" يُرِيْدُ بِذٰلِكَ نَفْسَهُ،" إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِي هٰذَا الْمَالِ" فَانْتَهٰى أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم إِلٰى مَا أَخْبَرَتْهُنَّ، قَالَ: فَكَانَتْ هٰذِهِ الصَّدَقَةُ بِيَدِ عَلِيٍّ، مَنَعَهَا عَلِيٌّ عَبَّاسًا فَغَلَبَهُ عَلَيْهَا، ثُمَّ كَانَ بِيَدِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، ثُمَّ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، وَحَسَنِ بْنِ حَسَنٍ، كِلَيْهِمَا كَانَا يَتَدَاوَلَانِهَا. ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ، وَهِيَ صَدَقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حَقًّا. [انظر: ٦٧٢٧، ٦٧٣٠]

ترجمہ: امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے یہ حدیث حضرت عروہؒ سے بیان کی تو انھوں نے کہا: مالک بن اوس نے سچ کہا، میں نے زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نبی ﷺ کی بیویوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا وہ ان سے اپنے ثمن کا مطالبہ کر رہی تھیں، ان مالوں میں سے جو اللہ نے اپنے نبی پر لوٹائے، پس میں نے ان کو منع کیا اور میں نے ان سے کہا: کیا تم اللہ سے ڈرتیں نہیں؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: "ہم مورث نہیں بنائے جاتے، ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ خیرات ہوتی ہے" اس سے نبی ﷺ اپنی ذات کو مراد لے رہے تھے، "البتہ محمد ﷺ کا خاندان اس مال میں سے کھائے گا" یعنی گذارے کے بقدر اس مال میں سے لے گا، پس ازواج مطہرات (مطالبہ سے) باز آگئیں، جب ان کو یہ بات معلوم ہوئی، حضرت عروہؒ کہتے ہیں: پس یہ جائداد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں رہی، روک دیا اس جائداد سے حضرت علیؓ نے حضرت عباسؓ کو، پس حضرت علیؓ اس پر قابض رہے، پھر وہ جائداد حضرت حسنؓ کے قبضہ میں رہی، پھر حضرت حسینؓ کے قبضہ میں، پھر وہ جائداد حضرت علی بن حسین (زین العابدین) اور حسن بن حسن دونوں ہی کے قبضہ میں رہی، دونوں باری باری اس کا انتظام کرتے

تھے، پھر زید بن حسن کے قبضہ میں رہی، اور وہ بالیقین رسول اللہ ﷺ کا صدقہ تھا (آپؐ اس کے مالک نہیں تھے)

[۴۰۳۵-] حَدَّثَنِیْ إِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسَی، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ فَاطِمَةَ وَالْعَبَّاسَ أَتَیَا أَبَابَكْرٍ یَلْتَمِسَانِ مِیْرَاثَهُمَا: أَرْضَهُ مِنْ فَدَكٍ، وَسَهْمَهُ مِنْ خَیْبَرَ. [راجع: ۳۰۹۲]

[۴۰۳۶-] فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم یَقُوْلُ: "لَا نُوْرَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ" إِنَّمَا یَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِی هٰذَا الْمَالِ، وَاللّٰهِ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم أَحَبُّ إِلَیَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِیْ. [راجع: ۳۰۹۳]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، مانگ رہے تھے دونوں اپنی میراث، آپؐ کی فدک کی زمین میں سے اور آپؐ کے خیبر کے حصہ میں سے، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "ہم مورث نہیں بنائے جاتے، ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ خیرات ہوتی ہے" البتہ محمد ﷺ کی آل اس مال میں سے کھائے گی، یعنی گذارہ کے بقدر خرچ لے گی، بخدا! البتہ رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا مجھے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

تشریح: بنونضیر کی جائدادیں مالِ فئے تھیں، کیونکہ وہ مصالحت کے طور پر حاصل ہوئی تھیں، اسی طرح خیبر میں فدک نامی گاؤں یا قلعہ مصالحت کے طور پر حاصل ہوا تھا اس لئے وہ بھی مالِ فئے تھا اور خیبر کی غنیمت میں سے جو خمس نکالا تھا اس میں بھی جائداد آئی تھی، یہ زمینیں بھی نبی ﷺ کے پاس تھیں آپؐ ان کی آمدنی سے گھر کی ضروریات پوری کرتے تھے، رشتہ داروں کو دیتے تھے اور باقی مصارف فئے میں خرچ کرتے تھے، پھر جو کچھ بچتا وہ جہاد کے سامان کی خریداری میں خرچ ہوتا۔

پھر جب نبی ﷺ کی وفات ہوئی تو یہ جائدادیں نبی ﷺ کی ملک تصور کی گئیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا (بیٹی) اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ (عصبہ) نے میراث کا مطالبہ کیا مگر خلیفہ وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو سمجھایا کہ یہ جادائدیں حضور ﷺ کی ملک نہیں تھیں اور بتایا کہ ان کی آمدنی سے جس طرح نبی ﷺ خرچ کرتے تھے وہ بھی خرچ کریں گے، مگر جائدادیں حکومت کے کنٹرول میں رہیں گی، میراث میں تقسیم نہیں ہونگی، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث سنائی کہ انبیاء کی املاک میں میراث نہیں چلتی، وہ امت کے لئے خیرات ہوتی ہیں، اس لئے آپؐ کے دیگر متروکات بھی میراث میں تقسیم نہیں کئے گئے، بلکہ تبرک کے طور پر تقسیم کئے گئے۔

حوالہ: بنونضیر اور فدک کی جائدادوں کی بحث تحفۃ القاری ۶: ۳۸۷ و ۳۹۵ میں آچکی ہے اور یہ جائدادیں نبی ﷺ کی

ملک نہیں تھیں، بلکہ تحویل اور تصرف میں تھیں، یہ مسئلہ بھی پہلے تحفۃ القاری ۶: ۴۱۹-۴۳۴ میں مفصل آچکا ہے۔

کعب بن اشرف کا قتل

کعب بن اشرف عرب یہودی تھا، اصل یہودی نہیں تھا، قبیلہ طی کی شاخ بنونبہان سے اس کا تعلق تھا، البتہ اس کی ماں قبیلہ بنونضیر کی تھی، اس لئے کعب اس کے مذہب پر تھا، اور ننھیال میں رہتا تھا اور بنونضیر کا سردار سمجھا جاتا تھا، اس کا قلعہ مدینہ کے پاس بنونضیر کے قلعہ کے پیچھے تھا، وہ کھجور اور غلہ کا تاجر تھا، ریشہ دوانیوں کا ماہر تھا، ڈور ہلا کر پتلیاں نچانا اس کا حربہ تھا، زمانۂ جاہلیت سے شاعری کرتا تھا، نبی ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں وارد ہوئے تو وہ آپؐ کا اور صحابہ کا سخت دشمن ہوگیا، اس کے جرائم درج ذیل ہیں:

۱- جب بدر کی فتح کی خبر مدینہ پہنچی تو کعب کو بے حد صدمہ ہوا، اس نے کہا: اگر یہ خبر صحیح ہے کہ مکہ کے اشراف بدر میں مارے گئے تو پھر زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے بہتر ہے، یعنی مرجانا جینے سے بہتر ہے۔

پھر وہ مقتولین بدر کی تعزیت کے لئے مکہ گیا اور مکہ کے جو سردار بدر کے گندے کنویں میں ڈالے گئے تھے، ان کا مرثیہ کہا، اس کو پڑھ کر لوگوں کو سناتا تھا، خود بھی روتا تھا دوسروں کو بھی رلاتا تھا، اور لوگوں کو جوش دلا کر آمادۂ جنگ کرتا تھا، یہاں تک کہ ایک دن قریش کو حرم میں لے کر آیا اور سب نے بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر مسلمانوں سے قتال کرنے کا حلف اٹھایا جس کے نتیجہ میں جنگِ احد پیش آئی۔

۲- چونکہ وہ شاعر تھا، اس لئے رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں اشعار کہتا تھا، کفارِ مکہ کو مقابلہ کے لئے بھڑکاتا تھا اور مسلمانوں کو طرح طرح سے ستاتا تھا۔

۳- اپنے قصائد میں مسلمان خواتین کی تشبیب کرتا تھا، تشبیب کے معنی ہیں: قصیدہ کے شروع میں کسی عورت کے اوصاف ومحاسن کا تذکرہ کرنا، وہ صحابیات کو تشبیب کے طور پر ذکر کرتا تھا، اور اس طرح مسلمان مردوزن کے دلوں کو دکھاتا تھا۔

۴- ایک مرتبہ اس نے نبی ﷺ کو دعوت کے بہانے بلایا اور کچھ آدمی متعین کئے کہ جب آپؐ تشریف لائیں تو وہ آپؐ کو قتل کردیں، جب آپؐ آکر بیٹھے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپؐ کو اطلاع کردی، آپؐ تیزی سے اٹھ کر چل دیئے اور واپسی کے بعد اس کے قتل کا حکم دیا، چنانچہ وہ جنگِ احد سے پہلے سن ۳ ہجری میں ربیع الاول کی چودھویں رات میں قتل کیا گیا۔

اور باب کی روایت میں اس کے قتل کا واقعہ ہے، نبی ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: کون ہے جو کعب بن اشرف کو نمٹائے، اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت ستایا ہے؟ محمد بن مسلمہ کھڑے ہوئے، اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپؐ اس کا قتل چاہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، محمد بن مسلمہؓ نے کہا: یارسول اللہ! پھر مجھ کو کچھ کہنے کی اجازت دیں، آپؐ نے اجازت دی،

محمد بن مسلمہؓ کعب سے ملنے گئے، اور اس سے کہا: یہ شخص ہم سے صدقہ اور زکوٰۃ مانگتا رہتا ہے اور اس نے ہم کو پریشان کر دیا ہے، اس لئے میں آپ کے پاس غلّہ قرض لینے آیا ہوں، کعب نے کہا: ابھی کیا ہے؟ آگے دیکھنا ہوتا کیا ہے؟ آگے تم اور بھی اس سے اکتا ہو جاؤ گے! محمد بن مسلمہؓ نے کہا: اب تو ہم اس کی پیروی کر چکے، اس لئے فوراً اس کو چھوڑنا نہیں چاہتے، انجام کے منتظر ہیں کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے؟ اس وقت تو ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں غلّہ قرض دیں، کعب نے کہا: کوئی چیز میرے پاس گروی رکھو، محمد بن مسلمہؓ نے کہا: آپ کیا چیز گروی رکھوانا چاہتے ہیں؟ کعب نے کہا: اپنی عورتوں کو گروی رکھو، محمد بن مسلمہؓ نے کہا: ہم اپنی عورتوں کو کیسے گروی رکھیں؟ آپ نہایت حسین وجمیل نوجوان ہیں (نوجوان کا لفظ ابن اسحاق کی روایت میں ہے) کعب نے کہا: پھر تم اپنے لڑکوں کو گروی رکھو، محمد بن مسلمہؓ نے کہا: یہ بات زندگی بھر ہماری اولاد کے لئے طعنہ کا سبب بن جائے گی کہ تم وہی ہو جو دھڑی دو دھڑی غلہ کے عوض میں رہن رکھے گئے تھے! ہاں ہم اپنے ہتھیار آپ کے پاس گروی رکھ سکتے ہیں، کعب نے کہا: ٹھیک ہے، پھر حسبِ وعدہ محمد بن مسلمہؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہتھیار لے کر رات کے وقت کعب کے قلعہ پر پہنچے اور اس کو آواز دی، کعب اترنے کے لئے تیار ہو گیا، اس کی بیوی نے کہا: اس وقت کہاں جا رہے ہو؟ کعب نے کہا: محمد بن مسلمہ اور میرا دودھ شریک بھائی ابو نائلہ ہیں، کوئی غیر نہیں، تم فکر مت کرو، بیوی نے کہا: مجھے آواز سے خون ٹپکتا ہوا نظر آ رہا ہے، کعب نے کہا: شریف آدمی اگر رات کے وقت نیزہ مارنے کے لئے بلایا جائے تو اس کو ضرور جانا چاہئے، ادھر محمد بن مسلمہؓ نے اپنے ساتھیوں کو سمجھا دیا تھا کہ جب کعب آئے گا تو میں اس کے بال سونگھوں گا، جب تم دیکھو کہ میں نے اس کے بالوں کو مضبوط پکڑ لیا ہے تو فوراً اس کا سر قلم کر دینا، چنانچہ جب کعب آیا تو وہ خوشبو میں بسا ہوا تھا، محمد بن مسلمہؓ نے کہا: آج جیسی خوشبو تو میں نے کبھی سونگھی ہی نہیں، کعب نے کہا: میرے پاس عرب کی سب سے زیادہ حسین وجمیل اور سب سے زیادہ معطر عورت ہے، محمد بن مسلمہؓ نے کہا: کیا آپ مجھ کو اپنا سر سونگھنے کی اجازت دیں گے؟ کعب نے کہا: اجازت ہے! محمد بن مسلمہؓ نے سر سونگھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی سنگھایا، پھر اِدھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں، کچھ دیر کے بعد محمد بن مسلمہؓ نے کہا: کیا آپ دوبارہ اپنا سر سونگھنے کی اجازت دیں گے؟ کعب نے کہا: شوق سے! محمد بن مسلمہؓ اٹھے اور سر سونگھنے میں مشغول ہو گئے، جب سر کے بال مضبوط پکڑ لئے تو ساتھیوں کو اشارہ کیا، سب نے فوراً اس کا سر قلم کر دیا اور آناً فاناً اس کا کام تمام ہو گیا، پھر رات ہی میں وہ حضرات خدمتِ نبوی میں پہنچے اور خبر دی، آپؐ نے دعا دی: أَفْلَحَتِ الْوُجُوْهُ: چہرے کامیاب ہوں!

اور طبقات ابن سعد میں ہے کہ صبح یہود کا ایک وفد خدمتِ نبوی میں آیا اور کہا: ہمارا سردار اس طرح مارا گیا، آپؐ نے فرمایا: وہ مسلمانوں کو ستاتا تھا، مکہ والوں کو ہم سے لڑنے پر ابھارتا تھا، اس لئے اس کا یہ انجام ہوا، یہود دم بخود ہو گئے، کوئی جواب نہ دے سکے، پھر آپؐ نے ان سے ایک عہد نامہ لکھوایا کہ یہود میں سے کوئی آئندہ اس قسم کی حرکت نہیں کرے گا۔

خلاصہ: روایات سے کعب بن اشرف کے قتل کی چند وجوہ سامنے آتی ہیں: (۱) نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرنا،

سب وشتم اور دریدہ دہنی سے کام لینا (۲) آپؐ کی اور صحابہ کی ہجو میں اشعار کہنا۔ (۳) غزلیات اور عشقیہ اشعار میں مسلمان عورتوں کو بطور تشبیب استعمال کرنا۔ (۴) غدر اور نقض عہد کرنا۔ (۵) مکہ والوں کو آپؐ کے مقابلہ کے لئے اکسانا اور ان کو جنگ پر آمادہ کرنا۔ (۶) اسلام پر طعن کرنا۔ (۷) دعوت کے بہانے بلا کر آپؐ کے قتل کی سازش کرنا (سیرۃ المصطفیٰ ۲:۱۷۹)

[۱۵-] بَابُ قَتْلِ كَعْبِ بْنِ الأَشْرَفِ

[۴۰۳۷-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ عَمْرٌو، سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الأَشْرَفِ، فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ؟" فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ قَالَ: "نَعَمْ" قَالَ، فَأْذَنْ لِيْ أَنْ أَقُوْلَ شَيْئًا، قَالَ: "قُلْ" فَأَتَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، فَقَالَ: إِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا صَدَقَةً، وَإِنَّهُ قَدْ عَنَّانَا وَإِنِّيْ قَدْ أَتَيْتُكَ أَسْتَسْلِفُكَ، قَالَ: وَأَيْضًا وَاللّٰهِ لَتَمَلُّنَّهُ.

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: کعب بن اشرف کے لئے کون ہے، اس نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچائی ہے؟ پس محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپؐ پسند کرتے ہیں کہ میں اس کو قتل کردوں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، انھوں نے کہا: پس آپؐ مجھے اجازت دیں کہ میں (آپؐ کے خلاف) کچھ کہوں، آپؐ نے فرمایا: کہہ سکتے ہو، پس محمد بن مسلمہؓ کعب کے پاس گئے اور کہا: بیشک یہ آدمی (نبی ﷺ) ہم سے خیرات مانگتا ہے اور اس نے ہمیں سخت مشقت میں ڈال دیا ہے اور میں آپ کے پاس قرض لینے کے لئے آیا ہوں، کعب نے کہا: اور بھی بخدا! ضرور رنجیدہ ہوؤ گے تم اس سے یعنی ابھی ابتدائے عشق ہے گھبراتا ہے کیا، آگے آگے دیکھ ہوتا ہے کیا!

قَالَ: إِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاهُ فَلاَ نُحِبُّ أَنْ نَدَعَهُ حَتَّى نَنْظُرَ إِلٰى أَيِّ شَيْئٍ يَصِيْرُ شَأْنُهُ، وَقَدْ أَرَدْنَا أَنْ تُسْلِفَنَا وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ- وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو غَيْرَ مَرَّةٍ فَلَمْ يَذْكُرْ: وَسْقًا أَوْوَسْقَيْنِ، فَقُلْتُ لَهُ: فِيْهِ وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ؟ فَقَالَ: أُرَى فِيْهِ: وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ- فَقَالَ: نَعَمْ، ارْهَنُوْنِيْ، قَالُوْا: أَيُّ شَيْئٍ تُرِيْدُ؟ قَالَ: ارْهَنُوْنِيْ نِسَاءَكُمْ، قَالُوْا: كَيْفَ نَرْهَنُكَ نِسَاءَ نَا وَأَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ؟ قَالَ: فَارْهَنُوْنِيْ أَبْنَاءَ كُمْ، قَالُوْا: كَيْفَ نَرْهَنُكَ أَبْنَاءَ نَا فَيُسَبُّ أَحَدُهُمْ، فَيُقَالُ: رُهِنَ بِوَسْقٍ أَوْ وَسْقَيْنِ؟ هٰذَا عَارٌ عَلَيْنَا، وَلٰكِنَّا نَرْهَنُكَ اللَّأْمَةَ- قَالَ سُفْيَانُ: يَعْنِي السِّلاَحَ- فَوَاعَدَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ فَجَاءَ هُ لَيْلاً وَمَعَهُ أَبُوْ نَائِلَةَ وَهُوَ أَخُوْ كَعْبٍ مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَدَعَاهُمْ إِلٰى الْحِصْنِ فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ.

ترجمہ: محمد بن مسلمہؓ نے کہا: ہم نے اس کی پیروی کی ہے، اس لئے ہم پسند نہیں کرتے کہ اس کو چھوڑ دیں، یہاں تک

کہ دیکھیں ہم کسی چیز کی طرف لوٹتا ہے اس کا حال، یعنی اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے یہ ہم دیکھنا چاہتے ہیں، اور اس وقت تو ہم آپ کے پاس ایک وسق یا دو وسق غلہ قرض لینے کے لئے آئے ہیں (ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے) —— سفیان بن عیینہؒ کہتے ہیں: عمرو بن دینارؒ نے یہ حدیث ہم سے بار بار بیان کی، انھوں نے ایک وسق یا دو وسق کا ذکر نہیں کیا، میں نے ان سے کہا: اس حدیث میں ایک وسق یا دو وسق کا ذکر بھی ہے؟ انھوں نے کہا: میرا گمان ہے کہ اس حدیث میں ایک وسق یا دو وسق کا ذکر ہے —— (پس کعب نے کہا:) گروی رکھو تم میرے پاس، انھوں نے کہا: کیا چیز آپ چاہتے ہیں؟ کعب نے کہا: تم میرے پاس اپنی عورتوں کو گروی رکھو، وفد نے کہا: ہم اپنی عورتیں آپ کے پاس کیسے گروی رکھیں درانحالیکہ آپ سب سے زیادہ خوبصورت عرب ہیں، اس نے کہا: میرے پاس اپنے بیٹوں کو گروی رکھو، وفد نے کہا: ہم آپ کے پاس اپنے بیٹوں کو کیسے گروی رکھیں ان میں سے ایک طعنہ دیا جائے گا کہ ایک وسق یا دو وسق کے عوض میں گروی رکھا گیا! یہ ہمارے لئے عار کی بات ہے، بلکہ ہم آپ کے پاس ہتھیار گروی رکھیں گے، چنانچہ محمد بن مسلمہؓ نے کعب سے وعدہ کیا کہ وہ اس کے پاس ہتھیار لے کر آئیں گے، پس وہ اس کے پاس رات میں پہنچے اور ان کے ساتھ ابو نائلہؓ تھے، اور وہ کعب کے رضاعی بھائی تھے، پس بلایا کعب نے ان کو قلعہ کی طرف، یعنی کعب نے وفد سے کہا کہ ہتھیار لے کر میرے قلعہ پر آنا، پس وہ اترا ان کی طرف۔

فَقَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ: أَيْنَ تَخْرُجُ هٰذِهِ السَّاعَةَ؟ فَقَالَ: إِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَأَخِيْ أَبُوْ نَائِلَةَ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو: قَالَتْ: أَسْمَعُ صَوْتًا كَأَنَّهُ يَقْطُرُ مِنْهُ الدَّمُ، قَالَ: إِنَّمَا هُوَ أَخِيْ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، وَرَضِيْعِي أَبُوْ نَائِلَةَ، إِنَّ الْكَرِيْمَ لَوْ دُعِيَ إِلٰى طَعْنَةٍ بِلَيْلٍ لَأَجَابَ، قَالَ: وَيُدْخِلُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ مَعَهُ رَجُلَيْنِ، قِيْلَ لِسُفْيَانَ: سَمَّاهُمْ عَمْرٌو؟ قَالَ: سَمَّى بَعْضَهُمْ، قَالَ عَمْرٌو: جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَيْنِ، فَقَالَ إِذَا مَاجَاءَ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو: أَبُوْ عَبْسِ بْنُ جَبْرٍ، وَالْحَارِثُ بْنُ أَوْسٍ، وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ، قَالَ عَمْرٌو: جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَيْنِ.

ترجمہ: پس اس سے اس کی بیوی (عقیلہ) نے کہا: آپ اس وقت کہاں جارہے ہیں؟ کعب نے کہا: وہ محمد بن مسلمہؓ اور میرا بھائی ابو نائلہؓ ہی ہیں، اور عمرو بن دینار کے علاوہ نے کہا کہ اس کی بیوی نے کہا: میں سنتی ہوں ایسی آواز گویا اس سے خون ٹپک رہا ہے، کعب نے کہا: وہ میرا بھائی محمد بن مسلمہؓ اور میرا دودھ شریک بھائی ابو نائلہؓ ہی ہیں، بیشک شریف آدمی اگر بلایا جائے نیزہ مارنے کی طرف رات میں تو ضرور اسے لبیک کہنا چاہئے، راوی کہتا ہے: اور لے گئے محمد بن مسلمہؓ اپنے ساتھ دو آدمیوں کو، سفیان بن عیینہؒ سے پوچھا گیا: عمرو بن دینار نے ان کے نام لئے؟ ابن عیینہؒ نے کہا: ان میں سے بعض کے نام لئے (مگر میرے پاس جو عمرو کا قول محفوظ ہے وہ یہ ہے کہ عمرو نے کہا:) محمد بن مسلمہؓ اپنے ساتھ دو آدمی لے گئے، یعنی ان کے نام نہیں لئے، پس انھوں نے کہا: جب کعب بن اشرف آئے، اور عمرو بن دینار کے علاوہ نے کہا: یعنی نامزد کیا ابو عبس بن جبر، حارث بن اوس اور عباد بن بشر کو (اور ان کے ساتھ محمد بن مسلمہ اور ابو نائلہ تو تھے ہی، پس کل پانچ آدمی ہوئے اور یہ سریہ

پانچ ہی آدمیوں کا تھا) عمرو بن دینار نے کہا: محمد بن مسلمہ اپنے ساتھ دو آدمی لے کر آئے (یہ تکرار ہے، آگے سے کلام کو جوڑنے کے لئے لایا گیا ہے)

فَقَالَ: إِذَا مَاجَاءَ فَإِنِّيْ قَائِلٌ بِشَعْرِهِ فَأَشُمُّهُ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوْنِيْ اسْتَمْكَنْتُ مِنْ رَأْسِهِ فَدُوْنَكُمْ، فَاضْرِبُوْهُ، وَقَالَ مَرَّةً: ثُمَّ أُشِمُّكُمْ، فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ مُتَوَشِّحًا، وَهُوَ يَنْفَحُ رِيْحُ الطِّيْبِ، فَقَالَ: مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ رِيْحًا أَيْ أَطْيَبَ، وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو: قَالَ: عِنْدِيْ أَعْطَرُ سَيِّدِ الْعَرَبِ وَأَكْمَلُ الْعَرَبِ، قَالَ عَمْرٌو: فَقَالَ: أَتَأْذَنُ لِيْ أَنْ أَشُمَّ رَأْسَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَشَمَّهُ، ثُمَّ أَشَمَّ أَصْحَابَهُ، ثُمَّ قَالَ: أَتَأْذَنُ لِيْ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَلَمَّا اسْتَمْكَنَ مِنْهُ قَالَ: دُوْنَكُمْ، فَقَتَلُوْهُ، ثُمَّ أَتَوُا النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَأَخْبَرُوْهُ.

ترجمہ: پس محمد بن مسلمہؓ نے کہا: جب کعب آئے تو میں اس کے بالوں کی طرف مائل ہوؤں گا (قَائِلٌ بمعنی مَائِلٌ ہے) اور اس کو سونگھوں گا، پس جب تم مجھے دیکھو کہ میں نے اس کا سر اچھی طرح پکڑ لیا ہے تو تم لے لو یعنی اس کو قتل کر دو، اور ایک مرتبہ کہا: پھر میں تم کو سونگھاؤں گا، پس کعب اترا ان کی طرف کپڑے میں لپٹا ہوا درانحالیکہ اس سے عمدہ خوشبو پھوٹ رہی تھی، پس محمد بن مسلمہؓ نے کہا: آج جیسی خوشبو تو میں نے کبھی سونگھی ہی نہیں، اور عمرو بن دینار کے علاوہ نے کہا کہ کعب نے کہا: میرے پاس عرب کی سب سے زیادہ خوشبودار عورت ہے (سید لفظ تصحیف ہے، اصل لفظ نساء ہے) اور اعلیٰ درجہ کی عرب عورت ہے، عمرو بن دینارؒ نے کہا: پس محمد بن مسلمہؓ نے کہا: کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ کا سر سونگھوں؟ کعب نے کہا: ہاں، پس محمد بن مسلمہؓ نے سر سونگھا، پھر اپنے ساتھیوں کو سونگھایا، پھر کہا: کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں؟ کعب نے کہا: ہاں، پس جب محمد بن مسلمہؓ نے اس کو مضبوط پکڑ لیا تو کہا: دھر لو، چنانچہ انھوں نے اس کو قتل کر دیا، پھر وہ نبی ﷺ کے پاس آئے، اور آپؐ کو اس کی اطلاع دی۔

بَابُ قَتْلِ أَبِيْ رَافِعٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي الْحُقَيْقِ

تاجر اہل حجاز ابو رافع کا قتل

ابو رافع یہودی: بڑا تاجر تھا، ابو رافع: کنیت تھی، عبداللہ بن ابی الحقیق نام تھا، اس کو سلام (لام مشدد) بن ابی الحقیق بھی کہتے تھے، خیبر کے قریب ایک گڑھی (چھوٹے قلعہ) میں رہتا تھا، مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف ورغلانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تھا، غزوۂ احزاب میں مختلف قبائل کو مدینہ پر چڑھا لایا تھا، اور مال سامان سے ان کی خوب امداد کی تھی، اس کے علاوہ بھی نبی ﷺ کو طرح طرح سے ستاتا تھا، اس لئے جب مسلمان غزوۂ احزاب اور غزوۂ بنو قریظہ سے فارغ ہوئے تو ایک سریہ ابو رافع کے قتل کے لئے روانہ کیا اور عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا اور یہ تاکید کی کہ کسی بچہ اور عورت کو

قتل نہ کرنا۔

اس سریہ کی تاریخ میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ جمادی الثانیہ سن ۳ ہجری میں یہ سریہ روانہ کیا گیا، دوسرا قول یہ ہے کہ سن ۵ ہجری میں یہ مہم مرتب کی گئی، مگر اتنی بات طے ہے کہ ابورافع کا قتل کعب بن اشرف کے قتل کے بعد ہوا ہے، اور باب کی دوسری روایت میں ہے کہ وہ سرزمین حجاز کے ایک قلعہ میں رہتا تھا، خیبر بھی حجاز ہی میں آتا ہے، اس لئے یہ کوئی اختلاف نہیں، کعب بن اشرف کا قتل قبیلہ اوس کے حضرات نے کیا تھا اور ابورافع کا قتل قبیلہ خزرج کے حضرات نے، جب قبیلہ اوس نے کعب بن اشرف کو نمٹا دیا جو نبی ﷺ کا جانی دشمن اور بارگاہِ رسالت کا گستاخ اور دریدہ دہن مجرم تھا تو قبیلہ خزرج کو خیال آیا کہ ہم دوسرے گستاخ اور دریدہ دہن ابورافع کو نمٹا دیں تا کہ یہ ہمارے لئے قابل فخر کارنامہ بنے، چنانچہ پانچ حضرات تیار ہوئے: عبداللہ بن عتیک، مسعود بن سنان، عبداللہ بن اُنیس، ابوقتادہ حارث بن ربعی اور خزاعیؔ بن اسود رضی اللہ عنہم۔

اس سریہ نے ابورافع کو کس طرح قتل کیا؟ اس میں روایات مختلف ہیں۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عتیک اپنے رفقاء کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے، غروبِ آفتاب کے بعد جب لوگ اپنے جانور چراگاہ سے واپس لا چکے تھے، یہ حضرات خیبر پہنچے، ابورافع کا قلعہ جب قریب آیا تو عبداللہؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: آپ حضرات یہیں ٹھہریں، میں قلعہ میں گھسنے کی کوئی تدبیر کرتا ہوں، جب وہ بالکل دروازے کے قریب پہنچ گئے تو کپڑا اوڑھ کر ایک جگہ اس طرح بیٹھ گئے جیسے کوئی قضائے حاجت کے لئے بیٹھتا ہے، دربان نے یہ سمجھ کر کہ یہ ہمارا ہی آدمی ہے پکارا! او بندۂ خدا! اگر اندر آنا ہے تو آجا ورنہ میں دوازہ بند کرتا ہوں، عبداللہؓ قلعہ میں داخل ہو گئے اور گدھوں کے اصطبل میں چھپ کر بیٹھ گئے، دربان نے دروازے بند کر کے چابیاں ایک کھونٹی پر لٹکا دیں۔

ابورافع بالاخانہ میں رہتا تھا، رات کو اس کے پاس قصہ گوئی ہوتی تھی، جب لوگ اپنے گھر واپس لوٹ گئے تو عبداللہؓ نے پہلے کھڑکی سے چابی لے کر دروازہ کھول دیا پھر بالاخانہ پر پہنچے اور جو بھی دروازہ کھولتے اس کو اندر سے بند کر دیتے، تا کہ اگر لوگ جان لیں تو وہ اس سے پہلے کام نمٹا چکے ہوں، جب عبداللہؓ بالاخانہ میں پہنچے تو وہاں اندھیرا تھا، اور ابورافع اپنے اہل وعیال کے درمیان سویا ہوا تھا، عبداللہؓ نے آواز دی: اے ابورافع! ابورافع نے کہا: کون ہے؟ عبداللہؓ آواز کی جانب بڑھے اور تلوار کا وار کیا، مگر وار پوری طرح کارگر نہ ہوا، ابورافع نے چیخ ماری، عبداللہؓ کمرے سے باہر نکل آئے، تھوڑی دیر کے بعد پھر داخل ہوئے اور ہمدردانہ لہجہ میں کہا: اے ابورافع! یہ کیسی آواز تھی؟ ابورافع نے کہا: ابھی کسی شخص نے مجھ پر تلوار سے حملہ کیا، عبداللہؓ آواز کی طرف بڑھے اور دوسرا وار کیا جس سے کاری زخم آیا، پھر انھوں نے تلوار کی دھار پیٹ پر رکھ کر اس زور سے دبائی کہ پشت تک پہنچ گئی، جب عبداللہؓ نے سمجھا کہ کام تمام ہو گیا تو وہ واپس لوٹے، سیڑھی سے اترتے ہوئے یہ خیال کیا کہ زمین قریب آگئی ہے مگر ابھی ایک زینہ باقی تھا، چنانچہ وہ گر پڑے اور پیر میں موچ آگئی، چاندنی رات تھی، پگڑی کھول کر

ٹانگ باندھ دی، اور اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچے اور کہا: آپ حضرات چلیں رسول اللہ ﷺ کو خوش خبری سنائیں، میں یہیں رہوں گا، ابورافع کی موت کا اعلان سن کر آؤں گا، چنانچہ جب صبح ہوئی اور مرغ نے بانگ دی تو قلعہ کی فصیل سے ابورافع کی موت کا اعلان ہوا، اس کو سن کر عبداللہؓ روانہ ہوئے اور ساتھیوں سے جا ملے، پھر نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر سارا واقعہ بیان کیا اور پیر کی موچ کا بھی ذکر کیا، آپؐ نے فرمایا: ٹانگ پھیلاؤ، آپؐ نے اس پر دستِ مبارک پھیرا، ٹانگ ایسی ہوگئی جیسے اس کو کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔

یہ صحیح بخاری کی روایت ہے اور ابن اسحاق کی روایت یہ ہے کہ ابورافع کے گھر میں پانچوں حضرات گھسے اور سب نے اس کے قتل میں حصہ لیا، اور جس صحابی نے اس کے اوپر تلوار کا بوجھ ڈال کر قتل کیا تھا وہ حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ تھے اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جب ان لوگوں نے ابورافع کو قتل کرلیا اور عبداللہ بن عتیکؓ کی پنڈلی ٹوٹ گئی تو ساتھی ان کو اٹھا لائے، قلعہ کی دیوار کے پاس ایک جگہ چشمہ کی نہر چل رہی تھی، اس میں گھس گئے ادھر یہود نے آگ جلائی اور ہر طرف دوڑ دھوپ کی مگر کوئی ہاتھ نہیں آیا تو وہ مایوس ہو کر مقتول کے پاس آگئے، اور صحابہ کرام واپسی میں حضرت عبداللہ بن عتیکؓ کو اٹھا کر خدمتِ نبوی میں لائے (الرحیق المختوم ۴۹۹ بحوالہ سیرت ابن ہشام)

[۱۶-] بَابُ قَتْلِ أَبِیْ رَافِعٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِیْ الْحُقَیْقِ

وَیُقَالُ: سَلَّامُ بْنُ أَبِیْ الْحُقَیْقِ، کَانَ بِخَیْبَرَ، وَیُقَالُ: فِیْ حِصْنٍ لَهُ بِأَرْضِ الْحِجَازِ، وَقَالَ الزُّهْرِیُّ: هُوَ بَعْدَ کَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ.

[۴۰۳۸-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا یَحْیَى بْنُ آدَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِیْ زَائِدَةَ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله علیه وسلم رَهْطًا إِلٰى أَبِیْ رَافِعٍ، فَدَخَلَ عَلَیْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَتِیْكٍ بَیْتَهُ لَیْلاً وَهُوَ نَائِمٌ فَقَتَلَهُ.[راجع: ۳۰۲۲]

ترجمہ: ابورافع کو سلاّم بن ابی الحقیق بھی کہا جاتا ہے، وہ خیبر میں رہتا تھا اور کہا گیا: سرزمین حجاز میں اپنے ایک قلعہ میں رہتا تھا (اس کا ذکر باب کی دوسری حدیث میں ہے اور اس میں کوئی تعارض نہیں، اس لئے کہ خیبر حجاز ڈویژن میں ہے) امام زہری رحمہ اللہ نے فرمایا: ابورافع کے قتل کا واقعہ کعب بن اشرف کے قتل کے بعد پیش آیا ہے (اتنی بات طے ہے مگر کس سن میں یہ واقعہ پیش آیا ہے؟ اس میں اختلاف ہے)

حدیث: حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے چند لوگوں کو ابورافع کی طرف بھیجا (رَهْط: دس تک کی نفری کو کہتے ہیں) پس عبداللہ بن عتیکؓ رات میں اس کے پاس گھر میں پہنچے وہ سویا ہوا تھا پس اس کو قتل کردیا۔

ملحوظہ: بَیْتَه: ایک نسخہ میں بَیَّتَهُ ہے، جس کے معنی ہیں: رات کے وقت کسی امر کی تدبیر کرنا۔

[٤٠٣٩-] حدثنا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِى إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِلٰى أَبِىْ رَافِعٍ الْيَهُوْدِىِّ رِجَالاً مِنَ الْأَنْصَارِ، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَتِيْكٍ، وَكَانَ أَبُوْ رَافِعٍ يُؤْذِىْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَيُعِيْنُ عَلَيْهِ، وَكَانَ فِىْ حِصْنٍ لَهُ بِأَرْضِ الْحِجَازِ.

ترجمہ: (یہ روایت ابواسحاق کے پوتے اسرائیل کی ہے، اسرائیل دادا کی روایتوں میں مضبوط تھے) حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع یہودی کی طرف چند انصاریوں کو بھیجا اور ان پر حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا، ابورافع: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستایا کرتا تھا، اور آپؐ کے خلاف (دشمنوں کی) مدد کیا کرتا تھا اور حجاز کی سرزمین میں اپنے ایک قلعہ میں رہتا تھا۔

فَلَمَّا دَنَوْا مِنْهُ وَقَدْ غَرَبَتِ الشَّمْسُ، وَرَاحَ النَّاسُ بِسَرْحِهِمْ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لِأَصْحَابِهِ: اجْلِسُوْا مَكَانَكُمْ، فَإِنِّىْ مُنْطَلِقٌ، وَمُتَلَطِّفٌ لِلْبَوَّابِ لَعَلِّىْ أَنْ أَدْخُلَ، فَأَقْبَلَ حَتَّى دَنَا مِنَ الْبَابِ، ثُمَّ تَقَنَّعَ بِثَوْبِهِ كَأَنَّهُ يَقْضِىْ حَاجَةً، وَقَدْ دَخَلَ النَّاسُ، فَهَتَفَ بِهِ الْبَوَّابُ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ! إِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ أَنْ تَدْخُلَ فَادْخُلْ، فَإِنِّىْ أُرِيْدُ أَنْ أُغْلِقَ الْبَابَ، فَدَخَلْتُ فَكَمَنْتُ فَلَمَّا دَخَلَ النَّاسُ أَغْلَقَ الْبَابَ ثُمَّ عَلَّقَ الْأَغَالِيْقَ عَلٰى وَدٍّ، قَالَ: فَقُمْتُ إِلَى الْأَقَالِيْدِ فَأَخَذْتُهَا فَفَتَحْتُ الْبَابَ.

ترجمہ: پس جب وہ حضرات ابورافع کے قریب پہنچے درانحالیکہ سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے جانوروں کو گھر واپس لاچکے تھے، تو عبداللہؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: آپ حضرات یہیں رکیں میں جاتا ہوں اور دربان کے لئے کوئی تدبیر کرتا ہوں، شاید میں اندر چلا جاؤں، پس وہ قلعہ کی طرف متوجہ ہوئے یہاں تک کہ دروازہ کے قریب پہنچ گئے، پھر انھوں نے اپنا کپڑا اوڑھ لیا، گویا وہ قضائے حاجت کر رہے ہیں اور سب لوگ قلعہ میں داخل ہو گئے، پس دربان نے عبداللہؓ کو پکارا: او اللہ کے بندے! اگر تو اندر آنا چاہتا ہے تو آجا، میں دروازہ بند کرنا چاہتا ہوں، پس میں داخل ہو گیا اور چھپ گیا، جب سب لوگ اندر آگئے تو دربان نے دوازہ بند کر دیا اور چابیاں ایک کھونٹی پر لٹکا دیں، عبداللہؓ کہتے ہیں: پس میں چابیوں کی طرف اٹھا، ان کو لیا اور دروازہ کھول دیا (یہ قرینہ بن سکتا ہے کہ دوسرے ساتھی بھی قلعہ میں آگئے ہونگے اور وہ بھی قتل میں شریک ہوئے ہونگے۔ واللہ اعلم)

لغات: السَّرْح: مویشی جو صبح چراگاہ جاکر شام کو واپس آتے ہیں (تسمية بالمصدر) .... أَغَالِيْق: غَلَق کی جمع: وہ چیز جس سے دروازہ بند کیا جائے، چابیاں .... الوَدّ: الوَتَد: کھونٹی .... يا عبد الله: لغوی معنی میں ہے۔ اور آپؓ کا نام بھی عبداللہ تھا۔

وَكَانَ أَبُوْ رَافِعٍ يُسْمَرُ عِنْدَهُ، وَكَانَ فِيْ عَلاَلِيَّ لَهُ، فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْهُ أَهْلُ سَمَرِهِ صَعِدْتُ إِلَيْهِ، فَجَعَلْتُ كُلَّمَا فَتَحْتُ بَابًا أَغْلَقْتُ عَلَيَّ مِنْ دَاخِلٍ، قُلْتُ: إِنَّ الْقَوْمَ لَوْ نَذِرُوْا بِيْ لَمْ يَخْلُصُوْا إِلَيَّ حَتَّى أَقْتُلَهُ، فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ، فَإِذَا هُوَ فِيْ بَيْتٍ مُظْلِمٍ وَسْطَ عِيَالِهِ، لاَ أَدْرِيْ أَيْنَ هُوَ مِنَ الْبَيْتِ؟ قُلْتُ: أَبَا رَافِعٍ! قَالَ: مَنْ هٰذَا؟ فَأَهْوَيْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ، فَأَضْرِبُهُ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ، وَأَنَا دَهِشٌ فَمَا أَغْنَيْتُ شَيْئًا، وَصَاحَ، فَخَرَجْتُ مِنَ الْبَيْتِ فَأَمْكُثُ غَيْرَ بَعِيْدٍ، ثُمَّ دَخَلْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ: مَا هٰذَا الصَّوْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ! فَقَالَ: لِأُمِّكَ الْوَيْلُ! إِنَّ رَجُلاً فِي الْبَيْتِ ضَرَبَنِيْ قَبْلُ بِالسَّيْفِ، قَالَ: فَأَضْرِبُهُ ضَرْبَةً أَثْخَنَتْهُ وَلَمْ أَقْتُلْهُ، ثُمَّ وَضَعْتُ ضَبِيْبَ السَّيْفِ فِيْ بَطْنِهِ حَتَّى أَخَذَ فِيْ ظَهْرِهِ، فَعَرَفْتُ أَنِّيْ قَتَلْتُهُ، فَجَعَلْتُ أَفْتَحُ الْأَبْوَابَ بَابًا بَابًا، حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلٰى دَرَجَةٍ لَهُ فَوَضَعْتُ رِجْلِيْ وَأَنَا أُرَى أَنِّيْ قَدِ انْتَهَيْتُ إِلٰى الْأَرْضِ، فَوَقَعْتُ فِيْ لَيْلَةٍ مُقْمِرَةٍ، فَانْكَسَرَتْ سَاقِيْ فَعَصَبْتُهَا بِعِمَامَةٍ، ثُمَّ انْطَلَقْتُ حَتَّى جَلَسْتُ عَلَى الْبَابِ، فَقُلْتُ: لاَ أَخْرُجُ اللَّيْلَةَ حَتَّى أَعْلَمَ أَقَتَلْتُهُ؟ فَلَمَّا صَاحَ الدِّيْكُ قَامَ النَّاعِيْ عَلٰى السُّوْرِ فَقَالَ: أَنْعٰى أَبَارَافِعٍ تَاجِرَ أَهْلِ الْحِجَازِ، فَانْطَلَقْتُ إِلٰى أَصْحَابِيْ فَقُلْتُ النَّجَاءَ! فَقَدْ قَتَلَ اللّٰهُ أَبَا رَافِعٍ، فَانْتَهَيْتُ إِلٰى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَحَدَّثْتُهُ، فَقَالَ لِيْ: " ابْسُطْ رِجْلَكَ" فَبَسَطْتُ رِجْلِيْ فَمَسَحَهَا فَكَأَنَّهَا لَمْ أَشْتَكِهَا قَطُّ. [راجع: ۳۰۲۲]

ترجمہ: ابورافع کے پاس رات میں قصہ گوئی کی جاتی تھی، وہ اپنے بالاخانہ میں رہتا تھا، پس جب اس کے پاس سے لوگ رات میں باتیں کرنے والے رخصت ہوگئے، تو میں بالاخانہ کی طرف چڑھا اور میں جب بھی کوئی دروازہ کھولتا تو اس کو اندر سے بند کردیتا، میں نے سوچا: اگر لوگوں کو میرا پتہ چل جائے گا تو وہ مجھ تک نہیں پہنچیں گے، یہاں تک کہ میں اس کو قتل کرچکا ہوں گا (اس لئے دروازے اندر سے بند کرتا تھا) میں ابورافع تک پہنچا، اچانک وہ ایک تاریک کمرہ میں اپنے بال بچوں کے درمیان تھا، میں نہیں جانتا تھا کہ وہ گھر میں کہاں ہے؟ میں نے پکارا! ابورافع! اس نے پوچھا: کون؟ میں نے آواز کی جانب کا قصد کیا اور اس پر تلوار سے وار کیا، میں گھبرایا ہوا تھا، پس میں کارگر وار نہ کرسکا اور وہ چلایا، اور میں گھر سے نکل گیا، اور میں قریب ہی ٹھہرا رہا، پھر اس کے پاس پہنچا اور پوچھا: ابورافع! یہ آواز کیسی تھی؟ اس نے کہا: تیری ماں کے لئے ہلاکت ہو! کوئی شخص گھر میں آیا اور مجھ پر ابھی تلوار کا وار کیا، عبداللہ کہتے ہیں: پس میں نے اس کو دوسری چوٹ ماری، اور اس کو ڈھیر کردیا، مگر میں اس کو جان سے نہیں مار سکا، اس لئے میں نے تلوار کی دھار اس کے پیٹ میں رکھی، یہاں تک کہ وہ اس کی پیٹھ تک پہنچ گئی، میں سمجھ گیا کہ میں نے اس کو ماردیا، پھر میں نے ایک ایک دروازہ کھولنا شروع کیا، یہاں تک کہ میں ایک سیڑھی پر پہنچا اور میں نے اپنا پیر رکھا اور میں سمجھتا تھا کہ میں زمین تک پہنچ گیا ہوں (مگر نہیں پہنچا تھا) پس میں گر پڑا، چاندنی رات میں اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی، میں نے اس کو پگڑی سے مضبوط باندھ لیا، پھر میں چلا یہاں تک کہ دروازہ پر بیٹھا اور میں نے

دل میں کہا: آج رات نہیں نکلوں گا یہاں تک کہ جان لوں کہ میں نے اس کو جان سے ماردیا ہے، پس جب مرغ نے بانگ دی تو موت کا اعلان کرنے والا قلعہ پر کھڑا ہوا اور اس نے کہا: میں اہلِ حجاز کے تاجر ابورافع کی موت کا اعلان کرتا ہوں، پس میں اپنے ساتھیوں کی طرف چلا اور کہا: بچو! اللہ نے ابورافع کو موت کی گھاٹ اتار دیا، پھر میں نبی ﷺ کے پاس پہنچا اور آپؐ سے واقعہ بیان کیا، آپؐ نے فرمایا: اپنی ٹانگ پھیلاؤ، میں نے اپنی ٹانگ پھیلادی، آپؐ نے اس پر ہاتھ پھیرا، پس گویا مجھے کبھی کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں تھی۔

لغات: **عَلَالِیّ**: عُلِّیَّة کی جمع: بالاخانہ.......... **نَذَرَبِهِ**: پتہ چل جانا.......... **ضَبِیْب**: بروزن رَغیف: چھری، تلوار کا کنارہ، خطابی کہتے ہیں: یہ تصحیف ہے، صحیح لفظ ظُبَةُ السَّیْف ہے، کیونکہ ضَبِیْب کے معنی ہیں: منہ سے خون بہنا، اور یہ معنی یہاں نہیں بنتے، اور قاضی عیاض کہتے ہیں: ایک روایت میں صَبِیْب ہے (صاد مہملہ کے ساتھ) جس کے معنی ہیں: کنارہ .... **انکسرت ساقی**: میری پنڈلی ٹوٹ گئی، اور پہلے یہ حدیث (تحفۃ القاری ۶:۳۴۲ میں) آئی ہے، وہاں وُثِئَتْ رِجْلِی ہے یعنی میرے پیر میں موچ آگئی (یہی تعبیر صحیح معلوم ہوتی ہے)

[۴۰۴۰-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُرَيْحٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ، قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِلٰى أَبِيْ رَافِعٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَتِيْكٍ، وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُتْبَةَ فِي نَاسٍ مَعَهُمْ فَانْطَلَقُوْا حَتَّى دَنَوْا مِنَ الْحِصْنِ، فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَتِيْكٍ: امْكُثُوْا أَنْتُمْ حَتَّى أَنْطَلِقَ أَنَا فَأَنْظُرَ، قَالَ: فَتَلَطَّفْتُ أَنْ أَدْخُلَ الْحِصْنَ.

ترجمہ: (یہ حدیث ابواسحاق سبیعی کے صاحبزادے یوسف کی ہے، یہ اسرائیل کے درجہ کے راوی نہیں) حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے ابورافع کی طرف عبداللہ بن عتیکؓ اور عبداللہ بن عتبہؓ کو چند لوگوں کے ساتھ بھیجا (ابن الاثیرؒ کہتے ہیں: عتبہ غلط ہے، صحیح عَنَبہ ہے اور ان کے ساتھ یہ حضرات تھے: مسعود بن سنان، عبداللہ بن اُنیس، ابو قتادہ، خزاعی بن اسود، اور موسیٰ بن عقبہ نے اسود بن حرام کا بھی تذکرہ کیا ہے) وہ سب چلے یہاں تک کہ قلعہ کے قریب پہنچے، پس ان سے عبداللہؓ نے کہا: آپ حضرات ٹھہریں، میں چلتا ہوں اور دیکھتا ہوں انھوں نے کہا: میں کوئی تدبیر کرتا ہوں قلعہ میں داخل ہونے کی۔

فَفَقَدُوْا حِمَارًا لَهُمْ قَالَ فَخَرَجُوْا بِقَبَسٍ يَطْلُبُوْنَهُ، قَالَ: فَخَشِيْتُ أَنْ أُعْرَفَ قَالَ: فَغَطَّيْتُ رَأْسِيْ وَرِجْلِيْ كَأَنِّيْ أَقْضِي حَاجَةً، ثُمَّ نَادَى صَاحِبُ الْبَابِ: مَنْ أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَ فَلْيَدْخُلْ قَبْلَ أَنْ أُغْلِقَهُ، فَدَخَلْتُ ثُمَّ اخْتَبَأْتُ فِي مَرْبِطِ حِمَارٍ عِنْدَ بَابِ الْحِصْنِ، فَتَعَشَّوْا عِنْدَ أَبِيْ رَافِعٍ وَتَحَدَّثُوْا حَتَّى ذَهَبَتْ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ، ثُمَّ رَجَعُوْا إِلٰى بُيُوْتِهِمْ.

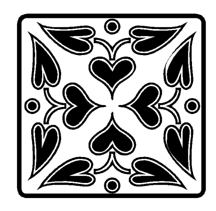
ترجمہ: پس انھوں نے اپنا ایک گدھا گم پایا، عبداللہؓ کہتے ہیں: وہ لوگ مشعل لے کر اس کو ڈھونڈھنے کے لئے نکلے، پس مجھے اندیشہ ہوا کہ میں پہچان لیا جاؤں گا، اس لئے میں نے اپنا سر اور اپنے پیر ڈھانک لئے اور میں بیٹھ گیا گویا میں قضائے حاجت کر رہا ہوں، پھر دربان نے پکارا: جو اندر آنا چاہتا ہے آجائے اس سے پہلے کہ میں دروازہ بند کروں، پس میں اندر چلا گیا، اور میں چھپ گیا، قلعہ کے دروازے کے قریب گدھوں کے اصطبل میں، پس لوگوں نے ابورافع کے پاس شام کا کھانا کھایا، اور باتیں کرتے رہے، یہاں تک کہ رات کا ایک حصہ گذر گیا، پھر وہ اپنے گھروں کی طرف لوٹ گئے۔

فَلَمَّا هَدَتِ الأَصْوَاتُ، وَلاَ أَسْمَعُ حَرَكَةً خَرَجْتُ، قَالَ: وَرَأَيْتُ صَاحِبَ الْبَابِ حَيْثُ وَضَعَ مِفْتَاحَ الْحِصْنِ فِيْ كُوَّةٍ، فَأَخَذْتُهُ فَفَتَحْتُ بِهِ بَابَ الْحِصْنِ، قَالَ: قُلْتُ: إِنْ نَذِرَ بِيْ الْقَوْمُ انْطَلَقْتُ عَلٰى مَهَلٍ، ثُمَّ عَمَدْتُ إِلٰى أَبْوَابِ بُيُوْتِهِمْ فَغَلَّقْتُهَا عَلَيْهِمْ مِنْ ظَاهِرٍ، ثُمَّ صَعِدْتُ إِلٰى أَبِيْ رَافِعٍ فِيْ سُلَّمٍ، فَإِذَا الْبَيْتُ مُظْلِمٌ قَدْ طُفِئَ سِرَاجُهُ فَلَمْ أَدْرِ أَيْنَ الرَّجُلُ؟ فَقُلْتُ: يَا أَبَارَافِعٍ! قَالَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ فَعَمَدْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فَأَضْرِبُهُ وَصَاحَ، فَلَم تُغْنِ شَيْئًا، ثُمَّ جِئْتُ كَأَنِّيْ أُغِيْثُهُ، فَقُلْتُ: مَالَكَ يَا أَبَا رَافِعٍ؟ وَغَيَّرْتُ صَوْتِيْ. فَقَالَ: أَلاَ أُعْجِبُكَ؟ لِأُمِّكَ الْوَيْلُ! دَخَلَ عَلَيَّ رَجُلٌ فَضَرَبَنِيْ بِالسَّيْفِ، قَالَ: فَعَمَدْتُ لَهُ أَيْضًا فَأَضْرِبُهُ أُخْرَى فَلَمْ تُغْنِ شَيْئًا، فَصَاحَ وَقَامَ أَهْلُهُ، قَالَ: ثُمَّ جِئْتُ وَغَيَّرْتُ صَوْتِيْ كَهَيْئَةِ الْمُغِيْثِ، وَإِذَا هُوَ مُسْتَلْقٍ عَلٰى ظَهْرِهِ، فَأَضَعُ السَّيْفَ فِيْ بَطْنِهِ ثُمَّ أَنْكَفِئُ عَلَيْهِ حَتَّى سَمِعْتُ صَوْتَ الْعَظْمِ، ثُمَّ خَرَجْتُ دَهِشًا حَتَّى أَتَيْتُ السُّلَّمَ أُرِيْدُ أَنْزِلُ فَأَسْقُطُ مِنْهُ، فَانْخَلَعَتْ رِجْلِيْ فَعَصَبْتُهَا، ثُمَّ أَتَيْتُ أَصْحَابِيْ أَحْجُلُ، فَقُلْتُ لَهُمْ: انْطَلِقُوْا فَبَشِّرُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَإِنِّيْ لاَ أَبْرَحُ حَتَّى أَسْمَعَ النَّاعِيَةَ، فَلَمَّا كَانَ فِيْ وَجْهِ الصُّبْحِ صَعِدَ النَّاعِيَةُ، فَقَالَ: أَنْعَى أَبَارَافِعٍ! قَالَ: فَقُمْتُ أَمْشِيْ، مَا بِيْ قَلَبَةٌ، فَأَدْرَكْتُ أَصْحَابِيْ قَبْلَ أَنْ يَأْتُوْا النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَبَشَّرْتُهُ.[راجع: ۳۰۲۲]

ترجمہ: پھر جب آوازیں تھم گئیں اور میں کوئی چہل پہل نہیں سن رہا تھا تو میں نکلا اور میں نے دربان کو دیکھا تھا جہاں اس نے قلعہ کی چابیاں رکھی تھیں، ایک روشن دان میں، پس میں نے اس کو لیا اور اس سے قلعہ کا دروازہ کھول دیا، میں نے سوچا: اگر لوگوں کو میرا پتہ چل جائے گا تو میں باطمینان چلا جاؤں گا، پھر میں نے ان کے دروازوں کا ارادہ کیا اور ان کو ان پر بھیڑ لیا، باہر کی جانب سے، پھر میں ابورافع کی طرف سیڑھی سے چڑھا، اچانک کمرہ تاریک تھا، اس کا چراغ بجھا دیا گیا تھا، میں نہیں جانتا تھا کہ آدمی کہاں ہے؟ پس میں نے پکارا: اے ابورافع! اس نے کہا: کون؟ میں نے آواز کی طرف کا قصد کیا، پس اس کو تلوار ماری، وہ چلایا اور تلوار نے کچھ کام نہیں کیا، پھر میں آیا گویا میں اس کی فریاد رسی کر رہا ہوں، میں نے پوچھا: ابو رافع! کیا بات ہے؟ اور میں نے اپنی آواز بدل لی، اس نے کہا: کیا میں تجھے حیرت میں نہ ڈالوں؟ تیری ماں کے لئے ہلاکت

ہو! میرے پاس ایک آدمی آیا اس نے مجھے تلوار ماری، عبداللہؓ کہتے ہیں: میں نے پھر اس کا قصد کیا اور اس کو دوسری چوٹ ماری، مگر اس نے بھی کچھ کام نہیں کیا، پس وہ چلایا اور اس کے گھر والے اٹھ گئے، عبداللہؓ کہتے ہیں: پھر میں آیا اور میں نے اپنی آواز بدل لی، جیسے فریاد رسی کرنے والے کی حالت ہوتی ہے، پس اچانک وہ اپنی پیٹھ پر چت لیٹا ہوا تھا، میں نے تلوار اس کے پیٹ میں رکھی، پھر میں اس پر جھک گیا، یہاں تک کہ ہڈی کی آواز سنی، پھر میں گھبرایا ہوا نکلا، یہاں تک کہ میں سیڑھی پر پہنچا، میں اترنا چاہتا تھا پس میں اس سے گر پڑا اور میرے پیر کا جوڑ ٹوٹے بغیر جدا ہو گیا، میں نے اس کو مضبوط باندھ دیا، پھر میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا، بیڑیوں میں آہستہ آہستہ چل رہا تھا، پس میں نے ان سے کہا: چلو اور رسول اللہ ﷺ کو خوش خبری سناؤ، میں تو یہیں رہوں گا، یہاں تک کہ موت کا اعلان سن لوں، پس جب صبح صادق کا وقت ہوا تو موت کا اعلان کرنے والا چڑھا اور اس نے کہا: میں ابو رافع کی موت کا اعلان کرتا ہوں، عبداللہ کہتے ہیں: پس میں اٹھا، چل رہا تھا میں درانحالیکہ مجھے کوئی تکلیف نہیں تھی، اور میں نے اپنے ساتھیوں کو پالیا، اس سے پہلے کہ وہ نبی ﷺ کے پاس پہنچیں، اور میں نے آپؐ کو قتل کی خوش خبری سنائی۔

(غزوۂ بنو نضیر اور دو یہودی سرغنوں: کعب بن اشرف اور ابو رافع کے قتل کا بیان پورا ہوا)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غزوۂ احد

غزوۂ بدر میں مکہ والوں کی ناکامی غزوۂ اُحد کا سبب بنی

اُحُد (بضمتین) ایک پہاڑ کا نام ہے جو مسجدِ نبوی سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے، اور وہ ارد گرد کے پہاڑوں میں سب سے اونچا پہاڑ ہے، اس کے دامن میں جنگ ہوئی ہے، اس لئے جنگِ احد کہلاتی ہے۔

واقعات کا تسلسل:

۱- جنگِ بدر میں شکست سے اور اشرافِ قریش کے قتل سے مکہ والوں کو جو صدمہ پہنچا تھا وہ بھولا یا نہیں جا سکتا تھا، اس کے سبب سے قریش مسلمانوں کے خلاف غیظ وغضب سے گھل رہے تھے، حتی کہ مکہ والوں نے اپنے مقتولین پر ماتم (آہ وفُغاں) کرنے سے بھی روک دیا تھا، اور قیدیوں کے فدیہ کی ادائیگی میں بھی جلدی کرنے سے منع کر دیا تھا، تا کہ مسلمانوں کو ان کے رنج وغم کی شدت کا احساس نہ ہو۔

۲- جنگِ بدر کے بعد کعب بن اشرف مکہ گیا اور مسلمانوں کے خلاف ان کے جذبات بھڑکائے، ان کو آمادۂ جنگ کرنے کے لئے اشعار کہہ کر سردارانِ قریش کا نوحہ وماتم کرتا تھا، جن کو میدانِ بدر میں ایک گندے کنویں میں پھینک دیا گیا تھا، اور کعبہ کا پردہ پکڑ کر رُوسائے مشرکین سے عہد کرا کے آیا کہ وہ ضرور مدینہ پر حملہ کریں گے۔

۳- معرکۂ بدر واحد کے درمیانی عرصہ میں غزوۂ سَوِیق پیش آیا ہے، ابوسفیان منت مان چکا تھا کہ جب تک محمد (ﷺ) سے بدلہ نہیں لے گا، غسلِ جنابت نہیں کرے گا، چنانچہ وہ اپنی قسم پوری کرنے کے لئے دوسو سواروں کو لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوا، کھلم کھلا حملہ کی ہمت تو نہیں تھی، رات کی تاریکی میں اطراف مدینہ میں داخل ہوا اور عریض نامی مقام پر حملہ کیا، کچھ کھجور کے درخت کاٹے اور جلائے اور ایک انصاری کو اور اس کے حلیف کو قتل کیا، نبی ﷺ کو اطلاع ہوئی، آپؐ نے تیزی سے اس کا تعاقب کیا، مگر وہ ہاتھ نہیں آیا، البتہ بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستّو، توشہ اور بہت سا ساز وسامان پھینک کر گیا جو مسلمانوں کے ہاتھ آیا، یہ غزوہ جنگِ بدر کے صرف دو ماہ بعد یعنی ذی الحجہ ۲ ہجری میں پیش آیا ہے۔

۴- جنگِ احد سے پہلے جمادی الاخری سن ۳ ہجری میں سریہ زید بن حارثہ بھیجا گیا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ قریش جنگِ

بدر کے بعد قلق واضطراب میں تھے کہ گرمی کا موسم آ گیا، اور ملک شام کے تجارتی سفر کا وقت آن پہنچا، انہیں فکر دامن گیر ہوئی کہ مدینہ کے راستے شام کیسے جائیں؟ چنانچہ مکہ والوں نے صفوان بن امیہ کو میر کارواں منتخب کیا، اس نے ساتھیوں سے کہا: محمد (ﷺ) نے ہماری تجارتی شاہ راہ ہمارے لئے پرمشقت بنادی ہے، انھوں نے ساحل کے باشندگان سے مصالحت کرلی ہے، اس لئے عام لوگ بھی ان کے ساتھ ہوگئے ہیں، اس لئے سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کونسا راستہ اختیار کریں؟ اگر گھروں میں بیٹھے رہیں تو اصل سرمایہ بھی کھاجائیں گے، باقی کچھ نہ بچے گا، آخر اسود بن عبدالمطلب نے مشورہ دیا کہ تم ساحل کا راستہ چھوڑ کر عراق کے راستے سفر کرو، یہ راستہ بہت لمبا تھا، نجد سے ہوکر شام جاتا تھا اور مدینہ سے مشرق میں بہت دوری پر واقع تھا، قریش اس راستہ سے بالکل ناواقف تھے، اسود بن عبدالمطلب نے مشورہ دیا کہ وہ فرات بن حیّان کو جو قبیلہ بکر بن وائل سے تعلق رکھتا ہے راستہ بتانے کیلئے راہنما رکھ لے، قریش کا کارواں صفوان کی قیادت میں نئے راستہ سے روانہ ہوا، اس سفر کے پورے منصوبے کی خبر مدینہ پہنچ گئی، نبی ﷺ نے فوراً حملہ کی تیاری کی، اور سو سواروں کا ایک رسالہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی کمان میں روانہ کیا، حضرت زیدؓ نے نہایت تیزی سے راستہ طے کیا، اور قریش کے کارواں کو جالیا اور پورے قافلہ پر قبضہ کرلیا، صفوان اور دیگر محافظین بھاگ گئے، اس قافلہ سے بڑی مقدار میں مالِ غنیمت حاصل ہوا، بدر کے بعد قریش کے لئے یہ سب سے الم ناک نکبت تھی، جس سے ان کے قلق واضطراب میں اضافہ ہوگیا، اب ان کے سامنے دو ہی راستے تھے یا تو مسلمانوں سے صلح کرلیں یا بھرپور جنگ کرکے گذشتہ بھرم کو واپس لائیں، اور مسلمانوں کی قوت کو اس طرح توڑ دیں کہ وہ دوبارہ سر نہ اٹھاسکیں، مکہ والوں نے اس دوسرے راستہ کا انتخاب کیا، چنانچہ اس واقعہ کے بعد قریش کا جوش انتقام اور بڑھ گیا اور انھوں نے مسلمانوں سے ٹکڑ لینے کے لئے اور ان کے دیار میں گھس کر ان پر حملہ کرنے کے لئے بھرپور تیاری شروع کردی، اس طرح پچھلے واقعات کے علاوہ یہ واقعہ بھی معرکۂ احد کا خاص سبب بنا۔

۵- مکہ والوں نے اس سلسلہ میں پہلا کام یہ کیا کہ ابوسفیان کا وہ قافلہ جو جنگِ بدر کا سبب بنا تھا اور جسے ابوسفیان بچا کر لے جانے میں کامیاب ہوگیا تھا اس کا سارا مال جنگی اخراجات کے لئے روک لیا اور ارباب اموال سے کہہ دیا کہ تمہیں محمد (ﷺ) نے سخت صدمہ پہنچایا ہے تمہارے منتخب سرداروں کو قتل کیا ہے، لہٰذا ان سے جنگ کرنے کے لئے اس مال کے ذریعہ مدد کرو، قریش کے لوگوں نے اسے منظور کرلیا، چنانچہ وہ سارا مال جس کی مقدار ایک ہزار اونٹ، اور پچاس ہزار دینار تھی جنگ کی تیاری کے لئے روک لیا گیا۔

٦- پھر مکہ والوں نے رضا کارانہ جنگی خدمت کا دروازہ کھول دیا، احابیش[1]، کنانہ اور اہل تہامہ کو مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شرکت کی دعوت دی اور ترغیب وتحریض کی مختلف صورتیں اختیار کیں، ابوعزّہ شاعر جو جنگِ بدر میں قید ہوا تھا اور جس کو نبی ﷺ نے یہ عہد لے کر بلافدیہ چھوڑ دیا تھا کہ وہ آپؐ کے خلاف نہیں اٹھے گا، اسے صفوان بن امیہ نے لالچ دے کر

(۱) احابیش: متفرق قبائل، أُحْبُوْش یا أُحْبُوْشَة کی جمع: وہ جماعت جس کے لوگ کسی ایک قبیلہ کے نہ ہوں (لغات الحدیث)

تیار کیا اوراس نے عہد و پیمان کو پس پشت ڈال کر جذباتِ غیرت وحمیت کو شعلہ زن کرنے والے اشعار کے ذریعہ قبائل کو بھڑکانا شروع کیا، اسی طرح قریش نے ایک اور شاعر مُسافع بن عبد مناف جمحی کو بھی اس کام کے لئے تیار کیا۔

۷- سال پورا ہوتے ہی قریش کی تیاری مکمل ہوگئی، ان کے اپنے افراد کے علاوہ ان کے حلیفوں اوراحابیش (مختلف قبائل) کو ملا کر تین ہزار کی فوج تیار ہوئی، قائدین قریش کی رائے یہ ہوئی کہ عورتوں کو بھی ساتھ لیا جائے تاکہ ان کی حرمت کی حفاظت کی خاطر فوجی جاں سپاری کے ساتھ لڑیں، چنانچہ لشکر میں پندرہ عورتیں بھی لی گئیں، سواری اور بار برداری کے لئے تین ہزار اونٹ تھے اور رسالہ کے لئے دوسو گھوڑے۔ ابوسفیان پورے لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا گیا، رسالہ کی کمان خالید بن ولید کو دی گئی اور عکرمہ بن ابی جہل کو ان کا معاون بنایا گیا، پرچم دستور کے مطابق قبیلہ بنی عبدالدار کے ہاتھ میں دیا گیا، اس طرح پوری تیاری کر کے مکی لشکر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔

۸- حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے قریش کی یہ ساری نقل وحرکت اور جنگی تیاریوں کی تفصیلات پر مشتمل ایک نامہ نبی ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا، قاصد پھرتیلا ثابت ہوا وہ صرف تین دن میں مدینہ پہنچ گیا، آپؐ اس وقت مسجدِ قبا میں تشریف فرما تھے، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے خط پڑھ کر سنایا، آپؐ نے انہیں رازداری برتنے کی تاکید کی اور آپؐ فوراً مدینہ لوٹ آئے، اور انصار ومہاجرین کے قائدین سے مشورہ شروع کیا۔

۹- ادھر مکی لشکر معروف کاروانی شاہ راہ پر چلتا ہوا ابواء مقام پر پہنچا، ابوسفیان کی بیوی ہند نے مشورہ دیا کہ نبی ﷺ کی ماں کی قبر اکھاڑ دی جائے، مگر اس کے جو سنگین نتائج نکل سکتے تھے اس کے پیش نظر قائدین نے یہ تجویز منظور نہیں کی، لشکر آگے روانہ ہوا، وادی عقیق سے گذرا، پھر داہنی جانب مڑ کر احد پہاڑ کے قریب عینین نامی مقام پر جو مدینہ کے شمال میں وادی قناۃ کے کنارے پر ایک بیکار زمین تھی وہاں پڑاؤ ڈالا، یہ جمعہ ۶ شوال سن ۳ ہجری کا واقعہ ہے۔

۱۰- نبی ﷺ نے جنگِ احد سے پہلے ایک خواب دیکھا تھا اس میں چار باتیں تھیں، خواب میں آپؐ نے تلوار ہلائی، اس کا اوپر کا حصہ ٹوٹ گیا، پھر ہلائی تو پہلے سے شاندار ہوگئی اور گائے کو دیکھا جو ذبح کی جارہی تھی، اس وقت زبان مبارک سے نکلا: اللّٰہ خیر!

اس خواب کی تعبیر یہ تھی کہ جنگ میں ابتداء میں شکست ہوگی، پھر واضح کامیابی ملے گی اور کچھ صحابہ شہید ہونگے جو ان کے حق میں بہتر ہوگا، چنانچہ آپؐ نے صحابہ کو مشورہ کیلئے اکٹھا کیا، نبی ﷺ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے، عبداللہ بن ابی کی بھی یہی رائے تھی، مگر فضلائے صحابہ کی ایک جماعت نے جو بدر میں شرکت سے رہ گئے تھے، مشورہ دیا کہ باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے اور انھوں نے اپنی اس رائے پر اصرار کیا، ان لوگوں میں سب سے گرم جوش نبی ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے، وہ معرکہ بدر میں اپنی تلوار کا جوہر دکھلا چکے تھے، انھوں نے قسم کھائی کہ جب تک میں مدینہ سے باہر نکل کر اپنی تلوار کے ذریعہ کفار سے دو دو ہاتھ نہیں کروں گا کوئی غذا نہ چکھوں گا، چنانچہ نبی ﷺ نے اکثریت کے

اصرار پر اپنی رائے ترک کردی اور آخری فیصلہ یہی ہوا کہ مدینہ سے باہر نکل کر کھلے میدان میں مقابلہ کیا جائے۔

۱۱- آپؐ نے جمعہ کی نماز پڑھائی اور لوگوں کو وعظ ونصیحت کی اور صبر وثبات کی تلقین کی، لوگ عصر کی نماز تک جمع ہو گئے، عوالی کے باشندے بھی آگئے، عصر کی نماز پڑھا کر آپؐ گھر میں تشریف لے گئے اور ہتھیار باندھ کر لوگوں کے سامنے آئے، جب آپؐ گھر میں تشریف لے گئے تو حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہما نے لوگوں سے کہا کہ آپ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو میدان میں نکلنے پر زبردستی آمادہ کیا ہے، یہ ٹھیک نہیں کیا، معاملہ آپؐ کے حوالہ کردیا جائے، چنانچہ جب آپ ہتھیار باندھ کر نکلے تو لوگوں نے عرض کیا کہ جو آپؐ کی رائے ہے اس پر عمل کیا جائے، آپؐ نے فرمایا: نبی جب ہتھیار پہن لیتا ہے تو اس وقت تک نہیں اتارتا، جب تک اللہ تعالیٰ اس کے درمیان اور اس کے دشمن کے درمیان فیصلہ نہیں کردیتے، اس طرح آپؐ لشکر لے کر عصر کے بعد روانہ ہوئے، راستہ میں شیخان نامی جگہ میں رات گذاری اور جو بچے جنگ کے قابل نہیں تھے ان کو واپس کیا، اور اسی جگہ مغرب اور عشاء پڑھی اور اسی جگہ رات گذارنے کا فیصلہ کیا۔

۱۲- ہفتہ کی صبح جب آپؐ احد کی طرف روانہ ہوئے تو عبداللہ بن ابی یہ بہانہ بنا کر کہ اس کا مشورہ نہیں مانا گیا اپنے تین سو آدمیوں کے ساتھ واپس ہو گیا، اب اسلامی لشکر میں سات سو صحابہ رہ گئے، جن میں سے سو زرہ پوش تھے اور لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے۔

۱۳- نبی ﷺ نے احد پہاڑ کو پشت پر رکھ کر صف آرائی کی اور پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی امارت میں احد کی ایک پہاڑی پر ممکنہ حملہ سے بچاؤ کے لئے متعین کیا اور اس کو یہ تاکید کی کہ خواہ فتح ہو یا شکست وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔

۱۴- پھر انفرادی مقابلہ میں کفار کو شکست ہوئی، اس کے بعد عام جنگ شروع ہوئی، حضرات حمزہ، علی اور ابودجانہ رضی اللہ عنہم دشمن پر اس طرح ٹوٹے کہ صفیں کی صفیں صاف کردیں، کفار کے قدم اکھڑنے لگے، وہ گھاٹیوں کی طرف بھاگے اور مسلمان غنیمت جمع کرنے لگے، پہاڑی پر جو تیر انداز مقرر کئے گئے تھے وہ بھی غنیمت جمع کرنے کے لئے چل دیئے، امیر نے روکا بھی مگر انھوں نے کہا: جنگ کا فیصلہ ہو چکا، اب یہاں رہنے کی ضرورت نہیں، صرف دس آدمی حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہ گئے۔

۱۵- خالد بن الولید نے گھاٹی خالی دیکھ کر چار سو افراد کے ساتھ اس طرف سے حملہ کردیا اور وہاں موجود گیارہ صحابہ کو شہید کردیا اور پشت سے مسلمانوں پر حملہ کردیا، اس ناگہانی حملہ سے جنگ کی صورتِ حال بدل گئی، آگے کی جانب سے پسپا ہونے والا کفار کا لشکر بھی پلٹ گیا، اب اسلامی لشکر دونوں طرف سے نرغہ میں آگیا، گھمسان کی لڑائی ہوئی، اپنے پرایے کا امتیاز ختم ہو گیا، اور بے خبری میں مسلمانوں کی تلواریں مسلمانوں پر چلنے لگیں۔

۱۶- جنگ کے دوران کافروں نے بے بنیاد خبر اڑادی کہ محمد (ﷺ) مارے گئے، صحابہ کے دل بیٹھ گئے، بعض نے

ہتھیار پھینک دیئے، بعض میدان سے ہٹ گئے، بعض بے جگری سے لڑنے لگے کہ آپؐ کے بعد زندگی کا لطف ہی کیا رہا؟ مگر افراتفری کے اس عالم میں کچھ جان باز صحابہ آپؐ کے ساتھ رہے، حضرات علی، ابوطلحہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم انہی جاں بازوں میں سے تھے۔

۱۷- کفار کے پے بہ پے حملوں سے نبی ﷺ کے ایک دانت کا ایک حصہ شہید ہوگیا، ہونٹ زخمی ہوگیا، ماتھے میں خود کا حلقہ گڑ گیا، پیشانی مبارک خون آلود ہوگئی، ستر کے قریب مسلمان شہید ہوئے، کفار کے ۲۳ آدمی مارے گئے اور جنگ اپنی نہایت کو پہنچ گئی۔

۱۸- جنگ کے واقعات حدیثوں میں تفصیل سے آرہے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے جس طرح غزوہ بدر کو تیرہ ابواب میں پھیلایا ہے، غزوہ احد کو بھی تیرہ ابواب میں پھیلایا ہے۔

۱- نبی ﷺ نے میدانِ جنگ میں مورچہ بندی کی

سورہ آلِ عمران کی آیت ۱۲۱ ہے: ﴿وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾: اور یاد کیجئے جب آپؐ گھر سے چلے مسلمانوں کو جنگ کے لئے ان کی جگہوں میں جمارہے تھے اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں۔

تفسیر: نبی ﷺ ۱۱ شوال بروز جمعہ بعد نمازِ عصر میدانِ احد کے لئے روانہ ہوئے، مدینہ سے باہر نکل کر مقام شیخین پر فوج کا جائزہ لیا، جو نوعمر اور کم سن صحابہ تھے ان کو واپس کردیا (یہ آٹھ حضرات تھے ان کے نام سیرۃ المصطفیٰ (۱۹۱:۲) میں ہیں) پھر بار کی صبح آپؐ وہاں سے روانہ ہوئے، جب احد کے قریب پہنچے تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی اپنے قبیلہ کے تین سو آدمیوں کو لے کر واپس لوٹ گیا، اس نے کہا: جب ہماری بات نہیں سنی گئی تو ہم بلاوجہ اپنی جانوں کو کیوں ضائع کریں! اب نبی ﷺ کے ساتھ صرف سات سو صحابہ رہ گئے، مقام شیخین سے آپؐ نے رات کے آخری حصہ میں کوچ کیا، جب احد قریب آیا تو صبح کی نماز کا وقت ہوگیا، وہاں اذان دی گئی اور آپؐ نے تمام اصحاب کو نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہوکر آپؐ لشکر کی طرف متوجہ ہوئے، مدینہ کو سامنے اور احد کو پس پشت رکھ کر صفوں کو مرتب فرمایا، اور پچاس تیراندازوں کا ایک دستہ جبل احد کے پیچھے ایک پہاڑی پر مقرر فرمایا اور ان کا امیر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور ان کو حکم دیا کہ اگر ہم مشرکین پر غالب آجائیں تب بھی تم وہاں سے مت ہٹنا، اور اگر مشرکین ہم پر غالب آجائیں تب بھی تم اس جگہ سے مت سرکنا، اور ہماری مدد کے لئے مت آنا۔

پھر نبی ﷺ نے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا:

۱- مہاجرین کا دستہ: اس کا پرچم حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔

۳-قبیلہ اوس (انصار) کا دستہ: اس کا علم حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔
۴-قبیلہ خزرج (انصار) کا دستہ: اس کا علم حضرت حُباب بن مُنذر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔

اور جنگی نقطۂ نظر سے لشکر کی ترتیب و تنظیم قائم کی، منصوبہ بڑی باریکی اور حکمت پر مبنی تھا، جس سے نبی ﷺ کی فوجی قیادت میں عبقریت کا پتہ چلتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ کوئی کمانڈر خواہ کیسا ہی بالیاقت ہو، آپؐ سے زیادہ باریک اور باحکمت منصوبہ تیار نہیں کرسکتا، آپؐ نے پہاڑ کی بلندی کی اوٹ لے کر اپنی پشت اور اپنا دایاں بازو محفوظ کرلیا اور بائیں بازو پر دورانِ جنگ جس شگاف سے پشت پر حملہ کا اندیشہ تھا اسے تیر اندازوں کے ذریعہ بند کردیا اور پڑاؤ کے لئے ایک اونچی جگہ منتخب فرمائی کہ اگر خدانخواستہ شکست ہوجائے تو وہ جگہ کیمپ کا کام دے، اس میں پناہ لی جاسکے اور دشمن اس کی طرف پیش قدمی کرے تو سنگباری کرکے اس کو خسارہ پہنچایا جاسکے، اور دشمن کے لئے ایسا نشیبی مقام چھوڑ دیا کہ اگر وہ غالب آجائے تو فتح کا کوئی خاص فائدہ حاصل نہ کرسکے اور اگر مغلوب ہوجائے تو تعاقب کرنے والوں کی گرفت سے بچ نہ سکے، اس طرح آپؐ نے ممتاز بہادروں کی ایک جماعت منتخب کرکے فوجی تعداد کی کمی پوری کردی، یہ تھی نبی ﷺ کے لشکر کی ترتیب و تنظیم جو ۷ شوال سن ۳ ہجری یوم سنیچر کی صبح کو عمل میں آئی (ماخوذ از الرحیق المختوم ص: ۳۹۷) آیتِ کریمہ میں اسی مورچہ بندی کا ذکر ہے۔

[۱۷-] بَابُ غَزْوَةِ أُحُدٍ

[۱-] وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾

لغات: غَدَوْتَ: ماضی معروف، صیغہ واحد مذکر حاضر، غُدُوٌّ سے جس کے مشہور معنی ہیں: صبح سویرے نکلنا .... **تُبَوِّئُ:** فعل مضارع صیغہ واحد مذکر حاضر: آپؐ ٹھکانہ دیتے تھے، اتارتے تھے، جگہ متعین کرتے تھے......... **مَقَاعِد:** **مَقْعَد:** جمع منتہی الجموع: ظرف مکان: بیٹھنے کی جگہ، گھات لگانے کی جگہ۔

سوال: نبی ﷺ مدینہ سے بروز جمعہ عصر کے بعد نکلے ہیں، اور مقام شیخین میں رات گذار کر صبح صادق سے پہلے وہاں سے روانہ ہوئے ہیں اور قرآن کہتا ہے: ﴿غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ﴾: آپؐ اپنے گھر سے صبح کے وقت چلے، پس آیت کا صورتِ واقعہ کے ساتھ تعارض ہے؟

جواب: جلالین کے حاشیہ جمل میں ہے: غَدَا بمعنی صَارَ بھی آتا ہے، اس وقت وہ افعالِ ناقصہ میں سے ہوتا ہے، اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے، یہاں اسم ضمیر واحد مذکر ہے، اور خبر تُبَوِّئُ ہے پس جب غدوت کے مفہوم میں سے صبح کا چلنا ختم ہوگیا تو اشکال بھی ختم ہوگیا۔ اور مفسرین کرام نے مِنْ أَهْلِكَ کی جو مِنْ بَيْتِ عَائِشَةَ کے ساتھ تخصیص کی ہے وہ بے دلیل ہے۔

ملحوظہ: غَدَوْت کی وجہ سے بعض نے اس آیت کو غزوۂ بدر سے متعلق کیا ہے اور بعض نے غزوۂ احزاب سے، مگر امام

بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کو غزوۂ احد سے متعلق کیا ہے، اور یہی صحیح تفسیر ہے۔

۲-غزوۂ احد میں ہزیمت کی چھ حکمتیں

سورہ آلِ عمران کی آیات ۱۳۹-۱۴۳ ہیں: ﴿وَلاَتَهِنُوْا وَلاَ تَحْزَنُوْا وَأَنْتُمُ الأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ. إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ، وَتِلْكَ الأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ، وَاللّٰهُ لاَ يُحِبُّ الظَّالِمِيْنَ. وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِيْنَ. أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِيْنَ. وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوْهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ﴾

ترجمہ: اور تم (احد میں ہزیمت سے) ہمت مت ہارو، اور کچھ غم نہ کھاؤ، اور (آئندہ) تم ہی غالب رہوگے اگر تم کھرے مؤمن ثابت ہوئے، اگر تم کو زخم پہنچا ہے تو قوم (مشرکین) کو بھی ایسا ہی زخم پہنچا ہے اور ہم یہ دن لوگوں کے درمیان باری باری بدلتے رہتے ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ جان لیں ان لوگوں کو جو مؤمن ہیں، اور تم میں سے بعضوں کو مقام شہادت پر فائز کریں اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتے، اور (یہ دن بدلتے رہتے ہیں) اس لئے کہ ایمان والوں سے میل کچیل صاف کردیں اور کافروں کو مٹادیں، کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں پہنچ جاؤ گے، اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے لڑنے والوں کو تم میں سے اور معلوم نہیں کیا ثابت قدم رہنے والوں کو، اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ تم مرنے کی تمنا کیا کرتے تھے، موت کے سامنے آنے سے پہلے، سواب دیکھ لیا تم نے اس کو اپنی آنکھوں سے۔

تفسیر: یہ آیات جنگِ احد کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، جنگِ احد میں عارضی ہزیمت پیش آئی تھی، ان آیات میں پہلے تمہید میں دو باتیں کہی ہیں، پھر عارضی ہزیمت کی چھ حکمتیں بیان کی ہیں۔

تمہید: مسلمان مجاہدین زخموں سے چور تھے، ان کے بہادروں کی لاشیں مثلہ کی ہوئی ان کی آنکھوں کے سامنے تھیں، بدبختوں نے نبی ﷺ کو بھی زخمی کردیا تھا، اور بہ ظاہر ہزیمت کا منظر سامنے تھا، اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں، اور مسلمانوں سے دو باتیں کہیں:

پہلی بات: سختیوں سے مت گھبراؤ، دشمن کے سامنے نامردی کا مظاہرہ مت کرو، اور یادرکھو! آج بھی تم ہی سربلند ہو، حق کی حمایت میں تکلیفیں اٹھارہے ہو، جانیں دے رہے ہو، اور آخری فتح بھی تمہاری ہی ہوگی، انجام کار تم ہی غالب رہوگے بشرطیکہ ایمان کے راستہ پر مستقیم رہو، اور اللہ کے وعدوں پر اعتماد کرتے ہوئے اطاعت رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے قدم نہ ہٹاؤ، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا، اور پژمردہ جسموں میں حیاتِ نو پھونک دی، نتیجہ یہ ہوا کہ کفار جو بہ ظاہر غالب آچکے تھے، زخم خوردہ مجاہدین کے جوابی حملہ کی تاب نہ لاسکے اور سرپر پاؤں رکھ کر بھاگے۔

دوسری بات: مسلمانوں کو جنگ اِحد میں جو شدید نقصان اٹھانا پڑا تھا، اس سے وہ شکستہ خاطر ہوگئے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان ٹوٹے دلوں کو جوڑا، مسلمانوں کو تسلی دی کہ اگر اس لڑائی میں تم کو زخم پہنچا ہے اور تکلیف اٹھانی پڑی ہے تو ایسا ہی حادثہ فریق مقابل کے ساتھ بھی پیش آچکا ہے، احد میں تمہارے ستّر آدمی شہید ہوئے اور بہت سے زخمی ہوئے تو ایک سال پہلے بدر میں ان کے ستر آدمی جہنم رسید ہو چکے ہیں، اور بہت سے زخمی ہوئے تھے اور ستر کو تم نے گرفتار کیا تھا، اور اُس جنگ میں اور اِس جنگ میں تمہارا کوئی آدمی گرفتار نہیں ہوا، تمہیں قید کی ذلت سے محفوظ رکھا، پس اگر تم اپنے نقصان کا ان کے نقصان سے مقابلہ کروگے تو غم کا مداوا ہو جائے گا۔

اس کے بعد غزوۂ احد میں عارضی ہزیمت کی چھ حکمتیں بیان کی ہیں:

پہلی حکمت: سنتِ الٰہی یہ ہے کہ جب حق و باطل کی کشمکش ہوتی ہے تو کامیابی اور ناکامی کو اللہ تعالیٰ ادلتے بدلتے رہتے ہیں، کبھی مسلمان کامیاب ہوتے ہیں کبھی مخالفین، تاکہ پردہ پڑا رہے، غیب پر ایمان لانا ضروری ہے، اگر ہر جنگ میں مسلمانوں کا ہاتھ اونچا رہے تو بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ حق یہی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ پردہ ڈالے رہتے ہیں، کبھی مسلمان غالب آتے ہیں کبھی کافر، ہرقل نے بھی یہی بات کہی تھی کہ انبیاء کا بھی امتحان ہوتا ہے، مگر اچھا انجام انہی کے لئے ہوتا ہے۔

دوسری حکمت: اللہ تعالیٰ مؤمنین اور منافقین کے درمیان امتیاز کرنا چاہتے ہیں، دیکھو عین موقع پر منافقین مسلمانوں سے الگ ہوگئے، انھوں نے دیکھا کہ سامنے تین ہزار کی نفری ہے، پھر وہ اپنی جانوں کو جوکھوں میں کیوں ڈالیں؟ مگر مؤمنین ثابت قدم رہے، کیونکہ چت بھی ان کی تھی اور پٹ بھی!

تیسری حکمت: اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ تم میں سے بعضوں کو مقام شہادت پر فائز کریں، اس لئے عارضی ہزیمت ہوئی اور مؤمنین نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

عارضی ہزیمت کی یہ آخری دو حکمتیں اس وجہ سے نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ظالم لوگ پسند ہیں اس لئے ان کو کامیاب کیا، وہ تو اللہ کے نزدیک مبغوض ہیں، چنانچہ ان کو ایمان وشہادت کے مقام سے دور پھینک دیا، اصل حکمت: مؤمنین کو مارِ آستینوں سے بچانا اور مؤمنین کو ایمان کا صلہ دینا ہے۔

چوتھی حکمت: عارضی ہزیمت کی ایک حکمت مؤمن اور کافر کو پرکھنا بھی ہے، مسلمانوں کو گناہوں سے پاک کرنا اور کافروں کو آہستہ آہستہ مٹا دینا پیش نظر ہے، وہ اپنے عارضی غلبہ اور وقتی کامیابی پر مسرور و مغرور ہو کر کفر وطغیانی میں پیر پساریں گے اور خدا کے قہر وغضب کے اور زیادہ مستحق بنیں گے اور رفتہ رفتہ صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں گے، اس واسطے یہ عارضی ہزیمت مسلمانوں کو ہوئی، ورنہ اللہ تعالیٰ کافروں سے راضی نہیں۔

پانچویں حکمت: جنت کے جن اعلیٰ مقامات اور بلند درجات پر اللہ تعالیٰ تم کو پہنچانا چاہتے ہیں، تم سمجھتے ہو کہ بس تم یونہی آرام سے وہاں پہنچ جاؤ گے؟ اور اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان نہیں کریں گے؟ اور یہ نہیں دیکھیں گے کہ تم میں سے کتنے اللہ کی راہ

میں لڑنے والے اور لڑائی کے وقت ثابت قدم رہنے والے ہیں؟ ایسا خیال دل میں مت لانا، مقامات عالیہ پر وہی لوگ فائز ہوتے ہیں جو خدا کی راہ میں ہر طرح کی سختیاں جھیلتے ہیں اور قربانیاں پیش کرتے ہیں۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا ❁ ہر مدعی کے واسطے دارورسن کہاں!

چھٹی حکمت: احد میں عارضی ہزیمت صحابہ کی آرزو کا نتیجہ تھی، جو صحابہ بدر کی جنگ میں شرکت سے محروم رہ گئے تھے وہ شہدائے بدر کے فضائل سن کر تمنا کیا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ پھر کوئی موقع لائیں تو ہم بھی راہِ خدا میں مارے جائیں اور شہادت کے مراتب حاصل کریں، انہی حضرات نے احد میں یہ مشورہ دیا تھا کہ مدینہ سے باہر نکل کر لڑنا چاہئے، ان کو بتایا کہ جس چیز کی پہلے تمنا کیا کرتے تھے وہ تمنا آنکھوں کے سامنے آگئی، اب افسوس کیسا؟ اور مقام شہادت عام طور پر کامیابی کی صورت میں ہاتھ نہیں آتا، ہزیمت کی صورت میں ملتا ہے۔

نوٹ: آیات کی تفسیر فوائد شیخ الہند سے ترتیب والفاظ بدل کر لی گئی ہے۔

[۲-] وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿وَلَاتَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ. إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ، وَتِلْكَ الْأَيَّامِ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَاءَ، وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِيْنَ. وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِيْنَ. أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِيْنَ. وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوْهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ﴾

۳- جنگِ احد میں ہزیمت کا سبب تنازع، اور تنازع کا سبب عصیان

سورۂ آلِ عمران کی آیت ۱۵۲ ہے: ﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِإِذْنِهِ، حَتَّى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا أَرَاكُمْ مَاتُحِبُّوْنَ، مِنْكُمْ مَنْ يُرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيْدُ الْآخِرَةَ، ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ، وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ، وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾:

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا اس کو سچا کر دکھایا جب تم باذنِ الٰہی ان کی جڑیں کھود رہے تھے، یہاں تک کہ جب تم پھسل گئے اور حکم کے بارے میں آپس میں اختلاف کرنے لگے اور تم نے نافرمانی کی اس کے بعد کہ اللہ نے تم کو تمہاری دل پسند بات دکھلا دی، تم میں سے بعضے دنیا کو چاہتے تھے اور بعضے آخرت کو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو ان سے پھیر دیا تا کہ اللہ تعالیٰ تم کو آزمائیں، اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے درگذر کیا، اور اللہ تعالیٰ مؤمنین پر بڑے مہربان ہیں۔

تفسیر: نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ اگر تم صبر واستقلال سے کام لوگے تو اللہ تعالیٰ تم کو غالب کریں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ جنگ کے آغاز میں پورا کیا، تم نے اللہ کی اجازت سے کفار کو مار مار کر ڈھیر کر دیا، سات یا نو آدمی جن

کے ہاتھ میں مشرکین کا جھنڈا تھا یکے بعد دیگرے سب قتل ہوگئے، پھر جب عام جنگ شروع ہوئی تو مشرکین بدحواس ہوکر بھاگے، مسلمان فتح یاب ہوگئے، مالِ غنیمت ان کے سامنے پڑا تھا، پھر تیر اندازوں کو نبی ﷺ نے جو حکم دیا تھا انھوں نے اس کی خلاف ورزی کی، وہ آپس میں جھگڑنے لگے، کوئی کہتا تھا: ہمیں یہیں جمے رہنا چاہئے، اکثر نے کہا: اب یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں، چل کر غنیمت حاصل کرنی چاہئے، اس طرح اکثر تیر انداز اپنی جگہ چھوڑ کر چلے گئے، خالد بن الولید نے فائدہ اٹھایا، اس راستہ سے دفعتاً حملہ کردیا اور لڑائی کا نقشہ پلٹ گیا، پس ہزیمت کا سبب تنازع اور تنازع کا سبب عصیان بنا، کچھ لوگ مالِ غنیمت کی لالچ میں پھسل پڑے، جس کا خمیازہ سب کو بھگتنا پڑا، مگر اس لغزش کو اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا، اب کسی کو جائز نہیں کہ اُن پر اس لغزش کی وجہ سے طعن وتشنیع کرے۔

[٣-] وَقَوْلُهُ: ﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ﴾ تَسْتَأْصِلُوْنَهُمْ قَتْلاً ﴿بِإِذْنِهِ، حَتّٰى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا أَرَاكُمْ مَاتُحِبُّوْنَ، مِنكُمْ مَنْ يُرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنكُمْ مَنْ يُرِيْدُ الآخِرَةَ، ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ، وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ، وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

لغت: تَحُسُّوْنَ: مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر، باب نصر، حَسٌّ سے، جس کے معنی قتل کرنے کے ہیں، یعنی تم ان کو کاٹنے لگے، جڑ سے اکھاڑنے لگے، جڑیں کھودنے لگے۔

۴- شہداء حیات ہیں، وہ کھلائے پلائے جاتے ہیں

سورہ آلِ عمران کی آیت ۱۶۹ ہے: ﴿وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا، بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾: جو لوگ راہِ خدا میں مارے گئے ان کو مردے مت سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھلائے پلائے جاتے ہیں۔

تفسیر: گھر میں بیٹھے رہنے سے موت تو رک نہیں سکتی، ہاں آدمی اس موت سے محروم رہتا ہے جس کو موت کے بجائے 'حیاتِ جاودانی' کہنا چاہئے، شہیدوں کو مرنے کے بعد ایک خاص طرح کی زندگی ملتی ہے جو اوروں کو نہیں ملتی، ان کو حق تعالیٰ کا ممتاز قرب حاصل ہوتا ہے، وہ بڑے عالی درجات ومقامات پر فائز ہوتے ہیں، ان کو جنت کا رزق آسانی سے پہنچتا ہے، جس طرح ہم اعلی درجہ کے ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر ذرا سی دیر میں جہاں چاہیں اڑے چلے جاتے ہیں: شہداء کی ارواح ہرے رنگ کے پرندوں کے پوٹوں میں داخل ہوکر جنت کی سیر کرتی ہیں، اور جنت کے پھل چرتی چگتی ہیں، اور پوٹوں میں بیٹھ کر یعنی اگلی سیٹ پر بیٹھ کر جہاز خود چلاتی ہیں، اس وقت شہداء بے حد مسرور ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دولت شہادت عنایت فرمائی، پس ہزار زندگیاں اس موت پر قربان!

[٤-] ﴿وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا﴾ الآية. [آلِ عمران: ١٥٢]

۵-احد میں فرشتوں کی کمک نہیں آئی

فرشتوں کی کمک بدر میں آئی تھی، مجاہدین کے ساتھ جنگ میں فرشتوں نے حصہ لیا تھا، پھر احزاب میں آئی، پھر حنین میں آئی، چنانچہ ان جنگوں میں واضح کامیابی ملی اور جنگ احد میں فرشتوں کی عام کمک نہیں آئی، اس لئے فتح ہزیمت سے بدل گئی، اس جنگ میں اللہ تعالیٰ کا یہی منشا تھا، البتہ بخاری کی روایت میں آئے گا کہ حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام نے نبی ﷺ کی طرف سے جنگ لڑی (بخاری ۲: ۵۸۰) یہ آپ ؐ کے ساتھ خصوصی معاملہ تھا۔

اور باب کی روایت راوی کا وہم ہے، یہ حدیث اسی سند سے ابھی (حدیث ۳۹۹۵) گذری ہے، نبی ﷺ نے جنگِ بدر میں فرمایا: ''یہ جبرئیلؑ ہیں، اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہیں، اور انھوں نے جنگ کے ہتھیار پہن رکھے ہیں'' اور یہاں یہ حدیث صرف ابوالوقت اور اصیلی کے نسخوں میں ہے، دوسرے رواۃ کے نسخوں میں نہیں ہے، حافظ عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الصَّوَابُ إِسْقَاطُهُ كَمَا لِغَيْرِهِمَا: یہاں سے اس حدیث کو ختم کر دینا چاہئے، جیسا کہ دوسرے نسخوں میں نہیں ہے۔

[۴۰۴۱-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ أُحُدٍ: " هٰذَا جِبْرِيْلُ، آخِذٌ بِرَأْسِ فَرَسِهِ، عَلَيْهِ أَدَاةُ الْحَرْبِ"[راجع: ۳۹۹۵]

۶-نبی ﷺ نے شہدائے احد کی نمازِ جنازہ پڑھی

شہدائے احد کی نماز جنازہ بوقت شہادت پڑھی گئی تھی، تمام شہداء کو نماز پڑھ کر دفن کیا گیا تھا، پھر وفات کے قریب میدان احد میں جا کر جو شہداء کی نمازِ جنازہ پڑھی وہ ان کا اعزاز تھا۔

حدیث: حضرت عقبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے (وفات سے چند دن پہلے) شہدائے احد کی نمازِ جنازہ پڑھی، آٹھ سال کے بعد، زندوں اور مردوں کو رخصت کرنے والے کی طرح، پھر آپ ؐ منبر پر چڑھے اور ارشاد فرمایا: ''میں تمہارے آگے فرط (پیش رَو) ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور تم سے ملنے کی جگہ حوضِ کوثر ہے اور میں اِسی جگہ سے اپنا حوض دیکھ رہا ہوں، اور مجھے تمہارے بارے میں اس بات کا ڈر نہیں کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے، ہاں میں تمہارے بارے میں دنیا سے ڈرتا ہوں کہ تم اس کی ریس کرو گے، یعنی دنیا حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو گے، حضرت عقبہؓ کہتے ہیں: یہ آخری دیدار تھا جو میں نے نبی ﷺ کا کیا، یہ حدیث تحفۃ القاری (۴: ۱۰۳) میں گذر چکی ہے۔

[٤٠٤٢-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَيْوَةَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ حَبِيْبٍ، عَنْ أَبِيْ الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: صَلَّى رَسُوْلُ صلى الله عليه وسلم عَلٰى قَتْلٰى أُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِيَ سِنِيْنَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ، ثُمَّ طَلَعَ الْمِنبَرَ، فَقَالَ: "إِنِّيْ بَيْنَ أَيْدِيْكُمْ فَرَطٌ، وَأَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيْدٌ، وَإِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ، وَإِنِّيْ لَأَنْظُرُ إِلَيْهِ مِنْ مَقَامِيْ هٰذَا، وَإِنِّيْ لَسْتُ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوْا وَلٰكِنِّيْ أَخْشَى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا أَنْ تَنَافَسُوْهَا" قَالَ: فَكَانَتْ آخِرَ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم. [راجع: ١٣٤٤]

فائدہ: اس حدیث میں صلوٰۃ بمعنی دعا نہیں ہے، پہلے (حدیث ۳۵۹۶) یہ الفاظ آئے ہیں: خَرَجَ يَوْمًا فَصَلّٰى عَلٰى أَهْلِ أُحُدٍ صَلٰوتَه عَلَى الْمَيِّتِ: یعنی باقاعدہ نماز جنازہ پڑھی .... كَالْمُوَدِّعِ لِلْأَحْيَاءِ: جیسے کوئی زندوں کو اور مردوں کو رخصت کرتا ہے، اس میں لف ونشر غیر مرتب ہے، شہداء کی نماز پڑھنا ان کو رخصت کرنا ہے اور منبر نبوی سے خطاب فرمانا زندوں کو رخصت کرنا ہے۔

[٤٠٤٣-] حدثنا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: لَقِيْنَا الْمُشْرِكِيْنَ يَوْمَئِذٍ فَأَجْلَسَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم جَيْشًا مِنَ الرُّمَاةِ، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ وَقَالَ: "لَاتَبْرَحُوْا، إِنْ رَأَيْتُمُوْنَا ظَهَرْنَا عَلَيْهِمْ فَلَا تَبْرَحُوْا، وَإِنْ رَأَيْتُمُوْهُمْ ظَهَرُوْا عَلَيْنَا فَلَا تُعِيْنُوْنَا" فَلَمَّا لَقِيْنَا هَرَبُوْا حَتَّى رَأَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدِدْنَ فِي الْجَبَلِ، رَفَعْنَ عَنْ سُوْقِهِنَّ، قَدْ بَدَتْ خَلَاخِلُهُنَّ فَأَخَذُوْا يَقُوْلُوْنَ: الْغَنِيْمَةَ الْغَنِيْمَةَ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ عَهِدَ إِلَيَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَنْ لَا تَبْرَحُوْا فَأَبَوْا، فَلَمَّا أَبَوْا صُرِفَ وُجُوْهُهُمْ فَأُصِيْبَ سَبْعُوْنَ قَتِيْلًا وَأَشْرَفَ أَبُوْ سُفْيَانَ فَقَالَ: أَفِيْ الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ؟ فَقَالَ: "لَا تُجِيْبُوْهُ" فَقَالَ: أَفِيْ الْقَوْمِ ابْنُ أَبِيْ قُحَافَةَ؟ قَالَ: "لَا تُجِيْبُوْهُ" فَقَالَ: أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ؟ فَقَالَ: إِنَّ هٰؤُلَاءِ قُتِلُوْا، فَلَوْ كَانُوْا أَحْيَاءً لَأَجَابُوْا، فَلَمْ يَمْلِكْ عُمَرُ نَفْسَهُ، فَقَالَ: كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ! أَبْقَى اللّٰهُ لَكَ مَا يُخْزِيْكَ، قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: اُعْلُ هُبَلْ! فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "أَجِيْبُوْهُ" قَالُوْا: مَانَقُوْلُ؟ قَالَ: "قُوْلُوْا: اللّٰهُ أَعْلٰى وَأَجَلُّ" قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: لَنَا الْعُزَّى وَلَا عُزَّى لَكُمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "أَجِيْبُوْهُ" قَالُوْا: مَانَقُوْلُ؟ قَالَ: "قُوْلُوْا: اللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ" قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ وَالْحَرْبُ سِجَالٌ. وَتَجِدُوْنَ مُثْلَةً لَمْ آمُرْ بِهَا وَلَمْ تَسُؤْنِيْ. [راجع: ٣٠٣٩]

۷- تیراندازوں نے مورچہ چھوڑ دیا تو جنگ کا پانسہ پلٹ گیا

حدیث: حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہماری مشرکین کے ساتھ احد کے دن مڈ بھیڑ ہوئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے تیراندازوں کا ایک لشکر بٹھایا اور ان پر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا (حضرت عبداللہ قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے تھے) اور فرمایا: تم اپنی جگہ سے مت ہٹنا، اگر تم ہمیں دیکھو کہ ہم دشمن پر غالب آگئے ہیں تو بھی مت ہٹنا، اور اگر تم ان کو دیکھو کہ وہ ہم پر غالب آگئے ہیں تو بھی ہماری مدد مت کرنا، پس جب ہم ملے تو وہ بھاگے، یہاں تک کہ میں نے عورتوں کو دیکھا وہ پہاڑ میں دوڑ رہی تھیں (کفار پندرہ عورتوں کو بھی ساتھ لائے تھے، تاکہ وہ فوجیوں کو ابھاریں) انھوں نے اپنے پائینچے چڑھا رکھے تھے، ان کے پازیب کھل گئے تھے، پس تیرانداز کہنے لگے: غنیمت کے لئے چلو! غنیمت کے لئے چلو! حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھ سے نبی ﷺ نے وچن (عہد) لیا ہے کہ تم مت ہٹنا، ساتھیوں نے انکار کیا، جب انھوں نے انکار کیا تو ان کے چہرے پھیر دیئے گئے، پس ستر اشخاص قتل کئے گئے اور ابوسفیان (کمانڈر) بلندی پر چڑھا اور اس نے پوچھا: کیا مجمع میں محمد (ﷺ) ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: جواب مت دو، اس نے پوچھا: کیا لوگوں میں ابوقحافہ کے لڑکے (ابوبکر رضی اللہ عنہ) ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: جواب مت دو، پھر اس نے پوچھا: کیا قوم میں خطاب کے لڑکے (عمر رضی اللہ عنہ) ہیں؟ (اس کا بھی جواب نہیں دیا گیا) پس ابوسفیان نے کہا: یہ سب مارے گئے اگر زندہ ہوتے تو جواب دیتے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکے اور فرمایا: اے اللہ کے دشمن! تو جھوٹ کہتا ہے، اللہ نے باقی رکھا ہے تیرے لئے جو تجھے رسوا کرے، ابوسفیان نے کہا: **اُعْلُ هُبَل**! ہبل کی جے! نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو جواب دو، لوگوں نے پوچھا: کیا جواب دیں؟ آپؐ نے فرمایا: کہو: **اَللّٰهُ أَعْلٰى وَأَجَلّ**! اللہ بلند اور بزرگ ہیں! ابوسفیان نے دوسرا نعرہ لگایا: **لنا العزى ولا عزى لكم**: ہمارے لئے عزی ہے اور تمہارے لئے کوئی عزت نہیں! (ہبل اور عزّی مشرکین کے دو بڑے بت تھے) پس نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو جواب دو، لوگوں نے پوچھا: کیا جواب دیں؟ آپؐ نے فرمایا: کہو: **اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ**: اللہ ہمارا کارساز ہے اور تمہارا کوئی کارساز نہیں! ابوسفیان نے کہا: آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے، اور جنگ کنویں کا ڈول ہے، یعنی بدر کی تمہاری کامیابی تمہارے برحق ہونے کی دلیل نہیں تھی، دیکھو آج ہم کامیاب ہوگئے اور پاؤ گے تم بگاڑی ہوئی لاشیں، اس کا میں نے حکم نہیں دیا، اور نہ یہ بات مجھے بری لگی! یعنی جس نے یہ کیا ٹھیک کیا!

[٤٠٤٤-] أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: اصْطَبَحَ الْخَمْرَ يَوْمَ أُحُدٍ نَاسٌ، ثُمَّ قُتِلُوْا شُهَدَاءَ. [راجع: ٢٨١٥]

۸- صحابہ نے احد میں شراب پی کر جنگ لڑی اور شہید ہوئے

حدیث: کچھ لوگوں نے احد کے دن صبح کے وقت شراب پی پھر وہ شہید ہوئے۔

تشریح: شراب ابھی تک حرام نہیں ہوئی تھی، اس لئے بعض صحابہ جنگِ احد میں شراب پی کر میدان میں اترے اور اسی

حالت میں شہید ہوگئے، شراب ان کے پیٹ میں موجود تھی، ان کے بارے میں سوال ہوا کہ ان کا کیا حال ہوگا؟ اسی طرح شراب حرام ہونے سے پہلے جن لوگوں نے پی پھر وہ انتقال کر گئے تو ان کا کیا انجام ہوگا؟ پس سورۃ المائدہ کی آیت ۹۳ نازل ہوئی: ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْا، إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ، ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوْا، ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوْا، وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾: ان لوگوں پر کوئی گناہ نہیں جو ایمان لائے اور نیک کام کئے، اس چیز میں جو انھوں نے کھائی جب کہ وہ پرہیزگار ہوں، ایمان دار ہوں اور نیک کردار ہوں، پھر پرہیزگار ہوں اور ایمان دار ہوں پھر پرہیزگار ہوں اور نیکوکار ہوں اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتے ہیں۔

تفسیر: مؤمنین خواہ زندہ ہوں یا وفات پاچکے ہوں، اگر ایمان اور عمل صالح رکھتے ہوں تو کسی مباح چیز کے کھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، جب کہ وہ عام احوال میں تقوی شعار، ایمان دار اور نیک کردار ہوں —— پھر وہ ان صفات میں برابر ترقی کرتے رہے ہوں —— پھر ان صفات میں ترقی کرتے ہوئے مرتبہ احسان تک پہنچ گئے ہوں جو ایک مؤمن کے لئے روحانی ترقیات کا آخری درجہ ہے، جب بندہ اس مقام تک پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندہ کے ساتھ محبت کرتے ہیں، پس ان صحابہ کے بارے میں جو احد میں شراب پی کر لڑے اور شہد ہوئے ان کے سلسلہ میں توہمات اور خلجان سے بچنا چاہئے، کیونکہ وہ ایسی چیز استعمال کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے تھے جو اس وقت حرام نہیں تھی، بعد میں حرام ہوئی۔

[٤٠٤٥-] حدثنا عَبْدَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ أَبِيْهِ إِبْرَاهِيْمَ: أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ أُتِيَ بِطَعَامٍ وَكَانَ صَائِمًا، فَقَالَ: قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّيْ، كُفِّنَ فِيْ بُرْدَةٍ إِنْ غُطِّيَ رَأْسُهُ بَدَتْ رِجْلاَهُ، وَإِنْ غُطِّيَ رِجْلاَهُ بَدَا رَأْسُهُ. وَأُرَاهُ قَالَ: وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّيْ ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ، أَوْ قَالَ: أُعْطِيْنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا أُعْطِيْنَا، وَقَدْ خَشِيْنَا أَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا، ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِيْ حَتَّى تَرَكَ الطَّعَامَ. [راجع: ١٢٧٤]

۹- حضرت مُصعب رضی اللہ عنہ کی بوقتِ شہادت خستہ حالی

حضرت مُصعب بن عُمیر عبدری قرشی رضی اللہ عنہ سابقین اولین میں سے ہیں، حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کی، پھر مکہ واپس آئے، نبوت کے گیارہویں سال موسم حج میں مدینہ کے چھ آدمیوں نے اسلام قبول کیا اور رسول اللہ ﷺ سے وعدہ کیا کہ وہ اپنی قوم میں جا کر اسلام کی دعوت دیں گے، آپؐ نے ان کے ساتھ حضرت مُصعب رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں اور جو مسلمان ہوجائیں ان کو قرآن پڑھائیں، آپؓ مدینہ میں گھر گھر جا کر اسلام کی دعوت دیتے تھے، آپؓ کے ہاتھ پر حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہما مسلمان ہوئے، آپؓ ہی نے مدینہ میں سب سے پہلے جمعہ قائم کیا، جنگ بدر میں شریک ہوئے، جنگِ احد میں علمبردار تھے، اسی جنگ میں ۳ ہجری میں شہید

ہوئے، مسلمان ہونے سے پہلے وہ فتٰی مکۃ (مکہ کا جوان) کہلاتے تھے، بڑی ٹھاٹ کی زندگی گذارتے تھے، مسلمان ہونے کے بعد دنیا سے دل ہٹ گیا، نہایت سادہ زندگی گذارتے تھے، ایک مرتبہ ان کی خستہ حالی دیکھ کر نبی ﷺ آبدیدہ ہوگئے۔ (ترمذی، حدیث ۲۴۷۳، تحفۃ الالمعی ۶: ۲۵۳)

حدیث: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس کبھی (افطاری کے لئے) کھانا لایا جاتا، وہ روزہ سے ہوتے تھے، پس وہ کہتے: مصعب بن عمیر شہید کئے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے، اور ان کو ایک چادر میں کفن دیا گیا، اگر ان کا سر چھپایا جاتا تو پیر کھل جاتے اور پیر چھپائے جاتے تو سر کھل جاتا، راوی کہتا ہے: مجھے یاد پڑتا ہے حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا: اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے، پھر ہمارے لئے وہ دنیا پھیلا دی گئی جو پھیلا دی گئی یا فرمایا: ہم دنیا میں سے دیئے گئے جو دیئے گئے اور ہم ڈرتے ہیں کہ ہماری نیکیاں ہمیں جلدی تو نہیں دیدی گئیں، پھر رونا شروع کرتے، یہاں تک کہ (اس دن) کھانا نہیں کھاتے تھے۔

تشریح: حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں، مالدار صحابہ میں سے ہیں، کبھی ایسا ہوتا تھا کہ افطاری کے لئے دسترخوان بچھایا جاتا وہ کھانا دیکھ کر رونے لگتے، حضرت مصعب بن عُمیر اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما کی عسرت کی زندگی یاد کرتے اور فرماتے: یہ حضرات مجھ سے بہتر تھے، دونوں جنگِ احد میں اس حال میں شہید ہوئے کہ ان کی ملکیت میں ایک چادر کے علاوہ کچھ نہیں تھا، اسی میں ان کو کفن دیا گیا اور ہم زندہ رہے اور ہمارا پھل پک گیا، جس کو ہم چن رہے ہیں، بخدا! مجھے ڈر لگتا ہے: کہیں ایسا تو نہیں کہ مجھے میری نیکیاں دنیا میں کھلائی جارہی ہیں! اگر ایسا ہے تو میں گھاٹے میں رہا، یہ سوچ کر روتے یہاں تک کہ اس دن ایک لقمہ بھی نہ کھاسکتے۔

فائدہ: جب خالد بن الولید کے رسالہ (فوجی دستے) نے پیچھے سے حملہ کردیا اور جنگ کا پانسہ پلٹ گیا تو مسلمانوں کی صفیں ٹوٹ گئیں، اور دشمن نبی ﷺ کے نزدیک آگیا، مسلمانوں کے علمبردار حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ آپؐ کے قریب تھے، انھوں نے کافروں کا مقابلہ کیا، یہاں تک کہ شہید ہوگئے اور چونکہ حضرت مُصعب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے اس لئے شیطان نے افواہ اڑادی کہ نصیبِ دشمنان نبی ﷺ شہید ہوگئے! اس افواہ سے مسلمانوں کے دل ٹوٹ گئے، اس خبرِ وحشت اثر کے سنتے ہی سب مسلمان بدحواس ہوگئے اور بدحواسی میں دوست دشمن کا امتیاز نہ رہا اور آپس ہی میں ایک دوسرے پر تلواریں چلنے لگیں!

[٤٠٤٦-] حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو: سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ أُحُدٍ: أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فَأَيْنَ أَنَا؟ قَالَ: "فِي الْجَنَّةِ" فَأَلْقَى تَمَرَاتٍ فِيْ يَدِهِ، ثُمَّ قَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ.

۱۰- کھجوریں پھینک دیں، لڑے اور شہید ہوگئے

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جنگِ احد میں ایک صحابی نے نبی ﷺ سے پوچھا: اگر میں مارا جاؤں تو کہاں ہوؤں گا؟ آپؐ نے فرمایا: ''جنت میں'' پس انھوں نے وہ چند کھجوریں پھینک دیں جو ان کے ہاتھ میں تھیں، اور لڑنا شروع کیا، یہاں تک کہ شہید ہوگئے (یہ صحابی کون تھے؟ معلوم نہیں!)

[٤٠٤٧-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ خَبَّابٍ، قَالَ: هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم نَبْتَغِيْ وَجْهَ اللّٰهِ، فَوَجَبَ أَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ، وَمِنَّا مَنْ مَضَى أَوْ: ذَهَبَ لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا، كَانَ مِنْهُمْ: مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ لَمْ يَتْرُكْ إِلَّا نَمِرَةً، كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ، وَإِذَا غُطِّيَ بِهَا رِجْلَاهُ خَرَجَ رَأْسُهُ، فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " غَطُّوْا بِهَا رَأْسَهُ وَاجْعَلُوْا عَلَى رِجْلِهِ الإِذْخِرَ" أَوْ قَالَ: "أَلْقُوْا عَلَى رِجْلِهِ مِنَ الإِذْخِرِ"، وَمِنَّا مَنْ قَدْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا. [راجع: ١٢٧٦]

۱۱- وہ لوگ جنھوں نے ایمان وعمل کا صلہ دنیا میں نہیں پایا

حدیث: حضرت خباب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ ہجرت کی، ہم اللہ کی خوشنودی ڈھونڈ رہے تھے، یعنی محض دینی جذبہ سے ہجرت کی، کوئی دنیاوی مقصد پیش نظر نہیں تھا، پس ہمارا اجر اللہ کے یہاں ثابت ہوگیا، پھر ہم میں سے بعض مرے درانحالیکہ انھوں نے اپنے اجر میں سے کچھ نہیں کھایا یعنی دنیا میں ہجرت اور نیک عمل کا کچھ صلہ نہیں پایا، انھوں نے فتوحات کا دور نہیں دیکھا ان میں سے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے، وہ جنگِ احد میں شہید کئے گئے، انھوں نے صرف ایک اونی چادر چھوڑی، جب ہم اس سے ان کا سر ڈھانکتے تھے تو پیر کھل جاتے تھے، اور جب اس سے ان کے پیر ڈھانکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا، پس ہم سے نبی ﷺ نے فرمایا: ''چادر سے ان کا سر چھپاؤ اور ان کے پیروں پر اذخر گھاس ڈالو'' اور ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کا پھل پک گیا، پس وہ اس کو توڑ رہے ہیں یعنی دنیا میں ان کو ان کے ایمان اور نیک عمل کی برکت پہنچی، جس سے وہ متمتع ہو رہے ہیں۔

[٤٠٤٨-] أَخْبَرَنَا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ عَمَّهُ غَابَ عَنْ بَدْرٍ فَقَالَ: غِبْتُ عَنْ أَوَّلِ قِتَالِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، لَئِنْ أَشْهَدَنِيَ اللّٰهُ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ مَا أُجِدُّ، فَلَقِيَ يَوْمَ أُحُدٍ فَهُزِمَ النَّاسُ، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ، يَعْنِي الْمُسْلِمِيْنَ، وَأَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا جَاءَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ، فَتَقَدَّمَ بِسَيْفِهِ فَلَقِيَ

سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ، فَقَالَ: أَيْنَ يَا سَعْدُ؟ إِنِّیْ أَجِدُ رِيْحَ الْجَنَّةِ دُوْنَ أُحُدٍ، فَمَضَى فَقُتِلَ فَمَا عُرِفَ حَتَّى عَرَفَتْهُ أُخْتُهُ بِشَامَةٍ أَوْ بِبَنَانِهِ، فِيْهِ بِضْعٌ وَثَمَانُوْنَ مِنْ طَعْنَةٍ، وَضَرْبَةٍ وَرَمْيَةٍ بِسَهْمٍ.[راجع: ۲۸۰۵]

۱۲-جنگِ احد میں حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ کا کارنامہ

جب جنگ کا پانسہ پلٹا اور مسلمانوں کی صفوں میں انتشار اور بدنظمی پیدا ہوگئی تو لوگ حیران وسرگرداں تھے، ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا ہوگیا؟ اچانک ایک پکارنے والے نے پکارا: محمد (ﷺ) قتل کردیئے گئے، پس رہا سہا ہوش بھی اڑ گیا، اکثر لوگوں کے حوصلے پست ہوگئے، بعض نے لڑائی سے ہاتھ روک لیا، ان لوگوں کے پاس سے حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ گذرے، دیکھا وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں، پوچھا کس بات کا انتظار ہے؟ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ قتل کردیئے گئے! حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر تم زندہ رہ کر کیا کروگے؟ اٹھو اور جس دین پر رسول اللہ ﷺ نے جان دی ہے اس پر تم بھی جان دیدو، پھر انھوں نے کہا: اے اللہ! اِن لوگوں نے — مسلمانوں نے — جو کچھ کیا میں آپ کے حضور میں اس کی معذرت چاہتا ہوں اور اُن لوگوں نے — مشرکین نے — جو کچھ کیا اس سے میں بری ہوں، پھر وہ بڑھے، آگے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ملے، انھوں نے پوچھا: کہاں جارہے ہو؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: احد پہاڑ کے ورے میں جنت کی خوشبو محسوس کررہا ہوں، یہ کہہ کر آگے بڑھے اور مشرکین سے لڑے، یہاں تک کہ شہید ہوگئے، ختم جنگ پر ان کی لاش پہچانی نہیں جارہی تھی، ان کی بہن نے انگلیوں کے پوروں سے پہچانا، ان کو نیزے، تلوار اور تیر کے اسّی سے زیادہ زخم لگے تھے۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرے چچا انس بن النضر رضی اللہ عنہ جنگِ بدر میں غیر حاضر تھے، انھوں نے کہا: میں اس پہلی جنگ سے غیر حاضر رہا، جس میں نبی ﷺ نے مشرکین سے قتال کیا، بخدا! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی ﷺ کے ساتھ لڑنے کا موقع دیا تو ضرور اللہ تعالیٰ دیکھیں گے وہ کوشش جو میں کروں گا، پس انھوں نے جنگِ احد میں مشرکین سے ملاقات کی، پس لوگ (مسلمان) پسپا ہوئے، انھوں نے کہا: اے اللہ! میں معذرت خواہ ہوں اس چیز سے جس کو ان لوگوں نے کیا یعنی مسلمانوں نے اور میں بیزار ہوں اس چیز سے جس کو اُن لوگوں نے کیا یعنی مشرکین نے، پھر وہ اپنی تلوار لے کر آگے بڑھے، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، انھوں نے کہا: سعد! کہاں جارہے ہو؟ میں جنت کی خوشبو پارہا ہوں احد پہاڑ کے ورے، پس وہ بڑھے اور شہید کئے گئے، پس نہیں پہچانے گئے وہ یہاں تک کہ ان کو ان کی بہن نے پہچانا تل سے یا انگلیوں کے پوروں سے ان کو اسّی سے زیادہ زخم لگے تھے، بھالے کے، تلوار کے اور تیر کے۔

لغات: أُجِدُّ: (واحد متکلم) أَجَدَّ فی السَّعْی سے: میں انتہائی کوشش کروں گا............شَامَة کے معنی ہیں: تل، یعنی

حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ کے جسم میں کہیں تل تھا، جس سے ان کی بہن نے ان کو پہچانا اور بَنَان کے معنی ہیں: انگلیوں کے پورے.........بِضعٌ: تین اورنو کے درمیان۔

[۴۰۴۹-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ: أَنَّـهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ يَقُوْلُ: فَقَدْتُ آيَةً مِنَ الْأَحْزَابِ حِيْنَ نَسَخْنَا الْمُصْحَفَ، كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقْرَأُ بِهَا، فَالْتَمَسْنَاهَا فَوَجَدْنَاهَا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ﴾ فَأَلْحَقْنَاهَا فِيْ سُوْرَتِهَا فِي الْمُصْحَفِ. [راجع: ۲۸۰۷]

۱۳- جنگِ احد میں مؤمنین کے عظیم کارنامے

سورۃ الاحزاب کی آیت ۲۳ ہے: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلاً﴾: مؤمنین میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ سے کئے ہوئے عہد و پیمان میں سچے اترے، پس ان میں سے بعض اپنی منت پوری کر چکے اور بعض مشتاق ہیں، اور انھوں نے (عہد میں) ذرا تبدیلی نہیں کی۔

تفسیر: مؤمنین نے اللہ سے عہد کیا تھا: ﴿لَا يُوَلُّوْنَ الْأَدْبَارَ﴾: وہ پیٹھ نہیں پھیریں گے، مؤمنین نے اپنا یہ عہد سچا کر دکھلایا، کٹھن حالات میں بھی نبی ﷺ کی حمایت و رفاقت سے قدم پیچھے نہیں ہٹایا، اللہ و رسول کو جو زبان دے چکے تھے مضبوطی کے ساتھ اس پر جمے رہے، ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو اپنی منت پوری کر چکے یعنی جہاد میں جان دیدی، جیسے شہدائے بدر و احد، ان میں سے حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ کا قصہ پچھلی حدیث میں گذرا اور بہت سے مسلمان وہ ہیں جو مشتاقانہ فی سبیل اللہ موت کے منتظر ہیں۔

حدیث: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے سورۂ احزاب کی ایک آیت نہیں پائی، جب ہم نے قرآن کے نسخے تیار کئے، یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں، میں نبی ﷺ کو وہ آیت پڑھتے ہوئے سنا کرتا تھا، ہم نے اس آیت کو ڈھونڈھا، پس ہم نے اس کو حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پایا، جن کی گواہی کو نبی ﷺ نے دو آدمیوں کی گواہی قرار دیا تھا وہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ﴾ الآية: پس ملایا ہم نے اس کو قرآنِ کریم میں اس کی سورت میں (اس کی تفصیل تحفۃ القاری کے مقدمہ میں 'جمع قرآن' کی بحث میں ہے)

[۴۰۵۰-] حدثنا أَبُوْ الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ، يُحَدِّثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: لَمَّا خَرَجَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِلَى أُحُدٍ، رَجَعَ نَاسٌ مِمَّنْ خَرَجَ

مَعَهُ، وَكَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِرْقَتَيْنِ: فِرْقَةً تَقُوْلُ: نُقَاتِلُهُمْ، وَفِرْقَةً تَقُوْلُ: لاَ نُقَاتِلُهُمْ، فَنَزَلَتْ ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا﴾
وَقَالَ: "إِنَّهَا طَيْبَةٌ تَنْفِي الذُّنُوْبَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْفِضَّةِ"[راجع: ۱۸۸٤]

۱۴-جنگِ احد میں منافقین کا کردار

مقام 'شیخین' سے طلوع فجر سے کچھ پہلے آپ ﷺ روانہ ہوئے اور مقام 'شوط' پہنچ کر فجر کی نماز ادا کی، اب آپؐ دشمن کے بالکل قریب تھے، دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے، یہاں پہنچ کر عبداللہ بن ابی منافق نے تمرد اختیار کیا، وہ ایک تہائی لشکر یعنی تین سو افراد کو لے کر واپس ہوگیا، اور احتجاج بھی کرتا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات نہیں مانی، دوسروں کی بات مان لی، مگر حقیقت میں علاحدگی کا یہ سبب نہیں تھا، اگر یہ سبب ہوتا تو اس کو لشکر کے ساتھ آنا ہی نہیں چاہئے تھا، اصل وجہ یہ تھی کہ وہ اس نازک موقعہ پر الگ ہوکر اسلامی لشکر میں کھلبلی مچانا چاہتا تھا جب دشمن اس کی ایک ایک نقل وحرکت کو دیکھ رہا تھا، تاکہ ایک طرف فوجی نبی ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیں اور جو باقی رہ جائیں ان کے حوصلے پست ہوجائیں، اور دوسری طرف یہ منظر دیکھ کر دشمن کی ہمت بڑھے اور اس کے حوصلے بلند ہوں، پس اس کی یہ کاروائی سارا کھیل بگاڑنے کی ایک مؤثر تدبیر تھی، اور قریب تھا کہ منافق اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتے، کیونکہ دو اور قبیلوں: بنوحارثہ اور بنوسلمہ کے قدم بھی اکھڑنے کے قریب ہوگئے تھے، وہ واپسی کی سوچ رہے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری فرمائی اور وہ دونوں جماعتیں ارادۂ واپسی کے بعد جم گئیں۔

حدیث: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب نبی ﷺ احد کی طرف نکلے تو کچھ لوگ (شوط مقام سے) لوٹ گئے، ان لوگوں میں سے جو آپؐ کے ساتھ نکلے تھے (مراد عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی ہیں) اور صحابہ دو جماعتیں ہوگئے، ایک جماعت کہتی تھی: ہم ان منافقین کے ساتھ جنگ کریں، اور دوسری جماعت کہتی تھی: ہم ان منافقین کے ساتھ جنگ نہیں کریں گے، پس سورۃ النساء کی آیت ۸۸ نازل ہوئی: "تم کو کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں دو فریق بن رہے ہو اور اللہ تعالیٰ نے ان کو الٹ دیا ہے ان کے اعمال کے سبب سے، پس کیا تم چاہتے ہو کہ ان کو راہ پر لاؤ، جن کو اللہ نے گمراہ کیا، اور جس کو اللہ گمراہ کریں اس کو ہرگز کوئی راہ پر نہیں لاسکتا" اور ایک دوسری حدیث میں ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: "مدینہ پاکیزہ شہر ہے، گناہوں کو دور کرتا ہے، جیسے آگ چاندی کے میل کو دور کرتی ہے"

لغت: رَكَسَهُ (ن) رَكْسًا: پلٹنا، لوٹنا، پچھلی حالت پر آجانا۔ أَرْكَسَ (افعال) کے بھی یہی معنی ہیں أَرْكَسَهُ فِي الشَّرِّ: برائی میں پھنسادیا، أَرْكَسَ اللّٰهُ الْعَدُوَّ: اللہ نے دشمن کو پلٹ دیا ﴿وَاللّٰهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا﴾: اللہ نے ان کے کرتوں کی وجہ سے ان کو سابقہ حالت پر لوٹا دیا۔

بَابٌ

جنگِ احد کے سلسلہ کا دوسرا باب

[۱۸-] بَابٌ

﴿إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلاَ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا، وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ الآيَة.

[٤٠٥١-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ فِيْنَا: ﴿إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلاَ﴾: بَنِىْ سَلِمَةَ وَبَنِىْ حَارِثَةَ، وَمَا أُحِبُّ أَنَّهَا لَمْ تَنْزِلْ، وَاللّٰهُ يَقُوْلُ: ﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا﴾[انظر: ٤٥٥٨]

۱۵- دو قبیلے پھسلتے پھسلتے رہ گئے

خزرج کے قبیلہ بنی سلمہ نے اور اوس کے قبیلہ بنی حارثہ نے عبداللہ بن ابی کی طرح واپسی کا کچھ کچھ ارادہ کرلیا تھا، یہ دو قبیلے لشکر کی دونوں جانبوں میں تھے، اگر خدانخواستہ یہ قبیلے پلٹ جاتے تو لشکر بے بازو ہوجاتا، مگر توفیقِ خداوندی نے ان دونوں قبیلوں کی دست گیری کی، اللہ نے ان کو واپسی سے بچالیا، ان کے بارے میں سورۂ آلِ عمران کی آیت ۱۲۲ نازل ہوئی: ﴿إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلاَ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾: یاد کرو جب تم میں سے دو جماعتوں نے دل میں خیال کیا کہ وہ ہمت ہاردیں اور اللہ تعالیٰ ان دونوں جماعتوں کا مددگار تھا، اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: سورۂ آلِ عمران کی یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے، جب بنو سلمہ اور بنو حارثہ نے ہمت ہاردی، اور میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آخر میں ارشاد فرمایا ہے: ''اللہ تعالیٰ ان دونوں جماعتوں کا مددگار ہے'' یہ ان دونوں قبیلوں کے لئے بڑی فضیلت ہے، اللہ تعالیٰ نے بیانِ جرم کے ساتھ ولایت خاصہ کی بشارت بھی سنائی ہے، جس سے وعدہ معافی بھی مترشح ہوتا ہے، اور جرم کو بھی ہلکا کرکے پیش کیا ہے کہ دونوں قبیلے واپس نہیں ہوئے، صرف کم ہمت ہوئے، پھر اس کا وقوع بھی نہیں ہوا، بات خیال ہی کی حد تک رہی، اس لئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس آیت کا ابتدائی حصہ ہمارے لئے نامناسب تھا، مگر آخری حصہ میں ہمارے لئے بڑی فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے کارساز ہیں۔

[٤٠٥٢-] حدثنا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، أَخْبَرَنَا عَمْرٌو، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " هَلْ نَكَحْتَ يَا جَابِرُ؟" قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: " مَاذَا؟ أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا؟" قُلْتُ: لاَبَلْ ثَيِّبًا،

قَالَ:" فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُكَ؟" قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أَبِيْ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ وَتَرَكَ تِسْعَ بَنَاتٍ، كُنَّ لِيْ تِسْعَ أَخَوَاتٍ فَكَرِهْتُ أَنْ أَجْمَعَ إِلَيْهِنَّ جَارِيَةً خَرْقَاءَ مِثْلَهُنَّ، وَلٰكِنْ امْرَأَةً تَمْشُطُهُنَّ وَتَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ، قَالَ:" أَصَبْتَ". [راجع: ٤٤٣]

[٤٠٥٣-] حَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ أَبِيْ سُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ أَبَاهُ اسْتُشْهِدَ يَوْمَ أُحُدٍ، وَتَرَكَ عَلَيْهِ دَيْنًا، وَتَرَكَ سِتَّ بَنَاتٍ، فَلَمَّا حَضَرَ جِزَازُ النَّخْلِ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ: قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ وَالِدِيْ قَدِ اسْتُشْهِدَ يَوْمَ أُحُدٍ وَتَرَكَ دَيْنًا كَثِيْرًا، وَإِنِّيْ أُحِبُّ أَنْ يَرَاكَ الْغُرَمَاءُ، فَقَالَ:" اذْهَبْ فَبَيْدِرْ كُلَّ تَمْرٍ عَلٰى نَاحِيَةٍ" فَفَعَلْتُ ثُمَّ دَعَوْتُهُ فَلَمَّا نَظَرُوْا إِلَيْهِ كَأَنَّهُمْ أُغْرُوْا بِيْ تِلْكَ السَّاعَةَ، فَلَمَّا رَأَى مَا يَصْنَعُوْنَ، أَطَافَ حَوْلَ أَعْظَمِهَا بَيْدَرًا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ:" ادْعُ لَكَ أَصْحَابَكَ" فَمَا زَالَ يَكِيْلُ لَهُمْ حَتَّى أَدَّى اللّٰهُ عَنْ وَالِدِيْ أَمَانَتَهُ، وَأَنَا أَرْضَى أَنْ يُؤَدِّيَ اللّٰهُ أَمَانَةَ وَالِدِيْ، وَلَا أَرْجِعَ إِلٰى أَخَوَاتِيْ بِتَمْرَةٍ، فَسَلَّمَ اللّٰهُ الْبَيَادِرَ كُلَّهَا، حَتَّى إِنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى الْبَيْدَرِ الَّذِيْ كَانَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم كَأَنَّهَا لَمْ تَنْقُصْ تَمْرَةً وَاحِدَةً. [راجع: ٢١٢٧]

۱۶- حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد ہیں، معرکۂ احد میں شہید ہوئے، کافروں نے ان کی لاش بگاڑ دی، ختم جنگ پر جب وہ لاش نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاکر رکھی گئی تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کپڑا اٹھا کر منہ دیکھنا چاہا، قبیلہ کے لوگوں نے منع کیا، انھوں نے دوبارہ منہ دیکھنا چاہا، قبیلہ کے لوگوں نے پھر منع کیا، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی پھوپھی فاطمہ بنت عمرو رضی اللہ عنہا جب جنازہ اٹھایا گیا تو رونے لگیں، آپؐ نے فرمایا: کیوں روتی ہو؟ ان پر تو فرشتے برابر سایہ کئے رہے، یہاں تک کہ ان کا جنازہ اٹھایا گیا، یعنی یہ مقام فرحت و مسرت کا ہے کہ فرشتے تمہارے بھائی پر سایہ کئے رہے۔

ترمذی شریف تفسیر سورۂ آل عمران میں روایت ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب میرے ابا جنگِ احد میں شہید ہوئے تو میں قریب البلوغ تھا، میری نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، آپؐ نے فرمایا: کیا بات ہے، میں تجھے شکستہ خاطر دیکھ رہا ہوں؟ حضرت جابرؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ابا شہید کئے گئے، اور انھوں نے بچے اور قرضہ چھوڑا ہے، جو میری پریشانی کا سبب ہے، آپؐ نے فرمایا: کیا میں تجھے خوش خبری نہ سناؤں اور وہ حالت نہ بتاؤں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تیرے ابا سے ملاقات کی؟ حضرت جابرؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی سے

بات نہیں کی، مگر پردہ کی اوٹ سے، اور اللہ تعالیٰ نے تیرے ابا کو زندہ کیا اور ان سے رودررو بات کی کہ اے میرے بندے! مجھ سے آرزو کر، میں تجھے دوں گا، آپ کے ابا نے جواب دیا: اے میرے پروردگار! مجھے زندہ کریں تاکہ میں آپ کی راہ میں دوبارہ مارا جاؤں، پروردگار عالم نے فرمایا: میری طرف سے یہ بات پہلے سے طے ہوچکی ہے کہ مرے ہوئے واپس نہیں لوٹتے، حضرت جابرؓ کہتے ہیں: پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ ''جولوگ راہِ خدا میں مارے گئے ان کو مردہ خیال مت کرو''

جب منافقین نے واپسی کا فیصلہ کیا تھا تو اس نازک موقع پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان کو ان کا فرض یاد دلایا تھا، وہ ان کے پیچھے گئے اور کہا: آؤ اللہ کی راہ میں لڑو یا دشمن کو دفع کرو، مگر انھوں نے ایک نہیں سنی پس آپؓ یہ کہتے ہوئے واپس آ گئے کہ او اللہ کے دشمنو! تم اللہ کی مار یاد رکھو، اللہ اپنے نبی کو تم سے مستغنی کردے گا۔

حدیث: باب میں دو حدیثیں ہیں اور دونوں میں ایک ہی مضمون ہے، ایک سفر میں نبی ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تمہارا نکاح ہوگیا؟ انھوں نے کہا: ہاں! آپؐ نے پوچھا: کنواری سے نکاح کیا یا بیوہ سے؟ انھوں نے کہا: بیوہ سے، آپؐ نے فرمایا: کنواری سے کیوں نہیں کیا: وہ تمہارے ساتھ اور تم اس کے ساتھ کھیلتے؟ حضرت جابرؓ نے عرض کیا: ابا جان احد میں شہید ہوگئے اور نو بیٹیاں چھوڑی ہیں جو میری بہنیں ہیں، پس میں نے ناپسند کیا کہ ان کے ساتھ اکٹھا کروں انہی جیسی ایک ناتجربہ کار لڑکی، اس لئے میں ایسی عورت لایا ہوں جو ان کی کنگھی کرے گی اور ان کو سنبھالے گی۔

دوسری حدیث میں ہے کہ ان کے ابا احد میں شہید کئے گئے درانحالیکہ ان پر قرضہ تھا، انھوں نے چھ بیٹیاں چھوڑی تھیں (بیٹیاں نو تھیں، تین کی شادی ہوگئی تھی، اس لئے ان کو نہیں گنا) پھر جب کھجور کے باغ کی کٹائی کا وقت آیا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: آپؐ کو پتا ہے: میرے ابا احد میں شہید ہوگئے ہیں، اور بہت سارا قرضہ چھوڑ گئے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ آپؐ کو قرض خواہ دیکھیں (پس وہ قرض کے مطالبہ میں کچھ نرمی کریں) پس آپؐ نے فرمایا: جاؤ، کھجور کی ہر قسم کی الگ الگ ڈھیری کرو، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا، پھر آپؐ کو بلایا، جب قرض خواہوں نے آپؐ کو دیکھا تو گویا وہ اس وقت مجھ پر بھڑک پڑے، پس جب آپؐ نے ان کی یہ حرکت دیکھی تو آپؐ نے بڑی ڈھیری کے گرد تین چکر لگائے، پھر اس پر بیٹھ گئے اور فرمایا: اپنے قرض خواہوں کو بلاؤ، آپؐ ان کو ناپ کر دیتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے والد کا قرضہ چکا دیا اور میں خوش تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے والد کا قرضہ چکا دیں اور میں اپنی بہنوں کی طرف ایک کھجور بھی لے کر نہ لوٹوں، مگر اللہ تعالیٰ نے سارے ہی کھلیان بچا دیئے، یہاں تک کہ میں دیکھ رہا تھا اس کھلیان کو جس پر نبی ﷺ تشریف فرما تھے، گویا اس میں سے ایک کھجور بھی نہیں گھٹی!

[٤٠٥٤-] حدثنا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ أُحُدٍ وَمَعَهُ رَجُلَانِ يُقَاتِلَانِ عَنْهُ، عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيْضٌ كَأَشَدِّ الْقِتَالِ، مَا رَأَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلاَ بَعْدُ. [انظر: ٥٨٢٦]

۱۷-احد میں نبی ﷺ کی طرف سے جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام لڑے

احد کے معرکہ میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ نبی ﷺ کے ساتھ کوئی نہیں رہا، پس اللہ تعالیٰ نے جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام کے ذریعہ آپؐ کی مدد فرمائی، انھوں نے آپؐ کی طرف سے مدافعت کی۔

حدیث: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی ﷺ کو جنگِ احد میں دیکھا، آپؐ کے ساتھ دو آدمی آپؐ کی طرف سے لڑ رہے تھے، ان دونوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے، وہ سخت مقابلہ کررہے تھے، میں نے ان دونوں کو نہ پہلے دیکھا نہ بعد میں۔ مسلم شریف (حدیث ۲۳۰۶) میں ہے کہ وہ جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام تھے۔

[٤٠٥٥-] حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ السَّعْدِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِيْ وَقَّاصٍ يَقُوْلُ: نَثَلَ لِيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم كِنَانَتَهُ يَوْمَ أُحُدٍ، فَقَالَ: "ارْمِ فِدَاكَ أَبِيْ وَأُمِّيْ!" [راجع: ٣٧٢٥]

[٤٠٥٦-] حدثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيىَ، عَنْ يَحْيىَ بْنِ سَعِيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدًا يَقُوْلُ: جَمَعَ لِيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَبَوَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ. [راجع: ٣٧٢٥]

[٤٠٥٧-] حدثنا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ يَحْيىَ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ قَالَ: قَالَ سَعْدُ بْنُ أَبِيْ وَقَّاصٍ: لَقَدْ جَمَعَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ أُحُدٍ أَبَوَيْهِ كِلَاهُمَا، يُرِيْدُ حِيْنَ قَالَ: "فِدَاكَ أَبِيْ وَأُمِّيْ" وَهُوَ يُقَاتِلُ. [راجع: ٣٧٢٥]

[٤٠٥٨-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شَدَّادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُوْلُ: مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَجْمَعُ أَبَوَيْهِ لِأَحَدٍ غَيْرَ سَعْدٍ. [راجع: ٢٩٠٥]

[٤٠٥٩-] حدثنا يَسَرَةُ بْنُ صَفْوَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم جَمَعَ أَبَوَيْهِ لِأَحَدٍ إِلَّا لِسَعْدِ بْنِ مَالِكٍ، فَإِنِّيْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ يَوْمَ أُحُدٍ: "يَا سَعْدُ ارْمِ فِدَاكَ أَبِيْ وَأُمِّيْ" [راجع: ٢٩٠٥]

۱۸-حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا غزوۂ احد میں عظیم کارنامہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ماہر تیرانداز تھے، نبی ﷺ نے اپنے ترکش کے سارے تیران کے سامنے ڈال دیئے اور فرمایا: سعد! تیر چلاؤ، میرے ماں باپ تم پر قربان!

پہلی حدیث: نَثَلَ الشیئَ (ض) نَثْلاً: باہر نکالنا، نَثَلَ مَا فی الْكِنَانَةِ: ترکش خالی کرنا، سارے تیر نکال دینا.........

دوسری حدیث میں ہے: جَمَعَ لِی: اکٹھا کیا میرے لئے، راضی ہوکر جب دعا دیتے ہیں تو ماں باپ کو قربان کرتے ہیں، نبی ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لئے ماں اور باپ دونوں کو جمع کیا یعنی دونوں کو قربان کیا............یہی بات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کے لئے اپنے ماں باپ کو جمع نہیں کیا، آپؓ فرماتے تھے: یَا سَعْدُ! ارْمِ فِدَاكَ أَبِیْ وَأُمِّیْ: سعد! تیر چلاؤ، تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں!............قولہ: یُرِیْدُ حِیْنَ قَالَ: یعنی جَمَعَ لِی سے مراد آپؐ کا یہ ارشاد ہے: فِدَاكَ أَبِیْ وَأُمِّیْ! اور یہ ارشاد آپؐ نے اس وقت فرمایا تھا، جب حضرت سعدؓ تیر چلا رہے تھے۔

[۴۰۶۰و۴۰۶۱-] حدثنا مُوْسَی بْنُ إِسْمَاعِیْلَ، عَنْ مُعْتَمِرٍ، عَنْ أَبِیْهِ، قَالَ: زَعَمَ أَبُوْ عُثْمَانَ أَنَّهُ لَمْ یَبْقَ مَعَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیه وسلم فِیْ بَعْضِ تِلْكَ الْأَیَّامِ الَّتِیْ یُقَاتِلُ فِیْهِنَّ غَیْرُ طَلْحَةَ وَسَعْدٍ: عَنْ حَدِیْثِهِمَا. [راجع: ۳۷۲۲، ۳۷۲۳]

[۴۰۶۲-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِی الْأَسْوَدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِیْلَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یُوْسُفَ، قَالَ: سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ یَزِیْدَ، قَالَ: صَحِبْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَطَلْحَةَ بْنَ عُبَیْدِ اللّٰهِ وَالْمِقْدَادَ وَسَعْدًا فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا مِنْهُمْ یُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیه وسلم إِلَّا أَنِّیْ سَمِعْتُ طَلْحَةَ یُحَدِّثُ عَنْ یَوْمِ أُحُدٍ. [راجع: ۲۸۲۴]

[۴۰۶۳-] حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِیْ شَیْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ، عَنْ إِسْمَاعِیْلَ، عَنْ قَیْسٍ، قَالَ: رَأَیْتُ یَدَ طَلْحَةَ شَلَّاءَ، وَقَی بِهَا النَّبِیَّ صلی اللہ علیه وسلم یَوْمَ أُحُدٍ. [راجع: ۳۷۲۴]

۱۹- جنگِ احد میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی جاں سپاری

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں، آپؓ کے حق میں نبی ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ جو شخص زمین پر چلتے پھرتے زندہ شہید کو دیکھنا چاہے وہ طلحہؓ کو دیکھے، جبل احد میں ایک بڑی چٹان ہے، نبی ﷺ نے اس پر چڑھنے کا ارادہ کیا، چونکہ آپؐ زخمی تھے، اس لئے ضعف ونقاہت کی وجہ سے اور دو زرہوں کے بوجھ کی وجہ سے چڑھ نہیں سکے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے، آپؐ ان پر پیر رکھ کر چڑھے، اس دن آپؐ نے فرمایا: طلحہؓ نے اپنے لئے جنت واجب کرلی۔

احادیث: پہلی حدیث ابوعثمان نہدیؒ کی ہے وہ کہتے ہیں: بعض ان دنوں میں جن میں جنگ ہوئی، نبی ﷺ کے ساتھ حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما کے علاوہ کوئی نہیں رہا، یہ جنگِ احد کا واقعہ ہے، قولہ: عن حدیثھما: ابوعثمان نے یہ بات ان دونوں صحابہ سے سن کر بیان کی ہے۔

اور دوسری حدیث میں سائب بن یزیدؒ کہتے ہیں: میں نے حضرات عبد الرحمٰن، طلحہ، مقداد اور سعد رضی اللہ عنہم کی صحبت

پائی ہے، میں نے ان میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو نبی ﷺ سے حدیثیں بیان کرتا ہو (یہ حضرات مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا کے خوف سے مرفوع حدیثیں کم بیان کرتے تھے) مگر میں نے حضرت طلحہؓ کو سنا وہ جنگِ احد کے واقعات بیان کرتے تھے۔

اور تیسری حدیث میں قیس بن ابی حازمؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت طلحہؓ کا وہ ہاتھ دیکھا ہے جس سے انھوں نے نبی ﷺ کو احد کے دن بچایا تھا۔ وہ ہاتھ بالکل شل (ناکارہ) ہوگیا تھا۔

اور حاکم نے اکلیل میں روایت کیا ہے کہ اس دن حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو ۳۵ یا ۳۹ زخم لگے تھے، اور ابوداؤد طیالسی میں روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غزوۂ احد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وہ دن سارا طلحہؓ کے لئے رہا!

۲۰- جنگِ احد میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی جاں بازی

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سوتیلے ابا ہیں، اور حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر ہیں، بڑے ماہر تیر انداز تھے، کمان سخت کھینچ کر تیر چلاتے تھے اس لئے تیر دور تک جاتا تھا، جب جنگِ احد میں شکست کا سامنا ہوا تو ایک ڈھال کے پیچھے نبی ﷺ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ پناہ لئے ہوئے تھے، جب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تیر چلاتے تو نبی ﷺ سر نکال کر دیکھتے کہ تیر نشانے پر بیٹھا یا نہیں؟ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آپؐ کو ایسا کرنے سے منع کرتے، اس خطرہ سے کہ سامنے سے کوئی تیر نہ آجائے۔

[٤٠٦٤-] حدثنا أَبُوْ مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ انْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَأَبُوْ طَلْحَةَ بَيْنَ يَدِىِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مُجَوِّبٌ عَلَيْهِ بِحَجَفَةٍ لَهُ، وَكَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ رَجُلاً رَامِيًا شَدِيْدَ النَّزْعِ، كَسَرَ يَوْمَئِذٍ قَوْسَيْنِ أَوْ ثَلاَثًا، وَكَانَ الرَّجُلُ يَمُرُّ مَعَهُ بِجَعْبَةٍ مِنَ النَّبْلِ، فَيَقُوْلُ: "انْثُرْهَا لِأَبِىْ طَلْحَةَ" قَالَ: وَيُشْرِفُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَنْظُرُ إِلَى الْقَوْمِ، فَيَقُوْلُ أَبُوْ طَلْحَةَ: بِأَبِىْ أَنْتَ وَأُمِّىْ! لاَ تُشْرِفْ، يُصِبْكَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ الْقَوْمِ، نَحْرِى دُوْنَ نَحْرِكَ!

وَلَقَدْ رَأَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ أَبِىْ بَكْرٍ وَأُمَّ سُلَيْمٍ وَإِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ، أَرَى خَدَمَ سُوْقِهِمَا، تَنْقُزَانِ الْقِرَبَ عَلَى مُتُوْنِهِمَا، تُفْرِغَانِهِ فِى أَفْوَاهِ الْقَوْمِ، ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَآنِهَا، ثُمَّ تَجِيْئَانِ فَتُفْرِغَانِهِ فِىْ أَفْوَاهِ الْقَوْمِ.

وَلَقَدْ وَقَعَ السَّيْفُ مِنْ يَدِ أَبِىْ طَلْحَةَ، إِمَّا مَرَّتَيْنِ وَإِمَّا ثَلاَثًا. [راجع: ٢٨٨٠]

حدیث: میں تین مضمون ہیں، پہلا مضمون باب سے متعلق ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

۱- جب غزوۂ احد کے دن لوگ نبی ﷺ سے پسپا ہوگئے تو ابوطلحہؓ نبی ﷺ کے سامنے رہے، وہ آپؐ کا بچاؤ کررہے تھے، اپنی ڈھال کے ذریعہ، اور ابوطلحہؓ تیر انداز تھے، کمان سخت کھینچتے تھے، اس دن انھوں نے دو یا تین کمانیں توڑیں، کوئی شخص

گذرتا جس کے پاس تیروں کا ترکش ہوتا تو نبی ﷺ فرماتے: اس کو خالی کردو ابوطلحہؓ کے لئے، یعنی سارے تیر ان کے سامنے ڈال دو، حضرت انسؓ کہتے ہیں: نبی ﷺ دشمن کو جھانک کر دیکھتے تھے (کہ ابوطلحہؓ کا تیر نشانے پر بیٹھا یا نہیں؟) پس ابوطلحہؓ کہتے: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! آپؐ نہ جھانکیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن کے تیروں میں سے کوئی تیر آپؐ کو لگ جائے! میرا سینہ آپؐ کے سینہ کے ورے ہے (یہ جملہ بھی تفدیہ کے لئے ہے یعنی میں اپنی ذات کو آپؐ پر قربان کرتا ہوں)

۲- اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ میں نے حضرت عائشہ اور اپنی والدہ حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہما کو دیکھا وہ دونوں پائینچے چڑھائے ہوئے تھیں، میں ان کی پنڈلیوں میں پازیب پہننے کی جگہ دیکھ رہا تھا، دونوں اپنی پیٹھوں پر مشکیں اٹھائے ہوئے پھرتی سے چل رہی تھیں، وہ اس کو ریڑھتی تھیں زخمیوں کے مونہوں میں، پھر وہ دونوں واپس جاتیں اور مشک بھر کر لاتیں، پھر آتیں اور زخمیوں کے مونہوں میں ریڑھتیں (جنگ میں بوقت ضرورت خواتین سے فوجی خدمت لینا جائز ہے)

۳- اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ابوطلحہؓ کے ہاتھ سے دو مرتبہ یا تین مرتبہ تلوار گر گئی (غزوۂ احد میں اللہ تعالیٰ نے نیند کی نعمت بھیجی تھی، جیسا کہ آگے آ رہا ہے اور نیند کو اللہ تعالیٰ نے راحت کی چیز بنایا ہے ﴿وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا﴾: اور بنایا ہم نے تمہاری نیند کو راحت کی چیز (سورۃ النبأ) چنانچہ احد میں صحابہ لڑتے بھی تھے اور نیند کی جھپکی بھی لیتے تھے، جس سے وہ تازہ دم ہو جاتے تھے۔

۲۱- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد کا مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہونا

جنگِ احد میں شروع میں مشرکین نے شکست کھائی، پس ملعون ابلیس چلایا: اے اللہ کے بندو! پیچھے والوں سے بچو! پس مسلمانوں کے اگلے پچھلوں پر پلٹ گئے، اور ان کے ساتھ لڑنے لگے، دونوں ہی فریق مسلمان تھے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ کوئی مسلمان ان کے ابا کو مارنا چاہتا ہے، انھوں نے پکار کر کہا: اے اللہ کے بندے! میرے ابا ہیں، میرے ابا ہیں، مگر اس ہنگامۂ رست وخیز میں کون سنتا تھا! لوگ نہیں رکے، یہاں تک کہ ان کو شہید کر دیا، پھر بعد میں جب مسلمانوں کو اس کا علم ہوا کہ وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے باپ تھے تو وہ بہت نادم ہوئے اور کہا: خدا کی قسم! ہم نے پہچانا نہیں، پس حضرت حذیفہؓ نے کہا: اللہ تمہیں معاف کرے، نبی ﷺ نے ان کی دیت دینے کا ارادہ کیا، مگر حضرت حذیفہؓ نے نہیں لی، اس سے نبی ﷺ کے دل میں حضرت حذیفہؓ کی قدر بڑھ گئی، عروہؒ کہتے ہیں: بخدا! ہمیشہ رہا حذیفہؓ کے دل میں 'اچھا اثر' یہاں تک کہ وہ اللہ سے مل گئے، یعنی برابر وہ اپنے والد کے قاتل کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہے، اس کی طرف سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے دل میں کبھی میل نہیں آیا۔

[٤٠٦٥-] حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُوْنَ، فَصَرَخَ إِبْلِيْسُ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ: أَيْ عِبَادَ اللّٰهِ!

أُخْرَاكُم، فَرَجَعَتْ أُوْلَاهُمْ، فَاجْتَلَدَتْ هِيَ وَأُخْرَاهُمْ، فَبَصُرَ حُذَيْفَةُ فَإِذَا هُوَ بِأَبِيْهِ الْيَمَانِ، فَقَالَ: أَيْ عِبَادَ اللّٰهِ! أَبِيْ أَبِيْ! قَالَ: فَوَ اللّٰهِ مَا احْتَجَزُوْا حَتَّى قَتَلُوْهُ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ، قَالَ عُرْوَةُ: فَوَاللّٰهِ مَا زَالَتْ فِي حُذَيْفَةَ بَقِيَّةُ خَيْرٍ حَتَّى لَحِقَ بِاللّٰهِ.

بَصُرْتُ: عَلِمْتُ، مِنَ الْبَصِيْرَةِ فِي الْأَمْرِ. وَأَبْصَرْتُ مِنْ بَصَرِ الْعَيْنِ، وَيُقَالُ: بَصُرْتُ وَأَبْصَرْتُ وَاحِدٌ.

[راجع: ۳۲۹۰]

لغات: حدیث میں بَصُرَ آیا ہے، جس کے معنی ہیں: بابصیرت ہونا، بینا ہونا، حضرت رحمہ اللہ نے بَصُرْتُ کا ترجمہ عَلِمْتُ کیا ہے، یعنی میں نے جانا، یہ عقل کی آنکھ سے جاننے کے لئے ہے اور باب افعال أَبْصَرْتُ سر کی آنکھ سے دیکھنے کے لئے ہے، یعنی مجرد اور مزید کے معنی میں فرق ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ مجرد اور مزید کے ایک ہی معنی ہیں۔

بَابٌ

جنگِ احد کے سلسلہ کا تیسرا باب

۲۲- احد میں ہزیمت کا سبب تیر اندازوں کی نافرمانی

نبی ﷺ نے ماہر تیر اندازوں کا ایک دستہ جو پچاس مردانِ جنگی پر مشتمل تھا، وادی قنات کے جنوبی کنارہ پر ایک چھوٹی پہاڑی پر جو اسلامی لشکر کے کیمپ سے ڈیڑھ دو سومیٹر جنوب مشرق میں واقع تھی متعین کیا تھا، اور آپ ؐ نے کمانڈر کو حکم دیا تھا کہ شہسواروں کو تیر مار کر ہم سے دور رکھو، وہ پیچھے سے ہم پر چڑھ نہ آئیں، ہم جیتیں یا ہاریں تم اپنی جگہ رہنا، تمہاری طرف سے ہم پر حملہ نہ ہونے پائے، پھر تیر اندازوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ہماری پشت کی حفاظت کرنا، اگر دیکھو کہ ہم مارے جا رہے ہیں تو ہماری مدد کو نہ آنا، اور اگر دیکھو کہ ہم مالِ غنیمت سمیٹ رہے ہیں تو ہمارے ساتھ شریک مت ہونا۔

مگر عین اس وقت جب اسلامی لشکر اہل مکہ کے خلاف تاریخ کے اوراق پر ایک اور شاندار فتح ثبت کر رہا تھا جو اپنی تابنا کی میں جنگ بدر کی فتح سے کسی طرح کم نہیں تھی: تیر اندازوں کی اکثریت نے ایک خوفناک غلطی کی جس کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا، فوج تتر بتر ہوگئی، اور مسلمان سنگین خسارہ سے دوچار ہوگئے، خود نبی کریم ﷺ شہادت سے بال بال بچے! اور اس کی وجہ سے مسلمانوں کی وہ ہیبت جاتی رہی جو جنگِ بدر کے نتیجہ میں ان کو حاصل ہوئی تھی، سورۂ آلِ عمران آیت ۱۵۵ میں ہزیمت کے سبب کا ذکر ہے، ارشاد پاک ہے: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا، وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ، إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ﴾: جن لوگوں نے تم میں سے پشت پھیری جس دن دو جماعتیں باہم مقابل ہوئیں، یعنی مدینہ والے اور مکہ والے اس کا سبب اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا کہ شیطان نے ان کو

پھسلا دیا، ان کے بعض اعمال کی وجہ سے، یعنی نبی ﷺ کے حکم کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے اور یقین رکھو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کردیا، اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑے بردبار ہیں۔

تشریح: بعض معاندین صحابہ نے اس واقعہ سے صحابہ پر خصوصاً حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر طعن کیا ہے اور اس سے عدم صلاحیتِ خلافت مستنبط کی ہے، لیکن یہ مہمل بات ہے، جب اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا تو دوسروں کو مؤاخذہ کرنے کا کیا حق رہا، رہا قصہ خلافت کا: سو اہل حق کے نزدیک خلافت کے لئے عصمت شرط نہیں (تھانوی رحمہ اللہ)

[۱۹-] بَابٌ

قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا، وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ، إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ ﴾ [آلِ عمران: ۱۵۵]

[۴۰۶۶-] حدثنا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ حَمْزَةَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَوْهَبٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ حَجَّ الْبَيْتَ، فَرَأَى قَوْمًا جُلُوْسًا، فَقَالَ: مَنْ هٰؤُلَاءِ الْقُعُوْدُ؟ قَالَ: هٰؤُلَاءِ قُرَيْشٌ، قَالَ: مَنِ الشَّيْخُ؟ قَالُوْا: ابْنُ عُمَرَ، فَأَتَاهُ فَقَالَ: إِنِّيْ سَائِلُكَ عَنْ شَيْئٍ؟ قَالَ: أَنْشُدُكَ بِحُرْمَةِ هٰذَا الْبَيْتِ! أَتَعْلَمُ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَرَّ يَوْمَ أُحُدٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَتَعْلَمُهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ فَلَمْ يَشْهَدْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَتَعْلَمُ أَنَّهُ تَخَلَّفَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَكَبَّرَ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ: تَعَالَ لِأُخْبِرَكَ وَلِأُبَيِّنَ لَكَ عَمَّا سَأَلْتَنِيْ عَنْهُ، أَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ أُحُدٍ: فَأَشْهَدُ أَنَّ اللّٰهَ عَفَا عَنْهُ، وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ، فَإِنَّهُ كَانَ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَكَانَتْ مَرِيْضَةً، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ" وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ: فَإِنَّهُ لَوْكَانَ أَحَدٌ أَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ لَبَعَثَهُ مَكَانَهُ، فَبَعَثَ عُثْمَانَ وَكَانَ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَمَا ذَهَبَ عُثْمَانُ إِلٰى مَكَّةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِيَدِهِ الْيُمْنَى: "هٰذِهِ يَدُ عُثْمَانَ" فَضَرَبَ بِهَا عَلٰى يَدِهِ. فَقَالَ: "هٰذِهِ لِعُثْمَانَ" اذْهَبْ بِهٰذَا الآنَ مَعَكَ. [راجع: ۳۱۳۰]

۲۳-جنگِ احد میں پیٹھ پھیرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا

عثمان بن عبداللہ بن موہبؒ سے مروی ہے کہ مصر کے لوگوں میں سے ایک شخص نے بیت اللہ کا حج کیا، اس نے (مسجدِ حرام میں) کچھ لوگوں کو بیٹھا ہوا دیکھا، اس نے پوچھا: یہ لوگ کون ہیں؟ لوگوں نے بتلایا: یہ قریش کے لوگ ہیں، اس نے پوچھا: ان میں یہ حضرت کون ہیں؟ لوگوں نے بتلایا: یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں، پس وہ آپؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا: میں آپؓ سے ایک بات پوچھتا ہوں (آپ مجھے اس کا جواب دیں:)

پہلا اعتراض: میں آپ کو اس گھر کی عزت وعظمت کی قسم دیتا ہوں، کیا آپ جانتے ہیں کہ عثمانؓ جنگِ احد میں بھاگے تھے؟ آپؓ نے فرمایا: ہاں!

دوسرا اعتراض: اس نے پوچھا: کیا آپؓ جانتے ہیں کہ وہ جنگِ بدر سے غائب رہے تھے، اس میں شریک نہیں ہوئے تھے؟ آپؓ نے فرمایا: ہاں!

تیسرا اعتراض: اس نے پوچھا: کیا آپؓ جانتے ہیں کہ وہ بیعت رضوان سے غائب رہے تھے، اس میں بھی شریک نہیں ہوئے تھے؟ آپؓ نے فرمایا: ہاں!

پس اس شخص نے کہا: اللہ اکبر! یعنی تینوں اعتراضات صحیح نکلے، ابن عمرؓ نے ان کا اعتراف کرلیا، پس اس سے ابن عمرؓ نے کہا: آ یہاں تک کہ میں واضح کروں تیرے لئے وہ باتیں جو تو نے پوچھی ہیں، یعنی اپنے اعتراضات کے جوابات بھی لیتا جا۔

پہلے اعتراض کا جواب: رہا ان کا جنگِ احد کے موقع پر بھاگنا تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کردیا اور ان کو بخشش دیا (سورہ آل عمران آیت ۱۵۵ میں اس کا اعلان ہے)

دوسرے اعتراض کا جواب: اور رہا ان کا جنگِ بدر سے غیر حاضر رہنا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے نکاح میں نبی ﷺ کی صاحبزادی (حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا) تھیں اور وہ سخت علیل تھیں (اس لئے آپؐ نے حضرت اسامہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کو تیمارداری کے لئے گھر رہنے کا حکم دیا تھا اور ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: تمہیں اس شخص کا ثواب ملے گا جو جنگِ بدر میں شریک ہوا ہے اور اس کا حصہ بھی ملے گا)

تیسرے اعتراض کا جواب: اور رہا ان کا بیعتِ رضوان سے غیر حاضر رہنا تو اگر کوئی شخص مکہ میں عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ معزز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ عثمان رضی اللہ عنہ کی جگہ اس کو بھیجتے (مگر ایسا کوئی نہیں تھا، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا) اور بیعتِ رضوان عثمان رضی اللہ عنہ کے مکہ جانے کے بعد ہوئی تھی، ابن عمرؓ کہتے ہیں: اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا: ''یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے'' اور اس کو اپنے بائیں ہاتھ پر مارا، پس فرمایا: ''یہ عثمانؓ کے لئے ہے'' پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سائل سے فرمایا: یہ جوابات اپنے ساتھ لے کر جا (یہ حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۷: ۲۱۹ میں) آئی ہے)

بَابٌ

غزوۂ احد کے سلسلہ کا چوتھا باب

۲۴- جنگِ احد میں صحابہ منتشر ہوگئے تو نبی ﷺ نے ان کو پکارا

سورۂ آلِ عمران کی آیت ۱۵۳ ہے: ﴿إِذْ تُصْعِدُوْنَ، وَلاَ تَلْوُوْنَ عَلٰى أَحَدٍ، وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْ أُخْرَاكُمْ،

فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ، لِكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَافَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ، وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْلَمُوْنَ﴾: وہ وقت یاد کرو جب تم چڑھے جا رہے تھے، اور مڑ کر کسی کو نہیں دیکھ رہے تھے، اور اللہ کے رسول تمہیں تمہارے پیچھے سے پکار رہے تھے، پس تم کو غم بالائے غم سے دوچار کیا، تا کہ تم غمگین نہ ہوؤ اس بات پر جو ہاتھ سے نکل جائے اور نہ اس بات پر جو تمہیں پیش آئے، اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

وضاحتیں:

۱- تُصْعِدُوْنَ: أَصْعَدَ (رباعی) سے ہے، أَصْعَدَ فِي الْعَدْوِ کے معنی ہیں: تیز دوڑنا، اور أَصْعَدَ اور صَعِدَ: رباعی وثلاثی کے مفہوم میں چڑھنا اور پہنچنا بھی ہے، صَعِدَ الْجَبَلَ: پہاڑ پر چڑھا ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾: اللہ کی طرف پہنچتی ہیں ستھری باتیں، آیت کے بعد یہ وضاحت مُستملی کے نسخہ میں نہیں ہے، باقی نسخوں میں ہے۔

۲- غم کے معنی ہیں: رنج وملال، بے چینی، جمع غُموم اور أَثَابَه کے معنی ہیں: بدلہ دینا، جیسے ﴿أَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾: اللہ تعالیٰ ان کو ان کے قول کے عوض ایسے باغات دیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی۔

۳- غَمًّا بِغَمٍّ: غم بالائے غم! یعنی طرح طرح سے تمہیں پریشانیوں کا سامنا ہوا، اپنے آدمیوں کے مارے جانے کا غم لاحق ہوا، کسی نے افواہ اڑادی کہ نبی ﷺ شہید کر دیئے گئے، اس کا رنج وملال ہوا، اور جیتی ہوئی جنگ ہار سے بدل گئی، اس کا بھی افسوس ہوا، یہ طرح طرح کے غم اکٹھا ہو گئے، ان میں حکمت یہ تھی کہ مؤمن کو ہمیشہ رضا بہ قضاء رہنا چاہے، اس کی یہ عملی مشق کرائی گئی کہ کوئی زد پہنچے تو غم نہ کھائے، کوئی چیز ہاتھ سے نکل جائے تو افسوس نہ کرے، اور کوئی حادثہ یا بلا پہنچے تو غمگین نہ ہو، یہ خیال کرے کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، یہ حکمت تھی احد میں جو معاملہ پیش آیا اس کی۔

۴- جب تیراندازوں نے کہا: تمہارے بھائی جیت گئے، غنیمت حاصل کرو! تمہارے بھائی جیت گئے اب کس بات کا انتظار ہے؟ کمانڈر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم بھول گئے رسول اللہ ﷺ نے تمہیں کیا حکم دیا تھا؟ پھر بھی چالیس تیرانداز مورچہ چھوڑ کر غنیمت سمیٹنے چلے گئے، اس طرح مسلمانوں کی پشت ننگی ہوگئی۔

خالد بن الولید جو اس سے پہلے تین بار اس مورچہ کو سر کرنے کی کوشش کر چکے تھے، اس زریں موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تیزی سے چکر کاٹ کر اسلامی لشکر کی پشت پر پہنچے، اور چند لمحوں میں عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کر دیا اور مسلمانوں پر پیچھے سے ٹوٹ پڑے اور انھوں نے ایک نعرہ لگایا جس سے شکست خوردہ مشرکین کو صورتِ حال کی تبدیلی کا علم ہو گیا، وہ بھی پلٹ گئے اور مسلمان نرغے میں آ گئے، وہ گھبراہٹ میں بھاگے جا رہے تھے، مڑ کر کسی کو نہیں دیکھ رہے تھے، مگر نبی ﷺ جم کر میدان میں ڈٹے ہوئے تھے، وہ صحابہ کو بلا رہے تھے، مگر لوگ تشویش واضطراب میں تھے، کہاں سن رہے تھے؟ آخر کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے زور سے آواز لگائی، تب لوگوں نے سنی اور واپس آ کر نبی ﷺ کے گرد جمع ہو گئے

اس طرح ہاری ہوئی جنگ کسی درجہ میں جیت لی گئی۔

حدیث: حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے جنگِ احد میں پیدل فوج پر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا تھا، اور لوگ شکست خوردہ بھاگے جا رہے تھے (پہاڑ پر چڑھ رہے تھے) یہی وہ وقت تھا جب ان کو نبی ﷺ نے ان کے پیچھے سے پکارا (یہ حدیث تفصیل سے تحفۃ القاری (۳۴۹:۶) میں گذری ہے)

[۲۰-] بَابٌ

﴿إِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلاَ تَلْوُوْنَ عَلٰى أَحَدٍ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْ أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِكَيْلاَ تَحْزَنُوْا عَلٰى مَافَاتَكُمْ وَلاَ مَا أَصَابَكُمْ، وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾[آلِ عمران: ۱۵۳]

تُصْعِدُوْنَ: تَذْهَبُوْنَ، أَصْعَدَ وَصَعِدَ فَوْقَ الْبَيْتِ.

[۴۰۶۷-] حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ، قَالَ: جَعَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ أُحُدٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَيْرٍ، وَأَقْبَلُوْا مُنْهَزِمِيْنَ، فَذَاكَ: إِذْ يَدْعُوْهُمُ الرَّسُوْلُ فِيْ أُخْرَاهُمْ[راجع: ۳۰۳۹]

بَابٌ

جنگِ احد کے سلسلہ کا پانچواں باب

۲۵- اونگھ چین بن کر اتری اور بےچینی ختم ہوئی

سورۂ آلِ عمران کی آیت ۱۵۴ ہے: ﴿ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُعَاسًا يَغْشٰى طَائِفَةً مِنْكُمْ﴾: پھر اللہ تعالیٰ نے اس بےچینی کے بعد تم پر چین بھیجا یعنی اونگھ، جو تم میں سے ایک جماعت پر چھائی جا رہی تھی۔

تفسیر: جنگِ احد میں جن کو شہید ہونا تھا ہوگئے اور جن کو ہٹنا تھا ہٹ گئے، اور جو میدان میں باقی رہے ان میں سے مخلص مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے ایک دم غنودگی طاری کردی، لوگ کھڑے کھڑے اونگھنے لگے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کئی مرتبہ تلوار زمین پر گری، یہ حسی اثر تھا اس باطنی سکون کا جو اس ہنگامہ رُست خیز میں مؤمنین کے دلوں پر وارد ہوا، اس سے خوف وہراس کافور ہوگیا، یہ کیفیت ٹھیک اس وقت پیش آئی جب لشکر اسلام میں نظم وضبط قائم نہیں رہا تھا، بیسیوں لاشیں خاک وخون میں تڑپ رہی تھیں، سپاہی زخموں سے چور تھے، نبی ﷺ کے قتل کی افواہ سے رہے سہے ہوش گم ہوگئے تھے، پس یہ نیند بیدار ہونے کا پیام تھی، غنودگی طاری کرکے ان کی ساری تھکن دور کردی اور ان کو متنبہ فرمادیا کہ خوف وہراس اور تشویش واضطراب کا وقت جاچکا، مأمون ومطمئن ہوکر اپنا فرض انجام دو، چنانچہ فوراً صحابہ نے نبی ﷺ کے گرد جمع

ہوکرلڑائی کا محاذ قائم کرلیا،تھوڑی دیر کے بعد مطلع صاف تھا، دشمن سامنے سے بھاگتا نظر آیا۔

قَوْلُهُ:﴿وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ، يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ، قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلّٰهِ، يُخْفُوْنَ فِيْ أَنْفُسِهِمْ مَالاَ يُبْدُوْنَ لَكَ، يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا، قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلٰى مَضَاجِعِهِمْ﴾

ترجمہ: اور ایک دوسری جماعت وہ تھی جن کو اپنی ہی پڑی تھی، وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں خلاف واقعہ گمان کررہے تھے، جو محض حماقت والے گمان تھے، وہ کہہ رہے تھے: کیا ہمارا معاملہ میں کچھ اختیار ہے؟ آپؐ جواب دیں: سب اختیار اللہ کا ہے، وہ لوگ اپنے دلوں میں ایسی بات پوشیدہ رکھتے ہیں جس کو وہ آپؐ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں: اگر ہمارا کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے! آپؐ کہہ دیں: اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تب بھی جن لوگوں کے لئے مارا جانا مقدر تھا وہ ان مقامات کی طرف نکلتے، جہاں وہ مارے گئے۔

تفسیر: بزدل اور ڈرپوک منافقین جن کو نہ اسلام کی فکر تھی نہ نبی ﷺ کی، محض اپنی جان بچانے کی فکر میں ڈوبے ہوئے تھے کہ کہیں ابوسفیان کی فوج نے دوبارہ حملہ کردیا تو ہمارا کیا حشر ہوگا؟ اس خوف وفکر میں اونگھ یا نیند کہاں آتی؟ جب دماغوں میں خیالات پکار رہے تھے کہ اللہ کے وعدے کہاں گئے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا قصہ نمٹ گیا، اب نبی ﷺ اور مسلمان اپنے گھر واپس جانے والے نہیں، سب یہیں کام آجائیں گے، وہ یہ بھی سوچ رہے تھے کہ جو ہونا تھا ہوگیا، ہمارا اس میں کیا اختیار ہے؟ ان کو جواب دیا: بیشک تمہارے ہاتھ میں کچھ نہیں، سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہیں، جس کو چاہے بنائے یا بگاڑے، غالب کرے یا مغلوب، آفت بھیجے یا راحت، کامیاب کرے یا ناکام، سب اس کے قبضہ میں ہے، مگر تمہارے دلوں میں چور ہے، تم آپس میں کہتے ہو: شروع میں ہماری رائے نہیں مانی گئی، چند جوشیلے ناتجربہ کاروں کے کہنے پر مدینہ سے باہر لڑنے نکل آئے، آخر منہ کی کھائی، اگر ہمارے مشورہ پر عمل کیا جاتا تو اس قدر نقصان نہ اٹھانا پڑتا، ہماری برادری کے بہت آدمی مارے گئے وہ کیوں مارے جاتے؟ آپؐ اس کا جواب دیں: اب حسرت وافسوس سے کچھ حاصل نہیں، اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی موت کی جگہ، سبب اور وقت لکھ دیا ہے، جو کبھی ٹل نہیں سکتا، اگر تم اپنے گھروں میں بیٹھے رہتے اور فرض کرو تمہاری ہی رائے سنی جاتی تو بھی جن کی قسمت میں احد کے قریب جس جگہ مارا جانا لکھا جاچکا تھا وہ کسی نہ کسی سبب سے ادھر کو نکلتے اور وہیں مارے جاتے، اس کے بجائے اللہ کا یہ انعام ہوا کہ جہاں مارا جانا مقدر تھا مارے گئے اور اللہ کے راستہ میں خوشی سے بہادروں کی طرح شہید ہوئے، پھر اس پر پچھتانے اور افسوس کرنے کا کیا موقع ہے؟

قولہ:﴿وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ، وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾: اور اللہ تعالیٰ نے ایسا اس لئے کیا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی بات کی آزمائش کریں اور تاکہ تمہارے دلوں میں جو بات ہے اس کو صاف کریں، اور اللہ تعالیٰ سب باطن کی باتوں کو خوب جانتے ہیں۔

تفسیر: اللہ تعالیٰ دلوں کے بھیدوں سے واقف ہیں، ان میں سے کسی کی کوئی حالت پوشیدہ نہیں، اور احد میں جو صورت پیش آئی اس سے مقصود یہ تھا کہ تم کو ایک آزمائش میں ڈالا جائے تا کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے وہ باہر نکل آئے، امتحان کی بھٹی میں کھرا کھوٹا الگ ہو جائے، مخلصین کامیابی کا صلہ پائیں، اور ان کے دل آئندہ کے لئے وساوس اور کمزوریوں سے پاک ہو جائیں اور منافقین کا اندرونی نفاق کھل جائے اور سب لوگ صاف طور پر ان کے خبث کو سمجھنے لگیں۔

حدیث: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ان لوگوں سے تھا جن پر جنگِ احد میں اونگھ چھائی ہوئی تھی، یہاں تک کہ میری تلوار میرے ہاتھ سے کئی مرتبہ گر گئی، وہ گرتی تھی اور میں اس کو لیتا تھا پھر وہ گرتی تھی اور میں اس کو لیتا تھا۔

[۲۱-] بَابٌ

﴿ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُعَاسًا يَغْشٰى طَائِفَةً مِنْكُمْ وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ، يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ، قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلّٰهِ، يُخْفُوْنَ فِيْ أَنْفُسِهِمْ مَالاَ يُبْدُوْنَ لَكَ، يَقُوْلُوْنَ لَوْكَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا، قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلٰى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ، وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾[آلِ عمران: ۱۵٤]

[٤٠٦٨-] وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أَبِيْ طَلْحَةَ، قَالَ: كُنْتُ فِيْمَنْ تَغَشَّاهُ النُّعَاسُ يَوْمَ أُحُدٍ، حَتَّى سَقَطَ سَيْفِيْ مِنْ يَدِيْ مِرَارًا، يَسْقُطُ وَآخُذُهُ، وَيَسْقُطُ وَآخُذُهُ.[انظر: ٤٥٦٢]

بَابٌ

جنگِ احد کے سلسلہ کا چھٹا باب

۲۶- جانی دشمنوں کے لئے بھی بددعا سے روک دیا گیا

اسلامی لشکر نرغہ میں تھا اور نبی ﷺ کے گرد اگرد خوں ریز معرکہ جاری تھا، جب مشرکین نے گھیراؤ کی کاروائی شروع کی تو نبی ﷺ کے پاس صرف نو آدمی تھے، پھر جب آپؐ نے مسلمانوں کو پکارا تو آپؐ کی آواز مشرکین نے سن لی، اور آپؐ کو پہچان لیا، کیونکہ وہ اس وقت آپؐ کے قریب تھے، چنانچہ انھوں نے جھپٹ کر آپ پر حملہ کر دیا، اس فوری حملہ کی وجہ سے وہاں پر موجود مشرکین اور نو صحابہ کے درمیان نہایت سخت معرکہ آرائی ہوئی، صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ احد کے دن نبی ﷺ کے ساتھ سات انصار اور دو قریشی صحابہ تھے، جب حملہ آور آپؐ کے بالکل قریب آگئے تو آپؐ نے

فرمایا: کون ہے جو انہیں ہم سے دور کرے اور اس کے لئے جنت ہے؟ ایک انصاری صحابی آگے بڑھے اور لڑتے ہوئے شہید ہوگئے، اس طرح باری باری ساتوں انصاری صحابہ شہید ہوگئے، آخری صحابی حضرت عمارۃ بن یزید بن السکن رضی اللہ عنہ تھے وہ لڑتے رہے، یہاں تک کہ زخموں سے چور ہوکر گر پڑے، اسی لمحہ نبی ﷺ کے پاس صحابہ کی ایک جماعت آگئی، انھوں نے کفار کو پیچھے دھکیلا اور حضرت عمارۃ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کے قریب لائے، انھوں نے اس حالت میں دم توڑا کہ ان کا رخسار نبی ﷺ کے قدم پر تھا، اب جو دو قریشی صحابی رہ گئے تھے وہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما تھے، یہ لمحہ نبی ﷺ کی زندگی کے لئے نازک ترین لمحہ تھا اور مشرکین کے لئے سنہری موقع تھا، مشرکین نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی، انھوں نے اپنا تابڑ توڑ حملہ جاری رکھا اور چاہا کہ آپؐ کا کام تمام کردیں، مگر دونوں قریشی صحابہ نے نادر الوجود جاں بازی اور بے مثال بہادری سے مشرکین کی کامیابی ناممکن بنادی۔

حدیث (۱): حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ احد کے دن زخمی کئے گئے، پس آپؐ نے فرمایا: وہ قوم کیسے کامیاب ہوگی جس نے اپنے نبی کو زخمی کردیا، پس آیتِ کریمہ: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾: نازل ہوئی۔

تشریح: جنگِ احد میں جب آپ ﷺ کا رَباعی دانت توڑ دیا گیا اور سرِ مبارک زخمی کردیا گیا تو آپؐ چہرہ مبارک سے خون پونچھتے جارہے تھے اور کہتے جارہے تھے: وہ قوم کیسے کامیاب ہوسکتی ہے جس نے اپنے نبی کے چہرے کو زخمی کردیا اور اس کا دانت توڑ دیا، حالانکہ وہ انہیں اللہ کی طرف بلا رہا تھا، پس سورۂ آلِ عمران کی آیت ۱۲۸ نازل ہوئی: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ﴾: معاملہ میں آپؐ کا کچھ دخل نہیں یا تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہوں یا ان کو سزا دیں، کیونکہ وہ ظالم ہیں، چنانچہ آپؐ نے فوراً دعا کی: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ: اے اللہ! میری قوم کو بخش دے وہ مجھے جانتے نہیں۔

حدیث (۲): حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جب نبی ﷺ فجر کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع سے کھڑے ہوتے تو قنوتِ نازلہ پڑھتے: اے اللہ! فلاں، فلاں اور فلاں کو اپنی رحمت سے دور کردے، یہ قنوتِ نازلہ آپؐ تسمیع وتحمید کے بعد پڑھتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے آیتِ کریمہ: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾: نازل فرمائی۔

حدیث (۳): ابن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے سالم رحمہ اللہ کہتے ہیں: نبی ﷺ تین شخصوں کے لئے بددعا کیا کرتے تھے: امیہ بن خلف کے لڑکے صفوان کے لئے اور سہیل بن عمرو کے لئے اور ابوجہل کے بھائی ہشام بن حارث کے لئے، پس آیتِ کریمہ: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾: نازل ہوئی (یہ تینوں حضرات فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے اور ان کا اسلام اچھا رہا، اسی لئے آیت کریمہ میں بددعا سے منع کیا)

[۲۲-] بَابٌ

[۱-] ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ﴾

[۲-] قَالَ حُمَيْدٌ وَثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ: شُجَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ أُحُدٍ، فَقَالَ: كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوْا نَبِيَّهُمْ؟ فَنَزَلَتْ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ [آلِ عمران:۱۲۸]

[۴۰۶۹-] حدثنا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ السُّلَمِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِيْ سَالِمٌ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ مِنَ الرَّكْعَةِ الآخِرَةِ مِنَ الْفَجْرِ، يَقُوْلُ: "اللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلاَنًا وَفُلاَنًا وَفُلاَنًا" بَعْدَمَا يَقُوْلُ: "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿فَإِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ﴾

[انظر: ۴۰۷۰، ۴۵۵۹، ۷۳۴۶]

[۴۰۷۰-] وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، يَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَدْعُو عَلٰى صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ، وَسُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو، وَالْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، فَنَزَلَتْ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿فَإِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ﴾ [آلِ عمران:۱۲۸] [راجع: ۴۰۶۹]

بَابُ ذِكْرِ أُمِّ سَلِيْطٍ

جنگِ احد کے سلسلہ کا ساتواں باب

۲۷- جنگِ احد میں مسلمان خواتین کی خدمات

پہلے (حدیث ۴۰۶۴) حضرت عائشہ اور حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہما کی جنگِ احد میں فوجی خدمات کا تذکرہ آیا ہے وہ دونوں اپنی پیٹھوں پر پانی کی مشکیں اٹھا کر تیزی سے چلتی تھیں، اور زخمیوں کو پلاتی تھیں، پھر جاتیں اور مشکیں بھرلاتیں، اور زخمیوں کو پلاتیں، اسی طرح ام سَلیط رضی اللہ عنہا جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں: جنگِ احد میں پانی کی مشکیں ڈھوتی تھیں یا پرانی مشکیں جو پھٹ جاتی تھیں ان کو سیتی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک واقعہ میں ان کی اس خدمت کا ذکر کیا ہے۔

حدیث: ثعلبہ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ زنانی چادریں آئیں، جن کو آپؓ نے مدینہ کی عورتوں میں تقسیم کیا، ان میں سے ایک عمدہ چادر بچ گئی، حاضرین میں سے کسی نے کہا: امیر المؤمنین! یہ چادر آپؓ نبی ﷺ کی صاحبزادی کو عنایت فرمائیں جو آپؓ کے نکاح میں ہیں، مراد لے رہے تھے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم کو جو حضرت عمرؓ کے نکاح میں تھیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا: ام سَلیط اس کی زیادہ حق دار ہیں، اور ام سَلیطؓ انصاری خاتون تھیں اور انھوں نے نبی ﷺ سے بیعت کی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ جنگِ احد میں ہمارے لئے مشکیں اٹھاتی تھیں، اور امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلے (تحفۃ القاری ۶:۲۵۸) تَزْفِرُ کا ترجمہ تَخِیْطُ کیا ہے، یعنی پرانی مشکیں سیتی تھیں، مگر پہلے محشی

نے اس معنی پر اعتراض کیا تھا، اور یہاں حاشیہ میں ہے کہ تَزْفِرُ بروزن تَحْمِلُ ہے اور اسی کے ہم معنی ہے۔

[۲۳-] بَابُ ذِكْرِ أُمِّ سَلِيْطٍ

[۴۰۷۱-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، وَقَالَ ثَعْلَبَةُ بْنُ أَبِيْ مَالِكٍ: إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، قَسَمَ مُرُوْطًا بَيْنَ نِسَاءٍ مِنْ نِسَاءِ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ، فَبَقِيَ مِنْهَا مِرْطٌ جَيِّدٌ، فَقَالَ لَهُ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهُ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَعْطِ هٰذَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الَّتِيْ عِنْدَكَ، يُرِيْدُوْنَ أُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ عَلِيٍّ، فَقَالَ عُمَرُ: أُمُّ سَلِيْطٍ أَحَقُّ بِهِ - وَأُمُّ سَلِيْطٍ مِنْ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم- قَالَ عُمَرُ: فَإِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ.[راجع: ۲۸۸۱]

بَابُ قَتْلِ حَمْزَةَ

جنگِ احد کے سلسلہ کا آٹھواں باب

۲۸- حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت حمزۃ بن عبدالمطلب بن ہاشم ابوعمارہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ: ولادت: ۵۴ سال قبل ہجرت، شہادت: ۳ ہجری، نبی ﷺ کے پیارے چچا، قریش کے بڑے سردار: جاہلیت میں بھی اور اسلام میں بھی، ایک مرتبہ ابوجہل نے نبی ﷺ کو ستایا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کو پیٹا اور اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا، بدر کی جنگ میں شریک رہے، علم بردار تھے اور بڑے کارنامے انجام دیئے، جنگوں میں وہ شترمرغ کا پَر سینہ پر لگائے رہتے تھے، یہ ان کی پہچان تھی، احد میں آپؓ شہید ہوئے، شہادت کا واقعہ باب کی حدیث میں ہے۔

واقعہ: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جنگِ بدر میں جبیر کے چچا طُعیمہ بن عدی کو قتل کیا تھا، جبیر کو اس کا بڑا صدمہ تھا، اس نے اپنے غلام وحشی بن حرب سے کہا: اگر تو میرے چچا کے بدلہ میں حمزہؓ کو قتل کردے تو تو آزاد ہے، چنانچہ وحشی جنگِ احد کے لشکر میں شامل ہوگیا، احد میں جب فریقین کی صفیں قتال کے لئے مرتب ہوگئیں اور لڑائی شروع ہوئی تو سباع بن عبد العزی للکارتا ہوا نکلا کہ کوئی مقابل ہے جو میدان میں آئے؟ حضرت حمزہؓ اس کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھے: اے سباع! اے عورتوں کی ختنہ کرنے والی عورت کے بچے! تو اللہ اور اس کے رسول سے مقابلہ کرتا ہے؟ یہ کہہ کر اس پر تلوار کا ایک وار کیا اور اس کو ڈھیر کردیا۔ وحشی حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں ایک پتھر کے پیچھے چھپا بیٹھا تھا، جب حضرت حمزہؓ وہاں سے گذرے تو وحشی نے اپنا نیزہ تولا اور ناف پر مارا جو آر پار ہوگیا، حضرت حمزہؓ چند قدم چلے مگر لڑکھڑا کر گر پڑے اور جامِ شہادت نوش فرمایا۔

فائدہ: فتح مکہ کے بعد طائف کے وفد کے ساتھ وحشیؓ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے، کسی نے آپؐ کو اطلاع دی کہ یہ

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے، آپؐ نے اس سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا واقعہ دریافت کیا، وحشی نے ندامت کے ساتھ تعمیل ارشاد کی، پھر وہ مسلمان ہوا، آپؐ نے اس کا اسلام قبول کیا اور فرمایا: اگر ممکن ہو تو میرے سامنے نہ آنا، چچا کا صدمہ تازہ ہوجائے گا، چنانچہ وحشیؓ پس پشت بیٹھتے تھے، پھر وہ طائف چلے گئے، وفاتِ نبوی کے بعد جب مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوی کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے لوہا لیا اور خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں لشکر روانہ کیا تو وحشیؓ اس لشکر میں شامل ہوگئے اور مسیلمہ کذاب کو قتل کیا وہ کہا کرتے تھے: میں نے ایک خیر الناس کو قتل کیا اور ایک شر الناس کو، اس طرح میں نے اپنے گناہ کی مکافات کرلی۔

[۲۴-] بَابُ قَتْلِ حَمْزَةَ

[۴۰۷۲-] حَدَّثَنِيْ أَبُوْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُجَيْنُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ أُمَيَّةَ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ، فَلَمَّا: قَدِمْنَا حِمْصَ، قَالَ لِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ: هَلْ لَكَ فِيْ وَحْشِيٍّ نَسْأَلُهُ عَنْ قَتْلِ حَمْزَةَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ- وَكَانَ وَحْشِيٌّ يَسْكُنُ حِمْصَ- فَسَأَلْنَا عَنْهُ، فَقِيْلَ لَنَا: هُوَ ذَاكَ فِيْ ظِلِّ قَصْرِهِ، كَأَنَّهُ حَمِيْتٌ، قَالَ: فَجِئْنَا حَتَّى وَقَفْنَا عَلَيْهِ بِيَسِيْرٍ، فَسَلَّمْنَا فَرَدَّ السَّلَامَ.

ترجمہ: عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے لڑکے جعفرؒ کہتے ہیں: میں عبیداللہ بن عدی کے ساتھ نکلا، جب ہم حمص پہنچے تو مجھ سے عبیداللہ نے کہا: کیا آپ وحشیؓ سے ملنا چاہتے ہیں، ہم ان سے قتلِ حمزہؓ کا واقعہ پوچھیں گے؟ میں نے کہا: ہاں، اور وحشی رضی اللہ عنہ حمص میں رہتے تھے، پس ہم نے ان کے بارے میں لوگوں سے پوچھا، ہمیں بتایا گیا کہ وہ یہ رہے اپنے محل کے سایہ میں، گویا وہ مشک ہیں، جس میں شہد یا گھی یا تیل رکھا جاتا ہے (اس مشک پر بال نہیں ہوتے اور یہ تشبیہ موٹاپے کی وجہ سے تھی، موٹے جسم کے آدمی کو کپی کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں) جعفر کہتے ہیں: پس ہم پہنچے، یہاں تک کہ ان کے پاس تھوڑی دیر کھڑے رہے، پس ہم نے سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا۔

قَالَ: وَعُبَيْدُ اللّٰهِ مُعْتَجِرٌ بِعِمَامَتِهِ، مَا يَرَى وَحْشِيٌّ إِلَّا عَيْنَيْهِ وَرِجْلَيْهِ، فَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ: يَا وَحْشِيُّ! أَتَعْرِفُنِي؟ قَالَ: فَنَظَرَ إِلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: لَا وَاللّٰهِ، إِلَّا أَنِّيْ أَعْلَمُ أَنَّ عَدِيَّ بْنَ الْخِيَارِ تَزَوَّجَ امْرَأَةً يُقَالُ لَهَا: أُمُّ قِتَالٍ بِنْتُ أَبِي الْعِيْصِ، فَوَلَدَتْ لَهُ غُلَامًا بِمَكَّةَ فَكُنْتُ أَسْتَرْضِعُ لَهُ، فَحَمَلْتُ ذٰلِكَ الْغُلَامَ مَعَ أُمِّهِ، فَنَاوَلْتُهَا إِيَّاهُ، فَلَكَأَنِّيْ نَظَرْتُ إِلَى قَدَمَيْكَ. قَالَ: فَكَشَفَ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ: أَلَا تُخْبِرُنَا بِقَتْلِ حَمْزَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ، إِنَّ حَمْزَةَ قَتَلَ طُعَيْمَةَ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ بِبَدْرٍ، فَقَالَ لِيْ مَوْلَايَ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ: إِنْ قَتَلْتَ حَمْزَةَ بِعَمِّيْ فَأَنْتَ حُرٌّ.

ترجمہ: جعفر کہتے ہیں: عبیداللہ سر پر عمامہ باندھ کر اس کا پلہ منہ پر ڈالے ہوئے تھے یعنی ڈھاٹا باندھ رکھا تھا، وحشیؓ نہیں دیکھ رہے تھے مگر ان کی دونوں آنکھیں اور دونوں پیر، پس عبیداللہ نے کہا: اے وحشی! آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ جعفر کہتے ہیں: پس وحشیؓ نے ان کی طرف دیکھا پھر کہا: نہیں بخدا! البتہ میں اتنی بات جانتا ہوں کہ عدی بن الخیار نے ایک عورت سے نکاح کیا تھا جس کو ام قتال بنت ابی العیص کہا جاتا تھا، اس نے عدی کے لئے مکہ میں ایک لڑکا جنا، میں اس لڑکے کے لئے دودھ پلانے والی عورت تلاش کررہا تھا، چنانچہ میں نے اس لڑکے کو اس کی ماں کے ساتھ اٹھایا اور میں نے وہ لڑکا اس کو دیا، پس گویا میں تیرے دونوں پیروں کی طرف دیکھ رہا ہوں یعنی تو وہی لڑکا ہے، جعفر کہتے ہیں: پس عبیداللہ نے اپنا چہرہ کھول دیا اور کہا: کیا آپ ہمیں حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا واقعہ سنائیں گے؟ وحشیؓ نے کہا: ہاں، حمزہ رضی اللہ عنہ نے طعیمہ بن عدی بن الخیار کو بدر میں قتل کیا تھا، پس مجھ سے میرے آقا جبیر بن مطعم نے کہا: اگر تو میرے چچا کے بدلہ میں حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کردے تو تو آزاد ہے۔

قَالَ: فَلَمَّا أَنْ خَرَجَ النَّاسُ عَامَ عَيْنَيْنِ – وَعَيْنَيْنِ جَبَلٌ بِحِيَالِ أُحُدٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ وَادٍ– خَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ إِلَى الْقِتَالِ فَلَمَّا اصْطَفُّوْا لِلْقِتَالِ خَرَجَ سِبَاعٌ فَقَالَ: هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ؟ قَالَ: فَخَرَجَ إِلَيْهِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ: يَا سِبَاعُ! يَا ابْنَ أُمِّ أَنْمَارٍ مُقَطِّعَةِ الْبُظُوْرِ! أَتُحَادُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ صلى الله عليه وسلم؟ قَالَ: ثُمَّ شَدَّ عَلَيْهِ فَكَانَ كَأَمْسِ الذَّاهِبِ قَالَ: وَكَمَنْتُ لِحَمْزَةَ تَحْتَ صَخْرَةٍ فَلَمَّا دَنَا مِنِّيْ رَمَيْتُهُ بِحَرْبَتِيْ، فَأَضَعُهَا فِيْ ثُنَّتِهِ حَتَّى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ وَرِكَيْهِ، قَالَ: فَكَانَ ذَاكَ الْعَهْدَ بِهِ، فَلَمَّا رَجَعَ النَّاسُ رَجَعْتُ مَعَهُمْ فَأَقَمْتُ بِمَكَّةَ، حَتَّى فَشَا فِيْهَا الإِسْلَامُ، ثُمَّ خَرَجْتُ إِلَى الطَّائِفِ، فَأَرْسَلُوْا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم رُسُلاً، فَقِيْلَ لِيْ: إِنَّهُ لاَ يُهِيْجُ الرُّسُلَ، قَالَ: فَخَرَجْتُ مَعَهُمْ حَتَّى قَدِمْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَلَمَّا رَآنِيْ قَالَ: "أَنْتَ وَحْشِيٌّ؟" قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: "أَنْتَ قَتَلْتَ حَمْزَةَ" قُلْتُ: قَدْ كَانَ مِنَ الْأَمْرِ مَا قَدْ بَلَغَكَ، قَالَ: "فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ أَنْ تُغَيِّبَ وَجْهَكَ عَنِّيْ" قَالَ: فَخَرَجْتُ.

ترجمہ: وحشیؓ نے کہا: پھر جب لوگ نکلے عَیْنَیْن کے سال —— اور عَیْنَین احد کے پاس ایک پہاڑ کا نام ہے اس کے اور احد کے درمیان ایک میدان ہے (۱) —— پس میں لوگوں کے ساتھ جنگ کے لئے نکلا، جب لوگوں نے جنگ کے لئے صفیں درست کرلیں تو سباع بن عبدالعزی خزاعی نکلا، اس نے کہا: کوئی مقابلہ کرنے والا ہے؟ وحشیؓ نے کہا: پس اس کی طرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نکلے اور کہا: اوسباع! ختنہ کی چمڑی کاٹنے والی ام انمار کے بیٹے! کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے؟ وحشیؓ کہتے ہیں: حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا، پس وہ گذشتہ کل کی طرح ہوگیا یعنی اس کا نام ونشان مٹ گیا۔ وحشیؓ کہتے ہیں: اور میں چھپا ہوا تھا حمزہؓ کے لئے ایک چٹان کے پیچھے، جب وہ مجھ سے قریب آئے تو میں نے ان کو

(۱) مشرکین مکہ عَیْنَین پہاڑی کے پاس ٹھہرے تھے، اس لئے اس غزوہ کو 'غزوۂ عینین' بھی کہتے تھے اور مسلمان احد پہاڑ کے دامن میں اترے تھے، اس لئے وہ اس کو غزوۂ احد کہتے تھے ۱۲

اپنا چھوٹا نیزہ پھینک مارا، مارا میں نے اس نیزہ کو زیرِ ناف، یہاں تک کہ نکل گیا وہ ان کے دونوں کولھوں کے درمیان سے، وحشیؓ کہتے ہیں: پس یہ تھا میرا ان کے ساتھ معاملہ! پھر جب لوگ (جنگِ احد سے) لوٹے تو میں بھی ان کے ساتھ لوٹا اور مکہ میں رہتا رہا، یہاں تک کہ مکہ میں اسلام پھیلا تو میں طائف چلا گیا، طائف والوں نے نبی ﷺ کے پاس سفراء بھیجے، پس مجھ سے کہا گیا کہ نبی ﷺ سفراء کو برانگیختہ نہیں کرتے یعنی ان کے ساتھ سخت برتاؤ نہیں کرتے، وحشیؓ کہتے ہیں: میں ان کے ساتھ نکلا، یہاں تک کہ میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، جب آپؐ نے مجھے دیکھا تو پوچھا: تو وحشی ہے؟ میں نے کہا: ہاں، آپؐ نے پوچھا: تو نے حمزہؓ کو قتل کیا ہے؟ میں نے کہا: جو بات آپؐ کو پہنچی ہے وہ صحیح ہے، آپؐ نے فرمایا: پس کیا تو طاقت رکھتا ہے کہ چھپائے اپنے چہرہ کو مجھ سے؟ وحشیؓ کہتے ہیں: پس میں طائف چلا گیا۔

فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَخَرَجَ مُسَيْلَمَةُ الْكَذَّابُ، قُلْتُ: لَأَخْرُجَنَّ إِلٰى مُسَيْلَمَةَ لَعَلِّيْ أَقْتُلُهُ فَأُكَافِئُ بِهِ حَمْزَةَ، قَالَ: فَخَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ فَكَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ، فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِيْ ثَلْمَةِ جِدَارٍ، كَأَنَّهُ جَمَلٌ أَوْرَقُ ثَائِرُ الرَّأْسِ، قَالَ: فَرَمَيْتُهُ بِحَرْبَتِيْ فَوَضَعْتُهَا بَيْنَ ثَدْيَيْهِ حَتّٰى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ كَتِفَيْهِ، قَالَ: وَوَثَبَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَضَرَبَهُ بِالسَّيْفِ عَلٰى هَامَتِهِ.

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْفَضْلِ: فَأَخْبَرَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ: أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ: فَقَالَتْ جَارِيَةٌ عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ: وَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! قَتَلَهُ الْعَبْدُ الْأَسْوَدُ.

ترجمہ: پھر جب نبی ﷺ کی وفات ہوئی اور مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوی کیا تو میں نے دل میں سوچا: ضرور نکلوں گا میں مسیلمہ کی طرف، شاید میں اس کو قتل کروں، پس مکافات کروں میں اس کے ذریعہ قتلِ حمزہؓ کی، وحشی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پس نکلا میں لوگوں کے ساتھ، پس تھا مسیلمہ کے معاملہ میں سے جو تھا یعنی مسلمانوں کے لشکر اور اس کے لشکر میں سخت جنگ ہوئی، وحشیؓ کہتے ہیں: پس اچانک ایک آدمی دیوار کی درز میں کھڑا تھا، گویا وہ خاکستری اونٹ ہے، پراگندہ سر تھا (یہ مسیلمہ کذاب تھا، وہ وہاں چھپا ہوا تھا) وحشیؓ کہتے ہیں: پس میں نے اس کو اپنا چھوٹا نیزہ مارا، رکھا میں نے اس کو اس کی دونوں چھاتیوں کے درمیان، یہاں تک کہ وہ نکل گیا اس کے دونوں شانوں کے درمیان سے، وحشیؓ کہتے ہیں: پس کودا اس کی طرف ایک انصاری آدمی، اس نے اس کی کھوپڑی پر تلوار ماری (یہ عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی تھے، انھوں نے تلوار سے مسیلمہ کو اس کے انجام تک پہنچایا)

اور ایک دوسری سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: پس ایک گھر کی پشت (چھت) پر سے ایک باندی نے پکارا! ہائے امیر المؤمنین! مار دیا ان کو کالے غلام نے، یعنی مسیلمہ کے قتل میں اصل کردار وحشیؓ کا تھا، اور عبداللہؓ نے اس کو اس کے انجام تک پہنچایا تھا، باندی نے یہی بات کہی ہے۔

بَابُ مَا أَصَابَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الْجِرَاحِ یَوْمَ أُحُدٍ

جنگِ احد کے سلسلہ کا نواں باب

۲۹-جنگِ احد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے

غزوۂ احد میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے نرغہ میں پھنس گئے تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی ملعون عتبہ بن ابی وقاص نے آپؐ کو ایک پتھر مارا جس سے آپؐ پہلو کے بل گر گئے اور آپؐ کا داہنا نچلا رباعی دانت ٹوٹ گیا، منہ کے بالکل بیچ میں نیچے اوپر کے دونوں دانت ’ثنایا‘ کہلاتے ہیں ان کے دائیں بائیں نیچے اوپر کے ایک ایک دانت رَباعی کہلاتے ہیں، جو کچلی کے نوکیلے دانتوں سے پہلے ہوتے ہیں، اس دانت کا ایک حصہ ٹوٹ گیا اور آپؐ کا نچلا ہونٹ زخمی ہوگیا، پھر عبداللہ بن شہاب زہری نے آگے بڑھ کر آپؐ کی پیشانی کو زخمی کر دیا اور عبداللہ بن قَمِئَة نے بڑھ کر آپؐ کے کندھے پر ایسی زور کی تلوار ماری کہ آپؐ ایک مہینہ تک اس کی تکلیف محسوس کرتے رہے، مگر آپؐ کی دوہری زرہ کٹ نہ سکی، پھر اس نے ایک اور تلوار ماری جو آنکھ سے نیچے کی ابھری ہوئی ہڈی پر لگی اور اس کی وجہ سے خود[1] کی دو کڑیاں چہرہ مبارک میں گھس گئیں اور اس نے کہا: لے میں قَمِئَة (توڑنے والی) کا بیٹا ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ مبارک سے خون پونچھا اور فرمایا: اللہ تجھے توڑ ڈالے، چنانچہ جب ابن قمئة جنگ سے گھر لوٹا تو اپنی بکریاں دیکھنے کے لئے جنگل گیا، بکریاں پہاڑ کی چوٹی پر تھیں، ابن قمئة اوپر چڑھا، ایک پہاڑی بکرے نے اس پر حملہ کر دیا اور سینگ مار مار کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

(فتح الباری)

[۲۵-] بَابُ مَا أَصَابَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الْجِرَاحِ یَوْمَ أُحُدٍ

[۴۰۷۳-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، سَمِعَ أَبَا هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: " اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی قَوْمٍ فَعَلُوْا بِنَبِیِّهِ، یُشِیْرُ إِلٰی رَبَاعِیَتِهِ، اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی رَجُلٍ یَقْتُلُهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ"

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا غصہ بھڑکا/ بھڑکے ایسے لوگوں پر جنھوں نے کیا اپنے نبی کے ساتھ، اشارہ کر رہے تھے آپؐ اپنی رَباعی دانت کی طرف (یہ اشارہ ھذا کے قائم مقام ہے، اور) اللہ کا غصہ بھڑکا/ بھڑکے ایسے شخص پر جس کو اللہ کے رسول نے اللہ کے راستہ میں قتل کیا۔

فائدہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگوں میں اپنے ہاتھ سے صرف ایک مشرک کو قتل کیا ہے، اور وہ ابی بن خلف ہے، احد میں جب

(۱) خَود لوہے کی ٹوپی، جسے جنگ میں سر اور چہرے کی حفاظت کے لئے پہنتے ہیں، اس کو بَیْضَة بھی کہتے ہیں۔

نبی ﷺ گھاٹی میں چلے گئے تو ابی بن خلف یہ کہتا ہوا آیا: محمد (ﷺ) کہاں ہے یا تو میں رہوں گا یا وہ رہے گا، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے کوئی اس پر حملہ کرے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: اسے آنے دو، جب وہ قریب آیا تو رسول اللہ ﷺ نے حارث بن الصمہؓ سے ایک چھوٹا نیزہ لیا اور اس کو جھٹکا دیا تو لوگ ادھر ادھر ہو گئے، جیسے اونٹ اپنے بدن کو جھٹکا دیتا ہے تو مکھیاں اڑ جاتی ہیں، پھر آپؐ ابی کے سامنے پہنچے اور اس کے خود اور زرہ کے درمیان حلق کے پاس تھوڑی سی جگہ کھلی تھی، اس جگہ ایسا نیزہ مارا کہ وہ گھوڑے سے لڑھک گیا اور واپس چلا گیا، قریش نے دیکھا کہ اس کی گردن میں کوئی خراش نہیں، مگر وہ کہنے لگا: واللہ مجھے محمد (ﷺ) نے قتل کر دیا، لوگوں نے کہا: تجھے کوئی خاص چوٹ نہیں، اس نے کہا: محمد (ﷺ) مکہ میں مجھ سے کہہ چکا ہے کہ میں تجھے قتل کروں گا، مکہ میں اس کی نبی ﷺ سے ملاقات ہوتی تھی وہ آپؐ سے کہتا تھا: محمد! (ﷺ) میرے پاس عود نامی گھوڑا ہے میں اسے روزانہ تین صاع (دس کلو) دانہ کھلاتا ہوں، اس پر بیٹھ کر تجھے قتل کروں گا، نبی ﷺ فرماتے: میں ہی ان شاء اللہ تجھے قتل کروں گا، پس اگر آج وہ مجھ پر تھوک بھی دیتا تو میری جان نکل جاتی، بالآخر اللہ کا دشمن مکہ واپس جاتے ہوئے مقام سرف میں مرگیا، مرتے وقت وہ بیل کی طرح آواز نکالتا تھا اور کہتا تھا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو تکلیف مجھے ہے اگر وہ ذوالمجاز کے سارے باشندوں پر تقسیم کر دی جائے تو وہ سب کے سب مر جائیں۔

[٤٠٧٤-] حَدَّثَنِیْ مَخْلَدُ بْنُ مَالِكٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ الْأُمَوِیُّ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ ابْنُ جُرَیْجٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی مَنْ قَتَلَهُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیه وسلم فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی قَوْمٍ دَمَّوْا وَجْهَ نَبِیِّ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم. [انظر: ٤٠٧٦]

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اللہ کا غصہ بھڑکا اس شخص پر جس کو نبی ﷺ نے راہِ خدا میں قتل کیا (اور) اللہ کا غصہ بھڑکا ایسی قوم پر جنھوں نے اللہ کے نبی کے چہرے کو خون آلود کیا!

لغت: دَمَّ (ن،ض) دَمَامَةً الْوَجْهَ: چہرے کو بدنما کر دینا، خون خون کر دینا۔

فائدہ: نبی کے ہاتھ سے جہاد میں جو مارا جاتا ہے اس کو سخت عذاب ہوتا ہے اس وجہ سے نبی ﷺ نے کسی جہاد میں کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، کیونکہ آپؐ رحمۃ للعالمین تھے، ایک اُبی ہی ایسا شخص تھا جس کو اپنے ہاتھ سے مارا۔

بَابٌ

جنگِ احد کے سلسلہ کا دسواں باب

۳۰- نبی ﷺ کا چہرہ دھویا گیا، زخم میں چٹائی جلا کر راکھ بھری گئی تب خون بند ہوا

یہ باب کالفصل من الباب السابق ہے، اور اکثر نسخوں میں یہاں باب نہیں ہے۔

حدیث: حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کے زخم کے بارے میں پوچھا گیا: آپؐ نے فرمایا: سنو! بخدا میں جانتا ہوں اس کو جو نبی ﷺ کا زخم دھو رہا تھا اور جو پانی ریڑھ رہا تھا اور جو دوا کی گئی، اور جو علاج کیا گیا، حضرت سہلؓ نے کہا: صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا زخم دھو رہی تھیں اور حضرت علیؓ ڈھال سے پانی ڈال رہے تھے، جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ پانی سے خون بڑھتا ہی چلا جارہا ہے تو انھوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لیا، اس کو جلایا اور اس کی راکھ چپکائی تو خون تھما، اور اس دن آپؐ کا رَباعی دانت توڑا گیا اور آپ کا چہرہ زخمی کیا گیا اور آپ کا خَود آپؐ کے سر پر توڑا گیا، پھر حضرت ابن عباسؓ کی موقوف روایت دوسری سند سے لائے ہیں، جو ابھی پچھلے باب میں گذر چکی ہے۔

بَابٌ

[۴۰۷۵-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ، وَهُوَ يُسْأَلُ عَنْ جُرْحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: أَمَا وَاللّٰهِ! إِنِّيْ لَأَعْرِفُ مَنْ كَانَ يَغْسِلُ جُرْحَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَمَنْ كَانَ يَسْكُبُ الْمَاءَ، وَبِمَا دُوْوِيَ؟ قَالَ: كَانَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم تَغْسِلُهُ، وَعَلِيٌّ يَسْكُبُ الْمَاءَ بِالْمِجَنِّ، فَلَمَّا رَأَتْ فَاطِمَةُ أَنَّ الْمَاءَ لَايَزِيْدُ الدَّمَ إِلَّا كَثْرَةً أَخَذَتْ قِطْعَةً مِنْ حَصِيْرٍ فَأَحْرَقَتْهَا فَأَلْصَقَتْهَا فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ، وَكُسِرَتِ رَبَاعِيَّتُهُ يَوْمَئِذٍ، وَجُرِحَ وَجْهُهُ، وَكُسِرَتِ الْبَيْضَةُ عَلٰى رَأْسِهِ. [راجع: ۲۴۳]

[۴۰۷۶-] حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثنا أَبُوْ عَاصِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى مَنْ قَتَلَهُ نَبِيٌّ، وَاشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى مَنْ دَمَّى وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم. [راجع: ۴۰۷۴]

بَابٌ

جنگِ احد کے سلسلہ کا گیارہواں باب

۳۱- صحابہ زخمی تھے پھر بھی کفار کا تعاقب کرنے کے لئے تیار ہوگئے

ختم جنگ کے بعد نبی ﷺ کو اندیشہ لاحق ہوا کہ اگر مشرکین نے سوچا کہ جنگ میں اپنا پلہ بھاری ہوتے ہوئے بھی ہم نے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا تو انہیں یقیناً ندامت ہوگی اور وہ پلٹ کر مدینہ پر حملہ کریں گے، اس لئے آپؐ نے فیصلہ کیا کہ مکی لشکر کا تعاقب کیا جائے۔

چنانچہ معرکۂ احد کے دوسرے دن یعنی یکشنبہ ۸ شوال ۳ ہجری کو علی الصباح اعلان فرمایا کہ دشمن کے تعاقب کے لئے چلنا ہے اور ہمارے ساتھ وہی چلے جو معرکہ احد میں شریک تھا، عبداللہ بن ابی نے ساتھ چلنے کی اجازت چاہی مگر آپؐ نے اجازت نہیں دی، مسلمان سب زخموں سے چور، غم سے نڈھال اور خوف سے دوچار تھے، مگر سب بلاتردد تیار ہوگئے۔

پروگرام کے مطابق نبی ﷺ مسلمانوں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے اور مدینہ سے آٹھ میل پر حمراء الاسد میں خیمہ زن ہوئے، وہاں معبد بن ابی معبد خُزاعی ملا اور حلقہ بگوشِ اسلام ہوا، یا ابھی وہ حلقہ بگوشِ اسلام نہیں ہوا تھا، معاہد تھا، اس نے کہا: آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھوں کو جو زد پہنچی ہے اس سلسلہ میں آپؐ مجھ سے کوئی خدمت لینا چاہیں تو لیں، نبی ﷺ نے فرمایا: ابوسفیان کے پاس جاؤ اور اس کی حوصلہ شکنی کرو۔

اُدھر نبی ﷺ کو جو اندیشہ لاحق ہوا تھا وہ واقعہ بنا، ابوسفیان مدینہ سے چھتیس میل دور مقام روحاء پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا کہ لوگ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ تم لوگوں نے کچھ نہیں کیا، مسلمانوں کی شوکت وقوت توڑ کر انہیں یونہی چھوڑ دیا، ابھی ان میں اتنے سر باقی ہیں کہ وہ پھر تمہارے لئے دردِ سر بن سکتے ہیں، پس واپس چلو اور انہیں جڑ سے اکھاڑ دو، مگر صفوان بن امیہ نے اس کی مخالفت کی اور کہا: ایسا مت کرو، مجھے خطرہ ہے کہ جو مسلمان غزوہ میں شریک نہیں ہوئے تھے وہ بھی اب تمہارے خلاف جمع ہوجائیں گے، لہٰذا واپس چلو، فتح تمہاری ہے، مدینہ پر پھر چڑھائی کروگے تو گردش میں آجاؤگے، مگر بھاری اکثریت نے اس کی رائے قبول نہیں کی اور فیصلہ کیا کہ مدینہ واپس چلیں۔

ابھی کفار یہ سوچ ہی رہے تھے کہ معبد خزاعی وہاں پہنچ گیا، ابوسفیان نے پوچھا: پیچھے کی کیا خبر ہے؟ معبد نے کہا: محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو لے کر تمہارے تعاقب میں نکل چکے ہیں، ان کے ساتھ اتنی بڑی جمعیت ہے کہ میں نے ایسی جمعیت کبھی نہیں دیکھی، سب لوگ غصہ میں بھرے ہوئے ہیں، احد میں جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ بھی ساتھ ہوگئے ہیں، ابوسفیان نے پوچھا: بھائی تو کیا کہہ رہا ہے؟ معبد نے کہا: تم کوچ کرنے سے پہلے لوگوں کی پیشانیاں دیکھ لوگے اور لشکر کا ہراول دستہ ٹیلہ کے پیچھے سے نمودار ہوجائے گا، یہ باتیں سن کر مکی لشکر کے حوصلے ٹوٹ گئے اور ان پر رعب طاری ہوگیا اور انہیں اسی میں عافیت نظر آئی کہ مکہ کی جانب سفر جاری رکھیں، البتہ ابوسفیان نے قبیلہ عبدالقیس کے ایک وفد سے کہا: جو وہاں سے گذرا تھا کہ میرا ایک پیغام محمد (ﷺ) کو پہنچادینا، ان کو یہ خبر پہنچادیں کہ ہم نے ان کی اور ان کے رفقاء کی جڑ کاٹنے کے لئے پلٹ کر دوبارہ حملہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے، جب یہ قافلہ حمراء الاسد پہنچا تو اس نے ابوسفیان کا پیغام سنایا، مسلمانوں نے اس کی باتیں سن کر کہا: ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾: اللہ ہمارے لئے کافی ہیں اور وہ بہترین کارساز ہیں، اس طرح ان کے ایمان میں اور اضافہ ہوگیا، نبی ﷺ حمراء الاسد میں تین دن قیام کر کے مدینہ واپس آگئے، واپسی سے پہلے ابوعزّہ جُمحی گرفت میں آگیا، یہ وہی شخص تھا جسے بدر میں گرفتار کئے جانے کے بعد اس کے فقر اور لڑکیوں کی کثرت کے سبب اس شرط پر بلافدیہ چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ نبی ﷺ کے خلاف کسی کا تعاون نہیں کرے گا مگر اس نے وعدہ خلافی کی، اور اپنے اشعار کے

ذریعہ نبی ﷺ کے خلاف لوگوں کے جذبات بھڑکائے، پھر خود بھی جنگِ احد میں آیا، جب وہ گرفتار ہوکر آیا تو اس نے پھر معافی کی درخواست کی، نبی ﷺ نے فرمایا: اب ایسا نہیں ہوسکتا، تم مکہ جاکر کہو گے: میں نے محمد (ﷺ) کو دو مرتبہ دھوکہ دیا، مؤمن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا، پھر آپؐ نے حکم دیا اور اس کی گردن ماردی گئی، اسی طرح ایک جاسوس بھی جس کا نام معاویہ بن مغیرہ تھا قتل کیا گیا، غرض حمراء الاسد کا غزوہ کوئی مستقل غزوہ نہیں یہ غزوۂ احد کا تتمہ ہے۔

اسی واقعہ میں سورۂ آلِ عمران کی آیت ۱۷۲-۱۷۵ نازل ہوئیں: ﴿الَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ، لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ الَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيْمَانًا وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ○ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ○ إِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَآءَ هُ فَلاَ تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ﴾

ترجمہ: جن لوگوں نے اللہ ورسول کے کہنے کو قبول کیا اس کے بعد کہ ان کو زخم پہنچا ان میں سے جو نیک اور متقی ہیں ان کے لئے ثوابِ عظیم ہے، یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان سے لوگوں نے کہا: کفار نے تمہارے لئے فوج جمع کی ہے، سو تم ان سے ڈرو تو اس نے ان کے ایمان میں اضافہ کیا اور انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہیں اور وہ بہترین کارساز ہیں، پس لوٹے وہ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ، اس حال میں کہ ذرا سی ناگواری پیش نہیں آئی، اور وہ لوگ اللہ کی خوشنودی کے تابع رہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں، وہ شیطان ہی تھا جو اپنے دوستوں سے ڈراتا تھا، تم ان سے مت ڈرو، مجھ ہی سے ڈرو، اگر تم ایمان والے ہو۔

ان آیات میں اسی غزوہ حمراء الاسد کا ذکر ہے اور باب کی حدیث میں یہ ہے کہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے عروہؒ سے کہا: تیرے ابا نبی ﷺ کی بات پر لبیک کہنے والے تھے اور تیرے نانا ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی، جب نبی ﷺ کو جنگِ احد میں پہنچی وہ بات جو پہنچی، پس ہم سے مشرکین پلٹ گئے تو اندیشہ ہوا کہ وہ لوٹ جائیں گے، پس آپؐ نے فرمایا: کون ان کا تعاقب کرے گا؟ پس صحابہ میں سے ستر آدمیوں نے لبیک کہا، عروہؒ کہتے ہیں: ان میں میرے نانا ابوبکر اور میرے ابا زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔

[۲٦-] بَابٌ

﴿الَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ [آلِ عمران: ۱۷۲]

[٤٠٧٧-] حدثنا مُحَمَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ: ﴿الَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ قَالَتْ

لِعُرْوَةَ: يَا ابْنَ أُخْتِيْ! كَانَ أَبُوْكَ مِنْهُمْ: الزُّبَيْرُ وَأَبُوْ بَكْرٍ، لَمَّا أَصَابَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَا أَصَابَ يَوْمَ أُحُدٍ فَانْصَرَفَ عَنْهُ الْمُشْرِكُوْنَ خَافَ أَنْ يَرْجِعُوْا، فَقَالَ: "مَنْ يَذْهَبُ فِيْ إِثْرِهِمْ؟" فَانْتَدَبَ مِنْهُمْ سَبْعُوْنَ رَجُلاً، قَالَ: كَانَ فِيْهِمْ أَبُوْ بَكْرٍ وَالزُّبَيْرُ.

بَابُ مَنْ قُتِلَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَ أُحُدٍ

جنگِ احد کے سلسلہ کا بارہواں باب

۳۲-شہدائے احد کا تذکرہ

غزوۂ احد میں ستّر صحابہ شہید ہوئے ہیں، جن میں بھاری اکثریت انصار کی تھی، ان کے ۶۵ آدمی شہید ہوئے تھے، ۴۱ خزرج کے اور ۲۴ اوس کے، اور ایک یہودی قتل ہوا تھا، اور مہاجرین کے شہداء کی تعداد صرف چار تھی۔

اور کفار کے مقتولین کی تعداد ابن اسحاق کے بیان کے مطابق ۲۲ تھی، لیکن اصحابِ مغازی اور اہل سیر نے اس معرکہ کی جو تفصیلات ذکر کی ہیں، اور جن میں ضمناً جنگ کے مختلف مراحل میں قتل ہونے والے کفار کا تذکرہ آیا ہے، ان کی تعداد ۳۷ ہے۔ واللہ اعلم

اس باب میں چند ہی شہداء کا ذکر ہے:

۱-سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

پہلے (حدیث ۴۰۷۲) وحشی رضی اللہ عنہ کی زبانی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ تفصیل سے آچکا ہے، ان کی لاش بگاڑ دی گئی تھی، ان کا جگر چبایا گیا تھا، جب نبی ﷺ نے ان کا یہ حال دیکھا تو آپ سخت غمگین ہوئے، آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں، وہ اپنے بھائی حضرت حمزہؓ کو دیکھنا چاہتی تھیں، لیکن نبی ﷺ نے ان کے صاحبزادے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: انہیں واپس لے جاؤ، وہ اپنے بھائی کی لاش نہ دیکھیں، حضرت صفیہؓ نے کہا: مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ میرے بھائی کا مثلہ کیا گیا ہے، لیکن یہ اللہ کی راہ میں ہے اس لئے میں اس پر پوری طرح راضی ہوں، پھر وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں، إِنَّا لِلّٰه پڑھا اور واپس لوٹ گئیں، پھر نبی ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن کیا وہ حضرت حمزہؓ کے بھانجے اور رضاعی بھائی تھے، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر جس طرح روئے اس سے بڑھ کر روتے ہوئے میں نے آپؐ کو کبھی نہیں دیکھا، درحقیقت ان کی شہادت کا منظر ہی بڑا دلدوز تھا۔ اور حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لئے ایک سیاہ دھاریوں والی چادر کے علاوہ کوئی کفن نہیں تھا، اور یہ چادر اتنی چھوٹی تھی کہ سر ڈھانکتے تھے تو پاؤں کھل

جاتے تھے اور پاؤں ڈھانکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا، بالآخر چادر سے سر ڈھانک دیا گیا، اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دی گئی۔

۲-حضرت یمان رضی اللہ عنہ کی مسلمانوں کے ہاتھوں شہادت:

پہلے (حدیث ۴۰۶۵) حضرت یمان رضی اللہ عنہ کی غلطی سے شہادت کا واقعہ آچکا ہے، یہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد تھے، حضرت حذیفہؓ بہت چلائے مگر کسی نے نہیں سنا، وہ مسلمانوں کی تلواروں سے شہید ہوئے۔

۳-حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ کی شہادت:

پہلے (حدیث ۴۰۴۸) حضرت انسؓ کے چچا حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ آچکا ہے، کتاب میں نام میں غلطی ہے، نضر بن انس نام نہیں ہے، بلکہ اس کے برعکس صحیح نام انس بن النضر ہے۔

۴-حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت:

پہلے (حدیث ۴۰۴۷) اور آگے (حدیث ۴۰۸۲) حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شہادت کا واقعہ گذرا ہے اور آرہا ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا بیان ہے کہ انہیں ایک چادر میں کفنایا گیا تھا، چادر چھوٹی تھی، سر ڈھانکا جاتا تھا تو پاؤں کھل جاتے تھے اور پاؤں ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا، نبی ﷺ نے فرمایا: چادر سے ان کا سر ڈھانک دو اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دو۔

۵-حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی شہادت:

جب قریش واپس لوٹ گئے تو مسلمان اپنے شہیدوں اور زخمیوں کے لئے فارغ ہوگئے، نبی ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کو تلاش کرو، اور فرمایا: اگر وہ مل جائیں تو انہیں میرا اسلام کہنا اور پوچھنا کہ آپ اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہیں؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ مقتولین کے درمیان چکر لگاتے ہوئے ان تک پہنچے ان کی آخری سانس آجا رہی تھی انہیں نیزے، تلوار اور تیر کے ستر سے زیادہ زخم آئے تھے، حضرت زیدؓ نے ان کو نبی ﷺ کا سلام پہنچایا اور مزاج پرسی کی انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: نبی ﷺ سے عرض کرنا: میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں، اور میری قوم انصار سے کہنا: اگر تم میں سے ایک آنکھ بھی ہلتی رہی اور دشمن رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گیا تو تمہارے لئے اللہ کے نزدیک کوئی عذر نہیں ہوگا، یہ کہہ کر ان کی روح پرواز کرگئی۔

۶-حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی لاش غائب تھی، تلاش کے بعد ایک جگہ اس حالت میں ملی کہ اس سے پانی ٹپک رہا تھا، نبی ﷺ نے صحابہ کو بتلایا کہ فرشتے انہیں غسل دے رہے تھے، پھر فرمایا: ان کی بیوی سے پوچھو کیا معاملہ ہے؟ ان کی بیوی سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے بتلایا کہ وہ ان کے ساتھ مشغول تھے کہ جہاد کا اعلان ہوا، وہ اسی حالت میں ہتھیار پہن کر

چل دیئے، چونکہ وہ حالتِ جنابت میں تھے اس لئے فرشتوں نے ان کو غسل دیا، اور وہ غسیل الملائکہ کہلائے۔

مسئلہ: شہید کو غسل نہیں دیا جاتا، لیکن اگر کوئی حالتِ جنابت میں شہید ہو تو اس کو غسل دینا ضروری ہے۔

حدیث: قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہم انصار سے زیادہ عرب کے قبیلوں میں سے کسی قبیلہ کو نہیں جانتے، کثرتِ شہداء کے اعتبار سے اور قیامت کے دن اعزاز واکرام کے اعتبار سے، قتادہؒ کہتے ہیں: اور ہم سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار میں سے جنگ احد میں ستر آدمی قتل کئے گئے اور بیر معونہ میں ستر آدمی، اور جنگِ یمانہ میں ستر آدمی، قتادہؒ کہتے ہیں: بیر معونہ کا واقعہ عہد نبوی میں پیش آیا اور یمامہ کا واقعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں، جب مسیلمہ کذاب سے جنگ ہوئی۔

[۲۷-] بَابُ مَنْ قُتِلَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَ أُحُدٍ

مِنْهُمْ: حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَالْيَمَانُ، وَالنَّضْرُ بْنُ أَنَسٍ، وَمُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ.

[۴۰۷۸-] حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَبِيْ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: مَا نَعْلَمُ حَيًّا مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ أَكْثَرَ شَهِيْدًا، أَعَزَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْأَنْصَارِ.

قَالَ قَتَادَةُ: وَحَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّهُ قُتِلَ مِنْهُمْ يَوْمَ أُحُدٍ سَبْعُوْنَ، وَيَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ سَبْعُوْنَ، وَيَوْمَ الْيَمَامَةِ سَبْعُوْنَ، قَالَ: وَكَانَ بِئْرُ مَعُوْنَةَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَيَوْمُ الْيَمَامَةِ عَلٰى عَهْدِ أَبِيْ بَكْرٍ، يَوْمَ مُسَيْلَمَةَ الْكَذَّابِ.

آئندہ حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ احد کے شہداء میں سے دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں جمع کرتے تھے اور پوچھتے تھے: ان میں سے کس کو قرآن زیادہ یاد تھا؟ جب کسی کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپؐ اس کو لحد میں آگے رکھتے تھے، اور آپؐ نے فرمایا: میں قیامت کے دن ان لوگوں پر گواہ ہوں گا (کہ یہ حضرات راہِ خدا میں شہید ہوئے ہیں) اور آپؐ نے ان کو خون کے ساتھ دفن کرنے کا حکم دیا، ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور ان کو غسل نہیں دیا (یہ حدیث گذر چکی ہے، شرح تحفۃ القاری ۴: ۱۰۰-۱۰۳ میں ہے)

[۴۰۷۹-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى أُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ يَقُوْلُ: "أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ؟" فَإِذَا أُشِيْرَ لَهُ إِلٰى أَحَدٍ قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ، وَقَالَ: "أَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسِّلُوْا.

[راجع: ۱۳۴۳]

۷-حضرت عبداللہ بن عمرو بن الحرام رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی لاش بھی بگاڑ دی گئی تھی، ان کے بیٹے جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب میرے ابا شہید کیے گئے تو میں رونے لگا اور میں ابا کے چہرے سے کپڑا کھولنے لگا، صحابہ نے منع کیا، مگر نبی ﷺ نے منع نہیں کیا اور نبی ﷺ نے فرمایا: ان کو مت روؤ، فرشتے برابر ان پر اپنے پَروں کا سایہ کیے رہے یہاں تک کہ ان کی لاش اٹھائی گئی (لا اور ما دونوں حرفِ نفی ہیں اور یہ شک راوی ہے اور یہ بات نبی ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی کہی ہے اور ان کی پھوپھی سے بھی)

[٤٠٨٠-] وَقَالَ أَبُوْ الْوَلِيْدِ: عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرًا، قَالَ: لَمَّا قُتِلَ أَبِىْ جَعَلْتُ أَبْكِىْ وَأَكْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهِ، فَجَعَلَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَنْهَوْنِىْ وَالنَّبِىُّ صلى الله عليه وسلم لَمْ يَنْهَ، وَقَالَ النَّبِىُّ صلى الله عليه وسلم:" لاَ تَبْكِيْهِ أَوْ: مَا تَبْكِيْهِ مَا زَالَتِ الْمَلاَئِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رُفِعَ"[راجع: ١٢٤٤]

۸-احد میں صحابہ کی شہادت کا منظر:

نبی ﷺ نے پہلے ہی خواب دیکھ لیا تھا، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے —— امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرا گمان ہے کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ یہ بات نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں —— نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار ہلائی تو اس کا شروع کا حصہ ٹوٹ گیا، پس اچانک وہ وہ حادثہ تھا جس سے مؤمنین جنگِ احد میں دوچار ہوئے، پھر میں نے تلوار دوسری مرتبہ ہلائی تو وہ جیسی پہلے تھی ویسی ہی ہوگئی، پس اچانک وہ وہ کامیابی تھی اور مسلمانوں کا اکٹھا ہونا تھا جس کو اللہ تعالیٰ لائے یعنی جنگ کے آخر میں جو صورتِ حال فتح سے بدل گئی وہ وہ تھی اور میں نے خواب میں ایک گائے دیکھی (ایک روایت میں تُنْحَر بھی ہے یعنی وہ ذبح کی جارہی تھی) اور اللہ بہتر ہیں، پس اچانک وہ جنگ احد میں مؤمنین کی شہادت تھی اور زبان نبوت سے جو واللہ خیر نکلا وہ جنگ کا انجام تھا۔

[٤٠٨١-] حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاَءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِىْ بُرْدَةَ، عَنْ جَدِّهِ أَبِىْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِىْ مُوْسَى – أُرَى عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم– قَالَ: رَأَيْتُ فِىْ رُؤْيَاىَ أَنِّىْ هَزَزْتُ سَيْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهُ، فَإِذَا هُوَ مَا أُصِيْبَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ أُحُدٍ، ثُمَّ هَزَزْتُهُ أُخْرَى فَعَادَ أَحْسَنَ مَاكَانَ، فَإِذَا هُوَ مَاجَاءَ اللّٰهُ بِهِ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَرَأَيْتُ فِيْهَا بَقَرًا، وَاللّٰهُ خَيْرٌ، فَإِذَا هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ أُحُدٍ"[راجع: ٣٦٢٢]

باب کی آخری حدیث: حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ ہجرت کی، اور ہم اللہ کی خوشنودی چاہتے تھے، پس ہمارا ثواب اللہ پر ثابت ہوگیا، پھر ہم میں سے بعض چلے گئے، انھوں نے اپنے ثواب میں سے کچھ نہیں کھایا ان میں سے حضرت مصعب بن عُمیرؓ تھے، وہ غزوۂ احد میں شہید کئے گئے اور انھوں نے ایک دھاری دار چادر کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑا، ہم اس سے ان کا سر ڈھانکتے تھے تو پیر کھل جاتے تھے اور پیر ڈھانکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا، پس ہمیں نبی ﷺ نے حکم دیا کہ چادر سے ان کا سر ڈھانک دو اور ان کے دونوں پیروں پر اذخر گھاس ڈال دو (راوی کو اجعلوا اور ألقوا میں شک ہے، مطلب دونوں کا ایک ہے) اور ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کا پھل پک گیا یعنی انھوں نے فتوحات کا دور دیکھا، پس وہ ان پھلوں کو چن رہے ہیں یعنی ان کی برکتوں سے استفادہ کررہے ہیں (یہ حدیث ابھی حدیث ۴۰۴۷ گذری ہے)

[٤٠٨٢-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ خَبَّابٍ، قَالَ: هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَنَحْنُ نَبْتَغِيْ وَجْهَ اللّٰهِ، فَوَجَبَ أَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ، فَمِنَّا مَنْ مَضَى- أَوْ: ذَهَبَ- لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا، كَانَ مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ، قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ وَلَمْ يَتْرُكْ إِلَّا نَمِرَةً، كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ، وَإِذَا غُطِّيَ بِهَا رِجْلَاهُ خَرَجَ رَأْسُهُ، قَالَ لَنَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: غَطُّوْا بِهَا رَأْسَهُ، وَاجْعَلُوْا عَلَى رِجْلَيْهِ مِنَ الإِذْخِرِ، أَوْ قَالَ: أَلْقُوْا عَلَى رِجْلَيْهِ مِنَ الإِذْخِرِ" وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا. [راجع: ١٢٧٦]

بابٌ: أُحُدٌ يُحِبُّنَا

جنگِ احد کے سلسلہ کا تیرہواں باب

۳۳-احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے

احد پہاڑ مسجدِ نبوی سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے، مسجدِ نبوی سے صاف نظر آتا ہے، وہ اردگرد کے پہاڑوں سے اونچا ہے۔ اور مسند بزار میں ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے، جو باب میں لی گئی ہے کہ: أُحُدٌ يُحِبُّنَا: احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے (عمدہ) اس کا نبی ﷺ اور مسلمانوں سے محبت کرنا حقیقت ہے، ہر مخلوق میں اس کی حیثیت کے مطابق ادراک ہوتا ہے، ہر مخلوق تسبیح خواں ہے، اور اس کے مقابل عَیر ایسا پہاڑ ہے جس کے بارے میں فرمایا: وہ ہم سے بغض رکھتا ہے اور ہم اس سے بغض رکھتے ہیں۔

اور باب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، جب نبی ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے اور احد پہاڑ نظر آیا تو آپؐ نے فرمایا: هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں،

اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام نے مکہ شریف کو محترم قرار دیا اور میں مدینہ کے دونوں لابوں کے درمیان کی جگہ کو محترم قرار دیتا ہوں۔

اور حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ ایک دن احد تشریف لے گئے اور شہدا کی نماز جنازہ پڑھی، جس طرح میت کی نماز پڑھی جاتی ہے، پھر واپس آ کر منبر سے تقریر فرمائی کہ میں تمہارا پیش رَو ہوں یعنی آپؐ نے اپنی وفات کی خبر دی اور میں تم پر گواہ ہوں (ہر داعی گواہ ہوتا ہے، ایمان لانے والوں کے حق میں اور انکار کرنے والوں کے خلاف) اور میں فی الحال اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں (حوض حقیقتاً منکشف ہوا تھا) اور میں زمین کے خزانوں کی چابیاں دیا گیا ہوں، یعنی میرے بعد میری امت کو زمین کے خزانے ملیں گے (اور راوی کو شک ہے کہ لفظ خزائن ہے یا نہیں) اور مجھے بخدا! تمہارے حق میں اس کا ڈر نہیں کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے، البتہ مجھے اس کا ڈر ہے کہ تم دنیا میں ریس کرنے لگو گے (یہ حدیث پہلے تحفۃ القاری ۴: ۱۰۳ میں گذری ہے)

[۲۸-] بابٌ: أُحُدٌ يُحِبُّنَا

قَالَهُ عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ، عَنْ أَبِيْ حُمَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.

[۴۰۸۳-] حَدَّثَنِيْ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ، عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ"[راجع: ۳۷۱]

[۴۰۸۴-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم طَلَعَ لَهُ أُحُدٌ، فَقَالَ:" هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ، اللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَإِنِّيْ حَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا"[راجع: ۳۷۱]

[۴۰۸۵-] حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ حَبِيْبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلٰى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ:" إِنِّيْ فَرَطٌ لَكُمْ، وَأَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ، وَإِنِّيْ لَأَنْظُرُ إِلٰى حَوْضِي الْآنَ، وَإِنِّيْ أُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ أَوْ: مَفَاتِيْحَ الْأَرْضِ، وَإِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ، وَلٰكِنِّيْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا"[راجع: ۱۳۴۴]



دو دردناک حادثے

رجیع کا حادثہ اور بئر معونہ کا المیہ

جنگِ احد کے آخر میں جو ناکامی ہوئی، اس کا مسلمانوں کی شہرت پر اثر پڑا، ان کی دھاک کم ہوگئی، مخالفین کے دلوں سے ان کی ہیبت گھٹ گئی، اور ہر چہار جانب سے مدینہ پر خطرے منڈلانے لگے، یہود، منافقین اور بدوؤں نے کھل کر عداوت کا مظاہرہ کیا، ہر گروہ نے مسلمانوں کو زک پہنچانے کی کوشش کی، سب نے یہ توقع باندھ لی کہ مسلمانوں کا کام تمام کیا جاسکتا ہے اور انہیں بیخ وبُن سے اکھاڑا جاسکتا ہے، چنانچہ غزوۂ احد کے چند ماہ بعد صفر ۴ ہجری میں دو حادثے تقریباً ساتھ پیش آئے ہیں، ایک رجیع کا حادثہ ہے، دوسرا بیر معونہ کا المیہ۔

رجیع کا حادثہ:

صفر سن ۴ ہجری میں نبی ﷺ کے پاس قبائل عَضَل اور قَارَۃ کے کچھ لوگ آئے، انھوں نے کہا: ہمارے قبائل میں اسلام کا چرچا ہے، لہٰذا آپؐ کچھ لوگوں کو دین سکھانے اور قرآن پڑھانے کے لئے بھیجیں، آپؐ نے دس صحابہ کو روانہ کیا، ان کا امیر عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا، جب یہ لوگ رابغ اور جدہ کے درمیان قبیلہ ہُذیل کے رجیع نامی چشمہ پر پہنچے تو عضل اور قارہ نے قبیلہ ہُذیل کی شاخ بنولحیان کو اشارہ کردیا، ان کے سو تیر انداز مسلمانوں کے پیچھے لگ گئے، اور نشانات قدم دیکھتے ہوئے ان تک پہنچ گئے، صحابہ ایک ٹیلہ پر پناہ گزیں ہوگئے، بنولحیان نے انہیں گھر لیا اور کہا: تمہارے لئے عہد و پیمان ہے تم ہمارے پاس اتر آؤ، ہم کسی کو قتل نہیں کریں گے، حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اترنے سے انکار کیا، اور جنگ شروع کردی، تیروں کی بوچھار سے سات آدمی شہید ہوگئے، صرف تین آدمی بچے، حضرت خبیبؓ، زید بن الدَّثِنَۃؓ اور ایک اور صحابی (عبداللہ بن طارقؓ) اب پھر بنولحیان نے اپنا عہد و پیمان دوہرایا تو وہ تینوں صحابی نیچے اتر آئے، انھوں نے قابو پاتے ہی بدعہدی کی اور اپنی کمانوں کی تانت سے ان کو باندھنا شروع کیا، تیسرے صحابی نے کہا: یہ پہلی بدعہدی ہے اور ساتھ جانے سے انکار کردیا، انھوں نے کھینچ گھسیٹ کر ساتھ لے جانے کی کوشش کی، مگر کامیاب نہ ہوئے تو انہیں قتل کردیا اور حضرت خبیب اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کو مکہ لے جاکر بیچ دیا، دونوں صحابہ نے جنگِ بدر میں مکہ والوں کے سرداروں کو قتل کیا تھا۔

۱- حضرت زید بن الدثنہ رضی اللہ عنہ:

صفوان بن امیہ نے جس کا باپ امیہ بدر میں مارا گیا تھا، حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنے باپ کے عوض قتل کرنے کے

لئے خریدا، اس نے اپنے قیدی کے قتل میں تاخیر مناسب نہیں سمجھی، حضرت زیدؓ کو اپنے غلام نسطاس کے ساتھ حرم سے باہر تنعیم میں قتل کرنے کے لئے بھیج دیا، قتل کا تماشہ دیکھنے کے لئے قریش کی ایک جماعت تنعیم میں جمع ہوگئی، جن میں ابوسفیان بھی تھا، جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کو قتل کے لئے سامنے لایا گیا تو ابوسفیان نے کہا: اے زید! میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں: کیا تم اس کو پسند کرو گے کہ تم کو چھوڑ دیں اور محمد (ﷺ) کو تمہارے بدلہ میں قتل کر دیں اور تم اپنے گھر آرام سے رہو؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! مجھ کو یہ بھی گوارہ نہیں کہ محمد ﷺ کے پیر میں کانٹا یا پھانس چبھے اور میں اپنے گھر بیٹھا رہوں، یہ جواب سن کر ابوسفیان بولا: خدا کی قسم! میں نے کسی کو کسی کا اس درجہ محبّ، مخلص اور جاں نثار دوست نہیں دیکھا جیسا محمد کے ساتھی محمد کے محبّ اور جاں نثار ہیں، اس کے بعد نسطاس نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا (نسطاس رضی اللہ عنہ بعد میں مسلمان ہوئے ہیں)

۲-حضرت خُبیب رضی اللہ عنہ:

حضرت خبیبؓ نے جنگِ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا، اس لئے حارث کے بیٹوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو خریدا، حضرت خبیبؓ کچھ عرصہ مکہ والوں کی قید میں رہے، پھر مکہ والوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا اور انہیں حرم سے باہر تنعیم میں لے گئے، جب سولی پر چڑھانا چاہا تو انھوں نے کہا: مجھے چھوڑ دو، مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو، مشرکین نے چھوڑ دیا اور آپؓ نے دو رکعت نماز پڑھی، سلام پھیر کر فرمایا: تم لوگ یہ کہو گے کہ میں گھبرایا ہوا ہوں اس لئے میں لمبی نماز پڑھ رہا ہوں اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا تو میں نماز کو طول دیتا، پھر انھوں نے دعا کی: اے اللہ! انہیں ایک ایک کر کے گن لے، پھر انھیں بکھیر کر مار دے اور ان میں سے کسی کو بھی باقی مت چھوڑ، پھر انھوں نے دو شعر پڑھے کہ جب میں مسلمان مارا جا رہا ہوں تو مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ اللہ کی راہ میں کس پہلو پر میرا گرنا ہے، یہ تو اللہ کی ذات کے لئے مارا جانا ہے اور وہ چاہیں تو بوٹی بوٹی کئے ہوئے اعضاء کے جوڑوں میں بھی برکت فرمائیں۔

اس موقع پر بھی ابوسفیان نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا: کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تمہاری جگہ محمد (ﷺ) ہوتے، ہم ان کی گردن مارتے اور تم اپنے اہل وعیال میں رہتے؟ انھوں نے جواب دیا: واللہ مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ میں اپنے اہل وعیال میں رہوں اور محمد ﷺ کو کانٹا چبھ جائے، اس کے بعد مشرکین نے آپؓ کو سولی پر لٹکایا، اور لاش کی نگرانی کے لئے آدمی مقرر کر دیا، لیکن حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ اتفاقاً وہاں پہنچ گئے اور رات میں جھانسہ دے کر لاش اتار لائے اور اسے دفن کر دیا، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا قاتل حارث کا لڑکا ابوسَروعہ عقبہ بن الحارث تھا۔
حضرت خبیب رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے قتل کے موقع پر دو نفلیں مشروع کی ہیں، اور حدیث میں ہے کہ جب وہ قید میں تھے تو انگور کا خوشہ کھا رہے تھے، حالانکہ ان دنوں مکہ میں نہ انگور تھا نہ کھجور۔

۳-حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے جسم کی حفاظت:

حضرت عاصمؓ امیر تھے، وہ لڑکر شہید ہوئے، قریش کو جب معلوم ہوا کہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ شہید کردیئے گئے تو انھوں نے آدمی بھیجے کہ ان کے جسم کا کوئی ٹکڑا لائیں، یعنی سر کاٹ کر لائیں، تاکہ انہیں پہچانا جاسکے، انھوں نے جنگِ بدر میں قریش کے کسی بڑے آدمی کو قتل کیا تھا، جب قریش کے فرستادے پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی لاش پر بھڑوں کا جھنڈ بھیج دیا، جس نے لاش کی حفاظت کی اور قریش کے آدمی جسم کا کوئی حصہ کاٹ نہ سکے، کیونکہ حضرت عاصمؓ نے اللہ تعالیٰ سے عہد و پیمان باندھا تھا کہ وہ کسی مشرک کو نہیں چھوئیں گے نہ کوئی مشرک ان کو چھوئے گا، پھر رات میں زور کی بارش ہوئی، اور حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی لاش پانی میں بہہ گئی۔

بیر معونہ کا المیہ:

جس مہینہ رجیع کا حادثہ پیش آیا ہے، ٹھیک اسی مہینے بیر معونہ کا المیہ بھی پیش آیا ہے، اور وہ رجیع کے حادثہ سے کہیں زیادہ سنگین حادثہ ہے، ابو براء عامر بن مالک مُلَاعِبُ الأَسِنَّة (نیزوں سے کھیلنے والا) خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا، آپؐ نے اسے اسلام کی دعوت دی، اس نے اسلام قبول نہیں کیا مگر اس نے کہا: اگر آپؐ اپنے اصحاب کو دعوتِ دین کے لئے اہل نجد کی طرف بھیجیں تو مجھے امید ہے کہ وہ لوگ آپؐ کی دعوت قبول کرلیں گے، آپؐ نے فرمایا: مجھے اہل نجد کی طرف سے خطرہ ہے، ابو براء نے کہا: وہ میری پناہ میں ہونگے، نبی ﷺ نے ستر آدمیوں کو اس کے ہمراہ بھیج دیا اور منذر بن عمرو ساعدی رضی اللہ عنہ کو جو مُعْتَق للموت (موت کے لئے آزاد کردہ) کے لقب سے مشہور تھے ان کا امیر بنادیا، یہ لوگ فضلاء، قراء اور اخیارِ صحابہ تھے، دن میں لکڑیاں چنتے تھے اور اس کی رقم سے اہل صفہ کے لئے کھانا خریدتے تھے، قرآن پڑھتے پڑھاتے تھے اور رات میں نماز کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے، یہ حضرات معونہ کے کنویں پر پہنچے، یہ کنواں بنو عامر اور حرّہ بنی سُلیم کے درمیان تھا، وہاں ان حضرات نے پڑاؤ ڈالا، اور سب نے ام سُلیم رضی اللہ عنہا کے بھائی حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کا خط دے کر عامر بن طفیل کے پاس روانہ کیا (یہ عامر بن مالک کا بھتیجا ہے) اس نے خط دیکھا ہی نہیں، اور ایک آدمی کو اشارہ کیا، اس نے حضرت حرام کو پیچھے سے اس زور کا نیزہ مارا کہ وہ نیزہ آر پار ہوگیا، حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہوگیا، اس کے بعد عامر نے باقی صحابہ پر حملہ کرنے کے لئے اپنے قبیلہ بنی عامر کو آواز دی، مگر انھوں نے ابو براء کی پناہ کے پیش نظر اس کی آواز پر کان نہیں دھرا، مایوس ہوکر عامر نے بنو سُلیم کو آواز دی، بنو سُلیم کے تین قبیلوں: عُصَیَّة، رَعل اور ذکوان نے لبیک کہا، اور جھٹ آکر ان صحابہ کا محاصرہ کرلیا، صحابہ کرام نے بھی لڑائی لڑی، مگر سب کے سب شہید ہوگئے، صرف حضرت کعب بن زید بن نجّار رضی اللہ عنہ زندہ بچے ان کو شہداء کے درمیان سے زخمی حالت میں اٹھالیا گیا اور وہ جنگِ خندق تک زندہ رہے، ان ستر صحابہ کے علاوہ مزید دو صحابہ حضرت عمرو بن امیہ ضمری اور حضرت منذر بن عقبہ بن عامر

رضی اللہ عنہما اونٹ چرا رہے تھے، انھوں نے جائے واردات پر پرندوں کو منڈلاتے دیکھا تو وہ سیدھے جائے واردات پر پہنچے، حضرت منذر رضی اللہ عنہ تو اپنے رفقاء کے ساتھ مشرکین سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے اور عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو قید کرلیا گیا، پھر جب بتایا گیا کہ ان کا تعلق قبیلہ مُضر سے ہے تو عامر نے ان کی پیشانی کے بال کاٹ کر اپنی ماں کی طرف سے جس نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مان رکھی تھی آزاد کردیا، حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ اس دردناک حادثہ کی خبر لے کر مدینہ پہنچے، ستر افاضل صحابہ کی شہادت کے المیہ نے جنگِ احد کا چرکہ تازہ کردیا، بلکہ دونوں میں فرق تھا: شہدائے احد دوبدو جنگ میں مارے گئے، اور یہ بیچارے ایک شرمناک غداری کی نذر ہوگئے۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ واپسی میں وادی قنات کے سرے پر واقع مقام قَرقَرہ پہنچے، تو ایک درخت کے سایہ میں اترے، بنوکلاب کے دو آدمی بھی وہاں اترے ہوئے تھے، جب وہ دونوں بے خبر سوگئے تو حضرت عمروؓ نے دونوں کا کام تمام کردیا، ان کا خیال تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں کا بدلہ لے رہے ہیں، حالانکہ ان دونوں کے پاس رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عہد تھا، حضرت عمروؓ اس کو نہیں جانتے تھے، چنانچہ جب مدینہ آکر حضرت عمروؓ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی کاروائی کی اطلاع دی تو آپؐ نے فرمایا: تم نے ایسے دو آدمیوں کو قتل کیا ہے جن کی دیت مجھے لازماً ادا کرنی پڑے گی، اس کے بعد آپؐ مسلمانوں سے اور ان کے حُلفاء یہود سے دیت جمع کرنے میں مشغول ہوگئے، یہی چیز غزوۂ بنونضیر کا سبب بنی۔

نبی ﷺ کو معونہ اور رجیع کے الم ناک واقعات سے جو چند ہی دن آگے پیچھے پیش آئے ہیں اس قدر رنج ہوا اور آپؐ اس قدر غمگین ہوئے کہ جن قوموں اور قبیلوں نے ان صحابہ کے ساتھ غداری کی تھی، اور ان کو قتل کیا تھا آپؐ نے ان کے لئے ایک مہینہ تک بددعا کی، آپؐ نماز فجر میں رعل، ذکوان، لحیان اور عُصَیَّۃ کے لئے بددعا کرتے تھے، قنوتِ نازلہ پڑھتے تھے، اور فرماتے تھے کہ عُصَیَّۃ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، پھر جب آیت ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ نازل ہوئی تو آپؐ نے بددعا بند کی۔

[۲۹-] بَابُ غَزْوَةِ الرَّجِيْعِ، وَرِعْلٍ، وَذَكْوَانَ، وَبِئْرِ مَعُوْنَةَ، وَحَدِيْثُ عَضَلٍ، وَالْقَارَةِ، وَعَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ، وَخُبَيْبٍ، وَأَصْحَابِهِ

قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ: أَنَّهَا بَعْدَ أُحُدٍ.

وضاحت: حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے دو حادثات کو ایک ساتھ بیان کیا ہے، کیونکہ دونوں واقعے تقریباً ایک ساتھ پیش آئے ہیں، ایک ہی رات میں دونوں واقعات کی نبی ﷺ کو اطلاع ہوئی ہے، مگر امام صاحبؒ نے کوئی ترتیب ملحوظ نہیں رکھی، دونوں واقعات میں خلط کردیا ہے، پہلا واقعہ رجیع کا ہے، یہ غزوہ نہیں، غزوہ وہ کہلاتا ہے جس میں نبی ﷺ شریک ہوں، اس حادثہ میں نبی ﷺ شریک نہیں تھے —— اس حادثہ کے ذمہ دار قبائل عضل وقارہ تھے —— اور اس

حادثہ کے شہداء حضرت عاصم بن ثابتؓ، حضرت خبیبؓ اوران کے آٹھ ساتھی تھے ـــــ دوسرا حادثہ بئر معونہ کا ہے، اس کے ذمہ دار قبائل رِعل وذکوان تھے، اوراس حادثہ کے شہداء ستر قراء تھے۔

قبائل کا تعارف: رِعل بن مالک عدنانی قبیلہ ہے اور سُلیم بن منصور کی شاخ ہے اور ذکوان بن رفاعہ بھی عدنانی قبیلہ ہے اور یہ بھی سُلیم کی شاخ ہے، اور رجیع ہُذیل کے علاقہ میں ایک جگہ کا نام ہے، یہ حادثہ اس جگہ کے قریب صفر سن ۴ ہجری میں پیش آیا ہے، یہ جگہ رابغ اور جدہ کے بیچ میں ہے۔

اور معونہ نامی کنواں بھی ہذیل کے علاقہ میں ہے اور مکہ اور عُسفان کے بیچ میں ہے اور عَضل بن ہُون بھی عدنانی قبیلہ ہے اور قارہ بڑا قبیلہ ہے جو عَضل اور دیش سے مرکب ہے، اور یہ بھی ہُون بن خزیمہ کی اولاد ہیں اور ہذیل مکہ اور طائف کے بیچ میں رہتے تھے، اور وہ سات قبیلوں کا مجموعہ تھے ان میں سے ایک بنولحیان ہیں۔

غزوۂ رجیع کا واقعہ (۱)

قبیلہ عضل اور قارہ کے کچھ لوگ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ہمارے قبیلہ نے اسلام قبول کرلیا ہے، لہٰذا چند آدمی ہمارے ساتھ بھیجئے، جو ہمیں قرآن پڑھائیں اور احکامِ اسلام سکھلائیں، آپؐ نے دس آدمی ان کے ہمراہ کردیئے اور ان کا امیر عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو بنایا، جب یہ لوگ مقامِ رجیع پر پہنچے جو مکہ اور عُسفان کے درمیان میں ہے تو ان غداروں نے بنولحیان کو اشارہ کیا، ان کے دوسو آدمی آئے، جن میں سے سو تیر انداز تھے، حضرت عاصمؓ اپنے رفقاء کے ساتھ ایک ٹیلہ پر چڑھ گئے، بنولحیان نے ان سے کہا: نیچے اتر آؤ، ہم تم کو پناہ دیتے ہیں، حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو کبھی کسی کافر کی پناہ میں نہیں اتروں گا، پھر جنگ ہوئی، سات ساتھیوں کو کافروں نے شہید کردیا، تین ٹیلے سے نیچے اترے اور قیدی بن گئے، ان لوگوں نے ان کی مشکیں (دونوں بازو، دونوں شانے) باندھنی شروع کیں ان میں سے ایک نے کہا: یہ پہلی بے وفائی ہے اور ساتھ چلنے سے انکار کردیا، مشرکین نے ان کو شہید کردیا، اور حضرت خبیب اور زید بن دثنہ رضی اللہ عنہما کو لے کر مکہ پہنچے اور دونوں کو فروخت کردیا، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف کو بدر میں قتل کیا تھا، اس کے لڑکے صفوان نے ان کو خرید کر اپنے باپ کے قصاص میں فوراً قتل کردیا اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا اس کے لڑکوں نے حضرت خبیبؓ کو خریدا اور اشہرِ حرام گذرنے کے بعد تنعیم میں لے جا کر ان کو سولی دی، اس وقت انھوں نے دو نفلیں پڑھیں اور کافروں کو دو شعر سنائے پھر شہید ہوگئے۔

[۴۰۸۶-] حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ الثَّقَفِيِّ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم سَرِيَّةً عَيْنًا،

(۱) پہلے تمہید تھی، اب کتاب شروع ہورہی ہے، اس لئے واقعہ دوبارہ بیان کیا گیا ہے ۱۲

وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ، وَهُوَ جَدُّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَانْطَلَقُوْا حَتَّى إِذَا كَانَ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوْا لِحَيٍّ مِنْ هُذَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ: بَنُوْ لِحْيَانَ، فَتَبِعُوْهُمْ بِقَرِيْبٍ مِنْ مِائَةِ رَامٍ، فَاقْتَصُّوْا آثَارَهُمْ حَتَّى أَتَوْا مَنْزِلاً نَزَلُوْهُ فَوَجَدُوْا فِيْهِ نَوَى تَمْرٍ تَزَوَّدُوْهُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ، فَقَالُوْا: هٰذَا تَمْرُ يَثْرِبَ، فَتَبِعُوْا آثَارَهُمْ حَتَّى لَحِقُوْهُمْ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے ایک سریہ جاسوسی کے لئے بھیجا، یعنی قبیلہ کی تعلیم کے ساتھ مکہ والوں پر نظر رکھنا بھی ان کی ذمہ داری تھی، اور ان پر عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا، وہ عاصم بن عمر بن الخطاب کے نانا ہیں (مگر حاشیہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ماموں ہیں) پس وہ لوگ چلے، یہاں تک کہ جب عُسفان اور مکہ کے درمیان میں پہنچے تو وہ ذکر کئے گئے ہذیل کے ایک قبیلہ کے لئے جن کو بنولحیان کہا جاتا تھا، پس ان کے پیچھے چلے تقریباً سو تیر انداز اور انھوں نے ان کے نشاناتِ قدم کا پیچھا کیا، یہاں تک کہ وہ اس جگہ پہنچے جہاں وہ اترے تھے، انھوں نے وہاں کھجور کی گٹھلیاں پائیں جس کو وہ توشہ لائے تھے مدینہ سے، انھوں نے کہا: یہ یثرب کی کھجوریں ہیں پس انھوں نے ان کے نشاناتِ قدم کا پیچھا کیا، یہاں تک کہ ان کو پالیا۔

فَلَمَّا انْتَهَى عَاصِمٌ وَأَصْحَابُهُ لَجَؤُوْا إِلَى فَدْفَدٍ، وَجَاءَ الْقَوْمُ فَأَحَاطُوْا بِهِمْ، فَقَالُوْا: لَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيْثَاقُ إِنْ نَزَلْتُمْ إِلَيْنَا أَنْ لاَ نَقْتُلَ مِنْكُمْ رَجُلاً، فَقَالَ عَاصِمٌ: أَمَّا أَنَا فَلاَ أَنْزِلُ فِيْ ذِمَّةِ كَافِرٍ، اللّٰهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا رَسُوْلَكَ، فَقَاتَلُوْهُمْ فَرَمَوْهُمْ حَتَّى قَتَلُوْا عَاصِمًا فِيْ سَبْعَةِ نَفَرٍ بِالنَّبْلِ، وَبَقِيَ خُبَيْبٌ وَزَيْدٌ وَرَجُلٌ آخَرُ فَأَعْطَوْهُمُ الْعَهْدَ وَالْمِيْثَاقَ، فَلَمَّا أَعْطَوْهُمُ الْعَهْدَ وَالْمِيْثَاقَ نَزَلُوْا إِلَيْهِمْ، فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوْا مِنْهُمْ حَلُّوْا أَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَرَبَطُوْهُمْ بِهَا، فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ الَّذِيْ مَعَهُمَا: هٰذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ فَأَبَىٰ أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَجَرَّرُوْهُ وَعَالَجُوْهُ عَلٰى أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَلَمْ يَفْعَلْ فَقَتَلُوْهُ، وَانْطَلَقُوْا بِخُبَيْبٍ وَزَيْدٍ حَتَّى بَاعُوْهُمَا بِمَكَّةَ فَاشْتَرَى خُبَيْبًا بَنُوْ الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ، وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ يَوْمَ بَدْرٍ فَمَكَثَ عِنْدَهُمْ أَسِيْرًا.

ترجمہ: پس جب عاصمؓ اور ان کے ساتھی پہنچے تو انھوں نے ایک ٹیلہ پر پناہ لی، اور وہ لوگ آئے، پس انھوں نے ان کو گھیر لیا، اور ان سے کہا: تمہارے لئے عہد و پیمان ہے اگر تم ہماری طرف اتر آؤ، کہ ہم تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے، پس (سریہ کے امیر) حضرت عاصمؓ نے کہا: رہا میں تو میں کسی کافر کی پناہ میں نہیں اتروں گا (پھر انھوں نے دعا کی) اے اللہ! ہماری اپنے رسول ﷺ کو خبر کر دیں، پھر انھوں نے ان سے جنگ کی یہاں تک کہ انھوں نے عاصمؓ کو سات آدمیوں کے ساتھ تیر مار کر قتل کر دیا، اور باقی رہ گئے خبیبؓ، زیدؓ اور ایک اور آدمی (عبداللہ بن طارقؓ) انھوں نے ان کو عہد و پیمان دیا، جب

انھوں نے ان صحابہ کوعہد و پیمان دیا تو وہ ان کی طرف اترے، پس جب قابو پالیا انھوں نے ان پر تو انھوں نے اپنے کمانوں کی تانتیں کھولیں، اوران کو باندھا، پس تیسرے آدمی نے جوان دونوں کے ساتھ تھا، کہا: یہ پہلی بے وفائی ہے، انھوں نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کیا، انھوں نے ان کو گھسیٹا اور انھوں نے تدبیر کی کہ وہ ان کے ساتھ چلیں، مگر انھوں نے نہیں کیا یعنی ساتھ نہیں گئے تو انھوں نے ان کو قتل کردیا، اور خبیب اور زید رضی اللہ عنہما کو لے کر چلے، یہاں تک کہ دونوں کو مکہ میں بیچ دیا، پس خبیب رضی اللہ عنہ کو حارث بن عامر بن نوفل کی اولاد نے خریدا، خبیبؓ نے حارث کو بدر کے دن قتل کیا تھا، پس خبیب ان کے پاس قید رہے۔

حَتَّى إِذَا أَجْمَعُوْا قَتْلَهُ اسْتَعَارَ مُوْسَى مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ، لِيَسْتَحِدَّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ، قَالَتْ: فَغَفَلْتُ عَنْ صَبِيٍّ لِيْ فَدَرَجَ إِلَيْهِ حَتَّى أَتَاهُ فَوَضَعَهُ عَلٰى فَخِذِهِ، فَلَمَّا رَأَيْتُهُ فَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَ ذَاكَ مِنِّيْ وَفِيْ يَدِهِ الْمُوْسَى، فَقَالَ: أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذٰلِكَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ. وَكَانَتْ تَقُوْلُ: مَارَأَيْتُ أَسِيْرًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ، لَقَدْ رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ مِنْ قِطْفِ عِنَبٍ، وَمَا بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ ثَمَرَةٌ، وَإِنَّهُ لَمُوْثَقٌ فِي الْحَدِيْدِ، وَمَا كَانَ إِلَّا رِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ، فَخَرَجُوْا بِهِ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوْهُ، فَقَالَ: دَعُوْنِيْ أُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: لَوْلَا أَنْ تَرَوْا أَنَّ مَا بِيْ جَزَعٌ مِنَ الْمَوْتِ لَزِدْتُ، فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ سَنَّ رَكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ هُوَ، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا ثُمَّ قَالَ:

مَا إِنْ أُبَالِيْ حِيْنَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا ❁ عَلٰى أَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِيْ
وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الإِلٰـهِ وَإِنْ يَشَأْ ❁ يُبَارِكْ عَلٰى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعٍ

ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَتَلَهُ.

ترجمہ: یہاں تک کہ جب ان لوگوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قتل کا پختہ ارادہ کیا تو انھوں نے حارث کی ایک بیٹی سے استرہ عاریت پر مانگا، تاکہ اس سے زیرناف لیں، اس نے ان کو استرہ عاریت پر دیدیا، حارث کی بیٹی کہتی ہے: میں اپنے بچہ سے غافل ہوگئی، وہ خبیبؓ کی طرف چلا، یہاں تک کہ ان کے پاس پہنچا، پس جب میں نے اس کو دیکھا تو میں بہت زیادہ گھبرا گئی، میری اس گھبراہٹ کو خبیبؓ نے پہچان لیا، ان کے ہاتھ میں استرہ تھا، پس خبیبؓ نے کہا: کیا تو ڈرتی ہے کہ میں اسے قتل کردوں گا؟ میں یہ کام نہیں کروں گا، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا، اور حارث کی بیٹی کہا کرتی تھی: نہیں دیکھا میں نے کسی قیدی کو کبھی خبیبؓ سے بہتر، البتہ تحقیق میں نے ان کو دیکھا وہ انگور کا خوشہ کھارہے ہیں، اور ان دنوں مکہ میں کوئی پھل نہیں تھا، اور وہ لوہے میں بندھے ہوئے تھے، اور نہیں تھا وہ مگر رزق جو اللہ تعالیٰ نے خبیبؓ کو عطا فرمایا، پھر وہ خبیبؓ کو لے کر حرم سے نکلے تاکہ ان کو قتل کریں، ان سے خبیبؓ نے کہا: مجھے موقع دو، میں دو رکعتیں پڑھوں، پھر (نماز سے فارغ ہوکر)

خبیبؓ ان کی طرف پلٹے اور کہا: اگر نہ ہوتی یہ بات کہ تم گمان کروگے کہ میں موت سے گھبرا رہا ہوں تو میں نماز لمبی کرتا، پس حضرت خبیبؓ پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے قتل کے وقت دو رکعتیں مسنون کیں، پھر خبیبؓ نے دعا کی: اے اللہ! ان لوگوں کا گن کر احاطہ کرلے یعنی سب کو سزا دے، پھر کہا:

مجھے پرواہ نہیں جب کہ میں مسلمان شہید کیا جارہا ہوں ÷ کہ کونسی کروٹ پر ہے اللہ کے لئے میرا پچھڑنا۔

اور وہ شہید ہونا اللہ کے لئے ہے اور اگر اللہ چاہیں ÷ تو برکت فرمائیں جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کئے ہوئے اعضاء میں۔

پھر ان کی طرف عقبۃ بن الحارث کھڑا ہوا اور اس نے ان کو قتل کردیا۔

وَبَعَثَتْ قُرَيْشٌ إِلٰى عَاصِمٍ لِيُؤْتَوْا بِشَيْءٍ مِنْ جَسَدِهِ يَعْرِفُوْنَهُ، وَكَانَ عَاصِمٌ قَتَلَ عَظِيْمًا مِنْ عُظَمَائِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ فَبَعَثَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ، فَحَمَتْهُ مِنْ رُسُلِهِمْ، فَلَمْ يَقْدِرُوْا مِنْهُ عَلٰى شَيْءٍ.

[راجع: ٣٠٤٥]

ترجمہ: اور قریش نے (کچھ آدمیوں کو) عاصم رضی اللہ عنہ (کی لاش) کی طرف بھیجا تاکہ وہ ان کے جسم کا کوئی ایسا حصہ لائیں جس سے وہ ان کو پہچانیں (یعنی سر لائیں) اور عاصمؓ نے قریش کے بڑوں میں سے ایک کو قتل کیا تھا بدر کے دن، پس اللہ نے عاصمؓ کی حفاظت کے لئے بھیج دیں سائبان کی طرح بھڑیں، ان بھڑوں نے عاصمؓ کی حفاظت کی قریش کے قاصدوں سے، پس نہیں قادر ہوئے وہ ان کے جسم میں سے کسی چیز پر۔

ملحوظہ: یہ حدیث ابھی غزوۂ بدر کے بیان میں (حدیث ۳۹۸۹) گذری ہے، لغات اور اشعار کا مطلب وہاں ہے۔

[٤٠٨٧-] حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو: سَمِعَ جَابِرًا يَقُوْلُ: الَّذِيْ قَتَلَ خُبَيْبًا هُوَ أَبُوْ سِرْوَعَةَ.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو ابوسروعہ عقبۃ بن الحارث نے قتل کیا۔

بیر معونہ کا واقعہ

ماہ صفر سن ۴ ہجری میں بیر معونہ کا واقعہ پیش آیا ہے، عامر بن مالک ابو براء نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہدیہ پیش کیا، آپؐ نے قبول نہیں فرمایا، اور ابو براء کو اسلام کی دعوت دی، ابو براء نے اسلام قبول نہیں کیا اور نہ رد کیا بلکہ یہ کہا کہ اگر آپؐ اپنے چند صحابہ کو اہل نجد کی طرف دعوتِ اسلام کی غرض سے روانہ فرمائیں تو میں امید کرتا ہوں کہ وہ اس دعوت کو قبول کرلیں گے، آپؐ نے فرمایا: مجھ کو اہل نجد کی طرف سے اندیشہ اور خطرہ ہے، ابو براء ضامن بنا، رسول اللہ ﷺ نے ستر صحابہ کو جو قراء کہلاتے تھے اور جو نہایت مقدس اور پاکیزہ لوگ تھے، اس کے ہمراہ روانہ کئے اور منذر بن عمرو ساعدی رضی اللہ عنہ کو

امیر مقرر فرمایا، یہ لوگ چل کر بیر معونہ پر ٹھہرے، آنحضرت ﷺ نے ایک خط عامر بن طفیل کے نام جو بنی عامر کے سردار ابو براء عامر بن مالک کا بھتیجہ تھا لکھوا کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماموں حرام بن ملحان کے سپرد فرمایا، جب یہ لوگ بیر معونہ پر پہنچے تو حرام بن ملحانؓ آپؐ کا والا نامہ لے کر عامر بن طفیل کے پاس گئے، اس نے خط دیکھنے سے پہلے ہی ایک شخص کو اشارہ کیا، اس نے پیچھے سے ایک نیزہ مارا اور آپؓ نے جامِ شہادت نوش فرمایا، اس کے بعد بنی عامر کو بقیہ صحابہ کے قتل پر ابھارا، لیکن ابو براء کے پناہ دینے کی وجہ سے بنی عامر نے ساتھ دینے سے انکار کیا، عامر بن طفیل جب ان سے ناامید ہوا تو بنی سُلیم سے امداد چاہی، عُصَیَّة، رِعل اور ذکوان قبائل اس کی مدد کے لئے تیار ہو گئے اور سب نے مل کر تمام صحابہ کو شہید کر ڈالا، صرف کعب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کو مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا، وہ بعد میں مدت تک زندہ رہے اور غزوۂ خندق میں شہید ہوئے، ان کے علاوہ دو شخص اور بھی بچ گئے، ان کے نام منذر بن محمد اور عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہما ہیں، یہ دونوں مویشی چرانے جنگل گئے تھے، جب نبی ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپؐ کو سخت صدمہ ہوا اور آپؐ نے ایک ماہ تک ان قبائل کے حق میں بدعا کی، پھر جب آیت: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ نازل ہوئی تو بددعا بند کر دی۔

(ماخوذ از سیرۃ المصطفیٰ ۲:۲۶۷)

ملحوظہ: قنوتِ نازلہ اور راتبہ کا مسئلہ اور قنوت رکوع سے پہلے ہے یا رکوع کے بعد: یہ مسائل تحفۃ القاری (۳:۲۲۶) میں ہیں، وہاں دیکھ لئے جائیں۔

[۴۰۸۸-] حدثنا أَبُوْ مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِحَاجَةٍ، يُقَالُ لَهُمْ: الْقُرَّاءُ، فَعَرَضَ لَهُمْ حَيَّانِ مِنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ: رِعْلٌ وَذَكْوَانُ، عِنْدَ بِئْرٍ يُقَالُ لَهَا: بِئْرُ مَعُوْنَةَ. فَقَالَ الْقَوْمُ: وَاللهِ مَا إِيَّاكُمْ أَرَدْنَا، إِنَّمَا نَحْنُ مُجْتَازُوْنَ فِيْ حَاجَةٍ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَتَلُوْهُمْ، فَدَعَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلَيْهِمْ شَهْرًا فِيْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ، وَذٰلِكَ بَدْءُ الْقُنُوْتِ، وَمَا كُنَّا نَقْنُتُ، قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ: وَسَأَلَ رَجُلٌ أَنَسًا عَنِ الْقُنُوْتِ: أَبَعْدَ الرُّكُوْعِ أَوْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِنَ الْقِرَاءَةِ؟ قَالَ: لَا، بَلْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِنَ الْقِرَاءَةِ. [راجع: ۱۰۰۱]

[۴۰۸۹-] حدثنا مُسْلِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَنَتَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوْعِ، يَدْعُوْ عَلٰى أَحْيَاءٍ مِنَ الْعَرَبِ. [راجع: ۱۰۰۱]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے ستر آدمیوں کو ایک ضرورت سے بھیجا یعنی دعوتِ اسلام کے لئے، وہ قراء کہلاتے تھے، ان سے بنو سُلیم کے دو قبیلوں رِعل اور ذکوان نے تعرض کیا ایک کنویں کے پاس جس کو بیر معونہ کہا جاتا تھا، پس صحابہ نے کہا: بخدا! ہم نے تمہارا ارادہ نہیں کیا، ہم نبی ﷺ کی ایک ضرورت کے لئے یہاں سے گذر رہے

ہیں یعنی آپ لوگوں سے تعرض کرنے نہیں آئے، مگر انھوں نے ان کو قتل کردیا، پس نبی ﷺ نے بددعا کی ان کے حق میں ایک مہینہ تک فجر کی نماز میں، اور یہ قنوتِ نازلہ کی ابتداء ہے اور ہم اس سے پہلے قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے، راوی عبدالعزیز کہتے ہیں: ایک شخص نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: قنوت رکوع کے بعد ہے یا قراءت سے فارغ ہوکر رکوع سے پہلے؟ حضرت انسؓ نے کہا: نہیں، قراءت سے فارغ ہوکر رکوع سے پہلے ہے (یہ قنوت راتبہ کے بارے میں فرمایا ہے، قنوتِ نازلہ کے بارے میں اگلی روایت ہے کہ وہ رکوع کے بعد ہے)

[٤٠٩٠-] حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الْأَعْلٰی بْنُ حَمَّادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِیْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رِعْلاً وَذَكْوَانَ وَعُصَیَّةَ وَبَنِیْ لِحْیَانَ اسْتَمَدُّوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰی عَدُوٍّ، فَأَمَدَّهُمْ بِسَبْعِیْنَ مِنَ الْأَنْصَارِ كُنَّا نُسَمِّیْهِمُ الْقُرَّاءَ فِی زَمَانِهِمْ، كَانُوْا یَحْتَطِبُوْنَ بِالنَّهَارِ، وَیُصَلُّوْنَ بِاللَّیْلِ، حَتّٰی كَانُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ، قَتَلُوْهُمْ وَغَدَرُوْا بِهِمْ، فَبَلَغَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم ذٰلِكَ فَقَنَتَ شَهْرًا یَدْعُوْ فِی الصُّبْحِ عَلٰی أَحْیَاءٍ مِنْ أَحْیَاءِ الْعَرَبِ، عَلٰی رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَعُصَیَّةَ وَبَنِیْ لِحْیَانَ، قَالَ أَنَسٌ: فَقَرَأْنَا فِیْهِمْ قُرْآنًا ثُمَّ إِنَّ ذٰلِكَ رُفِعَ: "بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا أَنَّا قَدْ لَقِیْنَا رَبَّنَا فَرَضِیَ عَنَّا وَأَرْضَانَا"

وَعَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَنَتَ شَهْرًا فِیْ صَلَاةِ الصُّبْحِ یَدْعُوْ عَلٰی أَحْیَاءٍ مِنْ أَحْیَاءِ الْعَرَبِ، عَلٰی رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَعُصَیَّةَ وَبَنِیْ لِحْیَانَ.

زَادَ خَلِیْفَةُ: حَدَّثَنَا ابْنُ زُرَیْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِیْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ: أَنَّ أُولٰئِكَ السَّبْعِیْنَ مِنَ الْأَنْصَارِ قُتِلُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ. قُرْآنًا كِتَابًا، نَحْوَهُ. [راجع: ١٠٠١]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رِعل، ذکوان، عُصیّہ اور بنولحیان نے مدد طلب کی نبی ﷺ سے کسی دشمن کے خلاف (بنولحیان کا تذکرہ وہم ہے، اُس قبیلہ کا تعلق غزوۂ رجیع سے ہے) پس نبی ﷺ نے ان کی مدد کی ستر انصار کے ذریعہ جن کو ہم ان کے زمانہ میں قراء (علماء) کہا کرتے تھے، وہ دن میں سوختہ جمع کرتے تھے، اور رات میں نفلیں پڑھتے تھے، یہاں تک کہ جب وہ بیر معونہ پہنچے تو ان قبائل نے ان کو قتل کردیا اور ان قبائل نے ان کے ساتھ غداری کی، نبی ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو آپؐ نے ایک مہینہ تک قنوتِ نازلہ پڑھا، عرب کے قبائل میں سے چند قبائل کے خلاف، فجر کی نماز میں، یعنی رعل، ذکوان، عُصیہ اور بنولحیان کے خلاف، حضرت انسؓ کہتے ہیں: پس ہم نے ان کے حق میں قرآن پڑھا، پھر وہ قرآن منسوخ کیا گیا، قرآن کی وہ آیت یہ تھی: بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا، أَنَّا قَدْ لَقِیْنَا رَبَّنَا، فَرَضِیَ عَنَّا وَأَرْضَانَا: ہماری طرف سے ہماری قوم کو خبر پہنچاؤ کہ ہم نے یقیناً ہمارے پروردگار سے ملاقات کی، پس وہ ہم سے خوش ہوئے اور انھوں نے ہمیں خوش کیا۔

اورامام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ خلیفہ بن خیاط کی روایت میں ہے کہ بیر معونہ میں جو ستر صحابہ شہید کئے گئے تھے، وہ سب انصار میں سے تھے (یہ بات عبدالاعلیٰ کی روایت میں نہیں) اور عبدالاعلیٰ کی روایت میں فَقَرَأْنَا فِيهِمْ قُرْآنًا ہے، اس میں احتمال تھا کہ قُرْآنا (مصدر) مفعول مطلق ہو اور خلیفہ کی روایت میں قرآنا کے بعد کتابا بھی ہے، پس یہ مفعول بہ ہے اور قرآن سے اللہ کی کتاب مراد ہے یعنی بَلِّغُوْا عَنَّا إلخ قرآن کی آیت تھی.........نحوہ: یعنی خلیفہ کی باقی روایت عبدالاعلی کی روایت کی طرح ہے، دونوں میں کچھ فرق نہیں۔

عامر بن طفیل کا انجام

ابو براء عامر بن مالک (چچا) ستر علماء کو اپنی پناہ میں لے گیا تھا، جن کو عامر بن طفیل (بھتیجے) کے اشارہ پر شہید کردیا گیا، یہ بھتیجہ قوم کا سردار تھا، بئر معونہ کے حادثہ کے بعد یہ شخص مدینہ آیا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تین باتیں پیش کیں: یا تو ہموار زمین یعنی دیہاتوں کے بادشاہ آپ رہیں، اور مٹی کے گھر یعنی شہروں کا بادشاہ میں رہوں، یا آپؐ کے بعد میں آپؐ کا خلیفہ بنوں، نہیں تو قبیلہ غطفان کے ہزاروں آدمیوں کو لے کر میں آپ پر حملہ کروں گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا (مسیلمہ کذاب جب آیا تھا تو اس نے بھی ایسی ہی باتیں کی تھیں) عامر بن طفیل مدینہ میں سلول نامی عورت کے گھر میں اترا تھا، وہاں اسے گردن میں طاعون کی گلٹی نکلی، وہ سمجھ گیا اور اس نے کہا: یہ ویسی گلٹی ہے جیسی اونٹ کی گردن میں نکلتی ہے (اونٹ کی گردن میں جو گلٹی نکلتی ہے وہ طاعون کی گلٹی ہوتی ہے، عامر نے کہا: مجھے بھی طاعون کی گلٹی نکلی ہے، اب میں مرجاؤں گا، مگر چارپائی پر مرنا نہیں چاہتا) میرے پاس میرا گھوڑا لاؤ (وہ اس پر سوار ہوکر اپنے گھر چل دیا) وہ اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر مرگیا، آگے حدیث میں بیر معونہ کا واقعہ ہے۔

[٤٠٩١-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَنَسٌ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم بَعَثَ خَالَهُ - أَخٌ لِأُمِّ سُلَيْمٍ - فِيْ سَبْعِيْنَ رَاكِبًا، وَكَانَ رَئِيْسُ الْمُشْرِكِيْنَ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ خَيَّرَ بَيْنَ ثَلَاثِ خِصَالٍ، فَقَالَ: يَكُوْنُ لَكَ أَهْلُ السَّهْلِ وَلِيَ أَهْلُ الْمَدَرِ، أَوْ أَكُوْنُ خَلِيْفَتَكَ، أَوْ أَغْزُوْكَ بِأَهْلِ غَطْفَانَ بِأَلْفٍ وَأَلْفٍ، فَطُعِنَ عَامِرٌ فِي بَيْتِ أُمِّ فُلَانٍ، فَقَالَ: غُدَّةٌ كَغُدَّةِ الْبَعِيْرِ، فِيْ بَيْتِ امْرَأَةٍ مِنْ آلِ فُلَانٍ، ائْتُوْنِيْ بِفَرَسِي فَمَاتَ عَلٰى ظَهْرِ فَرَسِهِ.

فَانْطَلَقَ حَرَامٌ أَخُوْ أُمِّ سُلَيْمٍ، وَهُوَ رَجُلٌ أَعْرَجُ، وَرَجُلٌ مِنْ بَنِيْ فُلَانٍ، قَالَ: كُوْنَا قَرِيْبًا حَتَّى آتِيَهُمْ، فَإِنْ آمَنُوْنِيْ كُنْتُمْ، وَإِنْ قَتَلُوْنِيْ أَتَيْتُمْ أَصْحَابَكُمْ، فَقَالَ: أَتُؤَمِّنُوْنِ أُبَلِّغْ رِسَالَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم؟ فَجَعَلَ يُحَدِّثُهُمْ، وَأَوْمَؤُا إِلَى رَجُلٍ فَأَتَاهُ مِنْ خَلْفِهِ فَطَعَنَهُ- قَالَ هَمَّامٌ: أَحْسِبُهُ حَتَّى أَنْفَذَهُ - بِالرُّمْحِ، قَالَ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ! فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ! فَلُحِقَ الرَّجُلُ فَقُتِلُوْا كُلُّهُمْ غَيْرَ الْأَعْرَجِ كَانَ فِيْ رَأْسِ

جَبَلٍ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْنَا ثُمَّ كَانَ مِنَ الْمَنْسُوْخِ:" إِنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا" فَدَعَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلَيْهِمْ ثَلاَ ثِيْنَ صَبَاحًا، عَلٰى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَبَنِيْ لِحْيَانَ وَعُصَيَّةَ الَّذِيْنَ عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ صلى الله عليه وسلم.[راجع: ۱۰۰۱]

[۴۰۹۲-] حَدَّثَنِيْ حِبَّانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، قَالَ: وَحَدَّثَنِيْ ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُوْلُ: لَمَّا طُعِنَ حَرَامُ بْنُ مِلْحَانَ - وَكَانَ خَالَهُ - يَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ، قَالَ بِالدَّمِ هٰكَذَا، فَنَضَحَهُ عَلٰى وَجْهِهِ وَرَأْسِهِ، ثُمَّ قَالَ: فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ![راجع: ۱۰۰۱]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے ان کے ماموں ام سُلیم رضی اللہ عنہا کے بھائی (حضرت حرام رضی اللہ عنہ کو) ستر سواروں کے ساتھ بھیجا اور مشرکین کا سردار عامر بن طفیل تھا، اس نے (نبی ﷺ کو) تین باتوں میں اختیار دیا تھا: اس نے کہا: آپؐ کے لئے ہموار زمین والے (دیہاتی) ہوں اور میرے لئے مٹی کے گھر والے (شہری) ہوں یا میں آپؐ کا قائم مقام بنوں یا میں آپؐ کے ساتھ لڑوں ہزاروں ہزار غطفان والوں کے ساتھ، پس عامر طاعون زدہ ہوا ام فلاں کے گھر میں، پس اس نے کہا: گانٹھ اونٹ کی گانٹھ کی طرح (نکلی ہے) فلاں خاندان کی ایک عورت کے گھر میں، لاؤ میرے پاس میرا گھوڑا، پس وہ اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر مر گیا۔

اور ام سُلیمؓ کے بھائی حضرت حرام رضی اللہ عنہ چلے اور وہ لنگڑے آدمی تھے (یہ صحیح نہیں، حضرت حرامؓ لنگڑے نہیں تھے ان کے ساتھ جو دوسرا آدمی تھا وہ لنگڑا تھا، جن کا نام کعب بن زیدؓ تھا، پس صحیح جملہ هُوَ وَرَجُلٌ أَعْرَجُ ہے یعنی واو ھو کے بعد ہے) اور خاندان فلاں کا ایک آدمی چلا (ان کا نام منذر بن محمدؓ تھا) حضرت حرامؓ نے دونوں سے کہا: تم دونوں نزدیک رہو (یہ خطاب لنگڑے صحابی سے اور تیسرے آدمی سے ہے) یہاں تک کہ میں ان کے پاس پہنچوں، پس اگر وہ مجھے امان دیں تو تم اپنی جگہ رہیو، اور اگر وہ مجھے قتل کر دیں تو تم اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ جائیو، پس حضرت حرامؓ نے کہا: کیا آپ لوگ مجھے امن دیتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کا پیغام پہنچاؤں؟ حضرت حرامؓ نے ان سے باتیں شروع کیں اور ان لوگوں نے ایک مرد کو اشارہ کیا، وہ ان کے پیچھے سے آیا اور ان کو بھالا مارا ـــــ راوی ہمام کہتے ہیں: میرا گمان ہے: اس نے اس بھالے کو آر پار کر دیا ـــــ حضرت حرامؓ نے کہا: اللہ اکبر! کعبہ کے پروردگار کی قسم! میں کامیاب ہو گیا، پس بھالا مارنے والا اپنی قوم (رعل، ذکوان اور عصیہ) سے مل گیا، پس ان قبائل نے ان سب کو قتل کر دیا، لنگڑے صحابی کے علاوہ، وہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے، پس اللہ تعالیٰ نے ہم پر قرآن نازل کیا جو بعد میں منسوخ کر دیا گیا کہ: "ہم نے ہمارے پروردگار سے ملاقات کی، پس وہ ہم سے خوش ہوئے اور ہمیں خوش کیا" پس بددعا کی نبی ﷺ نے ان کے حق میں تیس دن صبح کی نماز میں یعنی قبائل رعل، ذکوان، بنولحیان اور عصیہ پر، جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی (اور پہلے بتلایا ہے کہ بنولحیان کا ذکر اس روایت میں وہم ہے) اور دوسری روایت میں ہے کہ جب بیر معونہ کے موقع پر حضرت حرامؓ کو بھالا مارا گیا تو انھوں نے اس طرح

خون کے ساتھ اشارہ کیا، پس اس خون کو اپنے چہرے اور اپنے سر پر ملا، پھر کہا: کعبہ کے پروردگار کی قسم! میں کامیاب ہوگیا، یعنی انھوں نے اپنی بہادری کا مظاہرہ کیا اور اللہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

حضرت عامر بن فہیرہؓ اور دوسرے دو حضرات کی بیر معونہ کے حادثہ میں شہادت

عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام ہیں، نبی ﷺ دار ارقم میں داخل ہوئے (سنہ ۵ نبوی) اس سے پہلے وہ مسلمان ہوئے ہیں، وہ طفیل بن عبداللہ بن سخبرۃ کے غلام تھے، طفیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اخیافی بھائی ہیں، حضرت عائشہؓ کی والدہ ام رومانؓ کا نکاح پہلے عبداللہ سے ہوا تھا، انھوں نے زمانۂ جاہلیت میں مکہ آکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے دوستی کی تھی، پھر عبداللہ: طفیل لڑکا چھوڑ کر انتقال کر گیا تو ام رومان رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا، اور ان کے بطن سے حضرت عائشہ اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے، اس لئے طفیل دونوں کے اخیافی بھائی ہیں، صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کیا، سفرِ ہجرت میں عامرؓ نبی ﷺ کے ساتھ تھے، وہ بئر معونہ کے حادثہ میں شہید ہوئے ہیں، اور ان کی ایک کرامت ظاہر ہوئی ہے شہادت کے بعد ان کی لاش آسمان کی طرف اٹھائی گئی، یہ عامر بن طفیل کا بیان ہے، اس نے خود دیکھا، پھر وہ لاش زمین پر رکھ دی گئی، اور ایک روایت میں ہے کہ وہ لاش واپس نہیں آئی، اور حاشیہ میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو بھالا مارا گیا تو ان کے جسم سے ایک روشنی نکلی۔

بیر معونہ کے حادثہ میں دو صحابہ اور بھی شہید ہوئے ہیں: عروۃ بن اسماء بن الصلت اور منذر بن عمرو رضی اللہ عنہما، پہلے صحابی کے نام پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے لڑکے عروہ کا نام رکھا ہے اور دوسرے صحابی کے نام پر اپنے لڑکے منذر کا نام رکھا ہے، بزرگوں کے ناموں پر نام رکھنے کا سلسلہ قدیم سے جاری ہے۔

[٤٠٩٣-] حدثنا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتِ: اسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم أَبُوْ بَكْرٍ فِي الْخُرُوْجِ حِيْنَ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْأَذى، فَقَالَ لَهُ: "أَقِمْ" فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَتَطْمَعُ أَنْ يُؤْذَنَ لَكَ؟ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: " إِنِّيْ لَأَرْجُوْ ذٰلِكَ" قَالَتْ: فَانْتَظَرَهُ أَبُوْ بَكْرٍ، فَأَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ذَاتَ يَوْمٍ ظُهْرًا فَنَادَاهُ، فَقَالَ:" اخْرُجْ: أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ" فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَایَ، فَقَالَ: " أَشَعَرْتَ أَنَّهُ قَدْ أُذِنَ لِيْ فِي الْخُرُوْجِ؟" فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! الصُّحْبَةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" الصُّحْبَةَ" قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! عِنْدِيْ نَاقَتَانِ، قَدْ كُنْتُ أَعْدَدْتُهُمَا لِلْخُرُوْجِ، فَأَعْطَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم إِحْدَاهُمَا، وَهِيَ الْجَدْعَاءُ، فَرَكِبَا فَانْطَلَقَا حَتّٰى أَتَيَا الْغَارَ وَهُوَ بِثَوْرٍ فَتَوَارَيَا فِيْهِ، فَكَانَ عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ غُلَامًا لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الطُّفَيْلِ بْنِ سَخْبَرَةَ أَخُوْ عَائِشَةَ لِأُمِّهَا، وَكَانَتْ لِأَبِيْ بَكْرٍ مِنْحَةٌ، فَكَانَ يَرُوْحُ بِهَا،

وَيَغْدُوْ عَلَيْهِمْ، وَيُصْبِحُ، فَيَدَّلِجُ إِلَيْهِمَا، ثُمَّ يَسْرَحُ، فَلاَ يَفْطُنُ بِهِ أَحَدٌ مِنَ الرِّعَاءِ، فَلَمَّا خَرَجَ خَرَجَ مَعَهُمَا يَعْقِبَانِهِ حَتَّى قَدِمَا الْمَدِيْنَةَ، فَقُتِلَ عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ يَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ.

وَعَنْ أَبِيْ أُسَامَةَ قَالَ: قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ: فَأَخْبَرَنِيْ أَبِيْ قَالَ: لَمَّا قُتِلَ الَّذِيْنَ بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ، وَأُسِرَ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيُّ قَالَ لَهُ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ: مَنْ هٰذَا؟ وَأَشَارَ إِلَى قَتِيْلٍ، فَقَالَ لَهُ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ: هٰذَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ، فَقَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدَمَا قُتِلَ رُفِعَ إِلَى السَّمَاءِ، حَتَّى إِنِّيْ لَأَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْأَرْضِ، ثُمَّ وُضِعَ، فَأَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم خَبَرُهُمْ فَنَعَاهُمْ، فَقَالَ: "إِنَّ أَصْحَابَكُمْ قَدْ أُصِيْبُوْا، وَإِنَّهُمْ قَدْ سَأَلُوْا رَبَّهُمْ فَقَالُوْا: رَبَّنَا أَخْبِرْ عَنَّا إِخْوَانَنَا بِمَا رَضِيْنَا عَنْكَ وَرَضِيْتَ عَنَّا" فَأَخْبَرَهُمْ عَنْهُمْ وَأُصِيْبَ يَوْمَئِذٍ فِيْهِمْ عُرْوَةُ بْنُ أَسْمَاءَ بْنِ الصَّلْتِ، فَسُمِّيَ عُرْوَةُ بِهِ، وَمُنْذِرُ بْنُ عَمْرٍو، سُمِّيَ بِهِ مُنْذَرًا. [راجع: ٤٧٦]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے ہجرت کی اجازت چاہی، جب ان کے لئے کفار کی ایذ ارسانی آخری درجہ تک پہنچ گئی (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جبشہ کی طرف ہجرت کے ارادہ سے بھی نکلے تھے مگر ابن الدغنہ اپنی پناہ میں واپس لایا تھا، پھر جب نبی ﷺ کو صحابہ کی ہجرت گاہ مدینہ منورہ دکھلائی گئی تو آپؐ نے صحابہ کو مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت دیدی، اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت مانگی تھی) پس نبی ﷺ نے ان سے کہا: "رکے رہو" حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا آپؐ امید باندھتے ہیں کہ آپؐ کو بھی ہجرت کی اجازت ملے گی؟ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے بھی اس کی امید ہے، صدیقہؓ کہتی ہیں: ابوبکرؓ نے اس کا انتظار کیا، پس ایک دن نبی ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے دوپہر کے وقت اور آپؐ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آواز دی، اور فرمایا: "باہر آؤ، گھر سے نکالو ان لوگوں کو جو آپؓ کے پاس ہیں" ابوبکرؓ نے کہا: وہ میری دو بیٹیاں ہی ہیں، آپؐ نے فرمایا: تمہیں پتہ چلا کہ مجھے ہجرت کی اجازت دیدی گئی؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! رفاقت؟ نبی ﷺ نے فرمایا: تم ساتھ چلوگے، ابوبکرؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں، میں نے دونوں کو تیار کیا ہے ہجرت کے لئے پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک نبی ﷺ کو دی، اس کا نام جدعاء (کان کٹی) تھا (اس کے کان کٹے ہوئے نہیں تھے، نام پڑ گیا تھا، شاید کان چھوٹے ہونگے، اسی کو قصواء اور عضباء بھی کہتے تھے) پس دونوں سوار ہوئے اور چلے یہاں تک کہ دونوں غار میں پہنچے اور وہ غار ثور پہاڑ میں تھا، پس دونوں اس میں چھپ گئے اور عامر بن فہیرہ: عبداللہ بن طفیل بن سخبرہ کے غلام تھے (یہ وہم ہے، صحیح نام طفیل بن عبداللہ بن سخبرہ ہے) جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اخیافی بھائی تھے، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس دودھ والی اونٹنی تھی، پس عامر شام کے وقت اونٹنی کو لے کر جاتے تھے، اور صبح کے وقت لے کر جاتے تھے اور (وہاں) صبح کرتے تھے، پس رات کے آخری حصہ میں وہ ان

دونوں کے پاس جاتے تھے پھر اونٹنی کو چرنے کے لئے چھوڑ دیتے تھے، پس چرواہوں میں سے کسی کو اس کا پتہ نہیں چلتا تھا، پھر جب دونوں حضرات مدینہ روانہ ہوئے تو عامرؓ ان دونوں کے ساتھ چلے، باری باری پیچھے بٹھلاتے تھے وہ دونوں عامرؓ کو یہاں تک کہ دونوں مدینہ پہنچے، پس عامر بئر معونہ کے حادثہ میں شہید کئے گئے۔

اور دوسری سند سے حدیث ہے کہ جب بئر معونہ میں صحابہ شہید کئے گئے اور عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ قید کئے گئے تو ان سے عامر بن طفیل نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ اور اس نے اشارہ کیا ایک لاش کی طرف، عمرو بن امیہؓ نے کہا: یہ عامر بن فہیرہؓ ہیں، پس عامر بن طفیل نے کہا: بخدا! دیکھا میں نے اس کو مارے جانے کے بعد اٹھایا گیا وہ آسمان کی طرف، یہاں تک کہ میں دیکھ رہا تھا (اس کو) آسمان اور زمین کے درمیان، پھر وہ زمین پر رکھ دیا گیا۔

پس نبی ﷺ کو شہداء کی اطلاع ہوئی، آپؐ نے صحابہ کو ان کی موت کی خبر سنائی اور فرمایا: تمہارے ساتھی شہید کر دیئے گئے اور انھوں نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے احوال کی خبر پہنچا ئیں ہمارے بھائیوں کو کہ ہم آپ سے راضی ہو گئے اور آپ ہم سے راضی ہو گئے، پس اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو ان کے احوال کی خبر پہنچائی۔

اور شہید کئے گئے اس دن عروۃ بن اسماء بن الصلتؓ، پس نام رکھے گئے عروۃ بن الزبیرؓ ان کے نام سے، اور (شہید کئے گئے) منذر بن عمروؓ پس منذر بن الزبیرؓ نام رکھے گئے، ان کے نام سے۔

قنوتِ نازلہ کا مسئلہ

قنوت تین ہیں: ایک وہ قنوت (دعا) ہے جو وتروں میں پڑھا جاتا ہے، دوسرا: قنوتِ نازلہ ہے یعنی وہ قنوت ہے جو دشمن کی طرف سے پڑنے والی کسی افتاد کے وقت پڑھا جاتا ہے، جب مسلمانوں کو دشمن کی طرف سے کسی آفت کا سامنا ہو تو قنوتِ نازلہ پڑھنا چاہئے، یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

اور امام اعظم رحمہ اللہ کا مشہور قول یہ ہے کہ قنوتِ نازلہ صرف فجر کی نماز میں دوسری رکعت کے قومہ میں پڑھا جائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ تمام جہری نمازوں میں پڑھ سکتے ہیں، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک پانچوں نمازوں میں قنوتِ نازلہ پڑھ سکتے ہیں۔ اور تیسرا قنوت راتبہ ہے یعنی ہمیشہ فجر کی نماز میں پڑھا جانے والا قنوت، اس کے امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ قائل ہیں، پھر امام مالک رحمہ اللہ اس کو مستحب کہتے ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ سنت، باقی دو امام اس قنوت کے قائل نہیں، اور مالکیہ اور شافعیہ یہ قنوت صرف فجر کی نماز میں دوسری رکعت کے قومہ میں پڑھتے ہیں۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ وتر میں قنوت پورے سال ہے یا صرف رمضان میں یا رمضان کے نصف آخر میں؟ امام ابو حنیفہ اور امام احمد رحمہما اللہ کا مختار قول اور امام شافعی رحمہ اللہ کی تین روایتوں میں سے ایک روایت یہ ہے کہ وتر میں قنوت پورے سال ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک صرف رمضان میں ہے، باقی گیارہ مہینے وتروں میں قنوت نہیں اور امام

شافعی رحمہ اللہ کا اصل مذہب اور امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت یہ ہے کہ رمضان کی سولہویں رات سے ختم رمضان تک قنوت ہے باقی ساڑھے گیارہ مہینے قنوت نہیں۔

نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ قنوت کا محل کیا ہے؟ امام اعظم اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک قنوت کی جگہ وتر کی آخری رکعت میں رکوع سے پہلے ہے اور امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک رکوع کے بعد قومہ میں قنوت کی جگہ ہے۔

جاننا چاہئے کہ اس مسئلہ میں کوئی مرفوع روایت نہیں، اور صحابہ کے اقوال اور عمل مختلف ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سال بھر قنوت کے قائل تھے، اور وہ اس کی جگہ تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے تجویز کرتے تھے، احناف نے اسی کو لیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صرف رمضان کے آخری پندرہ دنوں میں قنوت پڑھنا مروی ہے، آپؓ تیسری رکعت کے رکوع کے بعد پڑھتے تھے، امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کو اختیار کیا ہے۔

[٤٠٩٤-] حدثنا مُحَمَّدٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ، عَنْ أَبِيْ مِجْلَزٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَنَتَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا، يَدْعُوْ عَلٰى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ، وَيَقُوْلُ: "عُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ"[راجع: ١٠٠١]

[٤٠٩٥-] حدثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: دَعَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلَى الَّذِيْنَ قَتَلُوْا - يَعْنِيْ أَصْحَابَهُ - بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ ثَلاَثِيْنَ صَبَاحًا، حِيْنَ يَدْعُوْ عَلٰى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَلِحْيَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللّٰهِ وَرَسُوْلَهُ، قَالَ: أَنَسٌ: فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِنَبِيِّهِ صلى الله عليه وسلم فِي الَّذِيْنَ قُتِلُوْا- أَصْحَابِ بِئْرِ مَعُوْنَةَ - قُرْآنًا قَرَأْنَاهُ حَتَّى نُسِخَ بَعْدُ:" بَلِّغُوْا قَوْمَنَا فَقَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِيْنَا عَنْهُ"[راجع: ١٠٠١]

[٤٠٩٦-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوْتِ فِي الصَّلاَةِ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، فَقُلْتُ: كَانَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ أَوْ بَعْدَهُ؟ قَالَ: قَبْلَهُ، قُلْتُ: فَإِنَّ فُلاَنًا أَخْبَرَنِيْ عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ: بَعْدَهُ، قَالَ: كَذَبَ! إِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا، أَنَّهُ كَانَ بَعَثَ نَاسًا، يُقَالُ لَهُمْ: الْقُرَّاءُ، وَهُمْ سَبْعُوْنَ رَجُلاً، إِلٰى نَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، وَبَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَهْدٌ، قِبَلَهُمْ فَظَهَرَ هٰؤُلآءِ الَّذِيْنَ كَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَهْدٌ، فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلَيْهِمْ.[راجع: ١٠٠١]

حدیث (۱): حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے رکوع کے بعد ایک مہینہ تک قنوتِ نازلہ پڑھا،

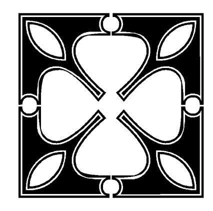
آپ ﷺ قبائل رعل اور ذکوان کے لئے بددعا کرتے تھے، اور فرماتے تھے: قبیلہ عُصیّہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

حدیث (۲): حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے بددعا کی ان لوگوں پر جنھوں نے بئر معونہ میں آپ ﷺ کے صحابہ کو شہید کیا تیس دن تک، جب بددعا کرتے تھے آپ ﷺ رعل، ذکوان، لحیان اور عصیّہ کے لئے، جس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پس اللہ تعالیٰ نے نازل کیا اپنے نبی پر ان لوگوں کے حق میں جو قتل کئے گئے یعنی بئر معونہ کے شہداء کے حق میں قرآن، پڑھا ہم نے اس کو یہاں تک کہ بعد میں وہ منسوخ کیا گیا: ''پہنچاؤ ہماری قوم کو کہ ہم نے اپنے پروردگار سے ملاقات کی، پس وہ ہم سے خوش ہوئے اور ہم ان سے خوش ہوئے''

حدیث (۳): عاصم احول نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نماز میں قنوت کے بارے میں پوچھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہے: عاصم نے پوچھا: رکوع سے پہلے یا بعد میں؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلے، عاصم نے کہاں: فلاں شاگرد (محمد بن سیرین) نے مجھے آپ سے روایت کرتے ہوئے بتلایا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رکوع کے بعد ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اس نے غلط کہا، نبی ﷺ نے رکوع کے بعد صرف ایک مہینہ قنوت پڑھا ہے، آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو بھیجا جن کو قراء (علماء) کہا جاتا تھا، وہ ستر آدمی تھے، مشرکین میں سے کچھ لوگوں کی طرف اور ان کے درمیان اور نبی ﷺ کے درمیان عہد و پیمان تھا ان کی طرف بھیجا، پس وہ غالب آگئے، جن کے درمیان اور نبی ﷺ کے درمیان عہد و پیمان تھا، پس نبی ﷺ نے رکوع کے بعد ایک مہینہ تک قنوت نازلہ پڑھا، آپ ﷺ ان کے لئے بددعا کرتے تھے۔

تشریح: وتروں میں قنوت رکوع سے پہلے ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہی فرمایا ہے اور محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا جو قول نقل کیا ہے کہ قنوت رکوع کے بعد ہے وہ قنوتِ نازلہ کے بارے میں ہے، قنوتِ راتبہ کے بارے میں نہیں ہے، تفصیل پہلے (تحفۃ القاری ۳:۳۲۶ میں) گذری ہے۔

(حادثہ رجیع اور بیر معونہ کا بیان مع ان کے متعلقات کے پورا ہوا)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غزوۂ احزاب یا غزوۂ خندق

(مع غزوۂ بنوقریظہ)

أحزاب: حِزْب کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: پارٹی، طاقت ور جماعت، ایسی جماعت جس میں یکساں اغراض ومقاصد کے لئے لوگ شامل ہوں، اس غزوہ میں چونکہ قریش، غطفان، کنانہ اور تہامہ میں آباد دوسرے حلیف قبائل حملہ آور ہوئے تھے، اس لئے اس کا نام غزوہ احزاب ہے۔

الخندق: میدانِ جنگ میں دشمن کے حملہ سے حفاظت کے لئے کھودا ہوا گہرا اور لمبا گڑھا، چونکہ اس جنگ میں جبل سَلَع کے پاس دشمن کا دباؤ روکنے کے لئے لمبا گڑھا کھودا گیا تھا، اس لئے اس کا نام غزوۂ خندق بھی ہے۔

واقعات کا تسلسل:

۱- جب ابوسفیان اور اس کے رفقاء غزوۂ احد سے واپس ہونے لگے تو ابوسفیان نے کہا تھا: آئندہ سال بدر میں پھر لڑیں گے، رسول اللہ ﷺ نے جواب دلوایا: ٹھیک ہے، یہ بات ہمارے اور تمہارے درمیان طے رہی، چنانچہ اگلے سال نبی ﷺ نے جنگ کی تیاری شروع کی اور شعبان ۴ ہجری میں آپؐ نے طے شدہ جنگ کے لئے بدر کا رخ کیا، آپؐ کے ساتھ ڈیڑھ ہزار فوج تھی، اور دس گھوڑے تھے، آپؐ بدر پہنچ کر مشرکین کے انتظار میں خیمہ زن ہوگئے۔

دوسری طرف ابوسفیان بھی پچاس سواروں سمیت دو ہزار مشرکین کی جمعیت لے کر روانہ ہوا اور مکہ سے ایک مرحلہ پر وادی مرالظہران پہنچ کر مِجَنَّہ نامی چشمہ پر خیمہ زن ہوا، مگر وہ مکہ سے بوجھل اور بددل نکلا تھا، وہ خوف زدہ ہوگیا، مرالظہران میں اس کی ہمت جواب دے گئی، اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: جنگ اس وقت موزوں ہوتی ہے جب شادابی اور ہریالی ہو، جانور چرسکیں اور تم دودھ پی سکو، اِس وقت خشک سالی ہے، لہٰذا میں واپس جارہا ہوں، تم بھی واپس چلو، ابوسفیان کے اس اعلان کی کسی نے مخالفت نہیں کی، گویا سب اس اعلان کے منتظر تھے، مسلمانوں نے بدر میں آٹھ دن تک دشمن کا انتظار کیا، سامانِ تجارت بیچ کر نفع حاصل کیا اور اس شان سے مدینہ واپس آئے کہ دلوں پر ان کی دھاک بیٹھ چکی تھی، اور ماحول پر ان کی گرفت مضبوط ہوچکی تھی (یہ غزوۂ بدر دوم اور غزوۂ بدر صغری کہلاتا ہے)

۲- احد میں جیتی ہوئی جنگ قریش نے ہار دی تھی، جنگ کے آخر میں ان کا ہاتھ اوپر ہوگیا تھا، مگر وہ لوگ فتح کا کوئی فائدہ اٹھائے بغیر واپس ہوگئے، وہ مسلمانوں کا استیصال نہیں کرسکے، اس کا ان کو شدید افسوس تھا، اس لئے وہ چاہتے تھے کہ مدینہ والوں کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ لڑیں اور مسلمانوں کی جڑ کاٹ دیں۔

۳- بنونضیر کے یہودی جو مدینہ سے جلاوطن کئے گئے تھے اور خیبر میں جا کر آباد ہوگئے تھے، ان کا دلوں کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا تھا، جب دور دور تک مسلمانوں کی حکمرانی کا سکہ بیٹھ گیا تو انہیں سخت جلن ہوئی، انھوں نے نئے سرے سے سازش شروع کی اور مسلمانوں پر ایک ایسی آخری کاری ضرب لگانے کی تیاری شروع کی جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کا چراغ گل ہوجائے، چونکہ ان میں براہِ راست مسلمانوں سے ٹکر لینے کی جرأت نہیں تھی، اس لئے انھوں نے ایک خطرناک پلان بنایا، بنونضیر کے بیس سردار مکہ قریش کے پاس گئے، اور انہیں مسلمانوں کے خلاف آمادۂ جنگ کرنے کے لئے اپنی مدد کا پورا یقین دلایا، اس کے بعد یہود کا یہ وفد بنوغطفان کے پاس گیا اور قریش ہی کی طرح انہیں بھی آمادۂ جنگ کیا، وہ بھی تیار ہوگئے، پھر اس وفد نے باقی قبائل عرب میں گھوم کر لوگوں کو جنگ کی ترغیب دی، چنانچہ ان قبائل کے بھی بہت سے افراد تیار ہوگئے، اس طرح یہودی بازی گروں نے کامیابی کے ساتھ کفر کے بڑے بڑے گروہوں اور جتھوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر جنگ کے لئے تیار کرلیا، چنانچہ شوال ۵ ہجری میں قریش، کنانہ اور تہامہ میں آباد دوسرے حلیف قبائل نے مدینہ کی جانب کوچ کیا، ان کا سپہ سالار ابوسفیان تھا، اور ان کی تعداد چار ہزار تھی، جب یہ لشکر مر الظہر ان پہنچا تو بنوسلیم بھی اس میں آشامل ہوئے اور مشرق کی طرف سے غطفانی قبائل: فزارہ، مرّہ اور اشجع نے کوچ کیا، ان تمام قبائل نے ایک مقررہ وقت اور مقررہ پروگرام کے ماتحت مدینے کا رخ کیا، ان کی مجموعی تعداد دس ہزار تھی، جو مدینہ کی پوری آبادی سے بھی زیادہ تھی، یہ سب یہ عزم مصمم لے کر چلے تھے کہ اس مرتبہ مسلمانوں کا استیصال کر کے ہی لوٹیں گے۔

۴- نبی ﷺ کو جب ان کی روانگی کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے صحابہ سے مشورہ کیا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا، انھوں نے کہا: میدان میں مقابلہ مناسب نہیں، فارس میں جب زبردست لشکر حملہ آور ہوتا ہے تو خندق کھود کر دشمن کا مقابلہ کیا جاتا ہے، نبی ﷺ نے اور صحابہ نے اس رائے کو پسند کیا، چنانچہ آپؐ نے خط کھینچ کر دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم کی اور کھدائی کا کام شروع ہوگیا، یہ قحط کا زمانہ تھا، سردی کا موسم تھا، راتیں ٹھنڈی تھیں، ٹھنڈی ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے، صحابہ پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے، تین ہزار صحابہ ذوق وشوق سے خندق کھودنے میں جُتے ہوئے تھے، جذبہ ایمانی پر جوش تھا، سب مل کر نغمہ زن تھے، سرکارِ مدینہ بذاتِ خود شریک کار تھے، شکم مبارک غبار سے اٹ گیا تھا، اور زبان پر حمد وشکر کا ترانہ تھا۔

۵- چھ دن میں کوہ سلع کے قریب خندق کی کھدائی مکمل ہوئی، اور لشکر اسلام وہاں خیمہ زن ہوا، کفار کا لشکر مدینہ پہنچا تو خندق نے ان کا استقبال کیا، وہ حیران رہ گئے، یہ صورتِ حال ان کے لئے نئی تھی، اور پریشان کن بھی، خندق عبور کرنے کی

کوئی صورت نہیں تھی، طرفین سے تیراندازی شروع ہوگئی، بیس دن یا ایک ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

۶-مشرکین خندق پار کرنے کی پوری کوشش کرتے تھے، لیکن مسلمان تیروں سے ان کا مقابلہ کرتے تھے اور ایسی پامردی سے ان کا مقابلہ کرتے تھے کہ ان کی ہر کوشش ناکام ہوجاتی تھی، اُن پُرزور مقابلوں میں نبی ﷺ اور صحابہ کرام کی بعض نمازیں بھی فوت ہوگئیں، جو بعد میں قضا کی گئیں، اور اسی تیراندازی کے دوران صدیق الانصار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بھی ایک تیر لگا جس سے ان کے بازو کی شہ رگ کٹ گئی، اور وہی بالآخر ان کی موت کا سبب بنی۔

۷-لشکر کفار کے شہسواروں کو گوارہ نہ تھا کہ اس طرح خندق کے پاس نتائج کے انتظار میں بے فائدہ محاصرہ کئے پڑے رہیں، چنانچہ ان کی ایک جماعت نے جن میں عمرو بن وُدّ۔ عکرمہ بن ابی جہل اور ضرار بن خطاب وغیرہ تھے، ایک تنگ مقام سے خندق پار کرلی اور مسلمانوں کو مقابلہ کے لئے للکارا، ادھر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ چند مسلمانوں کے ہمراہ نکلے، اور عمرو بن وُدّ کے مقابل ہوئے، دونوں میں پُرزور ٹکر ہوئی، ایک نے دوسرے پر بڑھ چڑھ کر وار کئے، بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کردیا، باقی مشرکین بھاگ کر خندق پار چلے گئے، وہ اس قدر حواس باختہ تھے کہ عکرمہ بھاگتے ہوئے اپنا نیزہ بھی چھوڑ گیا۔

۸-ایک طرف مسلمان محاذِ جنگ پر مشکلات سے دوچار تھے، دوسری طرف سازش جاری تھی، خیبر کے یہود اس کوشش میں تھے کہ مسلمانوں سے آخری بدلہ لے لیں، مجرم اکبر بنونضیر کا سردار حُیَیّ بن اخطب بنوقریظہ کے پاس آیا، اور ان کے سردار کعب بن اسعد کو ورغلایا، یہ شخص بنوقریظہ کی طرف سے عہد وپیمان باندھنے توڑنے کا مختار ومجاز تھا، اور اسی نے نبی ﷺ سے معاہدہ کیا تھا کہ جنگ کے مواقع پر اس کا قبیلہ آپؐ کی مدد کرے گا، حیی: کعب کے پاس آیا اور طرح طرح کی باتیں کرکے اور سبز باغ دکھا کر کعب کو عہد توڑنے پر راضی کرلیا اور بنوقریظہ عملی طور پر جنگی کاروائیوں میں مصرف ہوگئے، اور مشرکین کے ساتھ اپنے اتحاد کا عملی ثبوت پیش کرنے کے لئے رسد رسانی شروع کردی، حتی کہ مسلمانوں نے ان کی رسد کے بیس اونٹوں پر قبضہ بھی کرلیا۔

۹-عورتوں کو'فارع' نامی قلعہ میں حفاظت کی غرض سے جمع کیا گیا تھا، اور ان کی نگرانی کے لئے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا گیا تھا، ایک یہودی اس قلعہ کے اردگرد چکر کاٹنے لگا، یہ اس وقت کی بات ہے جب بنوقریظہ عہد وپیمان توڑ کر مسلمانوں کے ساتھ برسرِ پیکار ہوچکے تھے، اور عورتوں اور بچوں کی طرف سے کوئی دفاع کرنے والا نہ تھا، اس لئے نبی ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ یہودی قلعہ کا چکر کاٹ رہا ہے، اور مجھے اندیشہ ہے کہ باقی یہود ہماری کمزوری سے آگاہ ہوجائیں گے کہ قلعہ میں کوئی فوج نہیں ہے، اور رسول اللہ ﷺ اور مسلمان ان کی مدد کو نہیں پہنچ سکتے، وہ اپنے معاملات میں الجھے ہوئے ہیں، پس ایسا نہ ہو کہ یہود قلعہ پر چڑھائی کردیں، تم جا کر اس کو قتل کردو، حضرت حسانؓ نے کہا: تم جانتی ہو کہ میں اس کام کا آدمی نہیں ہوں، پس حضرت صفیہؓ نے خود کمر باندھی،

ایک بھاری لکڑی لی، اور قلعے سے اتر کر اس یہودی کے پاس پہنچی اور اس کو لکڑی سے مار مار کر ختم کر دیا، پھر واپس آئیں اور حضرت حسان سے کہا: جاؤ، اس کے ہتھیار اتار لاؤ، حضرت حسانؓ نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

۱۰- جب نبی ﷺ کو بنو قریظہ کی بدعہدی کی اطلاع ملی تو آپؐ نے فوراً تحقیق حال کے لئے اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ کو اور خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادۃ کو روانہ کیا، اور اُن سے کہہ دیا کہ اگر نقض عہد کی خبر صحیح ہو تو مبہم خبر دینا، جب یہ دونوں حضرات ان کے قریب پہنچے تو ان کو انتہائی خباثت پر آمادہ پایا، انھوں نے علانیہ گالیاں بکیں اور رسول اللہ ﷺ کی اہانت کی، انھوں نے کہا: اللہ کا رسول کون ہوتا ہے؟ ہمارے اور محمد کے درمیان کوئی عہد نہیں، یہ سن کر وہ دونوں حضرات واپس آئے، اور مبہم الفاظ میں کہا: عَضَل وقارہ! یعنی ان قبائل کی طرح بنو قریظہ نے بھی بدعہدی کی ہے، یہ بات اگرچہ اشارہ کنایہ میں کہی گئی تھی، مگر عام لوگوں کو صورتِ حال کا علم ہو گیا، اور اس طرح ایک خوفناک خطرہ ان کے سامنے مجسم ہو گیا۔

۱۱- اسی موقعہ پر منافقین نے بھی سر ابھارا، وہ کہنے لگے: محمد ہم سے وعدے کرتے تھے کہ ہم قیصر وکسری کے خزانے کھائیں گے، اور یہاں حالت یہ ہے کہ استنجے جانا بھی خطرہ سے خالی نہیں، اور بعض منافقین اپنے سرداروں سے یہ کہہ کر اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں، ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اپنے گھروں کی خبر لیں۔

۱۲- ایک طرف لشکر کا یہ حال تھا، دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کی یہ حالت تھی کہ آپ بنو قریظہ کی بدعہدی کی خبر سن کر اپنا سر اور چہرہ کپڑے سے ڈھانک کر چت لیٹ گئے، اور دیر تک لیٹے رہے، اس سے صحابہ کا اضطراب بڑھ گیا، مگر جلد ہی آپ ﷺ پر امید غالب آگئی، آپؐ اٹھ بیٹھے، اور فرمایا: مسلمانو! اللہ کی مدد اور فتح کی خوش خبری سن لو! اس کے بعد آپؐ نے پیش آمدہ حالات سے نمٹنے کی صورتوں پر غور شروع کیا، چنانچہ مدینہ کی حفاظت کے لئے فوج کا ایک حصہ روانہ فرمایا، تاکہ یہود کی طرف سے عورتوں اور بچوں پر اچانک کوئی حملہ نہ ہو جائے۔

علاوہ ازیں: ایک فیصلہ کن اقدام کی ضرورت تھی، جس سے دشمن کے مختلف گروہوں میں پھوٹ پڑ جائے اور ان کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا جائے، چنانچہ آپؐ نے سوچا کہ بنو غطفان کے دونوں سرداروں عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف سے مدینہ کی ایک تہائی پیداوار پر مصالحت کر لی جائے، تاکہ وہ اپنے قبیلوں کو لے کر واپس ہو جائیں اور تنہا قریش سے نمٹنا آسان ہو جائے۔

مگر جب آپؐ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا تو دونوں سرداروں نے بیک زبان کہا: یارسول اللہ! اگر یہ اللہ کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر! اور اگر آپؐ محض ہماری خاطر ایسا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس کی ضرورت نہیں، جب ہم مشرک تھے تب وہ لوگ میزبانی یا خرید و فروخت کے سوا ایک دانے کی بھی طمع نہیں کر سکتے تھے، اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو دولتِ اسلام سے نوازا، اور آپؐ کے ذریعہ عزت بخشی، ہم اپنا مال ان کو کیسے دے سکتے ہیں؟ اب تو ہم ان کو اپنی تلواریں دیں گے! آپؐ نے فرمایا: جب میں نے دیکھا کہ سارا عرب تم پر پل پڑا ہے اور ایک

کمان سے وار کیا ہے تو تمہاری خاطر میں نے یہ کام کرنا چاہا تھا۔

۱۳- پھر اللہ کا فضل ہوا، دشمن میں پھوٹ پڑ گئی، اور ان کی دھار کند ہو گئی، ہوا یہ کہ بنو غطفان کے ایک صاحب جن کا نام نُعیم بن مسعود بن عامر اشجعی تھا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور مسلمان ہوئے، اور عرض کیا کہ ابھی لوگوں کو میرے اسلام کا علم نہیں، آپ مجھے کوئی حکم دیں، میں اس کی تعمیل کروں گا، آپؐ نے فرمایا: تم فقط ایک آدمی ہو (اس لئے کوئی فوجی اقدام تو کر نہیں سکتے) ہاں تم دشمن میں پھوٹ ڈالو، اور ان کی حوصلہ شکنی کرو، کیونکہ جنگ خُدْعَة (چال چلنے کا نام) ہے۔

چنانچہ حضرت نُعیم رضی اللہ عنہ فوراً بنو قریظہ کے پاس پہنچے (زمانہ جاہلیت سے ان کا ان کے ساتھ بڑا میل جول تھا) وہاں پہنچ کر ان سے کہا: آپ لوگ جانتے ہیں: مجھے آپ لوگوں سے محبت اور خصوصی تعلق ہے، انھوں نے کہا: جی ہاں! نعیم نے کہا: پھر سنو! قریش کا معاملہ آپ لوگوں سے مختلف ہے، آپ لوگ یہاں کے ہیں، آپ لوگوں کا گھر بار یہاں ہے، مال و دولت اور کاروبار یہاں ہے، آپ لوگ اسے چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتے اور قریش و غطفان باہر کے ہیں، وہ محمد سے جنگ کرنے آئے تو آپ لوگوں نے ان کا ساتھ دیا، کل کو اگر وہ بوریا بستر باندھ کر چل دیئے تو آپ لوگ ہونگے اور محمد ہونگے، وہ جس طرح چاہیں گے آپ لوگوں سے انتقام لیں گے، اس پر بنو قریظہ چونکے، انھوں نے کہا: بتایئے اب کیا کیا جائے؟ نعیم نے کہا: قریش جب تک آپ لوگوں کو اپنے آدمی یرغمال کے طور پر نہ دیں آپ ان کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوں، بنو قریظہ نے کہا: آپ نے بہت مناسب رائے دی!

پھر نعیم سیدھے قریش کے پاس پہنچے اور ان سے کہا: آپ لوگوں سے مجھے جو محبت اور جذبہ خیر خواہی ہے، اسے آپ جانتے ہیں؟ انھوں نے کہا: جی ہاں! نعیم نے کہا: اچھا تو اب سنو! بنو قریظہ نے محمد کے ساتھ جو عہد شکنی کی ہے وہ اس پر نادم ہیں، اور اب ان لوگوں نے طے کیا ہے کہ وہ آپ لوگوں سے کچھ یرغمال حاصل کر کے محمد کے حوالے کریں گے، اور اس طرح محمد سے اپنا معاملہ استوار کر لیں گے، لہٰذا اگر وہ یرغمال طلب کریں تو آپ لوگ ہرگز اپنے آدمی نہ دیں، پھر غطفان کے پاس جا کر بھی یہی بات کہی، اس طرح ان کے بھی کان کھڑے کر دیئے۔

اس کے بعد جمعہ اور بار کی درمیانی رات میں قریش نے یہود کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمارا قیام کسی سازگار اور موزون جگہ میں نہیں ہے، گھوڑے اور اونٹ مر رہے ہیں، اس لئے ادھر سے ہم اور اُدھر سے آپ لوگ اٹھیں اور ایک ساتھ محمد پر حملہ کر دیں، یہود نے جواب دیا: آج بار کا دن ہے، ہم آج کچھ نہیں کر سکتے، علاوہ ازیں جب تک آپ لوگ اپنے کچھ آدمی یرغمال کے طور پر نہیں دیں گے ہم لڑائی میں شریک نہیں ہونگے، جب یہ جواب قریش اور غطفان کو پہنچا تو انھوں نے کہا: واللہ! نعیم نے سچ کہا تھا! چنانچہ انھوں نے یہود کو کہلا بھیجا کہ خدا کی قسم! ہم آپ کو کوئی آدمی نہیں دیں گے، بغیر کسی ضمانت کے آپ لوگ ہمارے ساتھ مل کر محمد سے لڑیں، یہ سن کر بنو قریظہ نے کہا: واللہ! نعیم نے ہم سے سچ ہی کہا تھا! اس طرح دونوں

فریق کا اعتماد ایک دوسرے سے اٹھ گیا، اوران کی صفوں میں پھوٹ پڑ گئی، اوران کے حوصلے ٹوٹ گئے۔

۱۴- اِدھر رسول اللہ ﷺ اور مسلمان دعاؤں میں لگے ہوئے تھے: اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَآمِنْ رَوْعَاتِنَا: اے اللہ! ہماری پردہ پوشی فرما! اور ہمیں خطرات سے مامون فرما، اور نبی ﷺ یہ دعا فرمارہے تھے: اَللّٰھُمَّ! مُنْزِلَ الْکِتَابِ، سَرِیْعَ الْحِسَابِ، اهْزِمِ الْأَحْزَابَ، اَللّٰھُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ: اے اللہ! اے قرآن کے اتارنے والے! اے جلدی حساب لینے والے! ان لشکروں کو شکست دیں، اے اللہ! انہیں شکست دیں اور انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیں!

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی اور مسلمانوں کی دعائیں سن لیں، اور تند و تیز ہواؤں کا طوفان بھیج دیا، جس نے کفار کے خیمے اکھاڑ دیئے، ہانڈیاں پلٹ دیں، طنابیں اکھاڑ دیں اور کسی چیز کو قرار نہ رہا، ساتھ ہی فرشتوں کا لشکر بھیج دیا جس نے ان کو ہلا کر رکھ دیا، اوران کے دلوں میں رعب اور خوف ڈال دیا اوران کے کمانڈر انچیف نے واپسی کا اعلان کردیا، صبح ہوئی تو میدان صاف تھا، اس طرح اللہ تعالیٰ نے دشمن کو کسی خیر کے حصول کا موقعہ دیئے بغیر غیظ وغضب میں بھرے ہوئے واپس کردیا، اور اللہ تعالیٰ ان سے جنگ کے لئے کافی ہوگئے، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا، مسلمانوں کے لشکر کو عزت بخشی اور تن تنہا سارے لشکر کو شکست دیدی اور آپؐ لشکر کے ساتھ مظفر و منصور مدینہ واپس آئے۔

۱- غزوۂ خندق کی تاریخ

غزوہ خندق کب پیش آیا؟ اس میں اختلاف ہے، موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں: یہ غزوہ شوال سنہ ۴ ہجری میں ہوا ہے۔ امام بخاریؒ نے اسی رائے کو اختیار کیا ہے اور دلیل میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت پیش کی ہے کہ وہ احد کے دن نبی ﷺ کے سامنے پیش ہوئے تھے، اس وقت وہ چودہ سال کے تھے، اس لئے نبی ﷺ نے ان کو غزوہ میں شرکت کی اجازت نہیں دی تھی، پھر غزوۂ خندق میں پیش ہوئے، اس وقت وہ پندرہ سال کے تھے، پس نبی ﷺ نے اجازت دیدی۔

اس سے معلوم ہوا کہ غزوۂ احد اور غزوۂ خندق میں صرف ایک سال کا فصل ہے اور یہ طے شدہ امر ہے کہ غزوۂ احد سنہ ۳ ہجری میں ہوا ہے، پس غزوۂ خندق کا سنہ ۴ ہجری میں ہونا ثابت ہوا۔

مگر جمہور ائمہ مغازی کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ غزوہ سنہ ۵ ہجری میں ہوا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما غزوۂ احد کے وقت پورے چودہ سال کے نہیں ہوں گے، بلکہ چودھویں سال کا آغاز ہوگا اور غزوۂ خندق کے وقت وہ پورے پندرہ سال کے ہوں گے اس اعتبار سے غزوۂ احد اور غزوۂ خندق میں دوسال کا وقفہ ہوتا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ غزوۂ احد سے واپسی کے وقت ابوسفیان نے کہا تھا کہ آئندہ سال بدر میں ہمارا تمہارا مقابلہ ہوگا، پھر وہ اگلے سال قحط سالی کا بہانہ بنا کر بدر میں نہیں آیا، اس کے ایک سال کے بعد دس ہزار آدمیوں کی جمعیت لے کر مدینہ پر چڑھ آیا، جس کو غزوۂ احزاب اور غزوۂ خندق کہتے ہیں، معلوم ہوا کہ ان دو غزووں میں دوسال کا وقفہ ہے، یہی جمہور علمائے

سیر کا قول ہے۔

[۳۰-] بَابُ غَزْوَةِ الْخَنْدَقِ وَهِيَ الْأَحْزَابُ

قَالَ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ: كَانَتْ فِيْ شَوَّالٍ سَنَةَ أَرْبَعٍ.

[۴۰۹۷-] حدثنا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم عَرَضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ فَلَمْ يُجْزِهِ، وَعَرَضَهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ فَأَجَازَهُ. [راجع: ۲۶۶۴]

۲-خندق کی کھدائی

ذوق وشوق اور حوصلہ افزائی

مسلمانوں نے ذوق وشوق، پوری محنت اور دلجمعی سے خندق کھودنی شروع کردی، نبی ﷺ ان کی حوصلہ افزائی کررہے تھے، اور کام کی ترغیب دے رہے تھے، آپؐ عملاً بھی صحابہ کے ساتھ شریک تھے، حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خندق میں تھے، لوگ کھود رہے تھے اور ہم کندھوں پر مٹی ڈھو رہے تھے، اور نبی ﷺ فرمارہے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَاعَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةْ ❁ فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارْ

اے اللہ! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے ÷ پس مہاجرین اور انصار کی بخشش فرما!

دوسری روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ہے: نبی ﷺ خندق کی طرف تشریف لائے، مہاجرین وانصار ایک ٹھنڈی صبح میں کھدائی کا کام کررہے تھے، ان کے پاس غلام نہیں تھے جو ان کا کام کردیتے، نبی ﷺ نے صحابہ کی مشقت اور بھوک دیکھی تو فرمایا:

اَللّٰهُمَّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَةْ ❁ فَاغْفِرْ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةْ

اے اللہ! زندگی تو یقیناً آخرت کی زندگی ہے ÷ پس انصار ومہاجرین کو بخش دے۔

انصار ومہاجرین نے جواب دیا:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدَا ❁ عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا أَبَدَا

ہم نے نبی ﷺ سے بیعت کی ہے ÷ ہمیشہ جہاد کرنے پر جب تک ہم باقی رہیں۔

تیسری روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مہاجرین وانصار مدینہ کے گرد خندق کھود رہے تھے، اور مٹی

اپنی پیٹھوں پر ڈھورہے تھے اور کہہ رہے تھے:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدَا ❁ عَلٰى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا أَبَدَا

اور نبی ﷺ ان کو جواب دے رہے تھے:

اللّٰهُمَّ إِنَّهُ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الآخِرَةْ ❁ فَبَارِكْ فِى الأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةْ

اے اللہ! خیر تو آخرت کی خیر ہے ÷ پس انصار اور مہاجرین میں برکت فرما۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اور وہ لائے جاتے تھے ایک لپ بھر کر جو، پس ان کے لئے وہ پکائے جاتے تھے پگھلی ہوئی چربی کے ساتھ، وہ کھانا لوگوں کے سامنے رکھا جاتا تھا اور لوگ فاقہ سے ہوتے تھے، اور کھانا بدمزہ ہوتا تھا اور اس میں بدبو ہوتی تھی (مگر فاقہ کی وجہ سے صحابہ زہر مار کرتے تھے)

[٤٠٩٨-] حدثنا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ، عَنْ أَبِىْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِى الْخَنْدَقِ، وَهُمْ يَحْفِرُوْنَ، وَنَحْنُ نَنْقُلُ التُّرَابَ عَلٰى أَكْتَادِنَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:

اللّٰهُمَّ لَاعَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الآخِرَةِ ❁ فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالأَنْصَارِ

[٤٠٩٩-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، عَنْ حُمَيْدٍ، سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى الْخَنْدَقِ، فَإِذَا الْمُهَاجِرُوْنَ وَالأَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ فِىْ غَدَاةٍ بَارِدَةٍ، فَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ عَبِيْدٌ يَعْمَلُوْنَ ذٰلِكَ لَهُمْ، فَلَمَّا رَأَى مَابِهِمْ مِنَ النَّصَبِ وَالْجُوْعِ قَالَ:

اللّٰهُمَّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الآخِرَةْ ❁ فَاغْفِرْ الأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةْ

فَقَالُوْا مُجِيْبِيْنَ لَهُ:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدَا ❁ عَلٰى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا أَبَدَا

[راجع: ٢٨٣٤]

[٤١٠٠-] حدثنا أَبُوْ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: جَعَلَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالأَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ الْخَنْدَقَ حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ، وَيَنْقُلُوْنَ التُّرَابَ عَلٰى مُتُوْنِهِمْ، وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدَا ❁ عَلٰى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا أَبَدَا

قَالَ: يَقُوْلُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ يُجِيْبُهُمْ:

اللّٰهُمَّ إِنَّهُ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الآخِرَةْ ❁ فَبَارِكْ فِى الأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةْ

قَالَ: وَيُؤْتُوْنَ بِمِلْءِ كَفَّيَّ مِنَ الشَّعِيْرِ، فَيُصْنَعُ لَهُمْ بِإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ، تُوْضَعُ بَيْنَ يَدَيِ الْقَوْمِ، وَالْقَوْمُ جِيَاعٌ، وَهِيَ بَشِعَةٌ فِي الْحَلْقِ، وَلَهَا رِيْحٌ مُنْتِنٌ. [راجع: ۲۸۳٤]

لغات: الْكَتَدُ: کندھوں کے درمیان کا حصہ جمع: أَكْتَاد .... مَتْن: پیٹھ، جمع: مُتُوْن .... مِلْءُ كَفَّيَّ: دومٹھیاں بھر کر، لپ بھر کر یعنی تھوڑا سا .... إهالة: لاون، خواہ زیتون کا تیل ہو یا گھی یا چربی .... سَنِخَة: بودار، جس میں سے باس آنے لگی ہو .... بَشِعَة: ایسی بدمزہ چیز جو گلے کو پکڑ لے۔

۳- خندق کی کھدائی کے وقت حضرت جابرؓ کا دعوت کرنا اور کھانے میں برکت ہونا

خندق کی کھدائی کا کام زور وشور سے چل رہا تھا، لوگ فاقہ سے تھے، پیٹوں پر پتھر باندھ رکھے تھے، جب مشقت کا کام کرنا پڑتا ہے اور پیٹ خالی ہوتا ہے تو چادر سے کمر باندھ لیتے ہیں، اور فاقہ ہو تو پیٹ پر پتھر رکھ کر چادر سے باندھتے ہیں، تا کہ کمر جھکنے نہ پائے، اور کہتے ہیں کہ عرب میں ایک خاص پتھر بھی ہوتا ہے جو فاقہ میں سکون بخشتا ہے۔

خندق کی کھدائی کے وقت ایک ایسا موقع آیا کہ صحابہ سے بھوک برداشت نہ ہوسکی، انھوں نے خدمتِ نبوی میں حاضر ہوکر اپنے پیٹ دکھائے، سب نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے، نبی ﷺ ان کے لئے کھانا کہاں سے لاتے؟ آپؐ نے بھی پیٹ دکھایا، آپؐ نے دو پتھر باندھ رکھے تھے، یعنی آپؐ کا فاقہ ڈبل تھا، صحابہ کو تسلی ہوگئی اور سب اپنے کام میں جُت گئے۔

خندق کی کھدائی میں ایک واقعہ یہ بھی پیش آیا ہے کہ ایک سنگلاخ زمین آئی، کدال کام نہیں کر رہا تھا، صحابہ نے نبی ﷺ سے صورتِ حال عرض کی، آپؐ خندق میں اترے اور اس سنگلاخ جگہ پر کدال مارا تو وہ جگہ ریت کا تودہ بن گئی۔

اور مسند احمد اور نسائی میں یہ اضافہ ہے کہ آپؐ نے جب پہلی بار بسم اللہ کہہ کر کدال ماری تو وہ چٹان ایک تہائی ٹوٹ گئی، آپؐ نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھ کو ملک شام کی کنجیاں دی گئیں، خدا کی قسم! شام کے سرخ محلوں کو اس وقت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، پھر آپؐ نے دوسری بار کدال ماری تو دوسرا تہائی حصہ ٹوٹ کر گرا، آپؐ نے فرمایا: اللہ اکبر! فارس کی کنجیاں مجھ کو عطا ہوئیں، خدا کی قسم! مدائن کے قصر ابیض کو اس وقت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، تیسری بار آپؐ نے بسم اللہ کہہ کر کدال ماری تو بقیہ چٹان ٹوٹ گئی، آپؐ نے فرمایا: اللہ اکبر! یمن کی کنجیاں مجھ کو عطا ہوئیں، خدا کی قسم! صنعاء کے دروازوں کو میں اپنی آنکھوں سے اس جگہ کھڑا ہوا دیکھ رہا ہوں۔

حافظ عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سند اس روایت کی حسن ہے اور ایک روایت میں ہے کہ پہلی بار کدال مارنے سے ایک روشنی ہوئی جس میں شام کے محل نظر آئے، آپؐ نے اللہ اکبر کہا اور صحابہ کرام نے بھی تکبیر کہی، اور یہ ارشاد فرمایا کہ جبرئیل امین علیہ السلام نے مجھ کو خبر دی کہ امت ان شہروں کو فتح کرے گی (سیرۃ المصطفیٰ ۲: ۳۱۷)

آپؐ نے اس وقت پیٹ پر پتھر باندھ رکھا تھا اور لوگوں کا تین دن کا فاقہ تھا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے گھر جانے کی

اجازت مانگی جومل گئی، گھر جا کر بیوی سے کہا: میں نے نبی ﷺ کی ایسی حالت دیکھی ہے کہ میں بے قرار ہو گیا ہوں، گھر میں کھانے کے لئے کچھ ہے؟ بیوی نے کہا: تھوڑے جو ہیں اور بکری کا بچہ ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: واہ واہ! آپ جو پیسیں میں بکری کے بچہ کو ذبح کرتا ہوں، پھر وہ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میں نے تھوڑا سا کھانا تیار کیا ہے آپؐ اور آپؐ کے ساتھ ایک دو آدمی چلیں، نبی ﷺ نے پوچھا: کھانا کتنا ہے؟ انھوں نے بتا دیا، نبی ﷺ نے اعلان کر دیا کہ سب چلو، جابرؓ نے کھانا تیار کیا ہے، کھدائی کرنے والے ایک ہزار تھے، سب فوراً چل دیئے، نبی ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا: جلدی گھر جاؤ اور میرے آنے تک ہانڈی چولھے سے نہ اترے اور روٹی پکنا شروع نہ ہو، پھر آپؐ نے تشریف لا کر ہانڈی میں دعا پڑھی اور آٹے میں بھی دعا پڑھی، اور حکم دیا کہ ایک اور عورت روٹی پکانے کے لئے بلالی جائے اور آٹے پر کپڑا اڈھانک دیا جائے اور حکم دیا کہ کپڑے کے نیچے ہاتھ ڈال کر آٹا نکالو اور روٹی پکاؤ، اور ہانڈی بھی ڈھک دی اور فرمایا: گوشت نکال کر ہانڈی ڈھانک دو، لوگوں نے کھانا شروع کیا، ایک ہزار آدمی شکم سیر ہو کر لوٹے، پھر بھی کھانا بچا، آپؐ نے گھر والوں سے فرمایا: اب تم کھاؤ اور پاس پڑوس میں ہدیہ دو، آج کل سب کے یہاں بھوک ہے۔

[٤١٠١-] حدثنا خَلاَّدُ بْنُ يَحْيىَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: أَتَيْتُ جَابِرًا، فَقَالَ: إِنَّا يَوْمَ خَنْدَقٍ نَحْفِرُ، فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيْدَةٌ فَجَاؤُا النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالُوْا: هٰذِهِ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ، فَقَالَ:" أَنَا نَازِلٌ" ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهُ مَعْصُوْبٌ بِحَجَرٍ، وَلَبِثْنَا ثَلاَ ثَةَ أَيَّامٍ لاَنَذُوْقُ ذَوَاقًا فَأَخَذَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ فَعَادَ كَثِيْبًا أَهْيَلَ أَوْ: أَهْيَمَ، فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! ائْذَنْ لِيْ إِلَى الْبَيْتِ، فَقُلْتُ لِامْرَأَتِيْ: رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم شَيْئًا مَا[كَانَ] فِيْ ذٰلِكَ صَبْرٌ، فَعِنْدَكِ شَيْئٌ؟ قَالَتْ: عِنْدِيْ شَعِيْرٌ وَعَنَاقٌ، فَذَبَحْتُ الْعَنَاقَ، وَطَعَنَتِ الشَّعِيْرَ حَتَّى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ، ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَالْعَجِيْنُ قَدِ انْكَسَرَ، وَالْبُرْمَةُ بَيْنَ الْأَثَافِيْ، قَدْ كَادَتْ أَنْ تَنْضَجَ، فَقَالَ: طُعَيِّمٌ لِي فَقُمْ أَنْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَرَجُلٌ أَوْرَجُلاَنِ، قَالَ:" كَمْ هُوَ؟" فَذَكَرْتُ لَهُ، قَالَ:" كَثِيْرٌ طَيِّبٌ" قَالَ:" قُلْ لَهَا لاَتَنْزِعِ الْبُرْمَةَ وَلاَ الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّوْرِ حَتَّى آتِيَ" فَقَالَ:" قُوْمُوْا" فَقَامَ الْمُهَاجِرُوْنَ [وَالْأَنْصَارُ] فَلَمَّا دَخَلَ عَلٰى امْرَأَتِهِ قَالَ: وَيْحَكِ! جَاءَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ وَمَنْ مَعَهُمْ، قَالَتْ: هَلْ سَأَلَكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ:" ادْخُلُوْا وَلاَ تَضَاغَطُوْا" فَجَعَلَ يَكْسِرُ الْخُبْزَ وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ اللَّحْمَ، وَيُخَمِّرُ الْبُرْمَةَ وَالتَّنُّوْرَ إِذَا أَخَذَ مِنْهُ، وَيُقَرِّبُ إِلٰى أَصْحَابِهِ، ثُمَّ يَنْزِعُ، فَلَمْ يَزَلْ يَكْسِرُ الْخُبْزَ وَيَغْرِفُ حَتَّى شَبِعُوْا وَبَقِيَ بَقِيَّةٌ، قَالَ:" كُلِيْ هٰذَا وَأَهْدِيْ، فَإِنَّ النَّاسَ أَصَابَتْهُمْ مَجَاعَةٌ"[راجع: ٣٠٧٠]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم غزوۂ خندق میں کھدائی کر رہے تھے، پس ایک سنگلاخ جگہ آئی (جو کسی سے ٹوٹ نہیں رہی تھی) صحابہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: یہ سنگلاخ جگہ خندق میں پیش آئی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: میں اترتا ہوں، پس آپؐ (اس جگہ) کھڑے ہوئے درانحالیکہ آپؐ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا اور ہمیں تین دن ہوگئے تھے کہ ہم نے کوئی چیز چکھی نہیں تھی، پس نبی ﷺ نے کدال لیا اور چوٹ ماری تو وہ جگہ ریت کا تودہ بن گئی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے گھر جانے کی اجازت دیجئے، میں نے اپنی بیوی سے کہا: میں نے نبی ﷺ کو ایسے حال میں دیکھا ہے کہ میں بے قرار ہوگیا ہوں (کیا آپ کے پاس کچھ ہے؟) بیوی نے کہا: میرے پاس جَو اور بکری کا بچہ ہے، پس میں نے بکری کے بچہ کو ذبح کیا اور اہلیہ نے جَو پیسے، یہاں تک کہ ہم نے گوشت ہانڈی میں (پکنے کے لئے) چڑھا دیا، پھر میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، درانحالیکہ آٹا ٹوٹ چکا تھا، یعنی آٹا گوندھا جاچکا تھا اور اس میں خمیر اٹھ چکا تھا، اور ہانڈی چولھے کے تین پتھروں کے درمیان تھی، یعنی چولھے پر چڑھی ہوئی تھی، پکنے کے قریب ہوچکی تھی، پس حضرت جابرؓ نے کہا: میرے پاس تھوڑا سا کھانا ہے اے اللہ کے رسول! آپؐ اور ایک آدمی یا دو آدمی چلیں، نبی ﷺ نے پوچھا: کتنا ہے؟ میں نے آپؐ کو بتلایا، آپؐ نے فرمایا: بہت اچھا ہے، آپؐ نے فرمایا: اہلیہ سے کہو: ہانڈی نہ اتارے اور روٹی تندور میں نہ لگائے جب تک میں نہ آجاؤں، پھر نبی ﷺ نے لوگوں سے کہا: اٹھو یعنی چلو، مہاجرین (اور انصار) چلے، جب جابرؓ اہلیہ کے پاس پہنچے تو کہا: اری تجھے کچھ خبر بھی ہے! نبی ﷺ مہاجرین وانصار اور سب لوگوں کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں، اہلیہ نے کہا: نبی ﷺ نے پوچھا تھا؟ حضرت جابرؓ نے کہا: ہاں، نبی ﷺ نے صحابہ سے کہا: گھر کے اندر آجاؤ، اور بھیڑ نہ کرو، پس نبی ﷺ روٹی توڑتے تھے اور اس پر گوشت رکھتے تھے اور ہانڈی اور تندور ڈھانک دیتے تھے، جب اس میں سے لے لیا جاتا، اور آپؐ اپنے ساتھیوں سے کھانا نزدیک کرتے تھے، پھر کھانا نکال لیتے تھے، پس برابر روٹی پکتی رہی، سالن نکلتا رہا، یہاں تک کہ لوگ شکم سیر ہوگئے (پیٹ ایکسٹھ ہوگیا) اور کچھ باقی بچ گیا، آپؐ نے فرمایا: تم کھاؤ اور ہدیہ دو، اس لئے کہ لوگوں کو فاقہ پہنچا ہوا ہے (یونس کی روایت میں ہے: فَلَمْ نَزَلْ نَأكُلُ وَنُهْدِى يَوْمَنَا أَجْمَعَ: ہم پورے دن کھاتے رہے اور ہدیہ دیتے رہے)

لغات: الكُدْيَة: سخت یا سنگلاخ زمین جس پر پھاوڑا کدال وغیرہ اثر نہ کرے، جمع: كُدًى .... المِعْوَل: کدال، گینتی (ایک آلہ جو مٹی اور پتھر وغیرہ کھودنے اور توڑنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے) ....الأَهْيَل: لگاتار گرنے والی مٹی یا ریت ....الأَهْيَم: بمعنی الأهيل، اصل معنی: انتہائی پیاسہ آدمی یا اونٹ ....العَنَاق: ولادت سے ایک سال تک کا بھیڑ بکری کا بچہ ....البُرْمَة: پتھر کی ہانڈی، اور مطلق ہانڈی، جمع بُرَم .... الأَثَافِيّ: مفرد: الأُثْفِيَّة: چولھے کا پایہ (تین اینٹیں یا پتھر) ....تضَاغَطَا: ایک دوسرے کو دبانا، تنگ کرنا، باہم ٹکرانا، ضَغَطَهُ (ف) ضَغْطًا: دیوار وغیرہ سے لگا کر بھینچنا، دبانا۔

[٤١٠٢-] حَدَّثَنِى عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِى سُفْيَانَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم خَمَصًا شَدِيْدًا، فَانْكَفَيْتُ إِلٰى امْرَأَتِى، فَقُلْتُ: هَلْ عِنْدَكِ شَيْئٌ؟ فَإِنِّى رَأَيْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم خَمَصًا شَدِيْدًا، فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ جِرَابًا فِيْهِ صَاعٌ مِنْ شَعِيْرٍ، وَلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا، وَطَحَنَتِ الشَّعِيْرَ، فَفَرَغَتْ إِلٰى فَرَاغِى، وَقَطَّعْتُهَا فِى بُرْمَتِهَا، ثُمَّ وَلَّيْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَتْ: لَا تَفْضَحْنِى بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَبِمَنْ مَعَهُ، فَجِئْتُهُ فَسَارَرْتُهُ، فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا وَطَحَنَّا صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ كَانَ عِنْدَنَا، فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ مَعَكَ، فَصَاحَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: " يَا أَهْلَ الْخَنْدَقِ! إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُوْرًا فَحَيَّ هَلًا بِكُمْ" فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " لَاتُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ، وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِيْنَكُمْ حَتَّى أَجِيْءَ" فَجِئْتُ وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقْدُمُ النَّاسَ، حَتَّى جِئْتُ امْرَأَتِى، فَقَالَتْ: بِكَ وَبِكَ! فَقُلْتُ: قَدْ فَعَلْتُ الَّذِىْ قُلْتِ، فَأَخْرَجَتْ لَهُ عَجِيْنًا فَبَسَقَ فِيْهِ وَبَارَكَ، ثُمَّ عَمَدَ إِلٰى بُرْمَتِنَا فَبَسَقَ فِيْهِ وَبَارَكَ، ثُمَّ قَالَ: " ادْعُ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ وَاقْدَحِىْ مِنْ بُرْمَتِكُمْ، وَلَا تُنْزِلُوْهَا" وَهُمْ أَلْفٌ، فَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ! لَقَدْ أَكَلُوْا حَتَّى تَرَكُوْهُ وَانْحَرَفُوْا، وَإِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِىَ، وَإِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ. [راجع: ٣٠٧٠]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب خندق کھودی جارہی تھی، میں نے نبی ﷺ کو سخت بھوکے پیٹ دیکھا، پس میں اہلیہ کی طرف پلٹا، میں نے پوچھا: آپ کے پاس کچھ ہے؟ میں نے نبی ﷺ کو سخت بھوکے پیٹ دیکھا ہے، بیوی نے میرے سامنے چمڑے کا برتن نکالا جس میں ایک صاع جو تھے اور ہمارے پاس گھر کا پلا ہوا بھیڑ کا بچہ تھا، میں نے اس کو ذبح کیا اور اہلیہ نے جو پیسے، وہ فارغ ہوگئی میرے فارغ ہونے کے ساتھ، یعنی ہم دونوں اپنے اپنے کام سے ایک ساتھ فارغ ہوگئے، اور ٹکڑے کئے میں نے بھیڑ کے بچہ کے اس کی ہانڈی میں، پھر میں نے پیٹھ پھیری رسول اللہ ﷺ کی طرف، پس اہلیہ نے کہا: مجھے رسوا نہ کرنا رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے اور ان لوگوں کی وجہ سے جو آپ کے ساتھ آئیں، یعنی اتنے لوگوں کو دعوت دے کر نہ لانا کہ کھانا ناکافی ہوجائے اور مجھے شرمندگی اٹھانی پڑے، پس میں آپ کی خدمت میں آیا، اور میں نے آپ سے چپکے سے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم نے اپنا ایک بھیڑ کا بچہ ذبح کیا ہے اور اہلیہ نے جو کا ایک صاع پیسا ہے، جو ہمارے پاس تھا، پس تشریف لے چلیں آپ اور چند حضرات آپ کے ساتھ، پس نبی ﷺ نے چلا کر کہا: اے خندق والو! جابر نے تھوڑا کھانا تیار کیا ہے پس جلدی سے سب حضرات چلو! پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہ اتارنا تم اپنی ہانڈی اور نہ پکانا تم اپنا آٹا، یہاں تک کہ میں آجاؤں، پس میں گھر آیا، اور رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے، آپ

لوگوں سے آگے چل رہے تھے یہاں تک کہ میں اہلیہ کے پاس پہنچا، انھوں نے کہا: آپ کیا کر آئے! آپ کیا کر آئے! میں نے کہا: جو آپ نے کہا تھا وہ میں نے کیا، یعنی میں نے چپکے سے چند آدمیوں کو دعوت دی، پس اہلیہ نے نبی ﷺ کے سامنے گوندھا ہوا آٹا رکھا، آپؐ نے اس میں لعاب ڈالا اور برکت کی دعا کی، پھر آپؐ نے ہماری ہانڈی کا قصد کیا اس میں لعاب ڈالا اور برکت کی دعا کی، پھر فرمایا: کوئی روٹی پکانے والی بلالو جو آپ کے ساتھ روٹی پکائے اور پیالہ میں سالن نکالو اپنی ہانڈی سے اور اس کو چولھے سے مت اتارو، اور لوگ ایک ہزار تھے پس میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں! سب نے کھالیا، یہاں تک کہ انھوں نے کھانا چھوڑ دیا اور سب رخصت ہوگئے، اور بیشک ہماری ہانڈی البتہ جوش مار رہی تھی جیسی پہلے جوش مار رہی تھی، اور بیشک ہمارا گوندھا ہوا آٹا پکایا جارہا تھا جیسا وہ پہلے پکایا جارہا تھا۔

لغات اور وضاحت: خَمِصَ بَطْنُه (س) خَمَصًا: پیٹ خالی ہونا، بھوکا ہونا فَهُوَ خَمْصَان، ج: خِمَاص .... اِنْكَفَأَ إِلَيه: لوٹنا، جیسے اِنْكَفَأَ إِلٰى وَطْنِه .... جِرَاب: چمڑے کا برتن .... بُهَيْمَة: بُهْمَة کی تصغیر: بھیڑ کا چھوٹا بچہ، پٹھیا .... دَاجِن: گھر میں پلا ہوا .... إِلٰى فَرَاغِي: میرے فارغ ہونے کے ساتھ، إلى بمعنی مع .... حَيَّ: آ، کہا جاتا ہے: حَيَّ عَلٰى كَذَا اور إِلٰى كَذَا: جلدی سے آ، اور اسی سے ہے حَيَّ على الصلوٰة: نماز کے لئے جلدی آ .... هَلاً بِكُمْ: (لام مفتوحہ منونہ مخففہ) ترغیب کے ساتھ بلانے کے لئے ہے، أَىْ هَلُمُّوْا مُسْرِعِيْنَ: جلدی سے آؤ، پس یہ حَيَّ کا مترادف ہے .... قَدَمَ (ن) القَوْمَ قَدْمًا: آگے آگے ہونا، آگے رہنا، جیسے ﴿يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾: فرعون قیامت کے دن اپنی قوم سے آگے ہوگا (ہود ۹۸) .... بِكَ وَبِكَ: فَعَلَ اللّٰهُ بِكَ وَفَعَلَ اللّٰهُ بِكَ کا مخفف ہے اور یہ کلمہ کوسنے کے لئے ہے، یعنی ارے تو کیا کر آیا! .... بَسَقَ اور بَصَقَ (ن) بَسْقًا اور بَصْقًا: تھوکنا، .... اِقْدَحِي: چمچے سے نکال بابہ فتح قَدَحَ الْقِدْرَ: ہانڈی میں سے چمچے سے نکالا .... اِنْحَرَفُوْا: أَى مَالُوْا عَنِ الطَّعَامِ: کھانے سے منحرف ہوئے، کھانے سے ہٹے .... غَطَّ الْقِدْرُ: دیگچی سے کھولنے کی آواز آنا، کھدبدانا۔

ملحوظہ: فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ: ہمارے نسخہ میں فَلْتَخْبِزْ مَعِىْ ہے اور مصری نسخہ میں معك ہے، میں نے تبدیلی کی ہے، کیونکہ یہی واضح ہے۔

غزوۂ احزاب کی سنگین صورتِ حال

غزوۂ احزاب میں قریش اور دیگر قبائل کا دس ہزار کا لشکر مدینہ پر چڑھ آیا تھا اور اندر سے بنوقریظہ نے بدعہدی کی تھی، ان کا مستقل خطرہ منڈلا رہا تھا، اور منافقین مارِ آستین بنے ہوئے تھے اور صورت حال ایسی سنگین ہوگئی تھی جس کا نقشہ سورۃ الاحزاب آیت ۱۰ میں کھینچا گیا ہے ﴿إِذْ جَاءُ وْكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا﴾: جب وہ لوگ تم پر چڑھ آئے اوپر کی جانب سے اور نیچے کی جانب سے اور آنکھیں پتھرا

گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے!

تفسیر: غزوۂ بدر میں کفار ایک ہزار کا لشکر لے کر آئے تھے، پھر غزوۂ احد میں حملہ کرنے والوں کا لشکر تین ہزار کا تھا اور احزاب میں لشکر کی تعداد ہر مرتبہ سے زیادہ تھی، تمام قبائل کی مجموعی تعداد دس ہزار تھی، سامانِ جنگ بھی زیادہ تھا، قبائل عرب کے ساتھ یہود کی طاقت بھی مل گئی تھی، اور اسلامی لشکر کی تعداد کل تین ہزار تھی، چھتیس گھوڑے تھے، مدینہ کی اوپر کی جانب میں بنو قریظہ آباد تھے، انھوں نے نقض عہد کیا تھا، وہ مستقل دردِ سر بنے ہوئے تھے اور نیچے کی جانب سے دیگر قبائل حملہ آور ہوئے تھے، اور منافقین کی طعنہ زنی الگ تھی، ایسی صورت میں مسلمانوں کی بے قراری برحق تھی، مواقع شدت میں طبعی طور پر مختلف وسوسے آتے ہیں اور وہ غیر اختیاری ہوتے ہیں، اس لئے گناہ نہیں ہوتے، نہ وہ ﴿هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ﴾ کے منافی ہوتے ہیں، کیونکہ وہ وساوس ہیں اور هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ ایمان وایقان ہے (بیان القرآن)

[٤١٠٣-] حَدَّثَنِيْ عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ: ﴿إِذْ جَاؤُكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ، وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ﴾ قَالَتْ: كَانَ ذَاكَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ.

ترجمہ: صدیقہؓ نے فرمایا: آیت کا تعلق غزوۂ احزاب سے ہے۔

۵- خندق کی کھدائی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت

جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا اور مسجد نبوی کی تعمیر میں شریک رہے ہیں، خندق کی کھدائی میں بھی شریک رہے ہیں، حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی کھدائی میں مٹی ڈھوتے تھے، یہاں تک کہ مٹی نے آپؐ کے پیٹ کو چھپا دیا تھا، یا کہا: گرد آلود ہو گیا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حضرت عبداللہ بن رواحہ کے اشعار پڑھ رہے تھے:

وَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا ۞ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

بخدا! اگر اللہ کی توفیق شامل حال نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے ÷ اور نہ ہم خیرات دیتے اور نہ ہم نماز پڑھتے۔

فَأَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا ۞ وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا

پس ضرور نازل فرمائیں آپ سکینت (تسلی) ہم پر ÷ اور پیر جمائیں اگر ہماری مڈبھیڑ ہو۔

إِنَّ الْأُولٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا ۞ إِذَا أَرَادُوْا فِتْنَةً أَبَيْنَا

بیشک کفار نے ہم پر زیادتی کی ہے ÷ اگر وہ فتنہ چاہیں تو ہم انکار کرتے ہیں۔

أَبَيْنَا کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے اور بار بار کہتے تھے۔

وضاحت: الْأُولٰى: اسم موصول جمع مذکر (اسم اشارہ نہیں ہے) .... فِتْنَة سے مراد شرک ہے یعنی دشمن اگر ہمیں شرک کی طرف لوٹانا چاہے تو ہم اس کے لئے تیار نہیں .... أَنْزِلَنْ: میں نون تاکید خفیفہ ہے۔

[٤١٠٤-] حدثنا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَنْقُلُ التُّرَابَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتَّى أَغْمَرَ بَطْنُهُ أَوْ: اغْبَرَّ بَطْنُهُ، يَقُوْلُ:

وَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا ❁ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

فَأَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْهَا ❁ وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا

إِنَّ الْأُولٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا ❁ إِذَا أَرَادُوْا فِتْنَةً أَبَيْنَا

وَيَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهُ: "أَبَيْنَا أَبَيْنَا" [راجع: ۲۸۳٦]

٦-غزوۂ خندق میں پُروا ہوا کے ذریعہ مدد کی گئی

غزوۂ احزاب میں کفار کا محاصرہ تقریباً ایک ماہ رہا اور چونکہ دونوں فوجوں کے درمیان خندق حائل تھی اس لئے دست بدست اور خوں ریز جنگ کی نوبت نہیں آئی، صرف تیراندازی ہوتی رہی، فریقین کے چند افراد مارے گئے، چھ مسلمان شہید ہوئے اور دس مشرک جہنم رسید ہوئے، پھر اللہ تعالیٰ نے غیب سے مدد بھیجی، رات کے وقت ہوا کا سخت طوفان آیا، بادِ صبا چلی جس سے قریش کے تمام خیمے اکھڑ گئے، طنابیں ٹوٹ گئیں، ہانڈیاں الٹ گئیں، چولھے بجھ گئے، تمام لوگ پریشان اور بدحواس ہوگئے، اور ابوسفیان نے اعلان کر دیا: اے گروہ قریش! بنوقریظہ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا، آندھی نے ہمارے خیمے اکھاڑ دیئے، ہمارے جانور ہلاک ہوگئے، پس واپس لوٹ چلو، یہ کہہ کر ابوسفیان اونٹ پر سوار ہوگیا اور سارے کفار روانہ ہوگئے، نبی ﷺ نے فرمایا: "میں پُروا ہوا کے ذریعہ مدد کیا گیا اور قوم عاد پچھوا ہوا کے ذریعہ ہلاک کی گئی" (اس حدیث سے یہ قاعدہ بنانا کہ ہمیشہ پُروا ہوا بابرکت ہوتی ہے اور ہمیشہ پچھوا ہوا بے برکت ہوتی ہے: شاید صحیح نہ ہو، کیونکہ ملکوں کے اختلاف سے یہ بات مختلف ہوتی ہے)

[٤١٠٥-] حدثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْحَكَمُ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "نُصِرْتُ بِالصَّبَا، وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ"

[راجع: ۱۰۳۵]

۷-خندق کی کھدائی میں نبی ﷺ کا مٹی ڈھونا

خندق میں نبی ﷺ نے کھدائی بھی کی ہے اور مٹی بھی ڈھوئی ہے اور حدیث وہی ہے جو ابھی گذری ہے۔.........

خَنْدَقَ: فعل ماضی (لازم ومتعدی) خندق کھودنا یا کھدوانا.........وَارَاهُ مُوَارَاةً: چھپانا.........كَانَ كَثِيْرَ الشَّعْرِ: سینہ پر بال زیادہ تھے اور ناف کی طرف جو بالوں کی لکیر اترتی تھی یعنی مسربہ باریک تھا.........ارْتَجَزَ: رجزیہ اشعار پڑھنا.........

شعر خوانی نبوت کے منافی نہیں، ہاں شعر گوئی مناسب نہیں۔ اور تیسرے شعر میں الأولٰی اگر بغیر واو کے الألی ہے تو وہ اسم اشارہ ہے۔

[٤١٠٦-] حَدَّثَنِیْ أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُرَیْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِی إِبْرَاهِیْمُ بْنُ یُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ أَبِیْ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ یُحَدِّثُ، قَالَ: لَمَّا کَانَ یَوْمُ الْأَحْزَابِ وَخَنْدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم رَأَیْتُهُ یَنْقُلُ مِنْ تُرَابِ الْخَنْدَقِ حَتّٰی وَارٰی عَنِّیْ الْغُبَارُ جِلْدَةَ بَطْنِهِ، وَکَانَ کَثِیْرَ الشَّعْرِ، فَسَمِعْتُهُ یَرْتَجِزُ بِکَلِمَاتِ ابْنِ رَوَاحَةَ، وَهُوَ یَنْقُلُ مِنَ التُّرَابِ وَیَقُوْلُ:

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَیْنَا ❁ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا

فَأَنْزِلَنْ سَکِیْنَةً عَلَیْهَا ❁ وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَیْنَا

إِنَّ الْأُولٰی رَغِبُوْا عَلَیْنَا ❁ وَإِنْ أَرَادُوْا فِتْنَةً أَبَیْنَا

قَالَ: ثُمَّ یَمُدُّ صَوْتَهُ بِآخِرِهَا. [راجع: ٢٨٣٦]

نوٹ: تیسرے شعر میں رَغِبُوْا دوسرے نسخوں میں قَدْ بَغَوْا ہے اور یہی واضح ہے۔

۸- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سب سے پہلے غزوۂ خندق میں شرکت کی

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما غزوۂ احد میں نبی ﷺ کے سامنے پیش کئے گئے، اس وقت آپؓ کی عمر چودہ سال تھی، نبی ﷺ نے شرکت کی اجازت نہیں دی، پھر غزوۂ خندق میں پیش کئے گئے اس وقت ان کی عمر پندرہ سال مکمل ہو چکی تھی، آپؐ نے شرکت کی اجازت دیدی، چنانچہ وہ غزوۂ خندق میں اور بعد کی تمام جنگوں میں شریک ہوئے۔

[٤١٠٧-] حَدَّثَنِیْ عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ دِیْنَارٍ، عَنْ أَبِیْهِ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ: أَوَّلُ یَوْمٍ شَهِدْتُهُ یَوْمُ الْخَنْدَقِ.

۹- معاویہ اور ابوسفیان غزوۂ خندق میں کفار کے ساتھ تھے

حدیث سمجھنے کے لئے پہلے چند باتیں جان لیں:

۱- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد شام کے کچھ لوگوں نے (اور یہ بات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے علم میں تھی) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے درخواست کی کہ وہ خلافت قبول کرلیں، مگر انھوں نے سختی سے انکار کیا اور مدینہ کے اعیان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے درخواست کی، آپؓ نے ان کی درخواست قبول کرلی، اس طرح آپؓ کی خلافت منعقد ہوگئی، ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی ان سے بیعت کی، مگر شام کے گورنر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی، انھوں

نے بیعت کرنے کو قاتلینِ عثمانؓ سے قصاص لینے پر معلق کیا۔

۲- پھر حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صفین میں جنگ ہوئی، یہ جنگ ایک سو دس دن چلی، اُس جنگ میں حضرت علیؓ کا پلڑا بھاری رہا، حضرت معاویہؓ ہارنے ہی والے تھے کہ ایک چال چلی گئی، نیزوں پر قرآنِ کریم اٹھایا گیا اور کہا گیا: قرآن کا فیصلہ مان لو، اور جنگ بند کردو، چنانچہ دو شخصوں کو فیصلہ سونپا گیا اور جنگ بند ہوگئی۔

۳- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے نمائندے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، دونوں کو اختیار دیا گیا کہ جو چاہیں فیصلہ کریں اور چھ ماہ کے اندر فیصلہ دومۃ الجندل میں دونوں فریقوں کو اور اعیانِ مملکت کو اکٹھا کرکے سنائیں۔

۴- جب حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما میں اختلاف ہوا اور جنگ شروع ہوئی تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما غیر جانبدار رہے، کسی کے ساتھ شریک نہیں ہوئے، مگر بعد میں جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ابن عمرؓ افسوس کرتے تھے کہ انھوں نے حضرت علیؓ کے ساتھ ہوکر باغی جماعت سے جنگ کیوں نہ لڑی۔

۵- پھر جب فیصلہ سنانے کا وقت آیا تو فریقین کے علاوہ اعیان (بڑے لوگوں) کو بھی بلایا گیا، حضرت ابن عمرؓ کا بھی بڑا مقام تھا، اس لئے خط لکھ کر ان کو بھی بلایا گیا، مگر چونکہ ابن عمرؓ غیر جانبدار تھے، اس لئے شرکت نہیں کرنا چاہتے تھے، مگر ان کی بہن ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے زور دیا کہ آپ کو شریک ہونا چاہئے، کہیں اختلاف کی کوئی نئی صورت پیدا نہ ہوجائے، چنانچہ حضرت ابن عمرؓ بہن کے اصرار پر دومۃ الجندل تشریف لے گئے

۶- فیصلہ سنانے میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ہیرا پھیری کی، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جو طے پایا تھا وہ سنایا کہ میں علیؓ اور معاویہؓ دونوں کو برطرف کرتا ہوں، اب مسلمان جس کو چاہیں خلیفہ بنالیں، پھر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فیصلہ سنایا کہ ابوموسیٰ اشعریؓ نے اپنے آدمی کو خلافت سے برطرف کردیا، میں بھی ان کو برطرف کرتا ہوں، البتہ اپنے آدمی (معاویہؓ) کو خلافت پر برقرار رکھتا ہوں، یہ ہیرا پھیری کی، چنانچہ پنچوں کا فیصلہ قبول نہیں کیا گیا، حضرت علیؓ اپنے آدمیوں کے ساتھ لوٹ گئے، اب دومۃ الجندل میں حضرت معاویہؓ اور ان کے آدمی اور غیر جانبدار حضرات رہ گئے، ابن عمرؓ بھی موجود تھے۔

۷- جاننا چاہئے کہ جب کوئی بڑا جھگڑا ہوتا ہے تو لوگ دو کیمپوں میں تقسیم ہوجاتے ہیں، کوئی غیر جانبدار نہیں رہ سکتا، اگر کوئی کہے کہ 'میں غیر جانبدار ہوں' تو اس کو تھرڈ پارٹی (تیسرا فریق) سمجھنا چاہئے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہی ذہن تھا کہ وہ خود خلافت کے دعوے دار ہیں، اس لئے فریقین میں سے کسی کے ساتھ شریک نہیں ہوئے۔

۸- جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے لوگوں کے ساتھ دومۃ الجندل سے لوٹ گئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے

تقریر کی کہ اگر کوئی خلافت کا دعوے دار ہے تو وہ اپنا سر ابھارے، خلافت کے زیادہ حقدار اس سے اور اس کے ابا سے ہم ہیں، یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر چوٹ تھی، اور حضرت معاویہؓ نے حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا ہے وہ 'ہفوۃ' ہے، ابن عمرؓ اس موقع پر خاموش رہے، کوئی جواب نہیں دیا اور حکومت تقسیم ہوگئی، حضرت علیؓ اپنے علاقہ کے خلیفہ رہے اور حضرت معاویہؓ اپنے علاقہ کے۔

۹- پھر بعد میں حبیب بن مسلمہؓ (صحابیِ صغیر) نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا: آپؓ نے حضرت معاویہؓ کی بات کا جواب کیوں نہیں دیا؟ ابن عمرؓ نے کہا: میں نے جواب دینے کے لئے لنگوٹ کس لیا تھا (اپنا حبوہ (چادر کا گھیرا) کھول لیا تھا) میں نے کہنے کا ارادہ کیا تھا کہ خلافت کا زیادہ حقدار وہ ہے جس نے آپ سے اور آپ کے ابا سے جنگ لڑی ہے، یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ حقدار ہیں، غزوۂ خندق میں معاویہ اور ان کے ابا کافروں کے ساتھ تھے، اور حضرت علیؓ مسلمانوں کے ساتھ تھے، پس خلافت کا زیادہ حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے، مگر میں نے سوچا: میری بات کہیں جلتے پر تیل کا کام نہ کرے، بات بڑھ نہ جائے، اس لئے میں خاموش رہا، کڑوا گھونٹ پی کر رہ گیا اور آخرت میں صبر کا جو ثواب ہے اس کی میں نے امید باندھ لی۔

[٤١٠٨-] حَدَّثَنِیْ إِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسَی، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: وَأَخْبَرَنِیْ ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ عِکْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰی حَفْصَةَ وَنَوْسَاتُهَا تَنْطُفُ، قُلْتُ: قَدْ کَانَ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَیْنَ، فَلَمْ یُجْعَلْ لِیْ مِنَ الْأَمْرِ شَیْئٌ، فَقَالَتِ: الْحَقْ، فَإِنَّهُمْ یَنْتَظِرُوْنَکَ، وَأَخْشٰی أَنْ یَکُوْنَ فِی احْتِبَاسِکَ عَنْهُمْ فُرْقَةٌ، فَلَمْ تَدَعْهُ حَتّٰی ذَهَبَ، فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ مُعَاوِیَةُ، قَالَ: مَنْ کَانَ یُرِیْدُ أَنْ یَتَکَلَّمَ فِی هٰذَا الْأَمْرِ فَلْیُطْلِعْ لَنَا قَرْنَهُ، فَلَنَحْنُ أَحَقُّ بِهِ مِنْهُ وَمِنْ أَبِیْهِ، قَالَ حَبِیْبُ بْنُ مَسْلَمَةَ: فَهَلَّا أَجَبْتَهُ؟ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَحَلَلْتُ حَبْوَتِیْ، وَهَمَمْتُ أَنْ أَقُوْلَ: أَحَقُّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْکَ مَنْ قَاتَلَکَ وَأَبَاکَ عَلَی الْإِسْلَامِ، فَخَشِیْتُ أَنْ أَقُوْلَ کَلِمَةً تُفَرِّقُ بَیْنَ الْجَمِیْعِ وَتَسْفِکُ الدَّمَ، وَیُحْمَلُ عَنِّیْ غَیْرُ ذٰلِکَ، فَذَکَرْتُ مَا أَعَدَّ اللّٰهُ فِی الْجِنَانِ. قَالَ حَبِیْبٌ: حُفِظْتَ وَعُصِمْتَ. قَالَ مَحْمُوْدٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ: وَنَوْسَاتُهَا.

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں: میں حفصہؓ کے پاس گیا درانحالیکہ ان کی زلفیں ٹپک رہی تھیں (وہ نہا کر نکلی تھیں، اور اس زمانہ میں تولیہ کا استعمال نہیں تھا) میں نے کہا: لوگوں کا معاملہ وہ ہے جو آپ دیکھ رہی ہیں (یعنی بات تحکیم تک پہنچی ہے) پس نہیں گردانا گیا میرے لئے معاملہ میں سے کچھ (یعنی تحکیم کے سلسلہ میں مجھ سے کوئی مشورہ نہیں کیا گیا کہ کس کو حکم بنایا جائے؟ اب خط آیا ہے کہ دومۃ الجندل میں حکموں کا فیصلہ سننے کے لئے آؤ، میں وہاں نہیں جانا چاہتا، میں جس طرح اب

تک غیر جانبدار رہا ہوں آگے بھی غیر جانبدار رہنا چاہتا ہوں) حفصہؓ نے کہا: آپ جائیں، اس لئے کہ وہ لوگ آپ کا انتظار کریں گے (ابن عمرؓ کا شمار اکابرین میں تھا اور ایسے حضرات کا فیصلہ کے وقت انتظار کیا جاتا ہے) اور مجھے اندیشہ ہے کہ آپؓ کے نہ جانے سے کوئی اختلاف ہوجائے (کہیں لوگ کوئی نیا شوشہ چھوڑ دیں اور پھر خون خرابہ شروع ہوجائے) پس نہیں چھوڑا حفصہؓ نے ابن عمرؓ کو یہاں تک کہ وہ گئے، پس جب لوگ جدا ہوگئے یعنی حضرت علیؓ اپنے لوگوں کے ساتھ دومۃ الجندل سے روانہ ہوگئے تو حضرت معاویہؓ نے تقریر کی، انھوں نے کہا: جو شخص چاہتا ہے کہ گفتگو کرے اس معاملہ میں یعنی حکومت کے معاملہ میں تو وہ اپنا سینگ ہمارے سامنے نکالے، پس ہم یقیناً اس امر (خلافت) کے زیادہ حقدار ہیں اس سے اور اس کے باپ سے، یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا معاملہ تو ختم ہوگیا، دونوں حکموں نے ان کو برخاست کردیا، اور میں خلافت کے لئے متعین ہوگیا، پس اگر کوئی اور خلافت کا دعوے دار ہے تو سر ابھارے، ان کا اشارہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف تھا، ابن عمرؓ خاموش رہے، انھوں نے کھڑے ہوکر جوابی تقریر نہیں کی، حبیب بن مسلمہؓ نے (بعد میں) کہا: آپ نے ان کو جواب کیوں نہیں دیا؟ ابن عمرؓ کہتے ہیں: میں نے اپنا حبوہ کھول لیا تھا اور ارادہ کیا تھا کہ کہوں: اس معاملہ (حکومت) کا زیادہ حقدار آپ سے وہ شخص ہے جو آپ کے ساتھ اور آپ کے ابا کے ساتھ لڑا ہے، اسلام کی بنیاد پر، یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ (یہاں باب ہے) پس مجھے اندیشہ ہوا کہ میں کہوں گا ایسی بات جو لوگوں کے درمیان تفریق کا باعث ہوگی اور خون بہے گا اور اٹھائی جائے گی (میری بات) مجھ سے اس کے علاوہ (جو میں کہونگا) یعنی لوگ میری بات کا غلط محمل تجویز کریں گے، وہ یہ نقل کریں گے کہ میں خود خلافت چاہتا ہوں، کیونکہ میں اور میرے ابا غزوۂ خندق میں مسلمانوں کی طرف تھے، اور معاویہؓ اور ابوسفیانؓ کافروں کی طرف تھے، حالانکہ میری مراد یہ نہیں تھی، میری مراد یہ تھی کہ علی رضی اللہ عنہ معاویہؓ سے خلافت کے زیادہ حقدار ہیں، پس یاد کیا میں نے وہ ثواب جو اللہ نے تیار کیا ہے جنتوں میں، یعنی میں بامید ثواب خاموش رہا، حبیبؓ نے کہا:: آپ حفاظت کئے گئے اور بچائے گئے یعنی آپ نے اچھا کیا کہ بات نہیں کی ورنہ فتنہ بپا ہوتا اور آپ بھی زد میں آجاتے!

فائدہ (۱): معمر کے شاگرد ہشام دستوائی کی روایت میں نَسْوَاتُهَا ہے اور معمر کے شاگرد عبدالرزاق کی روایت میں نَوَسَاتُهَا ہے، ہمارے نسخہ میں دونوں جگہ نَوَسَاتُهَا ہے مگر گیلری میں پہلی جگہ نَسْوَاتُهَا ہے اور وہی صحیح ہے، اسی صورت میں دوشاگردوں کے الفاظ میں فرق ظاہر ہوگا، اور نوساۃ کے معنی ہیں: زلفیں، بھائی سے زلفوں کا پردہ نہیں۔

فائدہ (۲): مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ ازواجِ مطہرات نے نبی ﷺ کے بعد بال چھوٹے کروالئے تھے، وہ وَفرۃ کی طرح ہوگئے تھے، یعنی کان کی لوتک رہ گئے تھے، اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بات عام نہیں ہے، ازواجِ مطہرات کے لمبے بال تھے اور کانوں تک جو بال رہ جاتے تھے وہ حج یا عمرہ کے موقع پر ہوتا تھا، احرام میں عورت چوٹی کی طرف سے بال کاٹتی ہے اور بال کٹتے کٹتے کان تک رہ جاتے تھے۔

۱۰-اب ہم قریش پر چڑھائی کریں گے

غزوۂ احزاب میں کوئی خوں ریز معرکہ پیش نہیں آیا، مگر پھر بھی وہ اسلامی تاریخ کی ایک فیصلہ کن جنگ تھی، جب بادِ صرصر چلی اور مشرکین میں اس کے مقابلہ کی تاب نہ رہی تو ان کے حوصلے پست ہوگئے، وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے اور واضح ہوگیا کہ اب عرب کی کوئی طاقت مسلمانوں کے مقابل نہیں آسکتی، کیونکہ کفار احزاب میں جتنی بڑی طاقت فراہم کرلائے تھے، اس سے بڑی طاقت فراہم کرنا قریش کے بس کی بات نہیں تھی، چنانچہ جب صبح مطلع صاف ہوگیا، میدان دشمن سے خالی ہوگیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: الآنَ نَغْزُوْهُمْ وَلاَ يَغْزُوْنَنَا، نَحْنُ نَسِيْرُ إِلَيْهِمْ: اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے وہ ہم پر چڑھائی نہیں کرسکیں گے، ہم ان کی طرف چلیں گے۔ یہ پیشین گوئی واقعہ بنی، اور یہ آپؐ کا ایک معجزہ بنی!

[۴۱۰۹-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ الأَحْزَابِ: " نَغْزُوْهُمْ وَلاَ يَغْزُوْنَنا"[انظر: ۴۱۱۰]

[۴۱۱۰-] حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيىَ بْنُ آدَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ، سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَاقَ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ صُرَدٍ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ حِيْنَ أَجْلَى الأَحْزَابُ عَنْهُ: " الآنَ نَغْزُوْهُمْ وَلاَ يَغْزُوْنَنَا، نَحْنُ نَسِيْرُ إِلَيْهِمْ"[راجع: ۴۱۰۹]

لغت: أَجْلَى القومُ عنه: کسی جگہ سے نکل جانا، جب احزاب آپؐ کے پاس سے چلے گئے۔

۱۱-غزوۂ خندق میں دومرتبہ نمازیں قضا ہوئیں

مشرکین کبھی خندق پار کرنے کی زبردست کوشش کرتے تھے، مسلمان تیروں سے ان کو روکتے تھے، ان مقابلوں کے دوران نبی ﷺ کی اور صحابہ کی بعض نمازیں فوت ہوگئیں، ایک مرتبہ صرف عصر کی نماز فوت ہوئی اور ایک مرتبہ ظہر، عصر اور مغرب تین نمازیں فوت ہوئیں۔

حدیث (۱): حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: غزوۂ احزاب میں جب آپؐ کی عصر کی نماز فوت ہوئی تو آپؐ نے مشرکین کے لئے بددعا کی: اے اللہ! ان کے گھروں کو اور ان کی قبروں کو آگ سے بھردے، انھوں نے ہمیں عصر کی نماز نہیں پڑھنے دی، یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔

حدیث (۲): حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: غزوۂ خندق میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ (اپنے محاذ سے) سورج غروب ہونے کے بعد لوٹے، درانحالیکہ وہ کفارِ قریش کو برا بھلا کہہ رہے تھے، انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! نہیں قریب تھا میں کہ سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز پڑھتا! (کِدْتُ: محل نفی میں ہے، پس اثبات کرے گا یعنی کسی طرح میں نے

عصر پڑھ لی) نبی ﷺ نے فرمایا: بخدا! میں نے عصر نہیں پڑھی، پھر ہم بُطحان نامی میدان میں اترے، آپ نے نماز کے لئے وضو کیا اور ہم نے بھی وضو کیا، پس آپ نے سورج غروب ہونے کے بعد عصر پڑھی اس کے بعد مغرب پڑھی (تفصیل تحفۃ القاری ۲: ۴۵۴ میں ہے)

[٤١١١-] حدثنا إِسْحَاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحٌ، قَالَ: حَدَّثَنا هِشَامٌ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ عُبَيْدَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، أَنَّهُ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ: "مَلَأَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا، كَمَا شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلاَةِ الْوُسْطَى حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ"[راجع: ٢٩٣١]

[٤١١٢-] حدثنا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، جَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ، وَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا كِدْتُ أَنْ أُصَلِّيَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ أَنْ تَغْرُبَ، قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "وَأَنَا وَاللّٰهِ مَا صَلَّيْتُهَا" فَنَزَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بُطْحَانَ، فَتَوَضَّأَ لِلصَّلاَةِ وَتَوَضَّأْنَا لَهَا، فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَمَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ.[راجع: ٥٩٦]

۱۲- حضرت زبیر رضی اللہ عنہ دشمن کے کیمپ کی خبر لائے

غزوۂ خندق جاڑے کے موسم میں ہوا ہے، پھر ایک رات اللہ تعالیٰ نے ٹھنڈی ہوا چلائی، جس میں شمشیر کی سی تیزی تھی، نبی ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: کوئی ہے جو جا کر دشمن کی خبر لائے؟ سب ٹھٹھرے ہوئے تھے، کسی نے ہمت نہیں کی، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں جاتا ہوں، نبی ﷺ نے دوسری مرتبہ اور تیسری مرتبہ یہی بات فرمائی، مگر کسی نے ہمت نہیں کی، ہر مرتبہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہی لبیک کہتے رہے، چنانچہ وہ گئے اور احوال معلوم کر کے آئے، پس دربارِ نبوی سے ان کو 'حواری' کا خطاب ملا، حواری کے معنی ہیں: خاص مددگار و ناصر (تفصیل تحفۃ القاری ۶: ۲۳۹ میں ہے)

[٤١١٣-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرًا، يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ الْأَحْزَابِ: "مَنْ يَأْتِيْنَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ؟" فَقَالَ الزُّبَيْرُ: أَنَا، ثُمَّ قَالَ: "مَنْ يَأْتِيْنَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ؟" فَقَالَ الزُّبَيْرُ: أَنَا، ثُمَّ قَالَ: "مَنْ يَأْتِيْنَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ؟" فَقَالَ الزُّبَيْرُ: أَنَا، قَالَ: "إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَإِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ"[راجع: ٢٨٤٧]

۱۳- غزوۂ خندق میں کامیابی فضلِ خداوندی سے ملی

ہر کام ارادۂ خداوندی سے ہوتا ہے اور بعض خاص کام فضلِ الٰہی سے ہوتے ہیں، غزوۂ خندق میں اتنا بڑا لشکر چڑھ آیا تھا

کہ مدینہ کی آبادی اتنی نہیں تھی، مگر اللہ کے فضل سے سب بلا دور ہوگئی اور مسلمانوں کا ہاتھ اونچا ہوگیا، جب دشمنوں کا لشکر دفع ہوا تو نبی ﷺ نے فرمایا: لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ: تنہا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، أَعَزَّ جُنْدَهُ: اللہ نے قوی کیا اپنے لشکر کو، وَنَصَرَ عَبْدَهُ: اور اللہ نے مدد کی اپنے بندے کی، وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ: اور اللہ تعالیٰ چھا گئے تنہا جتھوں پر، فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ: پس کوئی چیز نہیں ان کے بعد یعنی وجود ان کا ہی وجود ہے، دوسری تمام چیزیں فی نفسہ معدوم ہیں یا کچھ وقت کے بعد ختم ہونے والی ہے، نام صرف اللہ کا باقی رہنے والا ہے!

[٤١١٤-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَقُوْلُ: "لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ: أَعَزَّ جُنْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ، فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ"

۱۴-غزوۂ خندق کے موقع پر نبی ﷺ کی دعا

جب قبائل نے مدینہ پر حملہ بولا اور کوئی چارۂ کار نہ رہا، تو نبی ﷺ نے دعا کی: اللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ: اے اللہ! اے قرآن کے اتارنے والے! سَرِيْعَ الْحِسَابِ: جلد حساب لینے والے، اهْزِمِ الْأَحْزَابَ: جتھوں کو شکست دیں، اللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ: اے اللہ! دشمن کو پسپا کریں اور ان کو جھنجھوڑیں!

[٤١١٥-] حدثنا مُحَمَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَزَارِيُّ، وَعَبْدَةُ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِيْ خَالِدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِيْ أَوْفَى، يَقُوْلُ: دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى الْأَحْزَابِ فَقَالَ: "اللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، سَرِيْعَ الْحِسَابِ، اهْزِمِ الْأَحْزَابَ، اللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ"[راجع: ٢٩٣٣]

۱۵-جہاد، حج یا عمرہ سے آپؐ لوٹتے تو کیا ذکر کرتے؟

حدیث: ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب نبی ﷺ غزوہ سے یا حج سے یا عمرہ سے لوٹتے تو ذکر شروع کرتے، تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے، پھر فرماتے: کوئی عبادت کے لائق نہیں اللہ کے سوا، جو یگانہ ہیں، جن کا کوئی شریک نہیں، انہی کے لئے فرماں روائی ہے، انہی کے لئے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہیں، ہم لوٹ رہے ہیں، توبہ کررہے ہیں، عبادت کررہے ہیں، اپنے پروردگار کے لئے سجدہ کررہے ہیں، تعریف کرتے ہیں: اللہ نے اپنا وعدہ سچا کیا اپنے بندے کی مدد کی اور لشکروں کو تنہا شکست دی۔

[٤١١٦-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ، وَنَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ إِذَا قَفَلَ مِنَ الْغَزْوِ أَوِ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ

يَبْدَأُ فَيُكَبِّرُ ثَلَاثَ مِرَارٍ، ثُمَّ يَقُوْلُ:" لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ، صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ"[راجع: ۱۷۹۷]

غزوۂ بنوقریظہ (۱)

مدینہ منورہ میں یہود کے تین بڑے قبائل تھے: بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ، ہجرت کے بعد نبی ﷺ نے مدینہ کی تین قوموں میں یعنی مسلمانوں، مشرکوں اور یہود کے درمیان ایک معاہدہ کیا تھا، جس میں کئی امور طے پائے تھے، ایک یہ کہ وفاق میں شامل اقوام میں سے کوئی شر وفساد نہیں پھیلائے گا، دوم یہ کہ مدینہ پر کوئی حملہ آور ہوگا تو سب مل کر دفاع کریں گے۔

اور زمانۂ جاہلیت میں بنوقینقاع کا خزرج کے ساتھ دوستانہ تعلق تھا، اور بنونضیر اور بنوقریظہ کا اوس کے ساتھ، پھر غزوۂ بدر کے موقع پر سب سے پہلے بنوقینقاع نے شر وفساد پھیلایا، ان کے بازار میں ایک مسلمان عورت دودھ بیچنے گئی تو اس کو ننگا کردیا، اس پر ایک مسلمان نے طیش میں آکر اس یہودی کو قتل کردیا جس نے یہ حرکت کی تھی، پھر یہود نے مل کر اس مسلمان کو قتل کردیا، جب نبی ﷺ بدر سے واپس آئے تو غزوۂ بنوقینقاع پیش آیا، اور ان کو جلاوطن کیا گیا، پھر بنونضیر نے نبی ﷺ کے قتل کا پلان بنایا جس کا وحی سے پتہ چل گیا، پس غزوۂ بنونضیر پیش آیا اور ان کو بھی جلاوطن کیا گیا، اب مدینہ میں صرف بنوقریظہ رہ گئے۔

غزوۂ احزاب میں انھوں نے نقض عہد کیا، بنونضیر کا سردار حیی بن اخطب خیبر سے بنوقریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس آیا اور اس سے ایسی ایسی باتیں کرتا رہا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا، بنوقریظہ نے رسول اللہ ﷺ سے کیا ہوا عہد وپیمان توڑ دیا وہ برملا مشرکین کے ساتھ جنگ میں شریک ہوگئے۔

پھر احزاب اور بنوقریظہ کے درمیان نُعیم بن مسعودؓ نے پھوٹ ڈالی، پھر بادِ صرصر چلی اور احزاب نامراد واپس ہوگئے صبح نبی ﷺ اور مسلمان محاذ سے گھر لوٹے، ظہر کے وقت جب آپؐ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں غسل کی تیاری کررہے تھے، حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے، انھوں نے کہا: کیا آپؐ نے ہتھیار رکھ دیئے، فرشتوں نے ابھی ہتھیار نہیں رکھے! آپؐ نے پوچھا: اللہ کا کیا حکم ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بنوقریظہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: میں فرشتوں کے ساتھ بنوقریظہ کی طرف جارہا ہوں، ان کے قلعوں میں زلزلہ برپا کروں گا اور ان کے دلوں میں رعب ڈالوں گا، چنانچہ نبی ﷺ نے مدینہ میں منادی کرائی کہ جو شخص سمع وطاعت پر قائم ہے وہ ظہر/عصر کی نماز بنوقریظہ میں پڑھے، صحابہ تیاری کرکے فوراً روانہ ہوگئے اور بنوقریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کرلیا، بنوقریظہ قلعہ بند ہوگئے ان کے پاس رسد کافی مقدار میں تھی،

(۱) غزوۂ بنوقریظہ: غزوۂ احزاب کا تتمہ ہے، جیسا کہ تفصیلات سے معلوم ہوگا ۱۲

لیکن جب محاصرہ طویل ہوا تو وہ پریشان ہوگئے اور ان کے سردار کعب بن اسد نے قوم کے سامنے تین باتیں پیش کیں:

۱- سب مسلمان ہوجاؤ، کیونکہ اپنی کتابوں سے یہ بات واضح ہے کہ محمد ﷺ سچے نبی اور رسول ہیں۔

۲- یا بیوی بچوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کردو، پھر پوری قوت کے ساتھ اسلامی افواج سے ٹکرا جاؤ۔

۴- یا آئندہ کل سنیچر کا دن ہے، مسلمان غافل ہونگے، انہیں اطمینان ہوگا کہ آج لڑائی نہیں ہوگی، اس لئے سنیچر کو حملہ کردو۔

یہود نے ان میں سے کوئی تجویز منظور نہیں کی، اب ان کے لئے صرف ایک ہی راستہ تھا کہ ہتھیار ڈال دیں اور اپنی قسمت کا فیصلہ نبی ﷺ کے حوالہ کردیں۔

لیکن انھوں نے چاہا کہ ہتھیار ڈالنے سے پہلے اپنے بعض مسلمان حلیفوں سے مشورہ کرلیں تا کہ معلوم ہوجائے کہ ہتھیار ڈالنے کا نتیجہ کیا ہوگا؟ چنانچہ انھوں نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو مشورہ کے لئے بلایا، وہ ان کے حلیف تھے، اور انہی کے علاقہ میں رہتے تھے، جب حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ آئے تو عورتیں اور بچے ان کے سامنے دھاڑیں مار کر رونے لگے اور ان سے پوچھا: کیا ہم محمد (ﷺ) کے فیصلہ پر ہتھیار ڈال دیں؟ انھوں نے کہا: ڈال دو! لیکن ساتھ ہی گلے کی طرف اشارہ کیا، یعنی ذبح کئے جاؤ گے! مگر ابولبابہؓ کو فوراً ہی احساس ہوا کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کی، چنانچہ وہ واپس لوٹ کر سیدھے مسجدِ نبوی میں گئے اور اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا اور قسم کھائی کہ جب نبی ﷺ اپنے دستِ مبارک سے کھولیں گے تب کھلیں گے، ورنہ بندھے رہیں گے، اور بھوکے پیاسے مرجائیں گے، جب نبی ﷺ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا: اگر وہ سیدھے میرے پاس آتے تو میں ان کے لئے استغفار کرتا، اب جب کہ انھوں نے خود کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا ہے تو جب تک ان کی توبہ نازل نہیں ہوگی میں ان کو نہیں کھولوں گا۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے اشارہ کے باوجود بنوقریظہ نے طے کیا کہ وہ ہتھیار ڈال دیں، کیونکہ وہ طویل محاصرہ سے تنگ آگئے تھے، اور اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا تھا، اور ان کے حوصلے ٹوٹ چکے تھے، پھر جب انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے تو نبی ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے مردوں کو باندھ دیا جائے، اس وقت قبیلہ اوس کے لوگوں نے عرض کیا: آپؐ نے بنوقینقاع کے ساتھ جو سلوک فرمایا ہے وہی سلوک بنوقریظہ کے ساتھ کیا جائے، بنوقینقاع کے لئے خزرج نے سفارش کی تھی، ہم بنوقریظہ کے لئے سفارش کرتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: کیا آپ لوگ اس پر راضی نہیں کہ ان کے بارے میں آپ ہی کا ایک آدمی فیصلہ کرے؟ اوس نے کہا: کیوں نہیں، آپؐ نے فرمایا: یہ معاملہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حوالہ ہے، اوس نے کہا: ہم اس پر راضی ہیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیمار تھے، اور مدینہ میں تھے ان کو طلب کیا گیا، وہ گدھے پر بیٹھ کر تشریف لائے، جب کیمپ کے قریب آئے تو آپؐ نے اوس سے فرمایا: اپنے سردار کی طرف اٹھو، یعنی وہ

بیمار ہیں انہیں سنبھال کر سواری سے اتارو، جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس پہنچے تو آپؐ نے فرمایا: اے سعد! یہ لوگ آپؐ کے فیصلہ پر اتر آئے ہیں، حضرت سعدؓ نے کہا: کیا میرا فیصلہ ان پر نافذ ہوگا؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں، انھوں نے کہا: مسلمانوں پر بھی؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں، پھر انھوں نے کہا: جو یہاں ہیں ان پر بھی؟ ان کا اشارہ رسول اللہ ﷺ کی قیام گاہ کی طرف تھا، مگر انھوں نے چہرہ تعظیماً دوسری طرف کر رکھا تھا، نبی ﷺ نے جواب دیا: جی ہاں مجھ پر بھی، حضرت سعدؓ نے کہا: ان کے متعلق میرا فیصلہ یہ ہے کہ بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے اور ان کے اموال تقسیم کر دیئے جائیں، نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم نے ان کے بارے میں وہی فیصلہ کیا جو سات آسمانوں کے اوپر سے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے''

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ عدل وانصاف پر مبنی تھا، کیونکہ بنوقریظہ نے خطرناک لمحات میں مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کی تھی، اور اس کی سزا تورات میں یہی تھی، سفر استثناء (باب ۲۰، آیت ۱۰) میں ہے: ''نقض عہد کرنے والے جب تیرے قبضہ میں آجائیں تو تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر، مگر عورتوں، لڑکوں اور مویشی کو، پس جو کچھ اس شہر میں ہے سب اپنے لئے لوٹ لے، وہ تیرے خدا نے تجھے دیا ہے''

چنانچہ فیصلہ کے مطابق بنوقریظہ کے بالغ مرد قتل کئے گئے، جن کی تعداد چار سو تھی، چند حضرات فیصلہ سے پہلے مسلمان ہوگئے ان کی جان اور مال محفوظ رہا، اور بنونضیر کا سردار حیی بن اخطب اپنے وعدہ کے مطابق بنوقریظہ کے پاس قلعہ میں آگیا تھا اس کی بھی گردن ماردی گئی۔ (۱)

سوال: غزوۂ احزاب میں قبائل کے چلے جانے کے بعد فوراً ہی بنوقریظہ پر چڑھائی کا حکم کیوں دیا گیا؟ اس میں کیا حکمت تھی؟

---

(۱) بنوقریظہ کی تباہی کے ساتھ بنونضیر کا شیطان اور جنگِ احزاب کا ایک بڑا مجرم حیی بن اخطب بھی اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا، یہ شخص ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا باپ تھا، قریش وغطفان کی واپسی کے بعد جب بنوقریظہ کا محاصرہ کیا گیا اور انھوں نے قلعہ بندی اختیار کی تو یہ بھی ان کے ہمراہ قلعہ بند ہوگیا، کیونکہ غزوۂ احزاب کے ایام میں یہ شخص جب کعب بن اسد کو غدر وخیانت پر آمادہ کرنے کے لئے آیا تھا تو اس سے وعدہ کر رکھا تھا، اور اب اسی وعدہ کو نباہ رہا تھا، اسے جس وقت خدمتِ نبوی میں لایا گیا، ایک جوڑا زیب تن کئے ہوئے تھا جسے خود ہی ہر جانب سے ایک ایک انگل پھاڑ رکھا تھا تاکہ اسے مالِ غنیمت میں نہ رکھوالیا جائے، اس کے دونوں ہاتھ گردن کے پیچھے رسّی سے بندھے ہوئے تھے، اس نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے کہا: سنئے! میں نے آپؐ کی عداوت پر اپنے آپ کو ملامت نہیں کیا، لیکن جو اللہ سے لڑتا ہے مغلوب ہو جاتا ہے، پھر لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: لوگو! اللہ کے فیصلے میں کوئی حرج نہیں، یہ تو نوشتۂ تقدیر ہے اور ایک بڑا قتل ہے جو اللہ نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا تھا، اس کے بعد وہ بیٹھا اور اس کی گردن ماردی گئی (الرحیق المختوم ص:۲:۴۹۳)

جواب: اس میں متعدد حکمتیں ہوسکتی ہیں، مثلاً:

۱- دشمن بے خبر ہو، اس کے گمان میں بھی نہ ہو کہ اس پر حملہ ہوسکتا ہے، ایسے وقت حملہ کیا جائے تو اس کو تیاری کا موقع نہیں مل سکتا، اور یہ بات جنگی مصلحت سے قریب ہے۔

۲- غزوۂ احزاب اعصابی جنگ تھی، فریقین نے نہ کچھ کھویا نہ پایا، مگر کفار کے اعصاب پر شکستگی چھا گئی، چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اب وہ چڑھائی نہیں کرسکیں گے، اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے'' پھر بنوقریظہ پر فوراً چڑھائی سے مشرکین کے اعصاب پر مزید چوٹ پڑی کہ مسلمان ابھی ایسے تازہ دم ہیں کہ فوراً ہی نئی کاروائی شروع کردی، پس یہ استعجال: احزاب (قبائل) کے اعصاب پر ایک اور خاموش وار تھا۔

۳- غزوۂ احزاب میں اسلامی فوج کے ہاتھ کچھ نہیں آیا تھا اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے اس امت کے لئے غنیمت کی حلت کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ گذشتہ انبیاء کا جہاد وقتی اور محدود قوم کے ساتھ تھا، اس لئے مجاہدین کے پاس کھانے کمانے کے لئے وقت تھا، اس لئے ان کے لئے غنیمت حلال نہیں کی گئی تھی، اور اس امت کا جہاد عالمگیر اور ہر وقت جاری رہنے والا ہے، اس لئے مجاہدین کے پاس کھانے کمانے کا وقت نہیں ہوگا، اس لئے اس امت کے لئے غنیمت حلال کی گئی (تفصیل کے لئے دیکھیں: رحمۃ اللہ الواسعہ ۲: ۴۰۵-۴۱۰)

اور غزوۂ احزاب میں چونکہ مجاہدین کے ہاتھ کچھ نہیں آیا تھا اس لئے غزوۂ بنوقریظہ کو غزوۂ احزاب کا تتمہ بنایا گیا، گویا دونوں ایک غزوہ ہیں، پس اس دوسرے غزوے میں مسلمانوں کے ہاتھ جو غنیمت آئے گی، اس کو غزوۂ احزاب ہی کی غنیمت سمجھنا چاہئے، جیسے صلح حدیبیہ کے موقع پر مجاہدین کے ہاتھ کچھ نہیں آیا تھا اس لئے فوراً غزوۂ خیبر کا حکم دیا اور فرمایا: ﴿وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهِ﴾: اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جس کو تم لوگے، پس تم کو یہ (خیبر کی غنیمت) جلدی دیدی، چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا: خیبر میں وہی چلے گا جو صلح حدیبیہ میں تھا، کوئی نیا آدمی نہیں چلے گا۔

۱- غزوۂ بنوقریظہ بہ حکمِ الٰہی ہوا

جب نبی ﷺ غزوۂ احزاب سے لوٹے تو بہ حکم الٰہی بنی قریظہ کی طرف نکلے اور ان کا محاصرہ کیا۔

حدیث: صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب نبی ﷺ غزوۂ خندق سے لوٹے اور ہتھیار اتار دیئے اور نہالئے تو آپؐ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا: آپؐ نے ہتھیار اتار لئے! بخدا ہم نے ہتھیار نہیں اتارے! ان پر چڑھائی کیجئے، نبی ﷺ نے پوچھا: کس پر؟ جبرئیل علیہ السلام نے بنوقریظہ کی طرف اشارہ کیا، چنانچہ نبی ﷺ نے ان پر چڑھائی کی۔

[۳۱-] بَابُ مَرْجِعِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الْأَحْزَابِ،

وَمَخْرَجِهِ إِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ، وَمُحَاصَرَتِهِ إِيَّاهُمْ

[۴۱۱۷-] حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الْخَنْدَقِ، وَوَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ، أَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ: قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ! وَاللهِ مَا وَضَعْنَاهُ، اُخْرُجْ إِلَيْهِمْ، قَالَ:" فَإِلٰى أَيْنَ؟" قَالَ: هَاهُنَا، وَأَشَارَ إِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَيْهِمْ.[راجع: ۴۶۳]

آئندہ حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں گویا دیکھ رہا ہوں اس غبار کو جو بنوغنم کی گلی میں اٹھ رہا تھا (وہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا جلوس گذر رہا تھا، وہ فرشتوں کے ساتھ بنوقریظہ کی طرف جارہے تھے، اس کا صرف غبار حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دیکھا، فرشتے نظر نہیں آئے) جب نبی ﷺ بنوقریظہ کی طرف چلے یعنی اس موقعہ پر یہ جلوس گذرا تھا۔

[۴۱۱۸-] حدثنا مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى الْغُبَارِ سَاطِعًا فِيْ زُقَاقِ بَنِيْ غَنْمٍ، مَوْكِبُ جِبْرِيْلَ، حِيْنَ سَارَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ.[راجع: ۳۲۱۴]

ترکیب: موکبَ (منصوب) أَيْ أَنْظُرُ مَوْكِبَ: میں شاہی جلوس دیکھ رہا تھا............موکبِ (مجرور) الغبارِ سے بدل............موکبُ (مضموم) ھذا موکبُ: مبتدا محذوف کی خبر۔

فائدہ: حاشیہ میں ایک سوال وجواب ہے کہ حضرت انس کو کیسے پتہ چلا کہ وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا جلوس تھا؟ اور جواب یہ دیا ہے کہ یہ بات انھوں نے نبی ﷺ سے سنی ہوگی یا قرائن وعلامات سے پہچانی ہوگی۔

۲- ہرگز کوئی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنوقریظہ میں

جب حضرت جبرئیل علیہ السلام بنوقریظہ کی طرف اشارہ کرکے چل دیئے تو نبی ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ ہر شخص بنوقریظہ میں عصر کی نماز پڑھے، یہ نماز ظہر کے بعد کا واقعہ ہے، راستہ میں جب نمازِ عصر کا وقت آیا تو اختلاف ہوا، بعض نے کہا: ہم بنوقریظہ میں پہنچ کر عصر پڑھیں گے، ہمیں نبی ﷺ نے یہی حکم دیا ہے اور بعض نے کہا: نبی ﷺ کا یہ مقصد نہیں تھا کہ نماز قضا کی جائے، بلکہ آپؐ کا مقصد یہ تھا کہ جلد از جلد بنوقریظہ پہنچا جائے، چنانچہ انھوں نے راستہ میں عصر کی نماز پڑھی،

اگلے دن جب نبی ﷺ بنوقریظہ پہنچے تو آپؐ کے سامنے اس اختلاف کا ذکر آیا، آپؐ نے دونوں جماعتوں میں سے کسی کو ملامت نہیں کی، نہ ان لوگوں سے کچھ کہا جنھوں نے ظاہر امر کا امتثال کرتے ہوئے نماز کو قضاء کیا تھا اور نہ ان لوگوں سے کچھ کہا جنھوں نے امر کا منشا سمجھ کر راستہ میں نماز ادا کی تھی، کیونکہ مَضَی مَامَضَی، واقعہ گذر چکا تھا ایک کی نماز ادا ہوئی دوسرے کی قضاء، پس دونوں کا عمل درست تھا۔

[۴۱۱۹-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ الْأَحْزَابِ: " لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ" فَأَدْرَكَ بَعْضَهُمُ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيْقِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا نُصَلِّيْ حَتَّى نَأْتِيَهَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ نُصَلِّيْ، لَمْ يُرِدْ مِنَّا ذٰلِكَ، فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ.[راجع: ۹۴۶]

فائدہ(۱): یہاں حدیث میں عصر کی نماز کا ذکر ہے اور مسلم شریف میں ظہر کا، اور سند دونوں حدیثوں کی ایک ہے، پس تطبیق کی یہ صورت ہوگی کہ جن صحابہ نے ظہر نہیں پڑھی تھی، ان سے فرمایا: ظہر کی نماز بنوقریظہ میں پڑھو، اور جو ظہر پڑھ چکے تھے، ان سے فرمایا: عصر کی نماز بنوقریظہ میں پڑھو، باقی اہل مغازی کا اتفاق ہے کہ نبی ﷺ نے عصر کی نماز کے بارے میں فرمایا تھا، ظہر کی نماز راوی کا وہم ہے۔

فائدہ(۲): علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا: جس نے حدیث کے ظاہر الفاظ پر عمل کیا اس کو بھی اجر ملا، اور جس نے اجتہاد واستنباط کیا اس کو بھی اجر ملا، مگر اول کو فقط ایک فضیلت حاصل ہوئی یعنی حکم نبوی کی تعمیل کا اجر ملا اور فریق ثانی کو دو فضیلتیں حاصل ہوئیں، ایک فضیلت: حکم نبوی کی تعمیل کی اور دوسری فضیلت صلوٰۃ وسطی (نماز عصر) کی محافظت کی، پس ظاہر الفاظ پر عمل کرنے والوں پر اگرچہ اظہار ناراضگی نہیں فرمایا اس لئے کہ نیت بخیر تھی، لیکن وہ جن لوگوں نے اجتہاد سے کام لیا ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکے (سیرت المصطفیٰ ۲: ۳۲۸، بحوالہ فتح الباری ۷: ۳۱۶)

۳- بنونضیر اور بنوقریظہ کے غنائم کے بعد انصار کے منائح واپس کئے گئے

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انصاری صحابہ نبی ﷺ کے لئے کھجور کے درخت گردانا کرتے تھے، یعنی اس کے پھل فائدہ اٹھانے کے لئے دیتے تھے، اس کو منیحہ کہتے تھے (پھر نبی ﷺ وہ درخت جس مہاجری کو چاہتے تھے دیتے تھے) یہاں تک کہ قریظہ اور نضیر کا علاقہ فتح ہوا (اور پہلے (تحفۃ القاری ۵: ۶۰۵) آیا ہے کہ جب خیبر فتح ہوا) تو میرے گھر والوں نے (یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ نے) حکم دیا کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں جاؤں، اور آپؐ سے واپس مانگوں وہ درخت جو انصار نے نبی ﷺ کو دیئے ہیں، یا ان میں سے بعض درخت واپس مانگوں (الذین: أَسْأَلَه کی ضمیر مفعول سے بدل ہے) اور نبی ﷺ نے وہ درخت اپنی کھلائی ام ایمن رضی اللہ عنہا کو دیئے

تھے (جب حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے دیئے ہوئے درخت واپس لینے آئے) تو ام ایمنؓ آئیں، انھوں نے اپنا کپڑا میرے گلے میں ڈالا، کہنے لگیں: ہرگز نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں! نہیں دیں گے نبی ﷺ تجھے وہ درخت درانحالیکہ عنایت فرمائے ہیں آپؐ نے وہ درخت مجھے —— یا جیسا ام ایمنؓ نے کہا: یعنی الفاظ یہی تھے یا کچھ اور مگر مطلب یہی تھا —— درانحالیکہ نبی ﷺ (ام ایمنؓ سے) فرما رہے تھے: آپ کے لئے یہ ہے، یعنی ام سلیمؓ کے درخت واپس کردو میں تمھیں اس کے بدل اپنے پاس سے یہ دوں گا، اور ام ایمنؓ کہہ رہی تھیں: ہرگز نہیں بخدا یعنی میں ام سُلیم کے درخت واپس نہیں کروں گی، یہاں تک کہ دیئے نبی ﷺ نے ان کو —— میں گمان کرتا ہوں کہ حضرت انسؓ نے فرمایا: —— اس کے دس گنے (تب انھوں نے ام سلیم کے درخت واپس کئے، ام ایمن رضی اللہ عنہا چونکہ آپؐ کی کھلائی تھیں اس لئے ان کے ناز کو آپؐ نے برداشت کیا اور دس گنا دے کر ان کو راضی کیا، بہر حال انصار کے منائح واپس کئے گئے)

[٤١٢٠-] حدثنا ابْنُ أَبِي الأَسْوَدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، ح: وَحَدَّثَنِيْ خَلِيْفَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِيْ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم النَّخلاَتِ، حَتَّى افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرَ، وَإِنَّ أَهْلِيْ أَمَرُوْنِيْ أَنْ آتِيَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، فَأَسْأَلَهُ الَّذِيْنَ كَانُوْا أَعْطَوْهُ أَوْ بَعْضَهُ، وَكَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قَدْ أَعْطَاهُ أُمَّ أَيْمَنَ، فَجَاءَ تْ أُمُّ أَيْمَنَ فَجَعَلَتِ الثَّوْبَ فِيْ عُنُقِيْ، تَقُوْلُ: كَلَّا، وَالَّذِيْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ! لاَ يُعْطِيْكَهُمْ وَقَدْ أَعْطَانِيْهَا- أَوْ كَمَا قَالَتْ- وَالنَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:" لَكِ كَذَا" وَتَقُوْلُ: كَلَّا، وَاللّٰهِ! حَتَّى أَعْطَاهَا - حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: - عَشْرَةَ أَمْثَالِهِ، أَوْ كَمَا قَالَ. [راجع: ٢٦٣٠]

۴- بنوقریظہ کے بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے وہی فیصلہ کیا جو اللہ کو منظور تھا

حدیث: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بنوقریظہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر اترے یعنی قلعہ سے نکلے، پس نبی ﷺ نے حضرت سعدؓ کے پاس آدمی بھیجا، وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے، جب وہ (کیمپ کی) مسجد کے قریب آئے تو آپؐ نے انصار سے فرمایا: اپنے سردار کی طرف اٹھو، یا فرمایا: اپنے بہترین آدمی کی طرف، یعنی ان کو گدھے سے اتارو، وہ بیمار ہیں، پھر آپؐ نے فرمایا: یہ لوگ اترے ہیں آپؓ کے فیصلہ پر، پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کے جنگجو قتل کئے جائیں اور ان کے بیوی بچے قید کئے جائیں، نبی ﷺ نے فرمایا: آپ نے اللہ کا فیصلہ کیا، اور کبھی راوی نے کہا: آپ نے بادشاہ کا فیصلہ کیا (بادشاہ سے مراد بھی اللہ تعالیٰ ہیں، اور اگر مَلَك (لام کے زبر کے ساتھ) ہے تو مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں)

[٤١٢١-] حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدَرِیَّ يَقُوْلُ: نَزَلَ أَهْلُ قُرَيْظَةَ عَلٰی حُكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ، فَأَرْسَلَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم إِلٰی سَعْدٍ، فَأَتٰی عَلٰی حِمَارٍ، فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ لِلْأَنْصَارِ: "قُوْمُوْا إِلٰی سَيِّدِكُمْ أَوْ: أَخْيَرِكُمْ" فَقَالَ: "هٰؤُلَاءِ نَزَلُوْا عَلٰی حُكْمِكَ" فَقَالَ: تُقْتَلُ مُقَاتِلَتُهُمْ، وَتُسْبٰی ذَرَارِيُّهُمْ. قَالَ: "قَضَيْتَ بِحُكْمِ اللّٰهِ" وَرُبَّمَا قَالَ: "بِحُكْمِ الْمَلِكِ" [راجع: ٤٠٤٣]

۵- بنوقریظہ نے نبی ﷺ کو اور آپؐ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو فیصلہ سونپا

۶- حضرت سعدؓ نے دعا کی: اے اللہ! اگر قریش کے ساتھ جنگ ختم ہوگئی ہے تو میں موت کو گلے لگانے کے لئے تیار ہوں

آئندہ حدیث میں دو مضمون ہیں:

پہلا مضمون: بنوقریظہ نے خود کو رسول اللہ ﷺ کے حوالہ کردیا کہ آپؐ جو فیصلہ مناسب سمجھیں کریں، پس قبیلہ اوس کے لوگوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا: آپؐ نے بنوقینقاع کے ساتھ جو سلوک فرمایا تھا وہ آپؐ کو یاد ہی ہے، بنوقینقاع ہمارے بھائی خزرج کے حلیف تھے، اور یہ لوگ یہ ہمارے حلیف ہیں، لہٰذا ان پر احسان فرمائیں، آپؐ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ ان کے متعلق تمہارا ہی آدمی فیصلہ کرے؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں! آپؐ نے فرمایا: یہ معاملہ سعد بن معاذؓ کے حوالہ ہے، اوس کے لوگوں نے کہا: ہم اس پر راضی ہیں۔

اس کے بعد آپؐ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بلایا، وہ مدینہ میں تھے، لشکر کے ہمراہ نہیں آئے تھے، کیونکہ جنگ خندق میں تیر لگنے کی وجہ سے ان کے ہاتھ کی شاہ رگ کٹ گئی تھی، نبی ﷺ نے دو مرتبہ اس کو داغا مگر ہر مرتبہ ورم ہوگیا، پس آپؐ نے ان کا خیمہ مسجدِ نبوی کے صحن میں لگوایا تاکہ قریب سے ان کی تیمارداری کریں، حضرت سعدؓ گدھے پر سوار ہوکر آئے، جب کیمپ کے قریب آئے تو آپؐ نے ان کے قبیلہ کے لوگوں سے کہا: اپنے سردار کی طرف اٹھو، یعنی ان کو سنبھال کر اتارو، جب وہ لوگ اتارنے گئے تو انھوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دونوں جانب سے گھیر لیا اور کہنے لگے: سعدؓ! اپنے حلیفوں کے بارے میں اچھائی اور احسان سے کام لینا، رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو اسی لئے حکم بنایا ہے کہ آپؓ ان کے ساتھ حسن سلوک کریں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ چپ رہے، جب لوگوں نے بہت اصرار کیا تو فرمایا: اب وقت آگیا ہے کہ سعدؓ کو اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں ہوگی۔

پھر جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس پہنچے تو آپؐ نے فرمایا: یہ لوگ آپ کے فیصلہ پر اترے ہیں،

حضرت سعدؓ نے کہا: کیا میرا فیصلہ ان پر نافذ ہوگا؟ بنوقریظہ نے کہا: جی ہاں، حضرت سعدؓ نے کہا: مسلمانوں پر بھی؟ مسلمانوں نے کہا: جی ہاں، انھوں نے پھر پوچھا: اور جو یہاں ہیں ان پر بھی؟ ان کا اشارہ رسول اللہ ﷺ کی طرف تھا، مگر تعظیم کی وجہ سے چہرہ دوسری طرف کر رکھا تھا، نبی ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، مجھ پر بھی نافذ ہوگا، پس حضرت سعدؓ نے کہا: ان کے متعلق میرا فیصلہ یہ ہے کہ مردوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا جائے اور اموال تقسیم کر دیئے جائیں، نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم نے ان کے بارے میں وہی فیصلہ کیا جو سات آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے''

دوسرا مضمون: غزوۂ خندق میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بازو میں تیر لگا تھا جو ان کی أَکْحَل یا أَبْجَل رگ کو چھوتا ہوا گذر گیا تھا، اس سے ان کے بازو کی خون کی رگ کٹ گئی تھی، یہ رگ جسم کے ہر حصہ میں ہوتی ہے، عربی میں ہر حصہ کی رگ کا نام الگ ہے اردو میں اس کو ''رگ ہفت اندام'' کہتے ہیں، نبی ﷺ نے لوہا گرم کر کے اس کو دو مرتبہ داغا تاکہ خون بند ہو، مگر اس جگہ ورم ہوگیا، پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی: الٰہی! مجھے موت نہ آئے جب تک میری آنکھیں بنوقریظہ کے معاملہ میں ٹھنڈی نہ ہوجائیں، چنانچہ خون بند ہوگیا، مگر وہ نحیف تھے، اس لئے بنوقریظہ کی جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے، جب ان کو فیصلہ کے لئے بلایا گیا اور انھوں نے فیصلہ سنادیا تو پھر انھوں نے دعا کی: اے اللہ! مجھے زندگی اسی لئے پسند ہے کہ میں قریش سے لڑوں، انھوں نے آپؐ کے رسول کو جھٹلایا، اور وطن سے بے وطن کیا، اے اللہ! اب میرا گمان ہے کہ ہمارے اور قریش کے درمیان جنگ ختم ہوگئی ہے، لیکن اگر کوئی معرکہ باقی ہے تو مجھے زندہ رکھ، تاکہ میں ان سے لڑوں، اور اگر جنگ نمٹ چکی ہے تو میرا زخم کھول دے تاکہ میں اس میں وفات پاجاؤں، چنانچہ زخم اپنے بالائی حصہ سے سینہ کے پاس کے گڑھے سے کھل گیا، بکری خیمہ میں گھس گئی اور اس نے پیر رکھ دیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے تھے، پس زخم کھل گیا اور خون جاری ہوگیا اور اتنا زیادہ خون بہا کہ پڑوس کے خیمہ میں پہنچ گیا، پڑوس میں بنی غفار کا ایک خیمہ تھا، جس میں رُفَیْدۃ نام کی ایک خاتون اپنے متعلقین کے ساتھ رہتی تھی، انھوں نے کہا: یہ کیسا خون ہے جو تمہاری طرف سے آرہا ہے، غرض خون بہہ جانے کی وجہ سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا۔

حدیث میں ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو نبی ﷺ نے فرمایا: سعد کی موت سے عرشِ الٰہی (خوشی سے) جھوم گیا، اور ایک روایت میں ہے کہ آسمان کے تمام دروازے ان کے لئے کھول دیئے گئے اور آسمانوں کے فرشتے ان کی روح کے چڑھنے سے مسرور ہوئے اور ستر ہزار فرشتے ان کے جنازہ میں شریک ہوئے، جو اس سے پہلے کبھی آسمان سے نہیں اترے تھے اور ان کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔

[٤١٢٢-] حدثنا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيىَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أُصِيْبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، رَمَاهُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ يُقَالُ لَهُ: حِبَّانُ بْنُ الْعَرِقَةِ، رَمَاهُ فِي الْأَكْحَلِ، فَضَرَبَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُوْدَهُ مِنْ قَرِيْبٍ.

فَلَمَّا رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مِنَ الْخَنْدَقِ وَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ، فَأَتَاهُ جِبْرِيْلُ وَهُوَ يَنْفُضُ رَأْسَهُ مِنَ الْغُبَارِ، فَقَالَ: قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ! وَاللّٰهِ مَا وَضَعْتُهُ! اخْرُجْ إِلَيْهِمْ، قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "فَأَيْنَ؟" فَأَشَارَ إِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ، فَأَتَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَنَزَلُوْا عَلٰى حُكْمِهِ، فَرَدَّ الْحُكْمَ إِلٰى سَعْدٍ، قَالَ: فَإِنِّيْ أَحْكُمُ فِيْهِمْ أَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ وَأَنْ تُسْبَى النِّسَاءُ وَالذُّرِّيَّةُ، وأَنْ تُقْسَمَ أَمْوَالُهُمْ.

قَالَ هِشَامٌ: فَأَخْبَرَنِيْ أَبِيْ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ سَعْدًا قَالَ: اللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أُجَاهِدَهُمْ فِيْكَ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوْا رَسُوْلَكَ وَأَخْرَجُوْهُ، اللّٰهُمَّ فَإِنِّيْ أَظُنُّ أَنَّكَ قَدْ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ، فَإِنْ كَانَ بَقِيَ مِنْ حَرْبِ قُرَيْشٍ شَيْئٌ فَأَبْقِنِيْ لَهُمْ حَتّٰى أُجَاهِدَهُمْ فِيْكَ، وَإِنْ كُنْتَ وَضَعْتَ الْحَرْبَ فَافْجُرْهَا وَاجْعَلْ مَوْتَتِيْ فِيْهَا، فَانْفَجَرَتْ مِنْ لَبَّتِهِ فَلَمْ يَرُعْهُمْ- وَفِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِنْ بَنِيْ غِفَارٍ- إِلَّا الدَّمُ يَسِيْلُ إِلَيْهِمْ، فَقَالُوْا: يَا أَهْلَ الْخَيْمَةِ! مَا هٰذَا الَّذِيْ يَأْتِيْنَا مِنْ قِبَلِكُمْ؟ فَإِذَا سَعْدٌ يَغْذُو جُرْحُهُ دَمًا، فَمَاتَ مِنْهَا. [راجع: ٤٦٣]

ترجمہ: صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: غزوۂ خندق میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ زخم پہنچائے گئے یعنی ان کے بازو میں تیر لگا، آپؓ کو یہ تیر قریش کے ایک آدمی نے مارا تھا، جس کا نام حبّان بن عرقہ تھا، اس نے آپؓ کو تیر شاہ رگ میں مارا، پس نبی ﷺ نے ان کے لئے مسجدِ نبوی میں خیمہ لگوایا تاکہ آپؐ ان کی قریب سے بیمار پرسی کریں۔

پھر جب نبی ﷺ غزوۂ خندق سے لوٹے تو ہتھیار اتارے اور نہائے، پس آپؐ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے، درانحالیکہ وہ غبار سے اپنا سر جھاڑ رہے تھے، اور انھوں نے کہا: آپؐ نے ہتھیار اتار دیئے، بخدا! میں نے ہتھیار نہیں اتارے، نکلیں آپؐ ان کی طرف، نبی ﷺ نے پوچھا: کس کی طرف؟ انھوں نے اشارہ کیا بنو قریظہ کی طرف، پس نبی ﷺ ان کے پاس پہنچے، پس وہ آپؐ کے فیصلہ پر اترے، آپؐ نے فیصلہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف پھیر دیا، حضرت سعدؓ نے کہا: میں ان کے حق میں فیصلہ کرتا ہوں کہ جنگجو قتل کئے جائیں اور عورتیں اور بچے قید کئے جائیں اور ان کے اموال تقسیم کردیئے جائیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ! بیشک آپ جانتے ہیں کہ نہیں ہے مجھے کوئی بات زیادہ محبوب اس سے کہ میں لوگوں کے ساتھ لڑوں آپ کے دین کے معاملہ میں، ان لوگوں سے جنھوں نے آپ کے رسول کو جھٹلایا، اور آپ ﷺ کو مکہ سے نکال دیا، اے اللہ! میرا گمان یہ ہے کہ آپ نے ہمارے اور ان کے درمیان جنگ ختم کردی ہے، پس اگر باقی رہا ہے کچھ قریش کی جنگ سے تو مجھے ان کے لئے باقی رکھ، یہاں تک کہ میں ان سے جہاد کروں آپ کے دین کے لئے اور اگر آپ نے جنگ کو ختم کردیا ہے تو زخم کو جاری کردے اور میری موت کو اس زخم میں

گردان، پس وہ زخم حضرت معاذؓ کے سینہ کے گڑھے سے بہنے لگا، پس نہیں گھبراہٹ میں ڈالا ان کو ــــ اور مسجد میں بنوغفار کا ایک خیمہ تھا ــــ مگر خون نے جوان کی طرف بہہ کر گیا، انھوں نے کہا: اے خیمہ والو! یہ کیسا خون ہے جو ہماری طرف آرہا ہے تمہاری طرف سے؟ پس اچانک حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا زخم خون سے بہہ رہا تھا، اور آپؓ کی اس سے وفات ہوگئی۔

قوله: لَيْسَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أُجَاهِدَهُمْ فِيْكَ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوْا رَسُوْلَكَ وَأَخْرَجُوْهُ: ترکیب: أَحَبَّ: اسم تفضیل، أن أجاهدهم سے پہلے مِن پوشیدہ، اور پہلا مفضل منہ اور من قوم: دوسرا مفضل منہ، پہلا مفضل منہ باعتبار عمل، دوسرا مفضل منہ باعتبار من به العمل یعنی سب سے محبوب کام جہاد ہے اور وہ بھی مکہ والوں کے ساتھ۔

۷-غزوۂ بنوقریظہ میں حسانؓ سے فرمایا: مشرکین کی ہجو کرو، جبرئیل تمہارے ساتھ ہیں!

حدیث: غزوۂ بنوقریظہ کے موقع پر نبی ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: قریش کی ہجو کرو یا فرمایا: جوابی ہجو کرو، جبرئیل علیہ السلام تمہارے ساتھ ہیں وہ شعر گوئی میں تمہاری مدد کریں گے۔

حدیث کی باب سے مناسبت: اس حدیث کی باب (غزوۂ بنوقریظہ) سے مناسبت دو طرح ہے: ایک: نبی ﷺ نے یہ بات غزوۂ بنوقریظہ کے موقع پر فرمائی تھی، بس اتنی ہی مناسبت ہے۔ دوم: یہ حدیث ایک نظیر ہے اس بات کی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام مؤمنین کی کاموں میں مدد کرتے ہیں، جیسے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی شعر گوئی میں مدد کرتے تھے، غزوۂ بنوقریظہ میں بھی جبرئیل علیہ السلام نے فوج کو تقویت پہنچائی، حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی ﷺ کو بنوقریظہ پر چڑھائی کرنے کا اشارہ دے کر فرشتوں کے ساتھ پہلے گئے تا کہ ان کو جھنجھوڑیں اور ان کو ہلا کر رکھ دیں، اس مضمون کو ذہن سے قریب کرنے کے لئے یہ نظیر لائے ہیں۔

[۴۱۲۳-] حدثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَدِيٌّ، أَنَّهُ سَمِعَ الْبَرَاءَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِحَسَّانَ: "اهْجُهُمْ، أَوْ: هَاجِهِمْ وَجِبْرَئِيْلُ مَعَكَ"[راجع: ۳۲۱۳]

[۴۱۲۴-] وَزَادَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ قُرَيْظَةَ لِحَسَّانِ بْنِ ثَابِتٍ: "اهْجُ الْمُشْرِكِيْنَ فَإِنَّ جِبْرَئِيْلَ مَعَكَ"[راجع: ۳۲۱۳]

لغت: اُهْجُهُمْ: فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر، هَجَا فُلَانًا (ن) هَجْوًا وَهِجَاءً: مذمت کرنا، کسی کے عیوب بیان کرنا، ہجو کرنا......... هَاجِهِمْ: (فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر) از باب مفاعلہ: هَاجَاهُ مُهَاجَاةً وَهِجَاءً: جوابی ہجو کرنا، قریش نے جو ہجو کی ہے اس کا جواب دینا۔

(غزوۂ احزاب اور ذیلی غزوہ: غزوۂ بنوقریظہ کا بیان پورا ہوا)

غزوۂ ذات الرقاع

رِقَاع: رُقْعَة کی جمع ہے،اس کے دو معنی ہیں: ایک: کاغذ کا ایسا ٹکڑا جس پر لکھا جائے، دوم: کپڑے کا ایسا ٹکڑا جس کا پیوند لگایا جائے۔اور ذات:ذو کا مؤنث ہے، جس کے معنی ہیں: والا، مضاف الیہ مذکر ہو تو ذو استعمال کرتے ہیں، جیسے ذوالمال،اور مؤنث ہو تو ذات استعمال کرتے ہیں، جیسے ذَات الرقاع۔

اس غزوہ کو' ذات الرقاع' کیوں کہتے ہیں؟ اس میں مختلف اقوال ہیں، مشہور قول یہ ہے کہ اس غزوہ میں صحابہ کے پاس جوتے چپل نہیں تھے،اور زمین پتھریلی تھی، اس لئے ننگے پیر چلنے کی وجہ سے پاؤں زخمی ہوگئے تھے،اور صحابہ نے پاؤں پر چیتھڑے لپیٹے تھے،اس لئے اس غزوہ کا نام' ذات الرقاع' (چیتھڑوں والا) پڑا۔اور یہ بھی کہا جاتا ہے رقاع: ایک پہاڑ کا نام ہے، جس میں سرخ وسفید اور سیاہ دھبے تھے، یا اس علاقہ کی زمین سیاہ وسفید تھی، گویا پیوند لگی ہوئی تھی (ان کے علاوہ بھی اقوال ہیں)

اس غزوہ میں دو قبیلے پیش نظر تھے:

۱-مَحَارِبُ بْنُ خَصَفَة: یہ عدنانی بدوؤں کا قبیلہ ہے،ان کا نسب نامہ یہ ہے:بنو محارب بن خصفة بن قيس بن عَيْلان بن مضر بن نزار بن معدّ بن عدنان (معجم قبائل العرب: عمر رضا کحالہ ۳:۱۰۴۲)

۲-ثَعْلَبَة بن سعد: یہ قبیلہ غطفان کا بطن ہے،اور یہ بھی عدنانی بدوؤں کا قبیلہ ہے ــــ یہ دونوں قبیلے مقام نخل میں آباد تھے، چنانچہ نبی ﷺ فوج کے ساتھ مقام نخل میں اترے ہیں۔

نبی ﷺ نے بنومحارب اور بنوثعلبہ کے اجتماع کی خبر سن کر چار سو یا سات سو صحابہ کے ساتھ بلادنجد کا رخ کیا،اور مدینہ سے دو دن کی مسافت پر مقام نخل میں پڑاؤ ڈالا، بنوغطفان کی ایک جمعیت سے آمنا سامنا ہوا، مگر جنگ نہیں ہوئی، البتہ اس جنگ میں چند واقعات پیش آئے ہیں، اس جنگ میں' نمازِ خوف' پڑھی گئی ہے، اس لئے اس غزوہ کو اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے میں یہ غزوہ: غزوۂ خیبر کے بعد پیش آیا ہے، کیونکہ اس غزوہ میں حضرات ابوموسیٰ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما شریک تھے، اور یہ دونوں حضرات غزوۂ خیبر کے بعد خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے ہیں ــــ اور دیگر ائمہ مغازی کی رائے یہ ہے کہ یہ غزوہ: غزوۂ احزاب وقریظہ کے بعد غزوۂ خیبر سے پہلے پیش آیا ہے ــــ مگر عجیب بات یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا تذکرہ غزوۂ احزاب وقریظہ کے بعد غزوۂ خیبر سے پہلے کیا ہے، شاید اہل مغازی کی

رائے کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ایسا کیا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ غزوہ ذات الرقاع دو مرتبہ پیش آیا ہے، غزوۂ خیبر سے پہلے بھی اور بعد میں بھی۔ واللہ اعلم

[۳۲-] بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ

وَهِيَ غَزْوَةُ مُحَارِبِ خَصَفَةَ، مِنْ بَنِيْ ثَعْلَبَةَ، مِنْ غَطْفَانَ، فَنَزَلَ نَخْلاً وَهِيَ بَعْدَ خَيْبَرَ لِأَنَّ أَبَا مُوْسَى جَاءَ بَعْدَ خَيْبَرَ.

تنبیہ: محارب خصفة کے درمیان ابن پوشیدہ ہے، بیٹے کی باپ کی طرف اضافت کی ہے............ اور من بنی ثعلبة میں تمام شارحین متفق ہیں کہ مِن کی جگہ واو عاطفہ ہونا چاہئے۔

ترجمہ: غزوہ ذات الرقاع کا بیان، اور یہ غزوہ بنومحارب بن خصفہ کے ساتھ پیش آیا ہے، اور بنوثعلبہ کے ساتھ پیش آیا ہے جو غطفان کی شاخ ہے، پس آپؐ مقام نخل میں اترے، اور وہ غزوۂ خیبر کے بعد ہے، اس لئے کہ ابوموسیٰ اشعری (یمن سے ہجرت کرکے) غزوۂ خیبر کے بعد خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے ہیں۔

[۴۱۲۵-] وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ: أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم صَلَّى بِأَصْحَابِهِ فِي الْخَوْفِ فِيْ غَزْوَةِ السَّابِعَةِ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: صَلَّى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الْخَوْفَ بِذِيْ قَرَدٍ.
[انظر: ۴۱۲۶، ۴۱۲۷، ۴۱۳۰، ۴۱۳۷]

[۴۱۲۶-] وَقَالَ بَكْرُ بْنُ سَوَادَةَ: حَدَّثَنِيْ زِيَادُ بْنُ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى أَنَّ جَابِرًا حَدَّثَهُمْ قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِهِمْ يَوْمَ مُحَارِبٍ وَثَعْلَبَةَ. [راجع: ۴۱۲۵]

[۴۱۲۷-] وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ، سَمِعْتُ وَهْبَ بْنَ كَيْسَانَ: سَمِعْتُ جَابِرًا: خَرَجَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِلٰى ذَاتِ الرِّقَاعِ مِنْ نَخْلٍ، فَلَقِيَ جَمْعًا مِنْ غَطَفَانَ، فَلَمْ يَكُنْ قِتَالٌ، وَأَخَافَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، فَصَلَّى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم رَكْعَتَيِ الْخَوْفِ. وَقَالَ يَزِيْدُ، عَنْ سَلَمَةَ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ الْقَرَدِ. [راجع: ۴۱۲۵]

ان تین احادیث میں دو باتیں ہیں: (۱) غزوۂ ذات الرقاع: غزوۂ خیبر کے بعد پیش آیا ہے، (۲) نمازِ خوف سب سے پہلے کس غزوہ میں پڑھی گئی؟ اس میں اختلاف ہے۔

حدیث (۱): حضرت جابرؓ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے صحابہ کے ساتھ خوف کی وجہ سے ساتویں غزوے میں یعنی غزوۂ

ذات الرقاع میں صلوٰۃ الخوف پڑھی، اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں: غزوہ ذوقرد میں سب سے پہلے صلوٰۃ الخوف پڑھی۔

تشریح: غزوۃِ ذاتِ الرقاع: السابعۃ سے بدل ہے: اور سات غزوات سے مراد وہ غزوات ہیں جن میں جنگ ہوئی ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) بدر (۲) احد (۳) احزاب (۴) قریظہ (۵) مُرَیْسِیْع (۶) خیبر اور (۷) ذات الرقاع، پس ثابت ہوا کہ ذات الرقاع خیبر کے بعد ہے (اور غزوۂ ذی قرد کا بیان آگے آرہا ہے)

حدیث (۲): حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے قبائل بنو محارب اور بنوثعلبہ کے ساتھ جنگ میں صحابہ کے ساتھ صلوٰۃ خوف پڑھی (اس روایت سے معلوم ہوا کہ باب میں من بنی ثعلبۃ صحیح نہیں، مِن کی جگہ واؤ عاطفہ ہونا چاہئے)

حدیث (۳): حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ غزوۂ ذات الرقاع میں مقام نخل کی طرف نکلے، غطفان کی ایک جمعیت سے مڈبھیڑ ہوئی، مگر جنگ نہیں ہوئی بعض نے بعض کو ڈرایا (مسلمانوں نے کافروں کو اور کافروں نے مسلمانوں کو ڈرایا) پس نبی ﷺ نے صلوٰۃ الخوف کی دو رکعتیں پڑھیں، اور حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کے ساتھ قرد کی جنگ لڑی (اس میں بھی صلوٰۃ الخوف پڑھی گئی)

تشریح: قَرَد: ایک چشمہ کا نام ہے، ذوقرد: نبی ﷺ کی اونٹنیوں کی چراگاہ تھی، عیینہ نے چالیس سواروں کے ساتھ اس پر ڈاکہ ڈالا، اور بیس اونٹنیاں پکڑ کر لے گیا، حضرت سلمہؓ کو فجر کی اذان کے وقت اس کی اطلاع ہوئی، انھوں نے ایک ٹیلہ پر چڑھ کر تین نعرے لگائے، وہ آواز مدینہ کے ہر گھر میں پہنچ گئی، پھر انھوں نے ڈاکوؤں کا پیچھا کیا، انھوں نے سب اونٹنیاں چھڑالیں، وہ ماہر تیر انداز تھے، پیچھے سے نبی ﷺ صحابہ کے ساتھ پہنچے، اس غزوہ میں بھی صلوۃ الخوف پڑھی گئی ہے۔

ملحوظہ: دوسری حدیث میں راوی ابوموسیٰ: یا تو علی بن رباح لخمی ہیں یا ابوموسیٰ غافقی، جن کا نام مالک بن عبادہ ہے (عمدہ)

[۴۱۲۸-] حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاَءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَیْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ أَبِی بُرْدَةَ، عَنْ أَبِی بُرْدَةَ، عَنْ أَبِیْ مُوْسَی، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ غَزَاةٍ، وَنَحْنُ سِتَّةُ نَفَرٍ، بَیْنَنَا بَعِیْرٌ نَعْتَقِبُهُ، فَنَقِبَتْ أَقْدَامُنَا وَنَقِبَتْ قَدْمَایَ، وَسَقَطَتْ أَظْفَارِیْ، فَکُنَّا نَلُفُّ عَلٰی أَرْجُلِنَا الخِرَقَ، فَسُمِّیَتْ غَزْوَةَ ذَاتِ الرِّقَاعِ، لِمَا کُنَّا نُعَصِّبُ مِنَ الخِرَقِ عَلٰی أَرْجُلِنَا، وَحَدَّثَ أَبُوْ مُوْسَی بِهٰذَا الْحَدِیْثِ، ثُمَّ کَرِهَ ذٰلِکَ، قَالَ: مَا کُنْتُ أَصْنَعُ بِأَنْ أَذْکُرَهُ؟ کَأَنَّهُ کَرِهَ أَنْ یَکُوْنَ شَیْئٌ مِنْ عَمَلِهِ أَفْشَاهُ.

غزوۂ ذات الرقاع کی وجہ تسمیہ

حدیث: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے، ہم چھ آدمی تھے، اور ایک اونٹ تھا، جس پر باری باری سوار ہوتے تھے، اس سے ہمارے پیر چھلنی ہوگئے، میرے بھی دونوں پاؤں

زخمی ہوگئے، اور ناخن جھڑ گئے، چنانچہ ہم لوگ اپنے پاؤں پر چیتھڑے لپیٹے رہتے تھے، اس وجہ سے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع (چیتھڑوں والا) پڑ گیا، کیونکہ ہم نے اس غزوہ میں اپنے پاؤں پر چیتھڑے اور پٹیاں لپیٹ رکھی تھیں —— (حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کرنے کو کردی مگر بعد میں ان کو یہ بات ناپسند ہوئی، کیونکہ یہ اپنے نیک عمل کا اظہار تھا، اس لئے فرمایا:) میں نے یہ بات خواہ مخواہ بیان کی، گویا انھوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ اپنے عمل میں سے کسی چیز کا وہ اظہار کریں۔

تشریح: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ حبشہ سے اس وقت خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے ہیں جب خیبر فتح ہو چکا تھا، پس غزوۂ ذات الرقاع میں ان کی شرکت اس بات کی دلیل ہے کہ یہ غزوہ: خیبر کے بعد کسی وقت پیش آیا ہے —— اسی طرح اس غزوہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے، اور وہ بھی خیبر کے بعد مسلمان ہوئے ہیں (یہ بات باب کی آخری حدیث میں ہے) —— لیکن اگر نجد کی طرف متعدد غزوے مان لئے جائیں تو یہ دلیل ختم ہو جاتی ہے۔

لغات: اِعْتَقَبَ القومُ الشیئَ: باری باری لینا، باری باری استعمال کرنا............نَقِبَ الشیئُ (س) نَقَبًا: پھٹنا۔

صلوٰۃ الخوف پڑھنے کا طریقہ

روایات میں صلوٰۃ الخوف مختلف طرح مروی ہے، سنن ابی داؤد میں آٹھ صورتیں ہیں، صحیح ابن حبان میں نو، مُحلّی ابن حزم میں چودہ اور ابوالفضل عراقی کے رسالہ میں سترہ صورتیں مذکور ہیں۔

اور امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس باب کی سب روایتیں صحیح ہیں اور سب طریقوں پر صلوٰۃ الخوف پڑھنا جائز ہے، البتہ ان میں سے کونسے طریقہ پر پڑھنا افضل ہے اس میں اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک جو طریقہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں مروی ہے اس طرح صلوٰۃ الخوف پڑھنا افضل ہے، یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے دوسرے نمبر پر ذکر کی ہے، اور ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک جو طریقہ سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے اس طریقہ پر صلوٰۃ الخوف پڑھنا افضل ہے، یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ شروع میں لائے ہیں اور حنفیہ کا طریقہ اور ائمہ ثلاثہ کا طریقہ کیا ہے؟ اس کی تفصیل تحفۃ القاری (۳: ۲۶۵) میں گذری ہے۔

اور احناف نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو دو وجہ سے اختیار کیا ہے:

پہلی وجہ: سورۃ النساء کی آیت ۱۰۲ میں صلوٰۃ الخوف کا جو طریقہ بیان کیا گیا ہے ابن عمرؓ کی حدیث میں مروی طریقہ اس سے اقرب ہے۔

دوسری وجہ: ابن عمرؓ کی حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں، نہ سند میں نہ متن میں، اور حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں سند میں بھی اختلاف ہے اور متن میں بھی، اس کی تفصیل تحفۃ القاری اور تحفۃ الالمعی میں ہے۔

حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کی روایات:

پہلی حدیث: صالح بن خوّات (تابعی) اس صحابی سے روایت کرتے ہیں جنھوں نے نبی ﷺ کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں نمازِ خوف پڑھی ہے (یہ کون صحابی ہیں؟ اس میں اختلاف ہے، سہل بن ابی حثمہؓ تو نہیں ہوسکتے، اس لئے کہ وہ صحابی صغیر ہیں، سن ۳ ہجری میں پیدا ہوئے ہیں، وفاتِ نبوی کے وقت وہ سات سال کے تھے، اس لئے حافظ رحمہ اللہ نے اس کو ترجیح دی ہے کہ صالح اپنے ابا خوّات بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ بدری صحابی ہیں) کہ ایک جماعت نے نبی ﷺ کے پیچھے صف بنائی اور دوسری جماعت دشمن کی طرف چہرہ کئے رہی، پس آپؐ نے اس طائفہ کو ایک رکعت پڑھائی جو آپؐ کے ساتھ تھا، پھر آپؐ کھڑے رہے اور پیچھے والوں نے اپنی نماز پوری کی، پھر وہ دشمن کی طرف گئے اور دشمن کی طرف صف بنا کر کھڑے ہوگئے اور دوسرا طائفہ آیا ان کو نبی ﷺ نے وہ رکعت پڑھائی جو آپؐ کی نماز میں سے باقی رہ گئی تھی، پھر آپؐ بیٹھے رہے اور ان لوگوں نے اپنی نماز پوری کی، پھر آپؐ نے ان کے ساتھ سلام پھیرا۔

یہ حدیث امام مالک رحمہ اللہ کی ہے، پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا شاہد پیش کیا ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ مقام نخل میں تھے، پھر انھوں نے صلوٰۃ الخوف کا تذکرہ کیا (مگر طریقہ بیان نہیں کیا) امام مالکؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث نمازِ خوف کے سلسلہ کی بہترین روایت ہے، جو میں نے سنی ہے، پھر امام بخاری رحمہ اللہ ایک دوسری سند سے شاہد لائے ہیں کہ نبی ﷺ نے غزوہ بنی انمار میں صلوٰۃ خوف پڑھی (غزوۂ ذات الرقاع اور غزوۂ بنی انمار ایک قول کے مطابق ایک ہیں)

دوسری حدیث: موقوف ہے، حضرت سہلؓ فرماتے ہیں: امام قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو اور لوگوں میں سے ایک جماعت اس کے ساتھ کھڑی ہو اور دوسری جماعت دشمن کی طرف رہے، پس امام ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ہیں ایک رکعت پڑھائے پھر وہ اٹھیں اور اپنی باقی ایک رکعت پڑھیں، دو سجدے کریں، اپنی جگہ میں یعنی نماز پوری کرلیں، پھر یہ لوگ جائیں ان لوگوں کی جگہ اور وہ لوگ آئیں، پس امام ان کو ایک رکعت پڑھائے، پس امام کے لئے دو رکعتیں ہونگی، پھر یہ دوسرا طائفہ ایک رکعت پڑھ لے، رکوع کریں اور دو سجدے کریں۔

پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث کی دوسری سند پیش کی ہے، اس سند سے حدیث مرفوع ہے، لیکن مرسل صحابی ہے، پھر تیسری سند پیش کی ہے اس میں بھی حدیث موقوف ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث:

حدیث (۱): ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نبی ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف جہاد میں نکلا، پس ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا، ہم ان کے سامنے صف بستہ کھڑے تھے (یہ حدیث مفصل پہلے (نمبر ۹۴۲ پر) گذری ہے۔

حدیث (۲): ابن عمرؓ فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے دو طائفوں میں سے ایک کو نماز پڑھائی اور دوسرا طائفہ دشمن کی طرف رخ کئے ہوئے تھا، پھر پھرے وہ، پس کھڑے ہوئے وہ اپنے ان ساتھیوں کی جگہ میں اور آئے وہ، پس ان کو نبی ﷺ نے ایک رکعت پڑھائی، پھر آپؐ نے سلام پھیرا، پھر یہ لوگ کھڑے ہوئے اور انھوں نے اپنی رکعت قضاء کی، اور وہ لوگ کھڑے ہوئے اور انھوں نے اپنی رکعت قضاء کی۔

[٤١٢٩-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ، عَمَّنْ شَهِدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ ذَاتِ الرِّقَاعِ صَلاَةَ الْخَوْفِ: أَنَّ طَائِفَةً صَفَّتْ مَعَهُ وَطَائِفَةٌ وُجَاهَ الْعَدُوِّ، فَصَلَّى بِالَّتِيْ مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ ثَبَتَ قَائِمًا وَأَتَمُّوْا لِأَنْفُسِهِمْ، ثُمَّ انْصَرَفُوْا فَصَفُّوْا وُجَاهَ الْعَدُوِّ، وَجَاءَ تِ الطَّائِفَةُ الْأُخْرَى فَصَلَّى بِهِمُ الرَّكْعَةَ الَّتِيْ بَقِيَتْ مِنْ صَلاَ تِهِ ثُمَّ ثَبَتَ جَالِسًا وَأَتَمُّوْا لِأَنْفُسِهِمْ، ثُمَّ سَلَّمَ بِهِمْ.

[٤١٣٠-] وَقَالَ مُعَاذٌ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِنَخْلٍ، فَذَكَرَ صَلاَةَ الْخَوْفِ. قَالَ مَالِكٌ: وَذٰلِكَ أَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ فِيْ صَلاَةِ الْخَوْفِ، تَابَعَهُ اللَّيْثُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ: أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهُ: صَلَّى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِيْ غَزْوَةِ بَنِيْ أَنْمَارٍ. [راجع: ٤١٢٥]

[٤١٣١-] حدثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ يَحْيَى، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِيْ حَثْمَةَ، قَالَ: يَقُوْمُ الإِمَامُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَطَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَهُ وَطَائِفَةٌ مِنْ قِبَلِ الْعَدُوِّ، وَجُوْهُهُمْ إِلَى الْعَدُوِّ، فَيُصَلِّيْ بِالَّذِيْنَ مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ يَقُوْمُوْنَ فَيَرْكَعُوْنَ لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً وَيَسْجُدُوْنَ سَجْدَتَيْنِ فِيْ مَكَانِهِمْ، ثُمَّ يَذْهَبُ هٰؤُلاَءِ إِلَى مَقَامِ أُوْلٰئِكَ فَيَجِيْءُ أُوْلٰئِكَ فَيَرْكَعُ بِهِمْ رَكْعَةً فَلَهُ ثِنْتَانِ، ثُمَّ يَرْكَعُوْنَ وَيَسْجُدُوْنَ سَجْدَتَيْنِ.

حدثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِيْ حَثْمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مِثْلَهُ، حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ يَحْيَى، سَمِعَ الْقَاسِمَ، أَخْبَرَنِيْ صَالِحُ بْنُ خَوَّاتٍ، عَنْ سَهْلٍ حَدَّثَهُ قَوْلَهُ.

[٤١٣٢-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا لَهُمْ. [راجع: ٩٤٢]

[٤١٣٣-] حدثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيْهِ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم صَلَّى بِإِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ

وَالطَّائِفَةُ الْأُخْرَى مُوَاجِهَةُ الْعَدُوِّ، ثُمَّ انْصَرَفُوْا فَقَامُوْا فِيْ مَقَامِ أَصْحَابِهِمْ أُوْلٰئِكَ، فَجَاءَ أُوْلٰئِكَ فَصَلّٰى بِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ، ثُمَّ قَامَ هٰؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ وَقَامَ هٰؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ.[راجع: ٩٤٢]

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

اللہ تعالیٰ آپؐ کی لوگوں سے حفاظت کریں گے

سورۃ المائدہ آیت ۶۷ میں یہ وعدہ ہے کہ کوئی شخص مقابل ہوکر آپ ﷺ کو قتل وہلاک نہ کرسکے گا، اور غزوۂ اُحد میں آپؐ کا زخمی ہونا اس کے منافی نہیں، اور حفاظتِ خداوندی کی ایک مثال: خیبر میں زہر دیا جانا ہے، وحی کے ذریعہ اس موقعہ پر آپؐ کو مطلع کردیا گیا، تاکہ آپؐ وہ کھانا تناول نہ فرمائیں، دوسری مثال: وہ واقعہ ہے جو غزوۂ ذات الرقاع میں پیش آیا، واپسی میں آپؐ ایک درخت کے نیچے تنہا سوئے ہوئے تھے، تلوار درخت سے لٹکا رکھی تھی کہ ایک دشمن آیا، اور تلوار سونت کر قتل کے لئے آمادہ ہوگیا، آپؐ کی آنکھ کھل گئی، اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی حفاظت فرمائی، اور اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد کا ایک نمونہ بھی ہے۔

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ کیا (یہ غزوہ ذات الرقاع تھا) سفر میں جب ہم کسی سایہ دار درخت پر پہنچتے تھے تو اسے نبی ﷺ کے لئے چھوڑ دیتے تھے، پس گرمی کی ایک دوپہر میں قافلہ نے ایک ایسے میدان میں پڑاؤ ڈالا جس میں کانٹے دار درخت بہت تھے، لوگ سایہ حاصل کرنے کے لئے اِدھر اُدھر بکھر گئے، نبی ﷺ ایک درخت کے نیچے اترے اور درخت سے تلوار لٹکا کر سوگئے، حضرت جابرؓ کہتے ہیں: ابھی ہم ذرا سا سوئے تھے کہ ایک مشرک نے آکر رسول اللہ ﷺ کی تلوار اتار کر سونت لی، نبی ﷺ کی آنکھ کھل گئی، اس نے کہا: کیا تو مجھ سے ڈرتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، اس نے کہا: بتا تجھے کون بچائے گا؟ آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا: اللہ! پس اچانک نبی ﷺ نے ہمیں آواز دی، ہم پہنچے تو دیکھا: ایک بدو آپؐ کے پاس بیٹھا ہے آپؐ نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا اس نے میری تلوار سونت لی، میں جاگ گیا، سونتی ہوئی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی، اس نے مجھ سے پوچھا: بتا تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: اللہ! وہ یہ شخص بیٹھا ہوا ہے پھر نبی ﷺ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی۔

اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جب آپؐ نے جواب میں اللہ کہا تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی پھر وہ تلوار نبی ﷺ نے اٹھالی اور فرمایا: بتا اب تجھے کون بچائے گا؟ اس نے کہا: آپ اچھے پکڑنے والے بنیں یعنی احسان کریں، آپؐ نے فرمایا: تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا: میں عہد کرتا ہوں کہ آپؐ سے لڑائی نہیں کروں گا اور نہ آپؐ سے لڑائی کرنے والوں کا ساتھ دوں گا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپؐ نے اس کی راہ

چھوڑ دی، اس نے اپنی قوم میں جا کر کہا: میں تمہارے پاس سب سے اچھے انسان کے پاس سے آرہا ہوں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جب آپؐ نے اللہ کہا تو جبرئیل علیہ السلام نے اس کے سینہ پر دھکا دیا جس کی وجہ سے اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی، اور بخاری کی روایت میں اس بدو کا نام غورث بن الحارث آیا ہے اور واقدی کی روایت میں اس کا نام دَعْثور آیا ہے اور یہ بھی ہے کہ اس نے اسلام قبول کرلیا تھا، لیکن واقدی کے کلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعے ہیں، ایک غزوۂ ذات الرقاع سے واپسی کا ہے اور ایک خیبر سے واپسی کا۔ واللہ اعلم

[٤١٣٤-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ سِنَانٌ، وَأَبُوْ سَلَمَةَ، أَنَّ جَابِرًا أَخْبَرَ: أَنَّـهُ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قِبَلَ نَجْدٍ. [راجع: ٢٩١٠]

[٤١٣٥-] ح: وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِيْ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِيْ عَتِيْقٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سِنَانِ بْنِ أَبِيْ سِنَانٍ الدُّؤَلِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَخْبَرَهُ: أَنَّـهُ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قِبَلَ نَجْدٍ، فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَفَلَ مَعَهُ، فَأَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ، فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الْعِضَاهِ، يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ، وَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم تَحْتَ سَمُرَةٍ، فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ، قَالَ جَابِرٌ: فَنِمْنَا نَوْمَةً، ثُمَّ إِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَدْعُوْنَا فَجِئْنَاهُ، فَإِذَا عِنْدَهُ أَعْرَابِيٌّ جَالِسٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ سَيْفِيْ وَأَنَا نَائِمٌ، فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِيْ يَدِهِ صَلْتًا، فَقَالَ لِيْ: مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّيْ؟ قُلْتُ: اللّٰهُ! فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ" ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم.

[راجع: ٢٩١٠]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف غزوہ کیا، پس جب نبی ﷺ لوٹے تو وہ آپؐ کے ساتھ لوٹے، پس پایا ان کو دوپہر کے سونے نے بہت زیادہ کانٹوں کے درخت والے میدان میں (القائلة: دوپہر، دوپہر کا سونا، العِضَاه: خاردار درخت واحد عِضَاهة) پس نبی ﷺ اترے اور لوگ بکھر گئے خاردار درختوں میں سایہ حاصل کررہے تھے وہ درختوں سے اور نبی ﷺ ایک کیکر کے درخت کے نیچے اترے اور اس کے ساتھ اپنی تلوار لٹکادی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پس ہم ذرا سا سوئے تھے کہ اچانک نبی ﷺ ہمیں بلارہے ہیں، پس ہم آپؐ کے پاس پہنچے، اچانک آپ کے پاس ایک بدو بیٹھا تھا، نبی ﷺ نے فرمایا: اس نے میری تلوار سونتی درانحالیکہ میں سویا ہوا تھا، پس میں بیدار ہوا درانحالیکہ وہ اس کے ہاتھ میں سونتی ہوئی تھی، اس نے مجھ سے کہا: تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: اللہ! پس یہ ہے وہ بیٹھا ہوا، پھر نبی ﷺ نے اس کو سزا نہیں دی۔

[٤١٣٦-] وَقَالَ أَبَانُ: حَدَّثَنَا يَحْيىَ بْنُ أَبِىْ كَثِيْرٍ، عَنْ أَبِىْ سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم بِذَاتِ الرِّقَاعِ، فَإِذَا أَتَيْنَا عَلىٰ شَجَرَةٍ ظَلِيْلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِلنَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَسَيْفُ النَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم مُعَلَّقٌ بِالشَّجَرَةِ، فَاخْتَرَطَهُ، فَقَالَ لَهُ: تَخَافُنِىْ؟ قَالَ:" لاَ" قَالَ: فَمَنْ يَمْنُعَكَ مِنِّىْ؟ قَالَ:" اللّٰهُ!" فَتَهَدَّدَهُ أَصْحَابُ النَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم، وَأُقِيْمَتِ الصَّلاَةُ فَصَلَّى بِطَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ تَأَخَّرُوْا وَصَلَّى بِالطَّائِفَةِ الْأُخْرىٰ رَكْعَتَيْنِ، وَكَانَ لِلنَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم أَرْبَعٌ وَلِلْقَوْمِ رَكْعَتَيْنِ.

وَقَالَ مُسَدَّدٌ، عَنْ أَبِىْ عَوَانَةَ، عَنْ أَبِىْ بِشْرٍ: اسْمُ الرَّجُلِ غَوْرَثُ بْنُ الْحَارِثِ، وَقَاتَلَ فِيْهَا مُحَارِبَ خَصَفَةَ.[راجع: ٢٩١٠]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نبی ﷺ کے ساتھ غزوۂ ذات الرقاع میں تھے، جب ہم پہنچتے تھے کسی سایہ دار درخت پر تو اس کو نبی ﷺ کے لئے چھوڑ دیتے تھے، پس ایک مشرک آیا درانحالیکہ نبی ﷺ کی تلوار درخت سے لٹکی ہوئی تھی، اس نے اس کو سونتا اور پوچھا: کیا تو مجھ سے ڈرتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، اس نے کہا: تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ! صحابہ نے اس بدو کو دھمکایا اور نماز کھڑی کی گئی، پس آپؐ نے ایک جماعت کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں، پھر وہ پیچھے چلے گئے اور آپؐ نے دوسری جماعت کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں، پس نبی ﷺ کے لئے چار رکعتیں اور لوگوں کے لئے (جماعت کے ساتھ) دو رکعتیں ہوئیں۔

اور دوسری سند سے اسی حدیث میں ہے کہ اس آدمی کا نام غورث بن حارث تھا اور نبی ﷺ نے اس غزوہ میں محارب بن خَصَفَة کے ساتھ جنگ کی تھی، یعنی یہ غزوہ ذات الرقاع کا واقعہ ہے۔

[٤١٣٧-] وَقَالَ أَبُوْ الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِنَخْلٍ، فَصَلَّى الْخَوْفَ، وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم[فِى]غَزْوَةِ نَجْدٍ صَلاَةَ الْخَوْفِ، وَإِنَّمَا جَاءَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ إِلىٰ النَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم أَيَّامَ خَيْبَرَ.[راجع: ٤١٢٥]

ترجمہ: حضرت جابرؓ کہتے ہیں: ہم نبی ﷺ کے ساتھ مقام نخل میں تھے، پس آپؐ نے نمازِ خوف پڑھی اور حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: (یہ روایت سند کے ساتھ ابو داؤد اور طحاوی میں ہے) خوف کی نماز پڑھی میں نے نبی ﷺ کے ساتھ غزوۂ نجد میں (امام بخاریؒ فرماتے ہیں:) اور ابو ہریرہؓ نبی ﷺ کی خدمت میں جنگِ خیبر کے موقع پر آئے ہیں (پس معلوم ہوا کہ غزوہ ذات الرقاع خیبر کے بعد پیش آیا ہے، مگر اس روایت میں ذات الرقاع کا تذکرہ نہیں بلکہ نجد کا ذکر ہے اور نجد کی طرف غزوہ کئی بار ہوا ہے، اس لئے اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ غزوہ ذات الرقاع خیبر کے بعد پیش آیا ہے)

غزوۂ بنی المصطلق یا غزوۂ مریسیع

بنوالمصطلق قبیلہ خزاعہ کا بطن ہے اور خزاعہ قحطانی قبیلہ ہے، مُصْطَلِقْ: جزیمۃ بن سعد کا لقب ہے، اور مُرَیْسِیْع (میم پر پیش، راء پر زبر) اُس قبیلہ کے چشمہ کا نام ہے، اس غزوہ کی تاریخ میں اختلاف ہے، بقول محمد بن اسحاق رحمہ اللہ یہ غزوہ شعبان سنہ ۶ ہجری میں اور بہ قول موسیٰ بن عقبہ سنہ ۵ ہجری میں پیش آیا ہے، اور کتاب میں جو سَنَةَ أَرْبَعٍ ہے وہ سبقت قلم ہے، سَنَةَ خمسٍ ہونا چاہئے تھے، موسیٰ بن عقبہ کی مغازی میں متعدد اسانید سے سنة خمس ہے۔

غزوہ کا سبب: نبی ﷺ کو اطلاع ملی کہ بنوالمصطلق کا سردار حارث بن ابی الضرار جنگ کے لئے اپنے قبیلہ کو اور کچھ دوسرے لوگوں کو لے کر مدینہ آرہا ہے، آپؐ نے بُریدۃ بن الحصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کو تحقیقِ حال کے لئے بھیجا، انھوں نے حارث سے ملاقات کی اور واپس آکر نبی ﷺ کو اطلاع دی، جب آپؐ کو خبر کی صحت کا یقین ہوگیا تو آپؐ نے صحابہ کو تیاری کا حکم دیا، اس غزوہ میں آپؐ کے ساتھ منافقین بھی تھے جو اس سے پہلے کبھی نہیں نکلے تھے، حارث نے اسلامی لشکر کی خبر لانے کے لئے ایک جاسوس بھیجا مسلمانوں نے اسے گرفتار کرکے قتل کردیا، جب حارث کو نبی ﷺ کی روانگی کا اور اپنے جاسوس کے قتل ہوجانے کا علم ہوا تو وہ سخت خوفزدہ ہوا اور جو عرب قبائل اس کے ساتھ تھے وہ سب بکھر گئے، نبی ﷺ چشمۂ مریسیع تک پہنچے، بنومصطلق آمادۂ جنگ تھے، نبی ﷺ نے اور صحابہ نے صف بندی کی، کچھ دیر فریقین میں تیروں کا تبادلہ ہوا، پھر صحابہ نے یکبارگی حملہ کردیا، اور فتح یاب ہوگئے، مشرکین نے شکست کھائی، کچھ مارے گئے، عورتوں اور بچوں کو قید کیا گیا، مویشی اور بکریاں ہاتھ آئیں، قیدیوں میں حضرت جُویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جو بنی المصطلق کے سردار حارث کی بیٹی تھیں، وہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں، انھوں نے ثابتؓ سے کتابت کا معاملہ کیا، پھر وہ تعاون حاصل کرنے کے لئے نبی ﷺ کی خدمت میں آئیں، آپؐ نے فرمایا: میں اس سے بہتر صورت بتاؤں اگر تم پسند کرو تو میں تمہاری طرف سے بدل کتابت ادا کردوں اور تمہیں آزاد کرکے شادی کرلوں، وہ بخوشی تیار ہوگئیں، چنانچہ اس نکاح کے نتیجہ میں مسلمانوں نے بنوالمصطلق کے سوگھرانوں کو جو مسلمان ہوچکے تھے آزاد کردیا، کیونکہ وہ نبی ﷺ کے سسرالی بن گئے تھے۔

اس غزوہ کی اہمیت: یہ غزوہ جنگی نقطۂ نظر سے کچھ زیادہ اہمیت کا حامل نہیں، مگر اس غزوہ میں چند واقعات پیش آئے ہیں، جن سے یہ غزوہ اہم بن گیا ہے، اس غزوہ میں تیمّم کی آیت نازل ہوئی ہے، اور اس غزوہ سے واپسی میں افک کا واقعہ پیش آیا ہے جس پر مستقل باب آرہا ہے، اور اس غزوہ میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے وہ دو باتیں کہی ہیں جو سورۃ المنافقین آیات ۷ و ۸ میں آئی ہیں، جن کی تفصیل اس باب کی آخری حدیث میں ہے۔

[۳۳-] بَابُ غَزْوَةِ بَنِيْ الْمُصْطَلِقِ، مِنْ خُزَاعَةَ، وَهِيَ غَزْوَةُ الْمُرَيْسِيْعِ

قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: وَذٰلِكَ سَنَةَ سِتٍّ، وَقَالَ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ: سَنَةَ أَرْبَعٍ، وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ رَاشِدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ: كَانَ حَدِيْثُ الإِفْكِ فِيْ غَزْوَةِ الْمُرَيْسِيْعِ.

۱-غزوۂ بنی المصطلق میں نبی ﷺ سے عزل کے بارے میں سوال کیا گیا

حدیث: ابن مُحیریز کہتے ہیں: میں مسجد میں داخل ہوا، میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو دیکھا، میں ان کے پاس بیٹھ گیا، اور میں نے ان سے عزل کے بارے میں پوچھا، ابوسعید خدریؓ نے فرمایا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ غزوۂ بنی المصطلق میں نکلے (یہاں باب ہے) پس حاصل کیا ہم نے عرب قیدیوں کو، پس ہمیں عورتوں کی خواہش ہوئی، اور ہم پر بیویوں سے علاحدہ رہنا بھاری ہوا اور ہم نے عزل کرنا چاہا، چنانچہ ہم نے عزل کرنے کا ارادہ کرلیا، پھر ہم نے سوچا: ہم عزل کریں درانحالیکہ نبی ﷺ ہمارے درمیان ہیں، اس سے پہلے کہ ہم آپؐ سے پوچھیں (یہ مناسب نہیں) پس ہم نے آپؐ سے اس بارے میں پوچھا: آپؐ نے فرمایا: اگر عزل نہ کرو تو کیا حرج ہے؟ جس کو دنیا میں آنا ہے: آنا ہے، عزل کرو یا نہ کرو، جو مقدر ہے وہ ہو کر رہے گا۔

ملحوظہ: عزل اور اس کے احکام کی تفصیل تحفۃ الالمعی (۵۶۹:۳) میں ہے۔

[۴۱۳۸-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيْزٍ، أَنَّهُ قَالَ: دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ، فَرَأَيْتُ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ، فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ، فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْعَزْلِ، قَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ، فَأَصَبْنَا سَبْيًا مِنْ سَبْيِ الْعَرَبِ، فَاشْتَهَيْنَا النِّسَاءَ، فَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ، وَأَحْبَبْنَا الْعَزْلَ، فَأَرَدْنَا أَنْ نَعْزِلَ، وَقُلْنَا: نَعْزِلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَيْنَ أَظْهُرِنَا قَبْلَ أَنْ نَسْأَلَهُ؟ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: "مَا عَلَيْكُمْ أَنْ لاَ تَفْعَلُوْا، مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلاَّ وَهِيَ كَائِنَةٌ" [راجع: ۲۲۲۹]

۲-عفو و درگذر اور نرمی کرنا اچھے نتائج پیدا کرتا ہے

اب وہ حدیث ذکر کرتے ہیں جو ابھی (حدیث ۴۱۳۵) گذری ہے، غزوۂ ذات الرقاع سے واپسی میں کسی منزل میں نبی ﷺ تلوار لٹکا کر قیلولہ فرما رہے تھے، اچانک ایک بدو آیا، اس نے تلوار اتاری اور سونت لی، نبی ﷺ کی آنکھ کھل گئی،

اس نے پوچھا: بتا تجھے کون بچائے گا؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ! تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی، نبی ﷺ نے اٹھالی اور پوچھا: بتا تجھے کون بچائے گا؟ اس نے رحم کی درخواست کی اور کہا: آپ اچھے لینے والے بنیں! نبی ﷺ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی، پھر ایک روایت میں ہے کہ اس نے کہا: میں آپؐ سے نہ لڑوں گا نہ لڑنے والوں کا ساتھ دوں گا، اور اپنی قوم میں جا کر کہا: میں تمہارے پاس بہترین آدمی کے پاس سے آرہا ہوں، اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ مسلمان ہوگیا اور اس کی دعوت سے اس کی پوری قوم مسلمان ہوگئی، یہ بدّو جانی دشمن تھا، اس کی سزا قتل تھی، مگر نبی ﷺ نے عفوو درگذر کیا اور اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا تو بہترین نتیجہ برآمد ہوا۔

امام بخاری رحمہ اللہ یہ واقعہ ذکر کرکے اشارہ کرتے ہیں کہ اس غزوہ میں عبداللہ بن ابی نے جو نہایت نامعقول طریقہ اختیار کیا تھا اور جو باتیں وہ بکا تھا اس کا تقاضہ یہ تھا کہ اس کو قتل کر دیا جاتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ بھی دیا تھا، مگر آپؐ نے عفوو درگذر کیا، پھر جب مدینہ پہنچے تو عبداللہ کے لڑکے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جو مخلص مسلمان تھے باپ کو مدینہ میں داخل ہونے سے روک دیا، مگر نبی ﷺ نے اجازت دیدی، اس کے بھی اچھے نتائج برآمد ہوئے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ غزوۂ مصطلق سے فارغ ہوکر ابھی چشمۂ مریسیع ہی پر قیام تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک مزدور جس کا نام جہجاہ غفاری تھا، پانی کے چشمہ پر ایک شخص سنان بن وبر جہنی سے لڑ پڑا، جُہنی نے انصار کو پکارا: مدد کو پہنچو اور جہجاہ نے مہاجرین کو پکارا: مدد کو آؤ، نبی ﷺ یہ نعرہ سن کر موقع پر پہنچے اور فرمایا: جاہلیت کی یہ پکار کیسی ہے! یہ بدبودار نعرہ ہے اسے چھوڑ دو!

جب اس واقعہ کی خبر عبداللہ بن ابی کو پہنچی تو اس نے کہا: کتّے کو پالو، موٹا کرو تا کہ تمہیں پھاڑ کھائے، جب ہم مدینہ واپس ہونگے تو ہم میں سے جو معزز ترین ہے وہ ذلیل ترین کو نکال باہر کرے گا اور اپنے ساتھیوں سے کہا: یہ مصیبت تم نے خود مول لی ہے، ان پردیسیوں پر خرچ مت کرو تا کہ وہ یہاں سے چلتے بنیں!

اس مجلس میں نوجوان صحابی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، انھوں نے یہ بات اپنے چچا کو بتائی، چچا نے رسول اللہ ﷺ کو بتائی، اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ عبّاد بن بشرؓ کو حکم دیجئے کہ وہ عبداللہ کو قتل کر دیں، آپؐ نے فرمایا: عمر! لوگ رہتی دنیا تک پروپیگنڈہ کریں گے کہ محمد نے اپنے ساتھیوں کو بھی نہیں چھوڑا! تم فوراً کوچ کا اعلان کرو، چنانچہ قافلہ دن بھر، پھر پوری رات پھر اگلے دن موسم گرم ہونے تک چلتا رہا، پھر جب قافلہ رکا تو لوگ زمین پر اترتے ہی بے خبر سو گئے، آپؐ کا مقصد بھی یہی تھا کہ لوگ بیٹھ کر گپ نہ کریں، اور اس بات کا چرچا نہ ہو۔

پھر جب عبداللہ کو پتہ چلا تو وہ حاضر خدمت ہوا اور اس نے قسم کھا کر کہا: اس نے ایسی کوئی بات نہیں کہی، لوگوں کو بھی اس کی بات کا یقین آ گیا، انھوں نے کہا: زیدؓ لڑکا ہے، ممکن ہے اس سے وہم ہوگیا ہو یا وہ بات صحیح نہ سمجھا ہو، مگر جب سورۃ المنافقین کی آیتیں نازل ہوئیں تو بات پکی ہوگئی کہ اس نے یہ دو باتیں کہی ہیں، پھر جب مدینہ قریب آیا تو اس کا لڑکا عبداللہؓ

مدینہ کے دروازہ پر تلوار سونت کر کھڑا ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ اجازت دیں گے تو تجھے مدینہ میں جانے دوں گا ورنہ نہیں، کیونکہ حضور ﷺ عزیز ہیں اور تو ذلیل ہے، جب نبی ﷺ وہاں پہنچے تو آپؐ نے مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت دی، تب عبداللہؓ نے باپ کا راستہ چھوڑا، پھر مدینہ پہنچ کر اس نے صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت تراشی کی، اور اس کا خوب چرچا کیا، پھر جب سورۃ النور کی آیتیں نازل ہوئیں تو عبداللہ کے پروپیگنڈے کا بھانڈا پھوٹ گیا، اور اس کی ساری قوم اس سے برگشتہ ہوگئی، اس کیفیت کو دیکھ کر نبی ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: عمر! کیا خیال ہے اگر اس شخص کو اس دن قتل کر دیا جاتا جس دن تم نے مجھ سے اس کے قتل کی اجازت چاہی تھی تو اس پر بہت سی ناکیں پھڑک اٹھتیں، لیکن آج اگر اس کے قبیلہ کے لوگوں ہی کو اس کے قتل کا حکم دیا جائے تو وہ خود اسے قتل کر دیں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ! میری سمجھ میں خوب آ گیا کہ اللہ کے رسول کا معاملہ میرے معاملہ سے زیادہ برکت والا ہے، اور ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ جس معاملہ میں نرمی داخل ہوتی ہے وہ اس کو مزین کر دیتی ہے اور جس معاملہ میں سختی سے کام لیا جاتا ہے وہ اس کو عیب دار کر دیتی ہے، بہرحال عفو ودرگذر کرنا اور نرمی کا برتاؤ کرنا اچھے نتائج پیدا کرتا ہے، اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے امام بخاری رحمہ اللہ یہ حدیث اس باب میں لائے ہیں۔

[٤١٣٩-] حدثنا مَحْمُوْدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم غَزْوَةَ نَجْدٍ، فَلَمَّا أَدْرَكَتْهُ الْقَائِلَةُ وَهُوَ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ، فَنَزَلَ تَحْتَ شَجَرَةٍ وَاسْتَظَلَّ بِهَا وَعَلَّقَ سَيْفَهُ، فَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الشَّجَرِ يَسْتَظِلُّوْنَ، وَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ إِذْ دَعَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَجِئْنَا، فَإِذَا أَعْرَابِيٌّ قَاعِدٌ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ: " إِنَّ هٰذَا أَتَانِيْ وَأَنَا نَائِمٌ فَاخْتَرَطَ سَيْفِيْ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى رَأْسِيْ مُخْتَرِطٌ صَلْتًا، قَالَ: مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّيْ؟ قُلْتُ: اللّٰهُ! فَشَامَهُ، ثُمَّ قَعَدَ، فَهُوَ هٰذَا" قَالَ: وَلَمْ يُعَاقِبْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم.

قوله: شَامَهُ: تلوار میان میں کر دی، تلوار سونت لی (اضداد میں سے ہے، حدیث میں پہلے معنی ہیں)

غزوۂ انمار

بعض لوگ 'غزوہ بنی انمار' کہتے ہیں، اور حاشیہ میں ہے کہ انمار قبیلہ بجیلہ کا بطن ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ غطفان کا دوسرا نام انمار ہے، اس لئے ارباب سیر کی دو رائیں ہیں: ایک رائے یہ ہے کہ غزوہ ذات الرقاع اور غزوہ انمار ایک ہیں، دوسری رائے یہ ہے کہ دونوں الگ الگ ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ آراء کا احترام کرتے ہیں، جیسے کتاب الانبیاء میں حضرت لقمان

رحمہ اللہ کے لئے باب لائے ہیں، کیونکہ بعض لوگ ان کو نبی مانتے ہیں۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ کی اپنی رائے یہ ہے کہ غزوہ ذات الرقاع اور غزوہ انمار ایک ہیں، اور دلیل یہ ہے کہ غزوہ ذات الرقاع میں پہلے صالح بن خوات کی روایت لائے ہیں کہ نبی ﷺ نے غزوہ ذات الرقاع میں نمازِ خوف پڑھی، پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت لائے ہیں کہ نبی ﷺ نے مقام نخل میں نمازِ خوف پڑھی، پھر متابعت میں قاسم بن محمد کی روایت لائے ہیں کہ نبی ﷺ نے غزوہ بنی انمار میں نمازِ خوف پڑھی، وہاں حاشیہ میں لکھا ہے کہ متابعت لاکر اشارہ کیا ہے کہ غزوہ بنو انمار اور غزوہ ذات الرقاع ایک ہیں، مگر چونکہ ایک رائے غزوہ بنی انمار کے مستقل غزوہ ہونے کی بھی ہے اس لئے اس کے لئے یہ باب لائے، البتہ مناسب یہ تھا کہ یہ باب غزوہ ذات الرقاع سے متصل لاتے تاکہ غزوۂ بنی المصطلق اور حدیثِ افک میں فصل نہ ہوتا۔

[۳٤-] بَابُ غَزْوَةِ أَنْمَارٍ

[٤١٤٠-] حدثنا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سُرَاقَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فِيْ غَزْوَةِ أَنْمَارٍ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهِ، مُتَوَجِّهًا قِبَلَ الْمَشْرِقِ مُتَطَوِّعًا" [راجع: ٤٠٠]

واقعہ افک

غزوہ بنی المصطلق کا اہم واقعہ واقعہ افک کا واقعہ ہے، اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے: نبی ﷺ کا دستور تھا کہ جب آپؐ سفر میں جاتے تو ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، جس کا قرعہ نکلتا، اس کو ہمراہ لے جاتے، غزوہ بنی المصطلق میں قرعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام نکلا، غزوہ سے واپسی میں ایک جگہ لشکر نے پڑاؤ کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قضاء حاجت کے لئے گئیں، اور اپنی بہن کا ہار جسے عاریۃً لے گئی تھیں کھو بیٹھیں، واپس آئیں تو احساس ہوا، فوراً اس جگہ واپس گئیں جہاں ہار گم ہوا تھا، اس دوران اونٹ پر ہودج باندھنے والے آئے، اور اسے اونٹ پر لاد دیا، انھوں نے سمجھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اندر ہیں، وہ ہودج کے ہلکے پن پر نہیں چونکے، کیونکہ حضرت عائشہؓ ابھی نوعمر تھیں، بدن موٹا نہیں ہوا تھا، اور کئی آدمیوں نے مل کر ہودج اٹھایا تھا، اس لئے ہلکے پن کا احساس نہیں ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہار ڈھونڈھ کر واپس آئیں تو لشکر جا چکا تھا، وہاں ہو کا عالم تھا، وہ اس خیال سے وہاں رک گئیں کہ جب لوگ انہیں نہیں پائیں گے تو پلٹ کر تلاش کرتے ہوئے وہاں آئیں گے، پھر صبح کا سہانا وقت تھا، ان کی آنکھ لگ گئی، حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ قافلہ کی خبر گیری کے لئے پیچھے چلنے پر مامور تھے، جب وہ یہاں پہنچے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر چونک پڑے،

کیونکہ نزولِ حجاب سے پہلے انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تھا، انھوں نے ﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ پڑھا، حضرت عائشہؓ آواز سن کر بیدار ہوگئیں، اٹھ کر بیٹھ گئیں، اور خود کو سنبھال لیا، انھوں نے سواری حضرت عائشہؓ کے پاس بٹھادی اور اونٹ کے اگلے پیر پر اپنا پیر رکھ کر کھڑے ہوگئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر سوار ہوگئیں، وہ اپنی زبان سے ایک لفظ نہیں بولے، سواری کی نکیل پکڑ کر چلتے رہے اور ٹھیک دوپہر کے وقت جب لشکر پڑاؤ ڈال چکا تھا لشکر میں پہنچ گئے، انہیں اس طرح آتا ہوا دیکھ کر لوگوں نے تبصرے شروع کر دیئے، اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو بھڑاس نکالنے کا ایک اور موقع ہاتھ آ گیا، اس نے تہمت کے تانے بانے جوڑے، الزام کے خاکہ میں رنگ بھرا اور اسے خوب پھیلایا، مگر وہ سیانا تھا، اپنی زبان سے کچھ نہیں بولتا تھا، ڈور ہلاتا تھا اور پتلیاں نچاتا تھا، اس کے گروہ کے لوگ اس کے اشارے کے مطابق تہمت کا خوب چرچا کرتے تھے۔

اُدھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حال یہ تھا کہ وہ غزوہ سے واپس آتے ہی بیمار پڑ گئیں، اور ایک مہینہ تک مسلسل بیمار رہیں، انہیں الزام کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا، البتہ انہیں یہ بات کھٹکتی تھی کہ بیماری کے زمانہ میں نبی ﷺ کی ان پر جو مہربانی ہوا کرتی تھی وہ اب نظر نہیں آ رہی تھی، پھر جب بیماری ختم ہوئی تو وہ ایک رات ام مسطح رضی اللہ عنہا کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے میدان کی طرف نکلیں، راستہ میں ام مسطحؓ کا پیر چادر میں الجھا اور وہ گر پڑیں، ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا: مسطحؓ کا برا ہو! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو ٹوکا کہ تم ایک بدری صحابی کو کوس رہی ہو، انھوں نے کہا: اری! تجھے کچھ پتا نہیں، تیرے خلاف جو پروپیگنڈہ ہو رہا ہے اس میں مسطح بھی شریک ہے، پھر تہمت کا واقعہ سنایا، حضرت عائشہؓ نے واپس آ کر خبر کا ٹھیک پتا لگانے کے لئے نبی ﷺ سے والدین کے گھر جانے کی اجازت چاہی، والدین کے پاس جا کر ان کو صورتِ حال کا یقینی طور پر علم ہو گیا تو وہ بے اختیار رونے لگیں، پھر دو راتیں اور ایک دن روتے روتے گذر گئے، اس دوران نہ نیند کا سرمہ لگایا نہ آنسو کی جھڑی رکی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے والدین کے گھر جانے کے بعد نبی ﷺ نے گھر کے لوگوں سے مشورہ کیا، سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ تم عائشہؓ کے بارے میں کیا جانتی ہو؟ انھوں نے حضرت عائشہؓ کی بے گناہی بیان کی، پھر آپؐ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: انھوں نے کہا: ہم خیر کے علاوہ کچھ نہیں جانتے، آپؐ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں باقی رکھیں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: انھوں نے ڈھیلا جواب دیا کہ عورتیں عائشہؓ کے علاوہ بہت ہیں! اور آپؐ بریرہ رضی اللہ عنہا سے پوچھیں وہ صحیح بات بتادے گی، نبی ﷺ نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: انھوں نے بھی حضرت عائشہؓ کی براءت ظاہر کی، تب آپؐ نے منبر سے تقریر کی کہ کون ہے جو مجھے عبداللہ بن ابی کی ایذا رسانیوں سے بچائے؟ اس پر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کی بات کہی، حضرت سعدؓ قبیلہ اوس کے سردار تھے، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے جو قبیلہ خزرج کے سردار تھے، اس کی مخالفت کی تو دونوں کی

حمایت میں قبیلے کے لوگ کھڑے ہوگئے، ان میں تو تو میں میں شروع ہوگئی، نبی ﷺ نے مشکل سے انہیں خاموش کیا، پھر آپ منبر سے اتر آئے، اُدھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں ایک انصاری خاتون بھی آکر رونے میں شریک ہوگئیں، والدین ان کو تسلی دے رہے تھے، اسی حالت میں نبی ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور کلمۂ شہادت پر مشتمل خطبہ پڑھا اور فرمایا: عائشہؓ! مجھے تمہارے متعلق یہ بات پہنچی ہے اگر تم اس سے بری ہو تو اللہ عنقریب تمہاری براءت ظاہر کردے گا، اور اگر خدانخواستہ تم سے کوئی غلطی ہوگئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور توبہ کرو، کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کرکے اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتے ہیں۔

نبی ﷺ کی بات سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آنسو تھم گئے، انھوں نے ابا سے کہا: ابا آپ جواب دیں، ابا نے کہا: میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا جواب دوں؟ پھر امی سے کہا: انھوں نے بھی یہی بات کہی تو حضرت عائشہؓ نے خود جواب دیا: واللہ! میں جانتی ہوں کہ یہ باتیں سنتے سنتے آپ حضرات کے کان پک گئے ہیں اور آپ لوگوں نے ان باتوں کو سچ سمجھ لیا ہے، اس لئے اگر میں کہوں کہ میں بری ہوں —— اور اللہ خوب جانتے ہیں کہ میں بری ہوں —— تو آپ لوگ میری بات سچ نہ سمجھیں گے، اور اگر میں گناہ کا اعتراف کرلوں —— جبکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ میں اس سے بری ہوں —— تو آپ لوگ فوراً صحیح مان لیں گے، پس میرا اور آپ لوگوں کا معاملہ حضرت یوسف علیہ السلام کے والد جیسا ہے، جب انھوں نے کہا تھا: ﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَاتَصِفُوْنَ﴾: صبر ہی آخری چارہ ہے اور تم لوگ جو کچھ کہتے ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی مدد مطلوب ہے، یہ کہہ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پلٹ کر چارپائی پر لیٹ گئیں، اور رونے لگیں، اسی وقت نبی ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہوا، جب وحی پوری ہوئی تو آپ مسکرا رہے تھے، آپ نے پہلی بات یہ فرمائی: عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں بری کردیا، ماں نے کہا: بیٹی! اٹھو اور حضور ﷺ کا شکریہ ادا کرو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ناز سے کہا: بخدا! میں ان کی طرف نہیں اٹھوں گی، میں صرف اللہ کی حمد کروں گی۔

اس موقع پر واقعہ افک سے متعلق سورۂ نور کی دس آیتیں نازل ہوئی ہیں، جو ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ جَاءُ وْا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ﴾: سے شروع ہوتی ہیں، اس کے بعد تہمت تراشی کے جرم میں مسطح بن اُثاثہ، حسان بن ثابت اور حمنہ بنت جحش کو اسّی اسّی کوڑے لگائے گئے اور عبداللہ بن ابی سزا سے بچ گیا، کیونکہ اس نے منہ سے کوئی بات نہیں کہی تھی، اس لئے اس کے حق میں تہمت تراشی ثابت نہیں ہوسکی۔ البتہ بیان القرآن میں ایک روایت ہے کہ اس کو بھی اسّی کوڑے مارے گئے، مگر مشہور یہی ہے کہ اس کو سزا آخرت میں ملے گی۔

حوالہ: یہ واقعہ تفصیل سے تحفۃ القاری (۶:۵۸) میں بھی آیا ہے، وہاں بھی تقریر ہے اس کو بھی دیکھ لینا چاہئے۔

[۳۵-] بَابُ حَدِيْثِ الْإِفْكِ

الْإِفْكُ وَالْأَفَكُ بِمَنْزِلَةِ النِّجْسِ وَالنَّجَسِ، يُقَالُ: إِفْكُهُمْ وَأَفْكُهُمْ وَأَفَكُهُمْ.

[٤١٤١-] حدثنا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَسَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ، وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم حِيْنَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الإِفْكِ مَاقَالُوْا، وكُلُّهُمْ حَدَّثَنِى طَائِفَةً مِنْ حَدِيْثِهَا، وَبَعْضُهُمْ كَانَ أَوْعٰى لِحَدِيْثِهَا مِنْ بَعْضٍ، وَأَثْبَتَ لَهُ اقْتِصَاصًا، وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْ كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمُ الْحَدِيْثَ الَّذِىْ حَدَّثَنِىْ عَنْ عَائِشَةَ، وَبَعْضُ حَدِيْثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا، وَإِنْ كَانَ بَعْضُهُمْ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضٍ.

لغات: إِفْكٌ: (زیرپھر جزم) جیسے نِجْسٌ (گندگی) یہ باب ضرب کا مصدر ہے اور أَفَكٌ: (بفتحتین) جیسے نَجَسٌ: یہ باب سمع کا مصدر ہے، دونوں کے معنی ہیں: جھوٹ بولنا، الزام تراشی کرنا، اور سورۃ الاحقاف آیت ۲۸ میں ہے: ﴿وَذٰلِكَ إِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ اور وہ ان کی تراشی ہوئی اور گھڑی ہوئی بات ہے، اس میں تین قراءتیں ہیں: إِفْكُهُمْ، أَفَكُهُمْ (کما سبق) اور أَفْكُهُمْ مصدر باب سمع —— اور عنوان میں إفك کو تینوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔

ترجمہ: امام زہری رحمہ اللہ یہ حدیث چار اساتذہ: عروہ، سعید، علقمہ اور عبید اللہ سے روایت کرتے ہیں، اور وہ چاروں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں جب کہی ان سے الزام تراشی کرنے والوں نے وہ بات جو کہی (امام زہری کہتے ہیں) سب نے مجھ سے حدیث عائشہ کا کچھ حصہ بیان کیا ہے یعنی کسی استاذ نے ساری حدیث بیان نہیں کی اور ان کے بعض حضرت عائشہؓ کی حدیث کو دوسرے بعض سے زیادہ محفوظ کرنے والے ہیں، اور بیان کرنے کے اعتبار سے زیادہ مضبوط ہیں، اور میں نے ان میں سے ہر استاذ سے وہ حدیث یاد کی ہے جو اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ اور ان میں سے بعض کی حدیث بعض کی تصدیق کرتی ہے، اگرچہ ان میں سے بعض کو حدیث بعض سے زیادہ یاد تھی۔

مسئلہ: ثقہ اساتذہ کی احادیث کو جمع کرکے ایک حدیث بنانا جائز ہے، یہ روایت بالمعنی کی ایک صورت ہے، اور روایت بالمعنی جائز ہے .... أَوْعَى: (اسم تفضیل) وَعَى يَعِىْ وَعْيًا الشيئَ: برتن میں جمع کرنا، وَعَى الحديثَ: حدیث یا بات کو اچھی طرح سمجھ کر ذہن میں محفوظ کرلینا .... اقْتِصَاصا: (مفعول مطلق من غیر لفظہ) اقْتَصَّ الْخَبَرَ: خبر کو جوں کا توں بیان کرنا۔

قَالُوْا: قَالَتْ عَائِشَةُ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ أَزْوَاجِهِ، وَأَيُّهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَعَهُ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِىْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ فِيْهَا سَهْمِىْ، فَخَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَعْدَمَا أُنْزِلَ الْحِجَابُ، فَكُنْتُ أُحْمَلُ فِىْ هَوْدَجٍ وَأُنْزَلُ فِيْهِ، فَسِرْنَا حَتَّى إِذَا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم

مِنْ غَزْوَتِهِ تِلْكَ وَقَفَلَ، دَنَوْنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ قَافِلِيْنَ، آذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيْلِ، فَقُمْتُ حِيْنَ آذَنُوْا بِالرَّحِيْلِ فَمَشَيْتُ حَتَّى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ، فَلَمَّا قَضَيْتُ شَأْنِيْ أَقْبَلْتُ إِلَى رَحْلِيْ فَلَمَسْتُ صَدْرِيْ، فَإِذَا عِقْدٌ لِيْ مِنْ جَزْعِ ظَفَارٍ قَدِ انْقَطَعَ، فَرَجَعْتُ فَالْتَمَسْتُ عِقْدِيْ فَحَبَسَنِيْ ابْتِغَاؤُهُ.

ترجمہ: چاروں حضرات کہتے ہیں: صدیقہؓ نے فرمایا: نبی ﷺ جب کسی سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، ان میں سے جس کا نام نکلتا، اس کو اپنے ساتھ لے جاتے، صدیقہؓ فرماتی ہیں: پس نبی ﷺ نے ہمارے درمیان قرعہ ڈالا، ایک غزوہ میں جو آپؐ نے کیا (غزوۂ مریسیع میں) پس اس میں میرا نام نکلا، چنانچہ میں نبی ﷺ کے ساتھ نکلی، پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد، میں ہودہ میں اٹھائی جاتی تھی اور اس میں اتاری جاتی تھی، ہم چلے یہاں تک کہ جب نبی ﷺ اس جہاد سے فارغ ہوئے اور لوٹے اور قریب ہوئے ہم مدینہ سے، درانحالیکہ ہم لوٹنے والے تھے (افک کا واقعہ غزوہ سے واپسی میں مدینہ کے قریب پیش آیا ہے) ایک رات آپؐ نے کوچ کا اعلان کیا، پس میں کھڑی ہوئی جب لوگوں نے کوچ کا اعلان کیا، اور میں چلی یہاں تک کہ لشکر سے آگے بڑھ گئی، پھر جب میں نے اپنی حاجت پوری کی (شأني سے قضائے حاجت مراد ہے) تو میں واپس آئی اپنے کجاوہ کی طرف، پس میں نے اپنے سینہ کو ٹٹولا، اچانک میرا ہار جو ظفار کے نگینوں کا تھا ٹوٹ چکا تھا، پس میں لوٹی اپنے ہار کو تلاش کرنے کے لئے اور مجھے روک لیا اس کی تلاش نے۔

لغت: جَزْع: جَزْعَة کی جمع: یمنی نگینہ، جس میں سیاہی اور سفیدی ملی ہوئی ہوتی ہے اور ظَفَار: جگہ کا نام ہے۔

قَالَتْ: وَأَقْبَلَ الرَّهْطُ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُرَحِّلُوْنَ بِيْ، فَاحْتَمَلُوْا هَوْدَجِيْ فَرَحَلُوْهُ عَلَى بَعِيْرِيَ الَّذِيْ كُنْتُ أَرْكَبُ عَلَيْهِ، وَهُمْ يَحْسِبُوْنَ أَنِّيْ فِيْهِ، وَكَانَ النِّسَاءُ إِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَمْ يَهْبُلْنَ وَلَمْ يَغْشَهُنَّ اللَّحْمُ، إِنَّمَا يَأْكُلْنَ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ، فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ خِفَّةَ الْهَوْدَجِ حِيْنَ رَفَعُوْهُ وَحَمَلُوْهُ، وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيْثَةَ السِّنِّ، فَبَعَثُوْا الْجَمَلَ فَسَارُوْا، وَوَجَدْتُ عِقْدِيْ بَعْدَمَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ، فَجِئْتُ مَنَازِلَهُمْ وَلَيْسَ بِهَا مِنْهُمْ دَاعٍ وَلَا مُجِيْبٌ، فَتَيَمَّمْتُ مَنْزِلِيَ الَّذِيْ كُنْتُ بِهِ، وَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ سَيَفْقِدُوْنِّيْ فَيَرْجِعُوْنَ إِلَيَّ، فَبَيْنَا أَنَا جَالِسَةٌ فِيْ مَنْزِلِيْ غَلَبَتْنِيْ عَيْنَيَّ فَنِمْتُ.

ترجمہ: صدیقہؓ کہتی ہیں: اور آئی وہ جماعت جو میرا ہودہ اٹھایا کرتی تھی، انھوں نے میرا ہودہ اٹھایا اور اس کو میرے اونٹ پر باندھ دیا، جس اونٹ پر میں سوار ہوا کرتی تھی، انھوں نے خیال کیا کہ میں اس کے اندر ہوں، اور عورتیں اس زمانہ میں ہلکے بدن کی ہوتی تھیں، بھاری اور موٹی نہیں ہوئی تھیں، وہ تھوڑا ہی کھانا کھاتی تھیں، اس لئے لوگ ہودج کے ہلکے پن پر نہیں چونکے جب انھوں نے اس کو اٹھایا اور لادا، اور میں نو عمر لڑکی تھی، اس لئے انھوں نے اونٹ کو اٹھایا، اور وہ چل دیئے، اور میں نے ہار پایا لشکر کے روانہ ہو جانے کے بعد، پس میں ان کی جگہ میں آئی اور وہاں ان میں سے نہ کوئی بلانے والا تھا، نہ

کوئی جواب دینے والا، اس لئے میں نے اس جگہ کا ارادہ کیا جس میں میں تھی، اور میں نے خیال کیا کہ وہ مجھے گم پائیں گے، پس وہ میری طرف لوٹیں گے اور دریں اثناء کہ میں اپنی جگہ بیٹھی تھی، میری آنکھیں مجھ پر غالب آگئیں اور میں سوگئی۔

لغت: الرھط: دس سے کم جماعت............ ھَبُلَ (ک) ھَبَالَة: بہت موٹا ہونا۔

وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمَعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْجَيْشِ، فَأَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِيْ، فَرَأَى سَوَادَ إِنْسَانٍ نَائِمٍ فَعَرَفَنِيْ حِيْنَ رَآنِيْ، وَكَانَ رَآنِيْ قَبْلَ الْحِجَابِ، فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِيْنَ عَرَفَنِيْ فَخَمَّرْتُ وَجْهِي بِجِلْبَابٍ، وَاللهِ مَا تَكَلَّمْنَا بِكَلِمَةٍ وَلاَ سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً غَيْرَ اسْتِرْجَاعِهِ، وَهَوَى حَتَّى أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ فَوَطِئَ عَلَى يَدِهَا، فَقُمْتُ إِلَيْهَا فَرَكِبْتُهَا، فَانْطَلَقَ يَقُوْدُ بِيْ الرَّاحِلَةَ حَتَّى أَتَيْنَا الْجَيْشَ مُوْغِرِيْنَ فِيْ نَحْرِ الظَّهِيْرَةِ وَهُمْ نُزُوْلٌ، قَالَتْ: فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ، وَكَانَ الَّذِيْ تَوَلَّى كِبْرَ الإِفْكِ عَبْدُ اللهِ ابْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُوْلَ.

ترجمہ: اور صفوان بن معطل سُلمی ذکوانی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے تھے، وہ صبح کے وقت میری منزل میں پہنچے، انھوں نے ایک انسان کی ذات کو سویا ہوا دیکھا، انھوں نے مجھے پہچان لیا، جب انھوں نے مجھے دیکھا، اور وہ مجھے نزولِ حجاب سے پہلے دیکھ چکے تھے، پس میں بیدار ہوئی، ان کے إنَّا لِلّٰہ پڑھنے کی وجہ سے جب انھوں نے مجھے پہچان لیا، میں نے اپنا چہرہ اپنے اوڑھنے سے چھپالیا اور بخدا! نہیں بولے ہم کوئی بات اور نہیں سنی میں نے ان سے کوئی بات ان کے إنا للّٰہ کے علاوہ، اور انھوں نے قصد کیا یہاں تک کہ اپنی سواری بٹھائی، اور اس کے اگلے پیر پر پیر رکھ دیا، پس میں سواری کی طرف اٹھی اور اس پر سوار ہوگئی، پس وہ میرے ساتھ سواری کو لے کر چلتے رہے، یہاں تک کہ ہم لشکر میں پہنچے درانحالیکہ ہم دوپہر کی انتہائی گرمی میں داخل ہونے والے تھے اور لشکر پڑاؤ ڈال چکا تھا، صدیقہ کہتی ہیں: پس تباہ ہوا جو تباہ ہوا اور تھا عبداللہ بن ابی ابن سلول وہ جو تہمت کے بڑے حصہ کا ذمہ دار بنا تھا۔

لغت: قوله: هَوَى أي أَسْرَعَ حَتَّى أَنَاخَ أَيْ بَرَّكَ رَاحِلَتَهُ (عمدہ)............ وَغَرَتِ الهاجرةُ، تَغِرُ (ض) وَغْرًا: دوپہر کا انتہائی گرم ہونا (مجرد سے ہے)

قَالَ عُرْوَةُ: أُخْبِرْتُ أَنَّهُ كَانَ يُشَاعُ، وَيُتَحَدَّثُ بِهِ عِنْدَهُ، فَيُقِرُّهُ، وَيَسْتَمِعُهُ، وَيَسْتَوْشِيْهِ، وَقَالَ عُرْوَةُ أَيْضًا: لَمْ يُسَمَّ مِنْ أَهْلِ الإِفْكِ أَيْضًا إِلاَّ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ، وَمِسْطَحُ بْنُ أُثَاثَةَ، وَحَمْنَةُ بِنْتُ جَحْشٍ فِيْ نَاسٍ آخَرِيْنَ، لاَ عِلْمَ لِيْ بِهِمْ غَيْرَ أَنَّهُمْ عُصْبَةٌ كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالَى، وَإِنَّ كِبْرَ ذٰلِكَ يُقَالُ: عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُوْلَ، قَالَ عُرْوَةُ: كَانَتْ عَائِشَةُ تَكْرَهُ أَنْ يُسَبَّ عِنْدَهَا حَسَّانُ، وَتَقُوْلُ: إِنَّهُ الَّذِيْ قَالَ:

فَإِنَّ أَبِيْ وَوَالِدَهُ وَعِرْضِيْ ❁ لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

ترجمہ: عروہؒ کہتے ہیں: میں خبر دیا گیا کہ تہمت کی بات پھیلائی جاتی تھی، اور عبداللہ کے پاس اس کی باتیں کی جاتی تھیں، وہ اس کو برقرار رکھتا اور اس کو سنتا، اور بات کی اصلیت کا پتہ لگانے کے لئے تحقیق کرتا، اور عروہؒ یہ بھی کہتے ہیں: نہیں نامزد کئے گئے تہمت لگانے والوں میں سے مگر حسانؓ، مسطحؓ اور حمنہؓ کچھ اور لوگوں کے ساتھ جن کے بارے میں میں نہیں جانتا، البتہ وہ لوگ عُصبة تھے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (عُصْبة: دس سے کم جماعت) اور اس تہمت کا بڑا ذمہ دار: کہا جاتا ہے عبداللہ بن ابی تھا، عروہؒ کہتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کو ناپسند کرتی تھیں کہ ان کے سامنے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی برائی کی جائے اور وہ کہتی تھیں: حسانؓ ہی نے تو یہ شعر کہا ہے:

فَإِنَّ أَبِیْ وَوَالِدَهُ وَعِرْضِیْ ۞ لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

میرے والد اور ان کے والد (میرے دادا) اور میری عزت: محمد ﷺ کی عزت کے لئے تم سے بچاؤ کا ذریعہ ہے!

تشریح: العِرْض: عزت، آبرو............الوِقَاء: بچاؤ کا ذریعہ............مِنْكُمْ: کی ضمیر کا مرجع التزام تراشی کرنے والے ہیں............یہ شعر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں ہے اور اس میں تفدیہ کا مضمون ہے، فَدَّاهُ بِنفسه: کسی پر جان چھڑکنا، کسی سے کہنا کہ تم پر آنے والی مصیبت مجھ پر آئے!............حضرت حسان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: صدیقہؓ نبی ﷺ کی عزت وآبرو ہیں، ان پر کوئی حرف نہ آئے بلکہ وہ حرف میرے ابا پر، دادا پر اور میری عزت پر آئے، ہم ان کی عزت وآبرو کے لئے بچاؤ کا ذریعہ ہیں۔

قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَاشْتَكَيْتُ حِيْنَ قَدِمْتُ شَهْرًا، وَالنَّاسُ يُفِيْضُوْنَ فِي قَوْلِ أَصْحَابِ الإِفْكِ لاَ أَشْعُرُ بِشَيْئٍ مِنْ ذٰلِكَ، وَهُوَ يُرِيْبُنِيْ فِيْ وَجَعِيْ أَنِّيْ لاَ أَعْرِفُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اللُّطْفَ الَّذِيْ كُنْتُ أَرَى مِنْهُ حِيْنَ أَشْتَكِيَ، إِنَّمَا يَدْخُلُ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَيُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُوْلُ: " كَيْفَ تِيْكُمْ؟" ثُمَّ يَنْصَرِفُ، فَذٰلِكَ يُرِيْبُنِيْ وَلاَ أَشْعُرُ بِالشَّرِّ حَتَّى خَرَجْتُ حِيْنَ نَقَهْتُ، فَخَرَجْتُ مَعَ أُمِّ مِسْطَحٍ قِبَلَ الْمَنَاصِعِ، وَكَانَ مُتَبَرَّزَنَا وَكُنَّا لاَ نَخْرُجُ إِلَّا لَيْلاً إِلٰى لَيْلٍ، وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ تُتَّخَذَ الْكُنُفَ قَرِيْبًا مِنْ بُيُوْتِنَا، وَأَمْرُنَا أَمْرُ الْعَرَبِ الأُوَلِ فِي الْبَرِّيَّةِ قِبَلَ الْغَائِطِ، وَكُنَّا نَتَأَذَّى بِالْكُنُفِ أَنْ نَتَّخِذَهَا عِنْدَ بُيُوْتِنَا، قَالَتْ: فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ وَهِيَ ابْنَةُ أَبِيْ رُهْمِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ، وَأُمُّهَا بِنْتُ صَخْرِ بْنِ عَامِرٍ خَالَةُ أَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ، وَابْنُهَا مِسْطَحُ بْنُ أُثَاثَةَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ الْمُطَّلِبِ، فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ بَيْتِي حِيْنَ فَرَغْنَا مِنْ شَأْنِنَا، فَعَثَرَتْ أُمُّ مِسْطَحٍ فِي مِرْطِهَا، فَقَالَتْ: تَعِسَ مِسْطَحٌ! فَقُلْتُ لَهَا: بِئْسَ مَا قُلْتِ، أَتَسُبِّيْنَ رَجُلاً شَهِدَ بَدْرًا؟ فَقَالَتْ: أَيْ هَنْتَاهُ! وَلَمْ تَسْمَعِيْ مَاقَالَ؟ قَالَتْ: وَقُلْتُ: مَا قَالَ؟ فَأَخْبَرَتْنِيْ بِقَوْلِ أَهْلِ الإِفْكِ.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: پس ہم مدینہ آئے، اور میں ایک مہینہ تک بیمار پڑ گئی، جب ہم گھر

پہنچے اور لوگ الزام تراشی کرنے والوں کی باتوں میں گھس رہے تھے یعنی طرح طرح کی باتیں کررہے تھے، مجھے ان باتوں میں سے کسی بات کی کچھ خبر نہیں تھی، البتہ کھٹک پیدا کرتی تھی، میری بیماری میں یہ بات کہ نہیں پہچانتی تھی میں نبی ﷺ کی طرف سے اس مہربانی کو جو دیکھا کرتی تھی میں آپؐ سے جب میں بیمار پڑتی تھی، نبی ﷺ بس میرے پاس آتے تھے، سلام کرتے تھے، اور پوچھتے تھے: کیسی ہو؟ (تِیْكِ: اسم اشارہ واحد مؤنث ہے جیسے ذَاكَ اسم اشارہ واحد مذکر ہے) اور لوٹ جاتے تھے، پس یہ بات مجھے شک میں ڈالتی تھی اور مجھے برائی کی کچھ خبر نہیں تھی، یہاں تک کہ میں بیماری سے صحت یاب ہوئی، اور ابھی کمزوری باقی تھی کہ نکلی میرے ساتھ مسطح رضی اللہ عنہ کی ماں مناصع کی طرف، اور وہ ہمارے استنجا کرنے کی جگہ تھی، ہم نہیں نکلتے تھے مگر رات سے رات —— اور یہ بات گھروں کے نزدیک بیت الخلاء بنائے جانے سے پہلے کی ہے اور ہمارا معاملہ قدیم عربوں کا معاملہ تھا، جنگل میں جانے کے سلسلہ میں بڑے استنجے کے لئے، اور ہم بیت الخلاء سے تکلیف محسوس کرتے تھے کہ بنائیں ہم ان کو اپنے گھروں کے پاس —— صدیقہؓ بیان کرتی ہیں: پس میں اور مسطح کی ماں چلیں —— اور وہ عبد مناف کے لڑکے مطلب کے لڑکے ابورُہم کی بیٹی ہیں (ان کا نام سلمیٰؓ ہے) اور ان کی ماں عامر کے لڑکے صخر کی بیٹی ہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خالہ ہیں، اور ان کا بیٹا مطلب کے لڑکے: عباد کے لڑکے، اثاثہ کے لڑکے مسطحؓ ہیں —— پس آئی میں اور مسطح کی ماں میرے گھر کی جانب جب ہم فارغ ہوگئیں اپنی حاجت سے، پس مسطحؓ کی ماں لڑکھڑائی اپنے اوڑھنے میں، پس انھوں نے کہا: مسطحؓ ہلاک ہو! (یا اوندھے منہ گرے!) پس میں نے ان سے کہا: آپ نے بری بات کہی آپ کوستی ہیں ایسے آدمی کو جو بدر میں شریک ہوئے ہیں، انھوں نے کہا: اری! (او بھولی!) اور نہیں سنی تو نے وہ بات جو اس نے کہی، صدیقہؓ نے پوچھا: اور اس نے کیا کہا؟ پس بتلائی انھوں نے مجھے تہمت لگانے والوں کی بات۔

قَالَتْ: فَازْدَدْتُ مَرَضًا عَلٰى مَرَضِيْ، فَلَمَّا رَجَعْتُ إِلٰى بَيْتِيْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: "كَيْفَ تِيكُمْ؟" فَقُلْتُ لَهُ: أَتَأْذَنُ لِيْ أَنْ آتِيَ أَبَوَيَّ؟ قَالَتْ: وَأُرِيْدُ أَنْ أَسْتَيْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا، قَالَتْ: فَأَذِنَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ لِأُمِّيْ: يَا أُمَّتَاهُ! مَاذَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ؟ قَالَتْ: يَا بُنَيَّةُ! هَوِّنِيْ عَلَيْكِ، فَوَ اللّٰهِ لَقَلَّمَا كَانَتْ امْرَأَةٌ قَطُّ وَضِيْئَةً عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا، لَهَا ضَرَائِرُ إِلَّا كَثَّرْنَ عَلَيْهَا، قَالَتْ: فَقُلْتُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! أَوَ لَقَدْ تَحَدَّثَ النَّاسُ بِهٰذَا؟ قَالَتْ: فَبَكَيْتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتّٰى أَصْبَحْتُ لَا يَرْقَأُ لِيْ دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ، ثُمَّ أَصْبَحْتُ أَبْكِيْ.

ترجمہ: صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: پس بڑھ گئی میری بیماری بیماری پر، پھر جب لوٹی میں اپنے گھر کی طرف تو تشریف لائے میرے پاس نبی ﷺ، آپؐ نے سلام کیا اور پوچھا: کیسی ہو؟ میں نے آپؐ سے کہا: کیا آپؐ اجازت دیتے

ہیں مجھے کہ جاؤں میں اپنے والدین کے گھر؟ صدیقہؓ کہتی ہیں: اور میں چاہتی تھی کہ خبر کی تحقیق کروں والدین سے، صدیقہؓ کہتی ہیں: مجھے نبی ﷺ نے اجازت دیدی، میں نے اپنی امی سے کہا: امی جان! لوگ یہ کیا باتیں کرتے ہیں؟ امی نے کہا: میری پیاری بچی! ہلکا کرو اپنی ذات پر یعنی ان باتوں کا کچھ زیادہ اثر نہ لو، اور بخدا! بہت ہی کم ایسا ہوتا ہے کہ کسی آدمی کے پاس کوئی خوبصورت بیوی ہو، وہ اس سے محبت کرتا ہو، اور اس کے لئے سوکنیں ہوں، مگر بہت زیادہ برائی کرتی ہیں وہ اس کی، صدیقہ کہتی ہیں: میں نے کہا: سبحان اللہ! یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بڑا تعجب ہوا، اور بخدا واقعہ یہ ہے کہ کیا لوگ یہ باتیں کرتے ہیں؟ صدیقہؓ کہتی ہیں: میں اس رات روئی یہاں تک کہ صبح کر لی نہیں تھمتے تھے میرے آنسو اور نہیں سرمہ لگایا تھا میں نے نیند کا، میں نے روتے روتے صبح کر دی۔

قَالَتْ: وَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ، وَأُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، حِيْنَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ يَسْأَلُهُمَا وَيَسْتَشِيْرُهُمَا فِيْ فِرَاقِ أَهْلِهِ. قَالَتْ: فَأَمَّا أُسَامَةُ فَأَشَارَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِالَّذِيْ يَعْلَمُ مِنْ بَرَاءَ ةِ أَهْلِهِ، وَبِالَّذِيْ يَعْلَمُ لَهُمْ فِيْ نَفْسِهِ، فَقَالَ أُسَامَةُ: أَهْلُكَ وَلاَ نَعْلَمُ إِلاَّ خَيْرًا، وَأَمَّا عَلِيٌّ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَمْ يُضَيِّقِ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيْرٌ، وَسَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ، قَالَتْ: فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَرِيْرَةَ، فَقَالَ: "أَيْ بَرِيْرَةُ! هَلْ رَأَيْتِ مِنْ شَيْئٍ يُرِيْبُكِ؟" قَالَتْ لَهُ بَرِيْرَةُ: وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا رَأَيْتُ عَلَيْهَا أَمْرًا قَطُّ أَغْمِصُهُ غَيْرَ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنْ عَجِيْنِ أَهْلِهَا فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ.

ترجمہ: صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: اور نبی ﷺ نے علی اور اسامہ رضی اللہ عنہما کو بلایا، جب وحی آنے میں دیر ہوئی، آپؐ نے ان دونوں سے تحقیق کی، اور ان دونوں سے مشورہ لیا اپنی اہلیہ کو الگ کرنے کے سلسلہ میں، صدیقہؓ کہتی ہیں: رہے اسامہؓ تو انھوں نے نبی ﷺ کو مشورہ دیا وہ جو جانتے تھے وہ نبی ﷺ کی فیملی کی بے گناہی سے، اور وہ جو پاتے تھے اپنے دل میں یعنی ان کے دل میں جو محبت تھی اس کے مطابق مشورہ دیا، چنانچہ انھوں نے کہا: آپؐ اپنی اہلیہ کو رکھے رہیں اور ہم نہیں جانتے مگر خیر کی بات، اور رہے علیؓ تو انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! نہیں تنگی کی اللہ نے آپؐ پر اور عورتیں ان کے علاوہ بہت ہیں، یعنی آپؐ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ دیں اور باندی سے پوچھیں وہ آپؐ کو صحیح بات بتائے گی، صدیقہؓ کہتی ہیں: پس نبی ﷺ نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور پوچھا: اے بریرہ! کیا تم نے دیکھی ہے کوئی ایسی بات جو تمہارے دل میں کھٹک پیدا کرے؟ بریرہؓ نے آپؐ سے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو دین حق کے ساتھ بھیجا ہے! نہیں دیکھی میں نے عائشہؓ میں کبھی کوئی ایسی بات جس کے ذریعہ میں ان کو عیب دار کروں، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ وہ نوعمر لڑکی ہیں، اپنا آٹا گوندھ کر سو جاتی ہیں پھر گھر کی پلی ہوئی بکری آتی ہے اور اس کو کھا جاتی ہے۔

سوال: افک کا واقعہ غزوہ مریسیع کا ہے اور وہ سن ۵ یا ۶ ہجری میں پیش آیا ہے اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فتح مکہ کے بعد خرید کر آزاد کیا ہے، کیونکہ جب وہ آزاد ہوئیں اور انھوں نے خیارِ عتق کی وجہ سے اپنے شوہر حضرت مغیث رضی اللہ عنہ سے علاحدگی اختیار کی اور حضرت مغیثؓ ان کی محبت میں مدینہ کی گلیوں میں روتے پھرنے لگے تو نبی ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: دیکھئے ان کو بریرہؓ سے کتنی محبت ہے اور بریرہؓ کو ان سے کتنی نفرت ہے، اور حضرت عباسؓ فتح مکہ کے موقع پر برملا مسلمان ہوئے ہیں اور اس کے بعد مدینہ آئے ہیں، پس افک کے موقع پر حضرت بریرہؓ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کہاں تھیں؟

جواب: حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا آزاد ہو کر خادمہ کی حیثیت سے تو اس وقت نہیں تھیں مگر ان کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آنا جانا تھا، اسی وجہ سے جب انھوں نے اپنے آقا سے کتابت کا معاملہ کیا تو وہ تعاون حاصل کرنے کے لئے حضرت عائشہؓ کے پاس آئی ہیں، کیونکہ ان سے سابقہ تعلقات تھے، پس یہ اشکال کوئی اہم اشکال نہیں۔

قَالَتْ: فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ يَوْمِهِ فَاسْتَعْذَرَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ، وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ: "يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ! مَنْ يَعْذِرُنِيْ مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِيْ عَنْهُ أَذَاهُ فِيْ أَهْلِيْ؟ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِيْ إِلَّا خَيْرًا، وَلَقَدْ ذَكَرُوْا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا، وَمَا يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِيْ إِلَّا مَعِيْ" فَقَامَ سَعْدٌ أَخُوْ بَنِيْ عَبْدِ الْأَشْهَلِ، فَقَالَ: أَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَعْذِرُكَ، فَإِنْ كَانَ مِنَ الْأَوْسِ ضَرَبْتُ عُنُقَهُ، وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ أَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا أَمْرَكَ، قَالَتْ: وَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْخَزْرَجِ، وَكَانَتْ أُمُّ حَسَّانَ بِنْتَ عَمِّهِ مِنْ فَخِذِهِ، وَهُوَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ، قَالَتْ: وَكَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ رَجُلًا صَالِحًا وَلٰكِنِ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ فَقَالَ لِسَعْدٍ: كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ، لَاتَقْتُلُهُ وَلَا تَقْدِرُ عَلَى قَتْلِهِ، وَلَوْ كَانَ مِنْ رَهْطِكَ مَا أَحْبَبْتَ أَنْ يُقْتَلَ، فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَهُوَ ابْنُ عَمِّ سَعْدٍ فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ: كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ! لَنَقْتُلَنَّهُ فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِيْنَ. قَالَتْ: فَثَارَ الْحَيَّانِ الْأَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتَّى هَمُّوْا أَنْ يَقْتَتِلُوْا، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ، قَالَتْ: فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُخَفِّضُهُمْ حَتَّى سَكَتُوْا وَسَكَتَ.

ترجمہ: صدیقہؓ کہتی ہیں: پس نبی ﷺ نے اسی دن تقریر کی، اور مدد چاہی آپؐ نے عبداللہ بن ابی سے نمٹنے کے لئے، درانحالیکہ آپؐ منبر پر تھے، آپؐ نے فرمایا: اے مسلمانو! کون ہے جو میری مدد کرے ایسے شخص کے معاملہ میں جس کی طرف سے مجھے ایذا پہنچی ہے، میری بیوی کے معاملہ میں؟ نہیں جانتا ہوں میں اپنی بیوی کے بارے میں مگر اچھی بات، اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ وہ ایک ایسے آدمی کا ذکر کرتے ہیں یعنی حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کا جن کے بارے میں

نہیں جانتا میں مگر اچھی بات اور وہ نہیں آئے میرے گھر میں مگر میرے ساتھ، صدیقہؓ کہتی ہیں: پس سعد بن معاذ اوسی اشہلی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں آپؐ کی مدد کروں گا، اگر وہ شخص قبیلہ اوس کا ہے تو میں اس کی گردن ماردوں گا، اور اگر وہ ہمارے بھائیوں خزرج میں سے ہے تو آپؐ ہمیں حکم دیں ہم آپؐ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ صدیقہؓ کہتی ہیں: پس خزرج میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا —— اور حسانؓ کی ماں اس کی چچازاد بہن تھی اس کے خاندان سے، اور وہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ خزرج کے سردار ہیں —— صدیقہؓ فرماتی ہیں: وہ اس سے پہلے نیک آدمی تھے، مگر برانگیختہ کیا ان کو حمیت نے اور انھوں نے سعد بن معاذؓ سے کہا: تم غلط کہتے ہو، اللہ کی زندگی کی قسم! تم اس کو قتل نہیں کروگے اور نہ تم اس کے قتل پر قادر ہو، اور اگر وہ تمہارے قبیلہ کا ہوتا تو تم اس کو قتل کرنا پسند نہ کرتے، پس اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے —— اور وہ سعد بن معاذؓ کے چچازاد بھائی تھے —— انھوں نے حضرت سعد بن عبادہؓ سے کہا: تم غلط کہتے ہو، اللہ کی زندگی کی قسم! ہم ضرور اس کو قتل کریں گے، اور تم منافق ہو، منافقین کی طرف داری کرتے ہو، صدیقہؓ کہتی ہیں: پس دونوں قبیلے اوس وخزرج بھڑکے، یہاں تک کہ ارادہ کیا انھوں نے کہ لڑپڑیں اور نبی ﷺ منبر پر تھے، صدیقہؓ کہتی ہیں: پس نبی ﷺ برابر ان کو خاموش کرتے رہے یہاں تک کہ وہ خاموش ہوگئے اور آپؐ بھی خاموش ہوگئے۔

سوال: افک کا واقعہ غزوۂ احزاب کے بعد پیش آیا ہے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا انتقال غزوۂ احزاب میں ہوا ہے، پھر افک کے موقع پر جب نبی ﷺ نے تقریر فرمائی تو حضرت سعد بن معاذؓ نے یہ کہا اور جواب میں حضرت سعد بن عبادہؓ نے یہ کہا: یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ اس وقت سعد بن معاذؓ کہاں حیات تھے؟

جواب (۱): بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا ذکر وہم ہے، صحیح نام اسید بن حضیر ہے، انھوں نے یہ بات کہی تھی (حاشیہ)

جواب (۲): غزوات کی تاریخیں ظنی ہیں، پس مریسیع کا واقعہ غزوۂ خندق اور غزوۂ بنی قریظہ سے پہلے ماننا ہوگا، واقدی وغیرہ کی یہی رائے ہے، موسیٰ بن عقبہ کے نزدیک سن ۴ ہجری میں غزوۂ خندق اور غزوۂ مریسیع دونوں ہوئے ہیں اور غزوۂ مریسیع غزوۂ خندق سے پہلے ہے، غرض غزوات کی تاریخیں مختلف فیہ ہیں، اس لئے اس کی وجہ سے بخاری شریف کی روایت میں وہم کہنا ٹھیک نہیں۔

قَالَتْ: فَبَكَيْتُ يَوْمِيْ ذٰلِكَ كُلَّهُ، لاَ يَرْقَأُ لِيْ دَمْعٌ وَلاَ أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ، قَالَتْ: وَأَصْبَحَ أَبَوَايَ عِنْدِيْ، وَقَدْ بَكَيْتُ لَيْلَتَيْنِ وَيَوْمًا لاَ أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ وَلاَ يَرْقَأُ لِيْ دَمْعٌ حَتَّى إِنِّيْ لَأَظُنُّ أَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِيْ، فَبَيْنَا أَبَوَايَ جَالِسَانِ عِنْدِيْ وَأَنَا أَبْكِيْ فَاسْتَأْذَنَتْ عَلَيَّ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَذِنْتُ لَهَا فَجَلَسَتْ تَبْكِيْ مَعِيْ، قَالَتْ: فَبَيْنَا نَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلَيْنَا فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ، قَالَتْ: وَلَمْ

يَجْلِسْ عِنْدِىْ مُنْذُ قِيلَ مَا قِيلَ قَبْلَهَا، وَقَدْ لَبِثَ شَهْرًا لاَ يُوْحَى إِلَيْهِ فِىْ شَأْنِىْ بِشَيْءٍ، قَالَتْ: فَتَشَهَّدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حِينَ جَلَسَ، ثُمَّ قَالَ:'' أَمَّا بَعْدُ، يَا عَائِشَةُ! إِنَّهُ بَلَغَنِىْ عَنْكِ كَذَا وَكَذَا، فَإِنْ كُنْتِ بَرِيْئَةً، فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ، وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِىْ اللّٰهَ وَتُوْبِىْ إِلَيْهِ، فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ، ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ''

ترجمہ: صدیقہؓ کہتی ہیں: پس روئی میں میرا وہ دن سارا، نہیں تھمتے تھے میرے آنسو، اور نہیں سرمہ لگایا تھا میں نے نیند کا، صدیقہؓ کہتی ہیں: پس صبح کی میرے والدین نے میرے پاس اور میں روئی تھی دو راتیں اور ایک دن، نہیں سرمہ لگایا تھا میں نے نیند کا اور نہیں تھمتے تھے میرے آنسو، یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ رونا میرے جگر کو پھاڑ دے گا، پس دریں اثناء کہ میرے والدین میرے پاس بیٹھے تھے اور میں رو رہی تھی، میرے پاس اجازت چاہی ایک انصاری عورت نے آنے کی، میں نے اس کو اجازت دیدی، وہ میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگی، صدیقہؓ کہتی ہیں: پس دریں اثناء کہ ہم اس حال میں تھے: نبی ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، سلام کیا اور بیٹھ گئے، صدیقہؓ کہتی ہیں: نہیں بیٹھے تھے آپؐ میرے پاس جب سے کہی گئی وہ بات جو کہی گئی، اس موقع سے پہلے، اور آپؐ ایک مہینہ تک ٹھہرے رہے، نہیں وحی کی گئی آپؐ کی طرف میرے معاملہ میں کچھ بھی، صدیقہؓ کہتی ہیں: پس نبی ﷺ نے تشہد پر مشتمل خطبہ پڑھا جب آپؐ بیٹھے، پھر فرمایا: حمد وصلوٰۃ کے بعد! اے عائشہ! مجھے تمہارے بارے میں ایسی ایسی باتیں پہنچی ہیں، اگر تم بے گناہ ہو تو عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں بری کردیں گے اور اگر تم کسی گناہ سے نزدیک ہوگئی ہو تو اللہ سے معافی مانگو اور اللہ کی طرف متوجہ ہوؤ، اس لئے کہ بندہ جب گناہ کا اعتراف کرتا ہے پھر اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

قَالَتْ: فَلَمَّا قَضَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَقَالَتَهُ قَلَصَ دَمْعِىْ، حَتَّى مَا أُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً، فَقُلْتُ لِأَبِىْ: أَجِبْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنِّىْ فِيمَا قَالَ، فَقَالَ أَبِىْ: وَاللّٰهِ مَا أَدْرِىْ مَا أَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم؟ فَقُلْتُ لِأُمِّىْ: أَجِيْبِىْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيمَا قَالَ، قَالَتْ أُمِّىْ: وَاللّٰهِ مَا أَدْرِىْ مَا أَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ، لاَ أَقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ كَثِيْرًا: إِنِّىْ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَقَدْ سَمِعْتُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ حَتَّى اسْتَقَرَّ فِىْ أَنْفُسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهِ، فَلَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ: إِنِّىْ بَرِيْئَةٌ لاَ تُصَدِّقُوْنِّىْ، وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِأَمْرٍ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَنِّىْ مِنْهُ بَرِيْئَةٌ لَتُصَدِّقُنِّىْ، فَوَ اللّٰهِ لاَ أَجِدُ لِىْ وَلَكُمْ مَثَلاً إِلاَّ أَبَا يُوْسُفَ حِيْنَ قَالَ:﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَاتَصِفُوْنَ﴾ ثُمَّ تَحَوَّلْتُ وَاضْطَجَعْتُ عَلٰى فِرَاشِىْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَنِّىْ حِيْنَئِذٍ بَرِيْئَةٌ، وَأَنَّ اللّٰهَ مُبَرِّئِىْ بِبَرَاءَ تِىْ، وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ اللّٰهَ مُنَزِّلٌ فِىْ شَأْنِىْ وَحْيًا يُتْلٰى، لَشَأْنِىْ فِىْ نَفْسِىْ كَانَ أَحْقَرَ

مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ اللّٰهُ فِيَّ بِأَمْرٍ، وَلٰكِنْ كُنْتُ أَرْجُوْ أَنْ يَرَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُبَرِّئُنِيْ اللّٰهُ بِهَا، فَوَ اللّٰهِ مَا رَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَجْلِسَهُ وَلاَ خَرَجَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ حَتَّى أُنْزِلَ عَلَيْهِ، فَأَخَذَهُ مَاكَانَ يَأْخُذُهُ مِنَ الْبُرَحَاءِ، حَتَّى إِنَّهُ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ الْعَرَقُ مِثْلُ الْجُمَانِ وَهُوَ فِي يَوْمٍ شَاتٍ مِنْ ثِقْلِ الْقَوْلِ الَّذِيْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ.

ترجمہ: صدیقہؓ کہتی ہیں: جب نبی ﷺ نے اپنی بات پوری کی تو میرے آنسو تھم گئے، یہاں تک کہ میں اس میں سے ایک قطرہ بھی محسوس نہیں کرتی تھی، پس میں نے اپنے ابا سے کہا: نبی ﷺ کو جواب دیجئے میری طرف سے اس بات کا جو آپؐ نے کہی ہے، میرے ابا نے کہا: بخدا! نہیں جانتا میں کہ کیا کہوں نبی ﷺ سے؟ پس میں نے اپنی امی سے کہا: آپ جواب دیں نبی ﷺ کو اس بات کا جو آپؐ نے فرمائی ہے، میری امی نے کہا: بخدا! نہیں جانتی میں وہ بات جو کہوں میں نبی ﷺ سے، پس میں نے کہا درانحالیکہ میں نوعمر لڑکی تھی، قرآنِ پاک زیادہ پڑھی ہوئی نہیں تھی: بیشک میں بخدا جانتی ہوں کہ آپ حضرات نے یہ بات سنی ہے یہاں تک کہ ٹھہر گئی ہے وہ آپ لوگوں کے دلوں میں اور آپ لوگوں نے اس بات کو مان لیا ہے، پس بخدا! اگر کہوں میں آپ حضرات سے کہ میں بے گناہ ہوں تو آپ لوگ میری بات نہیں مانیں گے اور بخدا! اگر اقرار کروں میں آپ حضرات کے سامنے کسی بات کا اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس سے پاک ہوں تو ضرور آپ لوگ میری بات مان لیں گے، پس بخدا! نہیں پاتی میں اپنے لئے اور آپ حضرات کے لئے کوئی مثال یوسف علیہ السلام کے ابا کے علاوہ جب انھوں نے کہا: ﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَاتَصِفُوْنَ﴾: ایسا صبر کرنا بہتر ہے جس میں شکایت کا نام نہ ہو اور جو باتیں تم لوگ بناتے ہو اس میں اللہ ہی مدد خواستہ ہیں، پھر پلٹی میں اور لیٹ گئی اپنے بستر پر اور اللہ جانتے ہیں کہ میں اس وقت بے گناہ تھی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے بے گناہ ثابت کریں گے، مگر بخدا! میں گمان نہیں کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملہ میں ایسی وحی اتاریں گے جو پڑھی جائے گی، میری شان میری ذات میں زیادہ معمولی تھی اس سے کہ اللہ تعالیٰ کچھ کلام فرمائیں میرے معاملہ میں، مگر میں امید باندھتی تھی کہ نبی ﷺ دکھلائے جائیں گے نیند میں کوئی خواب۔ اللہ تعالیٰ مجھے بے گناہ ثابت کریں گے اس خواب کے ذریعہ، پس بخدا! نہیں جدا ہوئے نبی ﷺ اپنی مجلس سے اور نہیں نکلا کوئی گھر والوں میں سے، یہاں تک کہ آپؐ پر وحی نازل کی گئی، پس پکڑا آپؐ کو اس شدت نے جو نزولِ وحی کے وقت آپؐ کو پکڑا کرتی تھی، یہاں تک کہ لڑھکتا تھا آپ کا پسینہ موتیوں کی طرح درانحالیکہ آپؐ جاڑے کے دنوں میں ہوتے تھے اس وحی کے بوجھ سے جو آپؐ پر اتاری جاتی تھی۔

قَالَتْ: فَسُرِّيَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ يَضْحَكُ، فَكَانَتْ أَوَّلَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا أَنْ قَالَ: "يَا عَائِشَةُ! أَمَّا اللّٰهُ فَقَدْ بَرَّأَكِ" قَالَتْ: فَقَالَتْ لِيْ أُمِّيْ: قُوْمِيْ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ: وَاللّٰهِ! لاَ أَقُوْمُ إِلَيْهِ،

فَإِنِّیْ لاَ أَحْمَدُ إِلَّا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَتْ: وَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿إِنَّ الَّذِیْنَ جَاؤُا بِالإِفْكِ﴾ الْعَشْرَ الآیَاتِ، ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذَا فِیْ بَرَاءَ تِیْ.

قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّیْقُ– وَكَانَ یُنْفِقُ عَلٰی مِسْطَحِ بْنِ أُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهِ مِنْهُ وَفَقْرِهِ–: وَاللّٰهِ! لاَ أُنْفِقُ عَلٰی مِسْطَحٍ شَیْئًا أَبَدًا بَعْدَ الَّذِیْ قَالَ لِعَائِشَةَ مَا قَالَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَلاَ یَأْتَلِ أُوْلُوْ الْفَضْلِ مِنْكُمْ﴾ إِلٰی قَوْلِهِ: ﴿غَفُوْرٌ رَحِیْمٌ﴾ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّیْقُ: بَلٰی، وَاللّٰهِ! إِنِّیْ لَأُحِبُّ أَنْ یَغْفِرَ اللّٰهُ لِیْ، فَرَجَعَ إِلٰی مِسْطَحٍ النَّفَقَةَ الَّتِیْ كَانَ یُنْفِقُ عَلَیْهِ، وَقَالَ: وَاللّٰهِ لاَ أَنْزِعُهَا مِنْهُ أَبَدًا.

ترجمہ: صدیقہؓ فرماتی ہیں: جب وحی کا بوجھ دور کیا گیا نبی ﷺ سے تو آپؐ ہنس رہے تھے، پس تھی پہلی بات جو آپؐ نے فرمائی: اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تمہاری بے گناہی بیان کردی! صدیقہؓ کہتی ہیں: مجھ سے میری امی نے کہا: نبی ﷺ کی طرف اٹھو (اور آپؐ کا شکریہ ادا کرو) میں نے کہا: بخدا! میں آپؐ کی طرف نہیں اٹھونگی، میں نہیں تعریف کروں گی مگر اللہ تعالیٰ کی، صدیقہؓ فرماتی ہیں: اور اللہ تعالیٰ نے ﴿إِنَّ الَّذِیْنَ جَاءُوْا بِالإِفْكِ﴾ سے دس آیتیں نازل فرمائیں، اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں میری بے گناہی بیان کرنے کے لئے نازل فرمائیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا — اور وہ مسطحؓ پر خرچ کیا کرتے تھے ان سے اپنی رشتہ داری کی وجہ سے اور ان کی غریبی کی وجہ سے — (فرمایا) بخدا! نہیں خرچ کروں گا میں مسطح پر کبھی بھی کوئی چیز اس کے بعد کہ اس نے کہی عائشہؓ کے حق میں وہ بات جو کہی، پس اللہ نے اتاری سورۃ النور کی آیت ۲۲ ﴿وَلاَ یَأْتَلِ أُوْلُوا الْفَضْلِ﴾ سے ﴿غَفُوْرٌ رَحِیْمٌ﴾ تک۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (جواب میں) کہا: کیوں نہیں، بخدا! بیشک میں یقیناً پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری بخشش فرمائیں، اور انھوں نے خرچ کرنا شروع کردیا، مسطح رضی اللہ عنہ پر جو پہلے خرچ کیا کرتے تھے، اور فرمایا: بخدا! نہیں بند کروں گا میں اس کو مسطح رضی اللہ عنہ سے کبھی بھی۔

قَالَتْ عَائِشَةُ: وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم سَأَلَ زَیْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ عَنْ أَمْرِیْ، فَقَالَ لِزَیْنَبَ: "مَاذَا عَلِمْتِ أَوْ: رَأَیْتِ؟" فَقَالَتْ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَحْمِیْ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ، وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ إِلَّا خَیْرًا، قَالَتْ عَائِشَةُ: وَهِیَ الَّتِیْ تُسَامِیْنِیْ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیه وسلم فَعَصَمَهَا اللّٰهُ بِالْوَرَعِ، قَالَتْ: وَطَفِقَتْ أُخْتُهَا حَمْنَةُ تُحَارِبُ لَهَا فَهَلَكَتْ فِیْمَنْ هَلَكَ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَهٰذَا الَّذِیْ بَلَغَنِیْ مِنْ حَدِیْثِ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطِ، ثُمَّ قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: وَاللّٰهِ إِنَّ الرَّجُلَ الَّذِیْ قِیْلَ لَهُ مَا قِیْلَ لَیَقُوْلُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! فَوَ اللّٰهِ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهِ مَا كَشَفْتُ مِنْ كَنَفِ أُنْثٰی قَطُّ، قَالَتْ: ثُمَّ قُتِلَ بَعْدَ ذٰلِكَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ. [راجع: ۲۵۹۳]

ترجمہ: صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: اور نبی ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے میرے معاملہ میں تحقیق کی، آپؐ نے حضرت زینبؓ سے پوچھا: کیا جانتی ہیں آپ؟ یا فرمایا: کیا دیکھا ہے آپ نے؟ حضرت زینبؓ نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! بچاتی ہوں میں میرے کان اور میری نگاہ کو، یعنی جو بات میں نے سنی نہیں یا دیکھی نہیں وہ میں کیسے کہوں؟ بخدا! نہیں جانتی میں مگر اچھی بات، صدیقہؓ فرماتی ہیں: اور وہی تھیں جو میرا حسن میں مقابلہ کرتی تھیں نبی ﷺ کی ازواج میں سے، محفوظ رکھا ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کی پرہیزگاری کی وجہ سے، صدیقہؓ کہتی ہیں: اور ان کی بہن حمنہؓ لڑتی رہیں ان کی خاطر، پس وہ تباہ ہوئیں ان لوگوں میں جو تباہ ہوئے۔

امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں: پس یہ وہ باتیں ہیں جو مجھے پہنچی ہیں اُس جماعت (چار اساتذہ) کی باتوں میں سے، پس حضرت عروہؒ نے کہا: صدیقہؓ نے فرمایا: بخدا! وہ آدمی جس کے بارے میں کہی گئی وہ بات جو کہی گئی یعنی حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ، وہ کہا کرتے تھے: سبحان اللہ! اللہ کی ذات پاک ہے، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! نہیں کھولا میں نے کبھی کسی عورت کا پردہ (اس وقت تک ان کی شادی نہیں ہوئی تھی) صدیقہؓ فرماتی ہیں: پھر وہ اس کے بعد راہِ خدا میں شہید کئے گئے (خلافتِ فاروقی میں سنہ ۱۹ ہجری میں ارمینیہ میں شہید ہوئے)

افک سے متعلق باقی روایات

[٤١٤٢-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَمْلٰى عَلَيَّ هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ مِنْ حِفْظِهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: قَالَ لِيْ الْوَلِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ: أَبَلَغَكَ أَنَّ عَلِيًّا كَانَ فِيْمَنْ قَذَفَ عَائِشَةَ؟ قُلْتُ: لاَ، وَلٰكِنْ قَدْ أَخْبَرَنِيْ رَجُلاَنِ مِنْ قَوْمِكَ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَأَبُوْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْحَارِثِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَهُمَا: كَانَ عَلِيٌّ مُسَلِّمًا فِيْ شَأْنِهَا.

ترجمہ: امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں: مجھ سے ولید بن عبد الملک نے پوچھا: کیا آپ کو یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں میں سے تھے؟ امام زہریؒ نے کہا: نہیں، البتہ مجھے آپ کی قوم کے دو آدمیوں نے ـــــ ابو سلمہ اور ابو بکر نے ـــــ بتلایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان دونوں سے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ ان کے معاملہ میں ڈھیلے تھے۔

تشریح: عبد الملک کے چار لڑکے تھے: سلیمان، ہشام، ولید اور یزید، پہلے دو نیک تھے اور آخری دو نا ہنجار (بداطوار) تھے اور چاروں خلیفہ ہوئے ہیں، اور ولید نے یہ بات 'شرارت' کے طور پر پوچھی تھی، اور مُسَلِّمًا: (اسم فاعل) تَسْلِيْم سے، یعنی ماننے والوں میں سے تھے اور مُسَلَّمًا (اسم مفعول) سَلاَمَة سے یعنی بچے ہوئے تھے، اور حضرت علامہ کشمیری قدس سرہ نے فیض الباری میں مُسَلِّمًا کا ترجمہ 'ڈھیلے' کیا ہے، یہ ترجمہ اچھا ہے یعنی وہ بین بین تھے، لاَ إِلٰى هٰؤُلاَءِ وَلاَ إِلٰى

ھٰؤُلآءِ، اور بخاری شریف کے ایک نسخہ میں مُسِیْئًا ہے، اس کا ترجمہ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے کیا ہے: ''کچھ ہمدردی کرنے والے نہ تھے''۔

[۴۱۴۳-] [حدثنا أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ الْجُعْفِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ] قَالَ: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، حَدَّثَنِيْ مَسْرُوْقُ بْنُ الأَجْدَعِ، قَالَ: حَدَّثَتْنِيْ أُمُّ رُوْمَانَ وَهِيَ أُمُّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: بَيْنَا أَنَا قَاعِدَةٌ أَنَا وَعَائِشَةُ إِذْ وَلَجَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الأَنْصَارِ، فَقَالَتْ: فَعَلَ اللّٰهُ بِفُلَانٍ وَفَعَلَ! فَقَالَتْ أُمُّ رُوْمَانَ: وَمَا ذَاكِ؟ قَالَتِ: ابْنِيْ فِيْمَنْ حَدَّثَ الْحَدِيْثَ، قَالَتْ: وَمَا ذَاكِ؟ قَالَتْ: كَذَا وَكَذَا، قَالَتْ عَائِشَةُ: سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَتْ: وَأَبُوْ بَكْرٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، فَخَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا، فَمَا أَفَاقَتْ إِلَّا وَعَلَيْهَا حُمَّى بِنَافِضٍ فَطَرَحْتُ عَلَيْهَا ثِيَابَهَا فَغَطَّيْتُهَا، فَجَاءَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: '' مَا شَأْنُ هٰذِهِ؟'' قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَخَذَتْهَا الْحُمَّى بِنَافِضٍ، قَالَ: '' فَلَعَلَّ فِيْ حَدِيْثٍ تُحُدِّثُ؟'' قَالَتْ: نَعَمْ، فَقَعَدَتْ عَائِشَةُ، فَقَالَتْ: وَاللّٰهِ لَئِنْ حَلَفْتُ لَا تُصَدِّقُوْنِّيْ، وَلَئِنْ قُلْتُ لَا تَعْذِرُوْنِّيْ، مَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ كَيَعْقُوْبَ وَبَنِيْهِ ﴿وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَاتَصِفُوْنَ﴾ قَالَتْ: فَانْصَرَفَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عُذْرَهَا، قَالَتْ: بِحَمْدِ اللّٰهِ لَا بِحَمْدِ أَحَدٍ وَلَا بِحَمْدِكَ. [راجع: ۳۳۸۸]

ترجمہ: مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں: مجھ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں اور عائشہؓ بیٹھی تھیں کہ اچانک ایک انصاری عورت آئی اور اس نے کہا: اللہ کریں فلاں کے ساتھ اور کریں! (یہ محاورہ ہے یعنی اس نے کوسنا شروع کیا) پس ام رومانؓ نے پوچھا: اس کو کیوں کوس رہی ہو؟ کہنے لگی: میرا بیٹا ان لوگوں میں شامل ہے جو تہمت کی باتیں کرتے ہیں، ام رومانؓ نے پوچھا: کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا: یہ اور یہ (تہمت لگانے والوں کی باتیں نقل کیں) حضرت عائشہؓ نے پوچھا: یہ باتیں نبی ﷺ نے سنی ہیں؟ اس نے کہا: ہاں، صدیقہؓ نے پوچھا: اور ابوبکرؓ نے؟ اس نے کہا: ہاں، پس عائشہؓ بیہوش ہوکر گر پڑیں، جب ان کو ہوش آیا تو انھیں لرزہ کا بخار چڑھ گیا تھا (ام رومانؓ کہتی ہیں) میں نے ان پر ان کے کپڑے ڈالے اور ان کو ڈھانک دیا، پس نبی ﷺ تشریف لائے اور پوچھا: اس کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس کو جاڑے کا بخار چڑھ گیا ہے، آپؐ نے فرمایا: شاید وہ ان باتوں کی وجہ سے ہے جو کی جاتی ہیں، ام رومانؓ نے کہا: ہاں، پس عائشہؓ بیٹھ گئیں، اور انھوں نے کہا: بخدا! اگر قسم کھاؤں میں (بے گناہی کی) تو تم میری بات نہیں مانوگے، اور اگر کہوں میں (گناہ کا جھوٹا اقرار کروں) تو تم میرا عذر قبول نہیں کروگے (بلکہ میرے اقرار کو صحیح مان لوگے) میرا حال اور آپ لوگوں کا حال یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کے حال جیسا ہے ﴿وَاللّٰهُ

الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَاتَصِفُوْنَ﴾: اللہ تعالیٰ مدد چاہے ہوئے ہیں ان باتوں میں جو تم بیان کرتے ہو، ام رومانؓ کہتی ہیں: نبی ﷺ لوٹ گئے اور آپؐ نے کچھ نہیں فرمایا، پس اللہ تعالیٰ نے عائشہؓ کا عذر نازل کیا، عائشہؓ نے کہا: اللہ کی حمد کے ساتھ یعنی میں اللہ کا شکریہ ادا کرتی ہوں، نہ کسی کی حمد کے ساتھ یعنی کسی اور کا شکریہ ادا نہیں کرتی اور نہ آپؐ کی حمد کے ساتھ یعنی میں آپؐ کا بھی شکریہ ادا نہیں کرتی۔

تشریح: یہ مسروق رحمہ اللہ کی ام رومانؓ سے روایت ہے اور اس کا سیاق گذشتہ روایت (نمبر ۴۱۴۱) سے مختلف ہے، وہ روایت چار بڑے حضرات کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تھی اور موصول تھی، اور مسروق کی ام رومانؓ سے روایت شاید منقطع ہے، تہذیب التہذیب میں یہ قول بھی ہے اس لئے اعتماد پہلی روایت پر ہے۔

فائدہ: اس حدیث کے شروع میں کسی شاگرد نے یہ عبارت بڑھائی ہے: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ ابْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ الْجُعْفِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ: ترحّم (رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ) دلیل ہے کہ یہ عبارت بعد میں بڑھائی گئی ہے اور اس میں خاص نکتہ یہ ہے کہ شاگرد نے امام بخاری رحمہ اللہ کا نسب مغیرہ تک بیان کیا ہے، مغیرہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے ہیں، پس ہمارے دیار میں جو مغیرہ کے بعد بَردِزْبَہ کا نام لیا جاتا ہے وہ ٹھیک نہیں، وہ کافر تھا، اس کے ذکر سے کیا فائدہ؟ امام بخاری رحمہ اللہ کا نسب نامہ یہیں تک ذکر کرنا چاہئے۔

[۴۱۴۴-] حَدَّثَنِيْ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، كَانَتْ تَقْرَأُ: إِذْ تَلِقُوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ، وَتَقُوْلُ: الْوَلَقُ: الْكَذِبُ، قَالَ ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ: وَكَانَتْ أَعْلَمَ مِنْ غَيْرِهَا بِذٰلِكَ لِأَنَّهُ نَزَلَ فِيْهَا. [۴۷۵۲]

وضاحت: سورۃ النور کی آیت ۱۵ کا شروع حصہ ہے: ﴿إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ﴾: جب تم اس (جھوٹ) کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل کر رہے تھے (تھانویؒ) اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا إِذْ تَلِقُوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ: (لام کے زیر کے ساتھ) پڑھتی تھیں، اور فرماتی تھیں: وَلَقَ کے معنی ہیں: جھوٹ، وَلَقَ يَلِقُ وَلْقًا فِي الْكَذِبِ: وہ برابر جھوٹ بولتا رہا، پس اب ترجمہ ہوگا: تم اپنی زبانوں سے وہ جھوٹی بات بول رہے تھے، ابن ابی ملیکہؒ فرماتے ہیں: صدیقہؓ اس آیت کی قراءت کو بہتر جانتی ہیں، کیونکہ یہ آیت انہی کے حق میں نازل ہوئی ہے (اور مطلب دونوں قراءتوں کا ایک ہے کہ تم ان جھوٹی باتوں کا چرچا کر رہے تھے)

[۴۱۴۵-] حدثنا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: ذَهَبْتُ أَسُبُّ حَسَّانَ عِنْدَ عَائِشَةَ، فَقَالَتْ: لَا تَسُبَّهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَقَالَتْ عَائِشَةُ: اسْتَأْذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ هِجَاءِ الْمُشْرِكِيْنَ، قَالَ: "كَيْفَ بِنَسَبِيْ؟" قَالَ:

لَأَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ.
وَقَالَ مُحَمَّدٌ: ثَنَا عُثْمَانُ بْنُ فَرْقَدٍ، سَمِعْتُ هِشَامًا، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: سَبَبْتُ حَسَّانَ وَكَانَ مِمَّنْ كَثَّرَ عَلَيْهَا. [راجع: ۳۵۳۱]

ترجمہ: عروہؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو برا کہنا شروع کیا، پس صدیقہؓ نے فرمایا: ان کو برامت کہو، اس لئے کہ وہ نبی ﷺ کی طرف سے لات مارتے تھے یعنی کفار کی ہجو کا جواب دیتے تھے، صدیقہ کہتی ہیں: حسانؓ نے نبی ﷺ سے مشرکین کی ہجو کرنے کی اجازت چاہی، نبی ﷺ نے فرمایا: میرے نسب کا کیا کروگے؟ یعنی میں بھی تو اسی خاندان سے ہوں، جب تم اس خاندان کی برائی کروگے تو وہ برائی مجھ تک بھی پہنچے گی؟ حضرت حسانؓ نے کہا: میں آپؐ کو اس سے نکال لوں گا، جس طرح بال آٹے میں سے نکال لیا جاتا ہے، اور دوسرے طریق سے عروہؒ کہتے ہیں: میں نے حسانؓ کو برا کہا اور تھے وہ ان لوگوں میں سے جنھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف بہت باتیں کی تھیں۔

[۴۱۴۶-] حَدَّثَنِيْ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ، وَعِنْدَهَا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ، يُنْشِدُهَا شِعْرًا يُشَبِّبُ بِأَبْيَاتٍ لَهُ، وَقَالَ:

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيْبَةٍ ۞ وَتُصْبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُوْمِ الْغَوَافِلِ

فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ: لٰكِنَّكَ لَسْتَ كَذٰلِكَ، قَالَ مَسْرُوْقٌ: فَقُلْتُ لَهَا: لِمَ تَأْذَنِيْ لَهُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيْكِ؟ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ قَالَتْ: وَأَيُّ عَذَابٍ أَشَدُّ مِنَ الْعَمَى؟ فَقَالَتْ لَهُ: إِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ، أَوْ: يُهَاجِيْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم. [انظر: ۴۷۵۵، ۴۷۵۶]

ترجمہ: مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان کے پاس حضرت حسان رضی اللہ عنہ تھے، وہ ان کو اشعار سنا رہے تھے، اور اپنے اشعار میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اوصاف ومحاسن بیان کررہے تھے، ان کا ایک شعر یہ ہے:

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيْبَةٍ ۞ وَتُصْبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُوْمِ الْغَوَافِلِ

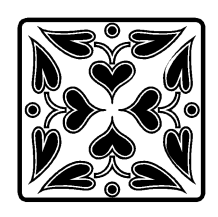
لغات: حَصَانٌ: پاک دامن، عفت مآب (مبتداء محذوف کی خبر) .... رَزَانٌ: باوقار، بھاری بھرکم .... مَا تُزَنُّ: نہیں متہم کی جاتی، زَنَّ فُلَانًا بِخَيْرٍ أَوْ شَرٍّ (ن) کسی کے متعلق اچھا یا برا گمان قائم کرنا .... رِيْبَة: شک، تہمت .... غَرْثَى: بھوکی، یعنی غیبت نہیں کرتی .... الْغَوَافِل: غَافِلَة کی جمع: گناہ سے بے خبر۔

ترجمہ: (وہ) پاک دامن باوقار ہیں، کسی شک کے ساتھ متہم نہیں کی جاتیں اور صبح کرتی ہیں بھوکی گناہ سے بے خبر عورتوں کے گوشت سے۔

ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مگر آپ تو ایسے نہیں، مسروق کہتے ہیں: میں نے حضرت عائشہؓ سے کہا: آپ کیوں اجازت دیتی ہیں حسانؓ کو کہ آئیں وہ آپؓ کے پاس، جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾: اور جس نے ان میں سے اس (الزام تراشی) میں سب سے بڑا حصہ لیا ہے اس کو سخت سزا ملے گی، یعنی ایسے مجرم کو آپ اپنے پاس کیوں آنے دیتی ہیں؟ صدیقہؓ نے فرمایا: اندھا ہونے سے زیادہ بڑی کونسی سزا ہو سکتی ہے؟ (حضرت حسانؓ نابینا ہو گئے تھے) پھر صدیقہؓ نے مسروق رحمہ اللہ سے کہا: حسانؓ نبی ﷺ کی طرف سے مدافعت کیا کرتے تھے، یا فرمایا: جوابی ہجو کیا کرتے تھے۔

تشریح: آیت کریمہ کا مصداق تو عبداللہ بن ابی ہے، مسروق نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو مصداق بنایا ہے، اور صدیقہؓ نے ان کی بات کو برقرار رکھا ہے، اور فرمایا: اللہ نے ان کو اندھا کر دیا، یہی سب سے بڑی سزا ہے، علامہ بدرالدین زرکشیؒ نے مسروق پر اعتراض کیا ہے اور حاشیہ میں ہے کہ یہ اعتراض تو حقیقت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر ہے، کیونکہ انھوں نے مسروق کی بات کو برقرار رکھا ہے، غرض حضرت حسانؓ آیت کا مصداق نہیں، اور صدیقہ کا مسروق کو ان کی بات پر برقرار رکھنا قابل اعتراض ہے (حاشیہ)

(غزوۂ مریسیع اور واقعہ افک کا بیان مع اس کے متعلقات کے پورا ہوا)



غزوۂ حدیبیہ (صلح حدیبیہ)

حُدَیْبِیه کی ی مخفف اور مشدد دونوں طرح درست ہے، حدیبیہ ایک کنواں کا نام ہے، اس کے پاس ایک گاؤں ہے، وہ بھی حدیبیہ کہلاتا ہے، یہ گاؤں مکہ معظّمہ سے ۹ میل کے فاصلہ پر ہے، اس کا اکثر حصہ حرم میں ہے، اور کچھ حصہ حل میں ہے، یہ غزوہ ذی قعدہ سن ۶ ہجری میں پیش آیا ہے۔

واقعات کا تسلسل:

۱- غزوۂ احزاب میں جب کفار کا لشکر نامراد واپس لوٹا تو آپؐ نے فرمایا: اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے وہ ہم پر حملہ نہیں کر سکیں گے، ہم ان پر فوج کشی کریں گے (حدیث ۴۱۱۰) نبی ﷺ کا یہ ارشاد تمام صحابہ جانتے تھے۔

۲- پھر نبی ﷺ نے خواب دیکھا: آپؐ صحابہ کے ساتھ عمرہ کے لیے مکہ تشریف لے گئے اور باطمینان عمرہ ادا کیا، اس خواب کا ذکر سورۃ الفتح آیت ۲۷ میں ہے، کعبہ شریف تمام عربوں کی مشترک عبادت گاہ تھی، اس لئے آپؐ نے اور صحابہ نے خیال کیا کہ اگر وہ عمرہ کے لئے جائیں گے تو مکہ والے نہیں روکیں گے، چنانچہ سن ۶ ہجری میں آپؐ پندرہ سو صحابہ کے ساتھ ذو الحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر اور قربانی کے اونٹ ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے، اور خبروں کو چھپانے کا اہتمام نہیں کیا، کیونکہ جنگ مقصود نہیں تھی، عمرہ کرنا مقصود تھا، اس لئے خبر مکہ والوں تک پہنچ گئی کہ مسلمان عمرہ کرنے آرہے ہیں، اُن لوگوں نے طے کیا کہ کسی قیمت پر ان کو مکہ نہیں آنے دینا۔

۳- جب نبی ﷺ اور صحابہ مکہ سے تین مرحلوں پر رہ گئے تو آپؐ کو اطلاع ملی کہ قریش کا ہراول دستہ ذو طُوی مقام پر پہنچ گیا ہے، لوگ عام طور پر ذو طوی سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے تھے، یہ ہراول دستہ (مقدمۃ الجیش) خالد بن الولید کی سرکردگی میں کُرَاعُ الْغَمِیْم پر موجود تھا، اس لئے آپؐ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ ذو طوی کا راستہ چھوڑ کر دائیں جانب کا راستہ اختیار کریں، تاکہ ہم دوسرے راستہ سے مکہ پہنچ جائیں، چنانچہ ایک راہبر دشوار گذار راستہ سے آپؐ کو لے کر چلا، اس طرح آپؐ حدیبیہ میں پہنچ گئے، ورنہ عام طور پر جو لوگ مدینہ سے آتے تھے وہ حدیبیہ سے نہیں گذرتے تھے۔

۴- جب نبی ﷺ اس نکڑ پر پہنچے جہاں سے مکہ والوں پر اترا جاتا ہے تو آپؐ کی اونٹنی بیٹھ گئی، لوگوں نے کہا: اٹھ اٹھ! وہ نہیں اٹھی، لوگوں نے کہا: قصواء اڑ گئی، نبی ﷺ نے فرمایا: قصواء اڑی نہیں، نہ یہ اس کی عادت ہے بلکہ اس کو روک لیا ہے ہاتھی کو روکنے والے نے، پھر آپؐ نے عہد کیا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! نہیں مطالبہ کریں گے

مکہ والے مجھ سے کسی ایسی بات کا جس میں اللہ کی محترم کی ہوئی جگہوں کی تعظیم ہوگی، مگر میں ان کی بات مان لوں گا، پھر آپؐ نے اونٹنی کو جھڑکا تو وہ کود کر کھڑی ہوگئی، پس آپؐ نے مکہ کا راستہ چھوڑ دیا اور حدیبیہ کے آخر میں اترے (حدیبیہ کا یہ حصہ حرم سے باہر تھا) وہاں جو چشمہ تھا اس میں برائے نام پانی تھا، لوگوں نے پہنچتے ہی پانی چوس لیا، جب پانی نہ رہا تو لوگوں نے پیاس کا شکوہ کیا، آپؐ نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا، اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اس کو کنویں میں گاڑ دیں، تھوڑی دیر کے بعد پانی جوش مارنے لگا، لوگوں نے پانی پیا، یہاں تک کہ سب سیراب ہوگئے اور جب تک حدیبیہ میں قیام رہا لوگ اس چشمہ سے پانی لیتے رہے۔

۵- حدیبیہ پہنچ کر نبی ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا تاکہ وہ انہیں بتائیں کہ ہم لڑنے نہیں آئے، عمرہ کرنے آئے ہیں، اور کعبہ شریف پر سب کا حق ہے، لہٰذا ہمیں عمرہ کرنے کا موقع دیا جائے، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہنچے تو ان کو روک لیا گیا، اور کہا گیا: ہم مشورہ کر کے جواب دیتے ہیں، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آنے میں دیر ہوئی تو افواہ اڑی کہ ان کو قتل کر دیا گیا، اب جنگ ناگزیر ہوگئی، چنانچہ آپؐ نے ایک کیکر کے درخت کے نیچے صحابہ سے بیعت لی کہ اگر جنگ ہوئی تو وہ پیٹھ نہیں پھیریں گے، جب اس بیعت کی اطلاع مکہ والوں کو پہنچی تو انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جلدی سے بھیج دیا پھر سفارتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

پہلی سفارت: بدیل بن ورقاء خزاعی اپنے قبیلہ کے چند افراد کے ساتھ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تہامہ کے باشندوں میں یہی قبیلہ نبی ﷺ کا خیر خواہ تھا، اس نے کہا: میں کعب بن لؤی کو چھوڑ کر آیا ہوں وہ حدیبیہ کے کثیر پانی والے چشمہ پر پڑاؤ ڈال چکے ہیں ان کے ساتھ عورتیں، بچے اور دودھ والی اونٹنیاں ہیں، وہ آپؐ سے لڑنے کے لئے اور آپؐ کو بیت اللہ سے روکنے کے لئے آئے ہیں، نبی ﷺ نے بُدیل سے فرمایا: ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے اور لڑائیوں نے قریش کی کمر توڑ دی ہے پس اگر وہ چاہیں تو میں ان سے ایک مدت کے لئے ناجنگ معاہدہ کرلوں، اور وہ میرے اور لوگوں کے درمیان سے ہٹ جائیں اور اگر ان کو یہ بات منظور نہیں تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں ضرور ان سے لڑوں گا، اپنے اس معاملہ (دین) پر یہاں تک کہ میری یہ گردن اتر جائے اور اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کا بول بالا کریں گے۔

بدیل نے کہا: میں مکہ والوں کو آپؐ کی بات پہنچاتا ہوں، وہ قریش کے پاس پہنچا اور کہا: میں اس آدمی سے مل کر آیا ہوں وہ ایک بات کہتے ہیں اگر تم چاہو تو میں وہ بات تمہارے سامنے رکھوں، ان کے بیوقوفوں نے کہا: ہمیں کچھ ضرورت نہیں کہ تم ہمیں اس کی بات بتلاؤ، مگر ان کے سمجھداروں نے کہا: بتلاؤ وہ کیا کہتے ہیں؟ بدیل نے کہا: وہ یہ کہتے ہیں، ان کو ساری بات بتلائی۔

دوسری سفارت: پس عروہ بن مسعود کھڑا ہوا، یہ طائف کا تھا جو مکہ میں آ گیا تھا، اس نے لوگوں سے کہا: یہ شخص تمہارے سامنے بھلائی کی بات پیش کرتا ہے، اس کو مان لو اور مجھے موقع دو کہ میں اس کے پاس جاؤں، مکہ والوں نے کہا:

آپ ان کے پاس جاسکتے ہیں، اس نے بھی نبی ﷺ سے وہی بات کہی جو بدیل نے کہی تھی، نبی ﷺ نے اس کو بھی وہی جواب دیا جو بدیل کو دیا تھا، اس نے واپس لوٹ کر قریش کے سامنے صحابہ کی گرویدگی کا نقشہ کھینچا اور کہا کہ وہ تمہارے سامنے بھلائی کی بات پیش کرتے ہیں اس کو مان لو۔

تیسری سفارت: پھر بنو کنانہ کا ایک آدمی بات چیت کے لئے آیا، جب وہ قریب آیا تو آپؐ نے فرمایا: یہ فلاں شخص ہے اور ایسی قوم کا آدمی ہے جو ہدی کی جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں، پس ہدی کے اونٹوں کو اس کے لئے کھڑا کرو، چنانچہ اونٹ کھڑے کئے گئے اور لوگوں نے تلبیہ پڑھتے ہوئے اس کا استقبال کیا، جب اس نے یہ منظر دیکھا تو کہا: سبحان اللہ! ان لوگوں کے لئے مناسب نہیں کہ یہ بیت اللہ سے روکے جائیں اور یہی بات اس نے لوٹ کر قریش سے کہی۔

چوتھی اور پانچویں سفارت: پھر مکرز آیا، جب وہ قریب آیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: یہ مکرز ہے اور بدکار آدمی ہے وہ آپؐ سے گفتگو کررہی رہا تھا کہ سہیل بن عمرو آگیا، اس کو دیکھ کر نبی ﷺ نے نیک فال لیا کہ اب تمہارے لئے تمہارا معاملہ آسان کیا گیا، چنانچہ صلح نامہ لکھا گیا اس میں بنیادی دفعات درج ذیل تھیں:

(الف) نبی ﷺ اور مسلمان اس سال مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس جائیں، اگلے سال عمرہ کرنے آئیں، اور تین دن مکہ میں قیام کریں، اور وہ ہتھیار لے کر نہ آئیں، صرف تلوار ساتھ لائیں جو میان میں اور خرجی میں ہو۔

(ب) دس سال تک فریقین کے درمیان جنگ کی ڈبیہ بند رہے گی اس عرصہ میں لوگ مامون رہیں گے، کوئی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔

(ج) قبائل میں سے جو چاہے قریش کے عہد و پیمان میں داخل ہو اور جو چاہے نبی ﷺ کے عہد و پیمان میں داخل ہو، جو قبیلہ جس فریق کے ساتھ شامل ہوگا اس کا ایک جزء سمجھا جائے گا، اگر اس قبیلہ پر زیادتی ہوئی تو خود اس پر زیادتی تصور کی جائے گی۔

(د) قریش کا جو آدمی مسلمان ہوکر مدینہ جائے وہ واپس کیا جائے اور مدینہ کا جو مسلمان مرتد ہوکر مکہ آئے مکہ والے اس کو واپس نہیں کریں گے۔

یہ معاہدہ لکھ لیا گیا، اس پر فریقین کے دستخط ہوگئے اور کاغذات کا تبادلہ ہوگیا، جب صلح مکمل ہوگئی تو بنی خزاعہ نبی ﷺ کے عہد و پیمان میں داخل ہوئے، یہ لوگ عبدالمطلب کے زمانہ سے بنو ہاشم کے حلیف تھے، اور بنو بکر قریش کے عہد و پیمان میں داخل ہوئے۔

۶- جب صلح نامہ لکھا جاچکا تو نبی ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: اٹھو، قربانیاں کرو اور احرام کھول دو، مگر کوئی نہیں اٹھا، آپؐ نے تین مرتبہ یہ بات فرمائی، جب کوئی نہیں اٹھا تو آپؐ خیمہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور لوگوں کے طرز عمل کا شکوہ کیا، ام المؤمنین نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپؐ ایسا چاہتے ہیں؟ آپؐ تشریف لے جائیں اور کسی سے کچھ

نہ کہیں، جانور ذبح کریں اور حجام کو بلا کر سر منڈا لیں، آپؐ باہر تشریف لائے اور کسی سے کچھ نہیں کہا، اپنا ہدی کا جانور ذبح کیا اور حجام کو بلا کر سر منڈا دیا، جب لوگوں نے یہ دیکھا تو ایک دم اٹھے اپنے اپنے جانور ذبح کئے اور ایک دوسرے کے سر مونڈ نے لگے، کیفیت یہ تھی کہ فرطِ غم سے ایک دوسرے کو قتل کر ڈالیں گے، پھر چند دن حدیبیہ میں قیام کر کے آپؐ مدینہ کی طرف واپس لوٹے، راستہ میں سورۃ الفتح نازل ہوئی، اس میں صلح حدیبیہ کو 'فتح مبین' (واضح کامیابی) قرار دیا گیا۔

اس مصالحت کے موقعہ پر چند اہم واقعات پیش آئے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱-حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عروۃ بن مسعود کو سڑی ہوئی گالی دی:

عروۃ بن مسعود نے نبی ﷺ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا: محمد! (ﷺ) بتلاؤ اگر آپؐ نے اپنی قوم کا معاملہ جڑ سے اکھاڑ دیا تو کیا آپؐ نے کسی عرب کو سنا ہے جس نے آپؐ سے پہلے اپنے ہی لوگوں کو تباہ کر دیا ہو؟ اور اگر صورت حال دوسری ہوئی تو میں ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں اور ایک ایسی بھیڑ دیکھ رہا ہوں جو وقت پر بھاگ کھڑی ہوگی، اور تمہیں تنہا چھوڑ دے گی، اس کی یہ بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ برداشت نہیں کر سکے، آپؓ نے فرمایا: 'لات (دیوی) کا ٹنا چوس!' کیا ہم حضور ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ اور حضور ﷺ کو تنہا چھوڑ دیں گے؟

۲-حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے عروۃ بن مسعود کے ہاتھ پر تلوار کا دستہ مارا:

جب عروۃ نبی ﷺ سے باتیں کر رہا تھا تو بار بار حضور ﷺ کی ڈاڑھی پکڑتا تھا، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے سر پر کھڑے تھے، ان کے ہاتھ میں تلوار تھی، انھوں نے لوہے کی ٹوپی پہن رکھی تھی، عروہ جب بھی ڈاڑھی پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھاتا تو وہ اس کے ہاتھ پر تلوار کا دستہ مارتے اور کہتے: اپنا ہاتھ نبی ﷺ کی ڈاڑھی سے پیچھے رکھ، عروہ نے سر اٹھایا اور پوچھا: یہ کون ہے؟ بتایا گیا کہ مغیرہ بن شعبہؓ ہیں، اس نے کہا: او بے وفا! کیا میں تیری بے وفائی سے نمٹنے کی کوشش نہیں کر رہا؟ حضرت مغیرہؓ نے اسلام سے پہلے کچھ لوگوں کو قتل کیا تھا اور ان کا مال لے کر مدینہ جا کر مسلمان ہو گئے تھے، اس سے نمٹنے کی عروہ کوشش کر رہا تھا۔

۳-صحابہ کی فدائیت:

عروۃ نبی ﷺ سے بات چیت کر رہا تھا اور صحابہ کو بغور دیکھ رہا تھا، اگر نبی ﷺ رینٹ پھینکتے تو وہ کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی میں گرتی وہ اس کو اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا، اور جب نبی ﷺ کوئی حکم دیتے تو صحابہ اس کی تعمیل کے لئے دوڑتے، اور جب آپؐ وضو کرتے تو بچا ہوا پانی حاصل کرنے کے لئے لوگ لڑنے کے قریب ہو جاتے اور جب آپؐ بات کرتے تو سب کی آوازیں پست ہو جاتیں، اور کوئی آپؐ کو گھور کر نہیں دیکھتا تھا، یہ منظر جو عروہ نے دیکھا تھا وہ واپس جا کر قریش کو بتایا کہ میں بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں ایسی فدائیت میں نے کہیں نہیں دیکھی۔

۴-قریش کے جوانوں نے جنگ کی آگ بھڑکانے کی کوشش کی:

جب قریش کے پرجوش جوانوں نے دیکھا کہ سربرآوردہ لوگ صلح کی طرف مائل ہیں تو انھوں نے صلح میں رخنہ ڈالنے کا پروگرام بنایا کہ رات میں مسلمانوں کے کیمپ میں گھس جائیں اور ہنگامہ بپا کردیں، تاکہ جنگ کی آگ بھڑک جائے، چنانچہ ستر یا اسّی نوجوان جبل تنعیم سے اتر کر مسلمانوں کے کیمپ میں چپکے سے گھسنے کی کوشش کرنے لگے، اسلامی فوج کے پہریداروں کے کمانڈر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے سب کو گرفتار کرلیا، صبح سب نبی ﷺ کے سامنے پیش کئے گئے تو آپؐ نے صلح کی خاطر سب کو معاف کردیا اس کا تذکرہ سورۃ الفتح آیت ۲۴ میں ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ أَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَأَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ﴾: اور اللہ تعالیٰ ایسے ہیں جنھوں نے ان (کفار) کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے مکہ کے قریب روک دیئے، اس کے بعد کہ تم کو ان پر قابو دیدیا، یعنی رات میں چپکے سے وہ تمھیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکے اور صبح تم نے ان کو کوئی سزا نہیں دی، اس لئے صلح ہوگئی ورنہ صلح میں رخنہ پڑتا۔

۵-حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر کیوں بھیجا؟

جب نبی ﷺ نے ارادہ کیا کہ قریش کے پاس آدمی بھیجیں جو آپؐ کے سفر کا مقصد واضح کرے تو آپؐ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا، انھوں نے یہ کہہ کر معذرت کی کہ اگر مکہ والوں نے مجھے اذیت پہنچائی تو مکہ میں میرے خاندان کا ایک فرد بھی ایسا نہیں ہے جو میری حمایت میں کچھ بول سکے، آپؐ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیج دیں ان کا کنبہ مکہ میں ہے، چنانچہ آپؐ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا، تاکہ وہ آپؐ کا پیام مکہ والوں تک پہنچائیں۔

۶-قصہ ابو جندل رضی اللہ عنہ کا:

صلح نامہ لکھا ہی جارہا تھا کہ سہیل کے بیٹے ابو جندل رضی اللہ عنہ اپنی بیڑیاں گھسیٹتے ہوئے مسلمانوں کے کیمپ میں آپہنچے، وہ زیریں مکہ سے نکل کر آئے تھے انھوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے درمیان ڈال دیا، سہیل نے کہا: سب سے پہلے آپؐ میرے اس بیٹے کو واپس کریں، نبی ﷺ نے فرمایا: ابھی تحریر مکمل نہیں ہوئی، اس نے کہا: پھر میں کوئی صلح نہیں کرتا، نبی ﷺ نے فرمایا: تم اپنے اس بیٹے کو میری خاطر چھوڑ دو، اس نے کہا: میں آپ کی خاطر ہرگز نہیں چھوڑ سکتا، آپؐ نے فرمایا: آپ کو اتنا تو کرنا ہی پڑے گا، اس نے کہا: میں نہیں کرسکتا، پھر سہیل نے ابو جندلؓ کے چہرے پر تھپڑ مارا اور گلا پکڑ کر گھسیٹ کر واپس لے چلا، ابو جندلؓ زور سے چیخ کر کہنے لگے: مسلمانو! کیا میں مشرکین کی طرف واپس کیا جاؤں گا؟ کیا تم دیکھتے نہیں: میرا کیا حال کر رکھا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو جندل! صبر کرو، اور ان تکلیفوں کو باعث ثواب سمجھو، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اور تمہارے جیسے کمزور مسلمانوں کے لئے کشادگی اور پناہ کی جگہ بنائیں گے، ہم نے قریش سے صلح کرلی

ہے، اور ہم نے ان کو اللہ کا عہد و پیمان دیدیا ہے اس لئے ہم بدعہدی نہیں کر سکتے۔

جب سہیل ابو جندل رضی اللہ عنہ کو لے کر چلا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابو جندل رضی اللہ عنہ کے پہلو میں چل رہے تھے، اور کہہ رہے تھے: ابو جندل! صبر کرو، یہ لوگ مشرک ہیں ان کا خون بس کتے کا خون ہے اور ساتھ ہی اپنی تلوار کا دستہ ان کے قریب کرتے جا رہے تھے تا کہ وہ تلوار لے کر اپنے باپ کو نمٹا دیں، مگر انھوں نے ہمت نہ کی۔

۷-صلح حدیبیہ کا اطلاق عورتوں پر نہیں ہوا:

صلح مکمل ہونے کے بعد کچھ مسلمان عورتیں آئیں، ان کے ورثاء نے مطالبہ کیا کہ وہ عورتیں انہیں واپس کی جائیں، مگر معاہدہ میں رَجُلٌ (مرد) لکھا گیا تھا، اس لئے عورتیں اس معاہدہ میں شامل نہیں ہوئیں، پھر سورۃ الممتحنہ کی آیات نے نازل ہو کر معاملہ صاف کر دیا کہ عورتوں پر معاہدہ کا اطلاق نہیں ہوتا۔

۸-حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کی بے تابی:

صلح حدیبیہ کی دفعات ایسی تھیں کہ مسلمانوں کو سخت غم وغصہ لاحق تھا، کیونکہ آپؐ نے صحابہ کو بتایا تھا کہ آپؐ بیت اللہ تشریف لے جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے، لیکن آپؐ طواف کئے بغیر واپس ہو رہے تھے، پھر آپؐ اللہ کے رسول تھے، حق پر تھے، اور اللہ نے اپنے دین کو غالب کرنے کا وعدہ کیا تھا، پھر آپؐ نے صلح میں قریش کا دباؤ کیوں قبول کیا؟ اور دب کر صلح کیوں کی؟ اس قسم کی باتیں وسوسے پیدا کر رہی تھیں، اور سب سے زیادہ غم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تھا، انھوں نے نبی ﷺ سے بھی اس معاملہ میں گفتگو کی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بھی، جو پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۱۲۳ میں) آچکی ہے۔

اس کے بعد جب سورہ فتح نازل ہوئی جس میں صلح کو فتح مبین قرار دیا گیا تو نبی ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر یہ سورت پڑھ کر سنائی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ فتح ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں یہ فتح ہے، اس سے ان کے دل کو سکون ہو گیا، بعد میں وہ اپنی تقصیر پر سخت نادم تھے، خود فرمایا کرتے تھے: اس روز جو میں نے گستاخی کی تھی اس کی معافی کے لئے میں نے بہت سے اعمال کئے ہیں، برابر صدقہ خیرات کرتا رہا، روزے رکھتا، نماز پڑھتا، اور غلام آزاد کرتا رہا، یہاں تک کہ اب مجھے خیر کی امید ہے۔

۹-ابو جندل رضی اللہ عنہ جیسے کمزور مسلمانوں کا مسئلہ حل ہو گیا:

جب نبی ﷺ اور صحابہ مدینہ واپس ہو کر مطمئن ہو گئے تو حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ جو قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتے تھے، جو قریش کے حلیف تھے، مدینہ آ گئے، ان کی واپسی کے لئے قریش نے دو آدمی بھیجے، نبی ﷺ نے ابو بصیرؓ کو ان کے حوالہ کر دیا، انھوں نے ذوالحلیفہ پہنچ کر ایک کو موت کی گھاٹ اتار دیا، دوسرا بھاگ کر مدینہ آیا، حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ بھی

پیچھے پیچھے آئے، نبی ﷺ نے فرمایا: اس کی ماں کے لئے بربادی ہو! کوئی آدمی ہوتا جو اسے مکہ پہنچا کر آتا، یہ تو جنگ کی آگ بھڑکائے گا، ابوبصیرؓ یہ سن کر ساحل سمندر پر چلے گئے، پھر ابوجندلؓ بھی وہیں آگئے، اور دیگر کمزور مسلمان بھی بھاگ کر ان سے آملے، یہاں تک کہ وہاں ایک جماعت اکٹھا ہوگئی، اب وہ قریش کے قافلوں کے ساتھ چھیڑ کرتے، اور ان کا مال لوٹ لیتے، قریش نے تنگ آکر نبی ﷺ کو اللہ کا اور قرابت کا واسطہ دیا کہ آپؐ ان کو اپنے پاس بلالیں، اور معاہدہ کی یہ دفعہ ختم سمجھیں کہ جو مکہ سے مدینہ جائے اسے واپس کیا جائے، چنانچہ نبی ﷺ نے ان کو بلالیا اور وہ مدینہ آگئے۔

[۳۶-] بَابُ غَزْوَةِ الْحُدَيْبِيَةِ

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ الآيَةَ. [الفتح: ۱۸]

۱- غزوۂ حدیبیہ اور بیعتِ رضوان

نبی ﷺ نے غزوۂ احزاب کے بعد خواب دیکھا کہ آپؐ صحابہ کے ساتھ مکہ میں امن وامان کے ساتھ داخل ہوئے، اور عمرہ کرکے حلق وقصر کیا، آپؐ نے یہ خواب صحابہ سے بیان فرمایا، خواب میں اگرچہ وقت کی تعیین نہیں تھی، مگر شدتِ اشتیاق سے اکثروں کا خیال اس طرف گیا کہ امسال عمرہ میسر آئے گا، چنانچہ آپؐ تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کو ہمراہ لے کر عمرہ کے لئے مکہ کی طرف روانہ ہوئے، یہ خبر مکہ پہنچی تو قریش نے اتفاق کرلیا کہ آپؐ کو مکہ نہیں آنے دینا، حدیبیہ میں پہنچ کر آپؐ کی اونٹنی بیٹھ گئی، آپؐ نے عہد کیا کہ مکہ والے جس بات کا بھی مطالبہ کریں گے جس میں حرمات اللہ کی تعظیم ہوگی آپؐ اس کو منظور کرلیں گے، پھر آپؐ نے حدیبیہ میں قیام فرمایا اور خراش بن امیہ خزاعی رضی اللہ عنہ کو مکہ والوں کے پاس بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے، عمرہ کرکے چلے جائیں گے، مکہ والوں نے ان کے اونٹ کو ذبح کرڈالا اور ان کے قتل کا ارادہ کیا، مگر کچھ لوگوں نے درمیان میں پڑ کر بچادیا، انھوں نے واپس آکر پورا واقعہ بیان کیا پس آپؐ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجنا چاہا، انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجنے کا مشورہ دیا، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پیغام لے کر گئے، قریش نے ان کو روک لیا، اور خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمانؓ کو قتل کردیا، اس لئے جنگ ناگزیر ہوگئی، آپؐ نے سب صحابہ سے ایک کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ کر جہاد کی بیعت لی، جب قریش نے بیعت کی خبر سنی تو وہ ڈر گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو واپس بھیج دیا۔ پھر چند سفارتیں آئیں، بعض امور میں بحث وتکرار بھی ہوئی اور مسلمانوں کو غصہ اور جوش بھی آیا، مگر نبی ﷺ نے سب شرطیں منظور فرمالیں اور صلح ہوگئی۔

اس بیعت کو 'بیعتِ رضوان' کہتے ہیں، اس کا ذکر سورۃ الفتح آیت ۱۸ میں ہے: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَافِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾: بالتحقیق اللہ تعالیٰ مؤمنین سے خوش ہوئے جب وہ لوگ آپؐ سے کیکر کے درخت کے نیچے بیعت کررہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ اللہ

تعالیٰ کو معلوم تھا، پس اللہ تعالیٰ نے ان پر اطمینان نازل کیا اور ان کو لگے ہاتھوں ایک فتح دیدی۔

اس ارشاد پاک میں رَضِیَ کی وجہ سے حدیبیہ کی اس بیعت کو بیعت الرضوان کہتے ہیں، حدیبیہ میں جو صلح ہوئی تھی اس سے مسلمان بے تاب تھے، غم وغصہ ان کے دلوں میں بھرا ہوا تھا، مگر اللہ نے سکینت نازل فرمائی اور تمام صحابہ کو صلح پر اطمینان ہوگیا اور لگے ہاتھوں فتح سے مراد فتح خیبر ہے جو حدیبیہ سے واپسی کے بعد فوراً مل گئی۔

[٤١٤٧-] حدثنا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ، فَأَصَابَنَا مَطَرٌ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَصَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الصُّبْحَ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ: " أَتَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟" قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ! فَقَالَ: " قَالَ اللّٰهُ: أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ بِيْ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَبِرِزْقِ اللّٰهِ وَبِفَضْلِ اللّٰهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِيْ، كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِنَجْمِ كَذَا فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ كَافِرٌ بِيْ"[راجع: ٨٤٦]

۲-حدیبیہ میں ایک رات بارش ہوئی اور لوگ دو قسم کے ہو گئے

حدیث: پہلے حدیث (تحفۃ القاری ۳:۴۷۱میں) گذری ہے، حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نبی ﷺ کے ساتھ نکلے حدیبیہ کے سال، پس پہنچی ہمیں ایک رات بارش، پس صبح کی نماز پڑھائی ہمیں نبی ﷺ نے، پھر آپؐ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: کیا جانتے ہو: تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ لوگوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: صبح کی میرے بندوں نے دو حال میں، بعض مجھ پر ایمان لانے والے ہیں اور بعض میرا انکار کرنے والے ہیں، رہا وہ جس نے کہا: اللہ کی رحمت سے اور اللہ کی روزی دینے کے لئے اور اللہ کے فضل سے بارش ہوئی تو وہ مجھ پر ایمان لانے والا اور ستاروں کا انکار کرنے والا ہے، اور جس نے کہا: فلاں ستارے کی وجہ سے ہم بارش دیئے گئے تو وہ ستاروں پر ایمان لانے والا اور میرا انکار کرنے والا ہے۔

تشریح: ایسا کہنا کفر حقیقی ہے یا تہدید (دھمکی) ہے؟ حاشیہ میں امام نووی رحمہ اللہ کا قول لکھا ہے کہ اگر ستاروں کو مؤثر حقیقی مان کر یہ بات کہی گئی ہے جیسا کہ غیر مسلموں کا عقیدہ ہے تو یہ کفر حقیقی ہے، ایسا شخص مسلمان نہیں، اور اگر ستاروں کا تذکرہ بارش ہونے کی علامت کے طور پر کیا ہے تو وہ کافر نہیں ہوگا، مگر ایسا کہنا مکروہ تنزیہی ہے، لہٰذا اس سے بھی بچنا چاہئے۔

[٤١٤٨-] حدثنا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ أَنَسًا أَخْبَرَهُ، قَالَ: اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَرْبَعَ عُمَرٍ، كُلُّهُنَّ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ، إِلَّا الَّتِيْ كَانَتْ مَعَ حَجَّتِهِ: عُمْرَةٌ مِنَ

الْحُدَيْبِيَةِ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَةٌ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَةٌ مِنَ الْجِعْرَانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَةٌ مَعَ حَجَّتِهِ.[راجع: ۱۷۷۹]

۳- نبی ﷺ نے چار عمرے کئے اور چاروں ذی قعدہ میں کئے

آنحضور ﷺ نے چار عمرے کئے ہیں اور چاروں ذی قعدہ میں کئے ہیں، پہلی بار حدیبیہ کے سال ذی قعدہ میں عمرہ کا احرام باندھ کر تشریف لے گئے، مگر مشرکین نے عمرہ نہیں کرنے دیا، چنانچہ آپؐ احرام کھول کر حدیبیہ سے واپس آ گئے، پس یہ حکماً عمرہ ہے پھر اگلے سال ذی قعدہ میں اس کی قضاء کی، پھر فتح مکہ کے بعد اور غزوۂ حنین وطائف سے لوٹنے کے بعد جعرانہ سے ایک عمرہ کیا، وہ بھی ذی قعدہ میں کیا، اور حج کے ساتھ جو عمرہ کیا اس کا احرام بھی ذی قعدہ میں باندھا، اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۴: ۴۸۷ میں) گذری ہے، اور پہلے (حدیث ۳۱۴۴، تحفۃ القاری ۶: ۴۳۰) روایت آئی ہے، نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے جعرانہ سے کوئی عمرہ نہیں کیا، اگر جعرانہ سے آپؐ نے عمرہ کیا ہوتا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر وہ مخفی نہ رہتا، حاشیہ میں ہے کہ علماء نے اس کو ابن عمرؓ کی غیر حاضری پر یا نسیان پر محمول کیا ہے۔

فائدہ: اور یہ جو مشہور ہے کہ زمانۂ جاہلیت کا تصور یہ تھا کہ اشہر حج میں عمرہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے یہ بات مطلقاً نہیں تھی، بلکہ حاجی کے لئے اشہر حج میں عمرہ کرنا جاہلیت میں جائز نہیں تھا، ان کے نزدیک عمرہ کے لئے علاحدہ سفر کرنا ضروری تھا، دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے سب عمرے اشہر حج میں کئے ہیں اگر وہ بات مطلقاً ہوتی تو مکہ والے کہہ سکتے تھے: تم ذی قعدہ میں عمرہ کرنے کیسے آ گئے؟ مگر انھوں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔

[۴۱۴۹-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيىَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ، أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ قَالَ: انْطَلَقْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ أُحْرِمْ.[راجع: ۱۸۲۱]

۴- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ حدیبیہ کے سال نبی ﷺ کے ساتھ تھے

حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۴: ۵۲۱) تفصیل سے گذری ہے، عبداللہ کہتے ہیں: حدیبیہ کے سال میرے ابا نبی ﷺ کے ساتھ تھے، سب نے احرام باندھا تھا اور میرے ابا نے احرام نہیں باندھا تھا، اور پہلے حاشیہ میں یہ بات بیان کی ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ یہ عمرۃ القضاء کا واقعہ ہے (عمدہ) اور بعض روایات میں ہے کہ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے، پس یہ اختلاف رُوات ہے اور حدیث تفصیل سے محولہ جگہ میں ہے، وہاں حدیث کا ترجمہ بھی ہے۔

[۴۱۵۰-] حدثنا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: تَعُدُّوْنَ أَنْتُمْ

الْفَتْحَ فَتْحَ مَكَّةَ، وَقَدْ كَانَ فَتْحُ مَكَّةَ فَتْحًا، وَنَحْنُ نَعُدُّ الْفَتْحَ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ، كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً، وَالْحُدَيْبِيَةُ بِئْرٌ فَنَزَحْنَاهَا فَلَمْ نَتْرُكْ فِيْهَا قَطْرَةً، فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَأَتَاهَا فَجَلَسَ عَلٰى شَفِيْرِهَا، ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ مِنْ مَاءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ مَضْمَضَ وَدَعَا ثُمَّ صَبَّهُ فِيْهَا، فَتَرَكْنَاهَا غَيْرَ بَعِيْدٍ، ثُمَّ إِنَّهَا أَصْدَرَتْنَا مَا شِئْنَا نَحْنُ وَرِكَابَنَا. [راجع: ۳۵۷۷]

۵- فتح مبین سے صلح حدیبیہ مراد ہے

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپ لوگ ﴿فَتْحًا مُبِيْنًا﴾ سے فتح مکہ مراد لیتے ہو، فتح مکہ یقیناً فتح ہے، مگر ہم حدیبیہ کے دن بیعت رضوان کو فتح مبین سمجھتے ہیں، ہم حدیبیہ میں نبی ﷺ کے ساتھ چودہ سو تھے، اور حدیبیہ میں ایک کنواں تھا، ہم نے اس کا پانی کھینچ لیا، یہاں تک کہ اس میں ایک قطرہ بھی نہ رہا، پس نبی ﷺ کنویں کی مَن پر آئے اور اس کے کنارہ پر تشریف فرما ہوئے اور پانی کا برتن منگوایا، وضوء کیا، پھر کلی کی اور دعا فرمائی، پھر اس کو کنویں میں ڈالا، ہم نے کنویں کو تھوڑی دیر چھوڑ دیا، پھر اس کنویں نے ہم کو لوٹایا جتنا ہم نے چاہا، ہم کو اور ہماری سواریوں کو یعنی وہ پانی ہم نے پیا، یہاں تک کہ ہم سیراب ہوگئے، اور ہم نے اپنی سواریوں کو بھی سیراب کرلیا۔

تشریح: صلح حدیبیہ فتح مکہ کی تمہید تھی، اس لئے فتح مکہ کو فتح مبین سمجھ لیا گیا، مگر ﴿فَتْحًا مُبِيْنًا﴾ کا اصل مصداق صلح حدیبیہ ہے، جیسا کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اور دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے جب نبی ﷺ نے ان کو سورۃ الفتح سنائی تو انھوں نے پوچھا: أَوَ فَتْحٌ هُوَ؟ کیا اور حدیبیہ کی صلح فتح ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں، اس سے معلوم ہوا کہ آیت کا اصل مصداق صلح حدیبیہ ہے، البتہ سورۃ النصر میں جو ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾: آیا ہے اس سے فتح مکہ مراد ہے اور سورۃ الفتح کی آیت ۱۸ میں جو ﴿فَتْحًا قَرِيْبًا﴾: ہے اس سے فتح خیبر مراد ہے اور آیت ۲۷ میں جو ﴿وَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا﴾: ہے اس سے صلح حدیبیہ مراد ہے، اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۷: ۱۴۰ میں) معجزات کے بیان میں آئی ہے اور یہ حدیث اسرائیل (پوتے) کی ابواسحاق (دادا) سے روایت ہے اور اس میں اصحابِ حدیبیہ کی تعداد چودہ سو ہے۔

لغت: أَصْدَرَ: کسی کام سے فارغ کردینا، جیسے أَطْعَمَهُمْ حَتّٰى أَصْدَرَهُمْ: ان کو خوب کھلا کر سیر کردیا، أَصْدَرَ رِكَابَنَا: ہماری سواریوں کو خوب سیراب کردیا۔

[٤١٥١-] حَدَّثَنِيْ فَضْلُ بْنُ يَعْقُوْبَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَعْيَنَ أَبُوْ عَلِيٍّ الْحَرَّانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، قَالَ: أَنْبَأَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ، أَنَّهُمْ كَانُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَلْفًا وَأَرْبَعَ مِائَةٍ أَوْ أَكْثَرَ، فَنَزَلُوْا عَلٰى بِئْرٍ فَنَزَحُوْهَا، فَأَتَوْا رَسُوْلَ

اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَتَى الْبِئْرَ وَقَعَدَ عَلٰى شَفِيْرِهَا، ثُمَّ قَالَ: "ائْتُوْنِيْ بِدَلْوٍ مِنْ مَائِهَا" فَأُتِيَ بِهِ فَبَصَقَ فَدَعَا، ثُمَّ قَالَ: "دَعُوْهَا سَاعَةً" فَأَرْوَوْا أَنْفُسَهُمْ وَرِكَابَهُمْ حَتَّى ارْتَحَلُوْا.[راجع: ۳۵۷۷]

وضاحت: یہ زہیر بن معاویہ کی ابواسحاق سے روایت ہے، اس روایت میں ہے کہ اصحاب حدیبیہ چودہ سو یا زیادہ تھے ...... بَسَقَ اور بَصَقَ: تھوکنا، لعاب ڈالنا، دم کرنا .... أَرْوَوْا: سیراب کرنا .... ترجمہ: اور سیراب کیا انھوں نے اپنے آپ کو اور اپنی سواریوں کو یہاں تک کہ کوچ کیا انھوں نے، یعنی حدیبیہ کے پورے زمانۂ قیام میں اس کنویں کا پانی سب کے لئے کافی ہوگیا۔

[۴۱۵۲-] حدثنا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ، فَتَوَضَّأَ مِنْهَا ثُمَّ أَقْبَلَ النَّاسُ نَحْوَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: "مَالَكُمْ؟" قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَيْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّأُ بِهِ وَلَا نَشْرَبُ إِلَّا مَا فِي رَكْوَتِكَ، فَوَضَعَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَدَهُ فِي الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَفُوْرُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ كَأَمْثَالِ الْعُيُوْنِ، قَالَ: فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا، قُلْتُ لِجَابِرٍ: كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكَفَانَا، كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً.[راجع: ۳۵۷۶]

وضاحت: یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو پہلے (تحفۃ القاری ۷: ۱۳۹) آئی ہے، حضرت جابرؓ کہتے ہیں: حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے ہوئے اور نبی ﷺ کے سامنے ایک چھاگل تھا، آپؐ نے اس سے وضوء فرمایا، پھر لوگ اس چھاگل کی طرف متوجہ ہوئے یعنی لوگ دوڑے کہ اس میں سے بچا ہوا پانی حاصل کریں، آپؐ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا: ہمارے پاس وضوء کے لئے پانی نہیں ہے اور نہ پینے کے لئے پانی ہے، مگر یہی جو آپؐ کی چھاگل میں ہے، آپؐ نے چھاگل میں دست مبارک رکھا، پس پانی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی طرح پھوٹنے لگا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے پیا اور ہم نے وضو کیا، راوی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ حضرات کتنے تھے؟ انھوں نے کہا: اگر ہم لاکھ ہوتے تو بھی پانی ہمارے لئے کافی ہوجاتا، ہم اس دن پندرہ سو تھے۔

سوال: حدیبیہ میں تو کنویں میں پانی پھوٹنے کا معجزہ ظاہر ہوا تھا، یہ انگلیوں سے پانی نکلنے کا معجزہ کب ظاہر ہوا؟

جواب: یہ معجزہ حدیبیہ کے سفر میں کسی اور جگہ ظاہر ہوا ہے، اور مجازاً اس کو یوم الحدیبیة کہہ دیا ہے۔

[۴۱۵۳-] حدثنا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، قُلْتُ لِسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ: بَلَغَنِيْ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ يَقُوْلُ: كَانُوْا أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً، فَقَالَ لِيْ سَعِيْدٌ:

حَدَّثَنِيْ جَابِرٌ: كَانُوْا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً الَّذِيْنَ بَايَعُوْا النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ.

[راجع: ٣٥٧٦]

تَابَعَهُ أَبُوْ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا قُرَّةُ، عَنْ قَتَادَةَ، وَتَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُوْ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ.

[٤١٥٤-] حدثنا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ عَمْرٌو، سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ: "أَنْتُمْ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ" وَكُنَّا أَلْفًا وَأَرْبَعَ مِائَةٍ، وَلَوْ كُنْتُ أُبْصِرُ الْيَوْمَ لَأَرَيْتُكُمْ مَكَانَ الشَّجَرَةِ، تَابَعَهُ الْأَعْمَشُ، سَمِعَ سَالِمًا، سَمِعَ جَابِرًا: أَلْفًا وَأَرْبَعَ مِائَةٍ.

[راجع: ٣٥٧٦]

[٤١٥٥-] وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِيْ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ أَبِيْ أَوْفَى، كَانَ أَصْحَابُ الشَّجَرَةِ أَلْفًا وَثَلَاثَ مِائَةٍ، وَكَانَتْ أَسْلَمُ ثُمْنَ الْمُهَاجِرِيْنَ.

٦- حدیبیہ میں صحابہ کی تعداد کتنی تھی؟

روایات میں اختلاف ہے، حدیث (۴۱۵۰) میں چودہ سو کی تعداد آئی ہے، یہ اسرائیل کی ابواسحاق سے: حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، پھر حدیث (۴۱۵۱) میں پندرہ سو ہے، یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اور اب پھر حضرت جابرؓ کی روایت ہے، قتادہ نے حضرت سعید بن المسیبؒ سے کہا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت جابرؓ کہا کرتے تھے کہ اصحابِ حدیبیہ چودہ سو تھے، حضرت سعیدؒ نے کہا: حضرت جابرؓ نے خود مجھ سے بیان کیا ہے کہ اصحابِ حدیبیہ پندرہ سو تھے، جنھوں نے حدیبیہ میں نبی ﷺ سے بیعت کی تھی، اور حدیث (۴۱۵۴) میں جو عمرو بن دینار کی حضرت جابرؓ سے روایت ہے: چودہ سو کی تعداد ہے، حضرت جابرؓ کہتے ہیں: ہم سے نبی ﷺ نے حدیبیہ میں فرمایا: أَنْتُمْ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ: تم زمین میں سب سے بہتر لوگ ہو، چنانچہ اصحابِ بدر کے بعد اصحابِ بیعت رضوان کا نمبر ہے، نیز حضرت جابرؓ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر میں آج بینا ہوتا (وہ آخر میں نابینا ہوگئے تھے) تو میں تمھیں اس درخت کی جگہ بتاتا جس کے نیچے بیعت ہوئی تھی (معلوم ہوا کہ وہ درخت اب نہیں رہا تھا) بہر حال اس روایت میں چودہ سو کی تعداد ہے اور آگے (حدیث ۴۱۵۷ و ۴۱۵۸ میں) تعداد ایک ہزار سے کچھ زیادہ ہے: فِيْ بِضْعِ عَشَرَةَ مِائَةٍ: دس سو سے کچھ زیادہ، پھر آگے (حدیث ۴۱۵۵ میں) یہ تعداد تیرہ سو ہے، یہ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

یہ سب روایات صحیح ہیں، اور تعداد کا اختلاف کچھ زیادہ اہمیت کا حامل نہیں، کیونکہ اس وقت باقاعدہ کوئی فہرست مرتب نہیں کی جاتی تھی، لوگ اندازہ کرتے تھے اور اندازے مختلف ہوسکتے ہیں، مگر تعداد کا یہ اختلاف اس لئے اہمیت اختیار کر گیا کہ اصحابِ حدیبیہ ہی غزوۂ خیبر میں گئے تھے، وہاں جو غنیمت تقسیم کی گئی تھی تو گھوڑ سواروں کو تین حصے دیئے گئے تھے یا دو؟

اس میں اختلاف ہوا ہے اور اس اختلاف تعداد کا اس پر اثر پڑا ہے۔

اور حنفیہ کا قاعدہ ایسی صورت میں جب کہ عدد مختلف ہو یہ ہے کہ بڑا عدد لیا جائے، چھوٹے اعداد خود بخود اس میں آجائیں گے، جیسے خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ اور عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ میں سب نے بڑے عدد کو لیا ہے، اسی طرح یہاں احناف نے پندرہ سو کا عدد لیا ہے اور غزوۂ خیبر میں غنیمت کی تقسیم کو اس پر متفرع کیا ہے، اختلاف عدد کی کچھ اور توجیہیں حاشیہ میں ہیں۔

اور آخری حدیث میں ایک مضمون یہ بھی ہے کہ قبیلہ اسلم کے لوگ مہاجرین کا آٹھواں حصہ تھے، حاشیہ میں واقدی کے حوالہ سے ہے کہ قبیلہ اسلم کے لوگ حدیبیہ میں ایک سو تھے، پس مہاجرین آٹھ سو ہونگے۔

[٤١٥٦-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا عِيْسَى، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ قَيْسٍ، أَنَّهُ سَمِعَ مِرْدَاسًا الْأَسْلَمِيَّ يَقُوْلُ- وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ:- " يُقْبَضُ الصَّالِحُوْنَ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ، وَتَبْقَى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ التَّمْرِ وَالشَّعِيْرِ، لاَ يَعْبَأُ اللّٰهُ بِهِمْ شَيْئًا"[انظر: ٦٤٣٤]

۷- حضرت مرداس رضی اللہ عنہ اصحابِ حدیبیہ میں سے ہیں

نیک بندے ایک ایک کرکے اٹھا لئے جائیں گے اور آخر میں کوڑا بچ جائے گا

مِرداس (بروزن مِنْقَار) ابن مالک اسلمی کوفی رضی اللہ عنہ جو اصحاب شجرہ میں سے ہیں، فرماتے ہیں: (نبی ﷺ نے فرمایا:) نیک بندے ایک ایک کرکے اٹھا لئے جائیں گے اور بوسیدہ کھجوروں اور جو جیسا بھوسہ بچ جائے گا، اللہ تعالیٰ ان کی کچھ پرواہ نہیں کریں گے۔

تشریح: حُفَالَة: نکمّی اور سڑی ہوئی کھجوریں، اور یہ حدیث یہاں موقوف ہے اور کتاب الرقاق (حدیث ۶۴۳۴) میں مرفوع ہے اور یہاں یہ حدیث بیان کرنے سے مقصود حضرت مرداس رضی اللہ عنہ کا اصحابِ حدیبیہ میں سے ہونا ہے۔

[٤١٥٧و٤١٥٨-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ مَرْوَانَ، وَالْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، قَالاَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِيْ بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِنْ أَصْحَابِهِ، فَلَمَّا كَانَ بِذِى الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْىَ وَأَشْعَرَ وَأَحْرَمَ مِنْهَا [قَالَ عَلِيٌّ:] لاَ أُحْصِىْ كَمْ سَمِعْتُهُ مِنْ سُفْيَانَ! حَتَّى سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ:" لاَ أَحْفَظُ مِنَ الزُّهْرِيِّ الإِشْعَارَ وَالتَّقْلِيْدَ، فَلاَ أَدْرِىْ يَعْنِىْ مَوْضِعَ الإِشْعَارِ وَالتَّقْلِيْدِ أَوِ الْحَدِيْثَ كُلَّهُ.[راجع: ١٦٩٤، ١٦٩٥]

۸- حدیبیہ کے سال نبی ﷺ نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا

حدیث: مروان اور مسور کہتے ہیں: نبی ﷺ حدیبیہ کے سال دس سو سے کچھ زیادہ صحابہ کے ساتھ نکلے، پس جب

آپؐ ذوالحلیفہ پہنچے تو ہدی کو (پرانے چپل کا) ہار پہنایا، اور اشعار کیا، اور وہاں سے احرام باندھا۔

علی بن عبداللہ مدینی رحمہ اللہ (استاذ امام بخاری رحمہ اللہ) کہتے ہیں: نہیں گن سکتا میں کہ کتنی مرتبہ میں نے یہ بات یعنی اشعار وتقلید کا مضمون سفیان بن عیینہ سے سنا ہے، یہاں تک کہ میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ امام زہری رحمہ اللہ سے مجھے اشعار وتقلید کا مضمون یاد نہیں (علی بن المدینی رحمہ اللہ کہتے ہیں) میں نہ جانتا کہ سفیان بن عیینہ نے اشعار اور تقلید کی جگہ یعنی خاص یہ دو باتیں مراد لی ہیں یا ساری حدیث مراد لی ہے (یہ لمبی حدیث ہے جو پہلے کتاب الشروط اور کتاب المناسک (تحفہ ۴:۵۱۳) میں گذر چکی ہے)

[٤١٥٩-] حدثنا الْحَسَنُ بْنُ خَلَفٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوْسُفَ، عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ وَرْقَاءَ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ نَجِيْحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِيْ لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم رَآهُ وَقَمْلُهُ يَسْقُطُ عَلٰى وَجْهِهِ، فَقَالَ: " أَيُؤْذِيْكَ هَوَامُّكَ؟" قَالَ: نَعَمْ، فَأَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَحْلِقَ وَهُوَ بِالْحُدَيْبِيَةِ، لَمْ يُبَيِّنْ لَهُمْ أَنَّهُمْ يَحِلُّوْنَ بِهَا، وَهُمْ عَلٰى طَمَعٍ أَنْ يَدْخُلُوْا مَكَّةَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ الْفِدْيَةَ فَأَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ يُطْعِمَ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ، أَوْ يُهْدِيَ شَاةً، أَوْ يَصُوْمَ ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ. [راجع: ١٨١٤]

۹- حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ اصحابِ حدیبیہ میں سے ہیں

کبھی مجبوری میں ممنوعات احرام کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے، ایسی صورت میں فدیہ واجب ہوتا ہے اور فدیہ تین چیزیں ہیں: تین روزے رکھے، یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا جانور ذبح کرے، اور ان تینوں باتوں میں اختیار ہے اور فدیہ کا یہ حکم حدیبیہ میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں نازل ہوا ہے، اس وقت تک یہ واضح نہیں ہوا تھا کہ سب کو احرام کھولنا پڑے گا، ابھی سب کو امید تھی کہ مکہ جائیں گے اور عمرہ کریں گے۔

حدیث: حدیبیہ میں حضرت کعب بن عُجرہ رضی اللہ عنہ کے سر میں جوئیں پڑ گئیں، اور اتنی زیادہ ہوگئیں کہ چہرے پر جھڑتی تھیں، حضرت کعبؓ ان کی وجہ سے بہت پریشان تھے، ایک دن وہ ہانڈی پکا رہے تھے کہ نبی ﷺ وہاں سے گذرے، آپؐ نے پوچھا: کیا تمہارے یہ کیڑے تمہیں پریشان کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا: بہت پریشان کرتے ہیں! پس سورہ بقرہ کی آیت ۱۹۶ نازل ہوئی اور نبی ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ سر منڈا دیں، درانحالیکہ وہ حدیبیہ میں تھے اور نہیں واضح کیا تھا صحابہ کے لئے کہ وہ وہاں حلال ہونگے، ان کو یہ امید تھی کہ مکہ جائیں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فدیہ کا حکم نازل کیا اور نبی ﷺ نے حضرت کعبؓ کو حکم دیا کہ ایک فرق (سولہ رطل) غلہ چھ مسکینوں کو کھلائیں یا ایک بکری کی قربانی کریں یا تین روزے رکھیں۔

[٤١٦٠و٤١٦١-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ إِلَى السُّوْقِ، فَلَحِقَتْ عُمَرَ امْرَأَةٌ شَابَّةٌ، فَقَالَتْ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! هَلَكَ زَوْجِي وَتَرَكَ صِبْيَةً صِغَارًا، وَاللّٰهِ مَا يُنْضِجُوْنَ كُرَاعًا، وَلَا لَهُمْ زَرْعٌ وَلَا ضَرْعٌ، وَخَشِيْتُ أَنْ تَأْكُلَهُمُ الضَّبُعُ، وَأَنَا بِنْتُ خُفَافِ بْنِ إِيْمَاءَ الْغِفَارِيِّ، وَقَدْ شَهِدَ أَبِي الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَوَقَفَ مَعَهَا عُمَرُ وَلَمْ يَمْضِ، ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِنَسَبٍ قَرِيْبٍ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى بَعِيْرٍ ظَهِيْرٍ كَانَ مَرْبُوْطًا فِي الدَّارِ، فَحَمَلَ عَلَيْهِ غِرَارَتَيْنِ مَلَأَهُمَا طَعَامًا، وَحَمَلَ بَيْنَهُمَا نَفَقَةً وَثِيَابًا، ثُمَّ نَاوَلَهَا بِخِطَامِهِ، ثُمَّ قَالَ: اقْتَادِيْهِ فَلَنْ يَفْنَى حَتَّى يَأْتِيَكُمُ اللّٰهُ بِخَيْرٍ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَكْثَرْتَ لَهَا، قَالَ عُمَرُ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ! وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرَى أَبَا هٰذِهِ وَأَخَاهَا قَدْ حَاصَرَا حِصْنًا زَمَانًا فَافْتَتَحَاهُ ثُمَّ أَصْبَحْنَا نَسْتَفِيْءُ سُهْمَانَهُمَا فِيْهِ.

۱۰- حضرت خُفاف غفاری رضی اللہ عنہ اصحابِ حدیبیہ میں سے ہیں

حدیث: اسلم (مولیٰ عمرؓ) کہتے ہیں: میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار کی طرف نکلا، وہاں ایک جوان عورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملی، اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرے شوہر کا انتقال ہو گیا، انھوں نے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں، بخدا! نہیں پکائیں گے وہ پایے یعنی معمولی گوشت اور نہ ان کے لئے کھیتی ہے نہ تھن (بکریاں وغیرہ) اور مجھے اندیشہ ہے کہ ان کو بھیڑیا یعنی قحط سالی کھا جائے گی یعنی وہ ضائع ہو جائیں گے، اور میں خفاف بن ایماء غفاری رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہوں اور میرے ابا حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس ٹھہر گئے، آگے نہیں بڑھے، اور فرمایا: میں خوش آمدید کہتا ہوں (قریش سے) قریبی رشتہ داری کو (دونوں کنانہ کی اولاد ہیں) پھر آپؓ طاقت ور اونٹنی کی طرف پھرے، جو گھر میں بندھی ہوئی تھی اور اس پر دو بورے رکھے، اور ان کو غلہ سے بھر دیا، اور دونوں کے درمیان او پر رقم اور کپڑے رکھے، پھر اس اونٹ کی لگام اس عورت کو دی اور فرمایا: اس کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چل، پس ہرگز ختم نہیں ہوگا (یہ سامان) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے پاس خیر لائیں گے یعنی یہ سامان ختم ہونے سے پہلے دوسرا سامان بھیجوں گا، پس ایک آدمی نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ نے اس کو بہت دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیری ماں تجھے گم کرے! بخدا! میں دیکھ رہا ہوں اس کے باپ کو اور اس کے بھائی کو دونوں ایک قلعہ کا عرصہ تک محاصرہ کئے رہے، اور اس کو فتح کیا، پس آج ہم ان دونوں کے اس مال میں جو حصے تھے ان کو بطور فئے لے رہے ہیں، یعنی ان کے فتح کئے ہوئے علاقہ کی آمدنی کھا رہے ہیں، پس کیا اس مال میں ان کی اس غریب بیٹی کا حق نہیں؟

تعارف: خُفَاف (بضم أوّله وتخفیف الفاء) ابن إیماء (بکسر الهمزة) ابن رَحَضَةَ الغفاری: باپ بیٹے

دونوں صحابی ہیں اور خفاف کے بیٹے اور سائلہ کے بھائی کا نام حارث ہے، وہ بھی صحابی ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ رَحَضَة بن خزیمہ غفاری بھی صحابی ہیں۔

لغات: أَنْضَجَه: پکانا، گوشت وغیرہ......... كُرَاع: پایے، گھٹنے سے نیچے کا حصہ......... الغرارة: بورا، بڑا تھیلا .... استفاء المالَ: بطور غنیمت مال لینا......... فِيه کی ضمیر مال کی طرف لوٹتی ہے۔

فائدہ: اس حدیث پر دو نمبر لگائے ہیں، کیونکہ یہ حدیث درحقیقت دو حدیثیں ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس حدیث پر لکھا ہے: الحديث العاشر والحادی عشر: دسویں اور گیارھویں حدیث، اور بخاری شریف کی ترقیم محمد فؤاد عبدالباقی رحمہ اللہ نے کی ہے اور یہ ماضی قریب کے عالم ہیں، حافظ ابن حجرؒ سے بہت بعد کے ہیں، پس انھوں نے غلطی نہیں کی، حقیقت میں یہ دو حدیثیں ہیں، ایک: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مولیٰ اسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ نقل کرتے ہیں اور اس کے ضمن میں حضرت خفاف رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی نے بیان کیا کہ ان کے ابا حدیبیہ میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے، حضرت عمرؓ نے اس کو رد نہیں کیا، پس یہ دوسری حدیث ہوگئی اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے الاصابہ میں خفاف کے تذکرہ میں لکھا ہے مَشْهُوْرٌ، له ولأبيه صُحْبَةٌ......... وَشَهِدَ الْحديبية كَمَا ثَبَتَ ذٰلك فى صحيح البخارى من روايةِ أَسْلَمَ مَوْلٰى عُمَرَ عن حَمْرَاءَ بنتِ خُفَافٍ أَنَّهَا قالت ذٰلك لِعُمَرَ فَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهَا یعنی یہ مضمون کہ حضرت خفافؓ حدیبیہ میں تھے، اسلم حضرت خفافؓ کی صاحبزادی حمراء سے روایت کرتے ہیں، پس یہ دوسری حدیث ہوگئی، اس لئے اس پر دو نمبر لگائے ہیں۔

[٤١٦٢-] حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ أَبُوْ عَمْرٍو الْفَزَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ الشَّجَرَةَ، ثُمَّ أَتَيْتُهَا بَعْدُ فَلَمْ أَعْرِفْهَا، قَالَ مَحْمُوْدٌ: ثُمَّ أُنْسِيْتُهَا بَعْدُ.[انظر: ٤١٦٣، ٤١٦٤، ٤١٦٥]

[٤١٦٣-] حدثنا مَحْمُوْدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: انْطَلَقْتُ حَاجًّا فَمَرَرْتُ بِقَوْمٍ يُصَلُّوْنَ، قُلْتُ: مَا هٰذَا الْمَسْجِدُ؟ قَالُوْا: هٰذِهِ الشَّجَرَةُ حَيْثُ بَايَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ، فَأَتَيْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ سَعِيْدٌ: حَدَّثَنِىْ أَبِىْ أَنَّهُ كَانَ فِيْمَنْ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم تَحْتَ الشَّجَرَةِ، قَالَ: فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ نُسِّيْنَاهَا، فَلَمْ نَقْدِرْ عَلَيْهَا، فَقَالَ سَعِيْدٌ: إِنَّ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم لَمْ يَعْلَمُوْهَا وَعَلِمْتُمُوْهَا أَنْتُمْ؟ فَأَنْتُمْ أَعْلَمُ![راجع: ٤١٦٢]

[٤١٦٤-] حدثنا مُوْسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا طَارِقٌ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْهِ: أَنَّهُ كَانَ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، فَرَجَعْنَا إِلَيْهَا الْعَامَ الْمُقْبِلَ فَعَمِيَتْ عَلَيْنَا،[راجع: ٤١٦٢]

[٤١٦٥-] حدثنا قَبِيصَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ طَارِقٍ، ذُكِرَتْ عِنْدَ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ الشَّجَرَةُ فَضَحِكَ، فَقَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي وَكَانَ شَهِدَهَا. [راجع: ٤١٦٢]

۱۱- مسیّب بن حزنؓ اصحابِ حدیبیہ میں سے ہیں اور حدیبیہ کا کیکر کا درخت نامعلوم ہو گیا تھا

پہلی حدیث میں حضرت سعید اپنے ابا مسیّب بن حزن سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں: بخدا! میں نے وہ درخت دیکھا ہے جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی، پھر میں بعد میں اس درخت کے پاس پہنچا تو میں اس کو نہیں پہچان سکا (یہ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ محمد بن رافع کی روایت ہے اور اگلی روایت محمد بن غیلان کی ہے، ان کی روایت میں ہے) پھر بعد میں وہ درخت بھلا دیا گیا۔

اور دوسری حدیث میں ہے طارق بن عبدالرحمٰن بجلی کہتے ہیں: میں حج کے لئے چلا، پس ایسے لوگوں کے پاس سے گذرا جو نماز پڑھ رہے تھے، میں نے پوچھا: یہ مسجد (نماز پڑھنے کی جگہ) کیسی ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ بیعتِ رضوان کا درخت ہے جہاں نبی ﷺ نے بیعت لی تھی، پھر میں حضرت سعید کے پاس آیا اور ان کو یہ بات بتلائی، انھوں نے کہا: میرے ابا نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے درخت کے نیچے نبی ﷺ سے بیعت کی تھی، مسیّب کہتے ہیں: پھر ہم اگلے سال (عمرۃ قضاء کرنے کے لئے) نکلے تو ہم وہ درخت بھلا دیئے گئے، پس ہم اس پر قادر نہیں ہوئے یعنی پہچان نہیں سکے، سعید کہتے ہیں: صحابہ تو اس درخت کو نہیں جانتے تھے اور تم اس درخت کو جانتے ہو، تو کیا تم زیادہ جاننے والے ہو!

اور تیسری روایت میں ہے کہ مسیّبؓ ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی (مسیّبؓ کہتے ہیں) پس ہم لوٹے اس درخت کی طرف اگلے سال پس وہ مشتبہ کر دیا گیا ہم پر۔

اور آخری روایت میں ہے کہ حضرت سعید کے سامنے اس درخت کا ذکر کیا گیا تو وہ ہنسے اور فرمایا: میرے ابا نے مجھے بتایا کہ وہ بیعتِ رضوان میں شریک تھے (یہ وہی روایت ہے جو اوپر گذری کہ اگلے سال صحابہ وہ درخت بھلا دیئے گئے)

تشریح: ابھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت گذری ہے کہ اگر آج میں بینا ہوتا تو تمھیں ضرور درخت کی جگہ بتاتا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض حضرات کو وہ درخت اور اس کی جگہ یاد تھی، اور لمبا عرصہ گذرنے کے بعد بھی یاد تھی، لیکن حاشیہ میں طبقات ابن سعد سے منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی کہ کچھ لوگ اس درخت پر جاتے ہیں اور وہاں نماز پڑھتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دھمکایا پھر اس کو کاٹ ڈالنے کا حکم دیا، چنانچہ وہ کاٹ دیا گیا، اس لئے کہ اس درخت کے نیچے بیعت لینا ایک اتفاقی امر تھا، اس درخت میں کسی فضیلت کی وجہ سے اس کے نیچے بیعت نہیں لی گئی تھی، جیسے نبی ﷺ اسفار میں منزلیں کرتے تھے، وہ اتفاقی بات تھی، ان منزلوں میں کوئی فضیلت نہیں تھی، لیکن ایک خیال یہ ہے کہ اس اتفاقی امر سے بھی فضیلت پیدا ہوتی ہے، جیسے جمعہ کے دن میں چند اہم واقعات پیش آئے ہیں اس لئے جمعہ کے

دن میں فضیلت پیدا ہوگئی ہے، حضرت ابن عمرؓ کا یہی ذہن تھا اور اس کی تفصیل پہلے تحفۃ القاری (۳۴۲:۲) میں گذر چکی ہے۔

[٤١٦٦-] حدثنا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ أَبِي أَوْفَى، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَةٍ فَقَالَ: "اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ" فَأَتَاهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِ، فَقَالَ: "اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى آلِ أَبِي أَوْفَى" [راجع: ١٤٩٧]

۱۲- حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ اصحابِ حدیبیہ میں سے ہیں

حدیث: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ جو اصحابِ حدیبیہ میں سے ہیں، کہتے ہیں: جب نبی ﷺ کے پاس کوئی قوم اپنی زکوٰۃ لے کر آتی تو آپؐ فرماتے: ''اے اللہ! فلاں کے خاندان پر رحم فرما'' چنانچہ میرے ابا بھی زکوٰۃ لے کر پہنچے، آپؐ نے فرمایا: ''اے اللہ! ابواوفیؓ کے خاندان پر رحم فرما!'' یہ حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۲۸۲:۴ میں) گذر چکی ہے۔

[٤١٦٧-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ، عَنْ أَخِيْهِ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْحَرَّةِ وَالنَّاسُ يُبَايِعُوْنَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَنْظَلَةَ، فَقَالَ ابْنُ زَيْدٍ: عَلٰى مَا يُبَايِعُ ابْنُ حَنْظَلَةَ النَّاسَ؟ قِيْلَ لَهُ: عَلَى الْمَوْتِ، قَالَ: لاَ أُبَايِعُ عَلٰى ذٰلِكَ أَحَدًا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَكَانَ شَهِدَ مَعَهُ الْحُدَيْبِيَةَ. [راجع: ٢٩٥٩]

۱۳- حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ اصحابِ حدیبیہ میں سے ہیں

عباد بن تمیم (مشہور تابعی) کہتے ہیں: جب حرّہ کا زمانہ آیا تو لوگ عبداللہ بن حنظلہ سے بیعت کر رہے تھے، پس حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے پوچھا: ابن حنظلہ لوگوں سے کس بات پر بیعت لے رہے ہیں؟ عبداللہ بن زیدؓ کو بتلایا گیا کہ موت پر بیعت لے رہے ہیں، انھوں نے کہا: میں موت پر بیعت نہیں کرتا کسی سے رسول اللہ ﷺ کے بعد اور عبداللہ بن زیدؓ نبی ﷺ کے ساتھ حدیبیہ میں حاضر تھے (یہاں باب ہے)

تشریح: الحرّة: کالے پتھروں والی زمین، جو جلی ہوئی معلوم ہو، مدینہ منورہ کے باہر کالے پتھروں والی زمین میں یزید بن معاویہ کے زمانہ میں لڑائی ہوئی ہے، مدینہ والوں نے پہلے یزید سے بیعت کی تھی، پھر وہ بیعت فسخ کر دی، اور اس سے جنگ کی تیاری شروع کی، عبداللہ بن حنظلہؓ (ابن غسیل الملائکہ) چند لوگوں کے ساتھ یزید کے پاس گئے تھے، انھوں نے یزید کی نامناسب حرکتیں دیکھیں، واپس آکر اس کی بیعت توڑ دی، اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے بیعت کی، یزید نے مسلم بن عقبہ کی سرکردگی میں لشکر بھیجا اور حرّہ میں سخت جنگ ہوئی، جس میں سترہ سو بڑے آدمی شہید ہوئے اور عام آدمی دس ہزار شہید ہوئے عورتیں اور بچے ان کے علاوہ ہیں۔

[٤١٦٨-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ يَعْلَى الْمُحَارِبِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَبِيْ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَبِيْ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ، قَالَ: كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ وَلَيْسَ لِلْحِيْطَانِ ظِلٌّ يُسْتَظَلُّ فِيْهِ.

[٤١٦٩-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ عُبَيْدٍ، قَالَ: قُلْتُ لِسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ: عَلٰى أَيِّ شَيْئٍ بَايَعْتُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ؟ قَالَ: عَلَى الْمَوْتِ.

[راجع: ٢٩٦٠]

۱۴- حضرت سلمۃ الاکوع رضی اللہ عنہ اصحابِ حدیبیہ میں سے ہیں

حضرت سلمۃ بن الاکوعؓ کے صاحبزادے ایاس بیان کرتے ہیں: مجھ سے میرے ابا نے بیان کیا اور وہ کیکر کے درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ جمعہ پڑھا کرتے تھے، پھر واپس لوٹتے تھے درانحالیکہ دیواروں کے لئے اتنا سایہ نہیں ہوتا تھا کہ اس سے سایہ حاصل کیا جاسکے۔

تشریح: حدیبیہ میں حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے دو یا تین مرتبہ بیعت کی ہے، جیسا پہلے (تحفۃ القاری ۳: ۳۰۳ میں) گذرا ہے اور زوال ہوتے ہی جمعہ ادا کر لینا نبی ﷺ کی سنت مستمرہ ہے، خواہ گرمی ہو یا سردی، پس جمعہ کی نماز زوال ہوتے ہی فوراً پڑھنی چاہئے۔

اور دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت سلمہؓ کے مولیٰ یزید نے آپؓ سے دریافت کیا: آپ حضرات نے حدیبیہ میں نبی ﷺ سے کس بات پر بیعت کی تھی؟ انھوں نے کہا: موت پر۔

تشریح: یہ تعبیر کا فرق ہے حسن تعبیر یہ ہے کہ صحابہ نے حدیبیہ میں میدان میں ڈٹے رہنے پر بیعت کی تھی، اور یہ بھی ایک تعبیر ہے کہ موت پر بیعت کی تھی، جیسے ماموں کو ماموں اور باپ کا سالا کہنا ایک ہی بات ہے مگر تعبیر کا فرق ہے۔

[٤١٧٠-] حَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ إِشْكَابَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: لَقِيْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ، فَقُلْتُ: طُوْبٰى لَكَ! صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَبَايَعْتَهُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِيْ إِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا أَحْدَثْنَا بَعْدَهُ.

۱۵- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اصحابِ حدیبیہ میں سے ہیں

حدیث: مسیّب کہتے ہیں: میری حضرت براء رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، میں نے کہا: آپؓ کو مبارک! آپؓ نے نبی ﷺ کی صحبت پائی، اور حدیبیہ میں کیکر کے درخت کے نیچے آپؓ نے نبی ﷺ سے بیعت کی، پس انھوں نے فرمایا:

بھتیجے! تجھے کیا معلوم کہ ہم نے نبی ﷺ کے بعد کیا نئی باتیں پیدا کی ہیں! یعنی ہم فتنوں کا شکار ہو گئے ہیں، یا آپؓ نے یہ بات کسر نفسی کے طور پر فرمائی ہے۔

[٤١٧١-] حدثنا إِسْحَاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيىَ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ، هُوَ ابْنُ سَلاَمٍ، عَنْ يَحْيىَ، عَنْ أَبِيْ قِلاَبَةَ: أَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ أَخْبَرَهُ أَنَّـهُ بَايَعَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم تَحْتَ الشَّجَرَةِ.
[راجع: ١٣٦٣]

۱۶- حضرت ثابت بن الضحاک رضی اللہ عنہ اصحابِ حدیبیہ میں سے ہیں

حضرت ثابت بن الضحاکؓ نے ابو قلابہ کو بتلایا کہ انھوں نے کیکر کے درخت کے نیچے نبی ﷺ سے بیعت کی ہے، پھر انھوں نے حدیث بیان کی کہ جو اسلام کے علاوہ کسی مذہب کی جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائے وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا، اور جس نے خود کو کسی ہتھیار سے مار ڈالا وہ اس ہتھیار سے جہنم میں سزا دیا جائے گا (تحفۃ القاری ۴: ۱۲۸، مسلم حدیث ۱۱۰)

[٤١٧٢-] حَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِيْنًا﴾ قَالَ: الْحُدَيْبِيَةُ. قَالَ: أَصْحَابُهُ: هَنِيْئًا مَرِيْئًا! فَمَا لَنَا؟ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ﴾
قَالَ شُعْبَةُ: فَقَدِمْتُ الْكُوْفَةَ فَحَدَّثْتُ بِهٰذَا كُلِّهِ عَنْ قَتَادَةَ، ثُمَّ رَجَعْتُ فَذَكَرْتُ لَهُ، فَقَالَ: أَمَّا ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ﴾ فَعَنْ أَنَسٍ، وَأَمَّا: هَنِيْئًا مَرِيْئًا، فَعَنْ عِكْرِمَةَ. [انظر: ٤٨٣٤]

۱۷- اصحابِ حدیبیہ کی فضیلت

حدیث: شعبہ رحمہ اللہ قتادہ رحمہ اللہ سے اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سورۃ الفتح کی پہلی آیت: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِيْنًا﴾: سے مراد حدیبیہ ہے یعنی حدیبیہ میں جو صلح ہوئی تھی اس کو فتح مبین فرمایا ہے، جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے کہا: یہ بات (آپؐ کے لئے) باعث خوشی و مسرت ہے، پس ہمارے لئے کیا ہے؟ پس اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی: ﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ﴾: یعنی اصحابِ حدیبیہ کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہرے بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو معاف فرمادیں گے، یعنی صلح کی وجہ سے شروع میں جو ناگواری ہوئی تھی اس کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے۔

شعبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: پھر میں کوفہ آیا اور میں نے یہ پوری حدیث قتادہؒ سے روایت کی، پھر میں دوبارہ قتادہ رحمہ اللہ کے پاس گیا اور ان سے یہ حدیث (توثیق کے لئے) ذکر کی، تو انھوں نے فرمایا: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ﴾: کی تفسیر میں حضرت

انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہوں اور صحابہ کا قول: هَنِيْئًا مَرِيْئًا میں عکرمہؒ سے روایت کرتا ہوں، پہلے قتادہؒ نے یہ دونوں باتیں الگ الگ نہیں کی تھیں، اب تفصیل کی کہ ایک بات حضرت انسؓ سے مروی ہے دوسری عکرمہ سے۔

تشریح: سورۃ الفتح کی ابتدائی تین آیتوں میں نبی ﷺ سے خطاب ہے، ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِيْنًا، لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيْمًا، وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا﴾: ہم نے آپؐ کو بالیقین ایک کھلی فتح دی (حدیبیہ کی صلح کو کھلی فتح اس لئے کہا کہ وہ فتح مکہ کی تمہید تھی، اس لئے وہ بھی فتح تھی) تا کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کردیں (ذَنْب: معمولی کوتاہی کو کہتے ہیں، بعض صحابہ کے ذہنوں میں تھا کہ اس صلح سے مسلمانوں کی ہیٹی ہوئی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا کہ ہم نے اپنے نبی کی اگلی پچھلی سب کوتاہیاں معاف کردیں، پھر کسی کو خردہ گیری کرنے کا کیا حق ہے؟) اور آپؐ پر اپنے احسانات کی تکمیل کریں، اور آپؐ کو سیدھے راستہ پر لے چلیں (یعنی اس صلح کے نتیجہ میں مکہ فتح ہوگا، اس طرح اللہ تعالیٰ آپؐ پر اپنے احسانات کی تکمیل کریں گے اور اس صلح کی وجہ سے فتح مکہ میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی، اگر یہ صلح نہ ہوتی تو کفار مزاحم ہوتے، اب راستہ صاف ہوجائے گا اور آپؐ بے خطر مکہ فتح کرلیں گے) اور اللہ تعالیٰ آپؐ کو ایسا غلبہ دیں گے جس میں عزت ہی عزت ہوگی، یعنی فتح مکہ سے آپؐ کا ہاتھ اونچا ہوجائے گا، پھر کبھی آپؐ کو دبنا نہیں پڑے گا۔

چونکہ ان آیات میں خطاب نبی ﷺ سے تھا اس لئے صحابہ نے پوچھا: فَمَا لَنَا؟: ہمارے لئے کیا ہے؟ پس اگلی دو آیتیں نازل ہوئیں: ﴿هُوَ الَّذِيْ أَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْا إِيْمَانًا مَعَ إِيْمَانِهِمْ، وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ، وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾: اللہ وہ ہیں جنھوں نے مسلمانوں کے دلوں میں تحمل پیدا کیا (چنانچہ انھوں نے ناگواری کے باوجود صلح قبول کرلی) تا کہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کے موجودہ ایمان میں اضافہ ہو (تسلیم وانقیاد سے ایمان بڑھتا ہے جب صحابہ نے صلح حدیبیہ کو تسلیم کرلیا تو ان کا ایمان بڑھ گیا) اور آسمان وزمین کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے (اس میں صحابہ کے لشکر کو اللہ نے اپنا لشکر فرمایا ہے، یہ اصحابِ حدیبیہ کی فضیلت ہے) اور اللہ تعالیٰ (مصلحتوں کو) خوب جاننے والے، بڑے حکمت والے ہیں، تا کہ اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسے باغات میں داخل کریں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور تا کہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کی برائیاں دور کردیں، یعنی صلح کی وجہ سے ابتداء میں جو دلوں میں ناگواری ہوئی تھی اس کو معاف کردیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے!

[۴۱۷۳-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ مَجْزَأَةَ بْنِ زَاهِرٍ الْأَسْلَمِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ الشَّجَرَةَ، قَالَ: إِنِّيْ لَأُوْقِدُ تَحْتَ الْقُدُوْرِ بِلُحُوْمِ الْحُمُرِ، إِذْ نَادَى مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَنْهَاكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ.

۱۸-حضرت زاہر اسلمی رضی اللہ عنہ اصحابِ حدیبیہ میں سے ہیں

حضرت زاہر بن الاسود اسلمی رضی اللہ عنہ حدیبیہ میں اور خیبر میں شریک رہے ہیں، اور وہ خیبر کے موقع کی ایک حدیث روایت کرتے ہیں، جس کو ان سے ان کے لڑکے مَجْزَأَۃ روایت کرتے ہیں، حضرت زاہرؓ کہتے ہیں: میں (خیبر میں) گدھوں کا گوشت ہانڈی میں پکا رہا تھا، اچانک نبی ﷺ کے منادی (ابوطلحہ رضی اللہ عنہ) نے اعلان کیا کہ نبی ﷺ لوگوں کو گدھوں کے گوشت سے منع کرتے ہیں (خیبر کے موقع پر گدھوں کے گوشت کی حرمت نازل ہوئی ہے، جس کا اعلان کیا گیا)

[٤١٧٤-] وَعَنْ مَجْزَأَةَ، عَنْ رَجُلٍ مِنْهُمْ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ، اسْمُهُ أُهْبَانُ بْنُ أَوْسٍ، وَكَانَ اشْتَكَى رُكْبَتَهُ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ جَعَلَ تَحْتَ رُكْبَتِهِ وِسَادَةً.

۱۹-حضرت اُہبان بن اوس رضی اللہ عنہ اصحابِ حدیبیہ میں سے ہیں

حضرت زاہرؓ کے صاحبزادے مجزأۃ قبیلہ اسلم کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں، جنھوں نے حدیبیہ میں درخت کے نیچے بیعت کی تھی، جن کا نام اُہبان بن اوسؓ تھا، ان کے گھٹنے میں تکلیف تھی، چنانچہ وہ سجدہ کرتے وقت اپنے گھٹنے کے نیچے تکیہ رکھ لیتے تھے۔

تعارف: حضرت اُہبان رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام ہیں، دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے، کوفہ میں جا بسے تھے، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی امارت کے زمانہ میں وفات پائی۔

اوران کی دو کرامتیں کتابوں میں مذکور ہیں:

پہلی کرامت: وہ بکریاں چرارہے تھے، بھیڑیے نے حملہ کیا، اور بکری لے کر بھاگا، حضرت اہبانؓ چلائے اور اس کی دم پر ڈنڈا مارا، بھیڑیے نے کہا: آج تو مجھ سے بکری چھڑاتا ہے، درندوں کے دن بکری مجھ سے کون چھڑائے گا؟ جس دن میرے علاوہ بکریوں کا کوئی چرواہا نہیں ہوگا؟

دوسری کرامت: انھوں نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ مجھے میرے دو کپڑوں میں کفن دیا جائے، ان کی صاحبزادی کہتی ہیں: ہم نے کفن میں کرتا بڑھادیا، دفن کے بعد وہ کرتا گھر میں لکڑی کے اسٹینڈ پر رکھا ہوا ملا۔

[٤١٧٥-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَأَصْحَابُهُ أُتُوْا بِسَوِيْقٍ فَلَاكُوْهُ، تَابَعَهُ مُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ. [راجع: ٢٠٩]

۲۰- حضرت سوید بن النعمان رضی اللہ عنہ اصحابِ حدیبیہ میں سے ہیں

حضرت سوید بن النعمان رضی اللہ عنہ جو اصحابِ شجرہ میں سے ہیں، کہتے ہیں: نبی ﷺ اور آپؐ کے صحابہ ستو لائے گئے پس انھوں نے اس کو کھایا (یہ واقعہ خیبر سے واپسی کا ہے اور حدیث پہلے تحفۃ القاری ۱:۵۴۵ میں گذری ہے)

[٤١٧٦-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَاذَانُ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ، هَلْ يُنْقَضُ الْوِتْرُ؟ قَالَ: إِذَا أَوْتَرْتَ مِنْ أَوَّلِهِ فَلاَ تُوْتِرْ مِنْ آخِرِهِ.

۲۱- حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ اصحابِ حدیبیہ میں سے ہیں

حدیث: ابو جمرہ نے حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے جو صحابی ہیں اور اصحابِ شجرہ میں سے ہیں پوچھا: کیا وتر توڑ دیا جائے؟ یعنی کوئی وتر پڑھ کر سویا ہو پھر تہجد کے لئے اٹھے تو وتر کو باقی رکھے یا ایک رکعت پڑھ کر سونے سے پہلے پڑھے ہوئے وتر سے ملائے اور اس کو توڑ دے، پھر تہجد پڑھے اور آخر میں وتر دوبارہ پڑھے؟ حضرت عائذؓ نے فرمایا: جب آپ نے شروع رات میں وتر پڑھ لیا تو اب آخر رات میں وتر مت پڑھو (یہی ائمہ اربعہ کی رائے ہے)

[٤١٧٧-] حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَسِيْرُ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسِيْرُ مَعَهُ لَيْلًا، فَسَأَلَهُ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ عَنْ شَيْئٍ فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ، ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ، وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا عُمَرُ! نَزَرْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ثَلاَثَ مَرَّاتٍ، كُلَّ ذٰلِكَ لاَ يُجِيْبُكَ، قَالَ عُمَرُ: فَحَرَّكْتُ بَعِيْرِي ثُمَّ تَقَدَّمْتُ أَمَامَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَخَشِيْتُ أَنْ يَنْزِلَ فِيَّ قُرْآنٌ، فَمَا نَشِبْتُ أَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا يَصْرُخُ بِيْ، قَالَ: فَقُلْتُ: لَقَدْ خَشِيْتُ أَنْ يَكُوْنَ نَزَلَ فِيَّ قُرْآنٌ، وَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَسَلَّمْتُ، فَقَالَ: " لَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُوْرَةٌ لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ" ثُمَّ قَرَأَ: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِيْنًا﴾ [انظر: ٤٨٣٣، ٥٠١٢]

۲۲- حضرت عمر رضی اللہ عنہ اصحابِ حدیبیہ میں سے ہیں اور نبی ﷺ نے ان کو سورۃ الفتح سنائی

حدیث: اسلم (مولیٰ عمرؓ) کہتے ہیں: نبی ﷺ اپنے کسی سفر میں چل رہے تھے (یہ حدیبیہ سے واپسی کا واقعہ ہے) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک رات آپؐ کے ساتھ چل رہے تھے، پس انھوں نے نبی ﷺ سے کوئی بات پوچھی، آپؐ نے

جواب نہیں دیا، انھوں نے پھر پوچھا: پھر بھی آپؐ نے جواب نہیں دیا، انھوں نے تیسری مرتبہ پوچھا، پھر بھی آپؐ نے جواب نہیں دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (دل میں) کہا: اے عمر! تجھے تیری ماں گم کرے یعنی تو مر گیا ہوتا تو اچھا تھا، تو نے تین بار نبی ﷺ سے اصرار کیا، ہر مرتبہ آپؐ نے تجھے جواب نہیں دیا، حضرت عمرؓ کہتے ہیں: پس میں نے اپنے اونٹ کو تیز کیا اور سب مسلمانوں کے آگے نکل گیا، مجھے اندیشہ ہوا کہ میرے بارے میں کوئی آیت نازل ہو، پس زیادہ دیر نہیں ہوئی کہ ایک پکارنے والے نے مجھ کو پکارا: حضرت عمرؓ کہتے ہیں: میں نے (دل میں) کہا: مجھے ڈر تھا کہ میرے بارے میں کوئی آیت نازل ہوگی، اور میں خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا، آپؐ کو سلام کیا، آپؐ نے فرمایا: بخدا! واقعہ یہ ہے کہ آج رات مجھ پر ایک سورت نازل کی گئی ہے جو مجھے زیادہ محبوب ہے ان تمام چیزوں سے جن پر سورج طلوع کرتا ہے یعنی پوری دنیا سے وہ سورت مجھے زیادہ محبوب ہے پھر آپؐ نے ان کو سورۃ الفتح پڑھ کر سنائی۔

تشریح: سورۃ الفتح کی پہلی آیت ہے: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِيْنًا﴾: بیشک ہم نے آپؐ کو کھلی فتح دی ــــ صلح حدیبیہ کھلی فتح اس طرح بنی کہ دس سال کے لئے مسلمانوں اور مکہ والوں میں جنگ بند ہوگئی اور مکہ اور مدینہ کے درمیان آمد ورفت شروع ہوئی، اور لوگوں کو کھلے ذہن سے اسلام کو سمجھنے کا موقع ملا، اور اسلام تیزی سے پھیلنا شروع ہوا، چنانچہ حدیبیہ کے سال پندرہ سو صحابہ ہمرکاب تھے اور اس کے دو سال کے بعد فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار کا لشکر جرار نبی ﷺ کے جلو میں تھا، یہ صلح حدیبیہ کی برکت تھی۔

لغت: نَزَرَ الشيئَ (ن) نَزْرًا: اصرار کر کے لینا............ مَانَشَبَ أَنْ قَالَ كَذَا: اس نے فوراً ہی ایسا کہا۔

[۴۱۷۸-و۴۱۷۹] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ حِيْنَ حَدَّثَ هٰذَا الْحَدِيْثَ، حَفِظْتُ بَعْضَهُ وَثَبَّتَنِيْ مَعْمَرٌ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، وَمَرْوَانَ ابْنِ الْحَكَمِ، يَزِيْدُ أَحَدُهُمَا عَلٰى صَاحِبِهِ، قَالَا: خَرَجَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِيْ بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِنْ أَصْحَابِهِ، فَلَمَّا أَتَى ذَا الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَهُ وَأَحْرَمَ مِنْهَا بِعُمْرَةٍ، وَبَعَثَ عَيْنًا لَهُ مِنْ خُزَاعَةَ وَسَارَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم حَتّٰى إِذَا كَانَ بِغَدِيْرِ الْأَشْطَاطِ أَتَاهُ عَيْنُهُ، قَالَ: إِنَّ قُرَيْشًا جَمَعُوْا لَكَ جُمُوْعًا، وَقَدْ جَمَعُوْا لَكَ الْأَحَابِيْشَ الْأَشْطَاطَ وَهُمْ مُقَاتِلُوْكَ وَصَادُّوْكَ عَنِ الْبَيْتِ وَمَانِعُوْكَ، فَقَالَ: "أَشِيْرُوْا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيَّ، أَتَرَوْنَ أَنْ أَمِيْلَ إِلٰى عِيَالِهِمْ وَذَرَارِيِّ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ أَنْ يَصُدُّوْنَا عَنِ الْبَيْتِ؟ فَإِنْ يَأْتُوْنَا كَانَ اللّٰهُ قَدْ قَطَعَ عَيْنًا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، وَإِلَّا تَرَكْنَاهُمْ مَحْرُوْبِيْنَ" قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! خَرَجْتَ عَامِدًا لِهٰذَا الْبَيْتِ، لَا تُرِيْدُ قَتْلَ أَحَدٍ وَلَا حَرْبَ أَحَدٍ، فَتَوَجَّهْ لَهُ فَمَنْ صَدَّنَا عَنْهُ قَاتَلْنَاهُ، قَالَ: " امْضُوْا عَلٰى اسْمِ اللّٰهِ"[راجع: ۱۶۹۴، ۱۶۹۵]

۲۳-حضرت ابوبکرؓ اصحابِ حدیبیہ میں سے ہیں اور انھوں نے مشورہ دیا تھا کہ جنگ نہ کی جائے

حدیث: سفیان بن عیینہؒ کہتے ہیں: میں نے امام زہریؒ سے سنا جب انھوں نے یہ حدیث بیان کی، یاد کیا میں نے اس کا کچھ حصہ اور پختہ کرائی مجھے معمر بن راشد نے، وہ عروہؒ سے، وہ مسورؒ اور مروان سے روایت کرتے ہیں، دونوں (مسور اور مروان) میں سے ایک اپنے ساتھی پر اضافہ کرتا ہے، دونوں کہتے ہیں: نبی ﷺ حدیبیہ کے سال دس سو اور کچھ زیادہ سو صحابہ کے ساتھ مدینہ سے نکلے، پس جب ذوالحلیفہ پہنچے تو ہدی کے اونٹوں کو ہار پہنایا اور ان کا اشعار کیا اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا، اور قبیلہ خزاعہ کے ایک آدمی کو جاسوس کے طور پر بھیجا، اور نبی ﷺ چلتے رہے، یہاں تک کہ جب آپؐ غدیر الاشطاط پر پہنچے (غدیر: تالاب، پانی اکٹھا ہونے کی جگہ، أشطاط: جگہ کا نام جو حدیبیہ کے قریب ہے) تو آیا آپؐ کے پاس آپؐ کا جاسوس، اس نے کہا: قریش نے آپؐ کے لئے بڑا لشکر جمع کیا ہے، انھوں نے آپؐ کے لئے مختلف قبائل کو جمع کیا ہے اور وہ آپؐ سے لڑنے والے ہیں، اور آپؐ کو بیت اللہ سے روکنے والے ہیں، پس نبی ﷺ نے فرمایا: مشورہ دو اے لوگو مجھے! کیا تمہاری رائے ہے کہ میں ان کے بچوں کی طرف جھک جاؤں اور ان کے اہل وعیال کی طرف مائل ہو جاؤں، جو چاہتے ہیں کہ ہمیں بیت اللہ سے روکیں؟ پس اگر وہ آئیں ہمارے پاس (اپنے اہل وعیال کو بچانے کے لئے) تو اللہ تعالیٰ مشرکین کی ایک آنکھ پھوڑ دیں گے یعنی مشرکین کا ایک بازو کٹ جائے گا یعنی ان کی جمعیت کم ہو جائے گی ورنہ یعنی اگر وہ اپنے بال بچوں کو بچانے کے لئے نہیں آتے تو چھوڑ دیں گے ہم ان کو لٹا پٹا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپؐ نکلے ہیں اس گھر کا قصد کر کے، نہیں ارادہ رکھتے آپؐ کسی کو قتل کرنے کا اور نہ کسی سے جنگ کرنے کا، پس آپؐ بیت اللہ کا رخ کریں، پس جو ہمیں اس سے روکے گا، ہم اس سے لڑیں گے، نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نام پر چلو یعنی آپؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مشورہ مان لیا۔

لغات: ثَبَّتَ: جمانا، پختہ کرنا، مضبوط کرنا.........الأحابیش: الْأُحْبُوْش اور الْأُحْبُوْشَة کی جمع: مختلف نسلوں کے لوگ، أَحَابِیْشُ قُرَیْشٍ: قبیلہ قریش، کنانہ اور خزاعہ کے وہ لوگ جنھوں نے مکہ کے حُبشی نامی پہاڑ کے نزدیک اکھٹے ہو کر عہد وپیمان باندھا تھا.........**قولہ: الأحابیش الأشطاط:** لفظ الأشطاط اکثر نسخوں میں نہیں ہے، اس میں ہم نے اس کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے.........**عیال اور ذراری ایک ہیں**.........**قَطَعَ عَیْنًا:** ایک آنکھ پھوڑ دیں گے، خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں: عَیْنًا کی جگہ عُنُقًا محفوظ ہے، یعنی ان کی گردن توڑ دیں گے (عمدہ) پس عَیْنًا کا ترجمہ آنکھ اور عُنُقًا کا ترجمہ گردن ہے، یہاں جاسوس ترجمہ نہیں ہے یعنی اگر احابیش اپنے بال بچوں کو بچانے کے لئے آتے ہیں تو قریش کا ایک بازو کٹ جائے گا، ان کی تعداد کم ہو جائے گی.........**قولہ: مَحْرُوْبِیْنَ:** حَرَبَهُ (ن) حَرَبًا: سب کچھ لوٹ لینا، حَرَبَ فُلَانًا مَالَهُ: فلاں کا سارا مال لوٹ لیا، فَهُوَ حَارِبٌ، وَالْمَفْعُوْلُ مَحْرُوْبٌ یعنی اگر احابیش اپنے بال بچوں کو بچانے نہیں آتے تو وہ لٹ پٹ کر

رہ جائیں گے، ان کا بھاری نقصان ہوگا۔

[٤١٨٠و٤١٨١-] حدثنا إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمِّهِ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّـهُ سَمِعَ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ، وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، يُخْبِرَانِ خَبْرًا مِنْ خَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِي عُمْرَةِ الْحُدَيْبِيَةِ، فَكَانَ فِيْمَا أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْهُمَا: أَنَّـهُ لَمَّا كَاتَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم سُهَيْلَ بْنَ عَمْرٍو يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى قَضِيَّةِ الْمُدَّةِ، وَكَانَ فِيْمَا اشْتَرَطَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو أَنَّـهُ قَالَ: لَا يَأْتِيْكَ مِنَّا أَحَدٌ وَإِنْ كَانَ عَلٰى دِيْنِكَ إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا، وَخَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ، وَأَبٰى سُهَيْلٌ أَنْ يُقَاضِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِلَّا عَلٰى ذٰلِكَ، فَكَرِهَ الْمُؤْمِنُوْنَ ذٰلِكَ وَامْتَعَضُوْا، فَتَكَلَّمُوْا فِيْهِ، فَلَمَّا أَبٰى سُهَيْلٌ أَنْ يُقَاضِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِلَّا عَلٰى ذٰلِكَ كَاتَبَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَرَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَبَا جَنْدَلِ بْنَ سُهَيْلٍ يَوْمَئِذٍ إِلٰى أَبِيْهِ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو، وَلَمْ يَأْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَحَدٌ مِنَ الرِّجَالِ إِلَّا رَدَّهُ فِيْ تِلْكَ الْمُدَّةِ، وَإِنْ كَانَ مُسْلِمًا.

وَجَاءَ تِ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ، فَكَانَتْ أُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتُ عُقْبَةَ بْنِ أَبِيْ مُعَيْطٍ مِمَّنْ خَرَجَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَهِيَ عَاتِقٌ، فَجَاءَ أَهْلُهَا يَسْأَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَرْجِعَهَا إِلَيْهِمْ، حَتَّى أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الْمُؤْمِنَاتِ مَا أَنْزَلَ. [راجع: ١٦٩٤، ١٤٩٥]

۲۴- صلح حدیبیہ میں مسلمانوں کی واپسی کی شرط ناگواری کے باوجود مان لی گئی

امام زہری رحمہ اللہ کے بھتیجے اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں: امام زہریؒ نے کہا: مجھے حضرت عروہؒ نے بتلایا کہ انھوں نے مروان اور مسور سے سنا، وہ دونوں عمرۂ حدیبیہ کے سلسلہ میں نبی ﷺ کی خبروں میں سے ایک خبر بتلا رہے تھے، پس اس میں سے جو عروہؒ نے ان دونوں سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا یہ تھا کہ جب نبی ﷺ نے سہیل سے حدیبیہ کے دن مصالحت کے سلسلہ میں معاہدہ کیا اور ان باتوں میں جو سہیل نے شرط لگائی یہ بات تھی کہ اس نے کہا: نہیں آئے گا آپ کے پاس ہم میں سے کوئی شخص اگرچہ وہ آپؐ کے دین پر ہو، مگر آپؐ اس کو ہماری طرف واپس کریں گے، اور ہمارے اور اس کے درمیان راہ چھوڑ دیں گے، اور سہیل نے انکار کیا کہ وہ مصالحت کرے رسول اللہ ﷺ سے مگر اس شرط پر، اور مسلمانوں نے اس کو ناپسند کیا اور یہ بات ان پر بہت بھاری گذری، اس لئے انھوں نے اس معاملہ میں گفتگو کی مگر جب سہیل نے کہا کہ وہ مصالحت نہیں کرے گا نبی ﷺ سے مگر اس شرط پر تو آپؐ نے اس سے مصالحت کر لی (اور اس کی بات مان لی) اور اس کے لڑکے ابوجندل رضی اللہ عنہ کو اس دن اس کے باپ کی طرف واپس کر دیا اور نہیں آیا نبی ﷺ کے پاس مردوں میں

سے کوئی مگر اس کو واپس کر دیا اس مصالحت کے زمانہ میں اگرچہ وہ مسلمان تھا۔

اور مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں، اور عقبہ بن ابی معیط کی لڑکی ام کلثوم ان عورتوں میں تھیں جو نبی ﷺ کی طرف نکلیں، اور وہ جوان (یا قریب البلوغ) تھیں، پس ان کے گھر والے آئے، مطالبہ کر رہے تھے وہ نبی ﷺ سے کہ آپؐ اس کو ان کی طرف لوٹا دیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کے بارے میں وحی نازل فرمائی جو نازل فرمائی (اس کا ذکر اگلی حدیث میں ہے)

لغات: المُدَّة: المصالحة، على قَضِيَّة المدة: مصالحت کے معاملہ میں .... قَاضَى يُقَاضِيْ: مصالحت کرنا .... امْتَعَضَ من الأمر: کسی بات سے کبیدہ خاطر ہونا، سخت ناگواری ہونا، انتہائی برا لگنا، مجرد مَعِضَ مِنَ الأَمْر (س) مَعَضًا: کسی بات پر ناراض ہونا، برافروختہ ہونا .... عَاتِقٌ: سیانی، قریب البلوغ یا جوان۔

[۴۱۸۲-] قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَأَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَتْ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَمْتَحِنُ مَنْ هَاجَرَ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ بِهٰذِهِ الأيَةِ﴿يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَ كَ الْمُؤْمِنَاتُ﴾

وَعَنْ عَمِّهِ قَالَ: بَلَغَنَا حِيْنَ أَمَرَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَرُدَّ إِلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا أَنْفَقُوْا عَلٰى مَنْ هَاجَرَ مِنْ أَزْوَاجِهِمْ، وَبَلَغَنَا أَنَّ أَبَا بَصِيْرٍ، فَذَكَرَهُ بِطُوْلِهِ. [راجع: ۲۷۱۳]

۲۵- صلح حدیبیہ کا اطلاق عورتوں پر نہیں ہوا

صلح حدیبیہ میں مکہ والوں نے یہ شرط لگائی تھی کہ ہمارا جو آدمی تمہارے پاس جائے گا اس کو واپس کرنا ہوگا، نبی ﷺ نے اس شرط کو قبول فرمالیا تھا، چنانچہ کئی مرد آئے، آپؐ نے ان کو واپس کر دیا، پھر کئی مسلمان عورتیں آئیں، ان کو واپس کیسے کرتے؟ وہ کافر مرد کے گھر میں حرام میں پڑتیں، نیز عورتوں کے لئے تکالیف برداشت کرنا بھی مشکل تھا، چنانچہ سورۃ الممتحنہ کی آیت ۱۲ نازل ہوئی: ﴿يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَ كَ الْمُؤْمِنَاتُ﴾: اور حکم دیا گیا کہ جو مسلمان عورتیں (دار الحرب سے) ہجرت کر کے آئیں تم ان کا امتحان کرو، آیت میں مذکور باتوں کا اگر وہ اقرار کریں تو ان کو کفار کی طرف واپس مت کرو، نہ وہ عورتیں ان کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کافران عورتوں کے لئے حلال ہیں، اس آیت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ صلح حدیبیہ کا اطلاق عورتوں پر نہیں ہوا (تفصیل تحفۃ القاری ۶: ۱۳۷ میں ہے)

اور امام زہری رحمہ اللہ کے بھتیجے اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں: امام زہریؒ نے فرمایا: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہ مشرکین کی طرف وہ مہر پھیر دیں جو انھوں نے خرچ کیا ہے ان کافروں پر جن کی بیویوں نے ہجرت کی ہے اور ہمیں یہ بات بھی پہنچی ہے کہ ابو بصیر رضی اللہ عنہ، پس ذکر کی انھوں نے لمبی حدیث (یہ لمبی حدیث تحفۃ

القاری ۶:۱۳۳میں ہے)

قوله: قال ابن شهاب: یہ حدیث گذشتہ حدیث کی سند ہی سے مروی ہے مگر وہ سند مسور اور مروان تک پہنچتی تھی، اور یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک .... **قوله:** وعن عمه: یہ امام زہریؒ کی بلاغاً روایت ہے اور انھوں نے جو دو باتیں فرمائی ہیں وہ دونوں پہلے سند متصل سے آچکی ہیں۔

[۴۱۸۳-] حدثنا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، خَرَجَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ، فَقَالَ: إِنْ صُدِدْتُ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْنَا كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَأَهَلَّ بِعُمْرَةٍ مِنْ أَجْلِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ. [راجع: ۱۶۳۹]

[۴۱۸۴-] حدثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيىٰ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ أَهَلَّ، وَقَالَ: إِنْ حِيْلَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ لَفَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم حِيْنَ حَالَتْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ، وَتَلاَ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [راجع: ۱۶۳۹]

[۴۱۸۵-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، أَخْبَرَاهُ أَنَّهُمَا كَلَّمَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، ح: وَحَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ بَعْضَ بَنِيْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَهُ: لَوْ أَقَمْتَ الْعَامَ فَإِنِّيْ أَخَافُ أَنْ لاَ تَصِلَ إِلَى الْبَيْتِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُوْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم هَدَايَاهُ وَحَلَقَ وَقَصَّرَ أَصْحَابُهُ، وَقَالَ: أُشْهِدُكُمْ أَنِّيْ أَوْجَبْتُ عُمْرَةً، فَإِنْ خُلِّيَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ الْبَيْتِ طُفْتُ، وَإِنْ حِيْلَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ الْبَيْتِ صَنَعْتُ كَمَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَسَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ: مَا أَرَى شَأْنَهُمَا إِلَّا وَاحِدًا، أُشْهِدُكُمْ أَنِّيْ قَدْ أَوْجَبْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَتِيْ، فَطَافَ طَوَافًا وَاحِدًا وَسَعْيًا وَاحِدًا حَتَّى حَلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا. [راجع: ۱۶۳۹]

۲۶-احصار کا حکم حدیبیہ کے ساتھ خاص نہیں

سورۃ البقرہ آیت ۱۹۶ میں احصار کا حکم ہے کہ اگر تم (دشمن یا مرض کی وجہ سے) روک دیئے جاؤ تو قربانی کا جو جانور میسر ہو (ذبح کرو) اور اپنے سروں کو اس وقت تک نہ منڈاؤ یعنی ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب نہ کرو جب تک قربانی اپنے جگہ نہ پہنچ جائے، یہ حکم حدیبیہ کے ساتھ خاص نہیں ہے، ہر احصار میں احرام کھول سکتے ہیں۔

حدیث (۱): جب حجاج بن یوسف نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما پر فوج کشی کی اور جنگ شروع ہوئی اور حج کا زمانہ قریب آیا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما عمرہ کا احرام باندھ کر مدینہ سے چلے، فرمایا: اگر میں بیت اللہ سے روک دیا گیا

تو ہم کریں گے جیسا کیا ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ، یعنی قربانی کر کے احرام کھول دیں گے، چنانچہ آپؓ نے عمرہ کا احرام باندھا اس لئے کہ نبی ﷺ نے حدیبیہ کے سال عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

حدیث (۲): حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے احرام باندھا اور فرمایا: اگر حائل ہوا گیا میرے اور بیت اللہ کے درمیان تو میں کروں گا جیسا نبی ﷺ نے کیا، جب حائل ہوئے کفار قریش آپؐ کے درمیان اور ابن عمرؓ نے سورہ احزاب کی آیت ۲۱ پڑھی: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾: البتہ واقعہ یہ ہے کہ تمہارے لئے اللہ کے رسول میں عمدہ نمونہ ہے۔

حدیث (۳): حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادوں عبید اللہ اور سالم نے نافع کو بتایا کہ ان دونوں نے حضرت ابن عمرؓ سے گفتگو کی اور ان سے کہا: کاش آپؓ اس سال ٹھہر جائیں اس لئے کہ مجھے ڈر ہے کہ آپؓ بیت اللہ تک نہیں پہنچ سکیں گے، ابن عمرؓ نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ نکلے پس کفار قریش بیت اللہ سے ورے حائل ہوئے اور نبی ﷺ نے اپنی قربانیاں ذبح کیں، سر منڈایا اور آپؐ کے صحابہ نے سر منڈایا اور زلفیں بنوائیں، میں آپ لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرہ لازم کیا، پس اگر راہ چھوڑ دی گئی میرے اور بیت اللہ کے درمیان تو میں طواف کروں گا اور اگر حائل ہوا گیا میرے اور بیت اللہ کے درمیان تو میں کروں گا جیسا نبی ﷺ نے کیا، پس آپؓ تھوڑی دور چلے پھر فرمایا: نہیں خیال کرتا میں حج وعمرہ کے معاملہ کو مگر یکساں، گواہ بناتا ہوں میں تم کو کہ میں نے حج کو لازم کیا میرے عمرہ کے ساتھ، پس انھوں نے ایک طواف اور ایک سعی کی، یہاں تک کہ حج وعمرہ دونوں ہی سے حلال ہو گئے۔

تشریح: قارن پر ایک طواف اور ایک سعی ہے یا دو طواف اور دو سعی؟ یعنی قران میں افعال حج اور افعال عمرہ میں تداخل ہوتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، ائمہ ثلاثہ اور امام بخاری رحمہم اللہ کے نزدیک تداخل ہوتا ہے، پس قارن صرف ایک طواف اور ایک سعی کرے گا، یعنی دس ذی الحجہ کو طوافِ زیارت اور اس کے بعد سعی کرے گا، یہ طواف اور سعی حج اور عمرہ دونوں کے لئے ہونگے، عمرہ کے لئے الگ سے طواف وسعی کرنے کی ضرورت نہیں اور حنفیہ کے نزدیک تداخل نہیں ہوتا، پس قارن عمرہ کے لئے طواف وسعی الگ کرے گا اور حج کے لئے الگ۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ ائمہ ثلاثہ کے پاس بھی متعدد دلائل ہیں، اور احناف کے پاس بھی (علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے اعلاء السنن میں سب روایتیں جمع کی ہیں) اور اختلاف کی بنیاد نص فہمی کا اختلاف ہے، تمام ائمہ متفق ہیں کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں تین طواف کئے تھے، ایک: طواف مکہ پہنچتے ہی کیا تھا، دوسرا: طوافِ زیارت کیا تھا اور تیسرا: طوافِ وداع، پہلا طواف جو آپؐ نے مکہ پہنچتے ہی کیا تھا وہ طوافِ قدوم تھا یا طوافِ عمرہ؟ ائمہ ثلاثہ کا خیال ہے کہ وہ طوافِ قدوم تھا اور آپؐ نے دس ذی الحجہ کو جو طواف کیا تھا وہ حج اور عمرہ دونوں کے لئے تھا، اور اس کے بعد جو سعی کی تھی وہ بھی حج وعمرہ دونوں کے لئے تھی اور احناف کا خیال یہ ہے کہ وہ طواف عمرہ کا طواف تھا، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپؐ نے اس کے بعد سعی کی تھی، جیسا کہ پہلے (حدیث ۱۶۲۳) گذرا ہے اور طوافِ قدوم کے بعد بالاتفاق سعی نہیں ہے، پھر دس ذی الحجہ کو حج کا

طواف اور سعی کی تھی اس لئے احناف کے نزدیک قارن پر دو طواف اور دو سعی واجب ہیں اور اسی میں احتیاط ہے اور احناف اختلاف روایات کے وقت عبادت میں احتیاط والا پہلو لیتے ہیں (مزید تفصیل تحفۃ القاری ۳:۳۵۲ میں ہے)

فائدہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھ کر چلے تھے، جب بیداء ٹیلے پر پہنچے تو فرمایا: عمرہ اور حج کا معاملہ یکساں ہے اگر احصار واقع ہوگا تو حج میں بھی ہوگا، اور عمرہ میں بھی، پس قران کرتا ہوں چنانچہ آپؓ نے عمرہ کے احرام کے ساتھ حج کا احرام بھی شامل کرلیا، اور قدید سے قربانی کا جانور خرید کر ساتھ لے لیا، پھر آپؓ کے مکہ پہنچنے سے پہلے جنگ ختم ہوگئی، چنانچہ آپؓ مکہ پہنچے اور ایک طواف کیا یعنی عمرہ کا طواف کیا، اور اسی میں طوافِ قدوم کی نیت کرلی الگ سے طوافِ قدوم نہیں کیا اور ائمہ ثلاثہ اس کا دوسرا مطلب لیتے ہیں، پس یہ روایت محکم الدلالہ نہیں۔

[٤١٨٦-] حَدَّثَنِیْ شُجَاعُ بْنِ الْوَلِیْدِ، سَمِعَ النَّضْرَ بْنَ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا صَخْرٌ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: إِنَّ النَّاسَ یَتَحَدَّثُوْنَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ وَلَیْسَ کَذٰلِكَ، وَلٰكِنْ عُمَرُ یَوْمَ الْحُدَیْبِیَةِ أَرْسَلَ عَبْدَ اللّٰهِ إِلٰی فَرَسٍ لَهُ عِنْدَ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، یَأْتِیْ بِهِ لِیُقَاتِلَ عَلَیْهِ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم یُبَایِعُ عِنْدَ الشَّجَرَةِ، وَعُمَرُ لَا یَدْرِیْ بِذٰلِكَ، فَبَایَعَهُ عَبْدُ اللّٰهِ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَی الْفَرَسِ فَجَاءَ بِهِ إِلٰی عُمَرَ وَعُمَرُ یَسْتَلْئِمُ لِلْقِتَالِ، فَأَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم یُبَایِعُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، قَالَ: فَانْطَلَقَ فَذَهَبَ مَعَهُ حَتّٰی بَایَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم فَهِیَ الَّتِیْ یَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ.

[راجع: ٣٩١٦]

[٤١٨٧-] وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِیْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعُمَرِیُّ، أَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّاسَ کَانُوْا مَعَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیه وسلم یَوْمَ الْحُدَیْبِیَةِ، تَفَرَّقُوْا فِیْ ظِلَالِ الشَّجَرِ، فَإِذَا النَّاسُ مُحْدِقُوْنَ بِالنَّبِیِّ صلی اللہ علیه وسلم، فَقَالَ: یَا عَبْدَ اللّٰهِ! انْظُرْ مَا شَأْنُ النَّاسِ قَدْ أَحْدَقُوْا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم، فَوَجَدَهُمْ یُبَایِعُوْنَ فَبَایَعَ، ثُمَّ رَجَعَ إِلٰی عُمَرَ فَخَرَجَ فَبَایَعَ.

[راجع: ٣٩١٦]

۲۷- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے بیعت رضوان کی

حدیث (۱): نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں: لوگ باتیں کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ حضرت عمرؓ سے پہلے مسلمان ہوئے ہیں، ایسا نہیں ہے، بلکہ حدیبیہ کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہؓ کو بھیجا اپنے ایک گھوڑے کی طرف جو ایک انصاری آدمی کے پاس تھا، لائیں وہ اس کو تاکہ جنگ کریں وہ اس پر اور نبی ﷺ درخت کے پاس بیعت کررہے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا علم نہیں تھا، پس آپؐ سے عبداللہ بن عمرؓ نے بیعت کی، پھر وہ گھوڑے کی طرف گئے اور اس کو حضرت عمرؓ کے پاس لائے

اور حضرت عمرؓ جنگ کے لئے اپنا لوہے کا کرتا پہن رہے تھے، پھر ابن عمرؓ نے ان کو بتلایا کہ نبی ﷺ درخت کے نیچے بیعت لے رہے ہیں، نافع کہتے ہیں: پس حضرت عمرؓ چلے اور ابن عمرؓ بھی ان کے ساتھ چلے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے نبی ﷺ سے بیعت کی، پس یہی وہ واقعہ ہے جو لوگ بیان کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ حضرت عمرؓ سے پہلے مسلمان ہوئے ہیں۔

لغت: اِسْتَلْأَمَ فلان: زرہ وغیرہ پہننا، ہتھیاروں سے لیس ہونا۔

حدیث (۲): حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ لوگ نبی ﷺ کے ساتھ تھے حدیبیہ کے دن، بکھر گئے وہ درختوں کے سایہ میں، پس اچانک لوگ نبی ﷺ کو گھیرے ہوئے تھے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: عبداللہ! دیکھ تو لوگوں کا کیا معاملہ ہے وہ نبی ﷺ کو کیوں گھیرے ہوئے ہیں؟ پس عبداللہؓ نے لوگوں کو بیعت کرتے ہوئے پایا، چنانچہ انھوں نے بیعت کرلی، پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹے، پس حضرت عمرؓ آئے اور بیعت کی۔

[٤١٨٨-] حدثنا ابْنُ نُمَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْلَى، قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِى أَوْفَى قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم حِيْنَ اعْتَمَرَ فَطَافَ وَطُفْنَا مَعَهُ، وَصَلَّى وَصَلَّيْنَا مَعَهُ، وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَكُنَّا نَسْتُرُهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ لاَ يُصِيْبُهُ أَحَدٌ بِشَيْءٍ. [راجع: ١٦٠٠]

۲۸- حدیبیہ میں بھی نبی ﷺ کی سیکورٹی کا انتظام تھا

حدیث: عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے جب آپؐ نے عمرۂ قضا کیا، پس آپؐ نے طواف کیا اور ہم نے آپؐ کے ساتھ طواف کیا، اور (مقام ابراہیم پر) آپؐ نے نماز پڑھی، پس ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی، اور آپؐ نے صفا و مروہ کے درمیان سعی کی، پس ہم آپؐ کو چھپائے ہوئے تھے مکہ والوں سے، نہ پہنچے آپؐ کو کوئی شخص کسی چیز کے ساتھ۔

تشریح: صحابہ عمرۃ القضاء میں نبی ﷺ کی حفاظت کررہے تھے اس وقت مکہ میں کوئی کافر نہیں تھا، معاہدہ کے مطابق سب مکہ سے تین دن کے لئے نکل گئے تھے، پھر بھی صحابہ نے آپؐ کی حفاظت کا پورا انتظام رکھا تھا، جب آپؐ طواف وسعی کررہے تھے یا نماز پڑھ رہے تھے تو صحابہ قریب رہتے تھے، تاکہ کوئی گزند نہ پہنچا سکے۔

اور حدیث کا صلح حدیبیہ سے تعلق یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما اصحابِ حدیبیہ میں سے ہیں، اور عمرۂ قضاء میں بھی ساتھ تھے، پس جب عمرۂ قضاء میں صحابہ نے حفاظت کا پورا انتظام رکھا تھا تو حدیبیہ میں بدرجہ اولیٰ حفاظت کا انتظام رکھا ہوگا، کیونکہ اس وقت آپؐ کافروں کی دسترس میں تھے، کسی بھی وقت کوئی بات پیش آسکتی تھی، یہ تطبیق حاشیہ میں بیان کی ہے۔

[٤١٨٩-] حدثنا الْحَسَنُ بْنُ إِسْحَاقَ: قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَصِيْنٍ قَالَ: قَالَ أَبُوْ وَائِلٍ: لَمَّا قَدِمَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ مِنْ صِفِّيْنَ أَتَيْنَاهُ نَسْتَخْبِرُهُ فَقَالَ:

اتَّهِمُوْا الرَّأْيَ فَلَقَدْ رَأَيْتُنِي يَوْمَ أَبِي جَنْدَلٍ وَلَوْ أَسْتَطِيْعُ أَنْ أَرُدَّ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَمْرَهُ لَرَدَدْتُ، وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. وَمَا وَضَعْنَا أَسْيَافَنَا عَلَى عَوَاتِقِنَا لِأَمْرٍ يُفْظِعُنَا إِلَّا أَسْهَلْنَ بِنَا إِلَى أَمْرٍ نَعْرِفُهُ قَبْلَ هٰذَا الْأَمْرِ، مَا نَسُدُّ مِنْهَا خُصْمًا إِلَّا انْفَجَرَ عَلَيْنَا خُصْمٌ، مَا نَدْرِيْ كَيْفَ نَأْتِيْ لَهُ؟[راجع: ۳۱۸۱]

۲۹-ابوجندل رضی اللہ عنہ کی واپسی صحابہ پر بہت شاق گذری

صلح نامہ ابھی لکھا جارہا تھا کہ سہیل کے بیٹے ابوجندلؓ جن کا نام عاص تھا بیڑیاں گھسیٹتے ہوئے مسلمانوں کے کیمپ میں آپہنچے، انھوں نے خود کو مسلمانوں کے درمیان ڈال دیا، سہیل نے کہا: یہ پہلا شخص ہے جس کے متعلق میں آپؐ سے معاملہ کرتا ہوں کہ آپؐ اسے واپس کریں، نبی ﷺ نے فرمایا: ابھی صلح مکمل نہیں ہوئی، اس نے کہا: پھر میں آپؐ سے کسی بات پر صلح نہیں کرتا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم اپنا بیٹا مجھے بخش دو! اس نے کہا: میں نہیں بخشتا! آپؐ نے فرمایا: اتنا تو کرنا ہی پڑے گا، اس نے کہا: میں نہیں کرتا، چنانچہ اس کی بات مان لی گئی اور ابوجندل رضی اللہ عنہ کو مشرکین کی طرف واپس کیا گیا، ابوجندلؓ چیخ کر کہنے لگے: مسلمانو! کیا میں مشرکین کی طرف واپس کیا جاؤں گا کہ وہ مجھے میرے دین کے بارے میں فتنہ میں ڈالیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ابوجندل صبر کرو، اور آزمائش کو باعث ثواب سمجھو، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اور تم جیسے کمزور مسلمانوں کے لئے کشادگی اور پناہ کی جگہ بنائیں گے، ہم نے قریش سے صلح کرلی ہے اور ہم نے ان کو اور انھوں نے ہم کو اللہ کا عہد دیدیا ہے، اس لئے ہم بدعہدی نہیں کرسکتے۔

پھر سہیل ابوجندلؓ کو لے کر واپس چلا، حضرت عمرؓ اچھل کر ابوجندلؓ کے پاس پہنچے وہ ان کے پہلو میں چل رہے تھے اور کہہ رہے تھے: ابوجندل صبر کرو، یہ لوگ مشرک ہیں ان کا خون بس کتے کا خون ہے! اور ساتھ ہی اپنی تلوار کا دستہ ان کے قریب کررہے تھے اس امید سے کہ وہ تلوار لے کر اپنے باپ کو نمٹادیں، مگر انھوں نے ہمت نہ کی اور سہیل ان کو لے کر واپس چلا گیا۔

حدیث: ابووائل کہتے ہیں: جب سہل بن حنیف جنگِ صفین سے واپس آئے تو ہم ان کی خدمت میں معلومات حاصل کرنے کے لئے گئے، انھوں نے فرمایا: تم رائے کو متہم گردانو، دیکھا میں نے مجھ کو ابوجندلؓ کے دن (یہاں باب ہے) اور اگر طاقت رکھتا میں کہ رسول اللہ ﷺ کے امر کو رد کردوں تو میں اسے رد کردیتا اور اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں اور نہیں رکھی ہم نے ہماری تلواریں ہمارے کندھوں پر کسی ایسے معاملہ میں جس نے ہمیں گھبراہٹ میں مبتلا کردیا ہو، مگر تلواروں نے ہمارا معاملہ آسان کردیا، ایسے امر کی طرف جس کو ہم پہچانتے تھے، اس امر (صفین کے معاملہ) سے پہلے، نہیں بند کرتے ہم اس فتنہ کا ایک سوراخ مگر بہہ پڑتا ہے ہم پر اس کا دوسرا سوراخ نہیں جانتے ہم کہ ہم اس سے کیسے نمٹیں؟!

تشریح: حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ جنگِ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، مگر پرجوش نہیں تھے، لوگ ان سے کہتے تھے: آپ بہادری کا مظاہرہ نہیں کرتے؟ انھوں نے جواب دیا: حق کس جانب ہے یہ معلوم نہیں،

اجتہادی مسائل میں اپنی رائے کے علاوہ دوسری رائے کی بھی گنجائش ہوتی ہے اس لئے طبیعت میں جوش اور ولولہ نہیں، اور جہاں ایک پہلو قطعی ہوتا ہے، جیسے حدیبیہ میں مسلمان حق پر تھے اور کفار باطل پر، اس لئے اس دن ہمارے جوش کا حال کچھ اور ہی تھا، جب ابوجندلؓ کو لے کر ان کا باپ چلا تو اگر میرے بس میں ہوتا تو میں نبی ﷺ کے فیصلہ کے خلاف اقدام کرتا، اسی طرح اور جنگوں میں جب ہم نے تلوار اٹھائی تو فیصلہ کر کے رکھی، مگر اس جنگ کا معاملہ ہماری سمجھ سے باہر ہے، تم سمجھتے ہو کہ تم ہی حق پر ہو، پس تمہیں اپنی رایوں کو متہم گردانا چاہئے دوسری طرف بھی حق کی گنجائش ہے اس لئے جیسا جوش اور ولولہ ہونا چاہئے، میرے اندر تم نہیں پاتے۔

لغت: الخُصْم: جانب، گوشہ، ہر چیز کا کنارہ، میں نے ترجمہ سوراخ، کیا ہے۔

[٤١٩٠-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِيْ لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، قَالَ: أَتَى عَلَيَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلَى وَجْهِيْ، فَقَالَ: "أَيُؤْذِيْكَ هَوَامُّ رَأْسِكَ؟" قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: "فَاحْلِقْ وَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ، أَوِ انْسُكْ نَسِيْكَةً" قَالَ أَيُّوْبُ: لَا أَدْرِيْ بِأَيِّ هٰذَا بَدَأَ. [راجع: ١٨١٤]

[٤١٩١-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامٍ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِالْحُدَيْبِيَةِ وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ وَقَدْ حَصَرَنَا الْمُشْرِكُوْنَ، قَالَ: وَكَانَتْ لِيْ وَفْرَةٌ فَجَعَلَتِ الْهَوَامُّ تَسَاقَطُ عَلَى وَجْهِيْ، فَمَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: "أَيُؤْذِيْكَ هَوَامُّ رَأْسِكَ؟" قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: وَأُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾ [البقرہ: ١٩٦] [راجع: ١٨١٤]

۳۰- فدیہ کا حکم حدیبیہ میں نازل ہوا

ابھی حدیث (نمبر ۴۱۵۹) گذری ہے، حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے سر میں جوئیں پڑ گئی تھیں اور بہت زیادہ ہوگئی تھیں، ان کے معاملہ میں سورۃ البقرہ کی آیت ۱۹۶ نازل ہوئی اور ان کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے بال منڈا دیں، اور فدیہ دیدیں، باقی تفصیل پہلے آچکی ہے۔

وضاحت: قَالَ أَيُّوْب: ایوب سختیانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: فدیہ کے امور ثلاثہ میں سے پہلے نمبر پر کس کو ذکر کیا: یہ مجھے یاد نہیں، مگر اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا .... وَفْرَة: زلفیں، وہ بال جو کانوں کی لو تک پہنچے ہوئے ہوں۔

(غزوۂ حدیبیہ کا بیان پورا ہوا)

قبائل عُکل وعُرینہ کا واقعہ

(سریہ کُرز بن جابر فہری قرشی رضی اللہ عنہ)

قبائلِ عکل وعرینہ کے کچھ لوگ مدینہ آئے، مسلمان ہوئے، پھر وہ مدینہ میں بیمار پڑ گئے، ان کو جَوی بیماری لاحق ہوگئی، انھوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا: ہم جانور پالنے والے لوگ ہیں، دودھ پر ہمارا گذارہ ہے، غلہ کے ہم عادی نہیں اور مدینہ کی آب وہوا ہمیں موافق نہیں آئی، اس لئے اگر ہمیں جنگل میں صدقات کے اونٹوں میں رہنے کی اور ان کا دودھ پینے کی اجازت دی جائے تو بہتر ہوگا، آپؐ نے ان کو اجازت دیدی، وہ شہر سے باہر چراگاہ میں جہاں صدقات کے اونٹ رہتے تھے چلے گئے، اور چند دن میں تندرست، قوی اور توانا ہوگئے، پھر وہ اسلام سے پھر گئے، چرواہے کو جس کا نام یسار تھا قتل کر دیا، اس کے ہاتھ پیر ناک اور کان کاٹے اور آنکھوں میں کانٹے چبھوئے اور اونٹوں کو لے کر چل دیئے۔

نبی ﷺ نے کُرز بن جابر فہری قرشی رضی اللہ عنہ کو بیس آدمیوں کے ہمراہ ان کے تعاقب میں روانہ فرمایا، وہ سب گرفتار کر کے لائے گئے، آپؐ نے ان لوگوں کو جس طرح انھوں نے چرواہے کو قتل کیا تھا قتل کرایا یعنی قتل میں قصاص (برابری) کا لحاظ کیا، لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا اور مثلہ کرنا ہمیشہ کے لئے حرام ہوگیا۔

یہ واقعہ کب پیش آیا؟ واقدی، ابن سعد اور ابن حبان کے نزدیک شوال سن ۶ ہجری میں یہ واقعہ پیش آیا ہے، مگر امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک یہ واقعہ حدیبیہ کے بعد اور فتح خیبر سے پہلے پیش آیا ہے۔

تعارف: حضرت کرز رضی اللہ عنہ اسلام سے پہلے مشرکین کے سرداروں میں سے تھے، انھوں نے ہی مدینہ کی چراگاہ پر حملہ کیا تھا اور ان کی طلب میں نبی ﷺ سفوان تک گئے تھے، مگر وہ ہاتھ نہیں آیا تھا، یہی غزوۂ بدر اولیٰ کہلاتا ہے، پھر وہ اللہ کے فضل سے ایمان لے آئے، عرنیین کے تعاقب میں انہی کی سرکردگی میں سریہ روانہ کیا گیا تھا، فتح مکہ کے موقع پر شہید ہوئے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے، دو شخص ان کے لشکر سے علاحدہ ہوگئے، ایک: حُبیش بن اشعر خزاعی، دوسرے کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہما، مشرکین نے ان کو قتل کر دیا۔

[۳۷-] بَابُ قِصَّةِ عُكْلٍ وَعُرَيْنَةَ

[۴۱۹۲-] حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الْأَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ: أَنَّ نَاسًا مِنْ عُكْلٍ وَعُرَيْنَةَ قَدِمُوْا الْمَدِيْنَةَ عَلَى النَّبِیِّ صلى الله عليه وسلم، وَتَكَلَّمُوْا

بِالإِسْلَامِ، فَقَالُوْا: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! إِنَّا كُنَّا أَهْلَ ضَرْعٍ، وَلَمْ نَكُنْ أَهْلَ رِيْفٍ، وَاسْتَوْخَمُوْا الْمَدِيْنَةَ، فَأَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِذَوْدٍ وَرَاعٍ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَخْرُجُوْا فِيْهِ، فَيَشْرَبُوْا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا، فَانْطَلَقُوْا حَتَّى إِذَا كَانُوْا نَاحِيَةَ الْحَرَّةِ كَفَرُوْا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَقَتَلُوْا رَاعِيَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَاسْتَاقُوْا الذَّوْدَ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِيْ آثَارِهِمْ، فَأَمَرَ بِهِمْ فَسَمَرُوْا أَعْيُنَهُمْ، وَقَطَّعُوْا أَيْدِيَهُمْ وَتُرِكُوْا فِيْ نَاحِيَةِ الْحَرَّةِ حَتَّى مَاتُوْا عَلٰى حَالِهِمْ.[راجع: ۲۳۳]

قَالَ قَتَادَةُ: بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم بَعْدَ ذٰلِكَ كَانَ يَحُثُّ عَلَى الصَّدَقَةِ وَيَنْهٰى عَنِ الْمُثْلَةِ.وَقَالَ شُعْبَةُ، وَأَبَانُ، وَحَمَّادٌ، عَنْ قَتَادَةَ: مِنْ عُرَيْنَةَ، وَقَالَ يَحْيَى بْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ، وَأَيُّوْبُ، عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ: قَدِمَ نَفَرٌ مِنْ عُكْلٍ.

ترجمہ: قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے حدیث بیان کی کہ قبیلہ عکل اور قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ نبی ﷺ کے پاس مدینہ آئے، انھوں نے کلمہ اسلام پڑھا، اور انھوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! ہم تھن والے ہیں، ہم کھیتی والے نہیں ہیں، اور مدینہ کی آب وہوا ہمیں راس نہیں آئی، نبی ﷺ نے ان کے لئے اونٹوں کا اور چرواہے کا حکم دیا کہ وہ نکلیں اس میں اور پئیں ان کا دودھ اور پیشاب، پس چلے وہ یہاں تک کہ جب تھے وہ حرّہ کی جانب میں تو وہ اپنے اسلام کے بعد مرتد ہوگئے، اور قتل کیا انھوں نے نبی ﷺ کے چرواہے کو اور ہانک لے چلے وہ اونٹوں کو، پس نبی ﷺ کو خبر ہوئی آپؐ نے پکڑنے والوں کو ان کے پیچھے بھیجا، پھر ان کے بارے میں حکم دیا، ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں اور ان کے ہاتھ کاٹے گئے، اور وہ حرہ کی ایک جانب میں ڈال دیئے گئے، یہاں تک کہ وہ اس حال میں مرگئے۔

قتادہؒ کہتے ہیں: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ نبی ﷺ اس واقعہ کے بعد خیرات کی ترغیب دیا کرتے تھے، اور مثلہ (لاش بگاڑنے) سے منع کیا کرتے تھے —— اور یہ سعید بن ابی عروبہ کی قتادہؒ سے روایت ہے، انھوں نے عکل اور عرینہ دونوں قبیلوں کا ذکر کیا ہے اور دوسرے تین شاگرد: شعبہ، ابان اور حماد صرف عرینہ کا ذکر کرتے ہیں، پھر ایک دوسری سند ذکر کی ہے، اس میں صرف عکل کا ذکر ہے، یہ درحقیقت آٹھ آدمی تھے، چار قبیلہ عرینہ کے، تین قبیلہ عکل کے اور ایک کسی اور قبیلہ کا تھا، باقی مسائل جو حدیث میں زیر بحث آتے ہیں وہ تحفۃ القاری (۵۶۹:۱) میں ہیں، وہاں دیکھ لئے جائیں۔

[۴۱۹۳-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ أَبُوْ عُمَرَ الْحَوْضِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، وَالْحَجَّاجُ الصَّوَّافُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَبُوْ رَجَاءٍ مَوْلٰى أَبِيْ قِلَابَةَ، وَكَانَ مَعَهُ بِالشَّامِ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اسْتَشَارَ النَّاسَ يَوْمًا، قَالَ: مَاتَقُوْلُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْقَسَامَةِ؟ فَقَالُوْا: حَقٌّ قَضَى بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَقَضَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ قَبْلَكَ، قَالَ: وَأَبُوْ قِلَابَةَ

خَلْفَ سَرِيْرِهِ. فَقَالَ عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيْدٍ: فَأَيْنَ حَدِيْثُ أَنَسٍ فِي الْعُرَنِيِّيْنَ؟ قَالَ أَبُوْ قِلَابَةَ: إِيَّايَ حَدَّثَهُ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ. قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ: مِنْ عُرَيْنَةَ، وَقَالَ أَبُوْ قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ: مِنْ عُكْلٍ، وَذَكَرَ الْقِصَّةَ.[راجع: ۲۳۳]

ترجمہ: سلمان ابورجاء مولیٰ ابی قلابہ جَرمی بصری نے حجاج الصّواف سے حدیث بیان کی اور ابورجاء شام میں ابوقلابہ کے ساتھ تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک دن لوگوں سے مشورہ کیا، انھوں نے پوچھا: آپ حضرات کیا کہتے ہیں قسامہ کے سلسلہ میں یعنی کسی مقتول کے بارے میں گمان ہو کہ اس کو کسی نے قتل کیا ہے اور قاتل کا پتہ نہ چلے تو جہاں لاش ملی ہے وہاں کے پچاس آدمیوں کو قسمیں کھلانے کے بارے میں آپ حضرات کیا کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا: قسامہ برحق ہے، نبی ﷺ نے اس کا فیصلہ کیا ہے اور آپؐ سے پہلے جو خلفاء (امراء) گذرے ہیں، انھوں نے بھی اس کا فیصلہ کیا ہے، ابورجاء کہتے ہیں: اور ابوقلابہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی چارپائی کے پیچھے تھے، پس عنبسہ بن سعید قرشی اموی نے کہا: عرنیین کے سلسلہ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کہاں ہے؟ ابوقلابہ نے کہا: مجھ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وہ حدیث بیان کی ہے (یہ حدیث کتاب الدیات (حدیث ۶۸۹۹) میں تفصیل سے مروی ہے اور وہاں حدیث کا سیاق یہاں سے کچھ مختلف ہے، وہ لمبی روایت ہے، وہ ساری یہاں بیان نہیں کی جاسکتی، یہاں سمجھنے کی بات صرف یہ ہے کہ عرنیین کے سلسلہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہے، مگر اس کا قسامہ سے کچھ تعلق نہیں، قسامہ کا تعلق اس صورت سے ہے جب کوئی لاش ملے اور گمان ہو کہ کسی نے اس کو قتل کیا ہے اور قاتل کا پتہ نہ چلے تو قسامہ ہے، اور حضرت انسؓ کی حدیث میں متعین تھا کہ قبیلہ عرینہ اور قبلہ عکل کے لوگوں نے قتل کیا تھا، اور وہ مرتد بھی ہوگئے تھے اور انھوں نے ڈاکہ بھی ڈالا تھا، پس اس حدیث کا قسامہ کے مسئلہ سے کچھ تعلق نہیں)

اس کے بعد امام بخاریؒ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے عبدالعزیز رحمہ اللہ کی روایت میں صرف عرینہ کا ذکر ہے اور ابوقلابہ کی روایت میں صرف عکل کا، پھر ابوقلابہ نے عرنیین کا پورا واقعہ بیان کیا جو کتاب الدیات میں ہے۔

قولہ: قال: حدثني أبو رجاء: یہاں اشکال ہے کہ ابورجاء کے دو شاگرد ہیں: ایوب سختیانی اور حجاج الصواف، پس قالا: تثنیہ ہونا چاہئے، قال: مفرد کیسے ہے؟ جواب یہ ہے کہ گیلری میں قالا تثنیہ ہے، پھر سوال ہے کہ حدثني مفرد کیسے ہے، حدثنا ہونا چاہئے؟ اس کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں، اور کہا گیا کہ ایوب سختیانی یہ روایت ابورجاء سے بلا واسطہ روایت نہیں کرتے، صرف حجاج براہ راست روایت کرتے ہیں، اگر ایسا ہے تو سند میں ایوب کا تذکرہ نہیں ہونا چاہئے۔

غزوۂ ذی قَرَد

قَرَد: ایک چشمہ کا نام ہے جو بلادِ غطفان کے قریب ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک یہ غزوہ سن ۷ ہجری میں غزوۂ

خیبر سے تین دن پہلے ہوا ہے، دوسرے علماء کے نزدیک سن ٦ ہجری میں حدیبیہ سے پہلے ہوا ہے۔ ذوقرد نبی ﷺ کی اونٹنیوں کی چراگاہ تھی، عیینہ بن حصن فزاری نے چالیس سواروں کے ساتھ اس پر ڈاکہ ڈالا اور آپؐ کی بیس اونٹنیاں پکڑ کر لے گیا، اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کو جو اونٹنیوں کی حفاظت پر مامور تھے قتل کر ڈالا، حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ فجر کی اذان کے وقت اپنے کھیت (غابہ) میں جا رہے تھے، مدینہ کے باہر ان کو اس حادثہ کی اطلاع ملی، انھوں نے ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو کر تین نعرے لگائے: ہائے صبح کے وقت آنے والی مصیبت! اس نعرہ کی آواز مدینہ کے ہر گھر میں پہنچ گئی، پھر حضرت سلمہؓ نے ڈاکوؤں کا پیچھا کیا، حضرت سلمہؓ بڑے تیر انداز تھے، تیر برساتے تھے اور یہ رجز پڑھتے تھے:

أَنَا ابْنُ الأَكْوَعْ ❁ الْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعْ

میں اکوع کا بیٹا ہوں آج کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے!

انھوں نے تمام اونٹنیاں چھڑا لیں، اور تیس یمنی چادریں بھی ان سے چھین لیں، حضرت سلمہؓ کی آواز سن کر مدینہ میں اعلان کیا گیا: الفزع الفزع! خطرہ خطرہ! چنانچہ فوراً صحابہ تیار ہوئے، نبی ﷺ پانچ سو یا سات سو آدمی لے کر روانہ ہوئے اور تیزی سے مسافت طے کر کے دشمن کو پکڑ لیا، دو آدمی مشرکین کے مارے گئے اور مسلمانوں میں سے حضرت محرز بن نضرہ رضی اللہ عنہ جن کا لقب اخرم تھا شہید ہوئے، حضرت سلمہؓ نے نبی ﷺ سے عرض کیا: میں ڈاکوؤں کو فلاں جگہ پیاسہ چھوڑ آیا ہوں اگر مجھے سو آدمی مل جائیں تو میں سب کو گرفتار کرلاؤں، آپؐ نے فرمایا: یا ابنَ الأکوع! مَلَكْتَ فَأَسْجِحْ: اے اکوع کے لڑکے! جب تم نے قابو پالیا تو نرمی کرو، پھر آپؐ نے فرمایا: اس وقت قبیلۂ غطفان میں ان کی مہمان داری کی جا رہی ہے، آپؐ نے یک شبانہ روز وہاں قیام فرمایا، وہاں نمازِ خوف پڑھی اور پانچ دن کے بعد واپسی ہوئی۔

[٣٨-] بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ الْقَرَدِ

وَهِيَ الَّتِيْ أَغَارُوْا عَلٰى لِقَاحِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَبْلَ خَيْبَرَ بِثَلاَثٍ.

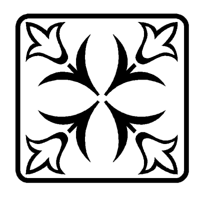
[٤١٩٤-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ عُبَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَلَمَةَ ابْنَ الأَكْوَعِ، يَقُوْلُ: خَرَجْتُ قَبْلَ أَنْ يُؤَذَّنَ بِالأُوْلٰى، وَكَانَتْ لِقَاحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم تَرْعَى بِذِيْ قَرَدٍ، قَالَ: فَلَقِيَنِيْ غُلاَمٌ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، فَقَالَ: أُخِذَتْ لِقَاحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قُلْتُ: مَنْ أَخَذَهَا؟ قَالَ: غَطَفَانُ، قَالَ: فَصَرَخْتُ ثَلاَثَ صَرَخَاتٍ: يَا صَبَاحَاهُ! قَالَ فَأَسْمَعْتُ مَا بَيْنَ لاَبَتَيِ الْمَدِيْنَةِ، ثُمَّ انْدَفَعْتُ عَلٰى وَجْهِيْ حَتَّى أَدْرَكْتُهُمْ، وَقَدْ أَخَذُوْا يَسْتَقُوْنَ مِنَ الْمَاءِ، فَجَعَلْتُ أَرْمِيْهِمْ بِنَبْلِيْ، وَكُنْتُ رَامِيًا وَأَقُوْلُ: أَنَا ابْنُ الأَكْوَعِ، الْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ، وَأَرْتَجِزُ حَتَّى اسْتَنْقَذْتُ اللِّقَاحَ مِنْهُمْ وَاسْتَلَبْتُ مِنْهُمْ ثَلاَثِيْنَ بُرْدَةً، قَالَ: وَجَاءَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَالنَّاسُ،

فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! قَدْ حَمَيْتُ الْقَوْمَ الْمَاءَ وَهُمْ عِطَاشٌ، فَابْعَثْ إِلَيْهِمُ السَّاعَةَ، فَقَالَ: ''يَا ابْنَ الْأَكْوَعِ مَلَكْتَ فَأَسْجِحْ'' قَالَ: ثُمَّ رَجَعْنَا وَيُرْدِفُنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰى نَاقَتِهِ حَتّٰى دَخَلْنَا الْمَدِيْنَةَ.[راجع: ۳۰٤۱]

ترجمہ: غزوہ ذات القرد (گیلری میں ذی قرد ہے) اور یہ وہ غزوہ ہے جس میں دشمن نے ڈاکہ ڈالا تھا، نبی ﷺ کی دودھ کی اونٹنیوں پر، خیبر سے تین دن پہلے۔

حدیث: حضرت سلمہؓ کہتے ہیں: میں فجر کی اذان سے پہلے نکلا اور نبی ﷺ کی دودھ کی اونٹنیاں ذی قرد میں چرتی تھیں، پس مجھ سے ملاقات کی عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے لڑکے نے، اس نے کہا: نبی ﷺ کی اونٹنیاں لے لی گئیں، میں نے پوچھا: کس نے لیں؟ اس نے کہا: غطفان نے پس میں نے تین پکاریں پکاریں: ہائے صبح کے وقت آنے والی مصیبت! پس میں نے آواز پہنچادی مدینہ کے دولابوں کے درمیان، پھر میں اپنے چہرے کے رخ پر چلا، یہاں تک کہ میں نے ان کو پالیا، اور وہ ذی قرد چشمہ کے پانی سے پی رہے تھے، میں نے ان کو اپنے تیروں سے مارنا شروع کیا، میں تیر انداز تھا اور میں کہہ رہا تھا: میں اکوع کا بیٹا ہوں، اور آج کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے، اور میں رجز پڑھ رہا تھا، یہاں تک کہ میں نے ان سے اونٹنیاں چھڑالیں اور چھین لیں میں نے ان سے تیس چادریں، حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اور نبی ﷺ اور لوگ آئے میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! میں نے لوگوں کو پانی سے روک دیا ہے اور وہ پیاسے ہیں، پس ان کی طرف ابھی آدمیوں کو بھیجیں، پس آپؐ نے فرمایا: اے اکوع کے لڑکے! جب تم نے قابو پالیا تو اب نرمی کرو، حضرت سلمہؓ کہتے ہیں: پھر ہم لوٹے اور نبی ﷺ نے مجھے اپنی اونٹنی پر پیچھے بٹھالیا، یہاں تک کہ ہم مدینہ میں داخل ہوئے۔

لغت: الرُّضَّع: الرَّاضِعْ کی جمع: خسیس وکمینہ، کہتے ہیں ایک کمینہ آدمی تھن سے منہ لگا کر دودھ پیتا تھا، برتن میں دوہتا نہیں تھا کہ کہیں کوئی غریب سن کر دودھ مانگنے نہ آجائے، اس لئے رَاضِعْ (دودھ پینے والے) کے ثانوی معنی کمینہ ہوگئے۔



غزوۂ خیبر

خیبر: بروزن جعفر: مدینہ کے شمال میں شام کی جانب آٹھ برید پر ایک بڑا شہر ہے، برید چار فرسخ کا ہوتا ہے، اور فرسخ تین میل کا، وہاں قلعے بھی تھے اور کھیتیاں بھی، اس کی آبادی یہودیوں پر مشتمل تھی، کچھ وہاں کے اصل باشندے تھے اور کچھ مدینہ سے جلاوطن ہوکر پہنچے تھے اور کہتے ہیں کہ خیبر اور یثرب دو بھائی تھے، دونوں عمالقہ میں سے تھے، ایک کے نام سے مدینہ، دوسرے کے نام سے خیبر بسا۔ واللہ اعلم

واقعات کا تسلسل:

۱- جنگِ بدر میں مسلمانوں کی فتح سے مدینہ کے یہودی جل بھن گئے تھے، چنانچہ ان کا سردار کعب بن اشرف قریش کے پاس پہنچا، اور مطّلب بن ابی وداعہ سہمی کا مہمان بنا، مشرکین کی غیرت بھڑکانے کے لئے، ان کی آتشِ انتقام تیز کرنے کے لئے اور انھیں نبی ﷺ کے خلاف آمادۂ جنگ کرنے کے لئے وہ اشعار کہہ کر ان سردارانِ قریش کا نوحہ و ماتم کرتا تھا، جن کو بدر میں گندے کنویں میں ڈالا گیا تھا، کعب بن اشرف کے اشعار جلتے پر تیل کا کام کرتے تھے، مشرکین مکہ پہلے سے اپنے سرداروں کے مارے جانے سے غصہ میں بھرے ہوئے تھے، اب ان کے جوش میں اضافہ ہوگیا اور اس کے نتیجہ میں کفار تین ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر چڑھ آئے، اور احد میں میدان کارزار گرم ہوا جس میں مسلمانوں کا بھاری نقصان ہوا۔

۲- پھر غزوۂ احد کے بعد پیہم فوجی مہمات سے جزیرۃ العرب میں سکون ہوگیا تھا، ہر طرف امن وامان کا دور دورہ تھا، یہود جو اپنی خباثتوں، سازشوں اور دسیسہ کاریوں میں مشہور تھے، انھوں نے خیبر منتقل ہونے کے بعد پہلے تو انتظار کیا کہ مسلمانوں میں اور مشرکین میں جو فوجی کشمکش چل رہی ہے اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ جب انھوں نے حالات مسلمانوں کے حق میں سازگار دیکھے اور دیکھا کہ دور دور تک مسلمانوں کی حکمرانی کا سکہ بیٹھ گیا ہے تو انھیں سخت جلن ہوئی، انھوں نے از سرِ نو سازش شروع کی، اور مسلمانوں پر آخری کاری ضرب لگانے کی تیاری میں مصروف ہوگئے تا کہ مسلمانوں کا چراغ گل ہوجائے، مگر خود ان میں مسلمانوں سے ٹکرانے کی ہمت نہیں تھی، چنانچہ انھوں نے ایک خوفناک پلان بنایا، بنونضیر کے بیس سردار مکہ میں قریش کے پاس گئے اور انھیں رسول اللہ ﷺ کے خلاف آمادۂ جنگ کرنے کے لئے اپنی مدد کا یقین دلایا، اس کے بعد یہود کا یہ وفد غطفان کے پاس گیا اور قریش ہی کی طرح انھیں بھی آمادۂ جنگ کیا وہ بھی تیار ہوگئے، پھر اس وفد نے باقی قبائل عرب میں گھوم گھوم کر لوگوں کو جنگ کی ترغیب دی، ان قبائل کے بھی بہت سے افراد تیار ہوگئے، اس طرح یہودی

مکاروں نے پوری کامیابی کے ساتھ کفر کے تمام بڑے گروہوں اور جتھوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر جنگ کے لئے تیار کیا، چنانچہ طے شدہ پروگرام کے مطابق احزاب (مختلف قبائل) مقررہ وقت اور مقررہ پروگرام کے مطابق مدینہ پر چڑھ آئے، اس طرح غزوۂ احزاب کا سبب بھی یہودی بنے۔

۳- جب غزوۂ احزاب میں مسلمان سخت مشکلات سے دوچار تھے، بنونضیر کا مجرم اکبر حیی بن اخطب بنوقریظہ کے پاس آیا اور ان کے سردار کعب بن اسد قرظی سے ملا، بنوقریظہ نے نبی ﷺ سے معاہدہ کر رکھا تھا کہ جنگ کے موقعہ پر وہ لوگ آپؐ کی مدد کریں گے، حیی نے کعب سے کہا: میں تمہارے پاس زمانہ کی عزت لے کر آیا ہوں، میں نے قریش کو اس کے سرداروں اور قائدین سمیت مجمع الاسیال میں اتار دیا ہے، اور بنوغطفان کو احد کے پاس خیمہ زن کر دیا ہے، ان لوگوں نے مجھ سے عہد و پیمان کیا ہے کہ وہ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں کا مکمل صفایا کئے بغیر یہاں سے نہیں ہٹیں گے، کعب نے کافی بحث کی، وہ نقض عہد کے لئے تیار نہیں تھا، مگر حیی اس کے پیچھے لگا رہا، یہاں تک کہ کعب نے رسول اللہ ﷺ سے کیا ہوا عہد توڑ دیا اور مشرکین کے ساتھ جنگ میں شریک ہو گیا۔

۴- پھر جب اللہ کی مدد آئی اور بادِ صرصر چلی تو کفار کے پیرا کھڑ گئے، وہ راتوں رات سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے، اور نبی ﷺ اور صحابہ کرام اپنے گھروں کو لوٹے، فوراً ہی حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور انھوں نے بنوقریظہ کی طرف اشارہ کیا، چنانچہ غزوۂ بنوقریظہ پیش آیا، اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے مطابق ان کے تمام مردوں کو قتل کیا گیا، حیی بھی ان میں قتل ہوا، کیونکہ اس نے کعب سے وعدہ کر رکھا تھا کہ اگر مسلمان بنوقریظہ پر حملہ کریں گے تو میں تمہارے قلعہ میں تمہارے ساتھ آجاؤں گا، چنانچہ وہ وعدہ وفا کرنے کے لئے آگیا اور ان کے ساتھ قتل ہوا۔

۵- پھر نبی ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپؐ صحابہ کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے اور باطمینان عمرہ ادا کیا، اس سے آتش شوق تیز تر ہوگئی اور نبی ﷺ پندرہ سو صحابہ کے ساتھ ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر چلے اور حدیبیہ میں پہنچ کر رک گئے، کفار اس کے روادار نہیں ہوئے کہ مسلمان عمرہ کریں، چنانچہ حدیبیہ کے میدان میں کافی گفت وشنید کے بعد مصالحت ہوگئی اور دس سال کے لئے ناجنگ معاہدہ ہو گیا، اس موقع پر سورۃ الفتح نازل ہوئی، اس کی آیت ۱۸ ہے: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾: اللہ تعالیٰ بالیقین ان مسلمانوں سے راضی ہوئے جو آپؐ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے، اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا، پس اللہ تعالیٰ نے ان پر سکینت نازل فرمائی اور ان کو لگے ہاتھوں ایک فتح دیدی، یہ فتح خیبر کی طرف اشارہ تھا، چنانچہ حدیبیہ سے لوٹنے کے بعد محرم سن ۷ ہجری میں نبی ﷺ نے خیبر پر چڑھائی کی اور اس کو فتح کر لیا۔

۶- خیبر سازشوں کا گڑھ اور جنگ کی آگ بھڑکانے کا شعلہ تھا، یہ اہل خیبر ہی تھے جو جنگ خندق میں مشرکین کے تمام

گروہوں کو مسلمانوں پر چڑھالائے تھے اور بنوقریظہ کو نقض عہد پر آمادہ کیا تھا، ان کا منافقین کے ساتھ اور بنوغطفان اور بدوؤں کے ساتھ پیہم رابطہ قائم رہتا تھا، وہ خود بھی جنگی تیاریوں میں مصروف رہتے تھے، انھوں نے اپنی کاروائیوں سے مسلمانوں کو آزمائش میں ڈال رکھا تھا، یہاں تک کہ انھوں نے نبی ﷺ کو قتل کرنے کا پروگرام بھی بنایا تھا، مگر اللہ نے اپنے رسول کی حفاظت کی اور وہ ناکام ونامراد ہوئے، ان حالات سے مجبور ہوکر مسلمانوں کو ہر طرف بار بار فوجی مہمیں بھیجنی پڑیں، اس سلسلہ کی آخری کڑی غزوۂ خیبر تھی، اس کے بعد یہود کی طرف سے اطمینان ہوگیا کہ وہ آئندہ سر نہیں ابھار سکیں گے۔

۷- منافقین اور کمزور ایمان والے حدیبیہ کے سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ نہیں نکلے تھے، وہ اپنے گھروں میں بیٹھ رہے تھے، اس لئے جب خیبر کے لئے روانگی ہوئی تو اعلان کیا گیا کہ اس غزوہ میں صرف وہی آدمی شریک ہوسکتا ہے جس نے حدیبیہ میں بیعت رضوان کی ہے، اس لئے اس غزوہ میں مجاہدین کی تعداد صرف پندرہ سو تھی، جب منافقین کو اس غزوہ میں شریک نہیں کیا گیا تو ان کے لیڈر عبداللہ بن ابی نے یہود خیبر کو پیغام بھیجا کہ اب محمد (ﷺ) نے تمہارا رخ کیا ہے، چوکنا ہوجاؤ، تیاری کرلو، اور ڈرنا نہیں، تمہاری تعداد اور تمہارا ساز وسامان زیادہ ہے، اور محمد (ﷺ) کے ساتھی تھوڑے اور تہی دست ہیں، اور ان کے پاس ہتھیار بھی برائے نام ہیں۔

۸- جب خیبر والوں کو صورتِ حال کا علم ہوا تو انھوں نے کنانہ بن ابی الحُقیق اور ہَوذہ بن قیس کو حصول مدد کے لئے بنوغطفان کے پاس روانہ کیا، وہ خیبر کے یہودیوں کے حلیف اور مسلمانوں کے خلاف ان کے مددگار تھے، یہود نے یہ پیشکش بھی کی کہ اگر انہیں مسلمانوں پر غلبہ حاصل ہوگیا تو خیبر کی نصف پیداوار بنوغطفان کو دی جائے گی۔

۹- نبی ﷺ صحابہ کے ساتھ خیبر کے لئے روانہ ہوئے، وادی صہباء سے گذر کر رجیع نامی وادی میں قیام فرمایا، جو بنوغطفان کی آبادی سے صرف ایک شبانہ روز دوری پر واقع تھی، بنوغطفان تیار ہوکر یہود کی امداد کے لئے چل پڑے تھے کہ اثناء راہ انہیں اپنے پیچھے کچھ شور سنائی دیا، انھوں نے سمجھا کہ مسلمانوں نے ان کے بال بچوں پر حملہ کردیا ہے اس لئے وہ واپس پلٹ گئے، اس طرح بنوغطفان کی مدد سے یہود محروم ہوگئے۔

۱۰- نبی ﷺ خیبر کے پاس رات میں پہنچے، صبح اندھیرے میں فجر کی نماز ادا فرمائی، پھر فوجی مشق شروع ہوئی، جب خیبر کے لوگ پھاوڑے، کدال اور بورے لے کر اپنی کھیتی باڑی کی طرف نکلے تو اچانک لشکر دیکھ کر حیران رہ گئے، اور چیختے ہوئے شہر کی طرف بھاگے کہ خدا کی قسم! محمد (ﷺ) بہت بڑا لشکر لے کر آگئے، ان کی حواس باختگی دیکھ کر نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! خیبر تباہ ہوا! اللہ اکبر! خیبر تباہ ہوا! جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ڈرائے ہوؤں کی صبح بری ہوتی ہے!

۱۱- خیبر کی آبادی دو منطقوں میں تقسیم تھی:

پہلے منطقہ میں پانچ قلعے، اور دوسرے منطقہ میں تین قلعے تھے، ان آٹھ قلعوں کے علاوہ خیبر میں مزید قلعے اور گڑھیاں بھی تھیں، مگر وہ چھوٹی تھیں، قوت وحفاظت میں ان قلعوں کے ہم پلہ نہیں تھیں، چنانچہ یکے بعد دیگرے ان قلعوں پر جنگ

ہوئی اور سارے قلعے فتح کر لئے گئے۔

[۳۹-] بَابُ غَزْوَةِ خَيْبَرَ

[٤١٩٥-] حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم عَامَ خَيْبَرَ، حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ وَهِيَ مِنْ أَدْنَى خَيْبَرَ صَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ دَعَا بِالْأَزْوَادِ فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيْقِ، فَأَمَرَ بِهِ فَثُرِّيَ فَأَكَلَ وَأَكَلْنَا ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [راجع: ٢٠٩]

۱- نبی ﷺ خیبر جاتے ہوئے صہباء مقام سے گذرے

حدیث: حضرت سوید بن النعمان رضی اللہ عنہ نے بشیر بن یسار کو بتایا کہ وہ خیبر والے سال نبی ﷺ کے ساتھ نکلے، یہاں تک کہ جب ہم صہباء مقام میں تھے اور وہ خیبر کے زیریں حصہ میں ہے تو آپؐ نے عصر کی نماز پڑھی، پھر توشہ منگوایا آپؐ کے پاس صرف ستو لایا گیا، آپؐ نے اس کو تیار کرنے کا حکم دیا، پس وہ بھگویا گیا یعنی پانی ڈال کر کھجور سے میٹھا کر کے ربڑی سی بنائی گئی، پس رسول اللہ ﷺ نے بھی کھایا اور ہم نے بھی کھایا، پھر آپ مغرب کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور کلی کی اور ہم نے بھی کلی کی، پھر آپؐ نے نماز پڑھی، اور وضو نہیں کیا، معلوم ہوا کہ مَامَسَّت النار سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (تحفۃ القاری ۱:۵۴۳)

[٤١٩٦-] حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم إِلَى خَيْبَرَ، فَسِرْنَا لَيْلًا، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ لِعَامِرٍ: يَا عَامِرُ أَلَا تُسْمِعُنَا مِنْ هُنَيْهَاتِكَ؟ وَكَانَ عَامِرٌ رَجُلًا شَاعِرًا، فَنَزَلَ يَحْدُوْ بِالْقَوْمِ يَقُوْلُ:

اللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا ۞ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاغْفِرْ فِدَاءً لَكَ! مَا أَبْقَيْنَا ۞ وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
وَأَلْقِيَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا ۞ إِنَّا إِذَا صِيْحَ بِنَا أَبَيْنَا
وَبِالصِّيَاحِ عَوَّلُوْا عَلَيْنَا

فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ هٰذَا السَّائِقُ؟" قَالُوْا: عَامِرُ بْنُ الْأَكْوَعِ، قَالَ: "يَرْحَمُهُ اللهُ" قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: وَجَبَتْ يَا نَبِيَّ اللهِ! لَوْ أَمْتَعْتَنَا بِهِ.

۲- خیبر کے سفر میں حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی حدی خوانی

حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نبی ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف نکلے، ہم رات میں چلے، لوگوں

میں سے ایک نے حضرت عامر بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے کہا: اے عامر! کیا نہیں سناتے آپؓ ہمیں اپنے نوادرات؟ اور عامرؓ شاعر تھے، پس وہ اترے اور قوم کو حدی سنانے لگے، انھوں نے کہا:

اللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا ۞ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

اے اللہ! اگر آپ کی توفیق نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے ÷ اور نہ ہم صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔

فَاغْفِرْ فِدَاءً لَكَ! مَا أَبْقَيْنَا ۞ وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا

پس بخشش فرمایئے ہم آپ پر قربان! جب تک آپ ہمیں باقی رکھیں ÷ اور پیروں کو جمایئے اگر ہم ٹکرائیں،

ملحوظہ: پہلے مصرع کا آخری جملہ مختلف طرح مروی ہے: (۱) مَا أَبْقَيْنَا: جب تک آپ ہمیں باقی رکھیں۔ (۲) مَا أُبْقِيْنَا: جب تک ہم باقی رکھے جائیں۔ (۳) مَا اتَّقَيْنَا: جب تک ہم پرہیزگار بنے رہیں۔

سوال: اللہ تعالیٰ سے کہا جارہا ہے فِدَاءً لَكَ! ہم آپ پر قربان! حالانکہ تفدیہ وہاں ہوتا ہے جہاں فنا طاری ہوسکتی ہے۔ **جواب**: یہاں تفدیہ برائے محبت وتعظیم ہے۔

وَأَلْقِيَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا ۞ إِنَّا إِذَا صِيْحَ بِنَا أَبَيْنَا

اور ہم پر سکینت نازل فرما ÷ بیشک ہم جب ہمیں پکارا جاتا ہے (کفر کی طرف) تو ہم انکار کرتے ہیں۔

ملحوظہ: اس شعر کا آخری لفظ أَتَيْنَا بھی مروی ہے، یعنی جب ہمیں جہاد کے لئے پکارا جاتا ہے تو ہم تیار ہوجاتے ہیں۔

وَبِا الصِّيَاحِ عَوَّلُوْا عَلَيْنَا

اور چلانے کے ذریعہ ہم پر اعتماد کیا جاتا ہے، یعنی ہمیں جہاد کے لئے اس لئے پکارا جاتا ہے کہ پکارنے والے کو اعتماد ہوتا ہے کہ ہم اس کی بات پر لبیک کہیں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: حُدی خواں کون ہے؟ لوگوں نے بتلایا: عامر بن الاکوع رضی اللہ عنہ ہیں، آپؐ نے فرمایا: اللہ ان پر رحم فرمائیں! اور ایک روایت میں ہے: اللہ ان کی بخشش فرمائیں (اور صحابہ کو آپؐ کی عادت معلوم تھی کہ جہاد کے موقع پر آپؐ کسی کے لئے استغفار کرتے تو وہ شہید ہوجاتا) پس قوم میں سے ایک شخص نے کہا: (شہادت یا جنت) ثابت ہوگئی اے اللہ کے نبی! کیوں نہیں فائدہ اٹھانے دیا آپؐ نے ہم کو ان سے!

فَأَتَيْنَا خَيْبَرَ فَحَاصَرْنَاهُمْ، حَتّٰى أَصَابَتْنَا مَخْمَصَةٌ شَدِيْدَةٌ، ثُمَّ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَتَحَهَا عَلَيْهِمْ، فَلَمَّا أَمْسَى النَّاسُ مَسَاءَ الْيَوْمِ الَّذِىْ فُتِحَتْ عَلَيْهِمْ أَوْقَدُوْا نِيْرَانًا كَثِيْرَةً، فَقَالَ النَّبِىُّ صلى الله عليه وسلم: "مَا هٰذِهِ النِّيْرَانُ؟ عَلٰى أَىِّ شَيْئٍ تُوْقِدُوْنَ؟" قَالُوْا: عَلٰى لَحْمٍ، قَالَ: "عَلٰى أَىِّ لَحْمٍ؟" قَالُوْا: لَحْمُ حُمُرٍ الإِنْسِيَّةِ، قَالَ النَّبِىُّ صلى الله عليه وسلم: "أَهْرِيْقُوْهَا وَاكْسِرُوْهَا" فَقَالَ رَجُلٌ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَوْ نُهَرِيْقُهَا وَنَغْسِلُهَا؟ قَالَ: "أَوْ ذَاكَ"

۳-گدھوں کا گوشت پھنکوادیا

ترجمہ: حضرت سلمہؓ کہتے ہیں: پس ہم خیبر پہنچے اور ہم نے ان کا محاصرہ کرلیا، یہاں تک کہ پہنچا ہمیں سخت فاقہ، پھر بیشک اللہ تعالیٰ نے کھول دیا اس (قلعہ ناعم) کو صحابہ پر، پس جب شام کی لوگوں نے اس دن کی شام جس دن وہ قلعہ ان پر کھولا گیا تو روشن کی لوگوں نے بہت آگ، نبی ﷺ نے پوچھا: یہ آگیں کیسی ہیں؟ تم کیا چیز پکار ہے ہو؟ لوگوں نے کہا: گوشت پکاتے ہیں، آپؐ نے پوچھا: کونسا گوشت پکاتے ہو؟ لوگوں نے کہا: پالتو گدھوں کا گوشت، آپؐ نے فرمایا: اس گوشت کو پھینک دو اور ہانڈیاں توڑ دو، ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! گوشت پھینک دیں اور ہانڈیاں دھوڈالیں؟ آپؐ نے فرمایا: ایسا کرلو (گدھوں کے گوشت کی حرمت خیبر کے موقع پر نازل ہوئی ہے، اس کی تفصیل آگے آرہی ہے)

فَلَمَّا تَصَافَّ الْقَوْمُ كَانَ سَيْفُ عَامِرٍ قَصِيْرًا، فَتَنَاوَلَ بِهِ سَاقَ يَهُوْدِيٍّ لِيَضْرِبَهُ فَيَرْجِعُ ذُبَابُ سَيْفِهِ، فَأَصَابَ عَيْنَ رُكْبَةِ عَامِرٍ، فَمَاتَ مِنْهُ، قَالَ: فَلَمَّا قَفَلُوْا قَالَ سَلَمَةُ: رَآنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ آخِذٌ يَدِيْ، قَالَ: " مَالَكَ؟" قُلْتُ لَهُ: فِدَاكَ أَبِيْ وَأُمِّيْ! زَعَمُوْا أَنَّ عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ. قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " كَذَبَ مَنْ قَالَهُ ، وَإِنَّ لَهُ لَأَجْرَيْنِ— وَجَمَعَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ— إِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ، قَلَّ عَرَبِيٌّ مُشَابِهًا مِثْلَهُ"

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ، قَالَ: " نَشَأَ بِهَا"[راجع: ۲٤۷۷]

۴-حضرت عامر بن الاکوع رضی اللہ عنہ اپنی تلوار سے شہید ہوئے

ترجمہ: پھر جب لوگوں نے آمنے سامنے صفیں بنائیں تو حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی تلوار چھوٹی تھی، انھوں نے اس کے ذریعہ ایک یہودی کی پنڈلی کا قصد کیا تاکہ وہ اس کو ماریں، پس ان کی تلوار کی دھار لوٹی اور عامرؓ کے گھٹنے میں لگی، وہ اس سے وفات پاگئے، حضرت سلمہؓ کہتے ہیں: جب لوگ لوٹے تو نبی ﷺ نے مجھے دیکھا درانحالیکہ آپؐ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، آپؐ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ (تم غمگین نظر آرہے ہو؟) میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! لوگ کہتے ہیں کہ عامرؓ کا عمل ضائع ہوگیا! (کیونکہ انھوں نے خودکشی کی) نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے یہ بات کہی غلط کہی: ان کے لئے دو ثواب ہیں — اور آپؐ نے اپنی دونوں انگلیوں کو اکٹھا کیا — مشقت برداشت کرنے والے، راہِ خدا میں جہاد کرنے والے، بہت کم کوئی عربی ان کے مشابہ ہوا ہے۔

قولہ: مُشَابِهًا: ان جیسا، یہ لفظ قتیبہ کی روایت میں نَشَأَ بِهَا ہے یعنی عرب میں ایسا آدمی کم پیدا ہوا ہے۔

تشریح: خیبر کے آٹھ قلعوں میں سے سب سے پہلے قلعہ ناعم پر حملہ کیا گیا تھا، یہ قلعہ اپنے محل وقوع کے لحاظ سے دفاعی

لائن کی حیثیت رکھتا تھا، یہی قلعہ مرحب نامی اس شاہ زور اور جاں باز یہودی کا تھا جسے ایک ہزار مردوں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ کئی دنوں سے یہاں جنگ جاری تھی، مگر قلعہ فتح نہیں ہورہا تھا، ایک دن شام کو جب فوج نامراد واپس آئی تو آپؐ نے فرمایا: کل میں ایسے شخص کو پرچم دوں گا جس کے ہاتھ سے قلعہ فتح ہوگا، چنانچہ اگلے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پرچم دیا، وہ قلعہ پر پہنچے، پہلے اسلام کی دعوت دی، مگر انھوں نے دعوت مسترد کردی، پھر مرحب میدان میں آیا اور اس نے دعوت مبارزت دی وہ تلوار لے کر ناز وتکبر کے ساتھ اُٹھلاتا ہوا اور یہ کہتا ہوا نمودار ہوا:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّيْ مَرْحَبُ ❁ شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ
إِذَا الْحُرُوْبُ أَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں ❁ ہتھیار پوش، بہادر اور تجربہ کار
جب جنگ وپیکار شعلہ زن ہو

اس کے مقابل حضرت عامر رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے نکلے:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّيْ عَامِرُ ❁ شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُغَامِرُ
خیبر جانتا ہے کہ میں عامر ہوں ❁ ہتھیار پوش، شاہ زور اور جنگجو

پھر دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیا، مرحب کی تلوار عامرؓ کی ڈھال میں پھنس گئی، عامر رضی اللہ عنہ نے نیچے سے اس کو مارنا چاہا مگر ان کی تلوار چھوٹی تھی، انھوں نے مرحب کی پنڈلی پر وار کیا، مگر تلوار کا سر اپلٹ کر ان کے گھٹنے پر آلگا اور اسی سے ان کی موت واقع ہوئی۔

جب حضرت عامر رضی اللہ عنہ زخمی ہوگئے تو مرحب کے مقابلہ کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے نکلے:

أَنَا الَّذِيْ سَمَّتْنِيْ أُمِّيْ حَيْدَرَةْ ❁ كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَةْ
أُوْفِيْهِمْ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَةْ

میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے ÷ جنگل کے شیر کی طرح خوفناک ہوں۔
میں انہیں صاع کے بدلے نیزے کا ناپ پوری طرح دیتا ہوں۔

اس کے بعد مرحب کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ وہ وہیں ڈھیر ہوگیا، پھر جب لوگوں نے کہا کہ عامرؓ کا عمل اکارت گیا تو نبی ﷺ نے اپنی دو انگلیاں ملا کر فرمایا: ان کے لئے دوہرا اجر ہے، اور وہ بڑے جاں باز مجاہد تھے، کم ہی ان جیسا کوئی عرب روئے زمین پر چلا ہے!

[۴۱۹۷-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَتَى خَيْبَرَ لَيْلًا، وَكَانَ إِذَا أَتَى قَوْمًا بِلَيْلٍ لَمْ يَقْرُبْهُمْ حَتَّى يُصْبِحَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ

خَرَجَتِ الْيَهُوْدُ بِمَسَاحِيْهِمْ وَمَكَاتِلِهِمْ، فَلَمَّا رَأَوْهُ قَالُوْا: مُحَمَّدٌ، وَاللّٰهِ! مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "خَرِبَتْ خَيْبَرُ! إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ" [راجع: ۳۷۱]

۵- نبی ﷺ رات میں دشمن پر حملہ نہیں کرتے تھے

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ خیبر میں رات میں پہنچے اور جب آپؐ کسی قوم پر رات میں پہنچتے تھے تو ان سے نزدیک نہیں ہوتے تھے، یعنی حملہ نہیں کرتے تھے، جب تک صبح نہ ہوجائے، پھر جب صبح ہوئی تو یہودا اپنے پھاوڑوں اور بوروں کے ساتھ نکلے، پس جب انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا تو کہا: محمد (ﷺ) آگئے! بخدا! محمد بہت بڑا لشکر لے کر آگئے! پس نبی ﷺ نے فرمایا: خیبر اجڑا! ہم جب کسی قوم کے آنگن میں اترتے ہیں تو ڈرائے ہوؤں کی صبح بری ہوتی ہے!

لغات: مِسْحَاةٌ: بیلچہ، پھاوڑا وغیرہ، چھیلنے اور کھرچنے کا آلہ ....مِكْتَل: زنبیل، بڑا تھیلا...........محمدٌ: أی هذا محمدٌ، أو جاءَ محمدٌ...........والخَمِيْسَ: واؤ بمعنی مع، خميس: بڑا لشکر جس کے پانچ حصے ہوتے ہیں: مقدمہ، میمنہ، میسرہ، ساقہ اور قلب...........خَرِبَتْ خَيْبَرُ: یا تو بددعا ہے یا نیک فال۔

[۴۱۹۸-] أَخْبَرَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: صَبَّحْنَا خَيْبَرَ بُكْرَةً، فَخَرَجَ أَهْلُهَا بِالْمَسَاحِي، فَلَمَّا بَصُرُوْا بِالنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالُوْا: مُحَمَّدٌ، وَاللّٰهِ! مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "اللّٰهُ أَكْبَرُ! خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ" فَأَصَبْنَا مِنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ، فَنَادَى مُنَادِيْ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ فَإِنَّهَا رِجْسٌ"

۶- گدھوں کا گوشت گندگی کی وجہ سے حرام ہے

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم صبح تڑکے خیبر میں پہنچے، پس لوگ پھاوڑوں کے ساتھ نکلے، جب انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا تو کہا: یہ محمد (ﷺ) ہیں، بخدا! محمد بڑے لشکر کے ساتھ آگئے، تب نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ سب سے بڑے ہیں! خیبر اجڑا! جب ہم کسی قوم کے آنگن میں اترتے ہیں تو ڈرائے ہوؤں کا حال برا ہوتا ہے، اور پایا ہم نے گدھوں کا گوشت، پس نبی ﷺ کے منادی نے اعلان کیا: اللہ اور اس کے رسول تمہیں گدھوں کے گوشت سے منع کرتے ہیں، اس لئے کہ وہ گندی چیز ہے!

سوال: صحابہ خیبر میں صبح تڑکے پہنچے تھے، یعنی صبح صادق کے بعد پہنچے تھے اور پہلے آیا ہے کہ رات میں پہنچے تھے؟

جواب: خیبر سے دوررات گذاری تھی، وہاں فجر کی نماز پڑھی، پھر گھوڑوں پر سوار ہوکر خیبر کی گلیوں میں فوجی مشق شروع کی، اسی کو یہاں کہا: ہم صبح تڑکے پہنچے۔

فائدہ: یَنْهیَان: تثنیہ ہے، اللہ اور رسول اللہ ﷺ کو ایک ضمیر میں جمع کیا ہے جب کہ دوسری حدیث میں ہے کہ ایک مقرر نے کہا: وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَقَدْ غَوَى: یعنی تثنیہ کی ضمیر میں اللہ ورسول کو جمع کیا تو آپؐ نے فرمایا: بِئْسَ خَطِيْبُ الْقَوْمِ أَنْتَ: تو برا مقرر ہے! پس دونوں باتوں کو اس طرح جمع کریں گے کہ ایک ضمیر میں دونوں کو جمع کرنا جائز ہے، نبی ﷺ سے ایسا کرنا ثابت ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ فرق مراتب کیا جائے اور دونوں کے لئے الگ الگ ضمیریں لائی جائیں۔

[٤١٩٩-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم جَاءَ هُ جَاءٍ فَقَالَ: أُكِلَتِ الْحُمُرُ! فَسَكَتَ، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَقَالَ: أُكِلَتِ الْحُمُرُ، فَسَكَتَ، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ: أُفْنِيَتِ الْحُمُرُ، فَأَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى فِي النَّاسِ: إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ، فَأُكْفِئَتِ الْقُدُوْرُ وَإِنَّهَا لَتَفُوْرُ بِاللَّحْمِ. [راجع: ٣٧١]

۷- کیا گدھوں کی حرمت کی وجہ سواریوں کا ٹوٹا تھا؟

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک آنے والا آیا، اس نے کہا: گدھے کھالئے گئے، آپؐ (وحی کے انتظار میں) خاموش رہے، پھر وہی آپؐ کے پاس دوسری مرتبہ آیا اور کہا: گدھے کھالئے گئے، آپؐ خاموش رہے، پھر وہ آپؐ کے پاس تیسری مرتبہ آیا اور اس نے کہا: گدھے ختم کردیئے گئے، پس آپؐ نے ایک اعلان کرنے والے کو حکم دیا جس نے لوگوں میں اعلان کیا کہ اللہ اور اس کے رسول منع کرتے ہیں پالتو گدھوں کے گوشت سے، پس ہانڈیاں اوندھی کردی گئیں، درانحالیکہ وہ گوشت سے کھدبدا رہی تھیں۔

تشریح: سوال کو اگر جواب میں لوٹایا جائے تو حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ گدھوں کی حرمت اس لئے تھی کہ سواریوں کا ٹوٹا نہ پڑے، لیکن گذشتہ حدیث میں اعلان ہی میں ہے: فَإِنَّهَا رِجْسٌ: یعنی گدھوں کی حرمت کی علت گندگی ہے سواریوں کی کمی نہیں، اور چاروں ائمہ گدھوں کی حرمت پر متفق ہیں، البتہ مالکیہ کے یہاں اس مسئلہ میں مختلف روایتیں ہیں۔

[٤٢٠٠-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الصُّبْحَ قَرِيْبًا مِنْ خَيْبَرَ بِغَلَسٍ، ثُمَّ قَالَ: "اللّٰهُ أَكْبَرُ! خَرِبَتْ خَيْبَرُ! إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ" فَخَرَجُوْا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ، فَقَتَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ، وَكَانَ فِي السَّبْيِ صَفِيَّةُ فَصَارَتْ إِلَى دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ ثُمَّ صَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ

صلى الله عليه وسلم فَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ لِثَابِتٍ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، أَنْتَ قُلْتَ لِأَنَسٍ: مَا أَصْدَقَهَا؟ فَحَرَّكَ ثَابِتٌ رَأْسَهُ تَصْدِيْقًا لَهُ.[راجع: ۳۷۱]

[۴۲۰۱-] حدثنا آدمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: سَبَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم صَفِيَّةَ فَأَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا، فَقَالَ ثَابِتٌ لِأَنَسٍ: مَاأَصْدَقَهَا؟ قَالَ: أَصْدَقَهَا نَفْسَهَا فَأَعْتَقَهَا.[راجع: ۳۷۱]

۸-حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ کا نکاح

حدیث (۱): حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے صبح کی نماز اندھیرے میں خیبر کے قریب پڑھی، پھر فرمایا: اللہ سب سے بڑے ہیں! خیبر اجڑا! ہم جب کسی قوم کے آنگن میں اترتے ہیں تو ڈرائے ہوؤں کا براحال ہوجاتا ہے! پس وہ لوگ نکلے دوڑ رہے تھے گلیوں میں (گھبرائے ہوئے) پس نبی ﷺ نے لڑنے والوں کو قتل کیا، اور بیوی بچوں کو قید کیا، اور قیدیوں میں حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا تھیں، پس گئیں وہ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی طرف، پھر آئیں وہ نبی ﷺ کی طرف، پس آپؐ نے ان کی آزادی کو ان کا مہر مقرر کیا، عبدالعزیز بن صہیب (حدیث کے راوی) نے ثابت بُنانی سے پوچھا اے ابو محمد! کیا آپؒ نے حضرت انسؓ سے پوچھا تھا: مَا أَصْدَقَهَا؟ نبی ﷺ نے ان کو کیا مہر دیا؟ ثابتؒ نے تائید کے طور پر اپنا سر ہلایا۔

یہ ثابت بنانی کی حدیث ہے، پھر عبدالعزیز کی سند لائے ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو قید کیا، پھر ان کو آزاد کیا پھر ان سے نکاح کیا، ثابت بنانی نے حضرت انسؓ سے پوچھا: ان کو مہر کیا دیا؟ حضرت انسؓ نے کہا: ان کو مہر میں ان کی ذات دی، چنانچہ آپؐ نے ان کو آزاد کیا۔

تشریح: حضرت صفیہؓ کا شوہر کنانہ بن ابی الحقیق اپنی بدعہدی کی وجہ سے قتل کیا گیا، پس حضرت صفیہؓ قیدیوں میں ہوگئیں، حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ آئے، انھوں نے ایک باندی مانگی، آپؐ نے فرمایا: جاؤ، ایک باندی لے لو، انھوں نے حضرت صفیہ کو لے لیا، قیدیوں کے ذمہ دار نے نبی ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! آپؐ نے بنوقریظہ اور بنونضیر کی سردار صفیہ کو دحیہ کے حوالہ کردیا، حالانکہ وہ صرف آپؐ کے لئے مناسب ہیں، چنانچہ آپؐ نے حضرت دحیہؓ سے حضرت صفیہؓ کو واپس لے لیا اور ان کو دوسری باندی دی، پھر آپؐ نے حضرت صفیہ پر اسلام پیش کیا وہ مسلمان ہوگئیں آپؐ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کرلیا اور ان کی آزادی ہی کو ان کا مہر مقرر کیا۔

اعتاق: (آزاد کرنا) مہر بن سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک اعتاق مہر بن سکتا ہے، دیگر ائمہ کے نزدیک نہیں بن سکتا، سورۃ النساء آیت ۲۴ میں ہے: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوْا بِأَمْوَالِكُمْ﴾: اور محرمات کے علاوہ دوسری عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئیں کہ تم ان کو اپنے مالوں کے ذریعہ چاہو، اس آیت

سے معلوم ہوا کہ مہر مال ہونا ضروری ہے، اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ انھوں نے اپنی ذات آپؐ کو ہبہ کی تھی، اور یہ آپؐ کی خصوصیت تھی، سورۃ الاحزاب (آیت ۵۰) میں ہے: ﴿وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ﴾: اگر کوئی مؤمن عورت اپنی ذات نبی ﷺ کو ہبہ کردے اور آپؐ اس کو قبول فرمالیں تو وہ عورت آپؐ کے لئے حلال ہے یعنی اس سے آپؐ کا نکاح ہوجاتا ہے اور آپؐ پر کوئی مہر واجب نہیں ہوتا۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے سات بردوں میں خریدا تھا، اور یہی ثمن ان کا مہر تھا، اور یہ بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: وَقَعَ فِيْ سَهْمِ دِحْيَةَ جَارِيَةٌ جَمِيْلَةٌ، فَاشْتَرَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِسَبْعَةِ أَرْؤُسٍ، ثُمَّ دَفَعَهَا إِلٰى أُمِّ سُلَيْمٍ تُصَنِّعُهَا وَتُهَيِّئُهَا، قَالَ حَمَّادٌ: وَأَحْسَبُهُ قَالَ: وَتَعْتَدُّ فِي بَيْتِهَا: صَفِيَّةُ ابْنَةُ حُيَيٍّ (ابوداؤد حدیث ۲۹۹۷ کتاب الخراج، باب ماجاء فی سهم الصَّفِيِّ ۱۰:۲۰۰ طبع دکتور تقی الدین الندوی) تفصیل تحفۃ الالمعی (۳:۵۴۱) میں ہے۔

[۴۲۰۲-] حدثنا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم الْتَقٰى هُوَ وَالْمُشْرِكُوْنَ فَاقْتَتَلُوْا، فَلَمَّا مَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِلٰى عَسْكَرِهِ وَمَالَ الآخَرُوْنَ إِلٰى عَسْكَرِهِمْ، وَفِيْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَجُلٌ لاَ يَدَعُ لَهُمْ شَاذَّةً وَلاَ فَاذَّةً إِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهِ، فَقَالَ: مَا أَجْزَأَ مِنَّا الْيَوْمَ أَحَدٌ كَمَا أَجْزَأَ فُلاَنٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: "أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ" فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أَنَا صَاحِبُهُ، قَالَ: فَخَرَجَ مَعَهُ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهُ، وَإِذَا أَسْرَعَ أَسْرَعَ مَعَهُ، قَالَ: فَجُرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا شَدِيْدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ سَيْفَهُ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ، ثُمَّ تَحَامَلَ عَلٰى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، قَالَ: "وَمَا ذَاكَ؟" قَالَ: الرَّجُلُ الَّذِيْ ذَكَرْتَ آنِفًا أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَأَعْظَمَ النَّاسُ ذٰلِكَ، فَقُلْتُ: أَنَا لَكُمْ بِهِ، فَخَرَجْتُ فِيْ طَلَبِهِ، ثُمَّ جُرِحَ جُرْحًا شَدِيْدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ فِي الْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ، ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عِنْدَ ذٰلِكَ: "إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ" [راجع: ۲۸۹۸]

۹- اعتبار ظاہر عمل کا نہیں، حقیقتِ حال کا ہے

ترجمہ: حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ کا اور مشرکین کا مقابلہ ہوا، پس دونوں آپس میں لڑے، پھر شام

نبی ﷺ اپنے کیمپ کی طرف اور دوسرے اپنے کیمپ کی طرف لوٹے، اور صحابہ میں (قزمان نامی) ایک شخص تھا (اس شخص کا شمار منافقین میں تھا، احد کی جنگ میں وہ شریک نہیں ہوا تھا، پس عورتوں نے اس کو طعنہ دیا، اس لئے وہ جنگ میں نکلا اور جم کر لڑا تا کہ داغ دھل جائے) وہ نہیں چھوڑتا تھا مشرکین میں سے کسی اکا دکا کو (شَاذَّة اور فَاذَّة کے ایک معنی ہیں: اکا دکا) مگر اس کے پیچھے لگ جاتا تھا اور اس کو تہہ تیغ کر دیتا تھا، پس کہنے والے نے کہا: نہیں شاندار کارنامہ انجام دیا ہماری طرف سے آج کسی نے جیسا فلاں نے شاندار کارنامہ انجام دیا! پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''سنو! بیشک وہ دوزخ والوں میں سے ہے'' پس قوم میں سے ایک شخص نے کہا: (ان کا نام اکثم بن ابی الجون تھا) میں اس کے ساتھ لگوں گا (اور دیکھوں گا کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ پیش آتا ہے) پس وہ اس کے ساتھ نکلے، جہاں وہ ٹھہرتا یہ بھی ٹھہرتے اور جہاں وہ تیز چلتا یہ بھی تیز چلتے، انھوں نے کہا: وہ آدمی سخت زخمی ہو گیا اور اس نے جلدی مرنا چاہا، پس اس نے اپنی تلوار کی مٹھ زمین پر رکھی اور اس کی کنّی (وہ حصہ جس سے مارا جاتا ہے) اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان رکھی، پس وہ اپنی تلوار پر جھک گیا اور اپنے آپ کو مار ڈالا، وہ آدمی (یعنی اکثمؓ) نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں، آپؐ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا: وہ آدمی جس کا آپؐ نے ابھی تذکرہ کیا تھا کہ وہ دوزخ والوں میں سے ہے: لوگوں نے اس بات کو بھاری سمجھا، پس میں نے کہا: میں تمہارے لئے اس کے ساتھ لگتا ہوں میں اس کی طلب میں نکلا وہ سخت زخمی ہو گیا اور اس نے جلدی مرنا چاہا تو اس نے اپنی تلوار کی مٹھ زمین پر رکھی اور اس کی کنّی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان رکھی، پس اس پر جھک گیا، اور اپنے آپ کو مار ڈالا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: بیشک ایک آدمی کرتا ہے جنت والوں کے کام اس چیز میں جو ظاہر ہوتی ہے، لوگوں کے لئے یعنی بہ ظاہر جنتیوں والا کام کرتا ہے درانحالیکہ وہ دوزخ والوں میں سے ہوتا ہے اور بیشک ایک آدمی بہ ظاہر دوزخ والوں کا کام کرتا ہے حالانکہ وہ جنت والوں میں سے ہوتا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعتبار دل کی حالت کا ہے، ظاہری عمل کا نہیں، وہ شخص منافق تھا، مؤمن نہیں تھا، اس لئے جہنم میں گیا اور یہ واقعہ خیبر کا ہے یا کسی اور جنگ کا؟ اس میں اختلاف ہے، چونکہ ایک قول خیبر کا بھی ہے اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ یہ حدیث اس باب میں لائے ہیں، لیکن راجح قول یہ ہے کہ یہ واقعہ کسی اور جنگ کا ہے، جس میں مشرکین سے مقابلہ ہوا تھا۔

[۴۲۰۳-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: شَهِدْنَا خَيْبَرَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لِرَجُلٍ مِمَّنْ مَعَهُ يَدَّعِيْ الإِسْلَامَ: '' هٰذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ'' فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ أَشَدَّ الْقِتَالِ حَتَّى كَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحَةُ، فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ يَرْتَابُ، فَوَجَدَ الرَّجُلُ أَلَمَ الْجِرَاحَةِ فَأَهْوَى بِيَدِهِ إِلَى كِنَانَتِهِ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهَا أَسْهُمًا فَنَحَرَ بِهَا نَفْسَهُ، فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِيْثَكَ، انْتَحَرَ فُلَانٌ

فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَقَالَ: " قُمْ يَا فُلَانُ فَأَذِّنْ أَنَّــهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مُؤْمِنٌ، إِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ" تَابَعَهُ مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ. [راجع: ٣٠٦٢]

[٤٢٠٤-] وَقَالَ شَبِيْبٌ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِيْ ابْنُ الْمُسَيَّبِ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: شَهِدْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم خَيْبَرَ.

وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، تَابَعَهُ صَالِحٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ.

وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ، أَخْبَرَنِيْ الزُّهْرِيُّ: أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ كَعْبٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ مَنْ شَهِدَ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم خَيْبَرَ، قَالَ: الزُّهْرِيُّ، وَأَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، وَسَعِيْدٌ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.

۱۰- اللہ تعالیٰ بدکار آدمی کے ذریعہ دین کو قوی کرتے ہیں

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم خیبر میں حاضر تھے، پس نبی ﷺ نے ایک ایسے شخص کے بارے میں جو آپؐ کے ساتھ تھا اور مسلمان ہونے کا دعوے دار تھا، فرمایا: یہ دوزخی ہے، پھر جب جنگ شروع ہوئی تو وہ شخص بڑی بہادری سے لڑا یہاں تک کہ اس کو بہت زخم آئے، پس بعض لوگ قریب تھے کہ شک میں مبتلا ہوجائیں، پھر اس آدمی نے زخموں کی تکلیف پائی، پس اس نے اپنے ترکش کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا، اور اس میں سے تیر نکالے اور ان سے اپنے آپ کو ذبح کرلیا، پس مسلمانوں میں سے چند آدمی دوڑے انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی بات کو سچا کیا، فلاں نے اپنا گلا کاٹ لیا اور اپنے آپ کو مار ڈالا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: اے فلاں! اٹھ اور اعلان کر: جنت میں مسلمان ہی جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس دین کو بدکار آدمی کے ذریعہ تقویت پہنچاتے ہیں۔

تشریح: یہ واقعہ اور گذشتہ حدیث میں جو قزمان کا واقعہ آیا ہے ایک ہیں یا الگ الگ؟ ایک رائے یہ ہے کہ دونوں واقعے ایک ہیں۔ رہا یہ سوال کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ غزوۂ خیبر کے بعد مسلمان ہوئے ہیں، پھر شَهِدْنَا خَيْبَرَ کیسے کہہ رہے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مجاز ہے، مراد جمع متکلم کی ضمیر سے مسلمان ہیں، اور دوسری رائے یہ ہے کہ یہ علاحدہ واقعہ ہے، اور غزوۂ حنین کا ہے، یہ حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۳۶۹، حدیث ۳۰۶۲) شعیب اور معمر کی سند سے آئی ہے، وہاں خیبر لفظ نہیں ہے، پھر یہاں لفظ خیبر کیسے بڑھ گیا؟ یہ تعجب کی بات ہے، مگر چونکہ یہاں خیبر کا لفظ ہے اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ یہ حدیث اس باب میں لائے ہیں، اور بعد میں فرماتے ہیں کہ شعبہ رحمہ اللہ کے متابع معمرؒ ہیں، مگر پہلے دونوں کی سند سے یہ حدیث آئی ہے، وہاں لفظ خیبر نہیں ہے۔

اور یہ حدیث امام زہری رحمہ اللہ سے یونس اَیلیؒ روایت کرتے ہیں، پھر یونسؒ سے متعدد حضرات روایت کرتے ہیں، شعیبؒ کی روایت میں امام زہریؒ کے اساتذہ میں عبدالرحمٰن بن عبداللہ کا نام بڑھا ہوا ہے اور ان کی روایت میں خیبر کی صراحت ہے، لیکن بخاری شریف کے دوسرے نسخوں میں حُنینًا ہے، یونس کے دوسرے شاگرد ابن المبارک ہیں وہ حدیث کو مرسل کرتے ہیں، سعید بن المسیب کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کرتے اور ابن المبارکؒ کے متابع صالح ہیں، وہ بھی حدیث مرسل کرتے ہیں اور زہری کے تیسرے شاگرد محمد بن الولید الزبیدی امام زہری کے اساتذہ میں عبدالرحمٰن بن کعب کا نام لیتے ہیں (یہ وہی عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب ہیں) عبدالرحمٰن نے زہری کو بتلایا کہ عبداللہ بن کعب کہتے ہیں: مجھے اس شخص نے خبر دی جو نبی ﷺ کے ساتھ خیبر میں حاضر تھا انھوں نے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام نہیں لیا، اور زبیدی ایک دوسری سند سے یہ حدیث مرسل روایت کرتے ہیں، ان تمام متابعات سے حضرت نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ یہ واقعہ خیبر کا ہے، مگر دوسری رائے یہ ہے کہ یہ واقعہ حنین کا ہے۔ واللہ اعلم

[٤٢٠٥-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: لَمَّا غَزَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم خَيْبَرَ أَوْ قَالَ: لَمَّا تَوَجَّهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَشْرَفَ النَّاسُ عَلٰى وَادٍ، فَرَفَعُوْا أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّكْبِيْرِ: اللّٰهُ أَكْبَرُ! اللّٰهُ أَكْبَرُ! لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "ارْبَعُوْا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ، إِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا، إِنَّكُمْ تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا قَرِيْبًا وَهُوَ مَعَكُمْ" وَأَنَا خَلْفَ دَابَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَسَمِعَنِيْ وَأَنَا أَقُوْلُ: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، فَقَالَ "يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ" قُلْتُ: لَبَّيْكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: "أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى كَلِمَةٍ مِنْ كَنْزٍ مِنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ؟" قُلْتُ: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فِدَاكَ أَبِيْ وَأُمِّيْ! قَالَ: "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ" [راجع: ٢٩٩٢]

۱۱- ذکر میں جہر مفرط مکروہ ہے اور حوقلہ جنت کا خزانہ ہے

حدیث: ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر کا غزوہ فرمایا (یہاں باب ہے) یا فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ خیبر کی طرف متوجہ ہوئے اور لوگوں کو وادی نظر آنے لگی تو انھوں نے زور زور سے تکبیر کہنا شروع کیا: اللہ اکبر! اللہ اکبر! لا الٰہ الا اللہ! پس نبی ﷺ نے فرمایا: اپنے اوپر نرمی کرو اس لئے کہ تم کسی بہرے اور کسی غیر حاضر کو نہیں پکار رہے، تم سننے والے، نزدیک کو پکار رہے ہو، اور وہ تمہارے ساتھ ہیں (حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:) اور میں نبی ﷺ کی سواری کے پیچھے تھا، آپؐ نے مجھے سنا، درانحالیکہ میں کہہ رہا تھا: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ: کوئی طاقت اور مقدرت نہیں، مگر اللہ کی مدد سے، پس آپؐ نے پکارا: اے عبداللہ بن قیس! میں نے کہا: حاضر ہوں، اے

اللہ کے رسول، آپؐ نے فرمایا: کیا میں آپ کو ایسا کلمہ نہ بتاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! آپؐ نے فرمایا: (وہ کلمہ) لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ إِلَّا بِاللّٰہِ ہے۔

تشریح: سرًا ذکر کبھی سستی پیدا کرتا ہے اور جہرًا ذکر نشاط کا سبب ہوتا ہے، مگر جہر مفرط تھکا دیتا ہے جیسے کچھ سالکین ایسی ضربیں لگاتے ہیں کہ مسجد سر پر اٹھا لیتے ہیں، یہ ٹھیک نہیں، اسی طرح بے ضرورت نماز میں بلند قراءت کرنا بھی پسندیدہ نہیں، فقہاء کرام نے بھی ایسے جہری ذکر کو مکروہ لکھا ہے اور اس کی دلیل یہی حدیث ہے اور حوقلہ جنت کا خزانہ اس لئے ہے کہ وہ تسلیم ورضا کا پیکر ہے، آدمی اپنی مقدرت سے نکل جاتا ہے، اور اللہ پر اعتماد کرتا ہے اس لئے یہ بڑا عجیب پُر تاثیر ذکر ہے۔

[٤٢٠٦-] حدثنا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِيْ عُبَيْدٍ، قَالَ: رَأَيْتُ أَثَرَ ضَرْبَةٍ فِيْ سَاقِ سَلَمَةَ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا مُسْلِمٍ! مَا هٰذِهِ الضَّرْبَةُ؟ قَالَ: هٰذِهِ ضَرْبَةٌ أَصَابَتْهَا يَوْمَ خَيْبَرَ، فَقَالَ النَّاسُ: أُصِيْبَ سَلَمَةُ! فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَنَفَثَ فِيْهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ.

۱۲- خیبر میں حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کی پنڈلی میں چوٹ آئی، نبی ﷺ نے دم کیا، وہ ٹھیک ہوگئی

حدیث: یزید جو حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ ہیں، کہتے ہیں: میں نے حضرت سلمہؓ کی پنڈلی میں چوٹ کا اثر دیکھا، میں نے پوچھا: اے ابومسلم (حضرت سلمہؓ کی کنیت) یہ چوٹ کیسی ہے؟ انھوں نے کہا: یہ ایک چوٹ ہے جو پیر کو پہنچی ہے جنگِ خیبر میں، لوگوں نے کہا: سلمہؓ زخمی ہوگئے! پس میں نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچا، آپؐ نے چوٹ کی جگہ تین مرتبہ دم کیا، پس آج تک اس چوٹ میں کوئی شکایت نہیں ہوئی۔

لغت: نَفَثَ: جھاڑ پھونک، تعویذ گنڈا کرنے والوں کا پھونکنا، جس کے ساتھ ہلکے ہلکے تھوک کے ذرے بھی جائیں۔

[٤٢٠٧-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ سَهْلٍ، قَالَ: التقى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَالْمُشْرِكُوْنَ فِيْ بَعْضِ مَغَازِيْهِ فَاقْتَتَلُوْا فَمَالَ كُلُّ قَوْمٍ إِلٰى عَسْكَرِهِمْ وَفِي الْمُسْلِمِيْنَ رَجُلٌ لَا يَدَعُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شَاذَّةً وَلَا فَاذَّةً إِلَّا اتَّبَعَهَا فَضَرَبَهَا بِسَيْفِهِ، فَقِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا أَجْزَأَ أَحَدُهُمْ مَا أَجْزَأَ فُلَانٌ، فَقَالَ:" إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ" فَقَالُوْا: أَيُّنَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِنْ كَانَ هٰذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ؟ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: لَأَتَّبِعَنَّهُ فَإِذَا أَسْرَعَ وَأَبْطَأَ كُنْتُ مَعَهُ حَتَّى جُرِحَ فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نِصَابَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَجَاءَ الرَّجُلُ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَقَالَ:" وَمَا ذَاكَ؟" فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ:" إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ. وَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ"[راجع: ٢٨٩٨]

۱۳۱- خیبر میں ایک شخص نے بڑا کارنامہ انجام دیا پھر بھی جہنم میں گیا

حدیث: حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ اور مشرکین کسی جہاد میں ایک دوسرے کے مقابل ہوئے اور لڑے، پھر ہر قوم اپنے کیمپ کی طرف مائل ہوئی، اور مسلمانوں میں ایک شخص تھا جو نہیں چھوڑتا تھا مشرکین میں سے کسی اکادکا کو، مگر وہ اس کا پیچھا کرتا تھا اور وہ اس کو اپنی تلوار سے قتل کرتا تھا، پس کہا گیا: اے اللہ کے رسول! آج فلاں کی طرح کسی نے ہمیں فائدہ نہیں پہنچایا، آپؐ نے فرمایا: وہ دوزخ والوں میں سے ہے، پس لوگوں نے کہا: ہم میں سے کون جنت میں جائے گا اگر یہ شخص دوزخ والوں میں سے ہے؟ پس قوم میں سے ایک شخص (اکثم بن ابی الجونؓ) نے کہا: میں اس کے پیچھے لگتا ہوں، جب وہ تیز چلے گا یا آہستہ چلے گا میں اس کے ساتھ ہوؤں گا، یہاں تک کہ وہ زخمی کیا گیا، پس اس نے موت کو جلدی چاہا، چنانچہ اس نے اپنی تلوار کی مٹھ زمین پر رکھی اور اس کی انّی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان رکھی، پھر وہ اس پر جھک گیا، اور اپنے آپ کو قتل کردیا، پس ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں، آپؐ نے پوچھا: کیوں گواہی دے رہے ہو؟ اس نے آپؐ کو واقعہ بتلایا، آپؐ نے فرمایا: ایک آدمی بہ ظاہر جنت والوں کے کام کرتا ہے اور وہ دوزخ والوں میں سے ہوتا ہے اور ایک شخص بہ ظاہر دوزخ والوں کے کام کرتا ہے اور وہ جنت والوں میں سے ہوتا ہے (اعمال کا مدار دل کی کیفیت پر ہے، ظاہر اعمال پر نہیں، وہ شخص منافق تھا، بزدلی کا دھبہ دھونے کے لئے کسی جنگ میں جم کر لڑا تھا اس لئے وہ اپنے نفاق کی وجہ سے جہنم میں گیا اس کے ظاہر عمل کا اعتبار نہیں کیا گیا، اور پہلے بتلایا ہے کہ یہ خیبر کا واقعہ نہیں ہے، حدیث میں صراحت ہے کہ صحابہ کا مقابلہ مشرکین کے ساتھ ہوا تھا، اور خیبر میں مقابلہ یہود سے ہوا تھا، اس لئے اس حدیث کا باب سے تعلق نہیں)

لطیفہ: حضرت شیخ الہند قدس سرہ جب اس حدیث سے گذرتے تو مسکراتے اور آگے بڑھ جاتے، کسی نے تبسم کی وجہ پوچھی فرمایا: حدیث میں ہے: لَا تُجْزِئُ صَلٰوۃٌ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ: سورۂ فاتحہ کے بغیر کوئی نماز کافی نہیں ہوتی، یعنی دال دلیا تو ہوجاتا ہے مگر کامل ادا نہیں ہوتی، کیونکہ فاتحہ واجب ہے۔ حضرات شوافعؒ لَاتُجْزِئُ کا ترجمہ لَاتَجُوْزُ کرتے ہیں اور نماز میں سورۂ فاتحہ کو فرض کہتے ہیں، حالانکہ إجزاء کے معنی کافی ہونے کے ہیں اور مراد اجزاء کامل ہے، فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی، اس حدیث میں بھی جس اجزاء کا ذکر ہے اس سے کامل اجزاء مراد ہے، ورنہ قتال تو اور لوگوں نے بھی کیا تھا، حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ جس طرح کامل طور پر پوری بہادری کے ساتھ قزمان نے قتال کیا ہم میں سے کسی اور نے اس طرح قتال نہیں کیا (اس حدیث میں جس شخص کی خودکشی کا ذکر ہے اس کا نام قزمان ظفری اور اس کی کنیت أبو الغیداق تھی)

[۴۲۰۸-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيْدٍ الْخُزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الرَّبِيْعِ، عَنْ أَبِيْ عِمْرَانَ، قَالَ: نَظَرَ أَنَسٌ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَرَأَى طَيَالِسَةً، فَقَالَ: كَأَنَّهُمُ السَّاعَةَ يَهُوْدُ خَيْبَرَ.

۱۴-خیبر کے یہود کندھے پر شال ڈالتے تھے

الطَّیْلَسَان: سبز رنگ کی شال جو مشائخ کندھوں پر ڈالتے ہیں یا اوڑھتے ہیں، جمع طَیَالِسَة: حضرت انس رضی اللہ عنہ بصرہ کے قریب ایک گاؤں میں جا بسے تھے، وہ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے بصرہ آتے تھے، ابو عمران جونی کہتے ہیں: حضرت انسؓ نے جمعہ کے دن لوگوں کو دیکھا، انھوں نے شالوں کو کندھے پر ڈالے ہوئے یا اوڑھے ہوئے دیکھا، پس فرمایا: گویا یہ لوگ اس وقت خیبر کے یہودی ہیں (خیبر کے یہودی شالیں بکثرت استعمال کرتے تھے، دوسرے لوگ اتنا استعمال نہیں کرتے تھے، بصرہ میں جب لوگوں کو کثرت سے شال اوڑھے ہوئے دیکھا تو آپؓ نے ان کو خیبر کے یہود کے ساتھ تشبیہ دی، اس سے شالوں کے استعمال کی کراہت ثابت نہیں ہوتی اور علامہ عینی رحمہ اللہ کہتے ہیں: پھر تشبیہ کا کیا فائدہ؟ جواب: صرف منظر کشی مقصود ہے)

[٤٢٠٩-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِىْ عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ، قَالَ: كَانَ عَلِيٌّ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِىْ خَيْبَرَ، وَكَانَ رَمِدًا، فَقَالَ: أَنَا أَتَخَلَّفُ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم! فَلَحِقَ بِهِ فَلَمَّا بِتْنَا اللَّيْلَةَ الَّتِىْ فُتِحَتْ، قَالَ: " لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ أَوْ: لَيَأْخُذَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ يُفْتَحُ عَلَيْهِ" فَنَحْنُ نَرْجُوْهَا، فَقِيْلَ: هٰذَا عَلِيٌّ، فَأَعْطَاهُ فَفُتِحَ عَلَيْهِ. [راجع: ٢٩٧٦]

۱۵-قلعہ قموص فتح نہیں ہو رہا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو فتح کیا

حدیث: حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ خیبر میں نبی ﷺ سے (مدینہ میں) پیچھے رہے تھے، وہ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے، پھر انھوں نے سوچا: میں نبی ﷺ سے پیچھے رہوں! (چنانچہ وہ چل دیئے) اور نبی ﷺ سے آملے، پھر جب گذاری ہم نے وہ رات جس کی صبح میں خیبر فتح ہوا تو نبی ﷺ نے فرمایا: میں ضرور دوں گا آئندہ کل پرچم یا فرمایا: ضرور لے گا آئندہ کل پرچم وہ شخص جس سے اللہ اور اس کے رسول محبت کرتے ہیں، جس کے ہاتھ سے فتح ہوگی، پس ہم سب پرچم کی امید باندھتے تھے، پس کہا گیا: یہ علیؓ ہیں، نبی ﷺ نے ان کو پرچم دیا اور اللہ نے ان کے ہاتھ سے فتح نصیب فرمائی۔

[٤٢١٠-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِىْ حَازِمٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِىْ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: " لَأُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلاً يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ، يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ" قَالَ: فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوْكُوْنَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا؟ فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كُلُّهُمْ يَرْجُوْنَ أَنْ

يُعْطَاهَا، فَقَالَ: " أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ؟" فَقَالُوْا: هُوَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ، قَالَ: فَأَرْسِلُوْا إِلَيْهِ، فَأُتِيَ بِهِ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ فَبَرَأَ حَتَّى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا؟ فَقَالَ: " انْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الإِسْلَامِ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيْهِ، فَوَ اللّٰهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلاً وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ"[راجع: ۲۹٤۲]

حدیث: خیبر میں ایک مضبوط قلعہ (قموص) تھا جو فتح نہیں ہو رہا تھا، جب جنگ ہوتے ہوئے کئی دن گذر گئے اور قلعہ فتح نہیں ہوا، اور ایک شام فوج قلعہ فتح کئے بغیر واپس آ گئی تو نبی ﷺ نے فرمایا: کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ اس خاص قلعہ کو کھول دیں گے، وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اس سے اللہ اور اس کے رسول محبت کرتے ہیں، پس لوگوں نے اپنی وہ رات بڑی بے چینی میں گذاری کہ کون ان میں سے جھنڈا دیا جائے گا؟ پس جب لوگوں نے صبح کی تو سارے ہی نبی ﷺ کے پاس پہنچے، امیدوار تھے کہ وہ جھنڈا دیئے جائیں، آپؐ نے پوچھا: علیؓ کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ آشوبِ چشم میں مبتلا ہیں، آپؐ نے فرمایا: ان کے پاس آدمی بھیجو، چنانچہ وہ لائے گئے، نبی ﷺ نے ان کی دونوں آنکھوں میں لعاب لگایا اور ان کے لئے دعا کی، پس وہ اچھے ہو گئے، گویا انہیں کوئی تکلیف نہیں تھی، پس ان کو جھنڈا دیا، انھوں نے پوچھا: یارسول اللہ! جب تک وہ ہمارے جیسے نہ ہو جائیں لڑتا رہوں؟ آپؐ نے فرمایا: اطمینان سے چلو، یہاں تک کہ ان کے آنگن میں اترو، پھر ان کو اسلام کی دعوت دو، اور ان کو بتلاؤ اللہ کا وہ حق جو ان پر واجب ہوگا مسلمان ہونے کی وجہ سے، پس قسم بخدا! اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ کسی ایک آدمی کو ہدایت دیں وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

وضاحت: قلعہ ناعم کے بعد قلعہ قموص فتح ہوا، یہ قلعہ خیبر کے قلعوں میں نہایت مستحکم تھا، جب اس قلعہ کا محاصرہ ہوا تو نبی ﷺ دردسر کی وجہ سے میدان میں تشریف نہیں لا سکے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پرچم دے کر بھیجا، باوجود پوری کوشش کے قلعہ فتح نہیں ہوا، دوسرے دن فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو پرچم دیا، انھوں نے پوری جدوجہد کی، مگر قلع فتح نہیں ہوا، شام کو آپؐ نے فرمایا: کل پرچم اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس کو محبوب رکھتے ہیں، اور اس کے ہاتھ پر فتح ہوگی، چنانچہ اگلے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نشان دے کر روانہ کیا اور قلعہ ان کے ہاتھ سے فتح ہوا۔ یہ قلعہ بیس روز کے محاصرہ کے بعد فتح ہوا، مالِ غنیمت کے علاوہ قیدی بہت ہاتھ آئے، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جو حیی بن اخطب سردار بنی نضیر کی بیٹی تھیں اور کنانہ بن الربیع کی بیوی تھیں قید ہوئیں، بعد میں ان سے نبی ﷺ نے نکاح فرمایا، ان کا شوہر کنانہ اپنی بدعہدی کی وجہ سے قتل کیا گیا، اسی قلعہ پر جنگ کے شروع میں مرحب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا، جو ایک ہزار آدمیوں کے برابر سمجھا جاتا تھا، اور اسی موقعہ کی وہ تاریخی روایت ہے کہ حضرت علیؓ کی ڈھال ٹوٹ

گئی تو آپؓ نے قلعہ کا دروازہ اکھاڑ کر آدھے دن تک جنگ لڑی، پھر جب اس کو نیچے ڈالا تو دس آدمی اس کو نہیں اٹھا سکے، یہ تاریخی روایت ہے، حدیث سے یہ بات ثابت نہیں۔

[۴۲۱۱-] حدثنا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، ح: وَحَدَّثَنِیْ أَحْمَدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِیْ يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الزُّهْرِیُّ، عَنْ عَمْرٍو مَوْلٰی الْمُطَّلِبِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَدِمْنَا خَيْبَرَ. فَلَمَّا فتحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ، وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا، وَكَانَتْ عَرُوْسًا، فَاصْطَفَاهَا النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم لِنَفْسِهِ، فَخَرَجَ بِهَا حَتّٰی بَلَغْنَا سُدَّ الصَّهْبَاءِ حَلَّتْ، فَبَنٰی بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِیْ نِطَعٍ صَغِيْرٍ، ثُمَّ قَالَ لِیْ: " آذِنْ مَنْ حَوْلَكَ" فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيْمَةً عَلٰی صَفِيَّةَ، ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَی الْمَدِيْنَةِ فَرَأَيْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم يُحَوِّیْ لَهَا وَرَاءَهُ بِعَبَاءَةٍ، ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيْرِهِ فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ وَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلٰی رُكْبَتِهِ حَتّٰی تَرْكَبَ. [راجع: ۳۷۱]

۱۶- ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح، رخصتی اور ولیمہ

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام زینب تھا، نبی ﷺ نے خیبر کی غنیمت میں سے ان کو چنا تھا، یعنی بالا بالا لیا تھا، اس لئے صفیہ (چنیدہ) نام پڑ گیا، ان کا باپ حیی بن اخطب بنونضیر کا سردار اور حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح سلام بن مشکم قرظی سے ہوا تھا، اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، اس نے طلاق دی تو دوسرا نکاح کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق سے ہوا، اس سے بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی، کنانہ غزوۂ خیبر میں مارا گیا اور یہ گرفتار ہوئیں، نبی ﷺ نے ان کو آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا، تاکہ یہود اسلام سے قریب آئیں، مگر یہ مقصد حاصل نہیں ہوا، وہ خیبر سے روانگی سے پہلے ہی حیض سے پاک ہوگئی تھیں، استبراء رحم کے بعد بھی خیبر میں زفاف عمل میں نہیں آیا، جب آپ مقام صہباء میں اترے جو خیبر سے ایک منزل ہے تو وہاں عروسی فرمائی اور ولیمہ کیا، ایک دسترخوان بچھایا اور اعلان کیا کہ جس کے پاس جو کچھ ہے وہ لے آئے، کوئی کھجور لایا، کوئی پنیر، کوئی ستو اور کوئی گھی، جب کھانا جمع ہوگیا تو سب نے مل کر کھالیا، اس ولیمہ میں گوشت اور روٹی نہیں تھی، پھر صہباء مقام میں آپؐ نے تین دن قیام فرمایا، جب وہاں سے روانہ ہوئے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے لئے پردہ کیا، سب نے سمجھ لیا کہ یہ ام المؤمنین ہیں، باندی نہیں ہیں۔

حدیث (۱): حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم خیبر پہنچے، جب اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے لئے قلعہ قموص کھول دیا تو آپؐ کے سامنے حضرت صفیہؓ کی خوبصورتی کا تذکرہ آیا (یہ تذکرہ قیدیوں کے ذمہ دار نے کیا تھا) اور ان کا شوہر قتل کیا گیا تھا (ان کے شوہر کا نام کنانۃ بن الربیع تھا، اس کو کنانۃ بن ابی الحقیق بھی کہتے تھے) اور وہ دلہن تھیں یعنی کنانہ

سے ابھی ابھی نکاح ہوا تھا، پس ان کو نبی ﷺ نے اپنے لئے منتخب کیا، پھر آپؐ ان کو لے کر نکلے، یہاں تک کہ سد الصہباء پہنچے تو وہ پاک ہوگئیں، پس ان کے ساتھ نبی ﷺ نے عروسی فرمائی، پھر آپؐ نے چھوٹے سے چمڑے کے دسترخوان میں ملیدہ تیار کیا اور مجھ سے فرمایا: تمہارے اردگرد جو لوگ ہیں ان کو بلالو، یہ حضرت صفیہؓ کا ولیمہ تھا، پھر ہم مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، میں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپؐ اینڈوا بنا رہے تھے ان کے لئے (اونٹ پر) اپنے پیچھے چادر کے ذریعہ پھر آپؐ بیٹھتے اپنے اونٹ کے پاس اور آپؐ اپنا گھٹنہ کھڑا کرتے اور صفیہؓ اپنا پیر آپ کے گھٹنے پر رکھتیں، اور سوار ہوتیں۔

تشریح: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں روایات مختلف ہیں، اس روایت سے معلوم ہوا کہ مالِ غنیمت میں سے نبی ﷺ نے ان کو منتخب کیا تھا، اسی لئے ان کا نام صفیہ (منتخب کردہ) پڑا، پھر آپؐ نے ان کو آزاد کرکے ان سے نکاح کرلیا، اور مہر آزادی کو مقرر کیا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بخاری شریف میں تیس سے زیادہ جگہ آئی ہے، اور دیگر روایات میں ہے کہ وہ پہلے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں پڑی تھیں، انھوں نے نبی ﷺ سے ایک باندی لینے کی اجازت طلب کی تھی، آپؐ نے اجازت دیدی تھی، چنانچہ وہ حضرت صفیہؓ کو لے گئے پھر قیدیوں کے ذمہ دار نے اطلاع دی کہ وہ ایک سردار کی بیٹی اور دوسرے سردار کی بیوی ہیں وہ آپؐ کے علاوہ کے حصہ میں نہیں جانی چاہئیں، چنانچہ آپؐ نے ان کو سات بُردوں کے عوض خرید لیا یا بدل لیا، پھر آزاد کرکے ان سے نکاح کرلیا، اس صورت میں ان کا مہر ان کا ثمن ہوگا، عتق مہر نہیں ہوگا، پس غیر مال مہر ہوسکتا ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ ختم ہوگیا (تحفۃ القاری ۲:۲۰۱)

[٤٢١٢-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَخِيْ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ، سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم أَقَامَ عَلَى صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ بِطَرِيْقِ خَيْبَرَ ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ حَتَّى أَعْرَسَ بِهَا، وَكَانَتْ فِيْمَنْ ضُرِبَ عَلَيْهَا الْحِجَابُ. [راجع: ٣٧١]

[٤٢١٣-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ حُمَيْدٌ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا، يَقُوْلُ: أَقَامَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بَيْنَ خَيْبَرَ وَالْمَدِيْنَةِ ثَلاَثَةَ لَيَالٍ يُبْنَى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ، فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِيْنَ إِلَى وَلِيْمَتِهِ، وَمَا كَانَ فِيْهَا مِنْ خُبْزٍ وَلاَ لَحْمٍ، وَمَا كَانَ فِيْهَا إِلَّا أَنْ أَمَرَ بِلاَلاً بِالْأَنْطَاعِ فَبُسِطَتْ فَأَلْقَى عَلَيْهَا التَّمْرَ وَالْأَقِطَ وَالسَّمْنَ، فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ: إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُهُ؟ قَالُوْا: إِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَإِنْ لَمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِيْنُهُ، فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَّأَ لَهَا خَلْفَهُ وَمَدَّ الْحِجَابَ. [راجع: ٣٧١]

حدیث (۱): حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر ٹھہرے خیبر کے راستہ میں تین دن، یعنی صہباء مقام میں تین دن قیام فرمایا، یہ مطلب نہیں ہے کہ خیبر سے تین دن چل کر ٹھہرے یہاں تک کہ

عروسی فرمائی ان کے ساتھ، یعنی تین راتیں ان کے ساتھ گذاریں اور وہ ان ازواج میں تھیں جن پر پردہ کیا گیا۔

حدیث (۲): حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے خیبر اور مدینہ کے درمیان تین دن قیام فرمایا، زفاف فرمایا آپؐ نے حضرت صفیہؓ کے ساتھ، پھر میں نے مسلمانوں کو آپؐ کے ولیمہ کی طرف دعوت دی، اس ولیمہ میں روٹی اور گوشت نہیں تھا، اس ولیمہ میں نہیں تھا مگر یہ کہ آپؐ نے حکم دیا بلال رضی اللہ عنہ کو چمڑے کے دسترخوانوں کے بارے میں، پس وہ بچھائے گئے، پھر آپؐ نے ان پر چھوہارے، پنیر اور گھی ڈالا، (اور سب نے کھایا، یہی ولیمہ تھا) پس مسلمانوں نے کہا: حضرت صفیہؓ مسلمانوں کی ماؤں میں سے ایک ہیں یا آپؐ کا دایاں ہاتھ ان کا مالک ہے یعنی باندی ہیں؟ صحابہ نے کہا: اگر آپؐ ان کو پردہ میں رکھیں تو وہ امہات المؤمنین میں سے ہیں اور اگر آپؐ ان کو پردہ میں نہ رکھیں تو وہ آپؐ کی باندی ہیں، پس جب آپؐ نے کوچ کیا تو جگہ تیار کی آپؐ نے ان کے لئے (اونٹ پر) اپنے پیچھے اور پردہ کھینچا، معلوم ہوا کہ وہ ام المؤمنین ہیں۔

[٤٢١٤-] حدثنا أَبُوْ الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح: وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبٌ، قَالَ: شُعْبَةُ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ: كُنَّا مُحَاصِرِيْ خَيْبَرَ، فَرَمَى إِنْسَانٌ بِجِرَابٍ فِيْهِ شَحْمٌ، فَنَزَوْتُ لِآخُذَهُ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَاسْتَحْيَيْتُ. [راجع: ٣١٥٣]

۱۷- کھانے پینے کی چیزوں میں تقسیم ضروری نہیں

دارالحرب میں کھانے پینے کی چیزیں اور گھاس چارہ ملے تو اس کو باقاعدہ تقسیم کرنا اور خمس نکالنا ضروری نہیں، جس کو جو چیز ملے وہ کھا سکتا ہے، خیبر کے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا گیا تھا، اوپر سے کسی نے بورا پھینکا، اس میں چربی تھی، حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ وہاں کھڑے تھے، انھوں نے کود کر اس بورے کو دبوچ لیا، پھر مڑے تو نبی ﷺ کھڑے تھے، وہ شرما گئے، کیونکہ ان کا یہ فعل حرص پر دلالت کرتا تھا۔ اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ آپؐ مسکرائے، اور ابوداؤد طیالسی کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: هُوَ لَكَ: وہ تمہارا ہے، معلوم ہوا کہ کھانے پینے کی چیزیں بغیر تقسیم کئے استعمال کر سکتے ہیں۔

[٤٢١٥-] حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، وَسَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم نَهَى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ أَكْلِ الثُّوْمِ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ. [راجع: ٨٥٣]

نَهَى عَنْ أَكْلِ الثُّوْمِ: هُوَ عَنْ نَافِعٍ وَحْدَهُ، وَلُحُوْمِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ: عَنْ سَالِمٍ.

۱۸- کچا لہسن کھانے کی ممانعت

کچا لہسن، کچی پیاز اور مولی جیسی سبزیاں اگر تنہا کافی مقدار میں کھائی جائیں تو گندی ڈکاریں آتی ہیں، ایسی چیزیں

کھا کر مسجد میں نہیں آنا چاہئے، اس سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور مصلیوں کو بھی، البتہ سلاد کے طور پر یہ چیزیں کھائی جائیں یا پکا کر کھائی جائیں تو بدبو نہیں آتی، اس لئے ان کو کھا کر مسجد میں آسکتے ہیں، نافع اور سالم رحمہما اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے خیبر کے دن لہسن کھانے سے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کیا، لہسن کھانے کی ممانعت صرف حضرت نافع رحمہ اللہ سے مروی ہے، حضرت سالم رحمہ اللہ سے یہ مضمون مروی نہیں، اور پالتو گدھوں کے گوشت کی ممانعت حضرت سالم رحمہ اللہ سے مروی ہے، نافع رحمہ اللہ سے مروی نہیں۔

[٤٢١٦-] حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ قَزَعَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْحَسَنِ ابْنَیْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ، عَنْ أَبِیْهِمَا، عَنْ عَلِیِّ بْنِ أَبِیْ طَالِبٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم نَهٰی عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ یَوْمَ خَیْبَرَ، وَعَنْ أَکْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الإِنْسِیَّةِ.[انظر: ٥١١٥، ٥٥٢٣، ٦٩٦١]

۱۹- نکاحِ متعہ کی ممانعت

بعض احکام رفتہ رفتہ نازل ہوئے ہیں جیسے شراب اور سود کی حرمت عرصہ کے بعد نازل ہوئی ہے، اسی طرح نکاحِ متعہ ابتدائے اسلام میں جائز تھا، پھر اس کی حرمت کا اعلان کیا گیا، نکاحِ متعہ کے معنی ہیں: کچھ مدت کے لئے نکاح کرنا۔ اور نکاح موقت: نکاحِ متعہ ہی ہے، صرف نام کا فرق ہے، اگر ایجاب وقبول میں لفظ متعہ استعمال کیا جائے تو وہ نکاح متعہ ہے، اور لفظ نکاح استعمال کیا جائے تو وہ نکاح موقت ہے، غرض دونوں میں وقت کی تحدید ہوتی ہے کہ اتنے دن، اتنے مہینے یا اتنے سالوں کے لئے نکاح کرتا ہے۔

نکاحِ متعہ اور نکاحِ موقت دونوں بالاجماع حرام ہیں، اس میں کسی کا اختلاف نہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک زمانہ تک متعہ کو جائز کہتے تھے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ حدیث بیان کی کہ جنگِ خیبر کے موقع پر نبی ﷺ نے ان کے ذریعہ متعہ کی حرمت کا اعلان کرایا ہے، تو ابن عباسؓ نے اپنے قول سے رجوع کرلیا (ترمذی حدیث ۱۱۰۴) اس لئے دورِ اول سے یہ مسئلہ اجماعی چلا آرہا ہے۔

پس نکاح صحیح اور نکاحِ موقت میں ابدیت (ہمیشہ کے لئے نکاح کرنے) اور توقیت (مقررہ وقت کے لئے نکاح کرنے) کا فرق ہے، باقی کوئی فرق نہیں، نکاح متعہ اور نکاحِ موقت میں عورت کی اجازت، ولی کی اجازت، باقاعدہ عقد کرنا، مہر اور گواہ ضروری ہیں، اور شیعہ جس متعہ کو جائز کہتے ہیں وہ محض زنا ہے، اس میں نہ ولی کی اجازت ہوتی ہے نہ عقد ہوتا ہے، نہ گواہ ہوتے ہیں، اس لئے ابتدائے اسلام میں جو نکاح متعہ جائز تھا شیعوں کا متعہ اس میں ہرگز داخل نہیں، تفصیل کے لئے دیکھئے: تحفۃ الالمعی (۳:۵۵۱) رحمۃ اللہ الواسعہ (۵:۶۵) سیرۃ المصطفیٰ (۲:۴۳۸)

حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: نبی ﷺ نے جنگِ خیبر میں عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے منع

کیا اور پالتو گدھوں کے گوشت کی بھی ممانعت کی (حاشیہ میں لکھا ہے کہ بات الٹی ہوگئی، جنگِ خیبر کے موقع پر پالتو گدھوں کے گوشت سے منع کیا، یوم خیبر کا تعلق پالتو گدھوں سے ہے، عورتوں کے متعہ سے نہیں، کیونکہ خیبر کے موقع پر صحابہ کا عورتوں سے متعہ کرنا مروی نہیں)

فائدہ: قرآنِ کریم (سورۃ المؤمنون آیات ۵-۷ سورۃ المعارج آیات ۲۹-۳۱) میں ہے: اہل ایمان اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے بیویوں اور شرعی باندیوں کے اور جو ان کے سوا چاہتا ہے وہ حدودِ شرعیہ سے تجاوز کرنے والا ہے، اور شیعوں کے متعہ میں عورت نہ بیوی ہوتی ہے نہ باندی، ان کے متعہ میں نہ شہادت ہوتی ہے نہ اعلان، نہ نان ونفقہ ہوتا ہے نہ سُکنی، نہ طلاق ہوتی ہے نہ لعان، نہ ظہار ہوتا ہے نہ ایلاء، نہ عدت ہوتی ہے نہ میراث، پھر اس کو نکاح کے حکم میں کیسے رکھ سکتے ہیں؟ علاوہ ازیں قرآنِ کریم کی رو سے چار عورتوں ہی سے نکاح جائز ہے، اور متعہ میں کوئی حد متعین نہیں ہوتی، نیز متعہ کے جواز کے بعد نکاح کی ضرورت باقی نہیں رہتی، اس لئے عقلاً نہ نکاح متعہ کی اجازت ہوسکتی ہے نہ شیعوں والے متعہ کی۔

سوال: روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کے ساتویں سال خیبر میں متعہ حرام ہوا، پھر آٹھویں سال جنگِ اوطاس میں تین دن کے لئے متعہ کی اجازت دی گئی، پھر فتح مکہ کے موقع پر ہمیشہ کے لئے حرمت کا اعلان کیا گیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں تحریم کا اعلان کیا تو کیا متعہ کی حرمت مختلف ادوار سے گذری ہے؟

جواب: جاہلیت کی رسم کے مطابق لوگ متعہ کرتے تھے، ابھی قرآن وحدیث میں کوئی صریح حکم نازل نہیں ہوا تھا، سب سے پہلے خیبر کی لڑائی میں متعہ حرام ہوا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح اسانید سے یہ بات مروی ہے، پھر جنگِ اوطاس میں جن لوگوں کو حرمت کا علم نہیں تھا، انھوں نے متعہ کیا تو ان پر مؤاخذہ نہیں کیا گیا، تین روز کے لئے متعہ کی اجازت کا یہی مطلب ہے، تین دن کے بعد جب آپؐ کے علم میں یہ بات آئی کہ کچھ لوگوں نے متعہ کیا ہے تو جنگِ اوطاس میں پھر اعلان کیا گیا، اس کے بعد فتح مکہ کے موقع پر متعہ کی حرمت کا تیسری مرتبہ اعلان کیا گیا، کیونکہ اس موقع پر ہزاروں آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے جن کو متعہ کی حرمت کا علم نہیں تھا، اس لئے نبی ﷺ نے کعبہ شریف کے دروازہ پر کھڑے ہوکر حرمت کا اعلان کیا، پھر غزوۂ تبوک کے موقع پر آپؐ نے کچھ عورتوں کو مسلمانوں کے خیموں کے پاس پھرتے دیکھا تو آپؐ نے پوچھا: یہ کون عورتیں ہیں؟ بتایا گیا کہ کچھ لوگوں نے ان سے متعہ کیا ہے تو آپ سخت ناراض ہوئے، چہرۂ مبارک سرخ ہوگیا، اور آپؐ نے تقریر فرمائی، اس میں متعہ سے منع کیا، صحابہ کہتے ہیں: اس کے بعد ہم نے کبھی متعہ نہیں کیا۔

بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں عدم واقفیت کی وجہ سے کسی نے متعہ کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر پہنچی، آپ سخت ناراض ہوئے اور تقریر فرمائی، جس میں متعہ کی حرمت کا اعلان کیا، اور یہ بھی فرمایا کہ میرے اس اعلان کے بعد اگر کوئی متعہ کرے گا تو میں اس پر زنا کی حد جاری کروں گا، اس وقت سے متعہ بالکل موقوف ہوگیا اور اسی پر

تمام صحابہ کا اجماع ہوگیا۔

بعض راویوں کو تحریم متعہ کے اس بار بار اعلان سے گمان ہوا کہ متعہ دو یا تین مرتبہ حلال کیا گیا اور دو یا تین مرتبہ حرام کیا گیا، حالانکہ دوسری اور تیسری مرتبہ کا اعلان کوئی جدید تحلیل نہیں تھی، بلکہ قدیم تحریم تھی اور سابق نہی کا اعادہ اور تاکید تھی۔

(ماخوذ از سیرۃ المصطفیٰ ۲: ۴۳۸)

[٤٢١٧-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم نَهَى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ.

[راجع: ٨٥٣]

[٤٢١٨-] حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ وَسَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ [قَالَ:] نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ أَكْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ.

[راجع: ٨٥٣]

۲۰- گدھوں کے گوشت کی ممانعت

چاروں ائمہ متفق ہیں کہ گدھا حرام ہے البتہ مالکیہ کے یہاں تین روایتیں ہیں: ایک روایت کراہیت کی بھی ہے۔

حدیث: نافع رحمہ اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: نبی ﷺ نے جنگِ خیبر کے موقع پر پالتو گدھوں کے گوشت سے منع کیا، دوسری روایت نافع اور سالم دونوں کی ہے، اس کا بھی یہی متن ہے، اور حضرت علی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے بھی گدھوں کے گوشت کی ممانعت مروی ہے۔

البتہ ایک روایت جو ابو داؤد (حدیث ۳۸۰۷) میں ہے وہ حلت پر دلالت کرتی ہے، غالب بن ابجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم قحط سالی سے دوچار تھے، میرے پاس کوئی ایسا مال نہیں تھا جو میں اپنے گھر والوں کو کھلاؤں، ہاں کچھ گدھے تھے، مگر نبی ﷺ نے گدھوں کا گوشت حرام قرار دیا تھا، اس لئے میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہمیں قحط سالی پہنچی ہے اور میرے مال میں کوئی ایسا مال نہیں جو میں اپنے گھر والوں کو کھلاؤں، ہاں چند فربہ گدھے ہیں مگر آپؐ نے پالتو گدھوں کا گوشت حرام قرار دیا ہے، آپؐ نے فرمایا: اپنے فربہ گدھوں میں سے اپنے گھر والوں کو کھلاؤ، میں نے ان کو حرام صرف اس لئے کیا ہے کہ وہ گاؤں کے باہر گھومتے رہتے ہیں اور گندگی کھاتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے الاصابہ (۳: ۱۸۱) میں فرمایا ہے: اس حدیث کی اسناد میں بہت زیادہ اختلاف ہے، اور فتح الباری (۹: ۶۵۶) میں فرمایا ہے: اس کی اسناد ضعیف ہے اور متن شاذ ہے کیونکہ وہ احادیث صحیحہ کے خلاف ہے، پس اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، نیز یہ تاویل بھی ممکن ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو مخمصہ (بھوک مری) کی وجہ سے اجازت دی ہو۔

[٤٢١٩-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ وَرَخَّصَ فِي الْخَيْلِ. [انظر: ٥٥٢٠، ٥٥٢٤]

۲۱- گھوڑوں کے گوشت کا حکم

جمہور: امام شافعی، امام احمد اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت بغیر کراہیت کے جائز ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب میں حلت کا قول بھی ہے اور کراہیت کا بھی، فاکہی رحمہ اللہ نے جو مالکی فقیہ ہیں کراہیت تحریمی کے قول کو ترجیح دی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے، پھر اختلاف ہے کہ کراہیت کیسی ہے: تحریمی یا تنزیہی؟ اور لعینہ ہے یا لغیرہ؟ صحیح قول یہ ہے کہ کراہیت تنزیہی ہے اور لغیرہ ہے یعنی اس لئے مکروہ ہے کہ آلہ جہاد کم نہ ہوجائے، علامہ کشمیری قدس سرہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اور درمختار میں ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ نے کراہیت کے قول سے رجوع کیا ہے مگر مشہور کراہت ہی کا قول ہے۔

اور گھوڑے کے سلسلہ میں روایتوں میں اختلاف ہے، دو روایتیں جو اعلی درجہ کی صحیح اور صریح ہیں اباحت پر دلالت کرتی ہیں اور ایک روایت جو متکلم فیہ ہے ممانعت پر دلالت کرتی ہے۔

پہلی روایت: جو متفق علیہ ہے اور اباحت پر دلالت کرتی ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیں گھوڑوں کا گوشت کھلایا یعنی اس کے کھانے کی اجازت دی، اور گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا، یعنی اس کو حرام قرار دیا، اور بخاری و مسلم میں صراحت ہے کہ یہ اجازت جنگ خیبر کے موقع پر دی تھی۔

اور دوسری حدیث بھی متفق علیہ ہے، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم نے نبی ﷺ کے زمانہ میں گھوڑا ذبح کیا اور ہم نے اس کو کھایا (بخاری حدیث ۵۵۱۰، مسلم حدیث ۱۹۴۲)

اور حرمت پر دلالت کرنے والی روایت ابوداؤد میں ہے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے گھوڑوں خچروں اور گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا (ابوداؤد حدیث ۳۷۹۰، نسائی حدیث ۴۳۳۱، ابن ماجہ حدیث ۳۱۹۸) اس حدیث کی سند میں بقیۃ بن الولید ہیں جو مشہور ضعیف راوی ہیں، نیز اس حدیث کو مقدام بن معدیکرب کے پوتے صالح بن یحییٰ عن ابیہ عن جدّہ کی سند سے روایت کرتے ہیں، خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں: بعض رواۃ کا بعض سے سماع معلوم نہیں۔

اور مسند احمد (۸۹:۴) میں ہے کہ یہ ممانعت غزوۂ خیبر کے موقع پر فرمائی تھی، اب بات الجھ گئی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر آپؐ نے گھوڑوں کے گوشت کی اجازت دی اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ممانعت فرمائی، اور واقدی رحمہ اللہ کہتے ہیں: حضرت خالدؓ خیبر کے بعد مسلمان ہوئے ہیں اور خیبر میں وہی صحابہ شریک ہوئے ہیں

جو صلح حدیبیہ میں شریک تھے، اور حضرت خالدؓ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، پس ان کے خیبر میں ہونے کی بات صحیح معلوم نہیں ہوتی، ان وجوہ سے امام اعظم رحمہ اللہ نے یا تو کراہت کے قول سے رجوع کرلیا ہے جیسا کہ درمختار میں ہے یا یہ ممانعت لغیرہ ہے اور کراہت بمعنی خلاف اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم

[٤٢٢٠-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَّادٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِىْ أَوْفٰى: أَصَابَتْنَا مَجَاعَةٌ يَوْمَ خَيْبَرَ، فَإِنَّ الْقُدُوْرَ لَتَغْلِىْ، قَالَ: وَبَعْضُهَا نَضِجَتْ، فَجَاءَ مُنَادِى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: لَا تَأْكُلُوْا مِنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ شَيْئًا وَأَهْرِيْقُوْهَا، قَالَ ابْنُ أَبِىْ أَوْفٰى: فَتَحَدَّثْنَا أَنَّهُ إِنَّمَا نَهَى عَنْهَا لِأَنَّهَا لَمْ تُخَمَّسْ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: نَهَى عَنْهَا الْبَتَّةَ لِأَنَّهَا كَانَتْ تَأْكُلُ الْعَذِرَةَ.[راجع: ٣١٥٥]

[٤٢٢١و٤٢٢٢-] حدثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِىْ عَدِىُّ بْنُ ثَابِتٍ، عَنِ الْبَرَاءِ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِىْ أَوْفٰى: أَنَّهُمْ كَانُوْا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَأَصَابُوْا حُمُرًا فَطَبَخُوْهَا، فَنَادَى مُنَادِى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: أَكْفِئُوْا الْقُدُوْرَ.[انظر: ٤٢٢٣، ٤٢٢٥، ٤٢٢٦، ٥٥٢٥]

[٤٢٢٣و٤٢٢٤-] حَدَّثَنِىْ إِسْحَاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَدِىُّ بْنُ ثَابِتٍ، سَمِعْتُ الْبَرَاءَ، وَابْنَ أَبِىْ أَوْفٰى، يُحَدِّثَانِ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، أَنَّهُ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ وَقَدْ نَصَبُوْا الْقُدُوْرَ: "أَكْفِئُوْا الْقُدُوْرَ"[راجع: ٣١٥٣، ٤٢٢١]

[٤٢٢٥-] حدثنا مُسْلِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِىِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ.[راجع: ٤٢٢١]

[٤٢٢٦-] حَدَّثَنِىْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِىْ زَائِدَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ، عَنْ عَامِرٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: أَمَرَنَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِى غَزْوَةِ خَيْبَرَ أَنْ نُلْقِىَ لُحُوْمَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ نِيْئَةً وَنَضِيْجَةً، ثُمَّ لَمْ يَأْمُرْنَا بِأَكْلِهِ بَعْدُ.[راجع: ٤٢٢١]

[٤٢٢٧-] حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِى الْحُسَيْنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِىْ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَا أَدْرِىْ أَنَهَى عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ أَجْلِ أَنَّـهُ كَانَ حَمُوْلَةَ النَّاسِ، فَكَرِهَ أَنْ تَذْهَبَ حَمُوْلَتُهُمْ، أَوْ حَرَّمَهُ فِىْ يَوْمِ خَيْبَرَ: لَحْمَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ.

٢٢- گدھوں کی حرمت کی وجہ

ابھی (حدیث ۴۱۹۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت گذری ہے کہ نبی ﷺ کے منادی نے اعلان کیا: إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ فَإِنَّها رِجْسٌ: اللہ اور اس کے رسول گدھوں کے گوشت سے منع کرتے ہیں اس لئے

کہ وہ گندگی ہے۔ اور یہاں عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی پہلی روایت ہے کہ جنگ خیبر کے موقع پر ہمیں فاقہ پہنچا اور ہانڈیاں کھد بدا رہی تھیں، بعض پک چکی تھیں، پس نبی ﷺ کا ڈھنڈھورچی (حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ) آئے اور کہا: گدھوں کے گوشت میں سے کچھ بھی مت کھاؤ، بلکہ پھینک دو، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ کہتے ہیں: پس ہم صحابہ میں باتیں ہوئیں کہ نبی ﷺ نے گدھوں کی ممانعت صرف اس وجہ سے فرمائی کہ ان کا خمس (پانچواں حصہ) نہیں نکالا گیا، اور بعض صحابہ نے کہا: ان کی قطعی ممانعت فرمادی، اس لئے کہ گدھے ناپاکی کھایا کرتے ہیں۔

اس کے بعد کی روایت حضرت براء اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ صحابہ نبی ﷺ کے ساتھ تھے، پس گدھے ان کے ہاتھ آئے، انھوں نے ان کو پکایا اور نبی ﷺ کے ڈھنڈھورچی نے اعلان کیا: ہانڈیاں اوندھی کردو، اس کے بعد کی روایت بھی انہی دونوں صحابہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے خیبر کے موقع پر فرمایا: درانحالیکہ لوگ ہانڈیاں چولھوں پر چڑھا چکے تھے کہ ہانڈیاں الٹ دو، یعنی گوشت ضائع کردو، پھر اسی حدیث کی حضرت براء رضی اللہ عنہ کی ایک سند ذکر کی ہے پھر دوسری سند سے حضرت براءؓ سے یہ روایت مروی ہے کہ ہمیں نبی ﷺ نے غزوۂ خیبر میں حکم دیا کہ ہم پالتو گدھوں کا گوشت پھینک دیں کچا ہو یا پکا، پھر نبی ﷺ نے ہمیں اس کے کھانے کی کبھی اجازت نہیں دی۔

اور آخری حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مجھے معلوم نہیں کہ نبی ﷺ نے گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کیا بایں وجہ کہ وہ لوگوں کا باربرداری کا جانور ہے، پس ناپسند کیا کہ ان کے باربرداری کے جانور ختم ہوجائیں یا (قطعی) حرام کیا اس کو غزوۂ خیبر کے موقع پر: پالتو گدھوں کے گوشت کو۔

ترکیب: لَحْمَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ (منصوب) حَرَّمَه کی ضمیر کا بیان ہے اور مرفوع پڑھیں تو مبتدا محذوف کی خبر ہوگی۔

تشریح: ان روایات سے حرمت کی چار وجوہ سامنے آتی ہیں: (۱) رجس (گندگی) ہونا۔ (۲) خُمس نہ نکالنا۔ (۳) گندگی کھانا۔ (۴) باربرداری کا جانور ہونا۔ جمہور فقہاء پہلی وجہ لیتے ہیں، کیونکہ وہ حدیث میں مصرح ہے، پس گدھوں کا گوشت حرام ہے اس کی کوئی گنجائش نہیں، اور باقی وجوہ نہیں لیتے، کیونکہ وہ صحابہ کی باتیں ہیں، ان کو تائید نبوی حاصل نہیں۔

علاوہ ازیں: دوسری وجہ کا اعتبار اس لئے بھی نہیں کرتے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں بقدر ضرورت استعمال کرنے میں خمس نکالنا ضروری نہیں، اور صحابہ نے گدھے فاقہ مستی کی حالت میں ذبح کئے تھے، اور تیسری وجہ اس لئے نہیں لیتے کہ اس سے کراہت تحریمی ثابت ہوگی، حرمت ثابت نہیں ہوگی، اور چوتھی وجہ اس لئے نہیں لیتے کہ اس سے کراہت تنزیہی ثابت ہوگی، جیسے امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک گھوڑوں میں نہی کی یہی وجہ ہے کہ آلہ جہاد کم ہوجائے گا، اس لئے کراہت تنزیہی ثابت کی جاتی ہے۔ البتہ مالکیہ سبھی وجوہ کا اعتبار کرتے ہیں، چنانچہ ان کے یہاں تین قول ہیں: (۱) گدھوں کا گوشت حرام ہے کیونکہ وہ رجس ہے (۲) مکروہ تحریمی ہے کیونکہ وہ گندگی کھاتا ہے (۳) مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ وہ باربرداری کا جانور ہے۔

[٤٢٢٨-] حدثنا الْحَسَنُ بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ خَيْبَرَ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا، قَالَ: فَسَّرَهُ نَافِعٌ فَقَالَ: إِذَا كَانَ مَعَ الرَّجُلِ فَرَسٌ فَلَهُ ثَلاثَةُ أَسْهُمٍ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ فَرَسٌ فَلَهُ سَهْمٌ. [راجع: ٢٨٦٣]

۲۳-مالِ غنیمت میں گھوڑوں کا حصہ

حدیث: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جنگِ خیبر میں نبی ﷺ نے گھوڑے کے لئے دو حصے بانٹے اور پیدل کے لئے ایک حصہ، عبداللہ عمری کہتے ہیں: نافع نے اس حدیث کی شرح کی کہ جب آدمی کے پاس گھوڑا ہو تو اس کے لئے تین حصے ہیں اور اگر اس کے پاس گھوڑا نہ ہو تو اس کے لئے ایک حصہ ہے۔

تشریح: مالِ غنیمت میں گھوڑسوار کے کتنے حصے ہیں؟ ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک تین حصے ہیں، دو گھوڑے کے اور ایک سوار کا اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک دو حصے ہیں: ایک گھوڑے کا اور ایک سوار کا، جمہور کی دلیل مذکورہ حدیث ہے جو اصح ما فی الباب ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل حضرت مُجمّع بن جاریہ کی روایت ہے جو ابوداؤد میں ہے اور حضرت منذر بن ابی حُمیصہ کی تقسیم ہے جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برقرار رکھا تھا، یہ روایت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی کتاب الخراج میں ہے اور تفصیل تحفۃ الالمعی (۴۹۲:۴) میں ہے اور حدیث باب کا جواب یہ ہے کہ لِلْفَرَس کو لِلْفَارِس بھی پڑھ سکتے ہیں، ف پر کھڑا زبر پڑھیں، رَاجل کے مقابلہ میں یہی پڑھنا بہتر ہے، یعنی شہسوار کے دو حصے اور پیدل کا ایک حصہ، اس صورت میں نافع رحمہ اللہ کو حدیث کی تفسیر کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی، اور دوسری کتابوں میں یہ حدیث اس طرح مروی بھی ہے۔ غرض یہ حدیث صریح نہیں کہ گھوڑسوار کے تین حصے ہیں۔

[٤٢٢٩-] حدثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ أَخْبَرَهُ، قَالَ: مَشَيْتُ أَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَقُلْنَا: "أَعْطَيْتَ بَنِيْ الْمُطَّلِبِ مِنْ خُمْسِ خَيْبَرَ وَتَرَكْتَنَا وَنَحْنُ بِمَنْزِلَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْكَ؟ فَقَالَ: "إِنَّمَا بَنُوْ هَاشِمٍ وَبَنُوْ الْمُطَّلِبِ شَيْئٌ وَاحِدٌ" قَالَ جُبَيْرٌ: وَلَمْ يَقْسِمِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لِبَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ وَبَنِيْ نَوْفَلٍ شَيْئًا. [راجع: ٣١٤٠]

۲۴-خمس میں سے ذوی القربیٰ کو دیتے وقت نصرت کا لحاظ کیا

عبد مناف کے چار لڑکے تھے: ہاشم، مطلب، عبد شمس اور نوفل، خیبر کے خمس میں سے نبی ﷺ نے ہاشم اور مطلب کی

اولاد کودیا اور نوفل اور عبدشمس کی اولاد کونہیں دیا، حضرت جبیر رضی اللہ عنہ جونوفلی ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جوعبدشمسی ہیں خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: آپؐ نے خیبر کے خمس میں سے مطلب کی اولاد کودیا اور ہمیں نہیں دیا، حالانکہ ہمارا رشتہ بھی آپؐ کے ساتھ وہی ہے جو بنومطلب کا ہے، ہم سب ایک دادا کی اولاد ہیں، پس نبی ﷺ نے فرمایا: بنو ہاشم اور بنومطلب ایک چیز ہیں یعنی یہ دو خاندان نہیں ہیں ایک خاندان ہیں، جاہلیت میں اور اسلام میں ہمیشہ ساتھ رہے ہیں، بائیکاٹ میں بھی بنومطلب بنو ہاشم کے ساتھ تھے، غرض آپؐ نے ذوی القربی کو دینے میں نصرت کا لحاظ کیا، حضرت جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: خیبر کے خمس میں سے نبی ﷺ نے عبدشمس کی اولاد کو اور نوفل کی اولاد کو کچھ نہیں دیا، تفصیل تحفۃ القاری (۴۲۵:۶) میں ہے۔

[۴۲۳۰-] حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاَءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا بُرَیْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِیْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِیْ مُوْسَی، قَالَ: بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَنَحْنُ بِالْیَمَنِ، فَخَرَجْنَا مُهَاجِرِیْنَ إِلَیْهِ أَنَا وَأَخَوَانِ لِیْ أَنَا أَصْغَرُهُمْ، أَحَدُهُمَا أَبُوْ بُرْدَةَ وَالآخَرُ أَبُوْ رُهْمٍ، إِمَّا قَالَ: بِضْعٌ وَإِمَّا قَالَ: فِی ثَلاَثَةٍ وَخَمْسِیْنَ أَوِ اثْنَیْنِ وَخَمْسِیْنَ رَجُلاً مِنْ قَوْمِیْ، فَرَكِبْنَا سَفِیْنَةً، فَأَلْقَتْنَا سَفِیْنَتُنَا إِلَی النَّجَاشِیِّ بِالْحَبَشَةِ، فَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ أَبِیْ طَالِبٍ، فَأَقَمْنَا مَعَهُ حَتّٰی قَدِمْنَا جَمِیْعًا، فَوَافَقْنَا النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم حِیْنَ افْتَتَحَ خَیْبَرَ.

۲۵-اشعری صحابہ اور مہاجرین حبشہ فتح خیبر کے موقع پر ہجرت کرکے آئے

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہمیں یمن میں اطلاع ملی کہ نبی ﷺ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے آئے ہیں، پس ہم آپؐ کی طرف ہجرت کے ارادہ سے نکلے، میں اور میرے دو بھائی، میں ان میں چھوٹا تھا، ایک کا نام ابوبردہؓ اور دوسرے کا نام ابورُہمؓ تھا (پھر) یا تو ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہا: بِضْعٌ (چند) یا کہا: ترپن یا باون مردوں میں میری قوم کے یعنی قافلہ باون یا ترپن آدمیوں کا تھا، پس ہم کشتی میں سوار ہوئے، ہماری کشتی نے ہم کو حبشہ میں نجاشی کی طرف ڈال دیا، پس اتفاقاً ہماری ملاقات حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے ہوگئی، ہم ان کے ساتھ ٹھہرے رہے یہاں تک کہ ہم ساتھ مدینہ آئے، پس موافقت کی ہم نے نبی ﷺ کی جب آپؐ نے خیبر فتح کیا، یعنی اتفاقاً ہماری آمد فتح خیبر کے موقعہ پر ہوئی۔

وَكَانَ أُنَاسٌ مِنَ النَّاسِ یَقُوْلُوْنَ لَنَا یَعْنِیْ لِأَهْلِ السَّفِیْنَةِ: سَبَقْنَاكُمْ بِالْهِجْرَةِ، وَدَخَلَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَیْسٍ، وَهِیَ مِمَّنْ قَدِمَ مَعَنَا، عَلٰی حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم زَائِرَةً، وَقَدْ كَانَتْ هَاجَرَتْ إِلَی النَّجَاشِیِّ فِیْمَنْ هَاجَرَ، فَدَخَلَ عُمَرُ عَلٰی حَفْصَةَ، وَأَسْمَاءُ عِنْدَهَا، فَقَالَ عُمَرُ حِیْنَ رَأَی

أَسْمَاءَ: مَنْ هٰذِهِ؟ قَالَتْ: أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ، قَالَ عُمَرُ: آلْحَبَشِيَّةُ هٰذِهِ؟ آلْبَحْرِيَّةُ هٰذِهِ؟ قَالَتْ أَسْمَاءُ: نَعَمْ، قَالَ: سَبَقْنَاكُمْ بِالْهِجْرَةِ، فَنَحْنُ أَحَقُّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مِنْكُمْ، فَغَضِبَتْ وَقَالَتْ: كَلَّا وَاللّٰهِ! كُنْتُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُطْعِمُ جَائِعَكُمْ وَيَعِظُ جَاهِلَكُمْ، وَكُنَّا فِيْ دَارٍ أَوْ: فِيْ أَرْضِ الْبُعَدَاءِ الْبُغَضَاءِ بِالْحَبَشَةِ، وَذٰلِكَ فِي اللّٰهِ وَفِي رَسُوْلِهِ، وَأَيْمُ اللّٰهِ! لَا أَطْعَمُ طَعَامًا وَلَا أَشْرَبُ شَرَابًا حَتّٰى أَذْكُرَ مَا قُلْتَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَنَحْنُ كُنَّا نُؤْذٰى وَنُخَافُ، وَسَأَذْكُرُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَأَسْأَلُهُ وَاللّٰهِ لَا أَكْذِبُ وَلَا أَزِيْغُ وَلَا أَزِيْدُ عَلَيْهِ. [راجع: ۳۱۳۶]

[۴۲۳۱-] فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! إِنَّ عُمَرَ قَالَ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: "فَمَا قُلْتِ لَهُ؟" قَالَتْ: قُلْتُ لَهُ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: "لَيْسَ بِأَحَقَّ بِيْ مِنْكُمْ، وَلَهُ وَلِأَصْحَابِهِ هِجْرَةٌ وَاحِدَةٌ، وَلَكُمْ أَنْتُمْ أَهْلَ السَّفِيْنَةِ هِجْرَتَانِ" قَالَتْ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ أَبَا مُوْسٰى وَأَصْحَابَ السَّفِيْنَةِ يَأْتُوْنِيْ أَرْسَالًا يَسْأَلُوْنِّيْ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ، مَا مِنَ الدُّنْيَا شَيْءٌ هُمْ بِهِ أَفْرَحُ وَلَا أَعْظَمُ فِيْ أَنْفُسِهِمْ مِمَّا قَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ أَبُوْ بُرْدَةَ: قَالَتْ أَسْمَاءُ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ أَبَا مُوْسٰى وَإِنَّهُ لَيَسْتَعِيْدُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنِّيْ.

۲۶- مہاجرین حبشہ نے دو ہجرتیں کی

(حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) کچھ لوگ ہم سے یعنی کشتی والوں سے کہا کرتے تھے: ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی، اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جوان لوگوں میں سے تھیں جو ہمارے ساتھ (حبشہ سے) آئی تھیں ملاقات کے لئے ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں، اور اسماء رضی اللہ عنہا نے نجاشی کی طرف ہجرت کی تھی، ان لوگوں میں جنھوں نے ہجرت کی تھی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حفصہؓ کے پاس آئے درانحالیکہ حضرت اسماءؓ حضرت حفصہؓ کے پاس تھیں، پس حضرت عمرؓ نے کہا جب انھوں نے اسماءؓ کو دیکھا: یہ کون عورت ہے؟ حضرت حفصہؓ نے کہا: اسماء بنت عمیسؓ ہیں، حضرت عمرؓ نے کہا: کیا حبشہ والی؟ کیا سمندر کے راستے سفر کرنے والی؟ حضرت اسماءؓ نے کہا: ہاں، حضرت عمرؓ نے کہا: ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی، پس ہم رسول اللہ ﷺ کے تم سے زیادہ حق دار ہیں، حضرت اسماءؓ غصہ ہوئیں اور کہا: بخدا! ہرگز نہیں یعنی تم رسول اللہ کے زیادہ حقدار نہیں ہو! آپ لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، نبی ﷺ تمہارے بھوکوں کو کھلاتے تھے اور تمہارے نادانوں کو سمجھاتے تھے اور ہم دور دراز ناپسندیدہ سرزمین میں تھے اور ایسی جگہ ہونا اللہ اور اس کے رسول کے لئے تھا، اور قسم بخدا! نہیں کھاؤں گی میں کوئی کھانا اور نہیں پیوں گی میں کوئی مشروب یہاں تک کہ ذکر کروں میں وہ بات جو تم نے کہی ہے نبی ﷺ کے سامنے، اور ہم ستائے جاتے تھے، ڈرائے جاتے تھے، اور عنقریب ذکر کروں گی میں یہ بات نبی ﷺ سے اور آپؐ سے پوچھوں گی، اور بخدا! نہ جھوٹ بولوں گی اور نہ کج روی اختیار کروں گی اور نہ بات میں کوئی اضافہ کروں گی۔

پس جب نبی ﷺ آئے تو اسماءؓ نے کہا: اے اللہ کے نبی! عمرؓ نے ایسا اور ایسا کہا، نبی ﷺ نے فرمایا: پھر تم نے ان کو کیا جواب دیا؟ اسماءؓ نے کہا: میں نے ان سے یہ اور یہ کہا، آپؐ نے فرمایا: نہیں ہیں وہ میرے زیادہ حقدار تم سے، ان کے لئے اور ان کے ساتھیوں کے لئے ایک ہجرت ہے اور تمہارے لئے اے کشتی والو! دو ہجرتیں ہیں، اسماءؓ کہتی ہیں: بخدا! واقعہ یہ ہے کہ میں نے ابوموسیٰ اور کشتی والوں کو دیکھا آتے تھے وہ میرے پاس ٹکڑی ٹکڑی ہوکر پوچھتے تھے وہ مجھ سے اس حدیث کے بارے میں، نہیں تھی دنیا کی کوئی چیز کہ وہ اس پر زیادہ خوش ہوں اور نہ وہ زیادہ قابل قدر ہو ان کے دلوں میں اس بات سے جو کہی ان سے نبی ﷺ نے، حدیث کے راوی ابوبردہ کہتے ہیں: حضرت اسماءؓ نے فرمایا: پس بخدا واقعہ یہ ہے کہ دیکھا میں نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اور وہ مجھ سے یہ واقعہ بار بار دوہرانے کے لئے کہتے تھے۔

[۴۲۳۲-] وَقَالَ أَبُوْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِیْ مُوْسَی: قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیه وسلم: " إِنِّیْ لَأَعْرِفُ أَصْوَاتَ رُفْقَةِ الْأَشْعَرِیِّیْنَ بِالْقُرْآنِ حِیْنَ یَدْخُلُوْنَ بِاللَّیْلِ، وَأَعْرِفُ مَنَازِلَهُمْ مِنْ أَصْوَاتِهِمْ بِالْقُرْآنِ بِاللَّیْلِ وَإِنْ كُنْتُ لَمْ أَرَ مَنَازِلَهُمْ حِیْنَ نَزَلُوْا بِالنَّهَارِ، وَمِنْهُمْ حَكِیْمٌ إِذَا لَقِیَ الْخَیْلَ، أَوْ قَالَ: الْعَدُوَّ قَالَ لَهُمْ: إِنَّ أَصْحَابِیْ یَأْمُرُوْنَكُمْ أَنْ تَنْظُرُوْهُمْ"

۲۷- اشعری صحابہ کی فضیلت

نبی ﷺ نے فرمایا: میں اشعری ساتھیوں کی قرآن پڑھنے کی آوازوں کو پہچانتا ہوں جب وہ رات میں داخل ہوتے ہیں، یعنی مسجد نبوی میں آتے ہیں اور قرآن پڑھتے ہیں، اور میں ان کے ٹھکانوں کو پہچانتا ہوں رات میں ان کے قرآن پڑھنے سے اگرچہ میں نے ان کے ٹھکانے دن میں جب وہ پڑاؤ ڈالتے ہیں نہیں دیکھے ہوتے ہیں، یعنی سفر میں ان کے ڈیروں کا مجھے علم نہیں ہوتا مگر رات میں جب وہ قرآن پڑھتے ہیں تو میں پہچان لیتا ہوں کہ یہ اشعری ساتھیوں کے ڈیرے ہیں اور ان میں ایک حکیم یا دانشمند ہیں جب وہ گھوڑ سواروں سے یا فرمایا: دشمن سے ملاقات کرتے ہیں، تو ان سے کہتے ہیں: میرے ساتھی تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم ان کو دیکھو، یعنی وہ ایسے بہادر ہیں کہ دشمن کو دیکھ کر بھاگتے نہیں بلکہ ان سے کہتے ہیں: میرے ساتھیوں کا انتظار کرو وہ آہی رہے ہیں۔ اور فیض الباری (۱۴۰:۴) میں مطلب یہ بیان کیا ہے کہ مردِ دانا کا چوکنا پن یہ ہے کہ جب دشمن سے ملتے ہیں تو توریہ کرتے ہیں اور خود کو بچا لیتے ہیں۔

مسئلہ: مسجد اور گھر میں جہراً قرآن پڑھنا جائز ہے، جبکہ کسی کو تشویش نہ ہو۔

[۴۲۳۳-] حَدَّثَنِیْ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِیْمَ، سَمِعَ حَفْصَ بْنَ غِیَاثٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا بُرَیْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِیْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِیْ مُوْسَی، قَالَ: قَدِمْنَا عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیه وسلم بَعْدَ أَنِ افْتَتَحَ خَیْبَرَ، فَقَسَمَ لَنَا، وَلَمْ یَقْسِمْ لِأَحَدٍ لَمْ یَشْهَدِ الْفَتْحَ غَیْرَنَا. [راجع: ۳۱۳۶]

۲۸- جنگ ختم ہونے کے بعد آنے والے کو غنیمت میں سے دینا

جو شخص شریک غزوہ ہوتا ہے وہ تو غنیمت میں سے حصہ پاتا ہی ہے، مگر جو جنگ نمٹ جانے کے بعد آئے اس کو غنیمت میں سے حصہ دیا جائے یا نہیں؟ جیسے حکومت کمک بھیجتی ہے، وہ فوجی جہاد میں حصہ لینے کے لئے آتے ہیں، مگر ایسے وقت میں پہنچتے ہیں کہ جہاد نمٹ جاتا ہے، پس ان کو مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا جائے گا یا نہیں؟

جواب: اگر وہ مالِ غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے آئے ہیں تو احناف کے نزدیک ان کو مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا جائے گا اور امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کا مشہور قول یہ ہے کہ ان کو حصہ نہیں دیا جائے گا، کیونکہ وہ جہاد میں شریک نہیں ہوئے اور ان کا دوسرا قول احناف کے مطابق ہے۔

حدیث: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم خیبر فتح ہونے کے بعد نبی ﷺ کے پاس پہنچے، پس ہمیں مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا اور ہمارے علاوہ کسی کو حصہ نہیں دیا، جو فتح خیبر میں شریک نہیں ہوا۔

تشریح: کشتی والوں کو جو حصہ دیا گیا تھا وہ فوجی ہونے کی حیثیت سے غنیمت میں سے دیا گیا تھا، یا غربت کی وجہ سے تعاون کے طور پر خمس میں سے دیا گیا تھا؟ دونوں احتمال ہیں، چونکہ وہ حضرات تہی دست آئے تھے اس لئے مالِ غنیمت کے خمس میں سے ان کو دینے کا احتمال ہے۔ واللہ اعلم

[٤٢٣٤-] حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي ثَوْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمٌ مَوْلَى ابْنِ مُطِيْعٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُوْلُ: افْتَتَحْنَا خَيْبَرَ، فَلَمْ نَغْنَمْ ذَهَبًا وَلاَ فِضَّةً، إِنَّمَا غَنِمْنَا الْبَقَرَ وَالإِبِلَ وَالْمَتَاعَ وَالْحَوَائِطَ، ثُمَّ انْصَرَفْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِلٰى وَادِي الْقُرَى، وَمَعَهُ عَبْدٌ لَهُ يُقَالُ لَهُ: مِدْعَمٌ، أَهْدَاهُ لَهُ أَحَدُ بَنِي الضُّبَابِ، فَبَيْنَمَا هُوَ يَحُطُّ رَحْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِذْ جَاءَهُ سَهْمٌ عَائِرٌ حَتَّى أَصَابَ ذٰلِكَ الْعَبْدَ، فَقَالَ النَّاسُ: هَنِيْئًا لَهُ الشَّهَادَةُ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " بَلٰى وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَصَابَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا" فَجَاءَ رَجُلٌ حِيْنَ سَمِعَ ذٰلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِشِرَاكٍ أَوْ شِرَاكَيْنِ فَقَالَ: هٰذَا شَيْءٌ كُنْتُ أَصَبْتُهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " شِرَاكٌ أَوْ شِرَاكَيْنِ مِنْ نَارٍ" [انظر: ٦٧٠٧]

۲۹- مالِ غنیمت میں خیانت کرنا

سورۂ آلِ عمران آیت ۱۶۱ میں ہے: ﴿وَمَنْ يَّغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾: جو شخص مالِ غنیمت میں خیانت کرے گا وہ اپنی اس خیانت کی ہوئی چیز کو لے کر قیامت کے دن آئے گا۔

غلول کے اصل معنی غنیمت میں خیانت کرنے کے ہیں، لیکن کبھی مطلق خیانت کے معنی میں بھی آتا ہے، بلکہ بعض اوقات محض کسی چیز کے چھپا لینے پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے خیبر فتح کیا، ہمیں سونا چاندی غنیمت میں نہیں ملا، ہمیں گائیں، اونٹ، سامان اور باغات غنیمت میں ملے، پھر ہم نبی ﷺ کے ساتھ وادی القریٰ کی طرف پھرے، اور آپؐ کے ساتھ آپؐ کا ایک غلام تھا، جس کو مدعم کہا جاتا تھا، بنوضُباب کے کسی آدمی نے وہ غلام آپؐ کو ہدیہ دیا تھا، پس دریں اثناء کہ وہ نبی ﷺ کا کجاوہ باندھ رہا تھا، اچانک اس کے پاس انجانا تیر آیا اور غلام کو لگا (جس سے وہ وفات پا گیا) پس لوگوں نے کہا: اس کو شہادت مبارک! نبی ﷺ نے فرمایا: بلکہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! بیشک وہ شال جو اس نے لی تھی خیبر کے دن مالِ غنیمت میں سے (یہاں باب ہے) جو تقسیم میں نہیں آئی تھی، بھڑک رہی ہے اس پر آگ بن کر، پس جب ایک شخص نے نبی ﷺ کی یہ بات سنی تو وہ ایک یا دو تسمے لایا اور اس نے کہا: یہ چیز میں نے غنیمت میں سے لی ہے، آپؐ نے فرمایا: دوزخ کا ایک تسمہ یا دو تسمے!

تشریح: ہمارے نسخہ میں بَلٰی ہے اور گیلری میں بَل ہے اور حاشیہ میں لکھا ہے کہ صحیح بَل ہے، اس لئے اس کا ترجمہ کیا ہے …………اور شراکین: میں اعراب حکائی ہے اور دوسرے نسخہ میں شراکان ہے پس کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

[٤٢٣٥-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدٌ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، يَقُوْلُ: أَمَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! لَوْلاَ أَنْ أَتْرُكَ آخِرَ النَّاسِ بَيَّانًا لَيْسَ لَهُمْ شَيْءٌ مَا فُتِحَتْ عَلَيَّ قَرْيَةٌ إِلَّا قَسَمْتُهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم خَيْبَرَ، وَلَكِنِّيْ أَتْرُكُهَا خِزَانَةً لَهُمْ يَقْتَسِمُوْنَهَا. [راجع: ٢٣٣٤]

[٤٢٣٦-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عُمَرَ قَالَ: لَوْلاَ آخِرُ الْمُسْلِمِيْنَ مَا فُتِحَتْ عَلَيْهِمْ قَرْيَةٌ إِلَّا قَسَمْتُهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم خَيْبَرَ. [راجع: ٢٣٣٤]

۳۰- مفتوحہ ملک کی زمینیں مالِ غنیمت ہیں یا مالِ فئے؟

حدیث (۱): حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر نہ ہوتی یہ بات کہ چھوڑوں گا میں بعد میں آنے والوں کو کنگال، نہیں ہوگی ان کے لئے کوئی چیز، تو نہیں کھولی جاتی مجھ پر کوئی بستی مگر بانٹ دیتا میں اس کو جیسا نبی ﷺ نے خیبر کو بانٹا، مگر میں رہنے دیتا ہوں اس بستی کو سامان کی الماری کے طور پر لوگوں کے لئے، بانٹیں گے لوگ اس کو۔

لغات: بَیَّان: کے اصلی معنی حاشیہ میں لکھے ہیں: أَیْ شَیْئًا وَاحِدًا وَقِیْلَ مُسْتَوِیًّا: ایک چیز، اور کہا گیا: یکساں، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے معنی خود بیان کئے ہیں: لَیْسَ لَهُمْ شَیْئٌ: میں نے اس کا ترجمہ 'کنگال' کیا ہے اور خطابی کہتے ہیں: یہ یمنی زبان کا لفظ ہے.........الخِزَانة: الماری، نعمت خانہ، اسٹور روم، جمع خَزَائن۔

دوسری حدیث بھی پہلی ہی حدیث ہے، فرمایا: اگر بعد میں آنے والے مسلمان نہ ہوتے تو نہ فتح کی جاتی فوج پر کوئی بستی مگر میں اس کو بانٹ دیتا، جیسا نبی ﷺ نے خیبر کو بانٹا۔

تشریح: میدانِ کارزار میں جو چیزیں مقاتلین کے ہاتھ آتی ہیں، وہ بالیقین غنیمت ہیں، اس کا پانچواں حصہ حکومت کے لئے نکالا جاتا ہے جو مالِ فئے کے مصارف میں خرچ کیا جاتا ہے اور باقی چار اخماس مجاہدین میں تقسیم کئے جاتے ہیں، لیکن جب کوئی ملک فتح ہو یعنی قبضہ میں آئے تو زمینیں مالِ غنیمت ہونگی یا مالِ فئے؟ اس کی نظیر صرف خیبر کی زمینیں ہیں، فدک وغیرہ گاؤں جو بغیر لڑے حاصل ہوئے تھے ان کو نبی ﷺ نے بمد حکومت روک لیا تھا اور جو قلعے لڑ کر فتح کئے گئے تھے ان کی زمینوں کے ۳۶ حصے کئے تھے، ۱۸ حصے حکومت کے لئے محفوظ کئے گئے تھے، اور باقی ۱۸ حصے مجاہدین میں تقسیم کئے گئے تھے: یہ تقسیم کرنا مالِ غنیمت تقسیم کرنے کی طرح تھا یا جیسے بنو نضیر کی زمینوں میں سے نبی ﷺ نے مہاجرین کو زمینیں الاٹ کی تھیں اس طرح دینا تھا؟ عام طور پر یہ سمجھا گیا تھا کہ ملک کی زمینوں کو بھی مالِ غنیمت قرار دیا گیا تھا، لیکن جب عراق فتح ہوا اور مجاہدین نے مطالبہ کیا کہ عراق کی ساری زمین ان کو بانٹ کر دیدی جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ کیا، لوگوں کی رائے خیبر کی نظیر کو سامنے رکھ کر یہ ہوئی کہ وہ زمینیں مجاہدین کو بانٹ کر دے دی جائیں، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شرح صدر نہیں ہوا آپ نے ایک ماہ تک استخارہ کیا پھر فیصلہ کیا کہ زمینیں مالِ فئے ہیں مالِ غنیمت نہیں، معلوم ہوا کہ خیبر میں جو آدھی زمینیں تقسیم کر کے دی گئی تھیں وہ مالِ فئے میں سے تعاون کے طور پر مجاہدین کو دی گئی تھیں، اگر غنیمت کے طور پر تقسیم کی جاتیں تو اٹھارہ حصے حکومت کے لئے محفوظ نہ رکھے جاتے، پس حکم شرعی یہ ہے کہ میدانِ کارزار میں جو چیزیں حاصل ہوں وہ تو غنیمت ہیں، مگر مفتوحہ ملک کی زمینیں غنیمت نہیں، بلکہ مالِ فئے ہیں۔

حدیث کا مطلب: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر ملک کی زمینیں غانمین کو تقسیم کر کے دیدی جائیں گی تو وہ اس کے مالک ہو جائیں گے اور ان کے بعد وہ ان کے ورثاء کو ملیں گی، دوسرے لوگوں کا اس میں کوئی حق نہیں ہوگا، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق اور شام کی زمینیں ملک کے اصل باشندوں کے پاس چھوڑ دیں اور ان پر خراج (بیگھہ) لگایا، اب یہ زمینیں گویا نعمت خانہ میں، اسٹور روم ہیں، غلہ بھرنے کی الماری ہیں، اس کی آمدنی مسلمانوں پر تقسیم ہوگی، اس طرح اس کا فائدہ آئندہ نسلوں کو بھی پہنچے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب استخارہ کیا تو ان کے ذہن میں سورۃ الحشر کی آیتیں آئیں اس میں اشارہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان زمینوں کو مالِ فئے کے حکم میں رکھا تھا پس اسی کی روشنی میں خیبر کی زمینوں کا مسئلہ حل کیا جائے گا کہ نبی ﷺ نے مجاہدین کو جو زمینیں دی تھیں وہ مالِ فئے میں سے تعاون

کے طور پر دی تھیں۔ واللہ اعلم

[٤٢٣٧-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ، وَسَأَلَهُ إِسْمَاعِيْلُ ابْنُ أُمَيَّةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيْدٍ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، أَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَسَأَلَهُ، قَالَ لَهُ بَعْضُ بَنِيْ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ: لَاتُعْطِهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: هٰذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ، فَقَالَ: وَاعَجَبَاهْ لِوَبْرٍ تَدَلَّى مِنْ قَدُوْمِ الضَّأْنِ. [راجع: ٢٨٢٧]

[٤٢٣٨-] وَيُذْكَرُ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيْدٍ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يُخْبِرُ سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ، قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَبَانًا عَلٰى سَرِيَّةٍ مِنَ الْمَدِيْنَةِ قِبَلَ نَجْدٍ، قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: فَقَدِمَ أَبَانُ وَأَصْحَابُهُ عَلٰى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِخَيْبَرَ بَعْدَمَا افْتَتَحَهَا، وَإِنَّ حُزُمَ خَيْلِهِمْ لَلِيْفٌ، قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَا تَقْسِمْ لَهُمْ، قَالَ أَبَانُ: وَأَنْتَ بِهٰذَا يَا وَبْرُ! تَحَدَّرَ مِنْ رَأْسِ ضَأْنٍ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "يَا أَبَانُ اجْلِسْ" فَلَمْ يَقْسِمْ لَهُمْ. [راجع: ٢٨٢٧]

[٤٢٣٩-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ جَدِّيْ، أَنَّ أَبَانَ بْنَ سَعِيْدٍ أَقْبَلَ إِلٰى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ، وَقَالَ أَبَانُ لِأَبِيْ هُرَيْرَةَ: وَاعَجَبًا لَكَ! وَبْرٌ تَدَأْدَأَ مِنْ قَدُوْمِ ضَأْنٍ، يَنْعٰى عَلَيَّ امْرَأً أَكْرَمَهُ اللّٰهُ بِيَدِيْ، وَمَنَعَهُ أَنْ يُهِنِّيْ بِيَدِهِ. [راجع: ٢٨٢٧]

۳۱- جنگ ختم ہونے کے بعد آنے والوں کا غنیمت میں استحقاق نہیں

حدیث (۱): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خیبر فتح ہونے کے بعد نبی ﷺ کی خدمت میں آئے اور انھوں نے آپؐ سے سوال کیا (کہ مجھے مالِ غنیمت میں دیجئے، پس) نبی ﷺ سے سعید بن العاص کے ایک بیٹے نے (جن کا نام ابان تھا) کہا: اے اللہ کے رسول! اس کو حصہ نہ دیں (کیونکہ یہ جنگ ختم ہونے کے بعد آئے ہیں) پس ابو ہریرہؓ نے کہا: یہ ابن قوقل رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے یعنی وہ بیچ میں دخل کیوں دے رہا ہے؟ پس سعید کے لڑکے نے کہا: ہائے تعجب! اس وَبر پر جو اتر آیا ہے قدوم ضأن سے!

تشریح: ابن قوقل رضی اللہ عنہ کا نام نعمان بن مالکؓ ہے، یہ انصاری صحابی ہیں، جنگِ احد میں ان کو ابان بن سعید نے قتل کیا تھا، حضرت ابو ہریرہؓ نے اس کا طعنہ دیا ہے کہ یہ ابن قوقلؓ کا قاتل ہے، اس کو بیچ میں بولنے کا کیا حق ہے؟

حدیث (۲): سعید بن العاص کے لڑکے عنبسہ کہتے ہیں: انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ سعید بن

العاص کوخبر دے رہے تھے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے ابانؓ کوایک سریہ پر بھیجا، مدینہ سے نجد کی طرف (حاشیہ میں ہے کہ اللہ جانے یہ کونسا سریہ ہے؟) ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: پس ابان اوران کے ساتھی خیبر میں نبی ﷺ کے پاس آئے، خیبر کو فتح کرنے کے بعد، یعنی وہ جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے، اوران کے گھوڑوں کی پیٹی کھجور کے درختوں کی ریشوں کی تھی، یعنی وہ لوگ غریب تھے، ابو ہریرہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ان کو حصہ نہ دیجئے (کیونکہ یہ جنگ ختم ہونے کے بعد آئے ہیں) ابانؓ نے کہا: تیری یہ ہمت اے وَبْر! اتر آیا ہے توضأن پہاڑ کی چوٹی سے، پس نبی ﷺ نے فرمایا: اے ابان بیٹھ جاؤ، اورآپؐ نے ان کو حصہ نہیں دیا۔

حدیث (۳): ابان بن سعید رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا: پس ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ ابن قوقلؓ کا قاتل ہے، پس ابانؓ نے ابو ہریرہؓ سے کہا: ہائے تعجب تجھ پر! ایک وبر جو قدوم ضأن پہاڑ سے نیچے اتر آیا ہے، جو مجھے طعنہ دے رہا ہے ایک ایسے آدمی کے ذریعہ جس کو اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی میرے ہاتھوں اوراس کو روک دیا اس سے کہ وہ مجھے رسواء کرے اپنے ہاتھ سے، یعنی میں نے ان کو قتل کیا تو وہ جنت میں گئے، اگر وہ مجھے قتل کرتے تو میں جہنم میں جاتا، پس مجھے اللہ تعالیٰ نے رسوائی سے بچایا۔

تشریح: وَبْر: بلی جیسا ایک جانور ہے، اورقدوم ضأن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے دیار کا پہاڑ ہے یعنی یہ چار پیسے کا آدمی ہے اور مجھے طعنہ دے رہا ہے کہ میں نے ایک مسلمان کو قتل کیا، حالانکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ سے عزت بخشی اور مجھے ابن قوقلؓ کے ہاتھ سے رسواء نہیں کیا، یعنی میں قتل نہیں ہوا اور نہ جہنم میں جاتا، بلکہ زندہ رہا اور مسلمان ہوا اوراب راہِ خدا میں لڑ رہا ہوں پھر مجھے یہ طعنہ کیوں دیا جارہا ہے؟

سوال: پہلی حدیث میں ہے کہ مال کا سوال حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اس پر ابانؓ نے کہا تھا: **لَاتُعْطِهِ**: اس کو نہ دیں: اور دوسری حدیث میں ہے کہ سوال ابانؓ نے کیا تھا اور حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا تھا: **لَاتَقْسِمْ لَهُمْ**: سریہ والوں کو نہ دیں، یہ تعارض ہے۔

جواب: دونوں باتیں صحیح ہیں ایک وقت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا تو ابانؓ نے دخل دیا، دوسرے وقت میں حضرت ابان رضی اللہ عنہ نے سوال کیا تو ابو ہریرہؓ نے دخل دیا، اس طرح دونوں باتیں صحیح ہیں۔

پھر نبی ﷺ نے خیبر کی غنیمت سے دونوں کو دیا یا نہیں؟ اس سے حدیثیں ساکت ہیں، بلکہ دوسری حدیث میں صراحت ہے کہ نہیں دیا، اور مسئلہ یہی ہے کہ غنیمت کے خمس میں سے بر بناء فقر امیر دینا چاہے تو دے سکتا ہے البتہ جنگ ختم ہونے کے بعد آنے والوں کا استحقاق نہیں۔

لغت: دَأْدَأَ، دَأْدَأَةَ الشيئَ: لڑھکانا، اوپر سے نیچے ڈالنا، تَدَأْدَأَ: اتر آیا، لڑھک آیا.........**الْحُزْم**: الْحِزَام کی جمع: پیٹی، پیکنگ کی رسّی وغیرہ، جس سے زین کو پیٹ کے نیچے سے باندھتے ہیں۔

۳۲-فدک گاؤں کی جائداد، خیبر کے خمس کی جائداد اور بنونضیر کی جائداد میں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنا حقِ میراث مانگا

جہاد میں غنیمت میں سے جو خمس نکلتا ہے وہ عام طور پر منقولات ہوتے ہیں اور اپنے مصارف میں خرچ ہوجاتے ہیں اور بنونضیر کے علاقہ میں جو جائدادیں ہاتھ آئی تھیں وہ مالِ فئے تھیں، اس میں سے کچھ حصہ نبی ﷺ نے مہاجرین کو دیا تھا باقی اپنے پاس رکھا تھا، بنونضیر کا علاقہ مدینہ کے قریب تھا ان کے ساتھ مصالحت ہوئی تھی وہ جلاوطن ہونے کے لئے تیار ہوگئے تھے، اس لئے ان کا پورا علاقہ مالِ فئے تھا، اور خیبر میں فدک نامی گاؤں یا قلعہ مصالحت کے طور پر حاصل ہوا تھا اس لئے وہ بھی مالِ فئے تھا، اور خیبر میں غنیمت میں سے جو خمس نکلا تھا اس میں بھی جائداد آئی تھی، یہ دونوں زمینیں نبی ﷺ کے پاس تھیں آپؐ ان کی آمدنی سے گھر کی ضروریات پوری کرتے تھے، رشتہ داروں کو دیتے تھے، اور باقی مصارف فئے میں خرچ کرتے تھے پھر جو کچھ بچتا وہ جہاد کے سامان کی خریداری میں لگتا۔

پھر جب نبی ﷺ کی وفات ہوئی تو یہ جائدادیں نبی ﷺ کی ملک تصور کی گئیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا (بیٹی) اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ (عصبہ) نے میراث کا مطالبہ کیا مگر خلیفۂ وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو سمجھایا کہ یہ جائدادیں حضور ﷺ کی ملک نہیں تھیں اور بتایا کہ ان کی آمدنی سے جس طرح نبی ﷺ خرچ کرتے تھے میں بھی خرچ کروں گا، مگر جائدادیں حکومت کی تحویل میں رہیں گی، میراث میں تقسیم نہیں ہونگی، بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث سنائی کہ انبیاء کی املاک میں میراث نہیں چلتی، وہ امت کے لئے خیرات ہوتی ہیں، اس لئے آپؐ کے دیگر متروکات بھی میراث کے طور پر تقسیم نہیں کئے گئے، بلکہ تبرک کے طور پر تقسیم کئے گئے۔

[۴۲۴۰و۴۲۴۱-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَرْسَلَتْ إِلٰى أَبِىْ بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيْرَاثَهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِيْنَةِ وَفَدَكٍ وَمَا بَقِىَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "لاَ نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ" إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِى هٰذَا الْمَالِ، وَإِنِّى وَاللّٰهِ لاَ أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ حَالِهَا الَّتِىْ كَانَ عَلَيْهَا فِىْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَلَأَعْمَلَنَّ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَأَبَى أَبُوْ بَكْرٍ أَنْ يَدْفَعَ إِلٰى فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس

(حضرت علی رضی اللہ عنہ کو) بھیجا، وہ ان سے اپنی میراث مانگ رہی تھیں جو ان کو نبی ﷺ سے پہنچی تھی، ان جائدادوں میں سے جو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر لوٹائی تھیں مدینہ میں یعنی بنونضیر کے علاقہ کی جائداد اور فدک کی جائداد اور جو جائدادیں خیبر کے خمس میں سے باقی بچی تھیں [1]، پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا ہے: لَانُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ: ہم مُورث نہیں بنائے جاتے، ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) محمد ﷺ کا خاندان اس مال میں سے صرف کھائے گا (وارث اور مالک نہیں ہوگا) اور میں بخدا! نہیں بدلوں گا کوئی چیز رسول اللہ ﷺ کے صدقہ میں سے اس کی اس حالت سے جس پر وہ تھا، نبی ﷺ کے زمانہ میں، اور ضرور عمل کروں گا میں اس میں وہ عمل جو اس میں رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے، پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انکار کیا اس سے کہ دیں وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس جائداد میں سے کچھ۔

ملحوظہ: اس حدیث پر دو نمبر اس لئے لگائے ہیں کہ ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے دوسری حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت لانورث إلخ، اور پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۳۸۸) دونوں حدیثوں پر الگ الگ نمبر لگائے ہیں (دیکھیں ۳۰۹۲ اور ۳۰۹۳) اور یہاں دو نمبر ساتھ لگائے ہیں۔

نوٹ: یہ مسئلہ یہاں ضمناً آیا ہے، اس کی تفصیل کتاب الجہاد (الخمس والفئ) باب ۶ و ۷ میں ہے۔

باقی روایت: اس کے بعد روایت کا درج ذیل حصہ امام زہری رحمہ اللہ کا قول ہے، اور حدیث میں مدرج ہے، پس یہ امام زہریؒ کی مرسل روایت ہے اور امام زہریؒ کی مرسل روایتیں صرف پرچھائی ہوتی ہیں، حقیقت میں کچھ نہیں ہوتیں، اور اس کے مدرج ہونے کی دلیل پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۳۹۰) بیان کی گئی ہے۔

فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلٰى أَبِيْ بَكْرٍ فِيْ ذٰلِكَ، فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتّٰى تُوُفِّيَتْ، وَعَاشَتْ بَعْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم سِتَّةَ أَشْهُرٍ، فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ لِيْلاً، وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ، وَصَلّٰى عَلَيْهَا.

ترجمہ: پس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں ناراض ہوئیں (وَجَدَ کا صلہ علیٰ آتا ہے تو اس کے معنی ناراض ہونے کے ہوتے ہیں) اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا، پس انھوں نے ان سے بات نہیں کی، یہاں تک کہ وہ وفات پاگئیں، اور وہ نبی ﷺ کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں، پھر جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو ان کو ان کے شوہر علی رضی اللہ عنہ نے رات میں دفن کیا اور حضرت ابوبکرؓ کو ان

(۱) خیبر کے خمس کی جائدادوں میں سے کچھ آپؐ نے ان صحابہ کو عنایت فرمایا تھا جو جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے، جیسے حبشہ سے ہجرت کر کے آنے والے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی اور یمن سے ہجرت کر کے آنے والے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ ان حضرات کو خمس کی زمینوں میں سے دیا تھا، باقی جو بچی وہ نبی ﷺ کے تصرف میں تھی ۱۲

کی وفات کی اطلاع نہیں دی اور حضرت علیؓ نے ان کا جنازہ پڑھا۔

تشریح: اس عبارت میں چار باتیں ہیں:

پہلی بات: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوگئیں اور وفات تک نہیں بولیں، مگر عمر بن شبّہ کی تاریخ مدینہ میں روایت کے الفاظ یہ ہیں: فَلَمْ تُكَلِّمْه فِي ذٰلِكَ الْمَالِ حَتَّى مَاتَتْ: حضرت فاطمہؓ نے وفات تک ان اموال کا حضرت ابوبکرؓ سے پھر مطالبہ نہیں کیا (کشف الباری ۸: ۴۵۵) اس صورت میں وَجَدَتْ کے معنی 'ملول ہونا' ہونگے، یعنی حضرت فاطمہؓ کو ملال ہوا کہ انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ان اموال کے بارے میں گفتگو کیوں کی!

دوسری بات: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی وفات کے بعد چھ ماہ تک حیات رہیں، یہ صحیح اور مشہور قول ہے، علاوہ ازیں ستر دن، تین مہینے، دو مہینے اور آٹھ مہینے کی بھی روایات ہیں۔

تیسری بات: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی اطلاع نہیں دی، یہ عجیب بات ہے، حضرت صدیق اکبرؓ کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عُمیسؓ برابر حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری میں لگی رہی تھیں، بلکہ حضرت فاطمہؓ کی وصیت کے مطابق حضرت علی اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما نے غسل دیا تھا، پس یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع نہیں دی، یہ بات کیسے صحیح ہوسکتی ہے؟ حضرت ابوبکرؓ کی اہلیہ سارے معاملہ سے واقف تھیں، پس حضرت ابوبکرؓ کو وفات کی خبر بالیقین ہوگئی تھی۔

چوتھی بات: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ حضرت علیؓ نے پڑھائی، اس سلسلہ میں بھی روایات مختلف ہیں، کہیں یہ ہے کہ حضرت عباسؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور بہت سی روایات میں یہ ہے کہ صدیق اکبرؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی، طبقات ابن سعد (۸: ۲۹) میں امام عامر شعبیؒ اور حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ صدیق اکبرؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور ان دونوں تابعین کی مرسل روایتیں اعلی درجہ کی صحیح قرار دی گئی ہیں۔

غرض یہ سب باتیں امام زہری رحمہ اللہ کی کہی ہوئی ہیں، مدرج ہیں اور دلیل ادراج یہ ہے کہ بیہقی رحمہ اللہ کی سنن کبری میں فَغضبت فاطمةُ سے پہلے قَال ہے اور وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ کے بعد قَالَتْ عَائِشَةُ ہے، معلوم ہوا کہ درمیان میں اتنی عبارت مدرج ہے اور وہ امام زہری رحمہ اللہ کا قول ہے، پس شیعہ ان باتوں پر جو محل تعمیر کرتے ہیں وہ بودا اور قابل مسمار ہے۔

وَكَانَ لِعَلِيٍّ مِنَ النَّاسِ وَجْهٌ حَيَاةَ فَاطِمَةَ، فَلَمَّا تُوُفِّيَتِ اسْتَنْكَرَ عَلِيٌّ وُجُوْهَ النَّاسِ، فَالْتَمَسَ مُصَالَحَةَ أَبِيْ بَكْرٍ وَمُبَايَعَتَهُ، وَلَمْ يَكُنْ يُبَايِعُ تِلْكَ الْأَشْهُرَ، فَأَرْسَلَ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ: أَنِ ائْتِنَا وَلَا يَأْتِنَا أَحَدٌ مَعَكَ، كَرَاهِيَةً لِيَحْضُرَ عُمَرُ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا، وَاللّٰهِ! لَا تَدْخُلُ عَلَيْهِمْ وَحْدَكَ، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: وَمَا عَسَيْتَهُمْ أَنْ

يَفْعَلُوْهُ بِيْ؟ وَاللّٰهِ! لَآتِيَنَّهُمْ، فَدَخَلَ عَلَيْهِمْ أَبُوْ بَكْرٍ فَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ، فَقَالَ: إِنَّا قَدْ عَرَفْنَا فَضْلَكَ وَمَا أَعْطَاكَ اللّٰهُ، وَلَمْ نَنْفَسْ عَلَيْكَ خَيْرًا سَاقَهُ اللّٰهُ إِلَيْكَ، وَلٰكِنَّكَ اسْتَبْدَدْتَ عَلَيْنَا بِالْأَمْرِ، وَكُنَّا نَرَى لِقَرَابَتِنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم نَصِيْبًا، حَتّٰى فَاضَتْ عَيْنَا أَبِيْ بَكْرٍ، فَلَمَّا تَكَلَّمَ أَبُوْ بَكْرٍ قَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِيْ، وَأَمَّا الَّذِيْ شَجَرَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْأَمْوَالِ فَإِنِّيْ لَمْ آلُ فِيْهَا عَنِ الْخَيْرِ، وَلَمْ أَتْرُكْ أَمْرًا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَصْنَعُهُ فِيْهَا إِلَّا صَنَعْتُهُ، فَقَالَ عَلِيٌّ لِأَبِيْ بَكْرٍ: مَوْعِدُكَ الْعَشِيَّةَ لِلْبَيْعَةِ.

ترجمہ: (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:) اور لوگوں کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں چہرہ (التفات) تھا، پھر جب ان کا انتقال ہوگیا تو حضرت علیؓ نے لوگوں کے چہروں کو انجانا پایا، یعنی لوگوں کی نگاہیں پھرنے لگیں، جیسے ماں نہیں تو ماموں نہیں! پس حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے مصالحت اور بیعت کرنی چاہی، اور انھوں نے اُن مہینوں میں بیعت نہیں کی تھی، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلایا کہ آپؓ ہمارے پاس آئیں اور آپؓ کے ساتھ کوئی اور نہ آئے، یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ناپسند کرتے ہوئے تھی، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں بخدا! آپؓ اکیلے ان کے پاس نہ جائیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اور تم کیا امید کرتے ہو کہ وہ میرے ساتھ کیا کریں گے؟ یعنی اگر میں اکیلا گیا تو وہ لوگ مجھے پھانسی ماریں گے؟ بخدا! میں ضرور ان کے پاس (اکیلا) جاؤں گا، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا: ہم بیشک آپؓ کی فضیلت اور جو کچھ اللہ نے آپ کو دیا ہے اس کو پہچانتے ہیں اور ہم حسد نہیں کرتے آپؓ پر اس خیر کے سلسلہ میں جس کو اللہ نے آپؓ کی طرف ہانکا ہے یعنی خلافت کے معاملہ میں، مگر آپؓ خود مختار بن گئے، ہمیں چھوڑ کر (خلافت طے کرنے کے معاملہ میں) اور ہم اپنا ایک حصہ سمجھتے تھے نبی ﷺ سے ہماری رشتہ داری کی وجہ سے (کہ ہم سے بھی اس معاملہ میں مشورہ کیا جائے گا) یہاں تک کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھیں بہہ پڑیں، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی اور کہا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! رسول اللہ ﷺ کی رشتہ داری مجھے زیادہ محبوب ہے کہ میں اس کے ساتھ حسن سلوک کروں اپنی رشتہ داری سے اور رہا وہ اختلاف جو میرے اور آپ لوگوں کے درمیان ہوا، ان اموال کے بارے میں تو میں ذرا کوتاہی نہیں کروں گا ان میں بہتر طریقہ اختیار کرنے سے، جس امر کو میں نے کرتے دیکھا ہے میں بھی وہی امر کروں گا، پس حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا: آپ سے بیعت کرنے کے لئے آج شام کا وعدہ ہے۔

تشریح: اس عبارت میں جو یہ جملہ آیا ہے: وَلَمْ يَكُنْ يُبَايِعُ تِلْكَ الْأَشْهُرَ: یہ بھی امام زہریؒ کا قول ہے، بیہقیؒ نے اپنی کتاب **الاعتقاد علی مذہب السلف** میں اس کی صراحت کی ہے، اور ابوداؤد طیالسی، ابن سعد، ابن جریر، ابن ابی شیبہ، بیہقی اور ابن حبان نے روایات نقل کی ہیں کہ سقیفہ بنی ساعدہ کی بیعت کے اگلے دن مسجد نبوی میں جو عام بیعت ہوئی تھی،

اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کی تھی۔ البدایہ والنہایہ اور ازالۃ الخفاء میں ہے کہ جب عام بیعت ہونے لگی تو حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما موجود نہیں تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دونوں کو بلوایا، انھوں نے کہا: ہمیں صرف یہ شکایت ہے کہ کل سقیفہ بنی ساعدہ میں معاملہ طے کرتے وقت اور آج یہاں مسجد میں بیعت کے وقت ہم سے کوئی مشورہ نہیں لیا گیا اور ہم جانتے ہیں کہ خلافت کا سب سے زیادہ حق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہے، پھر دونوں نے بیعت کی۔

(ماخوذ از کشف الباری ۸: ۴۶۰)

لغات: نَكِرَ، أَنْكَرَ اور اسْتَنْكَرَ: ہم معنی الفاظ ہیں.......... وَمَا عَسَيْتُهُمْ أَنْ يَفْعَلُوْهُ بِيْ: مَا استفہامیہ، عَسٰى: فعل مقارب بمعنی رَجَاء (امید) تَ ضمیر مخاطب فاعل، هُمْ: ضمیر: مفعول بہ، أَن: تفسیریہ، فَعَلُوْه بِي: هم کی تفسیر.......... نَفِسَ (س) الشيئَ وبه على فلان: کسی چیز کے بارے میں کسی پر حسد کرنا اور اسے اس کا اہل نہ سمجھنا۔

فَلَمَّا صَلَّى أَبُوْ بَكْرِ الظُّهْرَ رَقِىَ الْمِنبَرِ فَتَشَهَّدَ وَذَكَرَ شَأْنَ عَلِيٍّ وَتَخَلُّفَهُ عَنِ الْبَيْعَةِ وَعُذْرَهُ بِالَّذِىْ اعْتَذَرَ إِلَيْهِ، ثُمَّ اسْتَغْفَرَ، وَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ فَعَظَّمَ حَقَّ أَبِىْ بَكْرٍ، وَحَدَّثَ أَنَّـهُ لَمْ يَحْمِلْهُ عَلَى الَّذِىْ صَنَعَ نَفَاسَةٌ عَلٰى أَبِىْ بَكْرٍ وَلَا إِنْكَارٌ لِلَّذِىْ فَضَّلَهُ اللّٰهُ بِهِ، وَلٰكِنَّا نُرَى لَنَا فِى هٰذَا الْأَمْرِ نَصِيْبًا، وَاسْتَبَدَّ عَلَيْنَا فَوَجَدْنَا فِى أَنْفُسِنَا، فَسُرَّ بِذٰلِكَ الْمُسْلِمُوْنَ وَقَالُوْا: أَصَبْتَ، وَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ إِلٰى عَلِيٍّ قَرِيْبًا حِيْنَ رَاجَعَ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ. [راجع: ۳۰۹۲، ۳۰۹۳]

ترجمہ: پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز پڑھی تو آپؓ منبر پر چڑھے اور خطبہ پڑھا اور تذکرہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے معاملہ کا اور ان کے بیعت سے پیچھے رہنے کا اور ان کے اس عذر کا جو انھوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا، پھر استغفار کیا، پھر حضرت علیؓ نے خطبہ پڑھا اور حضرت ابوبکرؓ کے حق کو بڑا بنایا اور انھوں نے بیان کیا کہ نہیں ابھارا ان کو اس کام پر جو کیا انھوں نے ابوبکرؓ سے افضل ہونے نے اور نہ اس فضیلت کے انکار نے جس کے ساتھ اللہ نے ابوبکرؓ کو برتری دی ہے، مگر ہم اپنا کچھ حصہ سمجھتے تھے اس خلافت کے معاملہ میں، یعنی ہم سے بھی مشورہ کیا جاتا اور تنہا ہو گئے ابوبکرؓ ہمیں چھوڑ کر یعنی ہمیں پوچھا بھی نہیں، اور خلافت طے کر دی، پس محسوس کی ہم نے یہ بات اپنے دلوں میں، پس مسلمان اس بات سے خوش ہوئے اور انھوں نے کہا: آپؓ نے صحیح کیا اور مسلمان حضرت علیؓ سے نزدیک ہوئے جب انھوں نے معروف بات کی طرف رجوع کیا۔

سوال: جب ایک مرتبہ بیعت کر لی تھی تو دوبارہ بیعت کی کیا ضرورت پیش آئی؟

جواب: حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری میں مشغول رہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملنے جلنے میں کمی آگئی، اور جو لوگ پہلی بیعت نہیں جانتے تھے انھوں نے طرح طرح کی باتیں شروع کیں، اس لئے

آپؓ نے دوبارہ بیعت کی۔ البدایہ والنہایہ میں حافظ ابن کثیرؒ نے اسی کو حق اور حقیقت قرار دیا ہے۔

فائدہ: رہی یہ بات کہ صدیق اکبرؓ نے خلافت کے معاملہ میں بنو ہاشم سے مشورہ کیوں نہیں کیا؟ تو اس کی وجہ یہ تھی کہ صورتِ حال نازک تھی، انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے تھے اور قریب تھا کہ ایک امیر انصار میں سے طے کر دیں، جب کہ مسلمانوں میں اتفاق واتحاد ضروری تھا، اس لئے حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدۃ رضی اللہ عنہم ادنی تاخیر کے بغیر اس چھپر میں پہنچ گئے اور انتہائی عجلت میں بنو ہاشم سے مشورہ کرنے کا موقع نہیں ملا، پس ان حضرات کی شکایت بجا تھی، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عذر بھی معقول تھا۔

وضاحت: عُذْرَہ کو عَذَرَہُ بالذی اعْتَذَرَ إلَیْهِ بھی پڑھ سکتے ہیں، اس صورت میں ترجمہ ہوگا: اور حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؓ کا وہ عذر قبول کیا جو انھوں نے آپ کے سامنے پیش کیا.......... اور امر معروف یہ ہے کہ جب کسی کی خلافت طے ہو جائے تو اس سے متخلف نہیں رہنا چاہئے۔

[۴۲۴۲-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا حَرَمِیٌّ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِیْ عُمَارَةُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا فُتِحَتْ خَیْبَرُ قُلْنَا: الآنَ نَشْبَعُ مِنَ التَّمْرِ.

[۴۲۴۳-] حدثنا الْحَسَنُ، قَالَ: حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ حَبِیْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِیْنَارٍ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: مَا شَبِعْنَا حَتّٰی فَتَحْنَا خَیْبَرَ.

۳۳-خیبر کی برکات

صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا: اب ہم کھجوریں پیٹ بھر کر کھائیں گے! اور حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں: جب ہم نے خیبر فتح کیا تو ہم نے شکم سیر ہو کر کھایا۔

تشریح: مدینہ منورہ بھی خیرات وبرکات کی جگہ تھی، نخلستان تھے، انگوروں کے باغات تھے، اور کھیتیاں تھیں، مگر وہ مسلمانوں کی ضرورت کے لئے کافی نہیں تھے، اس لئے کہ مدینہ کی آبادی دو چند ہوگئی تھی، مہاجرین وہاں آکر بس گئے تھے اس لئے پیداوار میں تنگی تھی، اور خیبر بھی باغوں اور کھیتوں والا علاقہ تھا، جب وہاں کی آدھی پیداوار آنے لگی تو لوگ آسودہ ہوگئے، اب ان کو پیٹ بھر کر کھجوریں ملنے لگیں، اور غلہ بھی وافر مقدار میں آنے لگا، جس سے لوگ آسودہ ہوگئے۔

[۴۰-] بَابُ اسْتِعْمَالِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰی أَهْلِ خَیْبَرَ

[۴۲۴۴و۴۲۴۵-] حدثنا إِسْمَاعِیْلُ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِیْدِ بْنِ سُهَیْلٍ، عَنْ سَعِیْدِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ، عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ، وَأَبِیْ هُرَیْرَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اسْتَعْمَلَ

رَجُلاً عَلٰی خَیْبَرَ، فَجَاءَ هُ بِتَمْرٍ جَنِیْبٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: "کُلُّ تَمْرِ خَیْبَرَ هٰکَذَا؟" فَقَالَ: لاَ، وَاللّٰهِ! یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَیْنِ، وَالصَّاعَیْنِ بِالثَّلاَثَةِ، فَقَالَ: "لاَ تَفْعَلْ، بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ، ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِیْبًا" [راجع: ۲۲۰۱،۲۲۰۲]

[۴۲۴۶و۴۲۴۷-] وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِیْدِ، عَنْ سَعِیْدٍ: أَنَّ أَبَا سَعِیْدٍ وَأَبَا هُرَیْرَةَ حَدَّثَاهُ: أَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم بَعَثَ أَخَا بَنِیْ عَدِیٍّ مِنَ الْأَنْصَارِ إِلٰی خَیْبَرَ فَأَمَّرَهُ عَلَیْهَا. [راجع: ۲۲۰۱، ۲۲۰۲] وَعَنْ عَبْدِ الْمَجِیْدِ، عَنْ أَبِیْ صَالِحِ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ، وَأَبِیْ سَعِیْدٍ مِثْلَهُ.

۳۴-خیبر پر نبی ﷺ نے عامل مقرر کیا

جب خیبر کا علاقہ اسلامی قلم رو میں آیا تو نگرانی کے لئے نبی ﷺ نے سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کو وہاں کا گورنر مقرر کیا۔
حضرت ابوسعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے ایک شخص کو خیبر پر عامل (امیر) مقرر کیا وہ وہاں سے جنیب کھجوریں لایا (یہ کھجوروں کی اعلیٰ قسم ہے) نبی ﷺ نے پوچھا: کیا خیبر کی ساری کھجوریں ایسی ہوتی ہیں؟ اس نے کہا: نہیں، بخدا! اے اللہ کے رسول! ہم اس کا ایک صاع لیتے ہیں دو صاع کے بدلہ میں اور دو صاع لیتے ہیں تین صاع کے بدلہ میں، نبی ﷺ نے فرمایا (ایسا) مت کرو، معمولی کھجوروں کو دراہم کے بدلے میں بیچ دو، پھر دراہم کے بدلے میں جنیب کھجوریں خریدلو۔

تشریح: ربوی اشیاء میں جید اور ردی یکساں ہیں، اگرچہ گیہوں اور گیہوں برابر نہیں ہوتے، مگر چونکہ گیہوں ربوی ہیں اس لئے اعلیٰ اور گھٹیا کا فرق ہم جنس کے تبادلہ میں ظاہر نہیں کیا جاسکتا، برابر سرابر بیچنا ضروری ہے، اگر جید اور ردی کا فرق ظاہر کرنا ہے تو معمولی گیہوں رقم میں بیچے جائیں، پھر ان پیسوں سے اچھے گیہوں خریدے جائیں، اس طرح جید اور ردی کا فرق ظاہر ہوجائے گا۔

اور یہ سود سے بچنے کا حیلہ نہیں کیونکہ جس کو معمولی جنس بیچی ہے اسی سے عمدہ جنس خریدنا ضروری نہیں، اور نبی ﷺ نے حضرت سواد بن غزیہؓ کو خیبر کا عامل مقرر کیا تھا وہ سب مالکان کے حصے وصول کرکے ان کے گھر پہنچاتے تھے، اسی طرح خیبر میں خمس کی زمینیں تھیں ان کی آمدنی حکومت کے پاس آتی تھی، خیبر کا عامل کھجوریں لے کر آیا جو سب جنیب (شاندار کھجوریں) تھیں، آپؐ نے پوچھا: کیا خیبر میں سب کھجوریں ایسی عمدہ ہوتی ہیں؟ عامل نے کہا: نہیں، ہر طرح کی کھجوریں ہوتی ہیں، مگر ہم معمولی کھجوروں کے دو صاع دے کر عمدہ کھجوروں کا ایک صاع لے لیتے ہیں یا تین صاع دے کر دو صاع لے لیتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: ایسا مت کرو، یہ تو سود ہوا، تم معمولی کھجوریں دراہم میں بیچ دو، پھر ان پیسوں سے عمدہ کھجوریں

خریدلو، یہ درست ہے (تحفۃ القاری ۵:۲۵۳)

[٤١-] بَابُ مُعَامَلَةِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَهْلَ خَيْبَرَ

[٤٢٤٨-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: أَعْطَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ أَنْ يَعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا، وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا.

[راجع: ٢٢٨٥]

۳۵-خیبر والوں کے ساتھ معاملہ

خیبر کے یہودی مزارع (کسان) تھے، زمینوں کے مالک نہیں تھے، ان کے ساتھ آدھے پر بٹائی کا معاملہ ہوا تھا، کھیتوں میں بھی اور باغات میں بھی، کھیتوں میں معاملہ کو مزارعت اور باغات میں معاملہ کو مساقات کہتے ہیں، اور لفظ معاملہ دونوں کو عام ہے۔

[٤٢-] بَابُ الشَّاةِ الَّتِيْ سُمَّتْ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِخَيْبَرَ

رَوَاهُ عُرْوَةُ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.

[٤٢٤٩-] حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ: لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ أُهْدِيَتْ لِرَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم شَاةٌ فِيْهَا سُمٌّ.[راجع: ٣١٦٩]

۳۶-قصہ زہر آلود بکری کا

خیبر کی فتح کے بعد سلام بن مشکم کی بیوی زینب بنت حارث نے آپؐ کے پاس بھنی ہوئی بکری کا ہدیہ بھیجا، اس نے بکری کے دست میں خوب زہر ملا دیا تھا، اس کو بتایا گیا تھا کہ آپؐ کو دست کا گوشت زیادہ پسند ہے، اور باقی حصہ بھی زہر آلود کر دیا تھا، آپؐ نے اس کا ایک ٹکڑا چبایا مگر نگلا نہیں، تھوک دیا اور فرمایا: یہ ہڈی مجھے بتلا رہی ہے کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے، پھر آپؐ نے زینب کو بلایا اس نے اقرار کیا، آپؐ نے پوچھا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا: میں نے سوچا کہ اگر یہ بادشاہ ہے تو ہمیں اس سے راحت مل جائے گی، اور اگر نبی ہے تو اسے خبر دیدی جائے گی، چنانچہ آپؐ نے اس کو معاف کر دیا، مگر بعد میں حضرت بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ کا گوشت کھانے سے انتقال ہو گیا تو اس کو قصاص میں قتل کیا گیا۔ سُمٌّ: (س پر تینوں اعراب) زہر، جمع: سُمُوْمٌ۔

حوالہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی معلق حدیث آگے (حدیث ۴۴۲۸) آرہی ہے، اور یہود نے بکری میں زہر ملانے کا اقرار آسانی سے نہیں کیا تھا، نبی ﷺ نے یہ بات عجیب ترکیب سے ان سے اگلوائی تھی، اس کا تذکرہ پہلے (تحفۃ القاری

۶:۴۴۸ میں) آیا ہے۔

اضافہ: بخاری شریف میں غزوۂ خیبر کا بیان پورا ہوا، البتہ کچھ ضروری باتیں رہ گئیں ہیں جو درج ذیل ہیں:

۳۷-غزوۂ خیبر میں فریقین کے مقتولین

خیبر کے مختلف معرکوں میں سولہ مسلمان شہید ہوئے: چار قریش سے ایک قبیلہ اشجع سے، ایک قبیلہ اسلم سے، ایک اہل خیبر سے اور بقیہ انصار سے اور دوسرے فریق یعنی یہود کے مقتولین کی تعداد ترانوے (۹۳) ہے۔

۳۸-فدک گاؤں کی فتح

نبی ﷺ نے خیبر پہنچتے ہی مُحَیِّصة بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے فدک کے یہودیوں کے پاس بھیجا، مگر انھوں نے دعوت قبول نہیں کی، پھر جب خیبر فتح ہوگیا تو ان کے دلوں میں رعب پڑ گیا، انھوں نے نبی ﷺ کے پاس آدمی بھیج کر اہل خیبر کے ساتھ معاملہ کی طرح فدک کی نصف پیداوار پر مصالحت کی پیشکش کی، آپؐ نے ان کی پیشکش قبول فرمالی، اس طرح فدک کی ساری زمین فیئ قرار پائی، کیونکہ مسلمانوں نے اس پر گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے۔

۳۹-وادی القریٰ کی فتح

نبی ﷺ جب خیبر سے فارغ ہوئے تو وادی القریٰ تشریف لے گئے، وہاں یہود کی آبادی تھی، اور خیبر سے بھاگے ہوئے یہود بھی وہاں پہنچے تھے اور وہاں کچھ عرب بھی آباد تھے، جب اسلامی فوج وہاں پہنچی تو یہود نے تیروں سے استقبال کیا، وہیں نبی ﷺ کا ایک غلام مدعم مارا گیا، اس کا ذکر پہلے آیا ہے، لوگوں نے کہا: اس کو جنت مبارک! آپؐ نے فرمایا: ہرگز نہیں، اس نے خیبر کی غنیمت میں سے جو چادر چرائی تھی وہ آگ بن کر اس پر بھڑک رہی ہے۔

پھر انفرادی مقابلہ شروع ہوا اور ان کے گیارہ آدمی مارے گئے اس طرح لڑتے لڑتے شام ہوگئی، دوسری صبح جب آپؐ میدان میں تشریف لے گئے تو ابھی سورج نیزہ برابر بھی بلند نہیں ہوا تھا کہ ان کے ہاتھ میں جو کچھ تھا وہ سب نبی ﷺ کے حوالہ کر دیا، یعنی آپؐ نے بزور فتح حاصل کی، وادی القریٰ میں آپؐ کا قیام چار دن رہا، اور جو مال غنیمت ہاتھ آیا تھا، اسے مجاہدین میں تقسیم فرمادیا، البتہ زمین اور باغات یہود کے پاس رہنے دیئے اور ان کے ساتھ بھی اہل خیبر جیسا معاملہ کیا۔

۴۰-تیماء والوں نے سپر ڈالی

جب خیبر، فدک اور وادی القریٰ فتح ہوگئے تو تیماء کے یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف کسی قسم کی محاذ آرائی نہیں کی، از

خود آدمی بھیج کر صلح کی پیش کش کی، نبی ﷺ نے ان کی پیشکش قبول فرمالی اور وہ اپنی جائدادوں پر برقرار رکھے گئے، اور آپؐ نے ان کو ایک تحریر بھی لکھ کر دی۔

(غزوۂ خیبر کا بیان پورا ہوا)

غزوہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

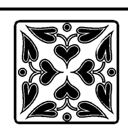
حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے متعدد سرایا میں امیر بنا کر بھیجا ہے، مگر یہاں کس سریہ کا ذکر ہے اس کی تعیین نہیں کی، اور یہ غزوہ بھی نہیں، سریہ ہے، غزوہ وہ کہلاتا ہے جس میں نبی ﷺ بذاتِ خود شریک ہوں، ہاں کبھی مجازاً بڑے سریہ کو غزوہ کہہ دیا جاتا ہے۔

حدیث: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو ایک قوم پر امیر مقرر کیا، کچھ لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا، آپؐ نے فرمایا: اگر تم ان کی امارت پر اعتراض کرتے ہو تو ان سے پہلے ان کے والد کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو، اور اللہ کی قسم! وہ (ہر طرح) سپہ سالاری کے لائق تھے اور وہ میرے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے تھے اور یہ (حضرت اسامہ) ان کے بعد میرے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے ہیں۔

تشریح: نبی ﷺ نے مرضِ وفات میں جو آخری مہم ترتیب دی تھی، جس میں شیخین رضی اللہ عنہما کے علاوہ اکابر صحابہ شریک تھے، اس کا امیر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا تھا، اس موقع پر کچھ لوگوں نے سپہ سالار کی نوعمری کو نکتہ چینی کا نشانہ بنایا، پس نبی ﷺ نے مذکورہ ارشاد فرمایا، اس میں بطور حوالہ یہ بات آئی ہے کہ پہلے ان کے والد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری پر بھی تم اعتراض کر چکے ہو، مگر کس سریہ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کو امیر بنانے پر لوگوں نے اعتراض کیا تھا یہ بات متعین نہیں کی۔

[٤٣-] بَابُ غَزْوَةِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ

[٤٢٥٠-] حدثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَمَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أُسَامَةَ عَلٰى قَوْمٍ، فَطَعَنُوْا فِيْ إِمَارَتِهِ، فَقَالَ: " إِنْ تَطْعَنُوْا فِيْ إِمَارَتِهِ فَقَدْ طَعَنْتُمْ فِيْ إِمَارَةِ أَبِيْهِ مِنْ قَبْلِهِ، وَأَيْمُ اللّٰهِ! لَقَدْ كَانَ خَلِيْقًا لِلْإِمَارَةِ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ، وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ" [راجع: ٣٧٣٠]



عمرۂ قضاء

اس عمرہ کو چار نام سے یاد کیا جاتا ہے: عمرۂ قضاء، عمرۂ قضیّہ، عمرۂ قصاص اور عمرۂ صلح، چونکہ یہ عمرہ: عمرۂ حدیبیہ کی قضاء کے طور پر کیا گیا تھا اس لئے اس کا نام عمرۂ قضاء پڑا، اور چونکہ حدیبیہ میں جو مصالحت ہوئی تھی اس کی رو سے یہ عمرہ کیا گیا تھا اس لئے اس کو عمرۂ قضیہ بھی کہتے ہیں، مصالحت کو عربی میں قَضِيَّۃ اور مقاضاۃ بھی کہتے ہیں، اور قصاص کے معنی ہیں: بدلہ، چونکہ یہ عمرہ: عمرۂ حدیبیہ کا بدلہ تھا اس لئے اس کو عمرۂ قصاص بھی کہتے ہیں اور عمرۂ صلح کہنے کی وجہ ظاہر ہے۔

حدیبیہ میں قریش سے معاہدہ ہوا تھا کہ مسلمان اس سال عمرہ کئے بغیر واپس جائیں اور آئندہ سال عمرہ کے لئے آئیں، اور تین دن مکہ میں ٹھہریں، چنانچہ غزوۂ خیبر محرم سن ۷ ہجری میں ہوا، پھر ذی قعدہ سن ۷ ہجری میں نبی ﷺ نے عمرہ قضا کیا اور اعلان کیا کہ جو لوگ حدیبیہ میں شریک تھے ان میں سے کوئی رہ نہ جائے، چنانچہ اس عرصہ میں جو صحابہ شہید ہو چکے تھے یا وفات پا چکے تھے ان کے علاوہ کوئی پیچھے نہیں رہا۔

آپؐ نے اور صحابہ نے ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھا اور قریش کی جانب سے بدعہدی کے اندیشہ سے ہتھیار ساتھ لئے جب وادی یَأجِج پہنچے جو مکہ سے آٹھ میل ہے تو ہتھیار وہاں رکھ دیئے اور دو سو آدمی ان کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیئے اور صرف تلواریں میانوں میں رکھ کر قافلہ مکہ میں داخل ہوا، مشرکین تماشہ دیکھنے کے لئے باب کعبہ کے مقابل واقع پہاڑ قُیْقُعَان پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپس میں کہہ رہے تھے کہ ایک ایسی جماعت عمرہ کے لئے آرہی ہے جسے یثرب کے بخار نے توڑ ڈالا ہے، چنانچہ نبی ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ طواف میں رمل کریں، البتہ جب کعبہ کی اوٹ میں چلے جائیں تو چلیں، مشرکین نے جب صحابہ کی قوت کا مشاہدہ کیا تو وہ یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ کون کہتا ہے کہ مسلمانوں کو مدینہ کے بخار نے توڑ دیا ہے، یہ تو ہرنوں کی طرح چوکڑیاں بھر رہے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ رمل کا حکم صرف تین چکروں میں دیا تھا، ساتوں چکروں میں حکم اس لئے نہیں دیا تھا کہ صحابہ واقعی کمزور ہو گئے تھے، اس لئے رحمت وشفقت کے طور پر صرف تین چکروں میں رمل کا حکم دیا تھا۔

عمرہ ادا کرنے کے بعد نبی ﷺ تین دن مکہ میں رہے، تیسرے دن نبی ﷺ نے مشرکین کے پاس خبر بھیجی کہ میں نے یہاں نکاح کیا ہے میں رخصتی اور ولیمہ کرنا چاہتا ہوں اور آپ سب کی دعوت کرنا چاہتا ہوں، مگر چونکہ آپ حضرات حسب معاہدہ ان تین دنوں میں مکہ نہیں آسکتے اور میں چوتھے دن نہیں ٹھہر سکتا، اس لئے آپ لوگ مجھے ایک دن کی مہلت

دیں تو میں یہاں رخصتی کے بعد ولیمہ کروں، اور آپ سب حضرات ولیمہ میں شرکت کریں، مگران لوگوں نے نہایت ترش روئی سے جواب دیا کہ ہمیں ولیمہ نہیں کھانا، آپ تین دن کے بعد مکہ خالی کردیں، چنانچہ آپؐ حسب وعدہ مکہ سے رخصت ہوگئے اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو لے کر مقام سرف میں آجائیں، وہاں آپؐ نے عروسی فرمائی، اور وہاں سے چل کر ماہ ذی الحجہ میں مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

سوال (۱): عمرہ تو عبادت ہے، اس کے بیان کی جگہ کتاب الحج ہے، یہاں کتاب المغازی میں اس کو کیوں بیان کیا؟

جواب: چونکہ یہ عمرہ غزوۂ حدیبیہ میں توڑے ہوئے عمرہ کی قضا تھی، اس لئے استطراداً (تبعاً) یہاں بیان کردیا۔

سوال (۲): اگر یہ بیان استطراداً ہے تو اس کو غزوۂ حدیبیہ سے متصلاً بیان کرنا چاہئے؟

جواب: اگر وہاں بیان کرتے تو ترتیب زمانی کا لحاظ نہ رہتا، اور امام بخاری رحمہ اللہ کتاب المغازی میں ترتیب زمانی کا بھی لحاظ کرتے ہیں، اس لئے اس کو زمانہ کے اعتبار سے اس کی جگہ بیان کیا ہے۔

[٤٤-] بَابُ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ

ذَكَرَهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.

[٤٢٥١-] حدثنا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِيْ ذِى الْقَعْدَةِ، فَأَبَى أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يَدَعُوْهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ، حَتَّى قَاضَاهُمْ عَلٰى أَنْ يُقِيْمَ بِهَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَلَمَّا كَتَبُوْا الْكِتَابُ كَتَبُوْا: هٰذَا مَاقَاضَانَا عَلَيْهِ: مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ، قَالُوْا: لَا نُقِرُّ بِهٰذَا، لَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا مَنَعْنَاكَ شَيْئًا، وَلٰكِنْ أَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، فَقَالَ: أَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَأَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ" ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ:" امْحُ رَسُوْلُ اللّٰهِ" قَالَ عَلِيٌّ: لَا، وَاللّٰهِ! لَا أَمْحُوْكَ أَبَدًا، فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الْكِتَابَ، وَلَيْسَ يُحْسِنُ يَكْتُبُ، فَكَتَبَ: هٰذَا مَاقَاضَى مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ لَا يُدْخِلُ مَكَّةَ السِّلَاحَ إِلَّا السَّيْفَ فِي الْقِرَابِ، وَأَنْ لَا يَخْرُجَ مِنْ أَهْلِهَا بِأَحَدٍ إِنْ أَرَادَ أَنْ يَتْبَعَهُ، وَأَنْ لَا يَمْنَعَ مِنْ أَصْحَابِهِ أَحَدًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُقِيْمَ بِهَا، فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَى الْأَجَلُ أَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوْا: قُلْ لِصَاحِبِكَ: اخْرُجْ عَنَّا فَقَدْ مَضَى الْأَجَلُ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَتَبِعَتْهُ ابْنَةُ حَمْزَةَ تُنَادِيْ: يَا عَمِّ! يَاعَمِّ! فَتَنَاوَلَهَا عَلِيٌّ فَأَخَذَ بِيَدِهَا، وَقَالَ لِفَاطِمَةَ دُوْنَكِ ابْنَةَ عَمِّكِ، حَمَلَتْهَا، فَاخْتَصَمَ فِيْهَا عَلِيٌّ وَزَيْدٌ وَجَعْفَرٌ، قَالَ عَلِيٌّ، أَنَا أَخَذْتُهَا وَهِيَ بِنْتُ عَمِّيْ، وَقَالَ جَعْفَرٌ: ابْنَةُ عَمِّيْ وَخَالَتُهَا تَحْتِيْ، وَقَالَ زَيْدٌ: بِنْتُ أَخِيْ، فَقَضَى بِهَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِخَالَتِهَا، وَقَالَ:" الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ" وَقَالَ لِعَلِيٍّ: " أَنْتَ مِنِّيْ وَأَنَا مِنْكَ" وَقَالَ لِجَعْفَرٍ:" أَشْبَهْتَ خَلْقِيْ وَخُلُقِيْ" وَقَالَ لِزَيْدٍ: "أَنْتَ أَخُوْنَا وَمَوْلَانَا" قَالَ عَلِيٌّ: أَلَا تَتَزَوَّجُ ابْنَةَ حَمْزَةَ؟ قَالَ:" إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ"[راجع: ١٧٨١]

معلق روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے عمرۂ قضاء کی حدیث روایت کی ہے، یہ روایت بقول شارحین مصنف عبدالرزاق اور صحیح ابن حبان میں ہے۔

حدیث: حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے ذی قعدہ میں عمرہ کا احرام باندھا، پس مکہ والوں نے انکار کیا کہ وہ چھوڑیں آپؐ کو کہ آپؐ مکہ میں داخل ہوں، یہاں تک کہ آپؐ نے ان کے ساتھ مصالحت کی اس شرط پر کہ آپؐ مکہ میں ٹھہریں گے تین دن، پس جب مسلمانوں نے صلح نامہ لکھا تو انھوں نے لکھا: یہ وہ تحریر ہے جس کے مطابق مصالحت کی ہم نے یعنی محمد رسول اللہ ﷺ نے، پس مشرکین نے کہا: ہم اس بات کا اقرار نہیں کرتے اگر ہم جانتے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپؐ کو کسی چیز سے نہ روکتے، بلکہ آپؐ محمد بن عبداللہ ہیں، آپؐ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں اور عبداللہ کا بیٹا محمد ہوں، پھر آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: 'رسول اللہ' مٹادو، حضرت علیؓ نے کہا: نہیں، بخدا! میں آپؐ (کے نام) کو کبھی نہیں مٹاؤں گا، پس نبی ﷺ نے تحریر لی اور آپؐ اچھی طرح لکھ نہیں سکتے تھے، پس آپؐ نے لکھا: یہ وہ تحریر ہے: محمد بن عبداللہ نے مصالحت کی کہ وہ مکہ میں ہتھیاروں کے ساتھ داخل نہیں ہونگے، البتہ میان میں تلوار مستثنیٰ ہے اور یہ کہ وہ نہیں لے جائیں گے مکہ والوں میں سے کسی کو اگر وہ چاہے کہ وہ آپؐ کے ساتھ جائے اور یہ کہ نہیں روکیں گے آپؐ اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو اگر وہ چاہے کہ مکہ میں ٹھہر جائے۔

پس جب نبی ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اور مدت گذر گئی تو مشرکین علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انھوں نے کہا: آپ اپنے 'حضرت' سے کہیں کہ ہمارے یہاں سے چلے جائیں، چنانچہ جب مدت پوری ہوگئی تو نبی ﷺ روانہ ہوگئے اور آپؐ کے پیچھے چلیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی، پکاررہی تھیں: چچا! چچا! پس لیا اس کو علیؓ نے، انھوں نے اس لڑکی کا ہاتھ پکڑا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: لیں آپ اپنی چچازاد بہن کو، میں اس کو اٹھا کر لایا ہوں، پس جھگڑا کیا اس لڑکی میں علی، زید اور جعفر رضی اللہ عنہم نے، علیؓ نے کہا: میں نے اس کو لیا ہے اور وہ میری چچازاد بہن ہے اور جعفرؓ نے کہا: میری (بھی) چچازاد بہن ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے اور زید بن حارثہؓ نے کہا: میری بھتیجی ہے (ہجرت سے پہلے مؤاخات میں حضرت حمزہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہما بھائی بھائی بنائے گئے تھے) پس فیصلہ کیا اس لڑکی کا نبی ﷺ نے اس کی خالہ کے لئے اور فرمایا: خالہ ماں کی جگہ ہے، اور حضرت علیؓ سے فرمایا: آپؓ میرے مزاج کے ہیں اور میں آپؓ کے مزاج کا ہوں، اور حضرت جعفرؓ سے فرمایا: آپؓ کا حلیہ اور اخلاق میرے جیسے ہیں، اور حضرت زیدؓ سے فرمایا: آپؓ ہمارے اسلامی بھائی اور آزاد کردہ ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپؐ حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح نہیں کرتے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ میری رضاعی بھتیجی ہے (اس لئے وہ میرے لئے حلال نہیں)

تشریح: یہ حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۹۴) گذری ہے، وہاں اس سوال کا جواب ہے کہ جب آپؐ نے حکم دیا تھا کہ 'رسول اللہ' مٹادو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیوں نہیں مٹایا؟ حکم: احترام سے مقدم ہے، ان کو مٹانا چاہئے تھا! جواب یہ دیا

ہے کہ غلبۂ حال میں انکار کیا تھا، صحابہ پرغم کا پہاڑ ٹوٹا ہوا تھا، مگر مجبور تھے، اور غلبۂ حال میں جو کام کیا جاتا ہے اس پر احکام مرتب نہیں ہوتے، علاوہ ازیں: اس انکار سے مشرکین کے سامنے صحابہ کی گرویدگی کا نقشہ آ گیا کہ وہ کسی حال میں 'رسول اللہ' مٹانے کے لئے تیار نہیں تھے، معلوم ہوا کہ آپ سچے رسول ہیں۔

سوال (۱): نبی ﷺ بہ نص قرآنی 'امی' تھے، پھر آپؐ نے **محمد بن عبد اللہ** کیسے لکھا؟

جواب: اسناد مجازی ہوسکتی ہے اور حقیقی مان لیں تو بھی بے پڑھا عرصہ کے بعد حروف شناس ہوسکتا ہے، دستخط کرسکتا ہے، اور ٹوٹا پھوٹا اپنا نام لکھ سکتا ہے، اور حدیث کا یہ جملہ: **ولیس یُحْسِن یکتب:** اس کی تائید کرتا ہے یعنی آپؐ اچھی طرح لکھنا نہیں جانتے تھے، ٹوٹا پھوٹا لکھا۔

سوال (۲): نبی ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے لئے چچازاد بھائی ہیں، پھر اس نے چچا کہہ کر کیسے پکارا؟

جواب: بہت چھوٹا بہت بڑی عمر والے کو عربی میں چچا کہہ کر پکارتا ہے، علاوہ ازیں: آپ رضاعت کے رشتہ سے حضرت حمزہؓ کے بھائی بھی تھے، پس اس لڑکی (عمارۃ) کے آپؐ چچا ہوئے۔

[٤٢٥٢-] حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ، هُوَ ابْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا سُرَیْجٌ، حَدَّثَنَا فُلَیْحٌ، ح: وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَیْنِ بْنِ إِبْرَاهِیْمَ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ أَبِیْ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَیْحُ بْنُ سُلَیْمَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم خَرَجَ مُعْتَمِرًا، فَحَالَ كُفَّارُ قُرَیْشٍ بَیْنَهُ وَبَیْنَ الْبَیْتِ، فَنَحَرَ هَدْیَهُ وَحَلَقَ رَأْسَهُ بِالْحُدَیْبِیَةِ، وَقَاضَاهُمْ عَلٰی أَنْ یَعْتَمِرَ الْعَامَ الْمُقْبِلَ، وَلاَ یَحْمِلَ سِلاَحًا عَلَیْهِمْ إِلاَّ سُیُوْفًا، وَلاَ یُقِیْمَ بِهَا إِلاَّ مَا أَحَبُّوْا، فَاعْتَمَرَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ، فَدَخَلَهَا كَمَا كَانَ صَالَحَهُمْ، فَلَمَّا أَنْ أَقَامَ بِهَا ثَلاَثًا أَمَرُوْهُ أَنْ یَخْرُجَ فَخَرَجَ.

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ (حدیبیہ کے سال) عمرہ کے ارادہ سے نکلے، پس کفار قریش آپؐ کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہوئے، پس آپؐ نے حدیبیہ میں اپنی قربانی ذبح کی اور اپنا سر منڈایا، اور ان سے مصالحت کی اس بات پر کہ اگلے سال آپؐ عمرہ کریں گے اور نہیں ساتھ لائیں گے کوئی ہتھیار ان کے یہاں، مگر تلواریں (میانوں میں) اور نہیں ٹھہریں گے مکہ میں مگر جتنا چاہیں گے وہ، چنانچہ آپؐ نے اگلے سال عمرہ کیا اور آپؐ مکہ میں داخل ہوئے، جس طرح ان سے مصالحت کی تھی، پس جب آپؐ مکہ میں تین دن ٹھہر چکے تو انھوں نے آپؐ کو حکم دیا کہ روانہ ہوجائیں، چنانچہ آپؐ روانہ ہوگئے۔

[٤٢٥٣-] حَدَّثَنِیْ عُثْمَانُ بْنُ أَبِیْ شَیْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ جَالِسٌ إِلٰی حُجْرَةِ عَائِشَةَ، ثُمَّ قَالَ: كَمِ اعْتَمَرَ

النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قَالَ: أَرْبَعًا. [راجع: ۱۷۷۵]

[۴۲۵۴-] ثُمَّ سَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَةَ، قَالَ عُرْوَةُ: یَا أُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ! أَلَا تَسْمَعِیْنَ مَا یَقُوْلُ أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ إِنَّ النَّبِیَّ صلی علیہ وسلم اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ، فَقَالَتْ: مَا اعْتَمَرَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم عُمْرَةً إِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهُ، وَمَا اعْتَمَرَ فِیْ رَجَبٍ قَطُّ. [راجع: ۱۷۷۶]

ترجمہ: مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں اور عروہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے پس اچانک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے حجرہ کے پاس حضرت ابن عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے، عروہ نے پوچھا: نبی ﷺ نے کتنے عمرے کئے؟ ابن عمرؓ نے کہا: چار، پھر ہم نے حضرت عائشہؓ کے مسواک کرنے کی آواز سنی، عروہؓ نے کہا: ام المؤمنین! کیا آپ نہیں سن رہیں وہ بات جو ابو عبدالرحمٰن کہہ رہے ہیں کہ نبی ﷺ نے چار عمرے کئے (ان میں سے ایک عمرہ رجب میں کیا) پس صدیقہؓ نے فرمایا: نبی ﷺ نے کوئی عمرہ نہیں کیا مگر ابن عمرؓ نبی ﷺ کے ساتھ تھے، اور نبی ﷺ نے کبھی کوئی عمرہ رجب میں نہیں کیا۔

تشریح: ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات سنی اور خاموش رہے، نہ ہاں کہا نہ نا، امام نوویؒ کہتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تنقید پر ابن عمرؓ کی خاموشی دلیل ہے کہ یا تو ابن عمرؓ پر معاملہ مشتبہ ہوگیا یا وہ بھول گئے، یا ان کو شک ہوگیا، بہرحال مثبت نافی پر مقدم ہے: یہ قاعدہ یہاں جاری نہیں ہوگا، اور یہ حدیث تفصیل سے پہلے (تحفۃ القاری ۴: ۴۸۵) آئی ہے۔

[۴۲۵۵-] حدثنا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْیَانُ، عَنْ إِسْمَاعِیْلَ بْنِ أَبِیْ خَالِدٍ، سَمِعَ ابْنَ أَبِیْ أَوْفٰی، یَقُوْلُ: لَمَّا اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم سَتَرْنَاهُ مِنْ غِلْمَانِ الْمُشْرِکِیْنَ وَمِنْهُمْ أَنْ یُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم. [راجع: ۱۶۰۰]

ترجمہ: عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب نبی ﷺ نے عمرۂ قضاء کیا تو ہم نے آپؐ کو چھپایا مشرکین کے لڑکوں سے اور مشرکین سے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ نبی ﷺ کو کوئی ایذاء پہنچائیں۔

تشریح: یہ عمرۃ القضاء کا واقعہ ہے، اس وقت مکہ میں کوئی کافر نہیں تھا، معاہدہ کے مطابق سب مکہ سے تین دن کے لئے نکل گئے تھے، پھر بھی صحابہ نے آنحضور ﷺ کی حفاظت کا پورا انتظام رکھا، جب آپؐ طواف وسعی فرماتے یا نماز پڑھتے تو صحابہ قریب رہتے، تاکہ کوئی گزند نہ پہنچائے۔

[۴۲۵۶-] حدثنا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَیْدٍ، عَنْ أَیُّوْبَ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَصْحَابُهُ فَقَالَ الْمُشْرِکُوْنَ: إِنَّهُ یَقْدَمُ عَلَیْکُمْ وَفْدٌ وَهَنَهُمْ حُمَّی یَثْرِبَ، وَأَمَرَهُمُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ یَرْمُلُوْا الْأَشْوَاطَ الثَّلَاثَةَ،

وَأَنْ يَمْشُوْا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ، وَلَمْ يَمْنَعْهُ أَنْ يَأْمُرَهُمْ أَنْ يَرْمُلُوْا الْأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلَّا الإِبْقَاءُ عَلَيْهِمْ، وَزَادَ ابْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِعَامِهِ الَّذِيْ اسْتَأْمَنَ قَالَ: "ارْمُلُوْا، لِيَرَى الْمُشْرِكُوْنَ قُوَّتَهُمْ" وَالْمُشْرِكُوْنَ مِنْ قِبَلِ قُعَيْقِعَانَ. [راجع: ١٦٠٢]

[٤٢٥٧-] حدثنا مُحَمَّدُ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: إِنَّمَا سَعَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيُرِيَ الْمُشْرِكِيْنَ قُوَّتَهُ. [راجع: ١٦٤٩]

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہ مکہ آئے، پس مشرکین نے کہا: تمہارے یہاں ایک ایسی جماعت آرہی ہے، جن کو یثرب کے بخار نے کمزور کردیا ہے (پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس بات کی اطلاع کردی) پس آپؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ تین چکروں میں اکڑ کر چلیں، اور یہ کہ دو رکنوں کے درمیان عام چال چلیں (دو رکنوں سے مراد رکن یمانی اور حجر اسود ہیں، وہاں سے قریش کے لوگوں کو صحابہ نظر نہیں آرہے تھے اس لئے کہ وہ قُعَيْقِعان پہاڑ پر تھے) اور نہیں روکا نبی ﷺ کو کہ حکم دیں آپؐ ان کو کہ اکڑ کر چلیں وہ سبھی چکروں میں مگر مہربانی نے ان پر، یعنی ساتوں چکروں میں رمل کرنا صحابہ کے لئے مشکل تھا اس لئے شروع کے تین چکروں میں رمل کا حکم دیا۔

دوسری سند سے اسی روایت میں ہے کہ جب نبی ﷺ مکہ آئے اپنے اس سال میں جس میں آپؐ نے امن لیا تھا تو آپؐ نے فرمایا: اکڑ کر چلو تا کہ مشرکین صحابہ کی قوت دیکھیں اور مشرکین قُعَيْقِعان پہاڑ کی طرف تھے۔

اور تیسری سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ نبی ﷺ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دوڑے اور صفا و مروہ کے درمیان (دوہرے نشانوں کے درمیان) بھی دوڑے تا کہ آپؐ مشرکین کو اپنی قوت دکھلائیں۔

تشریح: جب آنحضور ﷺ عمرۃ القضاء کے لئے مکہ تشریف لائے تو مشرکین مسلمانوں کا طواف اور سعی دیکھنے کے لئے جبل قُعَيْقِعان پر جمع ہو گئے تھے، کیونکہ ان کو خبر پہنچی تھی کہ مدینہ کے بخار نے مسلمانوں کو کمزور کردیا ہے، آنحضور ﷺ کو جب اس کا علم ہوا تو آپؐ نے صحابہ کو طواف میں رمل کرنے کا حکم دیا، جب مشرکین نے مسلمانوں کو اکڑ کر طواف کرتے دیکھا تو وہ دنگ رہ گئے اور یہ کہہ کر چل دیئے: کون کہتا ہے: مسلمان کمزور ہو گئے ہیں؟ پھر جب آپؐ سعی کے لئے صفا پر تشریف لے گئے تو کچھ اور مشرکین جنھوں نے طواف کا منظر نہیں دیکھا تھا اسی پہاڑ پر آ بیٹھے، وہاں سے دوہرے نشانوں کے درمیان کا حصہ نظر آتا تھا، چنانچہ آپؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس حصہ میں دوڑیں جب کفار نے مسلمانوں کو اس حصہ میں دوڑتے دیکھا تو وہ یہ سمجھے کہ مسلمان صفا و مروہ کے درمیان پورا چکر دوڑتے ہوئے سعی کر رہے ہیں، پس وہ حیران رہ گئے، کیونکہ صفا مروہ کے درمیان لمبا فاصلہ ہے، حالانکہ دوڑنا دوہرے نشانوں کے درمیان تھا، پھر جب آنحضور ﷺ حجۃ الوداع کے لئے تشریف لائے تو آپؐ نے طواف میں رمل بھی کیا اور آپؐ دوہرے نشانوں کے درمیان دوڑے بھی، جبکہ مکہ میں کوئی مشرک نہیں تھا، پس اب یہ دونوں عمل مناسک میں داخل ہیں۔

[٤٢٥٨-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ، وَبَنَى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ، وَمَا تَتْ بِسَرِفَ. [راجع: ١٨٣٧]

[٤٢٥٩-] وَزَادَ ابْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنِيْ ابْنُ أَبِيْ نَجِيْحٍ، وَأَبَانُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَطَاءٍ، وَمُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مَيْمُوْنَةَ فِيْ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ. [راجع: ١٨٣٧]

محرم کا نکاح

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا درانحالیکہ آپؐ احرام میں تھے، اور رخصتی عمل میں آئی درانحالیکہ آپؐ نے احرام کھول لیا تھا، اور حضرت میمونہؓ کا انتقال سرف میں ہوا، اور دوسری حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ کا حضرت میمونہؓ سے نکاح عمرۂ قضاء میں ہوا۔

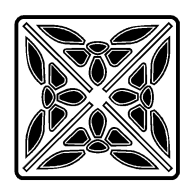
تشریح: جب نبی ﷺ نے عمرۂ قضاء کا ارادہ فرمایا تو ایک مقصد کے تحت مکہ میں شادی کرنے کا ارادہ کیا، آپؐ نے حضرت ابورافع اور حضرت اوس بن خولی رضی اللہ عنہما کو نکاح کا پیغام دے کر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس (جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ ہیں) مکہ بھیجا، حضرت میمونہؓ بیوہ ہوگئی تھیں، اور وہ مکہ میں مقیم تھیں، جب حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام پہنچا تو انھوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو نکاح کا وکیل بنایا جو ان کے بہنوئی تھے، حضرت میمونہؓ کے اولیاء اس وقت سفر میں تھے، جب نبی ﷺ مکہ کے قریب پہنچے تو خاندان کے لوگ استقبال کے لئے مکہ سے باہر مقام سرف تک نکلے، جو مکہ سے تقریباً دس میل کے فاصلہ پر ہے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہاں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا آپؐ سے نکاح کردیا، مگر اس بات کا علم چند ہی حضرات کو ہوا، آپؐ ذوالحلیفہ سے احرام باندھ کر آئے تھے، بخاری شریف (حدیث ۱۶۹۴) میں اس کی صراحت ہے، مکہ پہنچ کر آپؐ نے عمرہ ادا کیا اور احرام کھول دیا، پھر کفار کے پاس پیغام بھیجا کہ میں نے مکہ میں شادی کی ہے اور میں سب کو ولیمہ کھلانا چاہتا ہوں، اور آپ لوگ معاہدہ کی رو سے تین دن مکہ میں نہیں آسکتے، پس مجھے ایک دن زائد مکہ میں رہنے کی اجازت دو اور سب مکہ میں آکر میرا ولیمہ کھاؤ، پھر میں چلا جاؤں گا، مگر انھوں نے دعوت قبول نہیں کی، اور جواب دیا: ہمیں دعوت نہیں کھانی آپؐ معاہدہ کے مطابق تین دن میں مکہ خالی کردیں اس وقت لوگوں کو پتہ چلا کہ آپؐ نے یہاں نکاح کیا ہے۔

اور آپؐ کے ذہن میں پلان یہ تھا کہ جب کفار آئیں گے تو چونکہ صحابہ اور وہ سب رشتہ دار ہیں اس لئے ایک دوسرے سے ملیں گے اور ان کو دین کی دعوت دیں گے، ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان میں سے بہت سوں کو ہدایت دیدیں، مگر جب کفار نے

دعوت قبول کرنے سے انکار کردیا تو سارا پلان فیل ہوگیا، چنانچہ آپؐ مکہ میں تین دن گذار کر مدینہ کے لئے روانہ ہوگئے اور حضرت میمونہؓ کو ساتھ لے لیا، پہلا پڑاؤ مقام سرف میں ہوا، وہیں زفاف ہوا، پھر نبی ﷺ کے وصال کے بعد ایک مرتبہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا عمرہ کی غرض سے مکہ آئیں، واپسی میں سرف میں پڑاؤ کیا اور وہیں ان کا انتقال ہوا، اور جس جگہ نبی ﷺ کا خیمہ تھا اور آپؐ نے زفاف فرمایا تھا اسی جگہ دفن ہوئیں۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ حجازی اور عراقی مکاتب فکر میں اختلاف ہے کہ احرام کی حالت میں اپنا نکاح پڑھنا یا قاضی بن کر دوسرے کا نکاح پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ حنفیہ کے نزدیک احرام میں یہ کام مکروہ ہیں، لیکن نکاح صحیح ہوجائے گا، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نکاح باطل اور کالعدم ہے، اور اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں: قولی اور فعلی، قولی روایت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ہے کہ محرم نہ اپنا نکاح پڑھے اور نہ دوسرے کا نکاح پڑھائے، اور فعلی روایت میں اختلاف ہے، حضرت ابن عباسؓ کی روایت یہ ہے کہ جب نبی ﷺ نے حضرت میمونہؓ سے نکاح کیا تو آپؐ احرام میں تھے اور ابورافع اور یزید بن الاصم رضی اللہ عنہما (یہ بھی حضرت میمونہؓ کے بھانجے ہیں) اور خود حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی روایتوں کا مضمون یہ ہے کہ نبی ﷺ سے ان کا نکاح حلال ہونے کی حالت میں ہوا، ائمہ ثلاثہ نے ان روایتوں کو اور قولی روایت کو لیا ہے اور حنفیہ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس کی حدیث پر مسئلہ کا مدار رکھا ہے، کیونکہ وہ روایت اصح مافی الباب ہے اور حضرت عثمانؓ کی روایت لَایَنْکِحُ الْمُحرِمُ وَلَا یُنْکِحُ غیرَہ میں لانفی کمال کا ہے یعنی نکاح تو ہوجائے گا مگر یہ فعل زیبا نہیں، اور ممانعت سدّ ذرائع کے طور پر ہے (تفصیل تحفۃ القاری ۴:۵۳۲ اور تحفۃ الالمعی ۳:۲۳۶ میں ہے)

(عمرۃ القضاء کا بیان پورا ہوا)



غزوۂ موتہ

جمادی الاولیٰ سنہ ۸ ہجری

موتہ (میم کا پیش اور واؤ ساکن) اردن میں بلقاء کے قریب ایک مقام کا نام ہے، جہاں سے بیت المقدس دو مرحلہ رہ جاتا ہے، اُس جگہ یہ معرکہ پیش آیا ہے اس لئے غزوۂ موتہ کہلاتا ہے۔

معرکہ کا سبب: رسول اللہ ﷺ نے جب سلاطین و امراء کے نام دعوت اسلام کے خطوط روانہ کئے تو حارث بن عُمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو خط دے کر حاکم بُصری شرحبیل بن عمرو غسّانی کے پاس روانہ کیا، شرحبیل قیصر روم کی طرف سے بلقاء کا گورنر تھا، اس نے قاصد کو گرفتار کیا اور مضبوط باندھ کر گردن ماردی، سفیروں اور قاصدوں کا قتل نہایت سنگین جرم تھا، جو اعلانِ جنگ کے مترادف سمجھا جاتا تھا، جب نبی ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو یہ بات آپؐ پر سخت گراں گذری اور آپؐ نے اس علاقہ پر فوج کشی کے لئے تین ہزار کا لشکر تیار کیا، اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا، اور فرمایا: اگر زیدؓ شہید ہوجائیں تو جعفرؓ اور وہ بھی شہید ہوجائیں تو عبد اللہ بن رواحہؓ امیر ہوں، اور وہ بھی شہید ہوجائیں تو مسلمان جس کو چاہیں امیر مقرر کرلیں، اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ایک سفید جھنڈا عنایت فرمایا اور نبی ﷺ نے ثنیۃ الوداع تک لشکر کی مشایعت فرمائی اور حکم دیا کہ پہلے اس مقام پر جانا جہاں حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے ہیں، اور ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا، اگر وہ دعوت قبول کرلیں تو ٹھیک ہے ورنہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر کے جہاد شروع کرنا، اور بدعہدی نہ کرنا، خیانت نہ کرنا، بچے، عورت، بہت بوڑھے اور گرجوں میں رہنے والے تارک الدنیا لوگوں کو قتل نہ کرنا، اور کھجور اور کوئی اور درخت نہ کاٹنا اور کسی عمارت کو منہدم نہ کرنا۔

ادھر شُرحبیل کو جب اس لشکر کی روانگی کا علم ہوا تو اس نے مقابلہ کے لئے ایک لاکھ آدمیوں سے زیادہ لشکر جمع کیا اور اس کی مدد کے لئے شاہِ روم ہرقل خود ایک لاکھ فوج لے کر مقام بلقاء میں پہنچ گیا، معان مقام میں پہنچ کر مسلمانوں کو اس کا علم ہوا کہ دو لاکھ سے زیادہ سپاہیوں کا لشکر مقابلہ کے لئے مقام بلقاء میں جمع ہے، مسلمانوں نے معان میں دو دن ٹھہر کر مشورہ کیا کہ اب کیا جائے؟ ایک رائے یہ ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی جائے اور امداد کا انتظار کیا جائے، مگر حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میری قوم! خدا کی قسم! جس بات کو تم ناپسند کررہے ہو وہ شہادت ہے، جس کی تلاش میں تم نکلے ہو، اور ہم کافروں سے قوت اور کثرت کی وجہ سے نہیں لڑتے، ہمارا لڑنا محض دین اسلام کی وجہ سے ہے، جس سے اللہ

نے ہم کو عزت بخشی ہے، پس اٹھو اور چلو دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ضرور حاصل ہوگی، یا کفار پر غلبہ ملے گا یا شہادت! لوگوں نے کہا: بخدا! ابن رواحہؓ نے سچ کہا، پس تین ہزار کی یہ جمعیت دولاکھ لشکر جرار کے مقابلہ کے لئے موتہ کی طرف روانہ ہوئی، میدان کارزار میں حضرت زید رضی اللہ عنہ اسلام کا پرچم لے کر آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے، ان کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ علم ہاتھ میں لے کر آگے بڑھے اور وہ بھی شہادت سے ہمکنار ہوگئے، پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے علم ہاتھ میں لیا، پہلے ذرا ہچکچائے پھر تلوار لے کر آگے بڑھے، یہاں تک کہ شہید ہوگئے، ان کے بعد ثابت بن ارقم رضی اللہ عنہ نے پرچم اٹھایا اور مسلمانوں سے کہا: اپنے میں سے کسی کو امیر بناؤ، لوگوں نے کہا: آپ ہی ہمارے امیر ہیں، ثابتؓ نے کہا: یہ کام میرے بس کا نہیں، یہ کہہ کر جھنڈا خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو پکڑا دیا اور کہا کہ آپؓ جنگ کے ماہر ہیں، حضرت خالدؓ نے امارت قبول کرنے میں کچھ تأمل کیا، لیکن تمام مسلمانوں نے اصرار کیا تو انھوں نے امارت قبول کرلی، وہ پرچم لے کر آگے بڑھے اور نہایت شجاعت اور مردانگی سے دشمنوں کا مقابلہ کیا، لڑتے لڑتے نو تلواریں ان کے ہاتھ سے ٹوٹ گئیں، آخر میں ایک چوڑی یمنی تلوار بچ گئی، دوسرے دن حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے لشکر کی ترتیب بدل دی، مقدمۃ الجیش کو پچھلا حصہ اور پچھلے حصہ کو اگلا حصہ کردیا اور میمنہ اور میسرہ کو بھی بدل دیا اور کچھ لوگوں کو دور بھیج دیا کہ وہ جنگ شروع ہونے کے بعد نعرے لگاتے ہوئے آئیں، دوسرے دن جب دشمن کے لشکر نے یہ بدلی ہوئی ہیئت دیکھی تو وہ مرعوب ہوگئے وہ یہ سمجھے کہ کمک آگئی، چنانچہ جب حضرت خالدؓ نے دوسرے دن رومیوں پر حملہ کیا تو انہیں شکست فاش دی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی، رومیوں کی پسپائی کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے تعاقب مناسب نہیں سمجھا، اور اپنی قلیل جماعت کو لے کر مدینہ واپس آگئے، اس غزوہ میں بارہ مسلمان شہید ہوئے اور رومیوں کے مقتولین کی تعداد معلوم نہیں۔

جب موتہ میں جنگ ہورہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے درمیان کے فاصلے نبی ﷺ کے لئے ختم کردیئے، آپؐ کے لئے میدانِ کارزار منکشف کردیا، آپؐ مدینہ میں منبر نبوی پر بیٹھ کر جنگ کا آنکھوں دیکھا حال سنارہے تھے، اور زاروقطار رورہے تھے، وہ تین امراء جو مقرر کئے گئے تھے جب شہید ہوگئے تو آپؐ نے فرمایا: اب اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے اسلام کا جھنڈا لیا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔

اس معرکہ سے مسلمانوں کی ساکھ اور شہرت میں بڑا اضافہ ہوا، سارے عرب انگشت بدنداں رہ گئے، رومی اس زمانہ کے سپر پاور تھے، عرب سمجھتے تھے کہ ان سے ٹکرانا خودکشی کے مترادف ہے، دولاکھ کے لشکر سے ٹکرا کر کوئی قابل ذکر نقصان اٹھائے بغیر واپس آجانا کسی طرح عجوبۂ روزگار سے کم نہ تھا، چنانچہ عرب کے جو ضدی قبائل تھے جو مسلمانوں سے مسلسل برسر پیکار رہتے تھے اس معرکہ کے بعد اسلام کی طرف مائل ہوگئے، بنوسُلیم، اشجع، غطفان، ذبیان اور فزارہ وغیرہ قبائل نے اسلام قبول کرلیا اور اسی معرکہ سے رومیوں کے ساتھ مہمات کی داغ بیل پڑگئی، جو آگے چل کر فتوحات اور دور دراز علاقوں پر مسلمانوں کے اقتدار کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

[٤٥-] بَابُ غَزْوَةِ مُؤْتَةَ مِنْ أَرْضِ الشَّامِ

[٤٢٦٠-] حدثنا أَحْمَدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ أَبِيْ هِلاَلٍ، قَالَ: وَأَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ وَقَفَ عَلٰى جَعْفَرٍ يَوْمَئِذٍ وَهُوَ قَتِيْلٌ، فَعَدَدْتُ بِهِ خَمْسِيْنَ بَيْنَ طَعْنَةٍ وَضَرْبَةٍ، لَيْسَ مِنْهَا شَيْئٌ فِيْ دُبُرِهِ.[انظر: ٤٢٦١]

[٤٢٦١-] أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَمَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ غَزْوَةِ مُؤْتَةَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" إِنْ قُتِلَ زَيْدٌ فَجَعْفَرٌ، وَإِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ" قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: كُنْتُ فِيْهِمْ فِيْ تِلْكَ الْغَزْوَةِ فَالْتَمَسْنَا جَعْفَرَ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ فَوَجَدْنَاهُ فِيْ الْقَتْلٰى، وَوَجَدْنَا مَا فِيْ جَسَدِهِ بِضْعًا وَتِسْعِيْنَ مِنْ طَعْنَةٍ وَرَمْيَةٍ.[راجع: ٤٢٦٠]

١- حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی جاں بازی

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جب لڑتے لڑتے شہید ہوگئے تو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے پرچم سنبھالا اور آگے بڑھے، جب دشمنوں نے ہر طرف سے گھیر لیا اور گھوڑا زخمی ہوگیا تو گھوڑے سے اترے اور اس کی کوچیں کاٹ دیں اور سینہ سپر ہوکر اللہ کے دشمنوں سے لڑنا شروع کیا، لڑتے جاتے تھے اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے:

يَا حَبَّذَا الْجَنَّةُ وَاقْتِرَابُهَا ۞ طَيِّبَةً وَبَارِدًا شَرَابُهَا

کیا کہنے جنت کے اور اس کی نزدیکی کے! ۞ پاکیزہ ہے اور اس کا پانی ٹھنڈا ہے

والرُّوْمُ رُوْمٌ قَدْ دَنَا عَذَابُهَا ۞ كَافِرَةٌ وَبَعِيْدَةٌ أَنْسَابُهَا

رومی رومی ہیں ان کا عذاب قریب آگیا ۞ کافر ہیں اور ان کا نسب بہت دور ہے (ہمارے ساتھ ان کی کوئی قرابت نہیں)

عَلَيَّ إِذْ لاَقَيْتُهَا ضِرَابُهَا

میرے ذمہ ان کو مارنا ہے جب ان سے مقابلہ ہو

لڑتے لڑتے جب دایاں ہاتھ کٹ گیا تو پرچم بائیں ہاتھ میں لے لیا، جب بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو جھنڈا گود میں لے لیا، یہاں تک کہ شہید ہوگئے، اللہ تعالیٰ نے دو ہاتھوں کے عوض ان کو دو بازو عنایت فرمائے جن سے جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے پھرتے ہیں اسی لئے ان کا لقب جعفر طیارؓ (اڑنے والا) اور جعفر ذُو الْجَنَاحَيْن (دو بازوؤں والا) پڑ گیا۔

پہلی روایت: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے جنگ موتہ کے دن حضرت جعفرؓ کے پاس جبکہ وہ

شہید ہوچکے تھے کھڑے ہوکر ان کے جسم پر نیزے اور تلوار کے پچاس زخم شمار کئے ان میں سے کوئی زخم پیچھے نہیں لگا تھا۔

دوسری روایت: ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں اس غزوہ میں مسلمانوں کے ساتھ تھا، ہم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا تو انہیں مقتولین میں پایا اور ان کے جسم میں نیزے اور تیر کے نوے سے زیادہ زخم پائے (یہ سب زخم ان کے جسم کے اگلے حصہ میں لگے تھے)

باب کا ترجمہ: موتہ مقام میں جہاد، جو سرزمین شام میں (بلقاء کے قریب) ایک جگہ ہے.........طَعْنَةٌ: نیزے کے زخم.........ضَرْبَة: تلوار کے زخم.........رَمْيَة: تیر کے زخم.........دُبُر: پیٹھ، یعنی کوئی زخم پیٹھ پھیرتے ہوئے نہیں کھایا، ہر زخم آگے بڑھتے ہوئے لگا۔

سوال: دونوں روایتوں میں عدد میں اختلاف ہے، پہلی روایت میں پچاس کا عدد ہے اور دوسری روایت میں نوے سے زیادہ کا؟

جواب: جب عدد میں اختلاف ہوتا ہے تو بڑا عدد لیا جاتا ہے یا یہ کہا جائے کہ پہلی حدیث میں رَمْيَةٌ: تیر کے زخموں کو شمار نہیں کیا، جب ان کو بھی شمار کیا تو زخم نوے سے زیادہ ہوگئے۔

۲- نبی ﷺ کے لئے میدانِ جنگ منکشف کیا گیا

جس طرح الہام انبیاء کو بھی ہوتا ہے اور اولیاء کو بھی، اسی طرح کشف انبیاء کو بھی ہوتا ہے اور اولیاء کو بھی، اور کشف حقیقت میں الہام ہی کی صورت ہے، پھر انبیاء کا کشف والہام تو قطعی ہوتا ہے، البتہ تشریع کے مقصد سے کبھی خطا ہوجائے تو الگ بات ہے، کیونکہ کشف والہام: اجتہاد کی ایک صورت ہیں اور اجتہاد میں انبیاء سے تشریع (قانون سازی) کے مقصد سے کبھی چوک ہوجاتی ہے اور مجتہدین کے اجتہاد میں اور اولیاء کے کشف والہام میں اس کا امکان ہوتا ہے، اسی لئے انبیاء کا اجتہاد اور کشف والہام حجت ہیں اور اولیاء کا کشف والہام حجت شرعیہ نہیں۔

ایک واقعہ: حضرت نانوتوی قدس سرہ سے ان کے خادم نے پوچھا: انبیاء کا کشف بالکل صحیح ہوتا ہے اور اولیاء کا کشف کچھ آگے پیچھے ہوجاتا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت رحمہ اللہ کسی جگہ جارہے تھے، سامنے جیل تھی، حضرتؒ نے پوچھا: بتاؤ جیل کتنے فاصلے پر ہے؟ خادم نے کہا: کوئی دوسو قدم ہوگی، حضرت نے پوچھا: یہ یقینی بات ہے، یا اس میں کچھ کمی زیادتی ہوسکتی ہے؟ خادم نے کہا: اس میں کمی زیادتی ہوسکتی ہے، پھر حضرت چلتے رہے، جب جیل چار قدم رہ گئی تو پھر پوچھا: اب جیل کتنی دور ہے؟ انھوں نے کہا: چار قدم، پوچھا: اس میں کچھ کمی زیادتی ہوسکتی ہے؟ کہنے لگا: نہیں، اب فاصلہ چار ہی قدم ہے، آپؐ نے فرمایا: کشفِ نبوت اور کشفِ ولایت میں یہی فرق ہے، نبی بہت قریب سے دیکھتا ہے اس لئے وہ بالکل صحیح ہوتا ہے اور ولی کچھ فاصلہ سے دیکھتا ہے اس لئے اندازے میں کمی بیشی ہوجاتی ہے۔

[٤٢٦٢-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هَلاَلٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم نَعَى زَيْدًا وَجَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ، فَقَالَ: "أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيْبَ، ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأُصِيْبَ. ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيْبَ، وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ، حَتَّى أَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ حَتَّى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ"[راجع: ١٢٤٦]

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے لوگوں کو حضرات زید، جعفر اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کی موت کی خبر دی، اس سے پہلے کہ لوگوں کے پاس ان کی خبر آتی (محاذ جنگ سے خبر آتی) آپؐ نے فرمایا: جھنڈا زید بن حارثہؓ نے لیا، پس وہ شہید ہوگئے، پھر جعفرؓ نے لیا اور وہ بھی شہید ہوگئے پھر عبداللہ بن رواحہؓ نے لیا اور وہ بھی شہید ہوگئے (یہ تینوں باتیں آپؐ نے مسلسل نہیں فرمائیں، بلکہ وقفہ وقفہ سے فرمائیں، جب جب ان کی شہادت واقع ہوتی گئی خبر دی) اور جب آپؐ جنگ موتہ کے احوال سنا رہے تھے تو آپؐ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے، پھر پرچم اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی (پس بعض حضرات کا یہ کہنا کہ غزوہ موتہ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی: یہ بات اس حدیث کے خلاف ہے، اور اسی ارشاد کی وجہ سے حضرت خالدؓ کا لقب سیف اللہ (اللہ کی تلوار) پڑا)

نکتہ: حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی بڑی آرزو تھی کہ وہ اللہ کے راستہ میں شہید ہوں مگر ان کی موت چارپائی پر آئی، دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدر المدرسین حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہ نے فرمایا: جب وہ اللہ کی تلوار تھے تو کیسے شہید ہوتے! اللہ کی تلوار کہیں ٹوٹتی ہے؟ یہ عجیب نکتہ ہے۔

۳- سخت حادثہ میں حزن وملال کا اظہار

غزوۂ موتہ میں جب حضرات زید، جعفر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے اور وحی سے اس کی اطلاع ملی (کشف بھی وحی کی ایک صورت ہے) تو آنحضور ﷺ مغموم ہوگئے، آپؐ نے مسجدِ نبوی میں منبر پر بیٹھ کر جنگ کے احوال سنائے، آنکھوں سے آنسو جاری تھے، پھر آپؐ ایک طرف بیٹھ گئے، اور حزن وملال آپؐ کے چہرے سے ہویدا تھا، معلوم ہوا کہ سخت صدمہ کے موقع پر رونا اور چہرے پر غم ظاہر کرنا جائز ہے، یہ فطری بات ہے، رقت قلبی کا نتیجہ اور امر محمود ہے، عمرانی زندگی میں باہمی الفت ومحبت اس پر موقوف ہے اور انسان کی سلامتی مزاج کا بھی یہی تقاضہ ہے، البتہ جزع فزع ممنوع ہے کیونکہ کبھی بے چینی کا ہیجان قضاء الٰہی پر عدم رضا کا سبب بن جاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہنا ضروری ہے (تحفۃ القاری ۴:۵۶)

[٤٢٦٣-] حدثنا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ، قَالَ: أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ، قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ، تَقُوْلُ: لَمَّا جَاءَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

رَوَاحَةَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم یُعْرَفُ فِیْهِ الْحُزْنُ، قَالَتْ عَائِشَةُ: وَأَنَا أَطَّلِعُ مِنْ صَایِرِ الْبَابِ، تَعْنِیْ مِنْ شِقِّ الْبَابِ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: أَیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ، قَالَ: وَذَكَرَ بُكَاءَ هُنَّ، فَأَمَرَهُ أَنْ یَنْهَاهُنَّ، قَالَ: فَذَهَبَ الرَّجُلُ ثُمَّ أَتَی، فَقَالَ: قَدْ نَهَیْتُهُنَّ، وَذَكَرَ أَنَّـهُ لَمْ یُطِعْنَهُ، قَالَ: فَأَمَرَ أَیْضًا فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَیٰ، فَقَالَ: وَاللّٰهِ لَقَدْ غَلَبْنَنَا، فَزَعَمَتْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ: "فَاحْثُ فِی أَفْوَاهِهِنَّ مِنَ التُّرَابِ" قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ: أَرْغَمَ اللّٰهُ أَنْفَكَ! فَوَ اللّٰهِ مَا أَنْتَ تَفْعَلُ، وَمَا تَرَكْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مِنَ الْعَنَاءِ.[راجع: ۱۲۹۹]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب نبی ﷺ کے پاس حضرات زید، جعفر اور عبداللہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر آئی تو آپؐ (جنگ کے احوال سنا کر مسجد میں ایک طرف) بیٹھ گئے درانحالیکہ آپؐ کے چہرے سے غم کے آثار پہچانے جاتے تھے، صدیقہؓ کہتی ہیں: اور میں دروازہ کی جھری (ریخ) سے دیکھ رہی تھی، پس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! جعفرؓ کی عورتیں، راوی کہتا ہے: اور اس نے ان کے رونے کا تذکرہ کیا یعنی جعفرؓ کے گھر میں عورتیں رو رہی ہیں، نبی ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ وہ ان کو منع کرے، چنانچہ وہ گیا، پھر دوسری مرتبہ آیا اور کہا: میں نے ان کو منع کیا اور اس نے یہ بھی ذکر کیا کہ وہ اس کی بات نہیں مانتیں! راوی کہتا ہے: پس آپؐ نے اس کو دوبارہ حکم دیا، وہ گیا، پھر تیسری مرتبہ آیا اور اس نے کہا: بخدا! وہ ہم پر غالب آ گئیں، یعنی عورتیں بالکل نہیں مانتیں! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: پس نبی ﷺ نے فرمایا: ان کے مونہوں میں مٹی ڈال، صدیقہؓ کہتی ہیں: میں نے کہا: اللہ تیری ناک خاک آلود کریں! بخدا! تو نہیں کر سکے گا جس کا تجھے اللہ کے رسول نے حکم دیا، اور تو رسول اللہ ﷺ کو پریشان کرنے سے باز بھی نہیں آیا۔

لغت: صَایِر (صاد اور الف کے بعد یا) الباب: دروازے کی ریخ، جھری، شگاف۔ شِقُّ الْبَابِ: (شین کا زبر اور زیر) تفسیر ہے، اصل لفظ الصِّیْر ہے، صَایِر: اس کے ہم معنی ہے (دیکھیں: تحفۃ القاری ۴: ۵۷)............ اُحْثُ: (فعل امر) حَثَا فِی وَجْهِهِ التُّرَابَ: چہرے پر مٹی ڈالنا۔

سوال: عورتوں نے نبی ﷺ کا حکم کیوں نہیں مانا؟ اور رونے سے باز کیوں نہیں آئیں؟

جواب: منع کرنے والے نے شاید اپنی طرف سے منع کیا ہوگا، ممانعت کو نبی ﷺ کی طرف منسوب نہیں کیا ہوگا، اس لئے عورتوں نے اس کو نظر انداز کر دیا، یا وہ بدحال ہونگی اور غلبۂ حال میں جو کیا جاتا ہے اس پر مؤاخذہ نہیں ہوتا۔

مسئلہ: حادثہ سخت ہو اور کوئی زور سے روئے اور وہ رونا نوحہ ماتم تک نہ پہنچا ہوا ہو تو ایک وقت تک اغماض (چشم پوشی) کیا جا سکتا ہے، نبی ﷺ تین دن کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر گئے، بچوں کو بلایا، ان کے سروں پر ہاتھ پھیرا، بال بڑے ہو رہے تھے باربر کو بلا کر بال کٹوائے اور گھر والوں کو ہدایت دی کہ آج کے بعد میرے بھائی کو کوئی نہ روئے، معلوم ہوا کہ حادثہ سخت ہو اور پسماندگان کچھ آواز سے روئیں تو چشم پوشی کرنا مناسب ہے۔

۴-حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا لقب ذوالجناحین

غزوہ موتہ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھ کٹ گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے بدل ملکوتی خاصیت والے دو بازو عنایت فرمائے جن سے وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑ کر جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں۔

حدیث: ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ کو سلام کرتے تو کہتے: **السلام عليك يا ابنَ ذی الجناحين**: اے دو بازوؤں والے کے صاحبزادے! تمہیں سلام ہو!

[٤٢٦٤-] حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِیْ بَکْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِیٍّ، عَنْ إِسْمَاعِیْلَ بْنِ أَبِیْ خَالِدٍ، عَنْ عَامِرٍ، قَالَ: کَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَیَّا ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَ: السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا ابْنَ ذِی الْجَنَاحَیْنِ.[راجع: ۳۷۰۹]

وضاحت: جناح کے معنی 'بازو' ہیں، 'پر' اس کے معنی نہیں، اور ہر مخلوق کا بازو اس کے حال کے مطابق ہوتا ہے، سورۃ الفاطر میں فرشتوں کے بازوؤں کا ذکر ہے: ﴿أُوْلِیْ أَجْنِحَةٍ مَثْنٰی وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾: جن کے دو دو، تین تین اور چار چار بازو ہیں، فرشتوں کے بازوؤں کی کیا نوعیت ہے؟ یہ ہم نہیں جانتے، اور انسان کے دو ہاتھ اس کے دو بازو ہیں، اور پرندوں کے دو پر ان کے دو بازو ہیں، پس ایسا سمجھنا کہ حضرت جعفرؓ کو پرندوں جیسے پر دیئے گئے ہونگے: صحیح نہیں، ہاں ان کے بازوؤں میں ملکوتی صفت ماننا ضروری ہے، کیونکہ تمام شہداء جنت میں جاتے ہیں، جنت کے پھل کھاتے ہیں مگر وہ فرشتوں کے ساتھ نہیں اڑتے، یہ خصوصیت حضرت جعفرؓ کی ہے، اس لئے ان ہی کو طَیَّار (اڑنے والا) کہا جاتا ہے۔

[٤٢٦٥-] حدثنا أَبُوْ نُعَیْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْیَانُ، عَنْ إِسْمَاعِیْلَ، عَنْ قَیْسِ بْنِ أَبِیْ حَازِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ یَقُوْلُ: لَقَدِ انْقَطَعَتْ فِیْ یَدِیْ یَوْمَ مُوْتَةَ تِسْعَةُ أَسْیَافٍ، فَمَا بَقِیَ فِیْ یَدِیْ إِلَّا صَفِیْحَةٌ یَمَانِیَةٌ.[انظر: ٤٢٦٦]

[٤٢٦٦-] حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّی، قَالَ: حَدَّثَنَا یَحْیَی، عَنْ إِسْمَاعِیْلَ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ قَیْسٌ، قَالَ: سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ یَقُوْلُ: لَقَدْ دُقَّ فِیْ یَدِیْ یَوْمَ مُوْتَةَ تِسْعَةُ أَسْیَافٍ، وَصَبَرَتْ فِیْ یَدِیْ صَفِیْحَةٌ لِیْ یَمَانِیَةٌ.[راجع: ٤٢٦٥]

۵-غزوہ موتہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں

حدیث: حضرت خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: غزوۂ موتہ میں میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹ گئیں، اور میرے ہاتھ میں صرف ایک یمنی چوڑی تلوار رہ گئی۔

دوسری روایت میں بھی یہی مضمون ہے.........**دُقَّ**: فعل مجہول: توڑ دی گئی.........**صَبَرَ**: رہ گئی.........**صَفِیْحَة**:

چوڑی تلوار۔

وضاحت: مجاہدین کئی تلواریں لے کر جہاد میں شریک ہوتے ہیں، وہ سامان میں رکھی رہتی ہیں، ان میں سے ایک لے کر میدان میں اترتے ہیں، اگر خدانخواستہ وہ ٹوٹ جائے تو لوٹ کر سامان میں سے دوسری تلوار لے جاتے ہیں، غزوہ موتہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس دس تلواریں تھیں، یکے بعد دیگرے وہ ٹوٹتی رہیں، آخر میں ایک یمنی چوڑی تلوار بچ گئی، آپؓ اسی سے لڑتے رہے، اس روایت سے معلوم ہوا کہ جنگ موتہ میں مسلمانوں نے کفار کو کثیر تعداد میں قتل کیا، جبکہ مسلمان صرف بارہ شہید ہوئے تھے۔

[٤٢٦٧-] حَدَّثَنِیْ عِمْرَانُ بْنُ مَیْسَرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَیْلٍ، عَنْ حُصَیْنٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ، قَالَ: أُغْمِیَ عَلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ، فَجَعَلَتْ أُخْتُهُ عَمْرَةُ تَبْكِیْ: وَاجَبَلَاهْ! وَاكَذَا، وَاكَذَا، تُعَدِّدُ عَلَیْهِ، فَقَالَ حِیْنَ أَفَاقَ: مَا قُلْتِ شَیْئًا إِلَّا قِیْلَ لِیْ: آنْتَ كَذٰلِكَ؟[انظر: ٤٢٦٨]

[٤٢٦٨-] حدثنا قُتَیْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْثَرٌ، عَنْ حُصَیْنٍ، عَنِ الشَّعْبِیِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ، قَالَ: أُغْمِیَ عَلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ، بِهٰذَا، فَلَمَّا مَاتَ لَمْ تَبْكِ عَلَیْهِ.[راجع: ٤٢٦٧]

٦- حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ان کی بہن عمرہ نہیں روئیں

حضرت عمرة رضی اللہ عنہا نعمان بن بشیرؓ کی والدہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں، ایک مرتبہ حضرت عبداللہؓ بیہوش ہوئے ان کی بہن عمرۃؓ نے رونا شروع کیا، اور کہنا شروع کیا: وَاجَبلَاه! ہائے پہاڑ! وَاكَذَا! ہائے ایسا! وَاكَذَا! ہائے ویسا! وہ حضرت عبداللہؓ کی خوبیاں شمار کر رہی تھیں، پھر جب حضرت عبداللہؓ کو ہوش آیا تو انھوں نے کہا: نہیں کہی تم نے کوئی بات مگر مجھ سے کہا گیا: آنت كذلك؟ کیا تم ایسے تھے، یعنی فرشتوں نے ناراضگی اور خفگی کا اظہار کیا، اور ابو نُعیم کی روایت میں ہے فَنهاها عن البكاء عليه: حضرت عبداللہؓ نے بہن کو ان پر رونے سے منع کیا، اور یہاں حدیث کی دوسری سند میں ہے کہ جب حضرت عبداللہؓ غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے تو ان کی بہن ان پر نہیں روئیں، کیونکہ انھوں نے رونے سے منع کر دیا تھا۔

قوله: بهذا: أی بهذا الحديث المذكور قبله: اوپر جو حدیث آئی ہے اسی میں یہ اضافہ ہے۔

بَابُ بَعْثِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم أُسَامَةَ بْنَ زَیْدٍ إِلَی الْحُرُقَاتِ مِنْ جُهَیْنَةَ

نبی ﷺ نے جُہینہ کی شاخوں حُرقات کی طرف حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا

جُہینہ: قُضاعہ کی شاخ ہے، اور قُضاعہ: قحطانی قبائل میں سے ہے، پھر جہینہ کی شاخ حُرقہ ہے، یہ لقب ہے، اس شخص کا نام جُہیش بن عامر تھا، اس نے ایک جنگ میں بعض افراد کو جلایا تھا، اس لئے اس کا لقب حرقہ پڑ گیا، پھر حرقہ کے بطون ہیں

اس لئے حُرُقات جمع لائے۔

ان قبائل کی طرف نبی ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا: امیر لشکر بنا کر بھیجا، یا وہ فوج میں شامل تھے؟ امام بخاری رحمہ اللہ کا اسلوب اشارہ کرتا ہے کہ حضرت اسامہؓ امیر لشکر تھے، لیکن اہل مغازی اور اہل سیر کے نزدیک اس لشکر کے امیر غالب بن عبداللہ لیثی تھے، یہ غزوہ کب پیش آیا؟ امام بخاریؒ اس کو غزوہ موتہ کے بعد ذکر کر رہے ہیں اور غزوہ موتہ سن ۸ ہجری میں ہوا ہے، پس یہ سریہ بھی سن ۸ ہجری میں بھیجا گیا ہے، دوسرا قرینہ یہ ہے کہ حضرت زید بن حارثہؓ کی حیات میں نبی ﷺ نے ان کے بیٹے حضرت اسامہؓ کو کسی لشکر کا امیر نہیں بنایا، اور حضرت زید رضی اللہ عنہ جمادی الاولیٰ سن ۸ ہجری میں شہید ہوئے ہیں، پس امام بخاری کے نزدیک یہ سن ۸ ہجری کا واقعہ ہے۔

[٤٦-] بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ إِلٰى الْحُرُقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ

[٤٢٦٩-] حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ ظَبْيَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، يَقُوْلُ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَى الْحُرَقَةِ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ، وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلاً مِنْهُمْ، فَلَمَّا غَشِيْنَاهُ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَكَفَّ الْأَنْصَارِيُّ، فَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِي حَتَّى قَتَلْتُهُ، فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: "يَا أُسَامَةُ! أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؟" قُلْتُ: كَانَ مُتَعَوِّذًا، فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتَّى تَمَنَّيْتُ أَنِّيْ لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ. [انظر: ٦٨٧٢]

حدیث: حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہمیں نبی ﷺ نے حرقہ قبیلہ کی شاخوں کی طرف بھیجا، ہم نے ان پر صبح سویرے حملہ کیا، اور ان کو شکست دی، اور میں اور ایک انصاری حرقہ کے ایک آدمی سے جا ملے، جب ہم اس پر چھا گئے تو اس نے کہا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، پس انصاری نے اس سے ہاتھ روک لیا اور میں نے اس کو نیزے سے مارا، یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا، پس جب ہم واپس آئے اور نبی ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: اسامہ! کیا تم نے اس کو قتل کیا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه کہنے کے بعد؟ میں نے عرض کیا: وہ بچاؤ کرنے والا تھا، یعنی اپنی جان بچانے کے لئے اس نے کلمہ پڑھا تھا، پس نبی ﷺ بار بار یہ فقرہ دوہراتے رہے، یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کہ میں آج کے دن سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا تو اچھا تھا!

سوال: کفر کی تمنا کرنا کفر ہے، پس حضرت اسامہؓ نے آج سے پہلے کفر کی تمنا کیسے کی؟

جواب: حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کفر کی تمنا نہیں کی، بلکہ اپنی غلطی کی سنگینی کا اظہار کیا ہے کہ اگر میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا اور یہ گناہ مجھ سے حالتِ کفر میں ہوا ہوتا تو اسلام سے میرا یہ گناہ مٹ جاتا۔

[۴۲۷۰-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِیْ عُبَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَلَمَةَ ابْنَ الْأَكْوَعِ، يَقُوْلُ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم سَبْعَ غَزَوَاتٍ، وَخَرَجْتُ فِيْمَا يَبْعَثُ مِنَ الْبُعُوْثِ تِسْعَ غَزَوَاتٍ، مَرَّةً عَلَيْنَا أَبُوْ بَكْرٍ، وَمَرَّةً عَلَيْنَا أُسَامَةُ.[انظر: ۴۲۷۱، ۴۲۷۲، ۴۲۷۳]

[۴۲۷۱-] وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِیْ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِیْ عُبَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَلَمَةَ، يَقُوْلُ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم سَبْعَ غَزَوَاتٍ، وَخَرَجْتُ فِيْمَا يَبْعَثُ مِنَ الْبَعْثِ تِسْعَ غَزَوَاتٍ، مَرَّةً عَلَيْنَا أَبُوْ بَكْرٍ وَمَرَّةً أُسَامَةُ.[راجع: ۴۲۷۰]

[۴۲۷۲-] حدثنا أَبُوْ عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ،قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم سَبْعَ غَزَوَاتٍ، وَغَزَوْتُ مَعَ ابْنِ حَارِثَةَ اسْتَعْمَلَهُ عَلَيْنَا.[راجع: ۴۲۷۰]

[۴۲۷۳-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِیْ عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، غَزَوْتُ مَعَ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم سَبْعَ غَزَوَاتٍ، فَذَكَرَ خَيْبَرَ وَالْحُدَيْبِيَةَ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ وَيَوْمَ الْقَرَدِ، قَالَ يَزِيْدُ: وَنَسِيْتُ بَقِيَّتَهُمْ.[راجع: ۴۲۷۰]

نبی ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کومختلف سرایا میں امیر بنایا

حدیث: حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کے ساتھ سات غزوے (حدیبیہ، ذی قرد، خیبر، فتح مکہ، غزوۂ حنین، غزوۂ طائف اور غزوۂ تبوک) کئے ہیں، اور نو سرایا میں نکلا ہوں جو نبی ﷺ نے روانہ کئے ہیں، کبھی ہم پر امیر ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوتے تھے اور کبھی ہم پر امیر اسامہ رضی اللہ عنہ ہوتے تھے۔

اور تیسری روایت میں مصری نسخہ میں سَبْع کی جگہ تِسْع ہے یعنی حضرت سلمہؓ نے نبی ﷺ کے ساتھ نو غزوے کئے ہیں، اس صورت میں حاشیہ میں غزوہ وادی القری اور عمرۂ قضاء کو گنا ہے۔ اور اس حدیث میں ہے کہ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کے لئے نکلا، امیر بنایا آپؐ نے ان کو ہم پر (مگر یہ کس سریہ کا ذکر ہے اس کی تعیین نہیں کی) اور آخری حدیث میں سات غزوات میں سے خیبر، حدیبیہ، حنین اور ذی قرد کا ذکر ہے، یزید کہتے ہیں: باقی میں بھول گیا (قاعدہ سے بَقِيَّتَهَا ہونا چاہئے، واحد مؤنث کی ضمیر کے ساتھ)

وضاحت: غزوہ وہ جنگ کہلاتی ہے جس میں نبی ﷺ نے شرکت فرمائی ہو اور سریہ اس لشکر کو کہتے ہیں جس میں آپؐ شریک نہ ہوئے ہوں، لیکن یہ متأخرین کی اصطلاح ہے، متقدمین کے نزدیک غزوہ کا اطلاق ہر جنگ پر ہوتا ہے، خواہ آپؐ اس میں شریک ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں، مذکورہ حدیثوں میں لفظ غزوہ عام معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

(غزوۂ موتہ کا بیان پورا ہوا)

غزوہ فتحِ مکہ

فتح مکہ وہ سب سے بڑی فتح ہے جس کی تمہید صلح حدیبیہ تھی، جس کو سورۃ الفتح میں 'فتح مبین' کہا گیا ہے، نبی ﷺ دس رمضان المبارک سن ۸ ہجری کو مکہ کے لئے روانہ ہوئے، آپؐ کے ساتھ دس ہزار کا لشکر تھا، حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما ہم سفر تھیں، ۱۷ رمضان سن ۸ ہجری میں آپؐ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، اس فتح کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو عزت بخشی، اور بیت اللہ کو مشرکین کے ناپاک ہاتھوں سے نجات دی۔

واقعات کا تسلسل:

۱- جب غزوۂ احزاب سے مشرکین ناکام ونامراد لوٹے تو نبی ﷺ نے فرمایا: الآنَ نَغْزُوْهُمْ وَلاَ يَغْزُوْنَنَا، نَحْنُ نَسِيْرُ إِلَيْهِمْ: اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے وہ ہم پر چڑھائی نہیں کرسکیں گے، اب ہم ان کی طرف چلیں گے (بخاری)

۲- پھر ذی قعدہ سن ۶ ہجری میں نبی ﷺ پندرہ سو صحابہ کے ساتھ عمرہ کے لئے نکلے، کفارِ مکہ سدّراہ ہوئے، پھر حدیبیہ میں مکہ والوں سے مصالحت ہوئی، اور طے پایا کہ فریقین دس سال تک جنگ بند رکھیں، کوئی کسی پر ہاتھ نہ اٹھائے، اور جو قبیلہ نبی ﷺ کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے: داخل ہوسکے گا اور جو قریش کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے: داخل ہوسکے گا اور حلیف قبائل اگر آپس میں لڑیں تو فریقین ان کا کوئی تعاون نہیں کریں گے، اگر تعاون کریں گے تو یہ عہد کی خلاف ورزی سمجھی جائے گی، چنانچہ بنوخزاعہ رسول اللہ ﷺ کے عہد و پیمان میں داخل ہوگئے، یہ لوگ عبدالمطلب کے زمانہ سے بنو ہاشم کے حلیف تھے، اور بنوبکر قریش کے عہد و پیمان میں داخل ہوگئے۔

۳- ان قبائل میں زمانۂ جاہلیت سے عداوت چلی آرہی تھی، دونوں قبیلے وقتاً فوقتاً لڑتے رہتے تھے، مگر جب اسلام کا دور شروع ہوا تو دونوں قبیلوں کی توجہ اسلام کے خلاف ہوگئی، اور باہم جنگ بند ہوگئی، پھر جب حدیبیہ میں ناجنگ معاہدہ ہوگیا تو دونوں ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہوگئے۔ چنانچہ نوفل بن معاویہ نے بنوبکر کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر شعبان سن ۸ ہجری میں بنوخزاعہ پر رات کی تاریکی میں حملہ کردیا، اس وقت بنوخزاعہ وتیر نامی چشمہ پر خیمہ زن تھے، بنوخزاعہ کے متعدد افراد مارے گئے، قریش نے اس حملہ میں ہتھیاروں سے بنوبکر کی مدد کی بلکہ ان کے کچھ آدمی بھی رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھا کر لڑائی میں شریک ہوئے اور بنوخزاعہ کو کھدیڑ کر حرم تک پہنچادیا۔

۴- اس واقعہ کے بعد عمرو بن سالم خُزاعی چالیس آدمیوں کا وفد لے کر مدینہ آیا، نبی ﷺ اس وقت مسجد میں صحابہ کرام

کے ساتھ تشریف فرما تھے، وفد رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوگیا، اور عمرو نے اپنا قصیدہ پڑھا جس کے چند اشعار یہ ہیں:

إِنَّ قُرَيْشًا أَخْلَفُوْكَ الْمَوْعِدَا ۞ وَنَقَضُوْا مِيْثَاقَكَ الْمُؤَكَّدَا

قریش نے آپؐ کے ساتھ وعدہ خلافی کی ہے ۞ اور آپؐ کے پختہ عہد و پیمان کو توڑ ڈالا ہے

هُمْ بَيَّتُوْنَا بِالْوَتِيْرِ هُجَّدَا ۞ وَقَتَلُوْنَا رُكَّعًا وَسُجَّدَا

انھوں نے وتیر چشمہ پر سوتے ہوئے ہم لوگوں پر شب خون مارا ÷ اور رکوع وسجود کی حالت میں ہمیں قتل کیا (ان میں سے بعض مسلمان تھے، عمرو خود مسلمان نہیں تھا)

فَانْصُرْ أَيَّدَكَ اللّٰهُ نَصْرًا اعْتَدَا ۞ وَادْعُ عِبَادَ اللّٰهِ يَأْتُوْنَا مَدَدًا

آپؐ ہماری فوری مدد کریں، اللہ تعالیٰ آپؐ کی تائید کریں ÷ اور اللہ کے خاص بندوں (صحابہ) کو حکم دیں کہ ہماری مدد کو پہنچیں۔

نبی ﷺ نے عمرو کی درد بھری شکایت سن کر فرمایا: اے عمرو! تیری مدد کی جائے گی اور دریافت فرمایا کہ سب بنی بکر حملہ میں شریک تھے؟ عمرو نے کہا: نہیں، صرف بنونفاثہ اور ان کا سردار نوفل حملہ آور ہوا تھا۔

۵- اس کے بعد نبی ﷺ نے ایک قاصد قریش کے پاس روانہ کیا کہ تین باتوں میں سے ایک بات اختیار کرو: (۱) یا تو مقتولین خزاعہ کی دیت دو۔ (۲) یا بنونفاثہ سے عہد و پیمان توڑ لو۔ (۳) یا معاہدہ حدیبیہ کے فسخ کا اعلان کر دو۔

قاصد نے جب پیغام پہنچایا تو قریش نے جواب دیا: ہم نہ مقتولین کی دیت دیں گے نہ بنونفاثہ سے تعلقات توڑیں گے، ہاں ہم معاہدہ حدیبیہ کے فسخ پر راضی ہیں، قاصد جواب لے کر لوٹ گیا تو قریش کو ندامت ہوئی، چنانچہ انھوں نے فوراً ابوسفیان کو تجدید عہد کے لئے روانہ کیا۔

۶- ادھر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو بتایا کہ قریش اپنی عہد شکنی کے بعد کیا کرنے والے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: گویا میں ابوسفیان کو دیکھ رہا ہوں: وہ عہد کو پختہ کرنے کے لئے اور مدت صلح بڑھانے کے لئے آ گیا ہے، پھر ابوسفیان جب مدینہ پہنچا تو اپنی لڑکی ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر مہمان بنا، اس نے رسول اللہ ﷺ کے بستر پر بیٹھنا چاہا، حضرت ام حبیبہؓ نے بستر لپیٹ دیا، ابوسفیان نے کہا: بیٹی! تم نے اس بستر کو میرے لائق نہیں سمجھا یا مجھے اس بستر کے لائق نہیں سمجھا؟ انھوں نے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے اور آپ ناپاک مشرک آدمی ہیں، ابوسفیان بولا: خدا کی قسم! میرے بعد تمہیں شر پہنچا ہے یعنی تم بگڑ گئی ہو، پھر ابوسفیان وہاں سے نکل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپؐ سے گفتگو کی، آپؐ نے کوئی جواب نہیں دیا، اس کے بعد وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا ان سے کہا: آپؓ رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کریں، انھوں نے کہا: میں ایسا نہیں کر سکتا، پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے بات کی، انھوں نے کہا: کیا میں تم لوگوں کے لئے رسول اللہ ﷺ سے سفارش کروں؟ خدا کی قسم! اگر مجھے لکڑی کے ٹکڑے کے سوا کچھ دستیاب نہ ہو تو میں اسی کے ذریعہ تم لوگوں سے جہاد کرونگا! اس کے بعد وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، وہاں حضرت

فاطمہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے، ابوسفیان نے کہا: علی! میرے ساتھ تمہارا گہرا نسبی تعلق ہے میں ایک ضرورت کے لئے آیا ہوں، ایسا نہ ہو کہ میں نامراد واپس ہو جاؤں، تم میرے لئے محمد (ﷺ) سے سفارش کرو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ابوسفیان! تجھ پر افسوس! رسول اللہ ﷺ نے ایک بات کا عزم کرلیا ہے ہم اس بارے میں آپؐ سے کوئی بات نہیں کر سکتے، پھر وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: کیا آپ ایسا کر سکتی ہیں کہ اپنے اس بیٹے کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کے درمیان تجدید عہد کا اعلان کر کے ہمیشہ کے لئے عرب کا سردار بن جائے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا یہ بیٹا ابھی پناہ دینے کے قابل نہیں، اور رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کوئی پناہ دے بھی نہیں سکتا، ابو سفیان نے مایوس ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: ابوالحسن! میں دیکھ رہا ہوں، معاملات سنگین ہو گئے ہیں، مجھے کوئی راستہ بتاؤ، حضرت علیؓ نے کہا: میں تیرے لئے کوئی کارآمد چیز نہیں پاتا، البتہ تم بنو کنانہ کے سردار ہو، نماز کے بعد لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر تجدید عہد کا اعلان کردو، پھر اپنی سرزمین میں واپس چلے جاؤ، ابوسفیان نے کہا: کیا ایسا کرنا میرے لئے کچھ کار آمد ہوگا؟ حضرت علیؓ نے کہا: کارآمد تو نہیں ہوگا، مگر اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی تو نہیں، چنانچہ ابوسفیان نے نماز کے بعد مسجد میں کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ لوگو! میں معاہدۂ حدیبیہ کی تجدید کا اعلان کرتا ہوں، پھر وہ اپنے اونٹ پر بیٹھ کر مکہ روانہ ہو گیا۔

جب مکہ پہنچا تو قریش نے پوچھا: پیچھے کی کیا خبر ہے؟ ابوسفیان نے کہا: میں محمد (ﷺ) کے پاس گیا، بات کی انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا، پھر ابوقحافہ کے بیٹے کے پاس گیا، اس کے اندر میں نے کوئی بھلائی نہیں پائی، اس کے بعد عمر بن الخطابؓ کے پاس گیا، اسے سب سے کٹر دشمن پایا، پھر علیؓ کے پاس گیا، اسے سب سے نرم پایا، اس نے مجھے ایک رائے دی اور میں نے اس پر عمل کیا، معلوم نہیں وہ کارآمد ہوگی یا نہیں؟ لوگوں نے پوچھا: کیا رائے دی؟ ابوسفیان نے کہا: یہ رائے دی کہ میں لوگوں کے درمیان تجدید عہد کا اعلان کردوں اور میں نے ایسا ہی کر دیا، قریش نے پوچھا: پس کیا محمد (ﷺ) نے اسے منظور کیا؟ ابوسفیان نے کہا: نہیں، لوگوں نے کہا: تیرے لئے تباہی ہو! علیؓ نے تیرے ساتھ مذاق کیا، ابوسفیان نے کہا: خدا کی قسم! اس کے علاوہ کوئی صورت بھی تو نہیں تھی۔

۷- اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو تیاری کا حکم دیا اور خواص کو بتلایا کہ مکہ چلنا ہے اور دعا فرمائی: اے اللہ! جاسوسوں اور خبروں کو قریش تک پہنچنے سے روک دے، تاکہ ہم ان کے علاقہ میں ان کے سر پر یکدم پہنچ جائیں، پھر بھی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے قریش کو خط لکھ کر اطلاع کی کہ رسول اللہ ﷺ حملہ کرنے والے ہیں اور تم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے، مگر چوکنا ہو جاؤ، انھوں نے یہ خط ایک عورت کے ہاتھ روانہ کیا، نبی ﷺ کو وحی سے اس کی اطلاع ہوئی، آپؐ نے چار آدمیوں کو روانہ کیا کہ فلاں جگہ ایک اونٹ سوار عورت ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے، وہ لے آؤ، اس کی تفصیل باب کی پہلی حدیث میں ہے۔

۸- ۱۰ رمضان المبارک سن ۸ ہجری کو نبی ﷺ مکہ کے لئے روانہ ہوئے، جُحفہ یا اس سے کچھ آگے پہنچے تو آپؐ کے

چچا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ ملے، وہ اپنے بال بچوں کے ساتھ ہجرت کر کے آرہے تھے، انھوں نے سامان مدینہ بھیج دیا اور خود لشکر میں شامل ہو گئے، پھر آپؐ نے سفر جاری رکھا، جب مر الظہران (وادی فاطمہ) پہنچے تو لوگوں کو حکم دیا کہ الگ الگ آگ جلائیں، اس طرح دس ہزار چولھوں میں آگ جلائی گئی اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو پہرے پر مقرر کیا۔

۹- مر الظہران میں پڑاؤ ڈالنے کے بعد حضرت عباسؓ رسول اللہ ﷺ کے سفید خچر پر سوار ہو کر نکلے کہ کوئی مل جائے تو قریش کے پاس خبر بھیجیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے حاضر ہو کر امان طلب کرلیں۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے خبروں کو اندھا کر دیا تھا، اس لئے قریش کو حالات کا کچھ علم نہیں تھا، البتہ وہ خوف اور اندیشہ سے دوچار تھے، ابوسفیان باہر نکل کر خبروں کا پتہ لگاتا رہتا تھا، اس وقت وہ اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء خبروں کا پتہ لگانے کے لئے نکلے ہوئے تھے، حضرت عباسؓ کی ان سے ملاقات ہوگئی، حضرت عباسؓ نے ان کو صورتِ حال بتائی، ابوسفیان نے کہا: اب کیا حیلہ ہے؟ حضرت عباسؓ نے کہا: میرے پیچھے خچر پر بیٹھ جا میں تیرے لئے امان طلب کرتا ہوں، اس طرح ابو سفیان کو حضرت عباسؓ نبی ﷺ کے پاس لے آئے، آپؐ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا: ابوسفیان کو اپنے ڈیرے میں لے جاؤ، صبح لانا، صبح ابوسفیانؓ نے اسلام قبول کیا اور حق کی شہادت دی، حضرت عباسؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول! ابوسفیان امتیاز پسند کرتا ہے آپؐ نے فرمایا: ٹھیک ہے جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امان ہے اور جو اپنا دروازہ بند کرلے اسے امان ہے اور جو مسجدِ حرام میں داخل ہو جائے اسے امان ہے۔

۱۰- اسی صبح ـــــ منگل ۱۷ رمضان المبارک سن ۸ ہجری کی صبح ـــــ نبی ﷺ مر الظہران سے روانہ ہوئے اور بالائی حصہ سے مکہ میں داخل ہوئے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ زیریں حصہ سے داخل ہوئے۔ نبی ﷺ کے راستہ میں تو کوئی مزاحمت نہیں ہوئی، لیکن حضرت خالدؓ سے کچھ لوگ مزاحم ہوئے، اور معمولی جھڑپ میں بارہ مشرک مارے گئے، اور صحابہ میں سے کرز بن جابر فہری اور حُنیس بن خالد رضی اللہ عنہما نے جامِ شہادت نوش کیا۔ ہوا یہ کہ دونوں لشکر سے بچھڑ کر ایک دوسرے راستہ پر چل پڑے اور وہاں انہیں قتل کر دیا گیا۔

۱۱- فتح مکہ کے بعد آپؐ کا قیام انیس دن مکہ میں رہا، اس درمیان میں بہت سے واقعات پیش آئے، ان کا ذکر باب کی حدیثوں میں ہے، اور جو باتیں رہ جائیں گی وہ بعد میں ذکر کی جائیں گی۔

۱۲- فتح مکہ کے بعد امن وامان کا دور شروع ہوا، لوگ کھل کر ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے، جو لوگ درپردہ مسلمان تھے ان کو بھی اظہارِ ایمان کی ہمت ہوگئی، اور بہت سے نئے لوگ بھی حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور اس غزوہ نے جزیرۃ العرب کے لوگوں کی آنکھیں کھول دیں، ان پر پڑا ہوا پردہ ہٹا دیا، جو قبولِ اسلام کی راہ میں روک بنا ہوا تھا، سورۃ النصر میں اس کا نقشہ اس طرح کھینچا گیا ہے: ''جب اللہ کی مدد آجائے اور مکہ فتح ہو جائے اور آپؐ لوگوں کو دیکھیں کہ وہ جوق در جوق اللہ

کے دین میں داخل ہورہے ہیں تو آپؐ اپنے رب کی تسبیح وتحمید کریں، اور استغفار کریں، وہ بڑے توبہ قبول کرنے والے ہیں‘‘

۱- حضرت حاطبؓ نے مکہ والوں کو اطلاع دی کہ نبی ﷺ ان کا ارادہ کررہے ہیں

نبی ﷺ نے صرف خواص کو اپنا ارادہ بتایا تھا، اور خبروں کو روکنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کی تھی، تاہم حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کے نام خط لکھا کہ آپؐ مکہ کی تیاریاں کررہے ہیں اور ایک عورت کے ساتھ یہ خط مکہ روانہ کیا، اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع کردی، آپؐ نے چند صحابہ کو روانہ کیا کہ روضہ خاخ میں تمہیں ایک اونٹ سوار عورت ملے گی اس کے پاس مشرکین مکہ کے نام حاطبؓ کا خط ہے وہ لے آؤ، باب کی حدیث میں اسی کا تذکرہ ہے۔

[۴۷-] بَابُ غَزْوَةِ الْفَتْحِ

وَمَا بَعَثَ حَاطِبُ بْنُ أَبِيْ بَلْتَعَةَ إِلٰى أَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِغَزْوِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.

[۴۲۷۴-] حدثنا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِيْ رَافِعٍ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُوْلُ: بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ، فَقَالَ:" انْطَلِقُوْا حَتَّى تَأْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا ظَعِيْنَةً مَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوْا مِنْهَا" قَالَ: فَانْطَلَقْنَا تَعَادَى بِنَا خَيْلُنَا حَتَّى أَتَيْنَا الرَّوْضَةَ فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِيْنَةِ، قُلْنَا: أَخْرِجِي الْكِتَابَ، قَالَتْ: مَا مَعِيَ الْكِتَابُ، فَقُلْنَا: لَتُخْرِجَنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ، قَالَ: فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا، فَأَتَيْنَا بِهِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَإِذَا فِيْهِ: مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِيْ بَلْتَعَةَ إِلٰى نَاسٍ بِمَكَّةَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" يَا حَاطِبُ! مَا هٰذَا؟" قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ، إِنِّيْ كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِيْ قُرَيْشٍ، يَقُوْلُ: كُنْتُ حَلِيْفًا وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا، وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ مَنْ لَهُمْ قَرَابَاتٌ يَحْمُوْنَ أَهْلِيْهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ، فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِيْ ذٰلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيْهِمْ أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا يَحْمُوْنَ قَرَابَتِيْ، وَلَمْ أَفْعَلْهُ ارْتِدَادًا عَنْ دِيْنِيْ وَلَا رِضًا بِالْكُفْرِ بَعْدَ الإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ" فَقَالَ عُمَرُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! دَعْنِيْ أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ، فَقَالَ:" إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلٰى مَنْ شَهِدَ بَدْرًا قَالَ: اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ" فَأَنْزَلَ اللّٰهُ السُّوْرَةَ ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُوْنَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيْلِ﴾ [راجع: ۳۰۰۷]

وضاحت: بَابُ غَزْوَةِ الْفَتْحِ: جزل عنوان ہے، اس کی تفصیلات مجموعۂ ابواب میں ہیں، پھر ذیلی عنوان ہے اس کا

ترجمہ یہ ہے: حضرت حاطبؓ کا مکہ والوں کی طرف (خط) بھیجنا (ما مصدریہ ہے) وہ اطلاع دے رہے ہیں ان کو نبی ﷺ کی فوج کشی کی۔

حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے مجھے زبیرؓ اور مقدادؓ کو بھیجا اور فرمایا: چلو یہاں تک کہ پہنچو روضہ خاخ میں، وہاں ایک ہودج نشیں عورت ہے اس کے پاس ایک خط ہے اس کو اس سے لے لو، حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم چلے، ہمیں لے کر ہمارے گھوڑے دوڑ رہے تھے، یہاں تک کہ ہم روضہ خاخ میں پہنچے پس اچانک ہمیں ایک ہودج نشیں عورت ملی، ہم نے کہا: خط نکال، اس نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں، ہم نے کہا: ضرور خط نکال یا ضرور ہم تیرے کپڑے اتاریں گے، حضرت علیؓ کہتے ہیں: پس اس نے خط اپنی چوٹی میں سے نکالا، ہم اس کو نبی ﷺ کے پاس لائے، اچانک وہ خط حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مکہ کے کچھ مشرکین کے نام تھا، وہ ان کو خبر دے رہے تھے، نبی ﷺ کے بعض امر کی، پس نبی ﷺ نے پوچھا: حاطب! یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے بارے میں فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کریں، میں قریش کے ساتھ چپکا ہوا ایک آدمی تھا، وہ کہہ رہے ہیں: میرے ان کے ساتھ حلیفانہ تعلقات تھے اور میری ان کے ساتھ کوئی قرابت نہیں تھی، اور مہاجرین میں سے جو لوگ آپؐ کے ساتھ ہیں ان کی وہاں رشتہ داریاں ہیں، وہ ان کے اہل وعیال اور اموال کی حفاظت کریں گے، پس چاہا میں نے کہ جب میرے ہاتھ سے نکل گئی یہ چیز یعنی ان کے ساتھ رشتہ داری تو میں ان کے ساتھ کوئی احسان کروں جس کے صلہ میں وہ میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں، اور نہیں کیا میں نے یہ کام میرے دین سے پھرنے کی وجہ سے اور نہ اسلام کے بعد کفر پر راضی ہونے کی وجہ سے، نبی ﷺ نے فرمایا: سنو! بیشک حاطبؓ نے تم سے سچ کہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! چھوڑئے مجھے اڑادوں میں اس منافق کی گردن، آپؐ نے فرمایا: حاطبؓ بدر میں شریک ہوئے ہیں، اور تمھیں کیا پتہ شاید اللہ تعالیٰ بدریوں کے حال سے واقف ہو گئے جو فرمایا کہ تم جو چاہو کرو میں نے تمھیں بخش دیا، اس واقعہ میں سورۃ الممتحنہ کی پہلی آیت نازل ہوئی:

﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُوْنَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ، يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ، إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ، وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيْلِ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، ڈالتے ہو تم ان کی طرف دوستی یعنی ان کو تو تم سے کوئی محبت نہیں، وہ تو تمہارے کٹر دشمن ہیں، اور تم محبت کا اظہار کرتے ہو، جب کہ وہ تمہارے پاس جو دین حق آیا ہے اس کا انکار کرتے ہیں، اور رسول کو اور تم کو شہر بدر کر چکے ہیں، بایں وجہ کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لائے ہو، یعنی ایسے دشمنوں سے دوستانہ برتاؤ کے کیا معنی؟ اگر تم میرے راستہ میں جہاد کرنے کی غرض سے اور میری خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے اپنے گھروں سے نکلے ہو (تو اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اعدائے اسلام سے کسی طرح کا تعلق خاطر نہ ہو) تم ان سے

چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرتے ہو یعنی خفیہ پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ مجھے سب چیزوں کی خوب خبر ہے تم جو کچھ چھپاتے ہو اور تم جو کچھ ظاہر کرتے ہو، اور جو شخص تم میں سے یہ حرکت کرے گا وہ یقیناً راہِ راست سے بھٹک گیا!

تشریح: غلطی (چوک) مخلص مسلمان سے بھی ہوسکتی ہے، زلّت (لغزش) انبیاء سے بھی ہوئی ہے اور جو بدر میں شریک ہوا ہے وہ منافق نہیں ہوسکتا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمانا کہ میں اس منافق کی گردن ماردوں! صحیح نہیں، حضرت حاطب رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں ان کے قلبی احوال سے اللہ تعالیٰ خوب واقف ہیں، چنانچہ بدریوں کے حق میں فرمایا: تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا، اس ارشاد کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بدریوں کو اجازت مل گئی کہ ہر کردنی ناکردنی کریں، بلکہ اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ بدریوں کے بارے میں اطمینان ہے کہ وہ کوئی ناکردنی کام نہیں کریں گے، پس حاطبؓ کا یہ عمل بھی ایک چوک ہے، گناہ نہیں۔

سوال: بدریوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہاں ہے کہ تم جو چاہو کرو، میں نے تمہیں بخش دیا؟

جواب: یہ ارشاد اسی حدیث کے اقتضاء سے نکلتا ہے، نور الانوار میں آپ نے اقتضاء النص کی بحث پڑھی ہے، ملا جیون رحمہ اللہ کو نصوص میں اس کی کوئی مثال نہیں ملی، چنانچہ انھوں نے فقہ کا جزئیہ مثال میں پیش کیا، حالانکہ نصوص میں اس کی متعدد مثالیں ہیں، جیسے: (۱) جو شخص اذان کے بعد مسجد سے نکلتا ہے وہ نبی ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے، اس حدیث کے اقتضاء سے حکم نکلے گا کہ اذان کے بعد مسجد سے نہیں نکلنا چاہئے۔ (۲) جو شخص یوم الشک کا روزہ رکھتا ہے وہ نبی ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے اس حدیث کے اقتضاء سے یہ حکم نکلتا ہے کہ یوم الشک کا روزہ نہیں رکھنا چاہئے ـــــ اسی طرح بدریوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی اسی حدیث کے اقتضاء سے نکلے گا، الگ سے کوئی حدیث تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔

۲-سفر جہاد میں رمضان کا روزہ نہ رکھنا

نبی ﷺ ۱۰ رمضان کو فتح مکہ کے لئے مدینہ سے چلے ہیں، جب مدینہ سے چلے تو نبی ﷺ اور تمام صحابہ رمضان کے روزے رکھتے ہوئے چلے تھے، جب مکہ قریب آیا تو فوج کے ذمہ داروں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اب مکہ قریب ہے اب کسی بھی وقت جنگ ہوسکتی ہے، پس فوجی مصلحت یہ ہے کہ لوگ روزے نہ رکھیں، کھاپی کر طاقت حاصل کریں، مگر چونکہ آپؐ روزے رکھتے ہیں اس لئے لوگ بھی روزے رکھتے ہیں، چنانچہ آپؐ نے مقام کَدِید (بروزن حبیب) میں جو قُدَید (بروزن خُبیب) اور عُسفان (بروزن عثمان) کے درمیان ایک چشمہ ہے عصر کی نماز کے بعد پانی منگوا کر سب کے سامنے نوش فرمایا، لوگ سمجھ گئے کہ آپؐ نے روزے بند کردیئے ہیں، چنانچہ لوگوں نے بھی روزے بند کردیئے، مگر کچھ لوگوں نے روزہ رکھا، جب آپؐ کو اس کا علم ہوا تو فرمایا: أولٰئك العُصَاة: یہی لوگ نافرمان ہیں، رہی یہ بات کہ آپؐ نے روزہ رکھ کر توڑا تھا یا آج روزہ رکھا ہی نہیں تھا؟ اس سلسلہ میں حنفیہ کا خیال یہ ہے کہ آج آپؐ کا روزہ نہیں تھا، اور عصر کے بعد پانی نوش

فرما کرروزہ نہ ہونا ظاہر فرمایا، اور دیگر فقہاء کی رائے یہ ہے کہ صبح سے آپؐ کا روزہ تھا، عصر کے بعد آپؐ نے روزہ توڑ دیا۔

مسئلہ(۱): سفر میں رمضان کا روزہ نہ رکھنا جائز ہے، لیکن اگر رکھ لیا تو احناف کے نزدیک توڑنا جائز نہیں، اور دیگر فقہاء کے نزدیک توڑنا جائز ہے اور سفر میں رمضان کا روزہ توڑنے کی صورت میں بالاجماع قضاء واجب ہوگی، کفارہ واجب نہیں ہوگا۔

مسئلہ(۲): مجاہدین رمضان کا روزہ توڑ سکتے ہیں، سفر میں بھی اور حضر میں بھی، جب کہ جنگ لڑنی ہو، اور ضعف کا اندیشہ ہو، فتاوی تاتارخانیہ میں اس کی صراحت ہے۔

فائدہ: فیض الباری (۱۰۹:۴) میں ایک قیمتی بات ہے: جب دو عبادتوں میں تعارض ہو تو شریعت اہم کو ترجیح دیتی ہے، رمضان کا روزہ اور جہاد میں تعارض ہو تو جہاد مقدم ہے، اسی لئے مجاہد کو رمضان کا روزہ توڑنے کی اجازت ہے، اور جہاد اور نماز میں تعارض ہو تو نماز کو ترجیح حاصل ہے، اسی لئے صلوٰۃ الخوف مشروع کی گئی، اور نماز اور حج میں تعارض ہو تو حج کو ترجیح حاصل ہے، چنانچہ عرفہ میں جمع تقدیم ورمزدلفہ میں جمع تاخیر مشروع کی گئی، مگر یہ ضابطہ احکام کے قبیل سے نہیں، اور اس میں قیاس بھی نہیں چلتا۔

[۴۸-] بَابُ غَزْوَةِ الْفَتْحِ فِيْ رَمَضَانَ

[۴۲۷۵-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُوْلَ الله صلى الله عليه وسلم غَزَا غَزْوَةَ الْفَتْحِ فِيْ رَمَضَانَ، قَالَ: وَسَمِعْتُ ابْنَ الْمُسَيَّبِ، يَقُوْلُ مِثْلَ ذٰلِكَ.

وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَنِيْ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: صَامَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم حَتَّى إِذَا بَلَغَ الْكَدِيْدَ- الْمَاءَ الَّذِيْ بَيْنَ قُدَيْدٍ وَعُسْفَانَ- أَفْطَرَ، فَلَمْ يَزَلْ مُفْطِرًا حَتَّى انْسَلَخَ الشَّهْرُ.

[راجع: ۱۹۴۴]

وضاحت: فتح مکہ کے لئے سفر رمضان میں ہوا ہے، یہ بات ابن عباسؓ نے اور سعید بن المسیبؒ نے فرمائی ہے، امام زہری رحمہ اللہ نے ابن عباسؓ کی یہ بات عبید اللہ کے واسطہ سے سنی ہے اور سعید بن المسیب سے بلاواسطہ، اور ابن عباسؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ روزہ رکھتے ہوئے چل رہے تھے جب کدید مقام میں پہنچے جو قُدَید اور عُسفان کے درمیان ایک چشمہ ہے تو روزہ توڑ دیا یا روزہ نہ ہونا ظاہر کیا، پھر آپؐ برابر روزہ بند کئے رہے، یہاں تک کہ رمضان گذر گیا، یعنی مکہ میں پہنچ کر بھی روزے شروع نہیں کئے، کیونکہ ہوازن کی طرف سے مسلسل خبریں مل رہی تھیں کہ وہ مکہ پر حملہ کرنے والے ہیں، اس لئے ضروری تھا کہ فوج اس کے لئے تیار رہے۔

[٤٢٧٦-] حَدَّثَنِيْ مَحْمُوْدٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، قَالَ: أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم خَرَجَ فِيْ رَمَضَانَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ وَمَعَهُ عَشَرَةُ آلَافٍ، وَذٰلِكَ عَلٰى رَأْسِ ثَمَانِ سِنِيْنَ وَنِصْفٍ مِنْ مَقْدَمِهِ الْمَدِيْنَةَ، فَسَارَ هُوَ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ إِلٰى مَكَّةَ، يَصُوْمُ وَيَصُوْمُوْنَ، حَتَّى بَلَغَ الْكَدِيْدَ- وَهُوَ مَاءٌ بَيْنَ عُسْفَانَ وَقُدَيْدٍ - أَفْطَرَ وَأَفْطَرُوْا، قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ مِنْ أَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم الآخِرُ فَالآخِرُ.
[راجع: ١٩٤٤]

ترجمہ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں: نبی ﷺ مدینہ سے رمضان میں نکلے، اور آپؐ کے ساتھ دس ہزار آدمی تھے (اور محمد بن اسحاق کی کتاب میں بارہ ہزار ہے، اور حاشیہ میں تطبیق دی ہے کہ دس ہزار مدینہ سے ساتھ چلے تھے اور راستہ میں مختلف قبائل کے دوہزار آدمی آکر لشکر میں شامل ہوگئے تھے) اور یہ سفر آپؐ کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے ساڑھے آٹھ سال پورے ہونے پر ہوا (یہ کسی راوی کا وہم ہے، صحیح ساڑھے سات سال ہے، کیونکہ مکہ سن ۸ ہجری میں فتح ہوا ہے، ۹ ہجری میں فتح نہیں ہوا، اور اگر یہ صحیح ہے تو اس کی تاویل حاشیہ میں ہے) پس آپؐ اور وہ مسلمان جو آپؐ کے ساتھ تھے مکہ کی طرف چلے، آپؐ بھی روزہ رکھتے تھے اور وہ بھی روزہ رکھتے تھے، یہاں تک کہ آپؐ کدید مقام میں پہنچے جو عُسفان اور قُدید کے درمیان ایک چشمہ ہے تو آپؐ نے روزہ بند کردیا، اور لوگوں نے بھی روزے بند کردیئے۔

امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں: آپؐ کا آخری عمل روزہ بند کرنا ہے اور آخری عمل لیا جاتا ہے، وہ ناسخ ہوتا ہے پس سفر میں روزہ نہ رکھنا اولیٰ ہے، امام احمد رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے، مگر صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث کا اس مسئلہ سے کچھ تعلق نہیں، اس حدیث میں تو جہاد کی ضرورت سے روزہ نہ رکھنے کا یا روزہ توڑنے کا ذکر ہے، عام احوال میں سفر میں روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں؟ اس سے اس حدیث کا کچھ تعلق نہیں۔

[٤٢٧٧-] حَدَّثَنِيْ عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِيْ رَمَضَانَ إِلٰى حُنَيْنٍ، وَالنَّاسُ مُخْتَلِفُوْنَ فَصَائِمٌ وَمُفْطِرٌ، فَلَمَّا اسْتَوَى عَلٰى رَاحِلَتِهِ دَعَا بِإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ أَوْ مَاءٍ فَوَضَعَهُ عَلٰى رَاحَتِهِ أَوْ: رَاحِلَتِهِ، ثُمَّ نَظَرَ النَّاسَ، فَقَالَ الْمُفْطِرُوْنَ لِلصُّوَّمِ: أَفْطِرُوْا. [راجع: ١٩٤٤]

[٤٢٧٨-] وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، خَرَجَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَامَ الْفَتْحِ، وَقَالَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم. [راجع: ١٩٤٤]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی ﷺ رمضان میں حنین کی طرف نکلے (یہ خالد حذاء کی روایت ہے اور وہم ہے، اگلی روایت ایوب سختیانی کی ہے، اس میں عام الفتح ہے، اور وہی صحیح ہے یعنی یہ واقعہ فتح مکہ کے سفر کا ہے، کیونکہ آپ حنین کی طرف شوال میں نکلے ہیں اور حاشیہ میں یہ تاویل ہے کہ چونکہ حنین کی طرف نکلنے کا ارادہ رمضان ہی میں کیا تھا اس لئے کہا کہ رمضان میں حنین کی طرف نکلے، مگر یہ تاویل صحیح نہیں) درانحالیکہ لوگ ہر طرح کے تھے، کوئی روزہ رکھنے والا تھا اور کوئی نہ رکھنے والا، پھر جب آپ اپنی سواری پر جم کر بیٹھ گئے تو آپ نے دودھ کا یا پانی کا برتن منگوایا اور اس کو اپنی ہتھیلی پر رکھا، یا فرمایا: اپنی سواری پر رکھا، پھر لوگوں کی طرف دیکھا (اور دودھ یا پانی نوش فرمایا) پس روزہ بند کرنے والوں نے روزہ رکھنے والوں سے کہا: روزے بند کرو۔

[۴۲۷۹-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: سَافَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ رَمَضَانَ، فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ عُسْفَانَ، ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ مِنْ مَاءٍ فَشَرِبَ نَهَارًا لِيُرِيَهُ النَّاسَ، فَأَفْطَرَ حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ، قَالَ: وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِي السَّفَرِ وَأَفْطَرَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ. [راجع: ۱۹۴۴]

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے رمضان میں سفر کیا، پس آپ نے روزے رکھے، یہاں تک کہ آپ عسفان میں پہنچے، پھر پانی کا ایک برتن منگوایا، اس میں سے دن میں پیا، تاکہ آپ لوگوں کو وہ (عمل) دکھلائیں، پس آپ نے روزہ بند کر دیا، یہاں تک کہ آپ مکہ پہنچے، راوی کہتا ہے: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مسئلہ بیان کیا کہ نبی ﷺ نے رمضان میں روزہ رکھا بھی ہے اور نہیں بھی رکھا، پس جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

۳- قافلہ مرالظہر ان میں اور ابوسفیان دربارِ نبوی میں

نبی ﷺ مقام کدید سے چل کر شام کے وقت مرالظہران پہنچے اور لشکر کو حکم دیا کہ ہر شخص الگ چولھا جلائے، اُدھر قریش کو اپنی بدعہدی کی وجہ سے دھڑکا لگا ہوا تھا کہ معلوم نہیں کب نبی ﷺ ان پر چڑھائی کر دیں، چنانچہ ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور بُدیل بن ورقاء تجسس کے لئے مکہ سے نکلے، مرالظہر ان کے قریب پہنچے تو لشکر نظر آیا وہ گھبرا گئے، ابوسفیان نے کہا: یہ آگ کیسی ہے: یہ تو گویا عرفہ کی آگ ہے؟! بدیل نے کہا: یہ بنوعمرو (خزاعہ) کی آگ ہے، ابوسفیان نے کہا: بنوعمرو کے پاس اتنا لشکر کہاں؟ وہ تو بہت تھوڑے ہیں، یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کے چوکیداروں نے ان کو گرفتار کر لیا، انھوں نے چوکیداروں سے پوچھا: تم کون ہو اور تمہارا لیڈر کون ہے؟ پہرے داروں نے جواب دیا: یہ رسول اللہ ﷺ ہیں اور ہم آپ کے صحابہ ہیں، ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خچر پر گشت کرتے ہوئے اُدھر آ نکلے، اور انھوں نے ابوسفیان وغیرہ کو پوری صورتِ حال بتائی، اور مشورہ دیا کہ ابوسفیان خدمتِ

نبوی میں حاضر ہوکر امن طلب کرے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس کو اپنے ہمراہ لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں پہنچ گئے، حضرت عمرؓ نے اجازت چاہی کہ ابوسفیان کی گردن ماردیں، حضرت عباسؓ نے عرض کیا: میں نے اس کو پناہ دی ہے، حضرت عمرؓ بار بار قتل کی اجازت مانگ رہے تھے، حضرت عباسؓ نے کہا: عمرؓ! اگر یہ بنوعدی کا آدمی ہوتا تو تم اس کے قتل پر اس قدر اصرار نہ کرتے مگر تم جانتے ہو کہ وہ بنی عبد مناف میں سے ہے اس لئے تم اس کے قتل پر اصرار کر رہے ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: عباس! خدا کی قسم! تمہارا اسلام میرے باپ خطاب کے اسلام سے مجھے زیادہ پسند ہے، میرا باپ اگر مسلمان ہوتا تو مجھے اتنی مسرت نہ ہوتی جتنی تمہارے اسلام سے ہوئی ہے، کیونکہ نبی ﷺ کو تمہارا اسلام خطاب کے اسلام سے زیادہ پسند ہے، میرا یہ خیال ہے اب تم جو چاہو سمجھو۔

نبی ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ابوسفیان کو اپنے ڈیرے میں لیجاؤ، صبح میرے پاس لانا، صبح ہوتے ہی حضرت عباسؓ: ابوسفیان کو لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے، نبی ﷺ نے ابوسفیان سے کہا: افسوس ابوسفیان! کیا وقت نہیں آیا کہ تو یقین کرے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں! ابوسفیان نے جواب دیا: میرے ماں باپ آپؐ پر فدا! آپ حلیم وکریم اور صلۂ رحمی کرنے والے ہیں، خدا کی قسم! اگر اللہ کے سوا کوئی معبود ہوتا تو آج ہمارے کچھ کام آتا۔

نبی ﷺ نے فرمایا: افسوس ابوسفیان! کیا وقت نہیں آیا کہ تو مجھ کو اللہ کا رسول مان لے! ابوسفیان نے کہا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! آپ حلیم وکریم اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں، میری عداوت کے باوجود آپؐ مہربانی کر رہے ہیں، اس بات میں تو ابھی تک دل میں کچھ نہ کچھ کھٹک باقی ہے۔

پھر حضرت عباسؓ نے ان کو سمجھایا اور انھوں نے اسلام قبول کر لیا، حضرت عباسؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ابوسفیانؓ مکہ کا سردار ہے، وہ فخر کو پسند کرتا ہے، آپؐ اس کے لئے کوئی ایسی بات کردیں جو اس کے لئے باعث عزت اور موجب فخر ہو، آپؐ نے فرمایا: اعلان کردو: جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجائے وہ مامون ہے، ابوسفیانؓ نے کہا: یارسول اللہ! میرے گھر میں سب آدمی کہاں سما سکتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: جو شخص مسجدِ حرام میں داخل ہوجائے وہ بھی مامون ہے، ابو سفیانؓ نے کہا: یارسول اللہ! مسجد بھی کافی نہیں، آپؐ نے فرمایا: جو اپنا دروازہ بند کرلے وہ بھی مامون ہے، ابوسفیانؓ نے کہا: اس میں بہت گنجائش ہے!

[۴۹-] بَابٌ: أَيْنَ رَكَزَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الرَّايَةَ يَوْمَ الْفَتْحِ

[۴۲۸۰-] حدثنا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: لَمَّا سَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَامَ الْفَتْحِ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ قُرَيْشًا، خَرَجَ أَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ وَحَكِيْمُ بْنُ حِزَامٍ وَبُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ يَلْتَمِسُوْنَ الْخَبَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَأَقْبَلُوْا يَسِيْرُوْنَ حَتّٰى

أَتَوْا مَرَّ الظَّهْرَانِ، فَإِذَا هُمْ بِنِيْرَانٍ كَأَنَّهَا نِيْرَانُ عَرَفَةَ، فَقَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: مَا هٰذِهِ؟ لَكَأَنَّهَا نِيْرَانُ عَرَفَةَ، فَقَالَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ: نِيْرَانُ بَنِىْ عَمْرٍو، فَقَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: عَمْرٌو أَقَلُّ مِنْ ذٰلِكَ، فَرَآهُمْ نَاسٌ مِنْ حَرَسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَدْرَكُوْهُمْ فَأَخَذُوْهُمْ فَأَتَوْا بِهِمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَسْلَمَ أَبُوْ سُفْيَانَ.

ترجمہ: عروہ کہتے ہیں: جب نبی ﷺ فتح مکہ کے سال چلے تو یہ خبر قریش کو پہنچی، پس ابوسفیان، حکیم اور بدیل نکلے، رسول اللہ کی خبر ڈھونڈھ رہے ہیں، پس آئے وہ درانحالیکہ چل رہے ہیں، یہاں تک کہ پہنچے وہ مرالظہر ان میں، پس اچانک وہ ایسی آگوں کے پاس تھے جو گویا عرفہ کی آگیں ہیں، پس ابوسفیان نے کہا: یہ آگیں کیسی ہیں؟ یہ تو گویا عرفہ کی آگیں ہیں، بُدیل نے کہا: بنوعمرو کی آگیں ہیں، ابوسفیان نے کہا: عمرو اس سے تھوڑے ہیں، پس ان کو رسول اللہ ﷺ کے چوکیداروں میں سے کچھ لوگوں نے دیکھ لیا، اور ان کو پالیا اور ان کو پکڑ لیا، اور ان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے، پس ابوسفیان نے اسلام قبول کیا۔

تشریح: عرفہ کے میدان میں اُس زمانہ میں حج کے لئے ہزاروں آدمی جمع ہوتے تھے، اور دوپہر کو کھانا پکانے کے لئے چولھے جلاتے تھے، جو بے شمار ہوتے تھے، عرفہ کی آگوں سے وہی آگیں مراد ہیں، اور بنوعمر سے مراد قبیلہ خزاعہ ہے (فتح)

۴- ابوسفیانؓ کو اسلامی لشکر دکھلایا گیا

جب نبی ﷺ مرالظہر ان سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ابوسفیانؓ کو ایسی جگہ کھڑا کرو جو تنگ ہو، گھوڑے وہاں سے مل کر گذرتے ہوں، تاکہ ابوسفیان خدائی فوج کو دیکھ سکے، حضرت عباسؓ نے ایسا ہی کیا، قبائل اپنے پھریرے لے کر گذرنے لگے، جب ایک لشکر گذرا تو ابوسفیان نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباسؓ نے کہا: یہ بنوغفار ہیں، ابوسفیانؓ نے کہا: مجھے غفار سے کیا مطلب! پھر قبیلہ جہینہ گذرا تو اس نے پھر سوال کیا اور جواب دینے پر ابوسفیانؓ نے وہی بات کہی، پھر قبیلہ سعد بن ہُذیم گذرا تو بھی اس نے یہی کہا، پھر قبیلہ سُلیم گذرا تو بھی اس نے یہی کہا، یہاں تک کہ فوج کی ایک ایسی ٹکڑی سامنے آئی جس کے مانند کو ابوسفیان نے نہیں دیکھا تھا، اس نے پوچھا: یہ کون ہیں، حضرت عباسؓ نے کہا: یہ انصار ہیں اور ان کے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں اور انہی کے ہاتھ میں پرچم ہے، پھر جب حضرت سعدؓ نے ابوسفیان کو دیکھا تو کہا:

اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ ❁ اَلْيَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْكَعْبَة

آج کا دن مار دھاڑ کا دن ہے ❁ آج کعبہ کی حرمت پامال کی جائے گی

ابوسفیان نے کہا: عباس! کاش رسوائی کا یہ دن میں نہ دیکھتا، یعنی آج قریش کی جو رسوائی ہوگی وہ میں نہ دیکھتا، میں اس

سے پہلے ہی مرجاتا تو اچھا تھا، پھر فوج کی ایک ٹکڑی آئی، جو تمام ٹکڑیوں میں چھوٹی تھی، اس میں نبی ﷺ اور آپؐ کے خاص صحابہ مہاجرین وانصار تھے (انصار کی تعداد ان میں زیادہ تھی) اور اس ٹکڑی کا پرچم حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، جب نبی ﷺ ابوسفیان کے پاس سے گذرے تو اس نے کہا: کیا آپؐ کو وہ بات معلوم نہیں ہوئی جو سعد بن عبادہؓ نے کہی، آپؐ نے پوچھا: انھوں کیا کہا: ابوسفیان نے کہا: ایسا اور ایسا کہا، نبی ﷺ نے فرمایا: سعدؓ نے غلط کہا، آج کا دن وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کعبہ کی عظمت دوبالا کریں گے اور وہ دن ہے جس میں کعبہ پر پردہ ڈالا جائے گا (اور ایک روایت میں ہے: اے ابوسفیان! آج کا دن مہربانی کا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ قریش کو عزت بخشیں گے) پھر آپؐ نے حکم دیا کہ پرچم حضرت سعدؓ سے لے کر ان کے بیٹے قیس رضی اللہ عنہ کو دیدیا جائے (اس اندیشہ سے کہ کہیں حضرت سعدؓ جوش میں آکر مار دھاڑ شروع نہ کردیں اور جھنڈا ان کے صاحبزادے کو اس لئے دیا کہ ان کی دل شکنی نہ ہو) راوی کہتا ہے: اور نبی ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ پرچم حجون میں گاڑیں، یعنی وہاں پہنچ کر پرچم گاڑ کر نبی ﷺ کے لئے خیمہ کھڑا کریں۔

فَلَمَّا سَارَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ: "احْبِسْ أَبَا سَفْيَانَ عِنْدَ حُطْمِ الْخَيْلِ حَتَّى يَنْظُرَ إِلَى الْمُسْلِمِيْنَ" فَحَبَسَهُ الْعَبَّاسُ فَجَعَلَتِ الْقَبَائِلُ تَمُرُّ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم تَمُرُّ كَتِيْبَةً كَتِيْبَةً عَلَى أَبِيْ سُفْيَانَ، فَمَرَّتْ كَتِيْبَةٌ، فَقَالَ: يَا عَبَّاسُ مَنْ هٰذِهِ؟ قَالَ: هٰذِهِ غِفَارُ، قَالَ: مَالِيْ وَلِغِفَارَ؟ ثُمَّ مَرَّتْ جُهَيْنَةُ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ مَرَّتْ سَعْدُ بْنُ هُذَيْمٍ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَمَرَّتْ سُلَيْمٌ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ، حَتَّى أَقْبَلَتْ كَتِيْبَةٌ لَمْ يَرَ مِثْلَهَا، قَالَ: مَنْ هٰذِهِ؟ قَالَ: هٰؤُلَاءِ الْأَنْصَارُ، عَلَيْهِمْ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ مَعَهُ الرَّايَةُ، فَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ: يَا أَبَا سُفْيَانَ! الْيَوْمَ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ، الْيَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْكَعْبَةُ، فَقَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: يَا عَبَّاسُ حَبَّذَا يَوْمُ الذِّمَارِ! ثُمَّ جَاءَ تْ كَتِيْبَةٌ وَهِيَ أَقَلُّ الْكَتَائِبِ فِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَأَصْحَابُهُ، وَرَايَةُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مَعَ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ، فَلَمَّا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِأَبِيْ سُفْيَانَ، قَالَ: أَلَمْ تَعْلَمْ مَا قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ؟ قَالَ: "مَا قَالَ؟" قَالَ: قَالَ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ: "كَذَبَ سَعْدٌ وَلٰكِنْ هٰذَا يَوْمٌ يُعَظِّمُ اللّٰهُ فِيْهِ الْكَعْبَةَ، وَيَوْمٌ تُكْسَى فِيْهِ الْكَعْبَةُ" قَالَ: وَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ تُرْكَزَ رَايَتُهُ بِالْحَجُوْنِ.

ترجمہ: پھر جب نبی ﷺ چلے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: روکو ابوسفیان کو گھوڑوں کی بھیڑ کے پاس، تاکہ وہ مسلمانوں کو دیکھیں، چنانچہ ان کو حضرت عباسؓ نے روکا، پس قبائل نبی ﷺ کے ساتھ ٹکڑی ٹکڑی کر کے گذرتے رہے ابوسفیان کے سامنے سے، پس ایک ٹکڑی گذری، اس نے پوچھا: عباس! یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ غفار ہیں، ابوسفیان نے کہا: مجھے غفار سے کیا مطلب! پھر جہینہ گذرے، تو اس نے ایسا ہی کہا، پھر سعد بن ہُذیم گذرے تو بھی اس نے

ایسا ہی کہا، پھر سُلیم گذرے تو بھی اس نے ایسا ہی کہا، یہاں تک کہ سامنے آئی ایک ایسی ٹکڑی جس کے مانند کو ابوسفیان نے نہیں دیکھا تھا، اس نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ حضرت عباسؓ نے کہا: یہ انصار ہیں ان کے سردار سعد بن عبادہؓ ہیں ان کے پاس پرچم ہے، پس حضرت سعد بن عبادہؓ نے کہا: اے ابوسفیان! آج گھمسان کا رن پڑے گا، آج کعبہ کی حرمت پامال کی جائے گی، ابوسفیان نے کہا: عباسؓ! قابل حفاظت چیزوں کا دن کیا خوب ہے! یعنی کاش میں آج کا دن نہ دیکھتا، جس دن زمام اقتدار ہمارے ہاتھ میں تھی، ہم اپنی قابل حفاظت چیزوں کی حفاظت کرسکتے تھے، اسی دن میں مرگیا ہوتا تو کیا اچھا ہوتا! پھر لشکر کی ایک ٹکڑی آئی جو ٹکڑیوں میں سب سے چھوٹی تھی، اس میں نبی ﷺ اور آپؐ کے (خاص) صحابہ تھے، اور نبی ﷺ کا پرچم زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، پس جب نبی ﷺ ابوسفیان کے پاس سے گذرے تو اس نے کہا: کیا نہیں جانا آپؐ نے جو سعد بن عبادہؓ نے کہا؟ آپؐ نے پوچھا: کیا کہا اس نے؟ ابوسفیان نے کہا: ایسا اور ایسا کہا، پس آپؐ نے فرمایا: سعدؓ نے غلط کہا، بلکہ یہ ایسا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ کعبہ کی عظمت کو دوبالا کریں گے اور ایسا دن ہے جس میں کعبہ کو پردہ اوڑھایا جائے گا، راوی کہتا ہے: اور نبی ﷺ نے حکم دیا کہ آپؐ کا پرچم حَجُون میں گاڑا جائے۔

وضاحت: حَطْم کے معنی ہیں: توڑنا، حَطْمُ الْخَيْل: کے معنی ہیں: ایسی تنگ جگہ جہاں گھوڑے مل کر اور بھیڑ کر کے گذریں، تاکہ سارا لشکر ابوسفیانؓ دیکھ سکے .... كَتِيْبَةٌ: لشکر کی ٹکڑی، كَتْبٌ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں: اکٹھا کرنا .... مَلْحَمَةٌ: گھمسان کی جنگ جس میں کشتوں کے پشتے لگ جائیں .... حَبَّذَا: کلمہ تعریف: کیا خوب! جیسے حَبَّذَ الأمرُ .... الذِّمَار: قابل حفاظت چیزیں جن کا دفاع لازم ہو، جیسے بیوی بچے یا اپنی آبرو وغیرہ، یومُ الذِّمار: وہ دن جس میں آدمی اس پر قادر ہو کہ اپنی قابل حفاظت چیزوں کی حفاظت کرسکتے، اردو میں حَبَّذا یومُ الذِّمَار کا مترادف محاورہ نہیں ہے، بلکہ اردو میں اس کے برعکس محاورہ ہے کہتے ہیں: کاش میں یہ برا دن نہ دیکھتا، عربی میں اس کے بجائے حَبَّذا یومُ الذِّمَار کہتے ہیں، یعنی اختیار واقتدار کے زمانہ ہی میں میں چل بستا تو اچھا تھا، تاکہ مجھے یہ رسوائی کا دن نہ دیکھنا پڑتا۔

۵- فتح مکہ میں نبی ﷺ نے دامن کوہ میں قیام فرمایا

نبی ﷺ کا مکہ مکرمہ میں مکان تھا، مگر ہجرت کے بعد سب گھروں پر چچا زاد بھائی عقیلؓ نے قبضہ کرلیا تھا، وہ ان کو بیچ کر مدینہ آگئے تھے، اس لئے اب مکہ میں آپؐ کا گھر نہیں رہا تھا، اور صفا مروہ کی جانب میں جہاں شہر ختم ہوتا تھا، وہاں میدان میں قریش اور کنانہ نے جلسہ کر کے بائیکاٹ کی تجویز پاس کی تھی، وہ جگہ لشکر کے قیام کے لئے بہت موزون تھی، اور اس میں یہ مصلحت بھی تھی کہ کل کا اور آج کا فرق ظاہر ہو، کل اللہ کے رسول کے خلاف اسی میدان میں ریزولیشن پاس کیا گیا تھا، آج اسی میدان میں نبی ﷺ فاتح بن کر قیام فرمائے ہوئے ہیں۔

جب آپؐ مرالظہر ان سے چلے تو قلب لشکر کا پرچم جس میں نبی ﷺ تھے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا، آپؐ نے ان کو حکم دیا تھا کہ حجون کے پاس خیف بنی کنانہ میں پرچم گاڑیں، اور وہاں آپؐ کے لئے خیمہ نصب کریں، جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا تو حضرت عباسؓ نے پوچھا: کیا اس جگہ پرچم گاڑنے کا آپ کو نبی ﷺ نے حکم دیا ہے؟ حضرت زبیرؓ نے کہا: ہاں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ چونکہ ابھی ابھی ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے، اس لئے مکہ میں ان کے مکانات تھے اور وہ یہ چاہتے تھے کہ نبی ﷺ ان کے مکان میں قیام کریں، مگر جب آپؐ کا یہ حکم تھا کہ حجون کے پاس خیمہ کھڑا کیا جائے تو وہ خاموش ہو گئے۔

۶- اسلامی لشکر مکہ مکرمہ میں

جب نبی ﷺ مرالظہر ان سے روانہ ہو کر ذوطوی میں پہنچے تو آپؐ نے لشکر کی ترتیب وتقسیم کی، حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو دائیں بازو پر مقرر کیا، اور حکم دیا کہ وہ مکہ کے زیریں حصہ سے داخل ہوں اور قریش میں سے جو آڑے آئے اسے سلادیں! یہاں تک کہ صفا مروہ پر آکر مجھ سے ملیں، اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بائیں بازو پر مقرر کیا، ان کے ہاتھ میں نبی ﷺ کا پھریرا تھا، آپؐ نے انہیں حکم دیا کہ مکہ کے بالائی حصہ سے داخل ہوں، اور حجون کے پاس جھنڈا گاڑ کر آپؐ کی آمد کا انتظار کریں، اور حضرت ابوعبیدۃ رضی اللہ عنہ پیادوں پر مقرر ہوئے اور انہیں حکم دیا کہ بطن وادی کا راستہ لیں اور مکہ میں رسول اللہ ﷺ سے آگے اتریں۔

مکہ والوں نے کچھ اوباشوں کو تیار کیا تھا کہ وہ اسلامی لشکر سے ٹکرائیں، اگر ان کو کچھ کامیابی ملی تو باقی لوگ ان کے ساتھ ہو جائیں گے، اور اگر ان پر کاری ضرب لگی تو وہ نبی ﷺ کا مطالبہ مان لیں گے، قریش کے یہ اوباش مسلمانوں سے لڑنے کے لئے عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو کی کمان میں خندمہ میں جمع ہوئے، اور جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنی فوج کے ساتھ مکہ کے زیریں حصہ سے داخل ہوئے تو ان اوباشوں نے ہلہ بول دیا، معمولی سی جھڑپ ہوئی، بارہ یا تیرہ مشرک مارے گئے، پھر مشرکین میں بھگدڑ مچ گئی، اور حضرت خالدؓ کے ساتھیوں میں سے کرز بن جابر فہری اور حُبیش بن خالد رضی اللہ عنہما نے جام شہادت نوش کیا، اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ یہ دونوں حضرات لشکر سے علاحدہ ہو کر الگ راستہ پر پڑ گئے، وہاں دونوں شہید کر دیئے گئے۔

ادھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر حجون میں مسجدِ فتح کے پاس جھنڈا گاڑا اور آپؐ کے لئے خیمہ نصب کیا اور وہ وہیں ٹھہرے رہے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے آئے۔

نبی ﷺ مکہ میں داخل ہوتے ہی اپنی چچازاد بہن ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر گئے تھے، وہاں غسل فرمایا، پھر چاشت کے وقت آٹھ نفلیں پڑھیں، نماز سے فارغ ہو کر اس جگہ تشریف لے گئے، جہاں آپؐ کا خیمہ نصب کیا گیا تھا۔

قَالَ عُرْوَةُ: وَأَخْبَرَنِی نَافِعُ بْنُ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ یَقُوْلُ لِلزُّبَیْرِ بْنِ الْعَوَّامِ: یَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ! هَاهُنَا أَمَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم أَنْ تَرْكُزَ الرَّایَةَ؟
قَالَ: وَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم یَوْمَئِذٍ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ أَنْ یَدْخُلَ مِنْ أَعْلاَ مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ، وَدَخَلَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم مِنْ كُدًا، فَقُتِلَ مِنْ خَیْلِ خَالِدٍ یَوْمَئِذٍ رَجُلاَنِ: حُبَیْشُ بْنُ الْأَشْعَرِ، وَكُرْزُ بْنُ جَابِرٍ الْفِهْرِیُّ.

ترجمہ: جبیر بن مطعم کہتے ہیں: میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہوئے سنا: اے ابوعبداللہ! نبی ﷺ نے یہاں آپؐ کو حکم دیا ہے کہ آپ جھنڈا گاڑیں؟ —— جبیر بن مطعم کہتے ہیں: اور نبی ﷺ نے اس دن حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ بالائی مکہ سے یعنی کداء سے داخل ہوں اور آپؐ خود کُدا سے داخل ہوئے (یہ راوی کا وہم ہے) پس اس دن خالدؓ کے لشکر میں سے دو آدمی قتل کئے گئے: حُبیش اور کُرز۔

تشریح: کَداء: مکہ کے بالائی حصہ میں ایک نکڑ کا نام ہے وہاں سے منیٰ کی طرف بھی راستہ جاتا ہے اور مدینہ کی طرف بھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام ادھر ہی سے تشریف لائے تھے، اور واپسی میں وہیں دعا کی تھی، نبی ﷺ ادھر سے مکہ میں داخل ہوئے .... کُدا: مکہ کے زیریں حصہ میں ایک نکڑ ہے ادھر سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ داخل ہوئے، ادھر ہی خندمہ ہے اور اس حدیث میں جو ہے وہ احادیث صحیحہ کے خلاف ہے......... حُبیشؓ کا نام خالد بن سعد ہے اور یہ لقب ہے یہ قبیلہ خزاعہ کے صحابی ہیں، اور حُبیش کے بجائے خُنیس بھی روایات میں آیا ہے۔

۷- مکہ مکرمہ میں نبی ﷺ کے داخلہ کی کیفیت

نبی ﷺ کداء کی جانب سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، داخل ہوتے وقت آپؐ نے کعبہ کے ادب واحترام کو غایت درجہ ملحوظ رکھا، تواضع سے سر جھکائے ہوئے داخل ہوئے، شاہانہ انداز سے داخل نہیں ہوئے، حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے فتح مکہ کے دن رسول اللہ کو دیکھا کہ اونٹنی پر سوار ہیں اور خوش الحانی سے سورۂ فتح پڑھ رہے ہیں، پڑھتے وقت حلق میں آواز گھوم رہی تھی، اس لئے کہ آپؐ اونٹنی پر سوار تھے اور اونٹ جب چلتا ہے تو سوار جھکولے کھاتا ہے، اس لئے آواز گلے میں گھوم رہی تھی۔

فتح مکہ عظیم الشان فتح تھی، مگر تخشع وتضرع اور تذلل وتمسکن کے آثار چہرے سے ظاہر ہو رہے تھے، تواضع سے گردن اس قدر جھکی ہوئی تھی کہ سر مبارک کجاوہ کو مس کر رہا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب آپ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو تمام لوگ آپؐ کو دیکھ رہے تھے مگر آپؐ تواضع کی وجہ سے سر مبارک جھکائے ہوئے تھے، اور حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں: فتح مکہ کے دن آپؐ نے فرمایا: یہ وہ دن ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے، پھر سورۃ النصر تلاوت فرمائی۔

[۴۲۸۱-] حدثنا أَبُوْ الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُغَفَّلٍ، يَقُوْلُ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ عَلٰى نَاقَتِهِ وَهُوَ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفَتْحِ يُرَجِّعُ، وَقَالَ: لَوْلَا أَنْ يَجْتَمِعَ النَّاسُ حَوْلِیْ لَرَجَّعْتُ كَمَا رَجَّعَ. [انظر: ۴۸۳۵، ۵۰۳۴، ۵۰۴۷، ۷۵۴۰]

لغت: رَجَّعَ تَرْجِيْعًا: اذان دیتے وقت، شعر پڑھتے وقت یا تلاوت کرتے وقت گلے میں آواز گھمانا۔ حدیث کے راوی معاویہ کہتے ہیں: اگر نہ ہوتی یہ بات کہ لوگ میرے پاس بھیڑ لگالیں گے تو میں گلے میں آواز گھما کر دکھاتا، جس طرح حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آواز گھمائی تھی، معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ نے حدیث بیان کرتے وقت نبی ﷺ کی نقل کی تھی۔

۸- مکہ مکرمہ میں نبی ﷺ کا مکان نہیں تھا

ہجرت کے بعد نبی ﷺ کے گھر پر عقیلؓ نے قبضہ کرلیا تھا، پھر انھوں نے وہ گھر بیچ دیا تھا، اس لئے نبی ﷺ کا مکہ میں کوئی گھر نہیں رہا تھا۔

حدیث (۱): حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں داخل ہونے سے ایک دن پہلے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپؐ آئندہ کل کہاں اتریں گے؟ (اپنے گھر میں یا دوسری جگہ؟) آپؐ نے فرمایا: عقیلؓ نے ہمارے لئے گھر کہاں چھوڑا ہے؟ یعنی مکہ میں ہمارا گھر کہاں رہا ہے؟ عقیلؓ نے ہمارا گھر بیچ کھایا ہے۔

امام زہری رحمہ اللہ نے مسئلہ بیان کیا کہ مؤمن کافر کا وارث نہیں ہوتا اور کافر مؤمن کا وارث نہیں ہوتا، کسی نے امام زہریؒ سے پوچھا: ابوطالب کا وارث کون ہوا تھا؟ امام زہریؒ نے کہا: عقیل اور طالب (وہ دونوں اس وقت غیر مسلم تھے، حضرت جعفر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما وارث نہیں ہوئے تھے کیونکہ وہ دونوں مسلمان تھے) یہ روایت امام زہریؒ کے شاگرد محمد بن حفصہ کی ہے، اس میں زَمَنَ الفتح ہے یعنی نبی ﷺ سے یہ بات فتح مکہ کے موقع پر پوچھی گئی، اور امام زہریؒ کے دوسرے شاگرد معمر بن راشد کی روایت میں فی حَجَّتِهِ ہے یعنی یہ بات حجۃ الوداع میں پوچھی گئی، اور تیسرے شاگرد یونس اَیلی کی روایت میں کچھ نہیں، نہ فی حجّتہ ہے نہ زَمَنَ الفتح۔

یہ روایت حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہمارے اترنے کی جگہ اللہ تعالیٰ نے چاہا جب اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب فرمائی تو دامن کوہ ہوگا جہاں مشرکین نے کفر پر یعنی بائیکاٹ پر باہم قسمیں کھائی تھیں۔

اور آخری روایت میں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کی ہے حِيْنَ أَرَادَ حُنَيْنَ ہے یعنی آپؐ نے یہ بات غزوۂ حنین کے موقعہ پر فرمائی، مگر یہ رواۃ کا وہم ہے، اب دو ہی احتمال ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر یہ بات فرمائی ہو یا منیٰ میں بارہ تاریخ

کوفرمائی ہوکہ کل ہم خیف بنی کنانہ میں اتریں گے۔

اور حاشیہ میں فتح الباری کے حوالہ سے معمر کی روایت کو ترجیح دی ہے، اس طرح کہ معمر بن راشد: محمد بن ابی حفصہ سے اوثق (زیادہ قابل اعتماد) اور اتقن (حدیثیں زیادہ مضبوط یاد رکھنے والے) ہیں پس ان کی روایت کو ترجیح ہونی چاہئے۔

لیکن اگر دونوں موقعوں پر یہ بات فرمائی ہوتو اس میں بھی کچھ اشکال نہیں، فتح مکہ کے موقع پر بھی یہ پوچھا گیا ہو اور حج کے موقع پر بھی، اور خیف بنی کنانہ، ابطح اور محصب ایک ہی جگہ کے نام ہیں۔ واللہ اعلم

فائدہ: مہاجرین کی املاک پر کفارِ مکہ قبضہ کر چکے تھے، فتح مکہ کے موقع پر جب آپ تقریر سے فارغ ہوئے اور ابھی کعبہ کے دروازہ پر کھڑے تھے کہ ابواحمد بن جحش رضی اللہ عنہ اٹھے اور اپنے اس مکان کی واپسی کے متعلق عرض کیا جس کو ابوسفیانؓ نے ان کی ہجرت کے بعد چار سو دینار میں فروخت کر دیا تھا، آپؐ نے ان سے آہستہ سے کچھ کہا وہ خاموش ہوگئے، جب ابواحمدؓ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے کیا کہا؟ تو انھوں نے بتایا کہ آپؐ نے فرمایا: اگر تو صبر کرے تو تیرے لئے بہتر ہے اور اس کے بدلہ میں تجھے جنت میں ایک مکان مل جائے گا، میں نے عرض کیا: میں صبر کرتا ہوں، ان کے علاوہ اور بھی مہاجرین نے چاہا کہ ان کے مکانات ان کو دلائے جائیں، مگر آپؐ نے فرمایا: تمہارا جو مال اللہ کی راہ میں جاچکا، میں اس کی واپسی پسند نہیں کرتا، چنانچہ سب مہاجرین خاموش ہوگئے اور جو مکانات وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے چھوڑ چکے تھے ان کی واپسی کا کوئی مطالبہ نہیں کیا، اسی طرح جس مکان میں نبی ﷺ پیدا ہوئے اور جس مکان میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ زندگی گذاری اس کا ذکر تک نہیں فرمایا۔

(سیرۃ المصطفیٰ ۳: ۳۸ بحوالہ الصارم المسلول ص: ۱۵۴)

[۴۲۸۲-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعْدَانُ بْنُ يَحْيىَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِيْ حَفْصَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّهُ قَالَ زَمَنَ الْفَتْحِ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا؟ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيْلٌ مِنْ مَنْزِلٍ؟"

[راجع: ۱۵۸۸]

[۴۲۸۳-] ثُمَّ قَالَ: " لاَ يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ، وَلاَ الْكَافِرُ الْمُؤْمِنَ" قِيْلَ لِلزُّهْرِيِّ: وَمَنْ وَرِثَ أَبَا طَالِبٍ؟ قَالَ: وَرِثَهُ عَقِيْلٌ وَطَالِبٌ، قَالَ مَعْمَرٌ، عَنْ الزُّهْرِيِّ: أَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا فِيْ حَجَّتِهِ، وَلَمْ يَقُلْ يُوْنُسُ: حَجَّتِهِ، وَلاَ زَمَنَ الْفَتْحِ.

[۴۲۸۴-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " مَنْزِلُنَا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ إِذَا فَتَحَ اللّٰهُ الْخَيْفُ، حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ"[راجع: ۱۵۸۹]

[٤٢٨٥-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حِيْنَ أَرَادَ حُنَيْنَ: "مَنْزِلُنَا غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِخَيْفِ بَنِيْ كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ"[راجع: ١٥٨٩]

۹-اکابر مجرمین کا خون رائگاں

فتح مکہ کے دن نبی ﷺ نے عام معافی کا اعلان کردیا تھا، مگر چند اشخاص جو بڑے مجرم تھے یا بارگاہِ نبوی میں حددرجہ گستاخ اور دریدہ دہن تھے، ان کے متعلق حکم تھا کہ وہ جہاں ملیں قتل کردیئے جائیں، یہ پندرہ اشخاص تھے، ان میں سے اکثر کے لئے پناہ طلب کی گئی اور ان کو امن دیدیا گیا، یا انھوں نے حاضر خدمت ہوکر اپنے قصور کا اعتراف کیا اور ان کو امن دیدیا گیا، صرف پانچ اشخاص مارے گئے، ان میں سے ایک عبداللہ بن خطل تھا، یہ پہلے مسلمان ہوا، نبی ﷺ نے اس کو زکوتیں وصول کرنے کے لئے بھیجا، ایک غلام اور ایک انصاری ساتھ تھے، کسی منزل پر پہنچ کر ابن خطل نے غلام کو کھانا تیار کرنے کے لئے کہا، غلام کسی وجہ سے سوگیا، ابن خطل نے غصہ میں آکر اس کو قتل کردیا، پھر قصاص کے خوف سے مرتد ہوکر مکہ چلا گیا، اور زکوۃ کے اونٹ بھی لے گیا، وہ آپؐ کی ہجو میں اشعار کہتا تھا، اور اپنی دو باندیوں کو ان اشعار کے گانے کا حکم دیتا تھا، پس اس کے تین جرم تھے: ایک: خون ناحق، دوسرا: مرتد ہوجانا، تیسرا: آپؐ کی ہجو میں اشعار کہنا، فتح مکہ کے دن وہ خانہ کعبہ کے پردوں سے جاکر لپٹ گیا، آپؐ سے عرض کیا گیا کہ ابن خطل بیت اللہ کے پردے پکڑے ہوئے ہے، آپؐ نے فرمایا: اس کو وہیں قتل کردو، چنانچہ حجر اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان اس کی گردن ماردی گئی۔

[٤٢٨٦-] حدثنا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم دَخَلَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلٰى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ، فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ: "اقْتُلْهُ" قَالَ مَالِكٌ: وَلَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِيْمَا نُرَى – وَاللّٰهُ أَعْلَمُ– يَوْمَئِذٍ مُحْرِمًا. [راجع: ١٨٤٦]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے درانحالیکہ آپؐ کے سر پر خود تھا، پس جب آپؐ نے اس کو اتارا تو ایک آدمی آیا، اس نے کہا: ابن خطل کعبہ کے پردے پکڑے ہوئے ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو قتل کردو، امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارا گمان ہے ــــ اور اللہ بہتر جانتے ہیں ــــ نبی ﷺ اس دن احرام میں نہیں تھے (اور یہ فتح مکہ کے دن کی خصوصیت تھی، اس دن آپؐ کے لئے اور صحابہ کے لئے حرم کے احکام اٹھادیئے گئے تھے، چنانچہ اس دن وہاں قتل وقتال بھی جائز ہوگیا تھا)

۱۰- بیت اللہ کی بتوں سے تطہیر

فتح مکہ کے بعد جب نبی ﷺ مسجدِ حرام میں داخل ہوئے تو پہلے اونٹ پر بیٹھ کر خانہ کعبہ کا طواف کیا، کعبہ شریف کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب کئے ہوئے تھے وہ سیسہ سے جمائے گئے تھے، آپؐ کے ہاتھ میں چھڑی تھی، آپؐ اس سے ان بتوں کو چوکا (دھکا) دیتے تھے اور کہتے تھے: ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ﴾: حق آیا اور باطل گیا گذرا ہوا (بنی اسرائیل ۸۱) اور ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ﴾: حق آیا اور باطل نہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا (سبا ۴۹) بت فوراً چہروں کے بل گر جاتے تھے، آپؐ نے یہ طواف اونٹنی پر کیا تھا اور حالتِ احرام میں نہ ہونے کی وجہ سے صرف طواف کیا تھا، سعی نہیں کی تھی، پھر عثمان بن طلحہ سے کعبہ کی کنجی طلب کی، کعبہ شریف کے اندر بھی تصویریں تھیں، آپؐ نے اس حال میں کعبہ شریف میں داخل ہونا پسند نہیں کیا، چنانچہ وہ تصویریں آپؐ کے حکم سے نکالی گئیں یا مٹائی گئیں، ان میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی تصویریں بھی تھیں، اور ان کے ہاتھوں میں فال کے تیر تھے، آپؐ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ مشرکین کو تباہ کریں، اللہ کی قسم! ان دونوں پیغمبروں نے کبھی فال کے تیر استعمال نہیں کئے'' پھر جب کعبہ شریف بتوں سے پاک ہو گیا تو آپؐ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اس کے تمام گوشوں میں تکبیر کہی، اور بیت اللہ توحید کے زمزموں سے گونج اٹھا۔

[۴۲۸۷-] حدثنا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ نَجِيْحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِيْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ، وَحَوْلَ الْبَيْتِ سِتُّوْنَ وَثَلَاثُ مِائَةِ نُصُبٍ، فَجَعَلَ يَطْعَنُهَا بِعُوْدٍ فِي يَدِهِ، وَيَقُوْلُ: ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ﴾﴿جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ﴾[راجع: ۲۴۷۸]

[۴۲۸۸-] حدثنا إِسْحَاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَبِيْ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ أَبَىٰ أَنْ يَدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيْهِ الْآلِهَةُ، فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ، فَأُخْرِجَ صُوْرَةُ إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْمَاعِيْلَ فِي أَيْدِيْهِمَا مِنَ الْأَزْلَامِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ! لَقَدْ عَلِمُوْا مَا اسْتَقْسَمَا بِهَا قَطُّ" ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ فَكَبَّرَ فِيْ نَوَاحِي الْبَيْتِ، وَخَرَجَ وَلَمْ يُصَلِّ فِيْهِ، تَابَعَهُ مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوْبَ. وَقَالَ وُهَيْبٌ: حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.[راجع: ۳۹۸]

حدیث (۱): ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کے گرد تین سو ساٹھ مورتیاں تھیں، آپؐ نے ان کو چوکا دینا شروع کیا اس چھڑی سے جو آپؐ کے ہاتھ میں تھی، اور آپؐ فرماتے تھے: ''حق آیا اور باطل گیا گذرا ہو گیا، حق آیا اور باطل نہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا!''

حدیث (۲): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی ﷺ جب مکہ میں پہنچے تو آپؐ نے انکار کیا اس سے کہ آپؐ بیت اللہ میں داخل ہوں، درانحالیکہ اس میں مورتیاں ہوں، پس آپؐ نے مورتیوں کے بارے میں حکم دیا، چنانچہ وہ نکالی گئیں، اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی مورتیاں نکالی گئیں، درانحالیکہ دونوں کے ہاتھوں میں فال کے تیر تھے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ ان کا ناس کرے! بالیقین وہ جانتے ہیں کہ دونوں نے فال نہیں نکالا تیروں کے ذریعہ کبھی بھی'' پھر آپؐ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور کعبہ شریف کے کونوں میں تکبیر کہی، اور نکل آئے، اور کعبہ میں نماز نہیں پڑھی۔

تشریح: یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے، وہ اس موقعہ پر ساتھ نہیں تھے، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے کعبہ میں نماز پڑھی، اور وہ اس وقت ساتھ تھے، اس لئے ان کے بیان کو ترجیح دی گئی ہے۔

سند: امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث تین سندوں سے ذکر کی ہے: عبدالصمد کے والد عبدالوارث کی سند موصول ہے، اسی طرح معمر بن راشد کی سند بھی موصول ہے، البتہ وہیب بن خالد عجلانی کی سند مرسل ہے، عکرمہ کے بعد ابن عباسؓ کا ذکر نہیں، مگر چونکہ دو شاگرد ابن عباسؓ کا ذکر کرتے ہیں اس لئے حدیث کا موصول ہونا راجح ہے، پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث سے تعارض ہوگا، اور قاعدہ ہے کہ مثبت نافی سے مقدم ہوتا ہے، اس قاعدہ سے حضرت بلالؓ کی حدیث کو ترجیح ہوگی۔

۱۱- نبی ﷺ مکہ میں بالائی جانب سے داخل ہوئے

پہلے (حدیث ۴۲۸۰ میں) آیا ہے کہ آپؐ زیریں حصہ سے داخل ہوئے، وہ راوی کا وہم تھا، صحیح بات اس باب کی روایات میں ہے۔

[۵۰-] بَابُ دُخُوْلِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ أَعْلٰی مَکَّۃَ

[۴۲۸۹-] وَقَالَ اللَّیْثُ: حَدَّثَنِیْ یُوْنُسُ، قَالَ: أَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم أَقْبَلَ یَوْمَ الْفَتْحِ مِنْ أَعْلٰی مَکَّۃَ عَلٰی رَاحِلَتِہِ مُرْدِفًا أُسَامَۃَ بْنَ زَیْدٍ وَمَعَہُ بِلَالٌ وَمَعَہُ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَۃَ مِنَ الْحَجَبَۃِ حَتّٰی أَنَاخَ فِی الْمَسْجِدِ فَأَمَرَہُ أَنْ یَأْتِیَ بِمِفْتَاحِ الْبَیْتِ فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَعَہُ أُسَامَۃُ بْنُ زَیْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَۃَ فَمَکَثَ فِیْہِ نَہَارًا طَوِیْلًا، ثُمَّ خَرَجَ فَاسْتَبَقَ النَّاسُ، فَکَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ أَوَّلَ مَنْ دَخَلَ فَوَجَدَ بِلَالًا وَرَاءَ الْبَابِ قَائِمًا، فَسَأَلَہُ: أَیْنَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فَأَشَارَ لَہُ إِلَی الْمَکَانِ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْہِ، قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ: فَنَسِیْتُ أَنْ أَسْأَلَہُ: کَمْ صَلّٰی مِنْ سَجْدَۃٍ؟ [راجع: ۳۹۷]

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی ﷺ فتح مکہ کے دن متوجہ ہوئے مکہ کے بالائی جانب سے (حجون میں آپؐ کی قیام گاہ تھی، وہ مسجد حرام سے بالائی حصہ میں ہے، وہاں سے آپؐ تشریف لائے تھے) اپنی اونٹنی پر بیٹھ کر،

درانحالیکہ آپؐ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو پیچھے بٹھانے والے تھے، اور آپؐ کے ساتھ بلال اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہما تھے جو مسجدِ حرام کے مجاوروں میں سے تھے (کعبہ کی چابی انہی کے پاس تھی) یہاں تک کہ مسجد میں اونٹ بٹھایا (یعنی طواف کے بعد اونٹ بٹھا کر آپؐ اس سے نیچے اترے، آپؐ نے طواف اونٹنی پر کیا تھا، اور پہلے بتایا ہے کہ مسجدِ حرام درحقیقت کعبہ شریف کا نام ہے اور اس کے اردگرد جو مطاف ہے وہ مسجد کا حصہ نہیں ہے، اس کو مسجد مجازاً کہا ہے، پس اونٹ پر طواف کرنا، مسجد میں اونٹ کو داخل کرنا نہیں) پھر آپؐ نے عثمانؓ کو حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کی چابی لائیں، پس نبی ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور آپؐ کے ساتھ حضرت اسامہ، بلال اور عثمان رضی اللہ عنہم تھے، پھر آپؐ کعبہ میں ٹھہرے رہے دن کا بڑا حصہ، پھر باہر تشریف لائے، تو لوگ لپکے (کعبہ میں داخل ہونے کے لئے) پس ابن عمرؓ سب سے پہلے داخل ہوئے انھوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دروازہ کے پیچھے کھڑا ہوا پایا، ان سے پوچھا: نبی ﷺ نے کہاں نماز پڑھی؟ انھوں نے ابن عمرؓ کو اشارہ سے وہ جگہ بتائی جس میں نبی ﷺ نے نماز پڑھی تھی، ابن عمرؓ کہتے ہیں: میں بلالؓ سے پوچھنا بھول گیا کہ کتنی رکعتیں پڑھیں؟

تشریح: پہلے (حدیث ۳۹۷) آیا ہے کہ نبی ﷺ نے دو رکعتیں پڑھی تھیں، آپؐ نے دروازہ کے مقابل کی دیوار کا رخ کیا، جب دیوار تین ہاتھ رہ گئی تو آپؐ وہاں ٹھہر گئے دو کھمبے آپؐ کی بائیں جانب تھے ایک کھمبا دائیں دانب، اور تین کھمبے پیچھے (ان دنوں خانہ کعبہ میں چھ کھمبے تھے) پھر آپؐ نے وہاں دو رکعتیں پڑھیں۔

سوال (۱): حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں دوسری جگہ صراحت ہے کہ نبی ﷺ نے دو رکعتیں پڑھی تھیں جب وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھنا بھول گئے تھے تو کیسے بتایا کہ دو رکعتیں پڑھی تھیں؟

جواب: حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بغیر پوچھے ہی بتایا ہوگا کہ دو رکعتیں پڑھی تھیں، پہلے (حدیث ۳۹۷ میں) ہے: فَسألتُ بلالا، فقلتُ أَصَلَّى النبيُّ صلى الله عليه وسلم في الكعبة قال: نعم، ركعتين بين السَّارِتين اللَّتَيْنِ على يَسَارِه إذا دخلتَ: حضرت ابن عمرؓ کی توجہ اس ضمنی بات کی طرف نہیں گئی، اس لئے فرمایا کہ میں پوچھنا بھول گیا، پھر بعد میں جب اس بات کی طرف توجہ ہوئی تو بیان کرنا شروع کیا کہ دو رکعتیں پڑھی تھیں۔

سوال (۲): یہ روایت مکہ میں داخلہ سے متعلق نہیں ہے بلکہ حجون میں آپؐ کی جو قیام گاہ تھی، وہاں سے مسجدِ حرام میں آنے سے متعلق ہے، پھر امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو اس باب میں کیوں لائے؟

جواب: امام بخاریؒ نے اشارۃ النص سے استدلال کیا ہے، جب قیام گاہ بالائی جانب میں حجون کے پاس تھی، تو داخلہ بھی ادھر ہی سے ہوا ہوگا، کیونکہ یہ بات بالکل نامعقول ہے کہ زیریں حصہ سے داخلہ ہو، اور بالائی حصہ میں قیام ہو۔

[۴۲۹۰-] حدثنا الْهَيْثَمُ بْنُ خَارِجَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ الَّتِيْ بِأَعْلَى مَكَّةَ،

تَابَعَهُ أَبُوْ أُسَامَةَ وَوُهَيْبٌ فِيْ كَدَاءٍ. [راجع: ١٥٧٧]

[٤٢٩١-] حدثنا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، دَخَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَامَ الْفَتْحِ مِنْ أَعْلٰى مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ. [راجع: ١٥٧٧]

حدیث(۱): حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: فتح مکہ کے سال نبی ﷺ کداء سے داخل ہوئے جو مکہ کے بالائی حصہ میں ہے۔

حدیث (۲): حضرت عروہ کی مرسل روایت میں بھی یہی مضمون ہے کہ آپؐ فتح مکہ کے سال مکہ کے بالائی حصہ سے داخل ہوئے تھے۔

۱۲- فتح مکہ میں نبی ﷺ کا مقام نزول

فتح مکہ میں نبی ﷺ کا مستقل قیام خیف بنی کنانہ میں رہا تھا، آپؐ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو وہاں جھنڈا گاڑنے کا اور خیمہ کھڑا کرنے کا حکم دیا تھا، مگر وہاں قیام کی سہولیات کا ابھی انتظام نہیں تھا، اس لئے نبی ﷺ مکہ میں داخل ہوتے ہی اپنی چچازاد بہن ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں غسل فرمایا، اور فتح کے شکریہ کی آٹھ رکعتیں پڑھیں، پھر آپؐ اپنی مستقل قیام گاہ میں تشریف لے گئے، پس حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہ کا گھر عارضی قیام گاہ تھی، تھوڑی دیر ٹھہرنے کی منزل تھی، باب میں امام بخاری رحمہ اللہ یہی روایت لائے ہیں اور مستقل قیام گاہ کی روایت پہلے آچکی ہے (دیکھیں باب ۴۸، حدیث ۴۲۸۰)

[٥١-] بَابُ مَنْزِلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ الْفَتْحِ

[٤٢٩٢-] حدثنا أَبُوْ الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ أَبِيْ لَيْلٰى، قَالَ: مَا أَخْبَرَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّيْ الضُّحٰى غَيْرُ أُمِّ هَانِئٍ، فَإِنَّهَا ذَكَرَتْ أَنَّهُ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اغْتَسَلَ فِيْ بَيْتِهَا، ثُمَّ صَلَّى ثَمَانَ رَكْعَاتٍ، قَالَتْ: لَمْ أَرَهُ صَلَّى صَلَاةً أَخَفَّ مِنْهَا، غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ. [راجع: ١١٠٣]

ترجمہ: ابن ابی لیلیٰ کبیرؒ کہتے ہیں: ہمیں کسی نے نہیں بتلایا کہ اس نے نبی ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ہے، سوائے ام ہانی رضی اللہ عنہا کے، انھوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن ان کے گھر میں غسل کیا اور آٹھ رکعتیں پڑھیں، میں نے آپؐ کو اس سے ہلکی نماز پڑھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا، البتہ آپؐ رکوع اور سجود کامل کرتے تھے (یہ آٹھ رکعتیں چاشت کی نماز تھی یا فتح کے شکریہ کی؟ اس کی تفصیل تحفۃ القاری (۱۸۵:۲ حدیث ۳۵۷) میں ہے)

۱۳-فتح مکہ اورقربِ اجل کااحساس

سورۃ النصرفتح مکہ کے بعدنازل ہوئی ہے،کب نازل ہوئی ہے؟اس میں روایات مختلف ہیں،مگرنبی ﷺ کوقربِ اجل کااحساس فتح مکہ کے ساتھ ہی ہوگیا تھا،آپؐ کے مختلف اقوال وافعال سے یہ بات مترشح ہونے لگی تھی۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ سورۃ الجمعہ میں آپؐ کی امت کودوحصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:امی اورآخرین،امیوں میں آپؐ کی بعثت بلاواسطہ ہوئی ہے،عربوں میں کام کرنے کی ذمہ داری آپؐ پرڈالی گئی تھی اورآخرین یعنی دنیا کے باقی لوگ بھی آپؐ کی امت ہیں،مگران میں کام کرنے کی ذمہ داری امت پرڈالی گئی تھی،اورساراعرب ایمان لانے کے لئے فتح مکہ کا منتظرتھا،جب مکہ فتح ہوگیا تو لوگ جوق جوق اسلام میں داخل ہونے لگے،اورآپؐ کا کام پوراگیا،اس لئے جب مکہ فتح ہوگیا تو آپؐ نے جان لیا کہ اب آپؐ کی زندگی کے دن تھوڑے باقی رہ گئے ہیں،چنانچہ آپؐ کے مختلف اقوال وافعال سے یہ بات مترشح ہونے لگی۔

اورحضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں چارروایتیں پیش کی ہیں:

پہلی روایت: سورۃ النصر کے نزول کے بعد نبی ﷺ آتے جاتے اوررکوع وسجود میں **سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ**: بکثرت کہا کرتے تھے،کیونکہ جس بات کا فتح مکہ سے احساس ہوا تھا،اس کا اب حق الیقین ہوگیا تھا۔

اوردوسری حدیث: میں حضرت عمررضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورۃ النصرکا ماسیق لاجلہ الکلام(مقصد)دریافت کیا ہے،ابن عباسؓ نے کہا:**هُوَ أَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم**:اس سورت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کوقرب اجل کی اطلاع دی ہے(جس کا احساس آپؐ کوپہلے سے ہوگیا تھا)

تیسری حدیث: حضرت ابوشریح عدوی رضی اللہ عنہ کی ہے:نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دوسرے دن تقریرمیں فرمایا: **فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْهَا فَقُوْلُوْا لَهُ: إِنَّ اللّٰهَ أَذِنَ لِرَسُوْلِهِ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ**:اگر کوئی شخص نبی ﷺ کے مکہ میں جنگ کرنے کی وجہ سے جوازنکالے تواس کوبتلاناکہ اللہ نے اپنے رسول کواس کی اجازت دی تھی اورتجھے اس کی اجازت نہیں دی،اس میں بھی قرب اجل کی طرف اشارہ ہے،اس طرح کہ جب تک آپؐ زندہ ہیں حرم میں کسی کے جنگ کرنے کا سوال ہی پیدانہیں ہوتا،اس کا موقع آپؐ کے بعدآئے گا،پس اس میں صاف اشارہ ہے کہ آپؐ کاوقت پوراہونے والا ہے۔

چوتھی حدیث: نبی ﷺ نے فتح مکہ کے سال شراب،مردار،خنزیراورمورتیوں کی حرمت کا اعلان کیا اورخطیب بغدادی اورابن عساکرنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ جب عرب قبائل دوڑدوڑکراسلام میں داخل

ہونے لگے تو نبی ﷺ نے رخصت کرنے والے کے کام کی طرح کام کرنے شروع کئے (درمنثور ۶: ۴۰۷) چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر جب بڑا مجمع حاضر تھا، نبی ﷺ نے چار چیزوں کی حرمت کا اعلان کیا، یہ اہم امور کا اعلان تھا، اس سے بھی یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ آپؐ کو قربِ اجل کا احساس ہو گیا تھا۔

[۵۲-] بَابٌ

[۴۲۹۳-] حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ أَبِی الضُّحَی، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیه وسلم یَقُوْلُ فِیْ رُکُوْعِهِ وَسُجُوْدِهِ: "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ"[راجع: ۷۹۴]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی ﷺ (سورۃ النصر کے نزول کے بعد) اپنے رکوع وسجود میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ کہا کرتے تھے۔

تشریح: پہلے حدیث ۸۱۷ میں یہ اضافہ آیا ہے: یَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ: نبی ﷺ قرآن کے حکم پر عمل کرتے تھے، سورۃ النصر کی آخری آیت میں دو باتوں کا حکم دیا گیا ہے: ایک: اللہ کی پاکی تعریف کے ساتھ ملا کر بیان کی جائے، دوم: دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو اپنے فضل میں ڈھانک لیں، چنانچہ سبحانك اللّٰهم ربنا وبحمدك کے ذریعہ آپؐ پہلے حکم پر عمل کرتے تھے، تسبیح کے ساتھ حمد ملاتے تھے، اور اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِی کے ذریعہ دوسرے حکم پر عمل کرتے تھے، کیونکہ اس سورت کے ذریعہ آپؐ کو قربِ اجل کی اطلاع دی گئی تھی، اس لئے آپؐ اس طرح وصلِ خداوندی کی تیاری کرتے تھے۔

ملحوظہ: یہ باب بلا ترجمہ کیوں قائم کیا ہے؟ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: غالباً امام بخاری رحمہ اللہ نے بیاض چھوڑی ہوگی، پھر کوئی مناسب ترجمہ لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا، حافظ صاحب رحمہ اللہ کی یہ بات عجیب ہے، امام بخاریؒ نے اپنی کتاب نوے ہزار طلبہ کو پڑھائی ہے اور سیکڑوں مرتبہ اس باب سے گذرے ہیں، پھر بھی اتفاق نہیں ہوا! خیر اتفاق نہیں ہوا تو حضرت حافظ صاحب قدس سرہ کو ترجمہ قائم کرنا چاہئے تھا، اور علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ باب کالفصل من الباب السابق ہے، مگر ایسے ابواب میں جو حدیثیں ہوتی ہیں وہ گذشتہ باب سے متعلق ہوتی ہیں، البتہ استدلال کا نہج بدل جاتا ہے اور یہاں گذشتہ باب ہے: "فتح مکہ میں نبی ﷺ کا مقام نزول" اور اس باب کی چاروں حدیثوں کا اس باب سے کوئی جوڑ نہیں، اس لئے میری ناقص رائے یہ ہے کہ باب کی چاروں حدیثوں کو پیش نظر رکھ کر قارئین کرام کو باب لگانا چاہئے، یہ باب تشحیذ اذہان کے لئے ہے، میں نے باب لگایا ہے کوئی اس سے بہتر باب لگائے تو اس کو حق ہے۔

[۴۲۹۴-] حدثنا أَبُوْ النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ أَبِیْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: کَانَ عُمَرُ یُدْخِلُنِیْ مَعَ أَشْیَاخِ بَدْرٍ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لِمَ تُدْخِلُ هٰذَا الْفَتَی مَعَنَا وَلَنَا أَبْنَاءٌ

مِثْلُهُ؟ فَقَالَ: إِنَّـهُ مِمَّنْ قَدْ عَلِمْتُمْ! فَدَعَاهُمْ ذَاتَ يَوْمٍ وَدَعَانِي مَعَهُمْ، قَالَ: وَمَا أُرِيْتُهُ دَعَانِي يَوْمَئِذٍ إِلَّا لِيُرِيَهُمْ مِنِّيْ، فَقَالَ: مَا تَقُوْلُوْنَ فِي ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ، وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا﴾ حَتَّى خَتَمَ السُّوْرَةَ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: أُمِرْنَا أَنْ نَحْمَدَ اللّٰهَ وَنَسْتَغْفِرَهُ إِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لاَ نَدْرِيْ، وَلَمْ يَقُلْ بَعْضُهُمْ شَيْئًا، فَقَالَ لِيْ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ! أَكَذَاكَ تَقُوْلُ؟ قُلْتُ: لاَ، قَالَ: فَمَا تَقُوْلُ؟ قُلْتُ: هُوَ أَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، أَعْلَمَهُ اللّٰهُ لَهُ ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ فَتْحُ مَكَّةَ فَذَاكَ عَلاَمَةُ أَجَلِكَ ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّـهُ كَانَ تَوَّابًا﴾ قَالَ عُمَرُ: مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَعْلَمُ. [راجع: ٣٦٢٧]

ترجمہ: ابن عباسؓ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے شامل کیا کرتے تھے بدر کے بڑے صحابہ کے ساتھ یعنی اکابر صحابہ کی مجلس میں مجھے بھی بلایا کرتے تھے، پس ان میں سے بعض نے کہا: اس نوجوان کو آپؓ ہمارے ساتھ کیوں بلاتے ہیں درانحالیکہ ہمارے بھی اس عمر کے لڑکے ہیں (مگر آپؓ ان کو نہیں بلاتے؟) حضرت عمرؓ نے جواب دیا: بیشک ابن عباس ان لوگوں میں سے ہیں جن کو تم جانتے ہو، یعنی عبداللہؓ کا علمی مقام آپ لوگ جانتے ہیں، ابن عباسؓ کہتے ہیں: اور حضرت عمرؓ نے اکابر صحابہ کو ایک دن بلایا، اور مجھے بھی ان کے ساتھ بلایا، ابن عباسؓ کہتے ہیں: اور نہیں دکھلایا گیا میں حضرت عمرؓ کو کہ بلایا انھوں نے مجھے اس دن مگر تاکہ دکھلائیں وہ ان کو مجھ سے، یعنی میرا علمی مقام ان کے سامنے واضح کریں، اس لئے مجھے بلایا، میں ایسا سمجھتا ہوں، پس حضرت عمرؓ نے سورۃ النصر پوری پڑھی اور کہا: اس سورت کے بارے میں آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟ بعض نے کہا: ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ کی تعریف کریں اور اللہ سے گناہوں کی بخشش چاہیں جب ہم مدد کئے جائیں اور ہم پر کوئی شہر یا قلعہ کھولا جائے یعنی جب بھی کوئی فتح نصیب ہو تو ہم تسبیح وتحمید اور استغفار کریں، اور ان میں سے بعض نے کہا: ہم نہیں جانتے اور ان میں سے بعض نے کچھ نہیں کہا، یعنی وہ خاموش رہے، پس حضرت عمرؓ نے مجھ سے پوچھا: ابن عباسؓ! کیا تم بھی ایسی ہی بات کہتے ہو، میں نے کہا: نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: وہ نبی ﷺ کی موت کا وقت ہے، بتلایا وہ اللہ نے آپ کو جب اللہ کی مدد اور فتح آ گئی، یعنی مکہ فتح ہو گیا، وہ آپؐ کی موت کی علامت ہے، اب آپؐ اپنے پروردگار کی خوبی کے ساتھ ملا کر پاکی بیان کریں، اور ان کے فضل میں شامل کئے جانے کی درخواست کریں، بیشک وہ بڑے توبہ قبول کرنے والے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں جانتا میں اس سورت سے مگر وہ بات جو تم جانتے ہو، یعنی میں بھی اس سورت کا یہی مقصد سمجھتا ہوں، پس ان عباسؓ کا علمی مقام اکابر صحابہ کے سامنے واضح ہو گیا (اور اس حدیث کا سلیس ترجمہ تحفۃ القاری (۷:۱۶۸) میں ہے)

[٤٢٩٥-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ شُرَحْبِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْ شُرَيْحِ الْعَدَوِيِّ، أَنَّـهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوْثَ إِلَى مَكَّةَ: ائْذَنْ لِيْ أَيُّهَا الْأَمِيْرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلاً قَامَ بِهِ رَسُوْلُ

اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ، سَمِعَتْهُ أُذُنَایَ وَوَعَاهُ قَلْبِیْ وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَایَ حِيْنَ تَكَلَّمَ بِهِ، أَنَّهُ حَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰی عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: " إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ، فَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ، لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا، وَلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرًا، فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْهَا، فَقُوْلُوْا لَهُ: إِنَّ اللّٰهَ أَذِنَ لِرَسُوْلِهِ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ، وَإِنَّمَا أُذِنَ لِیْ فِيْهِ سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ، وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ" فَقِيْلَ لِأَبِیْ شُرَيْحٍ: مَاذَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو؟ قَالَ: قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ بِذٰلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ! إِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيْذُ عَاصِيًا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ وَلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ.[ر ١٠٤]

ترجمہ: ابوشریح عدویؓ نے عمرو بن سعید سے کہا: جب وہ مکہ لشکر روانہ کررہا تھا: اے امیر! آپ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ سے وہ بات بیان کروں جو رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دوسرے دن اپنی تقریر میں فرمائی تھی، جس کو میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے محفوظ کیا اور میری آنکھیں آپؐ کو دیکھ رہی تھیں، جب آپؐ تقریر فرمارہے تھے، آپؐ نے اللہ کی تعریف کی، اس کی ثنا بیان کی، پھر فرمایا: مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ نے محترم قرار دیا ہے، کسی آدمی نے اس کو محترم قرار نہیں دیا (پس) کسی ایسے شخص کے لئے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے: جائز نہیں کہ وہ حرم میں خون بہائے یا حرم کے کسی درخت کو کاٹے، پس اگر کوئی نبی ﷺ کے حرم میں قتال کرنے کی وجہ سے جواز پر استدلال کرے تو تم اس سے کہنا: بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس کی اجازت دی تھی اور تمہیں اجازت نہیں دی۔ اور میرے لئے بھی حرم میں قتال کی اجازت دن کے ایک خاص حصہ میں (طلوع شمس سے عصر تک) تھی، اور آج اس کی حرمت لوٹ آئی ہے گذشتہ کل کی حرمت کی طرح، یعنی اب میرے لئے بھی حرم میں قتال جائز نہیں، اور چاہئے کہ حاضرین غائبین تک میری بات پہنچادیں، ابوشریحؓ سے طالب علموں نے پوچھا: عمرو بن سعید نے آپ کی بات کا کیا جواب دیا؟ آپؓ نے فرمایا: اس نے کہا: اے ابو شریح! میں یہ باتیں آپؓ سے زیادہ جانتا ہوں، حرم کسی نافرمان (باغی) کو پناہ نہیں دیتا اور نہ خون کرکے بھاگے ہوئے کو پناہ دیتا ہے اور نہ کوئی جنابت (یا چوری) کرکے بھاگے ہوئے کو پناہ دیتا ہے (حدیث کی شرح تحفۃ القاری (۱:۳۹۷) میں ہے)

[٤٢٩٦-] حدثنا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِیْ حَبِيْبٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِیْ رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ: " إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ"[راجع: ٢٢٣٦]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فتح مکہ کے سال نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بیشک اللہ نے اور اس کے رسول نے شراب کی خرید وفروخت کو حرام کیا ہے۔

حوالہ: یہ حدیث یہاں مختصر ہے، پہلے (حدیث ۲۲۳۶) مفصل آئی ہے، نبی ﷺ نے چار چیزوں کی حرمت کا اعلان کیا تھا، اور وہاں متن میں سقط بھی ہے۔

۱۴- فتح مکہ کے موقع پر نبی ﷺ کا قیام مکہ میں کتنے دن رہا؟

نبی ﷺ مکہ مکرمہ میں منگل کے دن ۱۷ رمضان سن ۸ ہجری میں داخل ہوئے تھے، اور سنیچر ۶ شوال سن ۸ ہجری میں حنین کے لئے نکلے تھے، اور مکہ میں آپؐ کا قیام کتنے دن رہا؟ اس میں روایات مختلف ہیں، پانچ روایتیں ہیں سب کو امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے باب مَتٰی یُتِمُّ الْمُسافرُ؟ (حدیث ۱۲۲۹-۱۲۳۳) میں روایت کیا ہے:

پہلی روایت: انیس دن قیام رہا (یوم دخول اور یومِ خروج کو شمار کیا اور رمضان کا آخری عشرہ نو دن کا تھا، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے اور بخاری میں بھی ہے)

دوسری روایت: اٹھارہ دن قیام رہا (یومِ دخول وخروج میں سے ایک کو چھوڑ دیا، یہ حضرت عمرانؓ کی روایت ہے)

تیسری روایت: سترہ دن قیام رہا (یومِ دخول وخروج دونوں کو چھوڑ دیا، یہ بھی حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے)

چوتھی روایت: پندرہ دن قیام رہا (یہ بھی ابن عباسؓ کی روایت ہے، امام نووی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور علامہ کشمیری رحمہ اللہ نے اس کو راجح قرار دیا ہے، تین دن تو آپؐ ہر جنگ کے بعد قیام فرماتے تھے اس لئے ان کو چھوڑ دیا، اور یوم خروج کو بھی نہیں لیا، پس پندرہ دن باقی بچے)

پانچویں روایت: دس دن قیام رہا (دونوں طرف کی کسر چھوڑ دی، اور درمیانی عشرہ لے لیا، اور اس کو دس دن کا فرض کیا، یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، یہ روایت بخاری میں بھی ہے)

سوال: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو شارحین کرام حجۃ الوداع سے متعلق کرتے ہیں، جبکہ امام بخاریؒ یہ روایت بھی اس باب میں لائے ہیں: اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: شارحین کرام حضرت انسؓ کی حدیث کو جو حجۃ الوداع سے متعلق کرتے ہیں اس میں نظر ہے، اس لئے کہ حجۃ الوداع میں مکہ مکرمہ میں آپؐ کا قیام صرف چار دن رہا ہے، باقی دنوں میں منیٰ اور عرفات میں قیام رہا ہے، اور فقہاء منیٰ اور عرفات کو مکہ سے خارج مانتے ہیں، مسئلہ یہ ہے کہ جو حج کے لئے روانہ ہونے سے پہلے مکہ مکرمہ میں پندرہ دن قیام کی نیت کرے وہی حنفیہ کے نزدیک مقیم ہے، اس لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت اس باب میں ذکر کرنا امام بخاریؒ کا وہم نہیں ہے بلکہ جن حضرات نے اس حدیث کو حجۃ الوداع سے متعلق کیا ہے ان کی رائے نظر ثانی کی محتاج ہے۔

مدتِ اقامت کتنی ہے؟

اگر دورانِ سفر مسافر کسی جگہ ٹھہرے تو کتنے دن ٹھہرنے کی نیت سے نماز پوری پڑھے؟ حنفیہ کے نزدیک مدت اقامت

پندرہ دن ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک چار دن، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک انیس دن سے زیادہ ہے، حضرت اسحاقؒ نے ان کی رائے لی ہے، دوسرے فقہاء نے حضرت ابن عباسؓ کی یہ رائے نہیں لی، کیونکہ نبی ﷺ کا مکہ میں قیام ہوازن کے احوال کے تابع تھا، اس لئے یوم وفردا کرتے ہوئے انیس دن گذر گئے، اس طرح اگر آج کل کرتے ہوئے مہینوں بھی گذر جائیں تو مقیم نہیں ہوگا، اور مسئلہ پر تفصیلی کلام تحفۃ القاری (۴۱۲:۳) میں ہے۔

[۵۳-] بَابُ مَقَامِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِمَكَّةَ زَمَنَ الْفَتْحِ

[٤٢٩٧-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، ح: وَحَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أَقَمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم عَشْرًا نَقْصُرُ الصَّلاَةَ.
[راجع: ١٠٨١]

[٤٢٩٨-] حدثنا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَقَامَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِمَكَّةَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَوْمًا يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ. [راجع: ١٠٨٠]

[٤٢٩٩-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ شِهَابٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَقَمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِي سَفَرٍ تِسْعَ عَشْرَةَ نَقْصُرُ الصَّلاَةَ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَنَحْنُ نَقْصُرُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ تِسْعَ عَشْرَةَ فَإِذَا زِدْنَا أَتْمَمْنَا. [راجع: ١٠٨٠]

بَابٌ

یہ باب بلا ترجمہ ہے، حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے بیاض چھوڑی ہوگی، پھر ترجمہ قائم کرنے کا اتفاق نہیں ہوا، پھر حافظ صاحب رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے: بَابُ مَنْ شَهِدَ الْفَتْح: جو لوگ فتح مکہ میں شریک ہوئے، مگر اس باب کے ساتھ ابتدائی دو روایتیں متعلق ہونگی، باقی حدیثیں غیر متعلق رہیں گی، اور علامہ عینی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ باب کالفصل من الباب السابق ہے، مگر اس باب کی حدیثوں کا گذشتہ باب سے جوڑ بٹھانا مشکل ہے، اور حضرت شیخ الحدیث سہارن پوری قدس سرہ نے الأبواب والتراجم میں فرمایا ہے کہ جیسے فقہاء کسی کتاب کے آخر میں مسائل شتّی کی فصل یا باب لاتے ہیں اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے غزوۂ فتح کے آخر میں یہ باب فتح مکہ سے متعلق روایات کو بیان کرنے کے لئے قائم کیا ہے، حضرت شیخ رحمہ اللہ کی یہ بات دل لگتی ہے۔

[٥٤-] بَابٌ

[٤٣٠٠-] وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ ثَعْلَبَةَ بْنِ صُعَيْرٍ، وَكَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قَدْ مَسَحَ وَجْهَهُ عَامَ الْفَتْحِ. [انظر: ٦٣٥٦]

۱۵- حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ میں موجود تھے

حضرت عبداللہ بن ثعلبہ بن صُعیرؓ نے امام زہری رحمہ اللہ کو بتلایا، اور نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن ان کے چہرے پر (شفقۃً) ہاتھ پھیرا تھا کہ انھوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ایک رکعت وتر پڑھتے دیکھا (حدیث ۶۳۵۶ میں یہ بات ہے، یہاں حدیث مختصر ہے)

تشریح: عبداللہ بن ثعلبہؓ نے نبی ﷺ کو دیکھا ہے، مگر سماع ثابت نہیں، اور ان کے والد ثعلبۃ بن صُعیر صحابی ہیں، عبد اللہؓ نے تقریباً نوے سال کی عمر میں سن ۸۷ ہجری میں وفات پائی ہے۔

[۴۳۰۱-] حَدَّثَنِی إِبْرَاهِیمُ بْنُ مُوْسَی، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ سُنَیْنٍ أَبِی جَمِیْلَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا وَنَحْنُ مَعَ ابْنِ الْمُسَیَّبِ، قَالَ: وَزَعَمَ أَبُوْ جَمِیْلَةَ أَنَّهُ أَدْرَكَ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم وَخَرَجَ مَعَهُ عَامَ الْفَتْحِ.

۱۶- سُنین ابی جمیلہؓ فتح مکہ میں موجود تھے

امام زہریؒ سُنین سے روایت کرتے ہیں، امام زہریؒ کہتے ہیں: سُنین نے ہمیں بتلایا، درانحالیکہ ہم سعید بن المسیب کے ساتھ تھے، امام زہریؒ کہتے ہیں: ابو جمیلہؓ نے کہا: انھوں نے نبی ﷺ کو پایا ہے اور آپؐ کے ساتھ فتح مکہ کے سال نکلے ہیں (سُنینؓ صحابی صغیر ہیں اور بخاری میں اسی جگہ ان کی روایت ہے)

۱۷- عرب کے لوگ مسلمان ہونے کے لئے فتح مکہ کا انتظار کرتے تھے

قبائل عرب منتظر تھے کہ مسلمانوں میں اور مکہ والوں میں جو معرکہ آرائی چل رہی ہے اس کا انجام کیا ہوتا ہے؟ عربوں کا عقیدہ تھا کہ حرم پر وہی شخص مسلط ہو سکتا ہے جو حق پر ہو اور اس اعتقاد میں پختگی اصحابِ فیل کے واقعہ سے آئی تھی، تمام عرب نے دیکھ لیا تھا کہ ابرہہ اور اس کے ساتھیوں نے بیت اللہ کا رخ کیا، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھوس بنا دیا، چنانچہ فتح مکہ سے لوگوں کی آنکھیں کھل گئیں، ان پر پڑا ہوا پردہ ہٹ گیا، جو قبولِ اسلام کی راہ میں روک بنا ہوا تھا، فتح مکہ کے بعد جزیرۃ العرب کے لوگ وفود کی شکل میں خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے لگے، یہ بات حضرت عمرو بن سلِمہ نے باب کی حدیث میں بیان کی ہے۔

[۴۳۰۲-] حدثنا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ، عَنْ أَیُّوْبَ، عَنْ أَبِی قِلَابَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلِمَةَ، قَالَ: قَالَ لِی أَبُوْ قِلَابَةَ: أَلَا تَلْقَاهُ فَتَسْأَلُهُ؟ قَالَ: فَلَقِیْتُهُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: كُنَّا بِمَاءٍ مَمَرِّ النَّاسِ، وَكَانَ یَمُرُّ بِنَا الرُّكْبَانُ فَنَسْأَلُهُمْ: مَا لِلنَّاسِ؟ مَا لِلنَّاسِ؟ مَا هٰذَا الرَّجُلُ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: یَزْعُمُ أَنَّ

اللّٰهَ أَرْسَلَهُ، أَوْحَى إِلَيْهِ، أَوْحَى اللّٰهُ كَذَا، فَكُنْتُ أَحْفَظُ ذَاكَ الْكَلَامَ، فَكَأَنَّمَا يُقْرَأُ فِي صَدْرِي، وَكَانَتِ الْعَرَبُ تَلَوَّمُ بِإِسْلَامِهِمُ الْفَتْحَ، فَيَقُولُوْنَ: اتْرُكُوْهُ وَقَوْمَهُ، فَإِنَّهُ إِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ نَبِيٌّ صَادِقٌ، فَلَمَّا كَانَتْ وَقْعَةُ أَهْلِ الْفَتْحِ بَادَرَ كُلُّ قَوْمٍ بِإِسْلَامِهِمْ، وَبَدَرَ أَبِي قَوْمِي بِإِسْلَامِهِمْ، فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ: جِئْتُكُمْ وَاللّٰهِ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم حَقًّا: فَقَالَ:" صَلُّوْا صَلَاةَ كَذَا فِي حِيْنِ كَذَا، وَصَلَاةَ كَذَا فِي حِيْنِ كَذَا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْثَرُكُمْ قُرْآنًا" فَنَظَرُوْا فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَكْثَرَ قُرْآنًا مِنِّيْ، لِمَا كُنْتُ أَتَلَقَّى مِنَ الرُّكْبَانِ، فَقَدَّمُوْنِيْ بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَأَنَا ابْنُ سِتٍّ أَوْ سَبْعِ سِنِيْنَ، وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ كُنْتُ إِذَا سَجَدْتُ تَقَلَّصَتْ عَنِّيْ، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْحَيِّ: أَلَا تُغَطُّوْنَ عَنَّا إِسْتَ قَارِئِكُمْ؟ فَاشْتَرَوْا فَقَطَعُوْا لِيْ قَمِيْصًا فَمَا فَرِحْتُ بِشَيْئٍ فَرَحِيْ بِذٰلِكَ الْقَمِيْصِ.

ترجمہ: ایوب سختیانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: مجھ سے ابوقلابہؒ نے کہا: تم حضرت عمرو بن سلمہؓ سے ملاقات کیوں نہیں کرتے؟ اوران سے ان کا واقعہ کیوں معلوم نہیں کرتے؟ ایوبؒ کہتے ہیں: میں نے ان سے ملاقات کی اور میں نے ان سے ان کا واقعہ پوچھا، انھوں نے کہا: ہم ایک ایسے چشمہ پر بسے ہوئے تھے جولوگوں کی گذرگاہ تھی، ہمارے پاس سے قافلے گذرا کرتے تھے، پس ہم ان سے پوچھتے تھے: لوگوں کے کیا احوال ہیں؟ لوگوں کی کیا خبریں ہیں؟ یہ صاحب کیسے ہیں؟ پس وہ کہتے: یہ صاحب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو رسول بنا کر بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی کی ہے، پس میں اس کلام کو یاد کرلیتا تھا، پس گویا آپؐ پڑھ رہے ہیں وہ کلام میرے سینہ میں اور عرب انتظار کررہے تھے اپنے مسلمان ہونے کے لئے فتح مکہ کا، اس لئے وہ کہتے تھے: چھوڑ وان کو اوران کی قوم کو، پس اگر وہ ان پر غالب آجاتے ہیں تو وہ سچے نبی ہیں، پس جب اہل فتح کا واقعہ رونما ہوا تو ہر قوم نے سبقت کی اپنے اسلام کے ساتھ اور میرے ابا نے میری قوم سے سبقت کی ان کے اسلام کے ساتھ، یعنی قوم کے نمائندے بن کر گئے اور قوم کے مسلمان ہونے کی آپؐ کو خبر دی، پس جب وہ واپس آئے تو انھوں نے کہا: آیا ہوں میں بخدا برحق نبی کے پاس سے، اورانھوں نے کہا ہے: فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھو، اور فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھو، اور جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے کوئی اذان دے اور چاہئے کہ تم میں سے نماز پڑھائے جس کو تم میں زیادہ قرآن یاد ہے، پس قبیلہ والوں نے دیکھا تو نہیں تھا کوئی جسے مجھ سے زیادہ قرآن یاد ہو، اس لئے کہ میں قرآن حاصل کیا کرتا تھا قافلوں سے، پس انھوں نے مجھے اپنے آگے کردیا، درانحالیکہ میں چھ یا سات سال کا تھا، اور میرے پاس ایس چادر تھی کہ جب میں سجدہ کرتا تھا تو وہ مجھ سے سکڑ جاتی تھی، پس قبیلہ کی ایک عورت نے کہا: کیا نہیں ڈھانکتے تم ہم سے اپنے امام کے سرین، پس خریدا انھوں نے کپڑا اور کاٹا انھوں نے میرے لئے ایک کرتا، پس نہیں خوش ہوا میں کسی چیز سے میرے خوش ہونے کی طرح اس کرتے سے۔

امامت صبی کا مسئلہ:

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نابالغ بچہ کا امام بننا مطلقاً جائز ہے، فرائض میں بھی اور نوافل میں بھی، اور امام ثوری اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے، اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہے۔ حنفیہ کے یہاں نوافل میں بھی مفتی بہ قول یہی ہے، اور باب کی روایت امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل ہے اور حنفیہ اور حنابلہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ صحابہ کا عمل ہے، نبی ﷺ کو اس کی اطلاع نہیں ہوئی، پس تقریرِ نبوی نہیں پائی گئی، اس پر شوافع کہتے ہیں کہ نزولِ وحی کا زمانہ تھا، اس لئے اگر یہ عمل ناجائز ہوتا تو وحی کے ذریعہ تنبیہ آتی، جیسے حضرت جابر اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما نے عزل کے جواز پر اسی طرح استدلال کیا ہے کہ اگر عزل ناجائز ہوتا تو وحی متلو یا غیر متلو میں اس پر تنبیہ آتی۔

علاوہ ازیں اس روایت میں ہے کہ سجدہ میں امام کا کشفِ عورت ہو جاتا تھا، حالانکہ کشفِ عورت سے بالاتفاق نماز باطل ہو جاتی ہے، لیکن میرا خیال ہے کہ یہ بات درست نہیں، حدیث میں بُرْدہ ہے جس کے معنی ہیں: اوڑھنے کی چادر، پہننے کے کپڑے کے لئے اِزار ہے، حضرت عمرو بن سلمہؓ نے لنگی باندھ رکھی تھی، اس پر جو چادر اوڑھ رکھی تھی وہ سکڑ جاتی تھی، اس لئے کپڑے پر سے سرین ظاہر ہوتے تھے، جیسے آج کل پتلون اور بنیان پہننے والے جب سجدہ کرتے ہیں تو نیم برہنہ معلوم ہوتے ہیں، چنانچہ نمازیوں نے امام صاحب کے لئے کرتا سلوایا، لنگی نہیں بنائی۔

اور خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے، ایک مرتبہ فرمایا: **دَعْهُ لَيْسَ بِشَيْئٍ بَيِّنٍ**: اس حدیث کو رہنے دو، یہ واضح نہیں ہے۔

اور اختلاف کی اصل بنیاد یہ ہے کہ امام واسطہ فی العروض ہے یا واسطہ فی الثبوت بالمعنی الثانی؟ یعنی امام اور مقتدیوں کی نماز ایک ہے اور امام مقتدیوں کی نماز کا ضامن ہے یا سب کی نمازیں الگ الگ ہیں؟ حنفیہ کے نزدیک پہلی صورت ہے، اس لئے بچہ کی امامت درست نہیں، اور شوافع کے نزدیک دوسری صورت ہے اس لئے امام ہر کوئی بن سکتا ہے اور اس کی تفصیل تحفۃ القاری (۳:۶۶) اور تحفۃ الالمعی (۲:۱۲۷) میں ہے۔

[۴۳۰۳-] حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِيْ وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلٰى أَخِيْهِ سَعْدٍ أَنْ يَقْبِضَ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ، وَقَالَ عُتْبَةُ: إِنَّهُ ابْنِيْ، فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَكَّةَ فِي الْفَتْحِ أَخَذَ سَعْدُ بْنُ أَبِيْ وَقَّاصٍ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ، فَأَقْبَلَ بِهِ إِلٰى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَأَقْبَلَ مَعَهُ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ، قَالَ سَعْدُ ابْنُ أَبِيْ وَقَّاصٍ: هٰذَا ابْنُ أَخِيْ، عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ، قَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: يَارَسُوْلَ اللهِ! هٰذَا أَخِيْ، هٰذَا بْنُ

زَمْعَةَ وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهِ، فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِلٰى ابْنِ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ فَإِذَا أَشْبَهُ النَّاسِ بِعُتْبَةَ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "هُوَ لَكَ، هُوَ أَخُوْكَ يَا عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ" مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهِ، وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "احْتَجِبِيْ مِنْهُ يَا سَوْدَةُ" لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِ عُتْبَةَ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: قَالَتْ عَائِشَةُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ" وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَكَانَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ يَصِيْحُ بِذٰلِكَ.[راجع: ۲۰۵۴]

۱۸- زمعہ کی باندی کے لڑکے کا مقدمہ فتح میں پیش ہوا

ترجمہ: صدیقہؓ فرماتی ہیں: عتبۃ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے عہد (وچن) لیا تھا کہ وہ زمعہ کی باندی کے لڑکے کو اپنی تحویل میں لے لیں اور عتبہ نے کہا تھا کہ وہ میرا لڑکا ہے، پس جب نبی ﷺ مکہ کو فتح کرنے کے لئے آئے تو حضرت سعدؓ نے زمعہ کی باندی کے لڑکے کو لے لیا، اور اس کو لے کر نبی ﷺ کے پاس آئے، اور ان کے ساتھ زمعہ کے لڑکے عبد بھی آئے، حضرت سعدؓ نے کہا: یہ میرا بھتیجہ ہے، میرے بھائی نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ وہ ان کا بیٹا ہے، عبد نے کہا: یہ میرا بھائی ہے، زمعہ کا لڑکا ہے، ان کی باندی سے پیدا ہوا ہے، نبی ﷺ نے زمعہ کی باندی کے لڑکے کی طرف دیکھا، اچانک وہ لوگوں میں سب سے زیادہ مشابہ تھا عتبہ کے ساتھ، پس نبی ﷺ نے فرمایا: وہ تیرے لئے ہے، وہ تیرا بھائی ہے اے عبد! اس وجہ سے کہ وہ زمعہ کے بستر پر جنا گیا ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا: پردہ کریں آپ اس سے اے سودہ! بایں وجہ کہ آپؐ نے اس کو عتبہ کے مشابہ پایا۔ اسی واقعہ میں نبی ﷺ نے فرمایا: **الولدُ للفراش وللعاھر الحجر**: بچہ بستر کے لئے ہے اور زانی کے لئے سنگ ہے، امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث کا یہ جملہ لوگوں کے درمیان زور سے کہا کرتے تھے۔

سوال: باندی کے بچہ میں ثبوت نسب کے لئے مولیٰ کا دعوی ضروری ہے، اور اس واقعہ میں زمعہ کا کوئی دعوی نہیں تھا، ان کا انتقال ہوگیا تھا، پھر نسب کیسے ثابت ہوا؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ جب وہ عبد کا بھائی ہوگیا تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا بھی بھائی ہوگیا، پھر پردہ کا حکم کیوں دیا؟ (زمعہ: حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد اور نبی ﷺ کے خسر ہیں، فتح مکہ سے پہلے ان کا انتقال ہوگیا تھا، اور عبد: نبی ﷺ کے سالے ہیں)

جواب: زمعہ سے نسب ثابت نہیں ہوا، کیونکہ اس کا دعوی نہیں تھا، البتہ حقِ میراث میں مُقِر کا بھائی ہوگیا، اس کی میراث میں سے آدھی میراث اس کو ملے گی، مصنف عبدالرزاق میں روایت کے الفاظ یہ ہیں: **فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِسَوْدَةَ: أَمَّا الْمِيْرَاثُ فَلَهُ، وَأَمَّا أَنْتِ فَاحْتَجِبِي مِنْهُ فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكِ بِأَخٍ**: اور مسند احمد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: **أَمَّا أَنْتِ فَاحْتَجِبِيْ مِنْهُ، وَلَيْسَ بِأَخِيْكِ وَلَهُ الْمِيْرَاثُ**: یہ الفاظ صریح ہیں کہ آپؐ نے نسب ثابت نہیں کیا صرف

میراث میں عبد کے ساتھ اس کو شریک کیا۔

اور حدیث اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ کے ذریعہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے دعوی کو خارج کیا ہے کہ زانی یا اس کی طرف سے کوئی نسب کا دعوی کرے تو وہ ثابت نہیں ہوگا، اس کا دعوی موجب حرماں نصیبی، بلکہ سنگساری ہے، اور الولد للفراش کا اطلاق بیوی پر ہوگا، بیوی میں ثبوت نسب کے لئے شوہر کا دعوی ضروری نہیں، بچہ کے نسب کی نفی نہ کرنا کافی ہے۔

اور روایت کا یہ جملہ: لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِ عُتْبَةَ بْنِ أَبِيْ وَقَاصٍ: یعنی نبی ﷺ نے اس لڑکے کی عتبہ کے ساتھ واضح مشابہت دیکھی، اس لئے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کرنے کا حکم دیا: یہ راوی نے حکم کی وجہ سمجھی ہے ورنہ اصل وجہ یہ تھی کہ وہ حضرت سوداءؓ کا بھائی نہیں بنا تھا، اور پہلے تحفۃ الالمعی (۵۹۸:۳) میں جو لکھا گیا ہے کہ پردہ کا حکم احتیاطاً دیا تھا وہ قابل اصلاح ہے۔

الولد للفِراش وللعاهِر الحَجَرُ کا صحیح مطلب اور تحفۃ الالمعی کی اصلاح

حدیث الولد للفراش وللعاهِر الحَجَرُ کا ماسیق لاجلہ الکلام یعنی مقصود پہلا جملہ ہے یا دوسرا؟ میں یہ سمجھتا تھا کہ پہلا جملہ مقصود ہے اور مقصد نسب ثابت کرنا ہے، میں نے باندی کو فراش (بیوی) سمجھ لیا تھا، چنانچہ تحفۃ الالمعی میں لکھا گیا ہے کہ بعض صورتوں میں محرم سے بھی پردہ لازم ہے، پھر مصنّف عبد الرزاق اور مسند احمد میں حدیث کے الفاظ دیکھے تو غلط فہمی کا احساس ہوا کہ بیوی تو مطلقاً فراش ہے مگر باندی مطلقاً فراش نہیں، ضروری نہیں کہ مولیٰ ہر باندی سے صحبت کرے اور فقہ کا یہ مسئلہ بھی سامنے آیا کہ باندی کے بچہ میں ثبوت نسب کے لئے مولیٰ کا دعوی ضروری ہے، اور مذکورہ حدیث کا جو واقعہ ہے اس میں مولیٰ موجود نہیں تھا اور زانی بھی موجود نہیں تھا، پس سمجھ میں آیا کہ مقصودِ کلام دوسرا جملہ ہے، یعنی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے دعوی کو خارج کرنا مقصود ہے اور پہلا جملہ استطراداً ہے، باندی من وجہ فراش ہے، مولیٰ نے اگر اس سے مقاربت کی ہے اور وہ نسب کا دعوی کرے تو نسب ثابت ہوگا، اور سراجی وغیرہ میں الْمُقَرُّ له بالنَّسَبِ على غَيْرِهِ کو اس کے درجہ میں وارث بنایا ہے پس زمعہ سے تو اس لڑکے کا نسب ثابت نہیں ہوگا اور وہ حضرت سوداء رضی اللہ عنہا کا بھی نہیں بنے گا، مگر وہ حق میراث میں عبد کا بھائی بن جائے گا، وہ اپنی میراث کا آدھا اس کو دے گا، جس کو وہ اپنے باپ کا بیٹا کہہ رہا ہے۔

[٤٣٠٤-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ امْرَأَةً سَرَقَتْ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ غَزْوَةِ الْفَتْحِ، فَفَزِعَ قَوْمُهَا إِلٰى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ يَسْتَشْفِعُوْنَهُ، قَالَ عُرْوَةُ: فَلَمَّا كَلَّمَهُ أُسَامَةُ فِيْهَا تَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم. فَقَالَ: "أَتُكَلِّمُنِيْ فِيْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ؟" قَالَ أُسَامَةُ: اسْتَغْفِرْ لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَلَمَّا كَانَ الْعَشِيُّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ خَطِيْبًا، فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: " أَمَّا بَعْدُ

فَإِنَّمَا أَهْلَكَ النَّاسَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُم كَانُوْا إِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ أَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا" ثُمَّ أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ، فَقُطِعَتْ يَدُهَا، فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا بَعْدَ ذٰلِكَ وَتَزَوَّجَتْ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَكَانَتْ تَأْتِيْنِىْ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأَرْفَعُ حَاجَتَهَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم.[راجع: ٢٦٤٨]

۱۹-فاطمہ مخزومیہؓ کی چوری کا واقعہ فتح مکہ کے موقع پر پیش آیا

حدیث: حضرت عروہؒ کہتے ہیں: ایک عورت نے فتح مکہ کے موقع پر عہدِ نبوی میں چوری کی، پس اس کی قوم گھبرا کر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی تاکہ وہ نبی ﷺ سے سفارش کریں، عروہؒ کہتے ہیں: جب اسامہؓ نے نبی ﷺ سے اس عورت کے حق میں بات کی تو نبی ﷺ کا چہرہ بدل گیا اور فرمایا: کیا تم مجھ سے گفتگو کرتے ہو اللہ کی مقرر کی ہوئی سزاؤں میں سے ایک سزا میں؟! حضرت اسامہؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے لئے دعاء مغفرت کیجئے یعنی میں معذرت خواہ ہوں کہ میں نے ایسی غلطی کی، پھر جب شام ہوئی تو نبی ﷺ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے اور اللہ کی ایسی تعریف کی جس کے وہ مستحق ہیں، پھر فرمایا: حمد وصلوٰۃ کے بعد! تم سے پہلے جو لوگ ہوئے ہیں ان کو اسی بات نے ہلاک کیا کہ جب ان میں شریف آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے (حد جاری نہیں کرتے تھے) اور جب ان میں کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! اگر (خدانخواستہ) میری بیٹی فاطمہؓ چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹتا، پھر نبی ﷺ نے اس عورت کے بارے میں حکم دیا، چنانچہ اس کا ہاتھ کاٹا گیا، پھر اس کے بعد اس کی توبہ اچھی ہوئی، اور اس نے نکاح کرلیا، صدیقہؓ کہتی ہیں: وہ اس واقعہ کے بعد میرے پاس آتی تھی، اور میں اس کی ضرورت نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کرتی تھی۔

قولہ: حَسُنَتْ تَوْبَتُهَا: سے معلوم ہوا کہ حد فی نفسہ کفارہ نہیں، اس کے ساتھ توبہ ضروری ہے، حدود فی نفسہ زواجر (جھڑکی) ہیں۔

[٤٣٠٥و ٤٣٠٦-] حدثنا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، عَنْ أَبِىْ عُثْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِىْ مُجَاشِعٌ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِىَّ صلى الله عليه وسلم بِأَخِىْ بَعْدَ الْفَتْحِ، قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! جِئْتُكَ بِأَخِىْ لِتُبَايِعَهُ عَلَى الْهِجْرَةِ، قَالَ:" ذَهَبَ أَهْلُ الْهِجْرَةِ بِمَا فِيْهَا" فَقُلْتُ: عَلٰى أَىِّ شَيْئٍ تُبَايِعُهُ؟ قَالَ: "أُبَايِعُهُ عَلَى الإِسْلَامِ وَالإِيْمَانِ وَالْجِهَادِ" فَلَقِيْتُ أَبَا مَعْبَدٍ بَعْدُ، وَكَانَ أَكْبَرَهُمَا، فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: صَدَقَ مُجَاشِعٌ.[راجع: ٢٩٦٢، ٢٩٦٣]

[۴۳۰۷و ۴۳۰۸-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِیْ بَكْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سَلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، عَنْ أَبِیْ عُثْمَانَ النَّهْدِیِّ، عَنْ مُجَاشِعِ بْنِ مَسْعُوْدٍ: انْطَلَقْتُ بِأَبِیْ مَعْبَدٍ إِلٰی النَّبِیِّ صلی اللہ علیه وسلم لِیُبَایِعَهُ عَلٰی الْهِجْرَةِ، قَالَ:" مَضَتِ الْهِجْرَةُ لِأَهْلِهَا، أُبَایِعُهُ عَلٰی الإِسْلَامِ وَالْجِهَادِ" فَلَقِیْتُ أَبَا مَعْبَدٍ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: صدَقَ مُجَاشِعٌ، وَقَالَ خَالِدٌ، عَنْ أَبِیْ عُثْمَانَ، عَنْ مُجَاشِعٍ: إِنَّهُ جَاءَ بِأَخِیْهِ مُجَالِدٍ.

[راجع: ۲۹۶۲، ۲۹۶۳]

۲۰-مُجاشعؓ اپنے بھائی مُجالدؓ کو فتح مکہ کے موقع پر بیعت کے لئے لائے

مُجاشع بن مسعود سُلَمیؓ کہتے ہیں: میں اپنے بھائی ابومعبد مجالد بن مسعودؓ کو لے کر فتح مکہ کے دن نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اپنے بھائی کو لایا ہوں، تا کہ آپؐ اس کو ہجرت پر بیعت کریں یعنی وہ اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ آجائیں، نبی ﷺ نے فرمایا: ہجرت والے وہ فضیلت لے گئے جو ہجرت میں ہے، یعنی اب فتح مکہ کے بعد ہجرت کا حکم نہیں رہا، میں نے عرض کیا: پس کس بات پر آپؐ اس کو بیعت کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا: میں اس کو اسلام، ایمان اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں، ابوعثمان نہدی کہتے ہیں: پھر بعد میں میں نے ابومعبد مجالد بن مسعودؓ سے ملاقات کی اور وہ دونوں بھائیوں میں بڑے تھے، میں نے ان سے اس واقعہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: مجاشعؓ نے صحیح بیان کیا۔

اس کے بعد کی روایت میں ہے: مَضَتِ الْهِجْرَةُ لِأَهْلِهَا: ہجرت ہجرت والوں کے لئے گذر گئی، یعنی اب مکہ سے ہجرت نہیں رہی، اس لئے کہ مکہ دارالاسلام بن گیا (اور حاشیہ میں ہے کہ یہ بات مکہ مکرمہ کے تعلق سے ہے دارالحرب سے ہجرت کا حکم قیامت تک باقی ہے، علامہ طیبی رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے، پس اگر دارالحرب میں دین پر عمل ممکن نہ ہو تو ہجرت واجب ہے اور یہ حکم ہمیشہ کے لئے ہے)

[۴۳۰۹-] حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِیْ بِشْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: إِنِّیْ أُرِیْدُ أَنْ أُهَاجِرَ إِلٰی الشَّامِ، قَالَ: لَا هَجْرَةَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ، فَانْطَلِقْ فَاعْرِضْ نَفْسَكَ، فَإِنْ وَجَدْتَ شَیْئًا، وَإِلَّا رَجَعْتَ.[راجع: ۳۸۹۹]

[۴۳۱۰-] وَقَالَ النَّضْرُ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ بِشْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ فَقَالَ: لَاهِجْرَةَ الْیَوْمَ، أَوْ: بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم، مِثْلَهُ.[راجع: ۳۸۹۹]

[۴۳۱۱-] حَدَّثَنِیْ إِسْحَاقُ بْنُ یَزِیْدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ حَمْزَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ أَبُوْ عَمْرٍو الْأَوْزَاعِیُّ، عَنْ عَبْدَةَ بْنِ أَبِیْ لُبَابَةَ، عَنْ مُجَاهِدِ بْنِ جَبْرٍ الْمَكِّیِّ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ یَقُوْلُ: لَاهِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ.[راجع: ۳۸۹۹]

[٤٣١٢-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيْدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيىَ بْنُ حَمْزَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِيْ رَبَاحٍ، قَالَ: زُرْتُ عَائِشَةَ مَعَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، فَسَأَلَهَا عَنِ الْهِجْرَةِ، فَقَالَتْ: لَاهِجْرَةَ الْيَوْمَ، كَانَ الْمُؤْمِنُ يَفِرُّ أَحَدُهُمْ بِدِيْنِهِ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُوْلِهِ، مَخَافَةَ أَنْ يُفْتَنَ عَلَيْهِ، فَأَمَّا الْيَوْمَ فَقَدْ أَظْهَرَ اللهُ الإِسْلَامَ، فَالْمُؤْمِنُ يَعْبُدُ رَبَّهُ حَيْثُ شَاءَ، وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ.[راجع: ٣٠٨٠]

۲۱-ایک جگہ سے دوسری جگہ جابسنا ہجرت نہیں

حدیث(۱): مجاہدؒ نے اپنے آقا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: میں شام کی طرف ہجرت کرنا چاہتا ہوں، یعنی مدینہ چھوڑ کر شام چلا جانا چاہتا ہوں، ابن عمرؓ نے فرمایا: ہجرت نہیں، ہاں جہاد ہے، یعنی مدینہ سے شام میں جابسنا ہجرت نہیں، ہاں جہاد میں شرکت کی نیت سے جاؤ تو ٹھیک ہے، پس آپ جائیں اور اپنی ذات کو پیش کریں، یعنی فوج میں شامل ہوں، پس اگر آپ پائیں کوئی چیز (تو بہتر ہے) ورنہ لوٹ آئیں، یعنی کسی جہاد میں شمولیت کا موقع مل جائے تو شرکت کرلیں ورنہ مدینہ لوٹ آئیں۔

اور دوسری روایت میں ابن عمرؓ کا جواب ہے: اب ہجرت نہیں، یا فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے بعد ہجرت نہیں، مثلَه: یعنی باقی حدیث پہلی حدیث کی طرح ہے۔

اور تیسری حدیث میں ہے: مجاہدؒ کہتے ہیں: ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے: **لاهجرةَ بعد الفتح**: فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں، یعنی مکہ سے، کیونکہ وہ دارالاسلام بن گیا۔

اور چوتھی حدیث میں حضرت عطاءؒ کہتے ہیں: میں نے عُبید بن عُمیر کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کی، عبید نے ان سے ہجرت کے بارے میں پوچھا، انھوں نے کہا: آج ہجرت کا حکم نہیں، مسلمان بھاگتا تھا اپنے دین کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی طرف، اس اندیشہ سے کہ وہ دین کے معاملہ میں آزمائش میں ڈالا جائے گا، پس رہا آج یعنی فتح مکہ کے بعد تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کردیا ہے، لہٰذا مسلمان اپنے پروردگار کی عبادت کرے جہاں چاہے، البتہ جہاد اور جہاد کی نیت باقی ہے (یہ حدیث تحفۃ القاری ۷: ۳۶۰ میں گذری ہے، وہاں اس کی تشریح ہے)

فائدہ: کچھ حضرات مدینہ منورہ میں جابستے ہیں تاکہ ان کی وہاں موت آئے، مدینہ منورہ میں موت کی فضیلت آئی ہے، پس یہ بات بہت اچھی ہے مگر وہ مہاجر نہیں، عرف میں جوان کو مہاجر کہا جاتا ہے: وہ صحیح نہیں۔

[٤٣١٣-] حدثنا إِسْحَاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ حَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَامَ يَوْمَ الْفَتْحِ، فَقَالَ: " إِنَّ اللهَ حَرَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ، فَهِيَ حَرَامٌ بِحَرَامِ اللهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، لَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ، وَلَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ

بَعْدِیْ، وَلَمْ تَحْلِلْ لِیْ قَطُّ إِلَّا سَاعَةً مِنَ الدَّهْرِ، لَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا يُعْضَدُ شَوْكُهَا، وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا، وَلَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ" فَقَالَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: إِلَّا الإِذْخِرَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَإِنَّهُ لَا بُدَّ مِنْهُ لِلْقَيْنِ وَالْبُيُوْتِ، فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ: "إِلَّا الإِذْخِرَ فَإِنَّهُ حَلَالٌ"

وَعَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِیْ عَبْدُ الْكَرِيْمِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِمِثْلِ هٰذَا أَوْ نَحْوِ هٰذَا، رَوَاهُ أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم.[راجع: ۱۳۴۹]

۲۲- فتح مکہ کے دن تقریر میں حرم کے احکام بیان کئے

نبی ﷺ نے فتح مکہ کے (دوسرے) دن تقریر میں ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمان وزمین کو پیدا کیا اسی دن مکہ کومحترم قرار دیا، پس وہ اللہ کے محترم قرار دینے کی وجہ سے قیامت تک کے لئے حرام ہے وہ حلال نہیں ہوا کسی کے لئے مجھ سے پہلے اور وہ حلال نہیں ہوگا کسی کے لئے میرے بعد اور میرے لئے بھی کبھی حلال نہیں ہوا مگر تھوڑے وقت تک کے لئے (فتح مکہ کے دن فجر سے عصر تک کے لئے) نہ بھگایا جائے اس کا شکار، اور نہ کاٹا جائے اس کا کانٹا، اور نہ کاٹی جائے اس کی گھاس، اور اس کی گری پڑی چیز اٹھانا جائز نہیں، مگر مالک کو تلاش کرنے والے کے لئے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مگر اذخر (یہ موج کی ہم شکل گھاس ہے، چائے اور دواء کے طور پر استعمال کی جاتی ہے، اس کے چھپر بنائے جاتے ہیں اور قبر میں استعمال کی جاتی ہے) پس بیشک اس کی ضرورت پیش آتی ہے، لوہاروں کو اور گھروں کے لئے، پس نبی ﷺ خاموش رہے، پھر فرمایا: مگر اذخر مستثنیٰ ہے وہ حلال ہے۔

یہ مجاہد رحمہ اللہ کی مرسل روایت ہے، ایسی ہی یا اس کے قریب ابن عباسؓ سے حضرت عکرمہؒ بھی روایت کرتے ہیں (حدیث ۱۳۴۹) اور یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

۲۳- مکہ میں نبی ﷺ کا قیام اور کام

مکہ میں رسول اللہ ﷺ نے انیس دن قیام فرمایا ہے اس عرصہ میں یہ کام کئے ہیں:

۱- نبی ﷺ کے حکم سے حضرت ابو اسید خزاعی رضی اللہ عنہ نے حدود حرم کے کھمبے نئے سرے سے نصب کئے۔

۲- آپؐ نے مکہ میں منادی کرائی کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے گھر میں کوئی بت نہ چھوڑے، اسے توڑ ڈالے۔

۳- پچیس رمضان سن ۸ ہجری کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں عزّیٰ کے انہدام کے لئے ایک سریہ روانہ فرمایا، عزیٰ نخلہ میں تھا، قریش اور بنو کنانہ اس کی پوجا کرتے تھے، یہ ان کا سب سے بڑا بت تھا، بنو شیبان اس کے مجاور تھے، حضرت خالدؓ نے اس کو ڈھادیا۔

۴- اسی مہینہ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو سُواع نامی بت ڈھانے کے لئے روانہ کیا، یہ مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر رہاط میں بنو ہذیل کا بت تھا، جب حضرت عمرو رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو مجاور نے پوچھا: کیا چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے اسے ڈھانے کا حکم دیا ہے، اس نے کہا: تم اس پر قادر نہیں ہوسکتے، حضرت عمروؓ نے کہا: کیوں؟ اس نے کہا: تم روک دیئے جاؤ گے، حضرت عمروؓ نے کہا: تو اب تک باطل پر ہے، تجھ پر افسوس! کیا یہ سنتا دیکھتا ہے؟ اس کے بعد بت کے پاس جا کر اسے توڑ ڈالا، یہ دیکھ کر مجاور مسلمان ہوگیا۔

۵- اسی ماہ حضرت سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ کو بیس سواروں کے ساتھ منات کی طرف روانہ کیا، جو کدید کے پاس مُشَلَّل میں اوس وخزرج اور غسّان وغیرہ کا بت تھا، جب حضرت سعدؓ وہاں پہنچے تو مجاور نے پوچھا: کیا چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا: منات کو ڈھانا چاہتا ہوں، اس نے کہا: تم جانو اور وہ جانے! پس حضرت سعدؓ منات کی طرف بڑھے، ایک کالی، ننگی، پراگندہ سر عورت نکلی، وہ اپنا سینہ پیٹ کر ہائے ہائے کر رہی تھی، مجاور نے اس سے کہا: منات اپنے نافرمانوں کو پکڑ لے، مگر فوراً ہی حضرت سعدؓ نے تلوار مار کر اس کا کام تمام کردیا، پھر لپک کر بت کو ڈھادیا۔

۶- نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن مردوں اور عورتوں سے بیعت لی، صفا پہاڑی پر بیٹھ کر پہلے مردوں سے بیعت لی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپؐ سے نیچے تھے، وہ لوگوں سے عہد و پیمان لے رہے تھے، لوگوں نے بیعت کی کہ جہاں تک ہوسکے گا ہم آپؐ کی بات سنیں گے اور مانیں گے۔

پھر آپؐ نے عورتوں سے بیعت لی، جب عورتیں بیعت کرنے آئیں تو ابوسفیانؓ کی بیوی ہند بنت عتبہ بھی بھیس بدل کر آئی، اس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے ساتھ جو حرکت کی تھی (جگر چبایا تھا) اس سے وہ خائف تھی کہ کہیں نبی ﷺ اس کو پہچان نہ لیں، اس لئے وہ نقاب ڈال کر آئی، جب نبی ﷺ نے بیعت لیتے ہوئے فرمایا: ''تم چوری نہیں کروگی'' تو ہند بولی: ابوسفیانؓ بخیل آدمی ہے، اگر میں اس کے مال میں سے کچھ لے لوں تو؟ ابوسفیانؓ وہیں موجود تھے، انھوں نے کہا: تم جو کچھ لے لو وہ تمہارے لئے حلال ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا: ''معروف طریقہ پر لے سکتی ہو'' پھر نبی ﷺ مسکرانے لگے آپؐ نے ہند کو پہچان لیا، فرمایا: اچھا تم ہند ہو؟ وہ بولیں: ہاں اے اللہ کے نبی! جو کچھ گذر چکا اسے معاف فرمادیں، اللہ آپؐ کو معاف فرمائیں، پھر آپؐ نے فرمایا: ''زنا نہیں کروگی'' ہند بولی، کیا آزاد عورت بھی زنا کرتی ہے؟ پھر آپؐ نے فرمایا: ''اپنی اولاد کو قتل نہیں کروگی'' ہند بولی: ہم نے تو بچپن میں انہیں پالا، لیکن بڑے ہونے کے بعد آپ لوگوں نے ان کو بدر میں قتل کردیا، پس آپؐ جانیں اور وہ جانیں (ہند کا بیٹا حنظلۃ بن ابی سفیان بدر کے دن قتل کیا گیا تھا) یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہنستے ہنستے لیٹ گئے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی تبسم فرمایا، اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: ''کوئی بہتان نہیں گھڑوگی'' ہند نے کہا: بخدا! بہتان بڑی بری بات ہے اور آپؐ ہمیں واقعی رشد اور مکارم اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں، پھر آپؐ نے فرمایا: ''معروف بات میں رسول کی نافرمانی نہیں کروگی'' ہند نے کہا: خدا کی قسم! ہم اس مجلس میں دلوں میں یہ بات

لے کر نہیں بیٹھیں کہ ہم آپؐ کی نافرمانی بھی کریں گی، اس کے بعد واپس جا کر ہند نے اپنا بت توڑ دیا وہ توڑتی جاتی تھیں اور کہتی جاتی تھیں: ہم تیرے بارے میں دھوکہ میں تھے۔

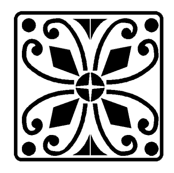
۲۴-عام معافی کا اعلان

فتح مکہ کے دن جب نبی ﷺ کعبہ شریف کو غسل دے کر باہر نکلے تو کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہوئے، نیچے مسجد حرام میں اہل مکہ کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے، انہیں انتظار تھا کہ آپؐ ان کے بارے میں کیا فیصلہ کرتے ہیں؟ چنانچہ آپؐ نے پوچھا: قریش کے لوگو! تمہارا کیا خیال ہے، میں تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کروں گا؟ لوگوں نے جواب دیا: اچھا خیال ہے آپؐ کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں، آپؐ نے فرمایا: آج میں تم سے وہی بات کہتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی: ﴿لَاتَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾: آج تم پر کوئی سرزنش نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

۲۵-کعبہ شریف کی کنجی عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو دی

سب لوگوں کو آزادی کا پروانہ دے کر آپؐ نیچے اتر آئے، بیت اللہ کا دروازہ بند کیا گیا، اور چابی آپؐ کے ہاتھ میں دیدی گئی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! سقایہ (حجاج کو پانی پلانے کی خدمت) ہمارے پاس ہے، حجابہ (کعبہ شریف کی کلیدی برداری) کے اعزاز سے بھی ہمیں نوازیں، اسی وقت وحی نازل ہوئی: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلٰى أَهْلِهَا﴾: اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ امانتیں ان کے مالکان کو سپرد کرو (نساء ۵۸) چنانچہ آپؐ نے پوچھا: عثمان بن طلحہؓ کہاں ہیں؟ وہ آئے ان کو چابی دی اور فرمایا: آج کا دن نیکی اور وفاداری کا دن ہے، یہ چابی ہمیشہ ہمیش کے لئے لے لو، تم سے یہ چابی وہی چھینے گا جو ظالم ہوگا (چابی آج تک اسی خاندان کے پاس ہے) عفو وکرم اور عدل وانصاف کے یہ مناظر دیکھ کر مکہ کی کایا پلٹ گئی، تمام اہل مکہ برضاء ورغبت مسلمان ہو گئے۔

(فتح مکہ کا بیان پورا ہوا)



غزوۂ حنین

حُنین: مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی ہے، جہاں قبائلِ ہوازن وثقیف آباد تھے، یہ جنگجو اور ماہر تیرانداز قبائل تھے، مکہ کی فتح چونکہ چشم زدن میں ہوگئی تھی، اس لئے یہ قبائل ششدر رہ گئے، انھوں نے اس کو قریش کی بزدلی کا نتیجہ قرار دیا، پھر انہیں یہ بھی اندیشہ ہوا کہ مسلمان فتح مکہ کے بعد ان کی طرف متوجہ ہونگے، اس لئے انھوں نے مکہ پر چڑھائی کا اور مکہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا، ان کا لیڈر مالک بن عوف نُصری تھا اور ان کا ماہر مشیر جنگ دُرید بن صَمّہ تھا، جس کی عمر سو سال سے زائد ہوگئی تھی، اِدھر نبی ﷺ کو خبریں مل رہی تھیں کہ یہ قبائل مکہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، چنانچہ آپؐ نے حالات کا اندازہ لگانے کے لئے حضرت ابوحدرد اسلمی رضی اللہ عنہ کو بھیجا، وہ پتہ لگا کر آئے اور آپؐ کو پوری صورت حال بتائی، آپؐ نے فیصلہ کیا کہ ان کی طرف پیش قدمی کی جائے، تاکہ حرم میں جنگ نہ ہو، آپؐ بروز سنیچر ۶ شوال سن ۸ ہجری کو ان کی طرف روانہ ہوئے، آپؐ کے ساتھ بارہ ہزار کی فوج تھی، دس ہزار تو وہی تھے جو مدینہ سے آئے تھے، اور دو ہزار مکہ کے نو مسلم ساتھ ہو گئے تھے، اتنی بڑی فوج دیکھ کر کچھ لوگوں کی زبان سے نکل گیا: ہم آج ہرگز مغلوب نہیں ہونگے، یہ بڑا بول اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آیا، چنانچہ غزوۂ حنین کی ابتداء میں بری طرح شکست سے دوچار ہونا پڑا، اسلامی لشکر منگل اور بدھ کی درمیانی رات میں ۱۰ شوال کو حنین میں پہنچا، دشمن نے یہاں پہلے سے تیراندازوں کو گھاتوں میں بٹھا دیا تھا، اور ان کو سمجھا دیا تھا کہ جونہی جنگ شروع ہو اور مسلمان آگے بڑھیں تو انہیں تیروں سے چھلنی کر دیا جائے، پھر یکبارگی ان پر ٹوٹ پڑا جائے۔

اگلی صبح سحر کے وقت نبی ﷺ نے لشکر کی ترتیب وتنظیم قائم کی، پھر صبح کے جھٹ پٹے میں لشکر نے آگے بڑھ کر وادی حنین میں قدم رکھا، وہ گھات میں بیٹھے ہوئے دشمنوں سے بالکل بے خبر تھے، انہیں علم نہیں تھا کہ وادی کے تنگ دروں میں جیالے ان کی تاک میں بیٹھے ہوئے ہیں، چنانچہ وہ بے خبری کے عالم میں اطمینان کے ساتھ آگے بڑھنے لگے اور دشمن پیچھے ہٹنے لگا، اچانک ان پر تیروں کی بارش شروع ہوگئی، پھر فوراً ہی دشمن کے پرے کے پرے فرد واحد کی طرح ان پر ٹوٹ پڑے، اس اچانک حملہ سے مسلمان سنبھل نہ سکے، اور ان میں ایسی بھگدڑ مچی کہ کوئی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھ رہا تھا، مگر نبی ﷺ میدان میں ڈٹے ہوئے تھے، آپؐ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر پکارا: لوگو! میری طرف آؤ، میں عبد المطلب کا بیٹا محمد (ﷺ) ہوں، میں سچا نبی ہوں، اس وقت آپؐ کے پاس چند مہاجرین اور چند اہل خاندان کے سوا کوئی نہیں رہا تھا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ــــ جن کی آواز بہت بلند تھی ــــ حکم دیا کہ صحابہ کو پکارو، حضرت عباسؓ

نے پکارا: او درخت والو! او بیعت رضوان والو! کہاں ہو، لوگ ان کی آواز سن کر اس طرح مڑے جیسے گائے اپنے بچے پر مڑتی ہے، ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں: آئے! آئے! جب آپؐ کے پاس سو آدمی جمع ہوگئے تو آپؐ خچر سے اترے اور ترتیب و تنظیم قائم کی، لڑنے والوں کی صفیں بنائیں اور مٹھی مٹی لے کر شاهتِ الوجوه کہہ کر دشمن کی طرف پھینکی، اب دھواں دھار جنگ شروع ہوگئی، آپؐ نے میدان کی طرف دیکھا تو گھمسان کا رن پڑ رہا تھا، آپؐ نے فرمایا: اب چولھا گرم ہوا! مٹی پھینکنے کے چند ہی لمحات کے بعد دشمن کو شکست فاش ہوئی، ثقیف کے تقریباً ستر آدمی مارے گئے، اور ان کے پاس جو کچھ مال، ہتھیار، عورتیں اور بچے تھے وہ سب مسلمانوں کے ہاتھ آئے، سورۃ التوبہ آیات ۲۶-۲۷ میں اس غزوہ کا ذکر ہے، ارشادِ پاک ہے:

﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ، وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِيْنَ ٥ ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَأَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا، وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكَافِرِيْنَ ٥ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ، وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

ترجمہ: بخدا واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی، بہت سے موقعوں میں اور حنین کے دن بھی، جب تمہیں اپنی کثرت پر غرّہ ہوگیا تھا، پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی، اور تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگ ہوگئی، پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور مؤمنین پر سکینت (تسلی) نازل فرمائی، اور ایسا لشکر نازل فرمایا جس کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو سزا دی، اور یہ کافروں کی (دنیوی) سزا ہے، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گے توبہ نصیب کریں گے، اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑے مہربان ہیں۔

تفسیر: غزوۂ حنین سے پہلے بدر، قریظہ، نضیر، حدیبیہ اور احزاب وغیرہ میں اللہ کی مدد اور تائید غیبی مسلمان دیکھ چکے تھے، اب غزوۂ حنین کا موقع تھا، مسلمانوں نے اپنے لشکر کو دیکھا کہ تعداد بھی ان کی بہت ہے اور وہ سامان جنگ سے بھی لیس ہیں اس لئے بعض صحابہ کی زبان سے نکل گیا کہ جب ہم بہت تھوڑے تھے اس وقت ہم غالب رہے، اب تو ہماری بہت بڑی تعداد ہے، ہم کسی سے مغلوب نہیں ہوسکتے، یہ بڑا بول اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آیا اور لشکر کی زیادتی کچھ کام نہ آئی، جنگ شروع ہوتے ہی سب کے پاؤں اکھڑ گئے، باوجود فراخی کے زمین لوگوں پر تنگ ہوگئی، ہر شخص بھاگا جا رہا تھا، اور اسے کوئی پناہ کی جگہ نہیں مل رہی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر اور مسلمانوں پر سکینت نازل فرمائی، اور آسمان سے فرشتوں کی کمک آئی، اور دشمن نے منہ کی کھائی، کافروں کی (دنیا میں) یہی سزا ہے، دیکھو! تھوڑی دیر پہلے تم بھاگ رہے تھے۔ اب وہ بھاگ رہے ہیں، انہیں کہیں پناہ نہیں مل رہی، اور اس میں اللہ کی مصلحت تھی کہ یہ بھاگنے والے مسلمان ہوجائیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو توبہ کی توفیق دی، اگر میدان میں وہ لقمۂ اجل بن جاتے تو جہنم کا ایندھن بنتے، اس لئے ان کو شکست ہوئی، اور بعد

میں توبہ کی توفیق نصیب ہوئی، ان میں سے اکثر مسلمان ہو گئے۔

[۵۵-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِيْنَ، ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهُ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾[التوبہ: ۲۵-۲۷]

۱- حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ غزوۂ حنین میں زخمی ہوئے

حدیث: اسماعیل بن ابی خالد کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ایک چوٹ دیکھی، انھوں نے فرمایا: مجھے یہ چوٹ غزوۂ حنین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لگی ہے، میں نے پوچھا: آپؓ حنین میں شریک تھے؟ انھوں نے کہا: اس سے پہلے بھی میں غزوات میں شریک رہا ہوں۔

[۴۳۱۴-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: رَأَيْتُ بِيَدِ ابْنِ أَبِيْ أَوْفَى ضَرْبَةً، قَالَ: ضُرِبْتُهَا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ حُنَيْنٍ، قُلْتُ: شَهِدْتَ حُنَيْنًا؟ قَالَ: قَبْلَ ذٰلِكَ.

۲- اگر کمانڈر ڈٹا رہے تو فوج کا بھاگنا بھاگنا نہیں

حدیث: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا، اس نے کہا: اے ابوعمارۃ! کیا آپؓ نے غزوۂ حنین میں میدان سے پیٹھ پھیری؟ حضرت براءؓ نے جواب دیا: لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری، بلکہ اسلامی فوج کے جلد باز لوگ آگے بڑھ گئے، پس تیروں سے چھلنی کر دیا ان کو ہوازن نے اور (آپؐ کے چچازاد بھائی) ابوسفیان بن الحارثؓ آپؐ کے سفید خچر کا سر پکڑے ہوئے تھے، اور آپؐ فرمارہے تھے: میں پیغمبر ہوں اس میں کچھ جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا لڑکا ہوں۔

تشریح: غزوۂ حنین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ ہزار کا لشکر تھا، جب لشکر اسلام وادی حنین میں پہنچا اور جنگ شروع ہوئی تو فوج کے دو باز و میمنہ اور میسرہ بے ترتیب آگے بڑھ گئے، ہوازن وثقیف کے تیر انداز کمین گاہوں میں چھپے ہوئے تھے، انھوں نے اچانک تیر برسانے شروع کر دیئے، جس کی وجہ سے دونوں باز و سراسیمہ ہو کر بھاگے، اور ان کو دیکھا دیکھی دوسرے بھی بھاگے، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور چند جاں نثار صحابہ میدان میں ڈٹے رہے، اس وقت آپؐ نے پکار کر فرمایا:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ ۞ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

یعنی میں سچا نبی ہوں اور اللہ نے مجھ سے جو فتح ونصرت کا وعدہ کیا ہے وہ برحق ہے، اس میں جھوٹ کا شائبہ نہیں، میں عبد

المطلب کی اولاد ہوں، عبدالمطلب کا حوالہ اس لئے دیا کہ عرب میں مشہور تھا کہ عبدالمطلب کی اولاد میں بڑا آدمی پیدا ہوگا، آپؐ نے فرمایا: وہ میں ہی ہوں، پھر آپؐ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مہاجرین وانصار کو آواز دو، حضرت عباسؓ جہوری الصوت تھے، دس میل تک ان کی آواز جاتی تھی، جب ان کی آواز کانوں میں پڑی تو لوگ یکدم پلٹ گئے اور پروانے شمع نبوت کے گرد جمع ہوگئے، حضرت براء رضی اللہ عنہ نے یہی فرمایا ہے کہ نبی ﷺ میدان میں ڈٹے رہے، اور کمانڈر جب میدان میں ڈٹا ہوا ہو تو فوج کے بھاگنے کو بھاگنا نہیں کہتے، اگر چہ لوگ منتشر ہو جائیں، اسی طرح فوج تھوڑی دیر کے لئے منتشر ہو جائے تو اسے بھی عرف میں بھاگنا نہیں کہتے، بھاگنا یہ ہے کہ لشکری ایسے جائیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ گئے، یہ صورتِ حال حنین میں پیش نہیں آئی (تحفۃ الالمعی ۴: ۶۱۰)

[٤٣١٥-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ جَاءَ هُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا أَبَا عُمَارَةَ! أَتَوَلَّيْتَ يَوْمَ حُنَيْنٍ؟ قَالَ: أَمَّا أَنَا فَأَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ لَمْ يُوَلِّ، وَلكِنْ عَجِلَ سَرَعَانُ الْقَوْمِ فَرَشَقَتْهُمْ هَوَازِنُ، وَأَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ آخِذٌ بِرَأْسِ بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ، يَقُوْلُ: " أَنَا النَّبِيُّ لاَ كَذِبْ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ"[راجع: ٢٨٦٤]

[٤٣١٦-] حدثنا أَبُوْ الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ: قِيْلَ لِلْبَرَاءِ وَأَنَا أَسْمَعُ: أَوَلَّيْتُمْ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ حُنَيْنٍ؟ فَقَالَ: أَمَّا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَلاَ، كَانُوْا رُمَاةً، فَقَالَ: "أَنَا النَّبِيُّ لاَ كَذِبْ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ"[راجع: ٢٨٦٤]

[٤٣١٧-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ: سَمِعَ الْبَرَاءَ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ مِنْ قَيْسٍ: أَفَرَرْتُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ حُنَيْنٍ؟ فَقَالَ: لكِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَمْ يَفِرَّ، كَانَتْ هَوَازِنُ رُمَاةً، وَإِنَّا لَمَّا حَمَلْنَا عَلَيْهِمُ انْكَشَفُوْا، فَأَكْبَبْنَا عَلَى الْغَنَائِمِ، فَاسْتُقْبِلْنَا بِالسِّهَامِ، وَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلٰى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ، وَإِنَّ أَبَا سُفْيَانَ آخِذٌ بِزِمَامِهَا، وَهُوَ يَقُوْلُ:" أَنَا النَّبِيُّ لاَكَذِبْ" قَالَ إِسْرَائِيْلُ وَزُهَيْرٌ: نَزَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَنْ بَغْلَتِهِ.[راجع: ٢٨٦٤]

لغت: رَشَقَه (ن) رَشْقًا: تیر مارنا،.........انکشفوا: شکست کھائی انھوں نے......... أَكَبَّ على الشيئ: کسی چیز کی طرف متوجہ ہونا، کسی چیز میں منہمک ہونا.........فَاسْتُقْبِلْنَا (مجہول) پس استقبال کئے گئے ہم، حضرت براءؓ کا جواب ادیبانہ ہے، اپنا بھاگنا بھی بتادیا اور امیر لشکر کا جما رہنا بھی بیان کردیا، اور کمانڈر ڈٹا ہوا ہو تو فوج کے میدان سے ہٹ جانے کو 'بھاگنا' نہیں کہتے.........اسرائیل اور زہیر کی روایتوں میں صراحت ہے کہ آپؐ نے سواری سے اتر کر صحابہ کی تنظیم

وترتیب قائم کی تھی۔

۳۔ہوازن وثقیف مسلمان ہوکر خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے توان کے قیدی واپس کئے گئے

نبی ﷺ طائف کا محاصرہ ختم کر کے واپس آئے تو جعرانہ میں کئی دن مالِ غنیمت تقسیم کئے بغیر ٹھہرے رہے، اس تاخیر کا مقصد یہ تھا کہ ہوازن تائب ہوکر حاضرِ خدمت ہوجائیں تو انھوں نے جو کچھ کھویا ہے وہ ان کو پھیر دیا جائے مگر تاخیر کے باوجود وہ لوگ نہیں آئے، پس آپؐ نے غنیمت تقسیم کردی، غنیمت تقسیم ہوجانے کے بعد ہوازن کا وفد مسلمان ہوکر آیا، وہ کل چودہ آدمی تھے، ان کا سربراہ زہیر بن صُرد تھا اور ان میں رسول اللہ ﷺ کا رضاعی چچا ابو برقان بھی تھا، وفد نے آپؐ سے عرض کیا: برائے مہربانی ہمارے قیدی اور مال واپس کردیا جائے اور اس انداز سے گفتگو کی کہ نبی ﷺ کا دل پسیج گیا، انھوں نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ نے جن کو قید کیا ہے ان میں مائیں، بہنیں، پھوپھیاں اور خالائیں ہیں، اور ایسوں کو قید کرنا رسوائی کا سبب ہوتا ہے، آپؐ نے فرمایا: میرے ساتھ جو لوگ ہیں، انہیں تم دیکھ ہی رہے ہو (فوج کو فتح مکہ میں کچھ نہیں ملا تھا، غزوۂ حنین میں کچھ ملا، وہ بھی واپس لے لیا جائے تو ان کی دل شکنی ہوگی) اور مجھے سچی بات زیادہ پسند ہے اور میں نے غنیمت تقسیم کرنے میں تاخیر کی تھی، مگر تم نے آنے میں دیر کردی، اب بتاؤ تمہیں اپنے بال بچے زیادہ محبوب ہیں یا مال؟ انھوں نے کہا: ہمارے نزدیک خاندانی شرف کے برابر کوئی چیز نہیں، آپؐ نے فرمایا: اب جب میں ظہر کی نماز پڑھ لوں تو تم سب لوگوں کے سامنے کھڑے ہونا اور کہنا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو مؤمنین کی طرف سفارشی بناتے ہیں اور مؤمنین کو رسول اللہ ﷺ کی طرف، یعنی رسول اللہ ﷺ مسلمانوں سے سفارش کریں اور مسلمان رسول اللہ ﷺ سے سفارش کریں کہ آپؐ ہمیں قیدی واپس کردیں، نماز کے بعد جب ان لوگوں نے یہ بات کہی تو آپؐ نے فرمایا: جو قیدی میرے پاس ہیں یا بنوعبدالمطلب کے پاس ہیں وہ تمہارے لئے ہیں، اور میں ابھی لوگوں سے دریافت کرتا ہوں، اس پر انصار اور مہاجرین نے اٹھ کر کہا: جو کچھ ہمارا ہے وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ کون راضی ہے اور کون نہیں۔ لہٰذا آپ حضرات واپس جائیں، اور اپنے چودھریوں سے بات کریں، پھر چودھریوں نے آپؐ کو بتلایا کہ سب بخوشی راضی ہیں، چنانچہ آپؐ نے سب قیدیوں کو ایک ایک قبطی چادر عنایت فرما کر واپس کردیا۔

ہوازن کا وفد جعرانہ میں آیا تھا

ہوازن کا وفد جعرانہ میں حاضر ہوا تھا، نبی ﷺ ابھی ابھی غنیمت تقسیم کر کے فارغ ہوئے تھے، اور روایات میں جو لفظ مسجد آیا ہے کہ لوگوں نے نماز کے بعد مسجد میں کھڑے ہوکر اپنی بات کہی: اس مسجد سے مراد سفر کی مسجد ہے، جہاں نبی ﷺ چندروز کے لئے قیام کرتے تھے، وہاں آپؐ کے خیمہ کے قریب جگہ ہموار کر کے نماز پڑھنے کے لئے عارضی مسجد بنالی جاتی تھی، مدینہ کی مسجدِ نبوی مراد نہیں، اور اس کے دو قرینے ہیں:

پہلا قرینہ: حنین کی غنیمت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حصہ میں دو باندیاں آئی تھیں، جوانھوں نے مکہ مکرمہ میں کسی گھر میں رکھی تھیں، حضرت عمرؓ مکہ میں تھے کہ انھوں نے شور سنا، حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا: کیسا شور ہے؟ انھوں نے کہا: ہوازن کے قیدی آزاد کردیئے گئے، وہ خوشی سے گلیوں میں دوڑ رہے ہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا: میرے پاس بھی دو باندیاں ہیں، فلاں گھر میں ہیں، جاؤ انہیں بھی آزاد کردو، معلوم ہوا کہ یہ واقعہ مدینہ لوٹنے سے پہلے کا ہے۔

دوسرا قرینہ: جب نبی ﷺ نے فرمایا: جہاں تک میرے اور بنوعبدالمطلب کے حصہ کا تعلق ہے تو وہ تمہارے لئے ہے، اور میں ابھی لوگوں سے پوچھے لیتا ہوں، اس پر انصار اور مہاجرین نے اٹھ کر کہا: جو کچھ ہمارا ہے وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے، اس کے بعد اقرع بن حابسؓ نے کہا: لیکن جو کچھ میرا اور بنوتمیم کا ہے وہ آپؐ کے لئے نہیں، اور عیینہ بن حصنؓ نے کہا: جو کچھ میرا اور بنوفزارہ کا ہے وہ بھی آپؐ کے لئے نہیں، اور عباس بن مرداسؓ نے کہا: جو کچھ میرا اور بنوسُلیم کا ہے وہ بھی آپؐ کے لئے نہیں، اس پر بنوسُلیم نے کہا: جی نہیں، جو کچھ ہمارا ہے وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے، عباس نے کہا: تم لوگوں نے میری توہین کردی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دیکھو یہ لوگ مسلمان ہوکر آئے ہیں (اور اسی غرض سے) میں نے ان کے قیدیوں کی تقسیم میں تاخیر کی تھی، اور اب میں نے انہیں اختیار دیا، تو انھوں نے بال بچوں کے برابر کسی چیز کو نہیں سمجھا، لہٰذا جس کے پاس کوئی قیدی ہو اور وہ بخوشی واپس کردے تو یہ بہت اچھی بات ہے اور جو کوئی اپنے حق کو روکنا چاہتا ہے وہ بھی ان کے قیدی واپس کردے اور آئندہ جو سب سے پہلا مال فئے حاصل ہوگا اس سے ہم اس شخص کو ایک کے بدلے چھ دیں گے، لوگوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے لئے بخوشی دینے کو تیار ہیں، آپؐ نے فرمایا: ہم جان نہ سکے کہ آپؐ میں سے کون راضی ہے اور کون نہیں؟ لہٰذا آپ لوگ واپس جائیں اور آپ کے چودھری حضرات آپ کے معاملہ کو ہمارے سامنے پیش کریں، اس کے بعد سارے لوگوں نے ان کے بال بچے واپس کردیئے، صرف عیینہ بن حصن رہ گیا، جس کے حصہ میں ایک بڑھیا آئی تھی، اس نے واپس کرنے سے انکار کردیا، لیکن آخر میں اس نے بھی واپس کردیا (الرحیق المختوم ص:۶۵۹)

قبائل کے یہ سردار جعرانہ میں آپؐ کے ساتھ تھے، واپسی میں تو وہ اپنے وطن کی طرف لوٹ گئے ہونگے، مدینہ نہیں گئے ہونگے، معلوم ہوا کہ یہ وفد جعرانہ میں حاضر ہوا تھا۔ واللہ اعلم

[۴۳۱۸و۴۳۱۹-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ لَيْثٌ، حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، ح: وَحَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِيْ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ شِهَابٍ: وَزَعَمَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَامَ حِيْنَ جَاءَ هُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِيْنَ، فَسَأَلُوْهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مَعِيْ مَنْ تَرَوْنَ، وَأَحَبُّ الْحَدِيْثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوْا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ،

إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ، وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِكُمْ" وَكَانَ أَنْظَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِيْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، قَالُوْا: فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الْمُسْلِمِيْنَ، فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ:" أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ قَدْ جَاؤُنَا تَائِبِيْنَ، وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ ذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَكُوْنَ عَلٰى حَظِّهِ حَتّٰى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيْءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ" فَقَالَ النَّاسُ: قَدْ طَيَّبْنَا ذٰلِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم:" إِنَّا لَانَدْرِيْ مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِيْ ذٰلِكَ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ، فَارْجِعُوْا حَتّٰى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاءُ كُمْ أَمْرَكُمْ" فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَعُوْا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَخْبَرُوْهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوْا وَأَذِنُوْا، هٰذَا الَّذِيْ بَلَغَنِيْ عَنْ سَبْيِ هَوَازِنَ.[راجع: ۲۳۰۷، ۲۳۰۸]

ترجمہ: مروان اور مسور نے عروہ کو بتلایا کہ نبی ﷺ کھڑے ہوئے یعنی تقریر کی (اس کا تعلق بہت آگے سے ہے) جب آپؐ کی خدمت میں ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر حاضر ہوا، اور انھوں نے آپؐ سے درخواست کی کہ آپؐ ان کو ان کے اموال اور ان کے قیدی پھیر دیں تو نبی ﷺ نے ان سے کہا: میرے ساتھ جو لوگ ہیں ان کو تم دیکھ رہے ہو، اور مجھے زیادہ پسند سچی بات ہے، پس تم دو چیزوں میں سے ایک چیز اختیار کرو، یا قیدی یا مال، اور میں نے تاخیر کی تھی تمہاری وجہ سے، اور نبی ﷺ نے ان کو دس سے زیادہ دنوں تک مہلت دی تھی، جب آپؐ طائف سے لوٹے تھے، پس جب ظاہر ہوا ان لوگوں کے لئے کہ نبی ﷺ نہیں پھیرنے والے ہیں ان کی طرف مگر دو چیزوں میں سے ایک کو تو انھوں نے کہا: ہم اپنے قیدیوں کو اختیار کرتے ہیں، پس نبی ﷺ نے مسلمانوں کے سامنے تقریر کی (پہلے جو قام آیا تھا وہ اس موقعہ کا تھا) پس اللہ کی تعریف کی جس کے وہ حقدار ہیں، پھر فرمایا: بیشک تمہارے بھائی تمہارے پاس تائب ہو کر آئے ہیں، اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کو ان کے قیدی پھیر دوں، پس جو پسند کرے تم میں سے کہ خوش دلی سے کرے وہ یہ کام، پس چاہئے کہ وہ کرے، اور جو پسند کرتا ہے تم میں سے کہ باقی رہے اپنے حصہ پر یہاں تک کہ دیں ہم اس کو وہ حصہ اس پہلے مال سے جو اللہ تعالیٰ ہم پر لوٹائیں تو وہ ایسا کرے، پس لوگوں نے کہا: ہم خوش دلی سے یہ کام کرتے ہیں اے اللہ کے رسول! پس نبی ﷺ نے فرمایا: بیشک ہم نہیں جانتے اس کو جس نے اجازت دی تم میں سے اس سلسلہ میں اس شخص سے جس نے اجازت نہیں دی، پس لوٹو تم یہاں تک کہ پیش کریں ہمارے سامنے تمہارا معاملہ چودھری حضرات، پس لوگ لوٹے اور ان سے ان کے چودھریوں نے گفتگو کی، پھر وہ چودھری نبی ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے آپؐ کو بتلایا کہ وہ لوگ خوش دلی سے یہ کام کر رہے ہیں اور وہ اجازت دیتے ہیں (امام زہریؒ کہتے ہیں) یہ وہ بات ہے جو مجھے ہوازن کے قیدیوں کے بارے میں پہنچی ہے۔

۴-غزوۂ حنین کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی منت پوری کی

حدیث: ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب ہم حنین سے لوٹے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس منت کے بارے میں پوچھا جو انھوں نے جاہلیت میں ایک دن کے اعتکاف کی مانی تھی، نبی ﷺ نے ان کو وہ منت پوری کرنے کا حکم دیا۔

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمانۂ جاہلیت میں منت مانی تھی کہ اگر ان کا فلاں کام ہوجائے گا تو وہ ایک رات حرم شریف میں اعتکاف کریں گے، پھر ان کا وہ کام ہوگیا اور ابھی منت پوری نہیں کی تھی کہ وہ مسلمان ہوگئے، پھر ہجرت کرکے مدینہ منورہ چلے گئے، پھر غزوۂ حنین کے بعد جب قافلہ جعرانہ میں ٹھہرا تو انھوں نے نبی ﷺ سے اپنی جاہلی منت کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: اب موقع ہے، اپنی منت پوری کرلو (تحفہ ۵:۱۲۱)

مسئلہ: حالتِ کفر میں جو منت مانی جائے، مسلمان ہونے کے بعد اس کو پورا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ضروری ہے، اور حنفیہ کے نزدیک مستحب ہے (تفصیل کے لئے دیکھیں: تحفۃ القاری ۵:۱۲۱)

[٤٣٢٠-] حدثنا أَبُوْ النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ عُمَرَ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! ح: وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَمَّا قَفَلْنَا مِنْ حُنَيْنٍ سَأَلَ عُمَرُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم عَنْ نَذْرٍ كَانَ نَذَرَهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ: اعْتِكَافٍ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِوَفَائِهِ.

وَقَالَ بَعْضُهُمْ: حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ.

وَرَوَاهُ جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.

قوله: اعتکافٍ: عن نذرٍ سے بدل ہے۔

[٤٣٢١-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيْرِ ابْنِ أَفْلَحَ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم عَامَ حُنَيْنٍ، فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِيْنَ جَوْلَةٌ، فَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَدْ عَلاَ رَجُلاً مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَضَرَبْتُهُ مِنْ وَرَائِهِ عَلَى حَبْلِ عَاتِقِهِ بِالسَّيْفِ، فَقَطَعْتُ الدِّرْعَ، وَأَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِي ضَمَّةً وَجَدْتُ مِنْهَا رِيْحَ الْمَوْتِ، ثُمَّ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَأَرْسَلَنِي فَلَحِقْتُ عُمَرَ، فَقُلْتُ: مَابَالُ النَّاسِ؟ قَالَ: أَمْرُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ! ثُمَّ رَجَعُوْا وَجَلَسَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: "مَنْ قَتَلَ قَتِيْلاً لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ

سَلَبُهُ" فَقُلْتُ: مَنْ يَشْهَدُ لِيْ؟ ثُمَّ جَلَسْتُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مِثْلَهُ، فَقُمْتُ: مَنْ يَشْهَدُ لِيْ؟ ثُمَّ جَلَسْتُ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مِثْلَهُ، ثُمَّ قُمْتُ فَقَالَ: " مَالَكَ يَا أَبَا قَتَادَةَ؟" فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ رَجُلٌ: صَدَقَ وَسَلَبُهُ عِنْدِيْ فَأَرْضِهِ عَنِّي، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: لَاهَا اللّٰهِ! إِذًا لَا يَعْمِدُ إِلٰى أَسَدٍ مِنْ أُسْدِ اللّٰهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ فَيُعْطِيَكَ سَلَبَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " صَدَقَ فَأَعْطِهِ" فَأَعْطَانِيْهِ فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِيْ بَنِيْ سَلِمَةَ، فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ. [راجع: ۲۱۰۰]

۵-غزوۂ حنین میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے ایک کافر کو مارا، اس کا ساز وسامان ان کو دیا گیا

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حنین والے سال ہم نبی ﷺ کے ساتھ نکلے، پس ہم باہم ملے تو مسلمانوں کے لئے بھاگنا تھا، پس میں نے ایک مشرک کو دیکھا جو ایک مسلمان پر چڑھا جارہا تھا، میں نے اس کو اس کے پیچھے سے اس کے شانہ کی رگ پر تلوار ماری، میں نے زرہ کاٹ دی، وہ میری طرف متوجہ ہوا اور مجھے ایسا بھینچا کہ مجھے اس سے موت کی بو آنے لگی، پھر اس کو موت نے پکڑ لیا، اور اس نے مجھے چھوڑ دیا، پھر میری حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، میں نے ان سے پوچھا: لوگوں کا کیا حال ہوا؟ انھوں نے فرمایا: اللہ عزوجل کا فیصلہ! پھر لوگ لوٹے اور نبی ﷺ تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: "جس نے کسی کو قتل کیا اور اس کے پاس اس کے گواہ ہیں تو اس کے لئے اس کا ساز وسامان ہے" میں نے کہا: میرے لئے کون گواہی دیتا ہے؟ پھر میں بیٹھ گیا، نبی ﷺ نے پھر ویسا ہی اعلان کیا پس میں کھڑا ہوا اور کہا: میرے لئے کون گواہی دیتا ہے؟ پھر میں بیٹھ گیا، آپؐ نے تیسری مرتبہ یہی بات فرمائی، پھر میں کھڑا ہوا آپؐ نے پوچھا: ابوقتادہ کیا بات ہے؟ میں نے آپؐ کو بات بتلائی، ایک شخص نے کہا: انھوں نے سچ کہا: اور اس کا سامان میرے پاس ہے، آپؐ ان کو میری طرف سے راضی کردیں یعنی کچھ دے کر خوش کردیں، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، قسم خدا کی! تب نہیں قصد کریں گے نبی ﷺ اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کا جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لڑتا ہے، پس دیدیں وہ تجھے اس کا سامان، نبی ﷺ نے فرمایا: ابوبکرؓ نے صحیح کہا: دیدے تو سامان ان کو، پس دیدیا اس نے مجھے وہ سامان اور خریدا میں نے اس کے ذریعہ بنوسلمہ کے علاقہ میں ایک باغ، اور بیشک وہ پہلا مال تھا جس کو میں نے سرمایہ بنایا مسلمان ہونے کے بعد، یعنی اس سے پہلے کماتا تھا اور کھاتا تھا، جمع کچھ نہیں رہتا تھا، اب یہ باغ میرا سرمایہ بنا۔

لغت: ھا برائے تنبیہ، قسم میں لفظ اللہ پر ھا داخل ہوتا ہے، جب کہ حرف قسم حذف کردیا جائے۔

[۴۳۲۲-] وَقَالَ اللَّيْثُ، حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيْرِ بْنِ أَفْلَحَ، عَنْ أَبِيْ مُحَمَّدٍ مَوْلٰى أَبِيْ قَتَادَةَ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ نَظَرْتُ إِلٰى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يُقَاتِلُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، وَآخَرُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ يَخْتِلُهُ مِنْ وَرَائِهِ لِيَقْتُلَهُ، فَأَسْرَعْتُ إِلَى الَّذِيْ يَخْتِلُهُ فَرَفَعَ يَدَهُ

لِيَضْرِبَنِى وَأَضْرِبُ يَدَهُ فَقَطَعْتُهَا، ثُمَّ أَخَذَنِى فَضَمَّنِى ضَمًّا شَدِيْدًا حَتَّى تَخَوَّفْتُ ثُمَّ تَرَكَ فَتَحَلَّلَ، وَدَفَعْتُهُ ثُمَّ قَتَلْتُهُ، وَانْهَزَمَ الْمُسْلِمُوْنَ وَانْهَزَمْتُ مَعَهُمْ، فَإِذَا بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِى النَّاسِ، فَقُلْتُ لَهُ: مَا شَأْنُ النَّاسِ؟ قَالَ: أَمْرُ اللّٰهِ! ثُمَّ تَرَاجَعَ النَّاسُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " مَنْ أَقَامَ بَيِّنَةً عَلٰى قَتِيْلٍ قَتَلَهُ فَلَهُ سَلَبُهُ" فَقُمْتُ لِأَلْتَمِسَ بَيِّنَةً عَلٰى قَتِيْلِىْ، فَلَمْ أَرَ أَحَدًا يَشْهَدُ لِىْ فَجَلَسْتُ، ثُمَّ بَدَا لِىْ فَذَكَرْتُ أَمْرَهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ جُلَسَائِهِ: سِلَاحُ هٰذَا الْقَتِيْلِ الَّذِىْ يَذْكُرُ عِنْدِىْ فَأَرْضِهِ مِنْهُ، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: كَلَّا، لَا يُعْطِهِ أُصَيْبِغَ مِنْ قُرَيْشٍ وَيَدَعَ أَسَدًا مِنْ أُسْدِ اللّٰهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ، قَالَ: فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَأَدَّاهُ إِلَىَّ، فَاشْتَرَيْتُ مِنْهُ خِرَافًا، فَكَانَ أَوَّلَ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِى الإِسْلَامِ.[راجع: ۲۱۰۰]

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جنگ حنین کے دن میں نے ایک مسلمان کو دیکھا جو ایک مشرک سے لڑرہا تھا، اور ایک دوسرا مشرک اس کے پیچھے سے اس کو فریب دے رہا تھا، تاکہ وہ اس کو قتل کرے، پس تیزی سے گیا میں اس شخص کی طرف جو اس کو فریب دے رہا تھا، اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تاکہ وہ مجھے مارے اور میں نے اس کے ہاتھ پر مارا پس اس کو کاٹ دیا، پھر اس نے مجھے پکڑا، اور بھینچا سخت بھینچنا، یہاں تک کہ مجھے جان کا خطرہ لاحق ہوا، پھر اس نے چھوڑ دیا، اور بھینچنا بند کردیا، اور میں نے اس کو دھکا دیا، پھر اس کو قتل کردیا، اور مسلمانوں نے شکست کھائی، میں نے بھی ان کے ساتھ شکست کھائی، پھر اچانک حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے (شکست کھانے والے) لوگوں میں ملاقات ہوئی، میں نے ان سے پوچھا: لوگوں کا کیا حال ہوا؟ انھوں نے کہا: اللہ کا فیصلہ! پھر (شکست کھانے والے) لوگ نبی ﷺ کی طرف پلٹے، پھر آپؐ نے فرمایا: "جو شخص کوئی گواہ قائم کرے کسی مقتول پر جسے اس نے قتل کیا ہے تو اس کے لئے اس کا سامان ہے" میں کھڑا ہوا تاکہ کوئی بیّنہ تلاش کروں اپنے مقتول پر، پس نہیں دیکھا میں نے کسی کو جو میرے لئے گواہی دے، پھر میں بیٹھ گیا، پھر ظاہر ہوا میرے لئے، یعنی میری رائے ہوئی تو میں نے اس مقتول کا معاملہ ذکر کیا، پس نبی ﷺ سے ایک آدمی نے آپؐ کے ہم نشینوں میں سے کہا: اس مقتول کا ہتھیار جس کا ابوقتادہؓ ذکر کررہے ہیں میرے پاس ہے، آپؐ ان کو خوش کردیجئے اس ہتھیار میں سے، یعنی اس میں سے کچھ ان کو دیدیجئے اور راضی کردیجئے، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہرگز نہیں، نبی ﷺ نہیں دیں گے وہ ہتھیار قریش کی پِدّی کو اور چھوڑ دیں گے اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کو جو لڑرہا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے، ابوقتادہؓ کہتے ہیں: پس نبی ﷺ اٹھے اور دیا آپؐ نے وہ ہتھیار مجھے، پس خریدا میں نے اس سے ایک باغ، پس تھا وہ پہلا مال جس کو میں نے ذخیرہ کیا اسلام میں۔

لغت: أُصَيْبِغ: پدّی (پُھد کی) جو ناتواں اور کمزور ہوتی ہے اور اگر یہ أُضَيْبِع ہے تو معنی ہیں: چھوٹا بجو، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو شیر سے تشبیہ دی ہے اور اس شخص کو جس کے پاس مقتول کا سامان تھا پدّی سے۔

غزوہ اوطاس

اوطاس: حنین کے پاس ایک وادی ہے اور غزوہ اوطاس: غزوہ حنین کا امتداد ہے، حنین میں ہوازن وثقیف نے جب شکست کھائی تو ان کا سپہ سالار مالک بن عوف نصری ایک جماعت کے ساتھ بھاگا اور طائف میں جا کر دم لیا، اور دُرید بن الصِمَّہ کچھ لوگوں کے ساتھ بھاگا اور مقام اوطاس میں پناہ لی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے چچا ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ اوطاس کی طرف روانہ کیا، جب مقابلہ ہوا تو دُرید: ربیعۃ بن رُفیع رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا، البتہ سلمۃ بن دُرید نے ابو عامر اشعریؓ کو گھٹنے میں ایک تیر مارا جس سے وہ شہید ہو گئے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے پرچم سنبھالا، اور بہادری سے مقابلہ کیا اور اپنے چچا کے قاتل کو قتل کیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔

حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ نے مرتے وقت بھتیجے کو وصیت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا سلام پہنچائیں، اور دعاء مغفرت کی درخواست کریں، جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے پیام پہنچایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور دعا کی: اے اللہ! عبید ابو عامر کی مغفرت فرما، اے اللہ! قیامت کے دن اس کو بہت سے بندوں سے اونچا فرما، اس موقع پر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بھی دعا کی درخواست کی تو آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! عبداللہ بن قیسؓ کے گناہوں کو معاف فرما، اور قیامت کے دن اس کو عزت کی جگہ میں داخل فرما۔

[٥٦-] بَابُ غَزْوَةِ أَوْطَاسٍ

[٤٣٢٣-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى، قَالَ: لَمَّا فَرَغَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مِنْ حُنَيْنٍ بَعَثَ أَبَا عَامِرٍ عَلٰى جَيْشٍ إِلٰى أَوْطَاسٍ، فَلَقِيَ دُرَيْدَ بْنَ الصِّمَّةِ فَقُتِلَ دُرَيْدٌ وَهَزَمَ اللّٰهُ أَصْحَابَهُ، قَالَ أَبُوْ مُوْسَى: وَبَعَثَنِيْ مَعَ أَبِيْ عَامِرٍ، فَرُمِيَ أَبُوْ عَامِرٍ فِيْ رُكْبَتِهِ، رَمَاهُ جُشَمِيٌّ بِسَهْمٍ فَأَثْبَتَهُ فِيْ رُكْبَتِهِ، فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ: يَا عَمِّ! مَنْ رَمَاكَ؟ فَأَشَارَ إِلٰى أَبِيْ مُوْسَى فَقَالَ: ذَاكَ قَاتِلِيْ الَّذِيْ رَمَانِيْ، فَقَصَدْتُ لَهُ فَلَحِقْتُهُ، فَلَمَّا رَآنِيْ وَلّٰى فَاتَّبَعْتُهُ وَجَعَلْتُ أَقُوْلُ لَهُ: أَلَا تَسْتَحْيِيْ؟ أَلَا تَثْبُتُ؟ فَكَفَّ، فَاخْتَلَفْنَا ضَرْبَتَيْنِ بِالسَّيْفِ فَقَتَلْتُهُ، ثُمَّ قُلْتُ لِأَبِيْ عَامِرٍ: قَتَلَ اللّٰهُ صَاحِبَكَ، قَالَ: فَانْزِعْ هٰذَا السَّهْمَ، فَنَزَعْتُهُ فَنَزَا مِنْهُ الْمَاءُ، قَالَ: يَا ابْنَ أَخِيْ، أَقْرِئِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم السَّلَامَ، وَقُلْ لَهُ: اسْتَغْفِرْ لِيْ، وَاسْتَخْلَفَنِيْ أَبُوْ عَامِرٍ عَلَى النَّاسِ فَمَكَثَ يَسِيْرًا ثُمَّ مَاتَ، فَرَجَعْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ بَيْتِهِ عَلٰى سَرِيْرٍ مُرَمَّلٍ، وَعَلَيْهِ

فِرَاشٌ قَدْ أَثَّرَ رِمَالُ السَّرِيْرِ بِظَهْرِهِ وَجَنْبَيْهِ، فَأَخْبَرْتُهُ بِخَبَرِنَا وَخَبَرِ أَبِيْ عَامِرٍ، وَقَالَ: قُلْ لَهُ: اسْتَغْفِرْ لِيْ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ، فَقَالَ:" اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِيْ عَامِرٍ" وَرَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ. ثُمَّ قَالَ: "اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَوْقَ كَثِيْرٍ مِنْ خَلْقِكَ وَمِنَ النَّاسِ" فَقُلْتُ: وَلِيَ فَاسْتَغْفِرْ، فَقَالَ: "اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ ذَنْبَهُ، وَأَدْخِلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُدْخَلاً كَرِيْمًا" قَالَ أَبُوْ بُرْدَةَ: إِحْدَاهُمَا لِأَبِيْ عَامِرٍ وَالْأُخْرَى لِأَبِيْ مُوْسَى. [راجع: ۲۸۸٤]

ترجمہ: ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں: جب نبی ﷺ غزوۂ حنین سے فارغ ہوئے تو ابوعامرؓ کو بھیجا ایک لشکر کا امیر بنا کر اوطاس کی طرف، پس دُرید سے ان کی ملاقات ہوئی، اور دُرید قتل کیا گیا اور اللہ نے اس کے ساتھیوں کو شکست دی، ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں: اور نبی ﷺ نے مجھے ابوعامر کے ساتھ بھیجا، پس ابوعامر کے گھٹنے میں تیر مارا گیا، ایک جُشَمی نے ان کو تیر مارا، پس پیوست کر دیا اس نے تیر کو ان کے گھٹنے میں، میں ان کے پاس پہنچا اور پوچھا: چچا جان! کس نے آپ کو تیر مارا؟ انھوں نے اشارہ سے ابوموسیٰ اشعریؓ کو بتلایا: وہ ہے میرا قاتل جس نے مجھے تیر مارا ہے، پس میں نے اس کا قصد کیا اور اس سے جا ملا، جب اس نے مجھے دیکھا تو پیٹھ پھیری، میں نے اس کا پیچھا کیا، اور اس سے کہنا شروع کیا: کیا تجھے شرم نہیں آتی؟ کیا تو ٹھہرتا نہیں؟ پس وہ ٹھہر گیا، اور ہم نے تلوار سے دو دو ہاتھ کئے، پس میں نے اسے قتل کر دیا، پھر میں نے ابوعامرؓ کو بتلایا کہ اللہ نے آپ کے قاتل کو قتل کر دیا، ابوعامرؓ نے کہا: یہ تیر نکال دے، میں نے اس کو نکالا، پس بہنے لگا اس سے پانی، انھوں نے کہا: بھتیجے! نبی ﷺ سے میرا اسلام کہنا، اور آپؐ سے کہنا: میرے لئے دعائے مغفرت کریں، اور نائب بنایا مجھے ابوعامرؓ نے لوگوں پر، پس تھوڑی دیر ٹھہرے وہ پھر انتقال کر گئے، پس لوٹا میں، اور نبی ﷺ کے پاس پہنچا، آپؐ کے گھر میں، آپؐ کھجور سے بُنی ہوئی چارپائی پر تشریف فرما تھے، اس پر کوئی بستر نہیں تھا، چارپائی کی رسیوں کے نشان آپؐ کی پشت اور آپؐ کے پہلوؤں میں پڑ گئے تھے، میں نے آپؐ کو ہماری اور ابوعامرؓ کی خبر دی، اور یہ بھی بتلایا کہ انھوں نے نبی ﷺ سے درخواست کی ہے کہ آپؐ ان کے لئے بخشش کی دعا کریں، چنانچہ آپؐ نے پانی منگوایا، وضو کیا پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی: اے اللہ! عبید ابوعامر کی مغفرت فرما، اور میں نے آپؐ کے دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھی، پھر آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! گردانیں آپ اس کو قیامت کے دن اپنی مخلوق میں سے اور لوگوں میں سے بہت سے لوگوں سے اوپر، میں نے درخواست کی: میرے لئے بھی استغفار فرمائیں، آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! عبداللہ بن قیس کے گناہ کو بخش دیں اور ان کو قیامت کے دن عزت کی جگہ میں داخل فرمائیں، راوی ابوبردہؒ کہتے ہیں: دونوں میں سے ایک دعا ابوعامر کے لئے ہے اور دوسری ابوموسیٰ کے لئے۔

لغت: رَمَلَ (ن) رَمْلاً وَرَمَلاَنًا النَّسْجَ: کپڑے کو باریک بننا............الرُّمال: بُنی ہوئی چیز، مُرَمَّل: (اسم مفعول) رَمَّلَ النَّسْجَ: باریک بنائی کرنا۔

تصحیح: وعلیه فراش: صحیحین میں یہ جملہ اسی طرح ہے، محدثین کا خیال ہے کہ اس میں ما نافیہ رہ گیا ہے أی ما علیه فراش، اس پر بستر بچھا ہوا نہیں تھا، میں نے ما نافیہ کے ساتھ ترجمہ کیا ہے، کیونکہ پیٹھ اور پہلو میں بان کے نشانات اسی وقت پڑتے ہیں جب چارپائی پر بستر بچھا ہوا نہ ہو۔

نوٹ: یہ ابو عامرؓ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں اور غزوۂ خیبر میں جن کے گھٹنے میں تلوار لگی تھی اور وہ شہید ہوگئے تھے وہ عامر بن الاکوع رضی اللہ عنہ تھے جو سلمۃ بن الاکوعؓ کے بھائی تھے۔

غزوۂ طائف

یہ غزوہ بھی غزوۂ حنین کا امتداد ہے، ہوازن وثقیف کے شکست خوردہ لوگوں کی بڑی تعداد اپنے کمانڈر مالک بن عوف نَصری کے ساتھ بھاگ کر طائف میں پناہ گزیں ہوگئی تھیں، چنانچہ نبی ﷺ حنین سے فارغ ہو کر شوال سن ۸ ہجری میں طائف تشریف لے گئے اور اس کا محاصرہ کرلیا، محاصرہ طویل ہوا، دورانِ محاصرہ دونوں طرف سے تیراندازی اور سنگ باری ہوتی رہی، مگر کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا، نبی ﷺ نے نوفل بن معاویہ دِیلی سے مشورہ کیا، انھوں نے کہا: لومڑی اپنے بھٹ میں گھس گئی ہے، اگر آپؐ ڈٹے رہے تو پکڑلیں گے اور چھوڑ کر چلے گئے تو بھی آپؐ کا کچھ نقصان نہ ہوگا، اور قبل ازیں: آپؐ یہ خواب دیکھ چکے تھے کہ آپؐ کے سامنے ایک دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا، ایک مرغ نے آکر اس میں چونچ ماری جس سے دودھ گر گیا، آپؐ نے یہ خواب صدیق اکبرؓ سے بیان کیا، انھوں نے کہا: غالباً یہ قلعہ ابھی فتح نہ ہوگا۔ چنانچہ آپؐ نے محاصرہ ختم کرنے کا اعلان کردیا، مگر فوج کو یہ بات بھاری معلوم ہوئی، انھوں نے کہا: کیا ہم قلعہ فتح کئے بغیر واپس چلے جائیں؟ آپؐ نے فرمایا: اچھا تو پھر کل لڑلو، چنانچہ دوسرے دن لوگ لڑائی پر گئے، مگر چوٹ کھانے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا، آپؐ نے شام کو فرمایا: ہم ان شاء اللہ کل واپس ہونگے، اس پر لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، اور انھوں نے واپسی کے لئے رختِ سفر باندھنا شروع کردیا۔

۱- ہجڑوں میں بھی عورتوں کی خواہش ہوتی ہے

جیسے بہت بوڑھے آدمی بھی عورتوں کی خواہش رکھتے ہیں، چنانچہ ان سے بھی پردہ واجب ہے، اسی طرح ہجڑوں میں بھی عورتوں کی خواہش ہوتی ہے، یاد ہوگا فتح مکہ کے سفر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہم سفر تھیں، وہ حنین اور طائف میں بھی ساتھ تھیں، وہ فرماتی ہیں: (طائف میں) میرے پاس نبی ﷺ تشریف لائے، میرے پاس ایک ہیجڑا تھا، میں نے اس کو عبداللہ بن ابی امیہؓ سے کہتے ہوئے سنا: (یہ حضرت ام سلمہؓ کے بھائی ہیں) اے عبداللہ! اگر آئندہ کل اللہ تعالیٰ تم پر طائف کھول دیں تو تم غیلان کی لڑکی کو حاصل کرنا، اس لئے کہ وہ چار شکنوں سے سامنے آتی ہے اور آٹھ شکنوں سے پیٹھ پھیرتی

ہے، یعنی موٹی تازی ہے، سامنے آتی ہے تو پیٹ پر چار شکن پڑتے ہیں، اور واپس جاتی ہے تو دونوں پہلوؤں میں چار چار شکن نظر آتے ہیں، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہرگز نہ آنے پائیں یہ ہیجڑے تمہارے پاس!'' عبدالملک بن جریج کہتے ہیں: اس ہیجڑے کا نام ہیت تھا۔

اور دوسری سند سے اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ یہ واقعہ اس زمانہ کا ہے جب نبی ﷺ طائف کا محاصرہ کئے ہوئے تھے (یہی حدیث کی باب سے مناسبت ہے)

تشریح: نبی ﷺ نے ہیت کو حمی کی طرف جلاوطن کیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب وہ بوڑھا اور کمزور ہوگیا اور غریب تھا تو حضرت عمرؓ نے اس کو ہر جمعہ مدینہ میں آنے کی اجازت دیدی کہ لوگوں سے تعاون مانگ کر اپنی جگہ چلا جائے اور سورۃ النور آیت ۳۱ میں ایسے مردوں کے حق میں جن کی عورتوں کی طرف ذرا توجہ نہیں ﴿أَوِ التَّابِعِيْنَ غَيْرِ أُولِي الإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ﴾: پردہ کے احکام میں تخفیف آئی ہے، مگر جب نبی ﷺ نے ہیت کی یہ بات سنی تو معلوم ہوا کہ ہیجڑوں میں بھی عورتوں کی خواہش ہوتی ہے، وہ دوسروں کو ورغلا سکتا ہے، اس لئے اس سے پردہ کا حکم دیا۔

[۵۷-] بَابُ غَزْوَةِ الطَّائِفِ

فِيْ شَوَّالٍ سَنَةَ ثَمَانٍ، قَالَهُ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ.

[٤٣٢٤-] حدثنا الْحُمَيْدِيُّ، سَمِعَ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّهَا أُمِّ سَلَمَةَ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَعِنْدِيْ مُخَنَّثٌ، فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ أُمَيَّةَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ إِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الطَّائِفَ غَدًا فَعَلَيْكَ بِابْنَةِ غَيْلاَنَ، فَإِنَّهَا تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ، وَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: '' لاَ يَدْخُلَنَّ هٰؤُلاَءِ عَلَيْكُنَّ''

قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: الْمُخَنَّثُ: هِيْتٌ.

حدثنا مَحْمُوْدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا، وَزَادَ: وَهُوَ مُحَاصِرٌ الطَّائِفَ يَوْمَئِذٍ.

[انظر: ٥٢٣٥، ٥٨٨٧]

۲-طائف کا محاصرہ لاحاصل رہا

مالک بن عوف نصری سپہ سالار ہوازن مع اپنی فوج کے نبی ﷺ کے پہنچنے سے پہلے طائف کے قلعہ میں داخل ہوکر دروازہ بند کرچکا تھا، اور سال بھر کا غلہ اور خورد ونوش کا سامان قلعہ میں مہیا کرلیا تھا، نبی ﷺ نے طائف پہنچ کر ان کا محاصرہ کیا اور منجنیق کے ذریعہ ان پر پتھر برسائے، انھوں نے قلعہ کی فصیل سے تیر اندازی کی جس سے بہت سے مسلمان زخمی ہوئے اور بارہ آدمی شہید ہوئے، ان کو دست بدست مقابلہ کی دعوت دی گئی، مگر انھوں نے جواب دیا: ہمیں اترنے کی

ضرورت نہیں، سال بھر کا غلہ ہمارے پاس موجود ہے، جب غلہ ختم ہوجائے گا تو تلواریں لے کر اتریں گے، مسلمانوں نے ان کے انگور کے باغات کاٹنے شروع کئے، انھوں نے اللہ کا اور قرابتوں کا واسطہ دیا، چنانچہ باغات کی کٹائی بند کردی گئی، پھر نبی ﷺ نے خواب دیکھا اور نوفل سے مشورہ کیا اور حکم دیا کہ محاصرہ اٹھالیا جائے، لوگوں کو یہ اعلان پسند نہیں آیا، ایک دن اور جنگ لڑی، مگر نقصان کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! ان کے حق میں بددعا کیجئے، آپؐ نے کوچ کا حکم دیا اور چلتے وقت یہ دعا کی: اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے اور ان کو میرے پاس لے آ، چنانچہ محاصرہ اٹھالئے جانے کے بعد قلعہ خود بخود فتح ہوگیا، سب مسلمان ہوگئے اور مالک بن عوف نصریؓ خود نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوا۔

[٤٣٢٥-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ الشَّاعِرِ الأَعْمَى، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: لَمَّا حَاصَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الطَّائِفَ فَلَمْ يَنَلْ مِنْهُمْ شَيْئًا، قَالَ:" إِنَّا قَافِلُوْنَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ" فَثَقُلَ عَلَيْهِمْ، وَقَالُوْا: نَذْهَبُ وَلاَ نَفْتَحُهُ؟ وَقَالَ مَرَّةً:" نَقْفُلُ" فَقَالَ: "اغْدُوْا عَلَى الْقِتَالِ" فَغَدَوْا فَأَصَابَهُمْ جِرَاحٌ فَقَالَ:" إِنَّا قَافِلُوْنَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ" فَأَعْجَبَهُمْ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم. وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً: فَتَبَسَّمَ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كُلَّهُ بِالْخَبَرِ.

[انظر: ٦٠٨٦، ٧٤٨٠]

ترجمہ: ابن عمرؓ (اور دوسرے نسخہ میں ابن عمرو بن العاص ہے) کہتے ہیں: جب نبی ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا تو ان سے کوئی چیز حاصل نہیں ہوئی، یعنی محاصرہ لا حاصل رہا، آپؐ نے فرمایا: "بیشک ہم لوٹنے والے ہیں، اگر اللہ نے چاہا" پس بھاری گذرا یہ اعلان لوگوں پر اور انھوں نے کہا: جائیں گے ہم اور نہیں فتح کیا ہم نے اس کو؟ پس آپؐ نے فرمایا: اگلے دن لڑلو، چنانچہ وہ لڑے، پس ان کو زخم پہنچے، پس نبی ﷺ نے فرمایا: "ہم آئندہ کل لوٹنے والے ہیں اگر اللہ نے چاہا" پس یہ اعلان لوگوں کو پسند آیا اور نبی ﷺ مسکرائے۔

ملحوظہ: نَفْتَحُه اور نَقْفُلُ کا ایک مطلب ہے.......... ضَحِكَ اور تَبَسَّم کے ایک معنی ہیں، ابن عیینہؒ نے کبھی پہلا لفظ استعمال کیا، کبھی دوسرا.......... یہ حدیث علی بن المدینیؒ: سفیان بن عیینہؒ سے بصیغۂ تحدیث روایت کرتے ہیں اور حمیدی پوری حدیث بصیغۂ اخبار روایت کرتے ہیں، پہلے تحدیث واخبار میں فرق کیا جاتا تھا، استاذ نے حدیث پڑھی ہو تو تحدیث اور شاگرد نے پڑھی ہو تو اخبار کہتے تھے، بعد میں یہ فرق ختم ہوگیا۔

۳- طائف کے محاصرہ کے دوران ۲۳ غلام قلعہ سے اتر آئے

نبی ﷺ نے قلعہ کی دیوار کے قریب آواز لگوائی تھی کہ جو غلام قلعہ سے اتر آئے گا وہ آزاد ہے، چنانچہ محاصرہ کے

دوران ۲۳ غلام قلعہ سے اتر آئے، ان میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، بَکْرۃ کے معنی ہیں: چرخی، پھرکی، انھوں نے قلعہ پر چڑھ کر چرخی کے ذریعہ دوسرے غلاموں کو یکے بعد دیگرے اتار دیا، پھر خود اتر آئے، اس لئے ان کی کنیت ابوبکرۃ پڑھی، ان کا اصل نام نُفیع بن الحارث ہے۔

[٤٣٢٦و٤٣٢٧-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَاصِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدًا – وَهُوَ أَوَّلُ مَنْ رَمَى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ– وَأَبَا بَكْرَةَ – وَكَانَ تَسَوَّرَ حِصْنَ الطَّائِفِ فِيْ أُنَاسٍ، فَجَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم – فَقَالاَ: سَمِعْنَا النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ"

وَقَالَ هِشَامٌ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ أَوْ أَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدًا وَأَبَا بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.

قَالَ عَاصِمٌ: قُلْتُ: لَقَدْ شَهِدَ عِنْدَكَ رَجُلاَنِ حَسْبُكَ بِهِمَا، قَالَ: أَجَلْ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَأَوَّلُ مَنْ رَمَى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَأَمَّا الآخَرُ فَنَزَلَ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ثَالِثَ ثَلاَثَةٍ وَعِشْرِيْنَ مِنَ الطَّائِفِ. [انظر: ٦٧٦٦، ٦٧٦٧]

ترجمہ: عاصم بن سلیمان کہتے ہیں: میں نے ابوعثمان نہدی سے سنا: انھوں نے کہا: میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سنا — اور وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اللہ کے راستہ میں تیر چلایا تھا — اور ابوبکرہؓ سے سنا — اور وہ طائف کا قلعہ پھاند کر آئے چند لوگوں کے ساتھ، پس وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آگئے — دونوں (سعد بن ابی وقاص اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہما) نے کہا: ہم نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کی طرف خود کو منسوب کرے درانحالیکہ وہ جانتا ہو (کہ منسوب الیہ اس کا باپ نہیں ہے) تو جنت اس پر حرام ہے"

حدیث (۲): عاصم بن سلیمان: ابوالعالیہ سے روایت کرتے ہیں یا ابوعثمان نہدی سے (دونوں میں سے ایک نے) کہا: میں نے حضرت سعد اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہما سے سنا نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے (پھر اوپر کی حدیث بیان کی) عاصم کہتے ہیں: میں نے (ابوالعالیہ یا ابوعثمان سے) کہا: البتہ واقعہ یہ ہے کہ گواہی دی یعنی قطعیت کے ساتھ بیان کیا، آپ کے سامنے دو شخصوں نے یعنی حضرات سعدؓ وابوبکرہؓ نے کہ وہ دونوں آپؐ کے لئے کافی ہیں، یعنی اب کسی اور سے حدیث سننے کی ضرورت نہیں، انھوں نے کہا: ہاں، رہا ان میں سے ایک تو وہ پہلا شخص ہے جس نے اللہ کے راستہ میں تیر چلایا یعنی حضرت سعدؓ اور رہا دوسرا شخص یعنی حضرت ابوبکرہؓ نبی ﷺ کی طرف اتر آئے ہیں طائف کے قلعہ سے درانحالیکہ وہ تیئیسویں تھے۔

[٤٣٢٨-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِىْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِىْ مُوْسَى، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ نَازِلٌ بِالْجِعْرَانَةِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَأَتَى النَّبِىَّ صلى الله عليه وسلم أَعْرَابِىٌّ، فَقَالَ: أَلَا تُنْجِزُ لِىْ مَا وَعَدْتَنِىْ، فَقَالَ لَهُ: "أَبْشِرْ" فَقَالَ: قَدْ أَكْثَرْتَ عَلَىَّ مِنْ "أَبْشِرْ" فَأَقْبَلَ عَلٰى أَبِىْ مُوْسَى وَبِلَالٍ كَهَيْئَةِ الْغَضْبَانِ، فَقَالَ: "رَدَّ الْبُشْرَى فَاقْبَلَا أَنْتُمَا" قَالَا: قَبِلْنَا، ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ فِيْهِ مَاءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيْهِ وَمَجَّ فِيْهِ، ثُمَّ قَالَ: "اشْرَبَا مِنْهُ، وَأَفْرِغَا عَلٰى وُجُوْهِكُمَا وَنُحُوْرِكُمَا وَأَبْشِرَا" فَأَخَذَا الْقَدَحَ فَفَعَلَا فَنَادَتْ أُمُّ سَلَمَةَ مِنْ وَرَاءِ السِّتْرِ أَنْ أَفْضِلَا لِأُمِّكُمَا، فَأَفْضَلَا لَهَا مِنْهُ طَائِفَةً. [راجع: ١٨٨]

۴-غزوہ طائف کے بعد جعرانہ میں ایک واقعہ پیش آیا

نبی ﷺ جعرانہ میں ٹھہرے ہوئے تھے، وہیں حنین کی غنیمتیں آپؐ نے تقسیم فرمائی تھیں، جب مال تقسیم ہوگیا اور کچھ نہ بچا تو ایک بدو آیا اور اس نے کہا: مالِ غنیمت میں میرا جو حصہ ہے وہ مجھے دیجئے، آپؐ نے فرمایا: ''خوش خبری سن لے''، یعنی دینے کے لئے مادی نعمت نہیں، روحانی نعمت قبول کر، وہ نہیں سمجھا، اس نے کہا: آپؐ خوش خبریاں بہت سناتے ہیں کچھ مال بھی تو دیں، اس جواب سے آپؐ کو ناگواری ہوئی، آپؐ غصہ کی حالت میں حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے (وہ خاص وقت تھا) آپؐ نے ان دونوں سے فرمایا: ''یہ بندہ تو خوشخبری قبول نہیں کرتا تم دونوں قبول کرلو'' دونوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم قبول کرتے ہیں، پھر آپؐ نے پانی منگوایا اور اس میں ہاتھ اور چہرہ دھویا پھر اس میں کلی کی اور ان دونوں سے فرمایا: اس میں سے کچھ پی لو اور باقی سر اور سینوں پر ڈال لو، چنانچہ دونوں نے اس میں سے کچھ پیا اور باقی سروں اور چہروں پر ڈالنے لگے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا پردہ کے پیچھے سے سارا منظر دیکھ رہی تھیں، انھوں نے پکار کر کہا: سارا نہ پی جانا اپنی امی کے لئے بھی کچھ بچانا، چنانچہ انھوں نے کچھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے لئے بھی بچایا۔

وضاحت: جِعْرَانَة: (جیم کا زیر، عین ساکن) اور جِعِرَّانَة: (عین مکسور اور راء مشدد) دونوں طرح درست ہے، یہ مکہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ ہے، حرم سے خارج ہے، لوگ وہاں سے عمرہ کرتے ہیں، اور حدیث میں جو ہے کہ یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان جگہ ہے: صحیح نہیں، یہ راوی کا وہم ہے.........اور میں نے عنوان میں جو کہا ہے: ''غزوہ طائف کے بعد'' یہ حدیث کی باب سے مطابقت کی طرف اشارہ ہے، یہ بات حاشیہ میں ہے......... أَنْجَزَ إِنْجَازًا: وعدہ پورا کرنا......... أَفْضَلَ إِفْضَالاً: بچانا،......... طَائِفَة: تھوڑا سا۔

۵-غزوۂ طائف کے بعد جعرانہ میں یعلیٰؓ نے نزولِ وحی کی حالت دیکھی

جعرانہ میں نبی ﷺ نے حنین کی غنیمت تقسیم فرمائی ہے، وہاں آپؐ کا کئی دن قیام رہا ہے، صحابہ وہاں سے احرام باندھ

کرمکہ جاتے تھے، اورعمرہ کرتے تھے، وہاں یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک بدو نے عمرہ کا احرام باندھا، جبہ پہن رکھا تھا، جبہ پر اور بدن پرخلوق لگا رکھا تھا، کسی نے اس کو مسئلہ بتلایا کہ احرام میں جبہ پہننا اور خوشبو لگانا جائز نہیں، مگر جو غلطی ہوگئی اس کا کیا؟ اس نے نبی ﷺ سے مسئلہ پوچھا: آپؐ خاموش رہے، پھر آپؐ پر وحی کے آثار ظاہر ہوئے، جب آپؐ پر وحی آتی تو جو بھی موجود ہوتا وہ آپؐ کو کپڑا اوڑھا دیتا —— ایک صحابی حضرت یعلی رضی اللہ عنہ ہیں، انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ رکھا تھا کہ جب نبی ﷺ پر وحی آئے تو مجھے دکھانا، چنانچہ جب وحی کے آثار شروع ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت یعلیؓ کو لائے، ان کا سر کپڑے کے نیچے گھسایا اور کہا: دیکھ وحی اس طرح آتی ہے، حضرت یعلیؓ نے دیکھا کہ نبی ﷺ کا چہرہ سرخ ہورہا ہے اور آپؐ خراٹے لے رہے ہیں، پھر جب وحی پوری ہوئی تو آپؐ نے پوچھا: وہ شخص کہاں ہے جس نے عمرہ کے بارے میں پوچھا تھا؟ وہ شخص لایا گیا آپؐ نے فرمایا: جو خوشبو تیرے بدن پر ہے اسے تین مرتبہ دھو ڈال اور جبہ نکال دے اور عمرہ میں اسی طرح کر جس طرح اپنے حج میں کرتا ہے۔

[٤٣٢٩-] حدثنا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ، أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ أَخْبَرَهُ، أَنَّ يَعْلَى كَانَ يَقُوْلُ: لَيْتَنِيْ أَرَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حِيْنَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ، قَالَ: فَبَيْنَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِالْجِعْرَانَةِ، وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ قَدْ أُظِلَّ بِهِ، مَعَهُ فِيْهِ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، إِذْ جَاءَ هُ أَعْرَابِيٌّ عَلَيْهِ جُبَّةٌ مُتَضَمِّخٌ بِطِيْبٍ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ تَرَى فِيْ رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ فِيْ جُبَّةٍ بَعْدَمَا تَضَمَّخَ بِالطِّيْبِ؟ فَأَشَارَ عُمَرُ إِلَى يَعْلَى بِيَدِهِ أَنْ تَعَالَ، فَجَاءَ يَعْلَى فَأَدْخَلَ رَأْسَهُ فَإِذَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مُحْمَرُّ الْوَجْهِ يَغِطُّ كَذٰلِكَ سَاعَةً، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ، فَقَالَ: "أَيْنَ الَّذِيْ يَسْأَلُنِيْ عَنِ الْعُمْرَةِ آنِفًا" فَالْتُمِسَ الرَّجُلُ فَأُتِيَ بِهِ، فَقَالَ: "أَمَّا الطِّيْبُ الَّذِيْ بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَأَمَّا الْجُبَّةُ فَانْزِعْهَا، ثُمَّ اصْنَعْ فِيْ عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِيْ حَجِّكَ"[راجع: ١٥٣٦]

ترجمہ: صفوان بن یعلی کہتے ہیں: یعلیؓ کہا کرتے تھے: کاش میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا جب آپؐ پر وحی اتاری جاتی، صفوان کہتے ہیں: دریں اثناء کہ نبی ﷺ جعرانہ میں تھے، اور آپؐ پر ایک کپڑا تھا جو آپؐ کو اوڑھا دیا گیا تھا، آپؐ کے ساتھ جعرانہ میں آپؐ کے صحابہ میں سے کچھ لوگ تھے، اچانک ایک بدو آیا جس نے خوشبو لتھڑا ہوا جبہ پہن رکھا تھا، اس نے مسئلہ پوچھا: کیا دیکھتے ہیں آپؐ اس شخص کے بارے میں جس نے عمرہ کا احرام باندھا جبہ پہن کر اس کو خوشبو میں لتھیڑنے کے بعد، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یعلیؓ کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ آجا، پس یعلیؓ آئے، حضرت عمرؓ نے ان کا سر داخل کیا، پس اچانک نبی ﷺ کا چہرہ سرخ ہورہا تھا، خراٹے لے رہے تھے، آپ اسی طرح تھوڑی دیر، پھر یہ کیفیت آپؐ سے کھول دی گئی، آپؐ نے فرمایا: کہاں ہے وہ شخص جو مجھ سے ابھی عمرہ کے بارے میں پوچھ رہا تھا، پس وہ ڈھونڈھا گیا اور

اس کولایا گیا، آپؐ نے فرمایا: رہی وہ خوشبو جو تو نے اپنے بدن پر لگا رکھی ہے اس کو تین مرتبہ ڈھوڈال، اور رہا جبہ تو اس کو نکال دے، پھر کر اپنے عمرہ میں جس طرح کرتا ہے اپنے حج میں۔

لغت: تَضَمَّخَ الثوبُ بِالطیب: خوشبو سے لتھڑنا، لت پت ہونا، بہت خوشبو لگانا، مجرد: ضَمَخَ (ن) جَسَدَهُ ضَمْخًا: کے بھی یہی معنی ہیں، باب تفعیل میں مبالغہ کے معنی ہیں۔

۶- حنین کی غنیمت میں سے مؤلفۃ القلوب کو دینا اور انصار کو چھوڑنا

(انصار کا شکوہ اور ان کی دل داری)

نبی ﷺ طائف کا محاصرہ ختم کر کے جعرانہ تشریف لائے، یہاں کئی دن مالِ غنیمت تقسیم کئے بغیر ٹھہرے رہے، تاخیر کا مقصد یہ تھا کہ ہوازن کا وفد تائب ہو کر آجائے تو اس نے جو کچھ کھویا ہے سب لے جائے، لیکن کوئی نہیں آیا تو آپؐ نے مال کی تقسیم شروع کر دی، اور مؤلفۃ القلوب کو بہت زیادہ دیا، مؤلفۃ القلوب وہ لوگ تھے جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، ان کا دل جوڑنے کے لئے ان کو خوب دیا کہ وہ اسلام پر مضبوطی سے جم جائیں، حاشیہ میں تقریباً چالیس آدمیوں کے نام لکھے ہیں، جن کو سوسو، دوسودوسو، اور تین سوتین سو اونٹ دیئے، پھر باقی غنیمت فوج پر تقسیم کی، ایک ایک فوجی کے حصہ میں چار چار اونٹ اور چالیس چالیس بکریاں آئیں، اور گھوڑ سواروں کے حصہ میں دوگنا یا تگنا آیا، اس موقع پر انصار کی زبانوں پر حرفِ شکایت آیا کہ مشکل کے وقت ہمیں پکارا جاتا ہے، ہم ہی اڑ کر پہنچتے ہیں، حنین میں بھی ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ مل کر اس طرح جنگ لڑی کہ شکست فتح سے بدل گئی، لیکن اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ نئے مسلمانوں کو دیا جارہا ہے اور ہم محروم و تہی دست ہیں۔

جب آپؐ کو انصار کی یہ باتیں پہنچیں تو آپؐ نے حکم دیا کہ انصار کو ایک چھولداری میں جمع کیا جائے، جب سب جمع ہو گئے تو آپؐ ان کے پاس تشریف لے گئے، اللہ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا: انصار کے لوگو! یہ کیا چہ می گوئیاں ہیں، جو میرے علم میں آرہی ہیں، اور یہ کیسی ناراضگی ہے جو تم اپنے دلوں میں پا رہے ہو؟ کیا ایسا نہیں کہ میں تمہارے پاس اس حالت میں آیا کہ تم گمراہ تھے، اللہ نے تمہیں میرے ذریعہ ہدایت دی؟ تم محتاج تھے اللہ نے تمہیں غنی بنادیا؟ تم باہم دشمن تھے اللہ نے تمہارے دل جوڑ دیئے؟ لوگوں نے جواب دیا: کیوں نہیں، اللہ اور اس کے رسول کا بڑا انعام وکرم ہے!

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: انصار کے لوگو! تم مجھے وہ جواب کیوں نہیں دیتے جو تم دے سکتے ہو، خدا کی قسم! اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو اور سچ ہی کہو گے اور تمہاری بات سچ ہی مانی جائے گی کہ آپؐ ہمارے پاس اس حالت میں آئے کہ آپؐ کو جھٹلایا گیا، ہم نے آپؐ کی تصدیق کی، آپؐ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا، ہم نے آپؐ کی مدد کی، آپؐ کو دھتکار دیا گیا، ہم نے آپؐ کو ٹھکانہ دیا، آپؐ محتاج تھے ہم نے آپؐ کی غم خواری وغم گساری کی۔

اے انصار کے لوگو! تم دنیا کی معمولی چیز کی وجہ سے ناراض ہوگئے جس کے ذریعہ میں نے لوگوں کا دل جوڑا کہ وہ مسلمان ہوجائیں، اور تم کو تمہارے اسلام کے حوالہ کردیا، اے انصار کے لوگو! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم اللہ کے رسول کو لے کر جاؤ؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا، اگر سب لوگ کسی راہ چلیں اور انصار دوسری راہ چلیں، تو میں انصار کی راہ چلوں گا، اے اللہ! انصار پر رحم فرما اور انصار کے بیٹوں پر اور انصار کے بیٹوں کے بیٹوں پر!

نبی ﷺ کا یہ خطاب سن کر انصار اس قدر روئے کہ ڈاڑھیاں تر ہوگئیں، اور کہنے لگے: ہم اس پر راضی ہیں کہ ہمارے حصہ میں رسول اللہ ﷺ آئیں!

[٤٣٣٠-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ، قَالَ: لَمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ حُنَيْنٍ، قَسَمَ فِي النَّاسِ فِيْ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ، وَلَمْ يُعْطِ الأَنْصَارَ شَيْئًا، فَكَأَنَّهُمْ وَجَدُوْا إِذْ لَمْ يُصِبْهُمْ مَا أَصَابَ النَّاسَ، فَخَطَبَهُمْ، فَقَالَ: "يَامَعْشَرَ الأَنْصَارِ! أَلَمْ أَجِدْكُمْ ضُلَّالاً فَهَدَاكُمُ اللّٰهُ بِيْ؟ وَكُنْتُمْ مُتَفَرِّقِيْنَ فَأَلَّفَكُمُ اللّٰهُ بِيْ؟ وَكُنْتُمْ عَالَةً فَأَغْنَاكُمُ اللّٰهُ بِيْ؟" كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوْا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَمَنُّ، قَالَ: "مَا يَمْنَعُكُمْ أَنْ تُجِيْبُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟" قَالَ: "لَوْ شِئْتُمْ قُلْتُمْ جِئْتَنَا كَذَا وَكَذَا، أَتَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيْرِ وَتَذْهَبُوْنَ بِالنَّبِيِّ إِلٰى رِحَالِكُمْ؟ لَوْلاَ الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الأَنْصَارِ، وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَشِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الأَنْصَارِ وَشِعْبَهَا، الأَنْصَارُ شِعَارٌ وَالنَّاسُ دِثَارٌ، إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ أَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ عَلَى الْحَوْضِ" [انظر: ٧٢٤٥]

ترجمہ: عبداللہ بن زید بن عاصم کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے لوٹایا (عنایت فرمایا) اپنے رسول ﷺ پر غزوۂ حنین میں تو آپؐ نے لوگوں میں بانٹا، ان لوگوں کو دیا جن کے دلوں کو اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ جوڑنا مقصود تھا، اور انصار کو کچھ نہیں دیا، پس گویا وہ ناراض ہوئے جب نہیں پہنچا ان کو جو پہنچا لوگوں کو، پس آپؐ نے ان سے خطاب فرمایا اور کہا: اے انصار کے لوگو! کیا نہیں پایا میں نے تم کو گمراہ پس ہدایت دی تم کو اللہ نے میرے ذریعہ؟ اور تھے تم بکھرے ہوئے پس جوڑ دیا تم کو اللہ نے میرے ذریعہ؟ اور تھے تم تہی دست، پس بے نیاز کردیا تم کو اللہ نے میرے ذریعہ؟ جب جب آپؐ کوئی بات فرماتے انصار جواب دیتے: اللہ اور اس کے رسول کا بڑا احسان ہے آپؐ نے فرمایا: کیا چیز روکتی ہے تم کو اس بات سے کہ تم اللہ کے رسول کو جواب دو؟ آپؐ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ آئے آپؐ ہمارے پاس ایسے اور ایسے، کیا خوش (نہیں) ہو تم کہ لے جائیں لوگ بکریاں اور اونٹ، اور لے جاؤ تم نبی ﷺ کو اپنے ڈیروں کی طرف، اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا

ایک فرد ہوتا، اور اگر لوگ چلیں کسی میدان میں اور کسی گھاٹی میں تو میں چلوں گا انصار کے میدان میں اور ان کی گھاٹی میں، انصار جسم سے لگا ہوا کپڑا ہیں اور لوگ اوپری کپڑا ہیں، بیشک عنقریب ملاقات کروگے تم میرے بعد ترجیح سے پس صبر کرنا، یہاں تک کہ مل جاؤ مجھ سے حوضِ کوثر پر۔

تشریح: ہمارے نسخہ میں کَأَنَّهُمْ وَجَدُوْا: مکرر جملہ تھا اس کی کوئی خاص افادیت نہیں تھی اس لئے میں نے اس کو حذف کیا ہے، مصری نسخہ میں یہ مکرر جملہ نہیں ہے............اسی طرح كلما قال شيئا قالوا: الله ورسوله أَمَنُّ: بھی مکرر تھا، اس کی بھی کوئی افادیت سمجھ میں نہیں آئی اس لئے اس کو بھی حذف کیا ہے............اور لو شئتم قلتم: جِئْتَنَا كذا و كذا: یہ مختصر جملہ ہے، اس کی تفسیر اگلی روایتوں میں ہے............شِعَار: وہ کپڑا جو بدن سے لگا رہتا ہے اور دِثَار: وہ کپڑا جو سب سے اوپر پہنا جاتا ہے اور یہ تشبیہ بلیغ ہے............اور آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ میں نے مؤلفۃ القلوب کو دیا، اور تمہیں نہیں دیا، یہ ترجیح نہیں ایک مصلحت سے میں نے ایسا کیا ہے، ترجیح کا عمل میرے بعد شروع ہوگا، اس وقت صبر کرنا۔

[٤٣٣١-] حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ نَاسٌ مِنَ الْأَنْصَارِ حِيْنَ أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ صلى الله عليه وسلم مَا أَفَاءَ مِنْ أَمْوَالِ هَوَازِنَ، فَطَفِقَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يُعْطِيْ رِجَالاً الْمِائَةَ مِنَ الإِبِلِ، فَقَالُوْا: يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ! يُعْطِيْ قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ؟ قَالَ أَنَسٌ: فَحُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِمَقَالَتِهِمْ، فَأَرْسَلَ إِلَى الْأَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِيْ قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ، وَلَمْ يَدْعُ مَعَهُمْ غَيْرَهُمْ، فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا قَامَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ:" مَا حَدِيْثٌ بَلَغَنِيْ عَنْكُمْ؟" فَقَالَ فُقَهَاءُ الْأَنْصَارِ: أَمَّا رُؤَسَاؤُنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَمْ يَقُوْلُوْا شَيْئًا، وَأَمَّا نَاسٌ مِنَّا حَدِيْثَةٌ أَسْنَانُهُمْ فَقَالُوْا: يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، يُعْطِيْ قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" فَإِنِّيْ أُعْطِي رِجَالاً حَدِيْثِيْ عَهْدٍ بِكُفْرٍ أَتَأَلَّفُهُمْ، أَمَّا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالْأَمْوَالِ وَتَذْهَبُوْنَ بِالنَّبِيِّ إِلٰى رِحَالِكُمْ؟ فَوَ اللّٰهِ لَمَا تَنْقَلِبُوْنَ بِهِ خَيْرٌ مِمَّا يَنْقَلِبُوْنَ بِهِ" قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَدْ رَضِيْنَا. فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم :" سَتَجِدُوْنَ أَثَرَةً شَدِيْدَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَإِنِّي عَلَى الْحَوْضِ" قَالَ أَنَسٌ: فَلَمْ يَصْبِرُوْا.[راجع: ٣١٤٦]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: انصار میں سے کچھ نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے لوٹایا اپنے رسول پر جو لوٹایا ہوازن کے اموال میں سے، پس نبی ﷺ دینے لگے کچھ مردوں کو اونٹوں میں سے سوسو، پس انصار نے کہا: اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو بخشیں! وہ قریش کو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں، حالانکہ ہماری تلواریں ان کے خون سے ٹپک

رہی ہیں، حضرت انسؓ نے کہا: پس رسول اللہ ﷺ کو انصار کی بات پہنچائی گئی، آپؐ نے انصار کے پاس آدمی بھیجا اور ان کو چمڑے کے ایک خیمہ میں جمع کیا اور نہیں بلایا ان کے ساتھ ان کے علاوہ کو، یعنی اس خیمہ میں غیر انصار کو آنے کی اجازت نہیں تھی، پس جب اکٹھا ہو گئے وہ تو نبی ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا: وہ باتیں کیا ہیں جو مجھے تمہاری طرف سے پہنچ رہی ہیں؟ انصار کے سمجھ دار لوگوں نے کہا: رہے ہمارے بڑے اے اللہ کے رسول! تو انھوں نے کوئی بات نہیں کہی، اور رہے ہم میں سے کچھ لوگ جو نوعمر ہیں انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو بخشیں! قریش کو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں، درانحالیکہ ہماری تلواریں ان کے خون سے ٹپک رہی ہیں، پس نبی ﷺ نے فرمایا: میں دیتا ہوں ایسے لوگوں کو جن کا زمانہ کفر سے قریب ہے، جوڑتا ہوں میں ان کو، کیا نہیں راضی ہو تم کہ جائیں لوگ مالوں کے ساتھ اور جاؤ تم نبی ﷺ کے ساتھ تمہارے ڈیروں کی طرف، پس بخدا! البتہ وہ چیز جس کے ساتھ تم پلٹو گے بہتر ہے ان چیزوں سے جس کے ساتھ وہ پلٹیں گے، انصار نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم راضی ہیں، پس ان سے نبی ﷺ نے فرمایا: عنقریب پاؤ گے تم سخت ترجیح، پس صبر کرنا، یہاں تک کہ اللہ اور اس کے رسول سے ملاقات کرو، پس بیشک میں حوضِ کوثر پر ہونگا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پس انصار نے صبر نہیں کیا۔

[٤٣٣٢-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم غَنَائِمَ بَيْنَ قُرَيْشٍ فَغَضِبَتِ الْأَنْصَارُ، قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "أَمَّا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَذْهَبُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ؟" قَالُوْا: بَلٰى، قَالَ: "لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا أَوْ: شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ أَوْ: شِعْبَهُمْ"[راجع: ٣١٤٦]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب فتح مکہ کا دن تھا تو نبی ﷺ نے غنیمتیں قریش کے درمیان تقسیم کیں، پس انصار غصہ ہوئے، نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم خوش نہیں ہو کہ جائیں لوگ دنیا لے کر اور جاؤ تم اللہ کے رسول کو لے کر، انصار نے کہا: کیوں نہیں، آپؐ نے فرمایا: اگر لوگ چلیں کسی میدان میں یا فرمایا: کسی گھاٹی میں تو میں چلوں گا انصار کے میدان میں یا فرمایا انصار کی گھاٹی میں۔

[٤٣٣٣-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَزْهَرُ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، قَالَ: أَنْبَأَنَا هِشَامُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ الْتَقَى هَوَازِنَ، وَمَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم عَشَرَةُ آلَافٍ وَالطُّلَقَاءُ فَأَدْبَرُوْا، قَالَ: "يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ" قَالُوْا: لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ، لَبَّيْكَ وَنَحْنُ بَيْنَ يَدَيْكَ! فَنَزَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: "أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ" فَانْهَزَمَ الْمُشْرِكُوْنَ، فَأَعْطَى الطُّلَقَاءَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ شَيْئًا، فَقَالُوْا فَدَعَاهُمْ فَأَدْخَلَهُمْ فِيْ قُبَّةٍ، فَقَالَ: "أَمَا تَرْضَوْنَ

أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيْرِ وَتَذْهَبُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ؟" فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا لَاخْتَرْتُ شِعْبَ الْأَنْصَارِ" [راجع: ٣١٤٦]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب غزوۂ حنین کا موقع آیا تو نبی ﷺ ہوازن کے ساتھ بھڑے اور نبی ﷺ کے ساتھ دس ہزار کا لشکر تھا، اور آزاد کردہ لوگ تھے، پس لوگوں نے پیٹھ پھیری، نبی ﷺ نے فرمایا: اے انصار کے لوگو! انھوں نے کہا: ہم حاضر ہیں اے اللہ کے رسول! اور یہ حاضری ہمارے لئے سعادت ہے، بار بار حاضر ہیں ہم اور ہم آپؐ کی خدمت میں ہیں، پس نبی ﷺ سواری سے اترے اور فرمایا: میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، پس مشرکین نے شکست کھائی، پھر نبی ﷺ نے آزاد کردہ لوگوں کو اور مہاجرین کو دیا، اور انصار کو کچھ نہیں دیا، انھوں نے کہا (ان کا مقولہ ذکر نہیں کیا) پس نبی ﷺ نے ان کو بلایا اور ان کو ایک خیمہ میں داخل کیا، پھر فرمایا: کیا خوش نہیں ہو تم کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں اور تم اللہ کے رسول کو لے کر جاؤ؟ پس نبی ﷺ نے فرمایا: اگر لوگ کسی میدان میں چلیں اور انصار کسی گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی گھاٹی کو اختیار کروں گا۔

[٤٣٣٤-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: جَمَعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: "إِنَّ قُرَيْشًا حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَمُصِيْبَةٍ، وَإِنِّيْ أَرَدْتُ أَنْ أُجِيْزَهُمْ وَأَتَأَلَّفَهُمْ، أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَرْجِعَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَرْجِعُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ إِلٰى بُيُوْتِكُمْ؟" قَالُوْا: بَلٰى، قَالَ: "لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ أَوْ: شِعْبَ الْأَنْصَارِ" [راجع: ٣١٤٦]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے انصار کے کچھ لوگوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا: بیشک قریش کا زمانہ جاہلیت کے ساتھ اور مصیبت کے ساتھ قریب ہے یعنی وہ ابھی ابھی مسلمان ہوئے ہیں اور وہ اسلام سے پہلے جنگوں میں نقصان سے دوچار ہوئے ہیں، اور میں چاہتا ہوں کہ ان کو انعام دوں اور ان کو اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ جوڑوں، کیا خوش نہیں ہو تم کہ لوگ دنیا لے کر لوٹیں اور تم اللہ کے رسول کو لے کر اپنے گھروں کی طرف لوٹو؟ انصار نے کہا: کیوں نہیں، آپؐ نے فرمایا: اگر لوگ کسی میدان میں چلیں اور انصار کسی گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کے میدان میں چلوں گا، یا فرمایا: انصار کی گھاٹی میں چلوں گا۔

۷- معاندانہ اعتراض اذیت کا سبب ہوتا ہے

انصار نے جو شکوہ کیا تھا جس کا تذکرہ گذشتہ حدیثوں میں آیا ہے، اس سے نبی ﷺ کو کوئی اذیت نہیں پہنچی، کیونکہ وہ شکوہ اخلاص پر مبنی تھا، اس کے برخلاف انصار ہی میں سے ایک منافق مُعتّب بن قُشیر نے بھی یہی اعتراض کیا تھا تو اس سے

نبی ﷺ کو سخت تکلیف پہنچی تھی، آپؐ نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام اس سے زیادہ ستائے گئے، انھوں نے صبر کیا، میں بھی صبر کرتا ہوں۔

[٤٣٣٥-] حدثنا قَبِيْصَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: لَمَّا قَسَمَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قِسْمَةَ حُنَيْنٍ، قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: مَا أَرَادَ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ! فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَأَخْبَرْتُهُ فَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ، ثُمَّ قَالَ: " رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰى مُوْسَى أُوْذِىَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ"[راجع: ٣١٥٠]

[٤٣٣٦-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ آثَرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم نَاسًا، أَعْطَى الْأَقْرَعَ مِائَةً مِنَ الإِبِلِ، وَأَعْطَى عُيَيْنَةَ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَأَعْطَى نَاسًا، فَقَالَ رَجُلٌ: مَا أُرِيْدَ بِهٰذِهِ الْقِسْمَةِ وَجْهُ اللّٰهِ! فَقُلْتُ: لَأُخْبِرَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " رَحِمَ اللّٰهُ مُوْسَى، قَدْ أُوْذِىَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ"[راجع: ٣١٥٠]

حدیث (۱): ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب نبی ﷺ نے حنین کی غنیمت تقسیم کی تو ایک انصاری نے کہا: نبی ﷺ نے اس تقسیم سے اللہ کی خوشنودی کا ارادہ نہیں کیا! پس میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کو یہ بات بتلائی، آپؐ کا چہرہ بدل گیا، اور فرمایا: موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائیں! وہ اس سے زیادہ ستائے گئے، پس انھوں نے صبر کیا۔

حدیث (۲): ابن مسعودؓ کہتے ہیں: جب حنین کا دن تھا تو نبی ﷺ نے کچھ لوگوں کو ترجیح دی، اقرع بن حابس مجاشعیؓ کو سو اونٹ دیئے، عیینہ کو بھی اتنے ہی دیئے، اور دوسرے کچھ لوگوں کو بھی دیا، پس ایک شخص نے کہا: اس تقسیم سے اللہ کی خوشنودی کا ارادہ نہیں کیا گیا! پس ابن مسعودؓ نے کہا: میں ضرور بتلاؤں گا یہ بات نبی ﷺ کو، آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائیں! وہ اس سے زیادہ ستائے گئے، مگر انھوں نے صبر کیا۔

تشریح: یہ موسیٰ علیہ السلام کے کس واقعہ کی طرف اشارہ ہے؟ حاشیہ میں لکھا ہے کہ سورۃ الاحزاب آیت ۶۹ کا جو شانِ نزول ہے وہ واقعہ مراد ہے، موسیٰ علیہ السلام شرمیلے اور پردہ کرنے والے تھے، ان کے ستر کا کوئی حصہ کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا، اس لئے بنی اسرائیل نے کہا: موسیٰ اتنا سخت پردہ اس لئے کرتے ہیں کہ ان کی کھال میں کوئی عیب ہے، یا تو سفید داغ ہے یا اُدرہ کی بیماری ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بری کیا، بایں طور کہ ایک مرتبہ آپ تنہا ایک پتھر پر کپڑے رکھ کر نہا رہے تھے، جب فارغ ہو کر کپڑوں کے پاس آئے تو پتھر کپڑے لے کر چل دیا، موسیٰ علیہ السلام بے خبری میں یہ کہتے ہوئے اس کے پیچھے چلے کہ پتھر میرے کپڑے! پتھر میرے کپڑے! یہاں تک کہ وہ پتھر ایسی جگہ جا کر رکا جہاں کچھ اسرائیلی بیٹھے تھے، موسیٰ

علیہ السلام نے کپڑے لے کر پہن لئے، اوران لوگوں نے دیکھ لیا کہ کوئی عیب نہیں، یہ واقعہ بھی مصداق ہوسکتا ہے اور کوئی دوسرا واقعہ بھی۔

۸- مخلصین کی بات باعث اذیت نہیں ہوتی

مُعَتَّب منافق کا اعتراض تکلیف دہ ثابت ہوا اور انصار کی چہ می گوئیاں تکلیف دہ ثابت نہیں ہوئیں، کیونکہ مُعتّب کا اعتراض مبنی برنفاق تھا، وہ اعتراض برائے اعتراض تھا اور انصار کی باتیں محبتِ نبوی سے ناشی تھیں، جب کسی سے گہرا تعلق ہوتا ہے اور کوئی بات پیش آتی ہے تو شکوہ شکایت ہوتی ہے اور شکوہ کرنے والوں کی دلداری بھی ضروری ہوتی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت لارہے ہیں، اس میں انصار کا شکوہ اور ان کی دلداری کا بیان ہے، معتّب کے اعتراض سے انصار کے شکوہ کا موازنہ کریں اور دیکھیں: تفاوتِ راہ از کجا است تا بہ کجا؟

یہاں حاشیہ میں ایک اعتراض ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے پہلے لانا چاہئے تھا تاکہ حضرت انسؓ کی سب روایتیں ایک ساتھ ہوجاتیں، پھر جواب دیا ہے کہ یہ رواۃ کا تصرف ہے، حالانکہ اس حدیث کا یہیں موقعہ ہے، منافق کے اعتراض اور مخلصین کی باتوں کا فرق ظاہر کرنے کے لئے یہ حدیث لائے ہیں۔

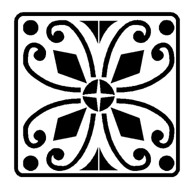
[٤٣٣٧-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ، ثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ أَقْبَلَتْ هَوَازِنُ وَغَطَفَانُ وَغَيْرُهُمْ بِنَعَمِهِمْ وَذَرَارِيِّهِمْ، وَمَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم عَشَرَةَ آلَافٍ [وَ] مِنَ الطُّلَقَاءِ، فَأَدْبَرُوْا عَنْهُ حَتَّى بَقِيَ وَحْدَهُ، فَنَادَى يَوْمَئِذٍ نِدَاءَيْنِ لَمْ يَخْلِطْ بَيْنَهُمَا، الْتَفَتَ عَنْ يَمِيْنِهِ، فَقَالَ:" يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ!" قَالُوْا: لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَبْشِرْ نَحْنُ مَعَكَ، ثُمَّ الْتَفَتَ عَنْ يَسَارِهِ، فَقَالَ:" يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ!" قَالُوْا: لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَبْشِرْ نَحْنُ مَعَكَ، وَهُوَ عَلٰى بَغْلَةٍ بَيْضَاءَ فَنَزَلَ فَقَالَ:" أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ" فَانْهَزَمَ الْمُشْرِكُوْنَ وَأَصَابَ يَوْمَئِذٍ غَنَائِمَ كَثِيْرَةً، فَقَسَمَ فِي الْمُهَاجِرِيْنَ وَالطُّلَقَاءِ وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ شَيْئًا، فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: إِذَا كَانَتْ شَدِيْدَةٌ فَنَحْنُ نُدْعَى، وَيُعْطِى الْغَنِيْمَةَ غَيْرَنَا؟ فَبَلَغَهُ ذٰلِكَ فَجَمَعَهُمْ فِيْ قُبَّةٍ، فَقَالَ: "يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! مَا حَدِيْثٌ بَلَغَنِيْ [عَنْكُمْ؟"] فَسَكَتُوْا، فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! أَلَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا، وَتَذْهَبُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ، تَحُوْزُوْنَهُ إِلٰى بُيُوْتِكُمْ؟" فَقَالُوْا: بَلٰى، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم : " لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا لَأَخَذْتُ شِعْبَ الْأَنْصَارِ" قَالَ هِشَامٌ: قُلْتُ: يَا أَبَا حَمْزَةَ وَأَنْتَ شَاهِدٌ ذَاكَ؟ قَالَ: وَأَيْنَ أَغِيْبُ عَنْهُ؟[راجع: ٣١٤٦]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب غزوۂ حنین ہوا تو ہوازن وغطفان وغیرہ اپنے مویشی اور بال بچوں کو

لے کرآئے، اور نبی ﷺ کے ساتھ دس ہزار (اور) آزاد کردہ لوگ تھے، پس انھوں نے آپؐ سے پیٹھ پھیری، یہاں تک کہ آپؐ تنہا رہ گئے، اس دن آپؐ نے دو آوازیں لگائیں ان کے درمیان ملایا نہیں، یعنی دونوں آوازیں ایک ساتھ نہیں لگائیں، آپؐ دائیں طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے انصار کے لوگو! انھوں نے جواب دیا: ہم حاضر ہیں، اے اللہ کے رسول! خوشخبری سن لیں ہم آپؐ کے ساتھ ہیں، پھر آپؐ بائیں طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے انصار کے لوگو! انھوں نے جواب دیا: ہم حاضر ہیں اے اللہ کے رسول! خوشخبری سن لیں ہم آپؐ کے ساتھ ہیں، اور آپؐ سفید خچر پر سوار تھے، پس اترے اور فرمایا: میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، پس مشرکین نے شکست کھائی اور آپؐ نے اس دن بہت غنیمتیں پائیں، اور مہاجرین میں اور آزاد کردہ لوگوں میں بانٹیں، اور انصار کو کچھ نہیں دیا، چنانچہ انصار نے کہا: جب سختی کا وقت ہوتا ہے تو ہم بلائے جاتے ہیں اور مالِ غنیمت ہمارے علاوہ کو دیا جاتا ہے، آپؐ کو یہ بات پہنچی تو ان کو ایک خیمہ میں جمع کیا اور فرمایا: اے انصار کے لوگو! کیا ہے وہ بات جو مجھے (تمہاری طرف سے) پہنچی ہے؟ پس انصار خاموش رہے، آپؐ نے فرمایا: اے انصار کے لوگو! کیا تم خوش نہیں ہو کہ لوگ دنیا لے کر جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو لے کر جاؤ، سمیٹو تم ان کو اپنے گھروں میں؟ انصار نے کہا: کیوں نہیں، پس نبی ﷺ نے فرمایا: اگر لوگ کسی میدان میں چلیں اور انصار کسی گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی گھاٹی اپناؤں گا، ہشام (پوتے) نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابوحمزہ! کیا آپؓ اس موقع پر حاضر تھے، حضرت انسؓ نے کہا: میں اس سے غائب رہنے والا کہاں تھا؟

تنبیہ: **وَمَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیه وسلم عَشْرَةُ آلَافٍ مِنَ الطُّلَقَاءِ**: یہاں واؤ عاطفہ رہ گیا ہے، حاشیہ میں اس پر تنبیہ ہے اور مصری نسخہ میں واؤ ہے۔

(فتح مکہ اور فتح حنین واوطاس وطائف کا بیان پورا ہوا)



فتح مکہ کے بعد سرایا اور عمّال کی روانگی اور وفود کی آمد

فتح مکہ کے بعد عربوں کے ساتھ کوئی اہم معرکہ پیش نہیں آیا، نبی ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا آخری معرکہ غزوۂ تبوک ہے جو رومیوں کے ساتھ پیش آیا تھا، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ عرب فتح مکہ کے منتظر تھے، جب مکہ فتح ہو گیا تو لوگ دھڑا دھڑ اسلام میں داخل ہونے لگے، البتہ کچھ خودسر قبائل ایسے تھے جن کو سپر اندازی سے انکار واستکبار تھا، ان کو سرنگوں کرنے کے لئے سرایا بھیجنے پڑے، اور اسلامی قلم رو کے نظم ونسق کے لئے عمال (گورنر اور زکوٰتیں وصول کرنے والے) بھیجے گئے، اور قبائل کے وفود لگاتار آنے لگے اور حلقہ بگوشِ اسلام ہونے لگے، نبی ﷺ ان کا استقبال کرتے تھے، ان کو دین سکھاتے تھے اور انعام سے نوازتے تھے، اب اسی سلسلہ کے ابواب ہیں۔

بَابُ السَّرِيَّةِ الَّتِىْ قِبَلَ نَجْدٍ

نجد کی طرف بھیجا ہوا سریہ

آج کل نجد جزیرۃ العرب کے ایک خاص حصہ کا نام ہے، جس میں ریاض واقع ہے، مگر حدیثوں میں 'نجد' مدینہ سے بالائی جانب میں عراق تک کا نام تھا، نبی ﷺ نے ایک سریہ نجد کی طرف روانہ کیا، جس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تھے، وہ جو غنیمت لائے اس میں سے ہر مجاہد کو بارہ بارہ اونٹ ملے اور ایک ایک اونٹ انعام میں ملا، پس ہر شخص تیرہ اونٹوں کے ساتھ فائز المرام ہوا، اس سریہ کا کوئی نام مذکور نہیں۔

[۵۸-] بَابُ السَّرِيَّةِ الَّتِىْ قِبَلَ نَجْدٍ

[۴۳۳۸-] حدثنا أَبُوْ النُّعْمَان، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم سَرِيَّةً قِبَلَ نَجْدٍ فَكُنْتُ فِيْهَا، فَبَلَغَتْ سُهْمَانُنَا اثْنَى عَشَرَ بَعِيْرًا، وَنُفِّلْنَا بَعِيْرًا بَعِيْرًا، فَرَجَعْنَا بِثَلاَثَةَ عَشَرَ بَعِيْرًا. [راجع: ۳۱۳۴]

ترجمہ: ابن عمرؓ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے نجد کی طرف ایک سریہ بھیجا (حاشیہ میں ہے کہ اس سریہ میں پچیس آدمی تھے اور قبیلہ غطفان کی طرف بھیجا گیا تھا، اور وہ دو سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں لایا تھا) اور میں اس سریہ میں تھا پس پہنچے ہمارے حصے بارہ بارہ اونٹوں کو اور انعام دیئے گئے ہم ایک ایک اونٹ (یہ انعام آپؐ نے خمس میں سے دیا تھا) پس لوٹے ہم تیرہ

اونٹوں کے ساتھ۔

بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ إِلٰى بَنِىْ جَذِيْمَةَ

نبی ﷺ نے حضرت خالد بن الولید کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجا

جذیمہ: کنانہ کا بطن ہے، وہ غُمیصاء میں بسا ہوا تھا، جو مکہ کے زیریں حصہ میں یلملم کے علاقہ میں ہے، ان کی طرف نبی ﷺ نے فتح مکہ کے بعد شوال سن ۸ ہجری میں ساڑھے تین سو مہاجرین وانصار کے ساتھ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو غزوۂ حنین سے پہلے بھیجا تھا، یہ سریہ دعوتِ اسلام کے لئے بھیجا گیا تھا، حضرت خالدؓ نے ان کو دعوت دی، وہ جواب میں اچھی طرح أَسلَمْنَا نہیں کہہ سکے انھوں نے صَبَأْنَا صَبَأْنَا کہا، یعنی ہم ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہوگئے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کی بات نہیں سمجھ سکے، چنانچہ ان کو قتل کرنا اور قید کرنا شروع کیا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جو اس سریہ میں تھے کہتے ہیں: حضرت خالدؓ نے ہم میں سے ہر شخص کو اس کا قیدی دیدیا (تاکہ وہ اس کو سنبھالے) یہاں تک کہ ایک دن حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ہم میں سے ہر آدمی اپنے قیدی کو قتل کردے، ابن عمرؓ نے کہا: بخدا میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا، اور میرے ساتھیوں میں سے بھی کوئی شخص اپنے قیدی کو قتل نہیں کرے گا، یہاں تک کہ ہم نبی ﷺ کے پاس آئے، اور ہم نے آپؐ سے یہ واقعہ ذکر کیا، نبی ﷺ نے (دعا کے لئے) ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: اے اللہ! میں آپ کے سامنے براءت ظاہر کرتا ہوں اس سے جو خالد نے کیا، یہ بات آپؐ نے دو مرتبہ فرمائی۔

تشریح: ابن اسحاق کہتے ہیں: نبی ﷺ نے ان کے مقتولین کی دیت دی، اور جو قیدی پکڑے گئے تھے اور جو مال لیا تھا وہ واپس کردیا، اور خاص اس مقصد کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا، وہ ہر چیز کا عوض دے کر آئے اور جو مال بچ گیا وہ بھی ان کو دیدیا پس آپؐ نے فرمایا: أَصبْتَ وَأَحْسنْتَ: تم نے ٹھیک کیا (عمدہ)

[٥٩-] بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ إِلٰى بَنِىْ جَذِيْمَةَ

[٤٣٣٩-] حَدَّثَنِىْ مَحْمُوْدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، ح: وَحَدَّثَنِىْ نُعَيْمٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ إِلٰى بَنِىْ جَذِيْمَةَ، فَدَعَاهُمْ إِلَى الإِسْلَامِ، فَلَمْ يُحْسِنُوْا أَنْ يَقُوْلُوْا: أَسْلَمْنَا، فَجَعَلُوْا يَقُوْلُوْنَ: صَبَأْنَا صَبَأْنَا، فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ وَيَأْسِرُ، وَدَفَعَ إِلٰى كُلِّ رَجُلٍ مِنَّا أَسِيْرَهُ حَتّٰى إِذَا كَانَ يَوْمٌ أَمَرَ خَالِدٌ أَنْ يَقْتُلَ كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا أَسِيْرَهُ، فَقُلْتُ: وَاللّٰهِ لاَ أَقْتُلُ أَسِيْرِىْ، وَلاَ يَقْتُلُ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِىْ أَسِيْرَهُ، حَتّٰى قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَذَكَرْنَاهُ لَهُ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَدَهُ فَقَالَ: "اللّٰهُمَّ إِنِّىْ أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ" مَرَّتَيْنِ. [انظر: ٧١٨٩]

ترکیب: حَتّٰی إِذَا كَانَ يَوْمٌ: میں یَوْمٌ تنوین کے ساتھ ہے اور علامہ عینی رحمہ اللہ کہتے ہیں: کان تامہ ہے یومُ: اس کا فاعل ہے اور وہ جملہ أَمَرَ کی طرف مضاف ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ أَمَرَ مضاف الیہ نہیں، بلکہ إِذَا کی جزاء ہے۔

بَابُ سَرِيَّةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ، وَعَلْقَمَةَ بْنِ مُجَزِّزٍ الْمُدْلِجِيِّ

عبداللہ بن حُذافہ اور علقمہ بن مجزز مُدلجی رضی اللہ عنہما کا سریہ

عبداللہ بن حُذافہ سہمیؓ: قریشی ہیں، قدیم الاسلام اور مہاجرین اولین میں سے ہیں، نبی ﷺ نے ان کو خط دے کر کسریٰ کی طرف بھیجا تھا۔

علقمہ بن مجززؓ مدلجیؓ: مہاجری صحابی ہیں، مُدلِجُ بْن مُرَّة: کنانہ کا بطن ہے، جو عدنانی قبائل میں سے ہے، یہ قبیلہ علم القیافہ کا ماہر تھا، اور مجزز وہی صحابی ہیں جن کا حضرت اسامہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کے قصہ میں ذکر آیا ہے، انھوں نے دونوں کے پاؤں دیکھ کر کہا تھا: یہ دونوں باپ بیٹے ہیں۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ یہ دو سریے ہیں یا ایک؟ یا شروع میں ایک تھا بعد میں دو ہوگئے؟ اس میں روایات مختلف ہیں، اور جس نے اس کو سریۃ الانصار کہا ہے وہ ضعیف ہے، اس لئے یُقال کہا۔

باب کی روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے ایک سریہ بھیجا اس پر ایک انصاری کو مقرر کیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ امیر کی اطاعت کریں، امیر کو کسی بات پر غصہ آیا انھوں نے لوگوں سے کہا: کیا نبی ﷺ نے تمہیں میری اطاعت کا حکم نہیں دیا؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں، انھوں نے کہا: سوختہ جمع کرو، لوگوں نے جمع کیا، انھوں نے کہا: اس میں آگ لگاؤ، لوگوں نے آگ لگائی، پھر امیر صاحب نے حکم دیا کہ سب اس میں گھس جاؤ، لوگوں نے گھسنے کا ارادہ کیا، اور ان کے بعض بعض کو روکتے رہے، انھوں نے کہا: ہم آگ (جہنم) سے بھاگ کر نبی ﷺ کے دامن سے وابستہ ہوئے ہیں، اس درمیان آگ بجھ گئی اور امیر کا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا، جب اس کی اطلاع نبی ﷺ کو ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: اگر وہ آگ میں گھس جاتے تو قیامت تک اس سے نہ نکلتے، امیر کی اطاعت معروف کاموں میں ہے، یعنی جو کام شریعت کے موافق ہیں انہی میں اطاعت ہے، ناجائز کاموں میں اطاعت نہیں۔

اس روایت میں اس کی صراحت نہیں کہ امیر کون صاحب تھے؟ اگر وہ کوئی انصاری تھے تو وہ عبداللہ یا علقمہ کا سریہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ دونوں حضرات مہاجری ہیں۔

اور ابن سعد کی روایت میں کچھ تفصیل ہے کہ نبی ﷺ کو اطلاع ملی کہ جدہ کے قریب کچھ حبشی دیکھے گئے ہیں، اندیشہ ہے کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کریں، چنانچہ علقمہؓ کی زیر قیادت تین سو صحابہ کی ایک جماعت بھیجی گئی، جب یہ حضرات جدہ پہنچے تو حبشی ایک جزیرہ کی طرف کھسک گئے، یہ لوگ بھی اس جزیرہ میں پہنچے، حبشی بھاگ گئے، جب سریہ واپس ہوا تو کچھ لوگوں

نے جلدی گھر آنا چاہا، حضرت علقمہؓ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کو ان کا امیر بنایا، ان کے مزاج میں ظرافت تھی، انھوں نے راستہ میں آگ جلا کر سریہ والوں کو اس میں داخل ہونے کا حکم دیا، جب لوگ داخل ہونے کے لئے تیار ہو گئے تو انھوں نے خود روک دیا اور کہا کہ میں دل لگی کر رہا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ شروع میں یہ ایک سریہ تھا بعد میں دو ہو گئے، اس طرح حضرت عبداللہ بن حذافہ اور علقمہ رضی اللہ عنہما کی امارتیں درست ہو جاتی ہیں۔

اور ابن ماجہ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے علقمہؓ کو ایک سریہ کا امیر بنا کر روانہ کیا، سریہ کی کاروائی مکمل ہونے کے بعد کچھ لوگوں نے جلدی گھر جانے کی اجازت چاہی، انھوں نے اجازت دیدی، اور حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کو ان کا امیر مقرر کیا، راستہ میں لوگوں نے کھانا پکانے کے لئے آگ جلائی، امیر صاحب ظریف الطبع تھے، انھوں نے لوگوں سے کہا: امیر کی اطاعت لازم ہے، میں حکم دیتا ہوں کہ سب آگ میں کودو، سب حکم کی تعمیل کے لئے کھڑے ہو گئے، امیر صاحب نے کہا: رکو، میں مذاق کر رہا تھا، جب سریہ نے واپس آکر نبی ﷺ کو اس کی اطلاع دی تو آپؐ نے فرمایا: اگر امیر معصیت کا کوئی حکم دے تو اس کی اطاعت مت کرو۔

ابن ماجہ کی یہ روایت بخاری کی روایت سے مختلف ہے، بخاری کی روایت میں ہے کہ امیر نے غصہ کی وجہ سے آگ میں داخل ہونے کا حکم دیا تھا، اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ امیر نے دل لگی کی تھی، پھر بخاری کی روایت میں ہے کہ لوگوں نے ایک دوسرے کو آگ میں داخل ہونے سے روکا اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ خود امیر نے ان کو روکا، کچھ حضرات کا خیال ہے کہ یہ الگ الگ واقعے ہیں، بخاری میں جس واقعہ کا ذکر ہے اس کے امیر علقمہؓ تھے اور عبداللہؓ والا واقعہ الگ ہے، اور جو اس سریہ کو انصار کا سریہ کہا گیا ہے تو ممکن ہے: فوجی انصار ہوں اگرچہ دونوں امیر مہاجری تھے۔ واللہ اعلم

[٦٠-] بَابُ سَرِيَّةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ، وَعَلْقَمَةَ بْنِ مُجَزِّزٍ الْمُدْلِجِيِّ

وَيُقَالُ: إِنَّهَا سَرِيَّةُ الْأَنْصَارِ.

[٤٣٤٠-] حدثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ سَعْدُ بْنُ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم سَرِيَّةً فَاسْتَعْمَلَ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُطِيْعُوْهُ، فَغَضِبَ فَقَالَ: أَلَيْسَ أَمَرَكُمُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَنْ تُطِيْعُوْنِّيْ؟ قَالُوْا: بَلٰى، قَالَ: فَاجْمِعُوْا لِيْ حَطَبًا، فَجَمَعُوْا فَقَالَ: أَوْقِدُوْا نَارًا، فَأَوْقَدُوْهَا، فَقَالَ: ادْخُلُوْهَا، فَهَمُّوْا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يُمْسِكُ بَعْضًا وَيَقُوْلُوْنَ: فَرَرْنَا إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مِنَ النَّارِ، فَمَا زَالُوا حَتَّى خَمَدَتِ النَّارُ، فَسَكَنَ غَضَبُهُ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: "لَوْ دَخَلُوْهَا مَا خَرَجُوْا مِنْهَا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ"[انظر: ١٨٤٥، ٧٢٥٧]

بَابُ بَعْثِ أَبِیْ مُوْسٰی وَمُعَاذٍ إِلَی الْیَمِنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

حجۃ الوداع سے پہلے ابوموسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن بھیجا

فتح مکہ کے بعد سن ۸ ہجری میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، جس میں تین شخص: (۱) عبدالمسیح عاقب (امیر) (۲) ایہم السیّد (ذی رائے) (۳) ابوحارثہ بن علقمہ (مذہبی پادری) تھے، انھوں نے نبی ﷺ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پوزیشن کے بارے میں گفتگو کی، اس موقعہ پر سورۂ آلِ عمران کی نوے آیتیں نازل ہوئیں، جن میں دلائل سے ثابت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ: وحدہ لاشریک لہ ہیں، اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں، ان پر موت آئے گی، پس وہ معبود کیسے ہوسکتے ہیں؟ پھر آیت ۶۱ میں ان کو مباہلہ کا چیلنج دیا گیا، انھوں نے مشاورت کی اور مباہلہ سے انکار کیا، اور صلح کرکے واپس لوٹ گئے، چنانچہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع سے پہلے سن ۹ ہجری میں ابوموسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف دین اسلام کی دعوت وتعلیم کی غرض سے روانہ کیا، یمن کے دو پرگنے تھے، ایک یمن کی مشرقی جانب تھا، اس کی طرف حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور دوسرا مغربی جانب تھا، اس کی طرف حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بھیجا، ان دونوں حضرات کی محنت سے تقریباً سارا یمن مسلمان ہوگیا۔

[٦١-] بَابُ بَعْثِ أَبِیْ مُوْسٰی وَمُعَاذٍ إِلَی الْیَمِنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

[٤٣٤١و٤٣٤٢-] حدثنا مُوْسٰی، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ أَبِیْ بُرْدَةَ، قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم أَبَا مُوْسٰی وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ إِلَی الْیَمَنِ، قَالَ: وَبَعَثَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلٰی مِخْلَافٍ، قَالَ: وَالْیَمَنُ مِخْلَافَانِ، ثُمَّ قَالَ: "یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا" فَانْطَلَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا إِلٰی عَمَلِهِ، قَالَ: وَكَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا إِذَا سَارَ فِی أَرْضِهِ كَانَ قَرِیْبًا مِنْ صَاحِبِهِ أَحْدَثَ بِهِ عَهْدًا فَسَلَّمَ عَلَیْهِ، فَسَارَ مُعَاذٌ فِیْ أَرْضِهِ قَرِیْبًا مِنْ صَاحِبِهِ أَبِیْ مُوْسٰی فَجَاءَ یَسِیْرُ عَلٰی بَغْلَتِهِ حَتّٰی انْتَهٰی إِلَیْهِ، وَإِذَا هُوَ جَالِسٌ وَقَدِ اجْتَمَعَ إِلَیْهِ النَّاسُ وَإِذَا رَجُلٌ عِنْدَهُ قَدْ جُمِّعَتْ یَدَاهُ إِلٰی عُنُقِهِ فَقَالَ لَهُ مُعَاذٌ: یَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَیْسٍ، أَیُّمَ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا رَجُلٌ كَفَرَ بَعْدَ إِسْلَامِهِ، قَالَ: لَا أَنْزِلُ حَتّٰی یُقْتَلَ، قَالَ: إِنَّمَا جِیْءَ بِهِ لِذٰلِكَ فَانْزِلْ، قَالَ: مَا أَنْزِلُ حَتّٰی یُقْتَلَ، فَأَمَرَ بِهِ فَقُتِلَ ثُمَّ نَزَلَ فَقَالَ: یَا عَبْدَ اللّٰهِ، كَیْفَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قَالَ: أَتَفَوَّقُهُ تَفَوُّقًا، قَالَ: فَكَیْفَ تَقْرَأُ أَنْتَ یَا مُعَاذُ؟ قَالَ: أَنَامُ أَوَّلَ اللَّیْلِ فَأَقُوْمُ وَقَدْ قَضَیْتُ جُزْئِیْ مِنَ النَّوْمِ، فَأَقْرَأُ مَا كَتَبَ اللّٰهُ لِیْ فَأَحْتَسِبُ نَوْمَتِیْ كَمَا أَحْتَسِبُ قَوْمَتِیْ.

[راجع: ٢٢٦١، وانظر: ٤٣٤٥]

ترجمہ: ابوبردہ عامر بن ابی موسیٰ (تابعی) کہتے ہیں: نبی ﷺ نے ابوموسیٰ اور معاذ رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجا، ابوبردہؒ کہتے ہیں: دونوں میں سے ہر ایک کو ایک پرگنہ پر بھیجا، ابوبردہؒ کہتے ہیں: اور یمن کے دو پرگنے تھے، پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ''دونوں آسانی کرنا، اور دشواری مت کرنا، اور دونوں خوشخبری سنانا اور بدکانا نہیں!'' پس ان میں سے ہر ایک اپنے کام کی طرف چلا، ابوبردہؒ کہتے ہیں: اور ان میں سے ہر ایک جب اپنی زمین کا دورہ کرتا، اور وہ اپنے ساتھی سے قریب ہوتا تو اس کے ساتھ عہد نیا کرتا، یعنی ملاقات کرتا، پس اس کو سلام کرتا، چنانچہ حضرت معاذؓ نے اپنے علاقہ کا دورہ کیا، اپنے ساتھی ابوموسیٰ سے قریبی علاقہ میں، پس وہ چلتے ہوئے آئے اپنے خچر پر، یہاں تک کہ ابوموسیؓ کے پاس پہنچے، اور اچانک وہ بیٹھے ہوئے تھے، اور ان کے پاس لوگ جمع تھے اور اچانک ایک آدمی ان کے پاس تھا، اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن کی طرف جمع کئے گئے تھے، یعنی اس کی مشکیں کسی ہوئی تھیں، پس ان سے حضرت معاذؓ نے پوچھا: اے عبداللہ بن قیسؓ! (حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام) یہ شخص کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا: یہ ایسا شخص ہے جو اپنے مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہوگیا ہے، حضرت معاذؓ نے کہا: میں اتروں گا نہیں، یہاں تک کہ وہ قتل کیا جائے، ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہا: یہ شخص اسی لئے لایا گیا ہے، آپؓ اتریں، حضرت معاذؓ نے کہا: میں نہیں اتروں گا یہاں تک وہ قتل کیا جائے، پس ابوموسیٰ اشعریؓ نے اس کے متعلق حکم دیا، پس وہ قتل کیا گیا، حضرت معاذؓ اترے انھوں نے پوچھا: اے عبداللہ! آپؓ قرآن کس طرح پڑھتے ہیں، ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہا: میں مختلف اوقات میں تھوڑا تھوڑا کرکے پڑھتا ہوں پھر ابوموسیٰ اشعریؓ نے پوچھا: اور آپؓ کس طرح پڑھتے ہیں اے معاذ؟ انھوں نے کہا: میں شروع رات میں سو جاتا ہوں پھر اٹھتا ہوں، درانحالیکہ میں نے اپنی نیند کا ایک حصہ پورا کرلیا ہوتا ہے، پھر پڑھتا ہوں جو اللہ نے میرے لئے مقدر کیا ہے، پس میں اپنے سونے میں ثواب کی امید رکھتا ہوں جیسے میں اپنے اٹھنے (تہجد) میں ثواب کی امید رکھتا ہوں۔

لغات: اَلْمِخْلاَف: صوبہ، ضلع، جمع: مخالیف ....أَیُّمَ: أی أَیُّ شیئ ھٰذَا، اس کی اصل أَیُّ مَا ہے، أَیُّ: حرف استفہام اور مَا بمعنی شَیْئٌ، پھر مَا کا الف تخفیفاً حذف کیا گیا، اور اس کو أَیَّ بھی پڑھ سکتے ہیں، أَیْمُ اللّٰہِ: میں جو أَیْمُ ہے وہ یہ لفظ نہیں ہے ....تفَوَّقَ الأَمْر: وقفہ وقفہ سے کام کرنا، مختلف اوقات میں تھوڑا تھوڑا کرنا .... احْتَسَبِ الأَجْرَ علی اللّٰہ: اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھنا۔

تشریح: دعوت میں آسانی کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، سختی مناب نہیں، اس سے لوگ بدک جاتے ہیں، اور وعیدوں کے ساتھ وعدے بھی سنانے ضروری ہیں، صرف وعیدیں مایوسی پیدا کرتی ہیں اور صرف وعدے بے باکی پیدا کرتے ہیں، چونکہ یہ دونوں حضرات دعوت کے مشن پر بھیجے گئے تھے اس لئے یہ بنیادی ہدایت دی۔

اور مرتد کو اس لئے قتل کیا جاتا ہے کہ وہ فتنہ نہ پھیلائے، وہ ہر جگہ گاتا پھرے گا کہ میں اسلام کو اندر سے دیکھ کر آیا ہوں، وہ کھوکھلا ہے اندر کچھ نہیں، اس طرح کی باتوں سے لوگوں کا ایمان خراب ہوگا، اس کو دین پر مجبور کرنے کے لئے قتل نہیں کیا جاتا

اوراس کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ شروع سے مسلمان نہ ہوتا، اپنے دین پر برقرار رہتا تو اس کو یہ حق تھا کہ وہ اپنے دین پر برقرار رہتے ہوئے ذمی بن کر رہ سکتا تھا۔

اور ہر مؤمن پر لازم ہے کہ وہ قرآنِ کریم کا ایک حصہ ہر دن پڑھے، اس کا کیا طریقہ ہونا چاہئے؟ متعین نہیں، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وقفہ وقفہ سے جب بھی موقع ملتا پڑھتے تھے، اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رات کے پچھلے حصہ میں جتنی توفیق ہوتی، تہجد میں قرآن پڑھتے تھے۔

۱-شہد اور جَو کی شرابیں حرام ہیں

ابو بردہؒ سے مروی ہے: نبی ﷺ نے ان کے والد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا، انھوں نے آپؐ سے ان شرابوں کا حکم پوچھا جو یمن میں بنائی جاتی ہیں، نبی ﷺ نے پوچھا: وہ شرابیں کیا ہیں؟ ابو موسیٰؓ نے کہا: بتع اور مزر۔ سعید نے اپنے ابا ابو بردہ سے پوچھا: بتع کیا ہے؟ انھوں نے کہا: شہد کی شراب، اور مزر جَو کی شراب، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہر نشہ آور چیز حرام ہے''

سند: یہ حدیث خالد بن عبداللہ واسطیؒ نے سلیمان بن فیروز شیبانی سے روایت کی ہے اور اس میں سعید کا واسطہ بڑھایا ہے، اس حدیث کو جریر بن عبدالحمید اور عبدالواحد بن زیاد بھی شیبانی سے روایت کرتے ہیں، مگر وہ سعید کا واسطہ نہیں بڑھاتے (پس سعید کے واسطہ والی روایت مزید فی متصل الاسناد ہوگی)

تشریح: نبی ﷺ نے: کُلُّ مُسْکِرٍ خَمْرٌ: نہیں فرمایا، بلکہ کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ فرمایا ہے یعنی تمام نشہ آور شرابیں خمر کے حکم میں ہیں، لغت کے اعتبار سے خمر نہیں ہیں، پس یہ الحاق ہے، اور ان شرابوں کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے، پینے والے کو سزا دی جائے گی، یہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے، ان کے نزدیک ہر شراب اور اس کی ہر مقدار حرام ہے (تفصیل تحفۃ الالمعی (۵: ۲۰۱-۲۱۴) میں ہے)

[۴۳۴۳-] حَدَّثَنِیْ إِسْحَاقُ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ خَالِدٌ، عَنِ الشَّیْبَانِیِّ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ أَبِیْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ أَبِیْ مُوْسَی الْأَشْعَرِیِّ: أَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیه وسلم بَعَثَهُ إِلَی الْیَمَنِ، فَسَأَلَهُ عَنْ أَشْرِبَةٍ تُصْنَعُ بِهَا، فَقَالَ: "وَمَا هِیَ؟" قَالَ: الْبِتْعُ وَالْمِزْرُ - فَقُلْتُ لِأَبِیْ بُرْدَةَ: مَا الْبِتْعُ؟ قَالَ: نَبِیْذُ الْعَسَلِ، وَالْمِزْرُ: نَبِیْذُ الشَّعِیْرِ - فَقَالَ: "کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ" رَوَاهُ جَرِیْرٌ وَعَبْدُ الْوَاحِدِ، عَنِ الشَّیْبَانِیِّ، عَنْ أَبِیْ بُرْدَةَ. [راجع: ۲۲۶۱]

۲-قرآنِ کریم کے ورد کے مختلف طریقے

ہر مسلمان کو قرآنِ کریم کا کچھ حصہ روزانہ پڑھنا چاہئے، پارہ، دو پارے، تین پارے، چھوٹی منزلیں، بڑی منزلیں: جن

کو بھی اپنا وِرد مقرر کرلے اس کو پابندی سے پڑھنا چاہئے، اور اپنے وِرد کو پڑھنے کا کوئی خاص طریقہ نہیں، چاہے نفلوں میں پڑھے، تہجد میں پڑھے، وقفہ وقفہ سے جب موقع ملے پڑھے، سب صورتیں درست ہیں، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ متفرق طور پر پڑھتے تھے، کھڑے، بیٹھے، سواری پر جب بھی موقع ملتا پڑھتے تھے، اور حضرت معاذؓ تہجد میں پڑھتے تھے۔

چھوٹی منزلیں: فَمِیْ بِشَوْقٍ ہیں[1] وہ قرآنِ کریم میں لگی ہوئی ہیں، ف سے فاتحہ، م سے مائدہ، ی سے یونس، ب سے بنی اسرائیل، ش سے الشعراء، واؤ سے والصافات اور ق سے سورۂ قٓ مراد ہیں۔

اور بڑی منزلیں: فیل ہیں[2]، ف سے فاتحہ، ی سے یونس، اور ل سے لقمان مراد ہیں، یہ منزلیں قرآن میں لگی ہوئی نہیں ہیں، اس صورت میں تین دن میں قرآن ختم ہوگا، اس سے کم مدت میں قرآن ختم کرنا جائز ہے یا مکروہ؟ خواص کے لئے جائز ہے عوام کے لئے ٹھیک نہیں، وہ اسے نباہ نہیں سکتے۔

حدیث: سعید بن ابی بردہ اپنے ابا ابو بردہؒ سے روایت کرتے ہیں: سعید نے کہا: نبی ﷺ نے ان کے دادا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا اور ہدایت دی کہ دونوں آسانی کرنا، دشواری مت ڈالنا، خوشخبری سنانا اور بدکانا نہیں، اور دونوں متفق رہنا، ابوموسیٰ اشعریؓ نے پوچھا: اے اللہ کے نبی! ہمارے علاقہ میں جَو کی شراب بنتی ہے جو مِزر کہلاتی ہے اور شہد کی شراب بنتی ہے جو بِتع کہلاتی ہے (ان کا کیا حکم ہے؟) نبی ﷺ نے فرمایا: ہر نشہ آور چیز حرام ہے (خواہ سیال ہو یا جامد، جیسے افیم، ہیروئن وغیرہ) پس دونوں چلے پھر حضرت معاذؓ نے ابوموسیٰؓ سے پوچھا: آپؓ قرآن کس طرح پڑھتے ہیں؟ انھوں نے کہا: کھڑے بیٹھے، اپنی سواری پر اور اس کو وقفہ وقفہ سے پڑھتا ہوں، یعنی سارا ورد ایک ساتھ نہیں پڑھتا، حضرت معاذؓ نے کہا: میں تو سوتا ہوں، پھر اٹھتا ہوں اور اپنے سونے میں ثواب کی امید رکھتا ہوں جیسا اپنے اٹھنے میں ثواب کی امید رکھتا ہوں، یعنی میں اپنا سارا ورد تہجد میں پڑھتا ہوں، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے خیمہ لگایا، یعنی ان کا کسی گھر میں قیام نہیں تھا خیمہ میں قیام تھا، پس دونوں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت معاذؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ سے ملاقات کی، پس اچانک ایک آدمی مشکیں بندھا ہوا تھا، حضرت معاذؓ نے پوچھا: اس شخص کا کیا معاملہ ہے؟ ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہا: یہودی تھا، مسلمان ہوا پھر مرتد ہوگیا، پس حضرت معاذؓ نے کہا: میں ضرور اس کی گردن ماردوں گا۔

سند: یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے استاذ مسلم بن ابراہیم فراہیدی سے روایت کی ہے، ان کی سند میں سعید کا واسطہ ہے، اور سند ابو بردہ پر رک گئی ہے، آخر میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا تذکرہ نہیں، اور شعبہ کے دوسرے دو شاگرد بھی اسی طرح سند پیش کرتے ہیں، ایک عبدالملک بن عمرو عقدی ہیں اور دوسرے وہب بن جریر۔

---

(۱) فَمِیْ بشوق: میرا منہ مشتاق ہے، یہ مبتدا خبر ہیں، فمی مبتداء ہے، اور بشوق: کائن سے متعلق ہوکر خبر ہے، یعنی میں یہ منزلیں بہت شوق سے پڑھتا ہوں۔

(۲) فیل: ہاتھی۔ ہاتھی بہت بڑا جانور ہے اسی طرح یہ منزلیں بھی بہت بڑی ہیں، اس لئے یہ نام پڑا۔

اور شعبہ کے دوسرے تین شاگرد: وکیع بن الجراح، نضر بن شُمیل اور ابو داؤد ہشام بن عبد الملک سند میں سعید کا تذکرہ کرتے ہیں، اور سند ابو موسیٰ اشعریؓ تک پہنچاتے ہیں، اور گذشتہ حدیث کے ذیل میں گذرا ہے کہ جریر بن عبد الحمید: شیبانی سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابو بردہؒ سے، یعنی سعید کا واسطہ نہیں لاتے، اور آخر میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا تذکرہ بھی نہیں کرتے، اور ابھی بتایا ہے کہ سعید کا واسطہ مزید فی متصل الاسناد ہے اور آخر میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا تذکرہ ہو یا نہ ہو، اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا، ابو بردہ یہ بات اپنے ابا سے روایت کرتے ہیں۔

[٤٣٤٤و٤٣٤٥-] حدثنا مُسْلِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم جَدَّهُ أَبَا مُوْسَى وَمُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ:" يَسِّرَا وَلاَ تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلاَ تُنَفِّرَا، وَتَطَاوَعَا" فَقَالَ أَبُوْ مُوْسَى: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! إِنَّ أَرْضَنَا بِهَا شَرَابٌ مِنَ الشَّعِيْرِ: الْمِزْرُ، وَشَرَابٌ مِنَ الْعَسَلِ: الْبِتْعُ، فَقَالَ:" كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ" فَانْطَلَقَا، فَقَالَ مُعَاذٌ لِأَبِيْ مُوْسَى: كَيْفَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قَالَ: قَائِمًا وَقَاعِدًا وَعَلَى رَاحِلَتِيْ، وَأَتَفَوَّقُهُ تَفَوُّقًا، قَالَ: أَمَّا أَنَا فَأَنَامُ وَأَقُوْمُ، فَأَحْتَسِبُ نَوْمَتِيْ كَمَا أَحْتَسِبُ قَوْمَتِيْ، وَضَرَبَ فُسْطَاطًا، فَجَعَلاَ يَتَزَاوَرَانِ، فَزَارَ مُعَاذٌ أَبَا مُوْسَى، فَإِذَا رَجُلٌ مُوْثَقٌ، فَقَالَ: مَاهٰذَا؟ فَقَالَ أَبُوْ مُوْسَى: يَهُوْدِيٌّ أَسْلَمَ ثُمَّ ارْتَدَّ فَقَالَ مُعَاذٌ: لَأَضْرِبَنَّ عُنُقَهُ. [راجع: ٢٢٦١، ٤٣٤٢]

تَابَعَهُ الْعَقَدِيُّ، وَوَهْبٌ، عَنْ شُعْبَةَ، وَقَالَ وَكِيْعٌ، وَالنَّضْرُ، وَأَبُوْ دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، رَوَاهُ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ.

۳-حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ جیسا احرام باندھا

اگر کوئی شخص احرام باندھتے وقت حج یا عمرہ کی تعیین نہ کرے، مبہم احرام باندھے تو اس کا حکم یہ ہے کہ طواف شروع کرنے سے پہلے تعیین کرلے اگر تعیین کئے بغیر طواف شروع کر دیا تو وہ احرام خود بخود عمرہ کا ہوجائے گا (تحفۃ القاری ۴:۳۴۱)

حدیث: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے میری قوم کی زمین کی طرف یعنی یمن کی طرف بھیجا، میں (وہاں سے حج کے لئے) آیا، درانحالیکہ رسول اللہ ﷺ ابطح میں اونٹ بٹھانے والے تھے، یعنی قیام کرنے والے تھے، آپؐ نے پوچھا: کیا تم نے احرام باندھا اے عبد اللہ بن قیس؟ میں نے عرض کیا: ہاں اے اللہ کے رسول! آپؐ نے پوچھا: تم نے تلبیہ کیسا پڑھا تھا؟ انھوں نے عرض کیا: لبیک یہ احرام نبی ﷺ کے احرام جیسا ہے، آپؐ نے پوچھا: کیا تم اپنے ساتھ قربانی کا جانور لائے ہو؟ میں نے کہا: نہیں، آپؐ نے فرمایا: پس بیت اللہ کا طواف کرو، اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرو، پھر حلال ہوجاؤ، چنانچہ میں نے ایسا کیا، یہاں تک کہ میرے سر میں کنگھی کی بنو قیس کی عورتوں میں سے ایک عورت نے اور ہم ٹھہرے رہے اِس کے ساتھ یعنی ہم تمتع کو جائز سمجھتے رہے، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ خلیفہ بنائے گئے۔

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں حکم جاری کیا تھا کہ کوئی شخص حج کے ساتھ عمرہ نہ کرے، عمرہ کے لئے مستقل سفر کرے، تاکہ بیت اللہ حج کے دنوں کے علاوہ دنوں میں بھی آباد ہو جائے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم دیا تو لوگوں میں چہ می گوئیاں ہوئیں، مگر لوگوں نے اس حکم پر عمل شروع کر دیا اور کعبہ شریف پورے سال کے لئے آباد ہو گیا، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دوستانہ تعلقات تھے، اس لئے انھوں نے اس مسئلہ میں حضرت عمرؓ سے گفتگو کی کہ حجۃ الوداع میں مجھے نبی ﷺ نے عمرہ کر کے احرام کھولنے کا حکم دیا تھا، پھر حج کے ساتھ عمرہ کرنا کیسے ممنوع ہوا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم مصلحت پر مبنی تھا، اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے جو کچھ فرمایا وہ مسئلہ ہے، اس لئے دونوں میں کچھ تعارض نہیں (تحفۃ القاری ۴: ۳۴۲)

[۴۳۴۶-] حدثنا عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، عَنْ أَيُّوْبَ بْنِ عَائِذٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ طَارِقَ بْنَ شِهَابٍ، يَقُوْلُ: حَدَّثَنِيْ أَبُوْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيُّ قَالَ: بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِلٰى أَرْضِ قَوْمِيْ، فَجِئْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مُنِيْخٌ بِالْأَبْطَحِ، فَقَالَ: " أَحَجَجْتَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ؟ " قُلْتُ: نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: "كَيْفَ قُلْتَ؟" قَالَ: قُلْتُ: لَبَّيْكَ إِهْلَالٌ كَإِهْلَالِكَ، قَالَ: " فَهَلْ سُقْتَ مَعَكَ هَدْيًا؟ " قُلْتُ: لَمْ أَسُقْ، قَالَ: " فَطُفْ بِالْبَيْتِ وَاسْعَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حِلَّ " فَفَعَلْتُ حَتَّى مَشَطَتْ لِيْ امْرَأَةٌ مِنْ نِسَاءِ بَنِيْ قَيْسٍ، وَمَكَثْنَا بِذٰلِكَ حَتَّى اسْتُخْلِفَ عُمَرُ. [راجع: ۱۵۵۹]

۴-نومسلموں کے سامنے احکام اسلام بتدریج پیش کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب ان کو (سن ۱۰ ہجری میں حجۃ الوداع سے پہلے) یمن کی طرف بھیجا، تم عنقریب پہنچو گے اہل کتاب کے پاس، پس جب آپؓ ان کے پاس پہنچیں تو ان کو بلائیں اس بات کی طرف کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، پھر اگر وہ آپ کی یہ بات مان لیں تو ان کو بتلائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رات دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، پھر اگر وہ یہ بات مان لیں تو ان کو بتلائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے غریبوں کو پھیر دی جائے گی، پس اگر وہ آپؓ کی یہ بات مان لیں تو آپ بچیں ان کے عمدہ اموال سے اور آپ ڈریں مظلوم کی بددعا سے اس لئے کہ اس کے درمیان اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔

[۴۳۴۷-] حَدَّثَنِيْ حِبَّانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ أَبِيْ مَعْبَدٍ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم

لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ حِيْنَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ: " إِنَّكَ سَتَأْتِيْ قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوْا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْكُمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْكُمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ، فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ، فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ" [راجع: ۱۳۵۹]

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: طَوَّعَتْ: طَاعَتْ، وَأَطَاعَتْ لُغَةٌ، طِعْتُ وَطُعْتُ وَأَطَعْتُ.

لغت: اس حدیث میں أَطَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ (مان لیں وہ آپ کی یہ بات) آیا ہے اس سے امام بخاری رحمہ اللہ کا ذہن سورۂ مائدہ کی آیت ۳۰ کی طرف منتقل ہوا، اس میں ہے: ﴿فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيْهِ﴾: پس اس کے جی نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کیا، امام بخاریؒ فرماتے ہیں: طَوَّعَت (تفعیل) بمعنی طاعت (مجرد) ہے، اور الف بڑھا کر أطاعت (افعال) بھی کہہ سکتے ہیں، یہ بھی ایک لغت ہے۔ اور اپنی تابعداری ظاہر کرنی ہو تو طِعْتُ فلانا (طا مکسور) اور طُعْتُ فلانا (طا مضموم) اور أَطَعْتُ فلاناً (ہمزہ بڑھا کر) کہہ سکتے ہیں۔

لیکن باب تفعیل میں مبالغہ ہوتا ہے، پس طَوَّعَ له نفسه كذا: کے معنی ہیں: نفس کا کسی چیز کو پسندیدہ بنا دینا، اور اس پر رضامند کر دینا، پس اس میں کشمکش کا مفہوم ہے، قابیل کو اس کے بھائی نے جو جواب دیا تھا اس سے اس کے دل میں کشمکش پیدا ہوئی کہ بھائی کو قتل کروں یا نہ کروں؟ عقل کہتی تھی: روا نہیں، اور حسد اور نفس ابھارتا تھا کہ یہ کانٹا دور کر، آخر نفس غالب آیا اور اس نے بھائی کو قتل کر دیا۔

۵- حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن میں امامت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے

عمرو بن میمون اودی (مخضرم تابعی) کہتے ہیں: جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن آئے تو انھوں نے لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائی، اس میں سورۃ النساء کی آیت ۱۲۵ پڑھی: ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا﴾: اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو اپنا خاص دوست بنایا، پس نمازیوں میں سے ایک نے کہا: لَقَدْ قَرَّتْ عَيْنُ أُمِّ إِبْرَاهِيْم: ابراہیم علیہ السلام کی ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہوئی!

یہ شعبہ کے شاگرد سلیمان بن حرب کی روایت ہے، دوسرے شاگرد معاذ بن معاذ بصری کی روایت میں یہ اضافہ ہے: نبی ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا (یہاں باب ہے) پس حضرت معاذؓ نے فجر کی نماز میں سورۃ النساء کی مذکورہ آیت پڑھی، ایک مقتدی بول پڑا: پس ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کی آنکھ خوب ٹھنڈی ہوگئی یعنی وہ خوش ہوگئیں، ان کے مزے آگئے! خوشی میں جو آنسو نکلتے ہیں وہ ٹھنڈے ہوتے ہیں اور غم کے آنسو گرم ہوتے ہیں، اس لئے کسی کی خوشی بتانے کے لئے یہ تعبیر اختیار کرتے ہیں، اور مقتدی کی اس بات سے اس کی نماز باطل ہوگئی، کیونکہ یہ کلام فی الصلوٰۃ ہے۔

ایک واقعہ: ایک موسیٰ نامی بدّو مسجد میں فجر کی نماز پڑھنے آرہا تھا، راستہ میں روپیوں سے بھرا ہوا بٹوا ملا، امام نے سورہ فاتحہ ختم کرکے پڑھا: ﴿وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يَا مُوْسٰى﴾: اور اے موسیٰ! یہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ بدو نے بٹوا نکال کر امام کی طرف پھینکا اور کہا: واللّٰهِ إِنَّكَ لَسَاحِر: بخدا! تو جادوگر معلوم ہوتا ہے۔

دوسرا واقعہ: امام نے اتفاق سے پہلی رکعت میں سورۂ ناس پڑھ دی، پھر دوسری رکعت میں جب فاتحہ سے فارغ ہوا تو ایک مقتدی بولا: اب کہاں جائے گا؟

تیسرا واقعہ: بولٹن میں ہم تراویح پڑھ رہے تھے، ایک حافظ صاحب کا تیار کردہ لڑکا تراویح پڑھا رہا تھا، اس نے پڑھا: لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ، حافظ صاحب نے لقمہ دیا: يُوْقِنُوْنَ، بچہ نہیں سمجھا، اس نے پھر وہی پڑھا، حافظ صاحب نے کہا: يُوْقِنُوْنَ نہیں یوقنون، سب نمازیں ہنس پڑے۔

[٤٣٤٨-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حَبِيْبِ بْنِ أَبِيْ ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ: أَنَّ مُعَاذًا لَمَّا قَدِمَ الْيَمَنَ صَلَّى بِهِمُ الصُّبْحَ، فَقَرَأَ: ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلاً﴾ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: لَقَدْ قَرَّتْ عَيْنُ أُمِّ إِبْرَاهِيْمَ!

زَادَ مُعَاذٌ: عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ حَبِيْبٍ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ عَمْرٍو: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَرَأَ مُعَاذٌ فِيْ صَلاَةِ الصُّبْحِ سُوْرَةَ النِّسَاءِ، فَلَمَّا قَالَ: ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلاً﴾ قَالَ رَجُلٌ خَلْفَهُ: قَرَّتْ عَيْنُ أُمِّ إِبْرَاهِيْمَ!

بَابُ بَعْثِ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ إِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

حجۃ الوداع سے پہلے نبی ﷺ نے حضرت علی اور حضرت خالد رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجا

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں دو سریّوں کو جمع کیا ہے، نبی ﷺ نے پہلے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ایک سریہ کا امیر بنا کر یمن کی طرف کسی قبیلہ کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے اور قبول نہ کریں تو جہاد کے لئے بھیجا، قبیلہ نے دعوت قبول نہیں کی، چنانچہ جنگ ہوئی اور مالِ غنیمت ہاتھ آیا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو لکھا کہ کسی کو بھیجیں جو مالِ غنیمت کا خمس نکالے اور اس کو تقسیم کرے تاکہ باقی چار اخماس فوجیوں میں تقسیم کئے جائیں۔

نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک دوسرے سریہ کا امیر بنا کر کسی اور قبیلہ کی طرف بھیجا اور ان کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ حضرت خالدؓ کے حاصل کردہ مالِ غنیمت میں سے خمس وصول کریں، اور ان کے ساتھیوں میں سے جو آپؐ کے سریہ میں شامل ہو کر واپس یمن لوٹنا چاہے تو اس کو اختیار دیں، حضرت علیؓ نے غنیمت کا خمس نکالا، خمس میں ذوی القربیٰ کا بھی

حصہ ہوتا ہے، چنانچہ خمس میں سے انھوں نے ایک نوعمر لڑکی اپنے لئے منتخب کی، اور رات میں اس سے صحبت کی، یہ بات حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ناگوار ہوئی، اس کا تذکرہ حدیثوں کے ذیل میں آرہا ہے، پھر حضرت علیؓ اپنے سریہ کے ساتھ اور حضرت خالدؓ کے ساتھیوں میں سے جس نے یمن کی طرف لوٹنا چاہا اس کو لے کر روانہ ہوئے، انھوں نے بھی غنیمت پائی اور اس کا خمس (سونے کی ایک مقدار) مدینہ روانہ کیا، نبی ﷺ نے اس کو قبائل کے چار سرداروں میں بانٹ دیا، جو ایک شخص کے لئے باعث اشکال بنا، جس کا تذکرہ حدیث کے ذیل میں آئے گا۔

ملحوظہ: سیرت کی کتابوں میں ان دونوں سریوں کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ حضرت علی اور حضرت خالد رضی اللہ عنہما کو ایک ساتھ بھیجا گیا تھا، آدھے سریہ کے امیر حضرت علیؓ تھے اور دوسرے آدھے کے حضرت خالدؓ اور یہ ہدایت دی تھی کہ جب جنگ ہو تو امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہونگے، کیونکہ جنگ میں دو امیر مناسب نہیں ہوتے، یہ بات جو سیرت کی کتابوں میں لکھی گئی ہے اس کی حقیقت وہ ہے جو میں نے بیان کی۔ واللہ اعلم

[٦٢-] بَابُ بَعْثِ عَلِيِّ بْنِ أَبِیْ طَالِبٍ وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ إِلَی الْیَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

[٤٣٤٩-] حَدَّثَنِیْ أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُرَیْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِیْمُ بْنُ یُوْسُفَ ابْنِ أَبِیْ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِیْ أَبِیْ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مَعَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ إِلَی الْیَمَنِ، قَالَ: ثُمَّ بَعَثَ عَلِیًّا بَعْدَ ذٰلِكَ مَكَانَهُ، فَقَالَ: "مُرْ أَصْحَابَ خَالِدٍ مَنْ شَاءَ مِنْهُمْ أَنْ یُعَقِّبَ مَعَكَ فَلْیُعَقِّبْ، وَمَنْ شَاءَ فَلْیُقْبِلْ" فَكُنْتُ فِیْمَنْ عَقَّبَ مَعَهُ، قَالَ: فَغَنِمْتُ أَوَاقٍ ذَوَاتَ عَدَدٍ.

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہمیں نبی ﷺ نے حضرت خالدؓ کے ساتھ یمن کی طرف بھیجا، پھر اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کی جگہ بھیجا، پس فرمایا: خالدؓ کے ساتھیوں کو حکم دینا کہ جو ان میں سے آپ کے ساتھ واپس جانا چاہے تو وہ واپس پلٹ جائے، اور جو شخص نہ چاہے وہ مدینہ کی طرف آجائے، حضرت براءؓ کہتے ہیں: میں ان لوگوں میں سے تھا جو حضرت علیؓ کے ساتھ واپس لوٹے، حضرت براءؓ کہتے ہیں: پس میں نے غنیمت میں پائے کئی اوقیے (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ذَوَاتَ عدد: قلت کے لئے بھی ہوسکتا ہے اور کثرت کے لئے بھی)

تشریح: ثُمَّ بَعَثَ عَلِیًّا بَعْدَ ذٰلِكَ مَكَانَهُ: سے یہ غلط فہمی ہوسکتی ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ان کی جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا، ایسا نہیں کیا تھا، حضرت علیؓ کا سریہ الگ تھا، اسی صورت میں عَقَّبَ بامعنی ہوگا، یعنی حضرت خالدؓ کے سریہ میں سے جو لوگ حضرت علیؓ کے سریہ میں شامل ہوکر دوبارہ یمن کی طرف جہاد کے لئے جانا چاہیں ان کو اس کی اجازت دیدی جائے، چنانچہ حضرت براء رضی اللہ عنہ پہلے سریہ میں بھی شامل تھے اور دوسرے سریہ میں بھی پہلے سریہ

کی غنیمت میں سے بھی ان کو حصہ ملا اور دوسرے سریہ کی غنیمت میں سے بھی ان کو چاندی کے کئی اوقیے ملے۔

لغت: عَقَّبَ الْجَيْشُ: فوج کے کچھ حصہ کا واپس لوٹ جانا: التعقیب: أن یعود الجیش بعد القفول (حاشیہ) یعنی حضرت خالدؓ کے سریہ میں سے کچھ حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سریہ میں شامل ہو کر یمن کی طرف واپس لوٹے۔

۱- قصہ نوعمر لڑکی کا

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے حاصل کردہ مالِ غنیمت میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خمس نکالا، پھر اس خمس میں سے ایک نوعمر لڑکی (باندی) اپنے لئے منتخب کی، اس لئے کہ خمس میں ذوی القربیٰ کا بھی حصہ ہوتا ہے، پھر اسی رات حضرت علیؓ نے اس سے صحبت کی، اور صبح غسل کیا، جب کہ باندی میں ملک میں آنے کے بعد استبراء رحم ضروری ہوتا ہے، یعنی ایک حیض آنے تک انتظار کرنا پڑتا ہے پھر مولیٰ صحبت کرسکتا ہے، حضرت علیؓ نے یہ انتظار نہیں کیا، پس حضرت خالدؓ اور ان کے ساتھیوں کو دو شکاتیں ہوئیں: ایک: خمس میں سے نبی ﷺ کی اجازت کے بغیر باندی لی، دوم: استبراء کے بغیر صحبت کی، جب پہلی شکایت نبی ﷺ کو پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: علیؓ کا غنیمت کے خمس میں اس سے زیادہ حق ہے (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے چلتے وقت اجازت لے لی تھی) پس یہ شکایت تو ختم ہوئی، البتہ دوسرا اشکال باقی رہا، اس کا جواب یہ دیا گیا کہ حضرت علیؓ کے نزدیک کنواری باندی میں استبراء رحم ضروری نہیں ہوگا یا قید میں آنے کے بعد حیض کا آنا کافی ہوگا، کیونکہ غنیمت حاصل ہونے کے کئی دن کے بعد خمس نکالا گیا تھا، پس اس دوران ہوسکتا ہے کہ حیض آگیا ہو۔

[۴۳۵۰-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سُوَيْدِ بْنِ مَنْجُوْفٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلِيًّا إِلٰى خَالِدٍ لِيَقْبِضَ الْخُمُسَ، وَكُنْتُ أُبْغِضُ عَلِيًّا وَقَدِ اغْتَسَلَ، فَقُلْتُ لِخَالِدٍ: أَلَا تَرَى إِلٰى هٰذَا؟ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: ''يَا بُرَيْدَةُ! أَتُبْغِضُ عَلِيًّا؟'' فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ''لَا تُبْغِضْهُ فَإِنَّ لَهُ فِي الْخُمُسِ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ''

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تاکہ خمس وصول کریں، اور میں حضرت علیؓ کو انتہائی برا سمجھتا تھا، درانحالیکہ انھوں نے غسل کیا یعنی استبراء کے بغیر صحبت کی، اس وجہ سے میں ان کو بہت برا سمجھتا تھا۔ پس میں نے حضرت خالدؓ سے کہا: کیا نہیں دیکھتے آپ اس شخص کی طرف یعنی انھوں نے کیا حرکت کی ہے؟ پس جب ہم نبی ﷺ کے پاس آئے تو میں نے آپؐ سے یہ بات ذکر کی، آپؐ نے پوچھا: اے بریدہ! کیا تم علیؓ کو بہت برا سمجھتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں، آپؐ نے فرمایا: ان کو برامت سمجھو، کیونکہ خمس میں ان کا اس سے

زیادہ حق ہے۔

تشریح: جب نوعمر لڑکی کا واقعہ پیش آیا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ایک خط میں ان کی شکایت لکھی کہ انھوں نے آپؐ کی اجازت کے بغیر باندی لی، اور وہ خط حضرت بریدہؓ کے ساتھ روانہ کیا، جب وہ خط پڑھا گیا تو نبی ﷺ کا چہرہ بدل گیا، پھر ایک روایت میں ہے کہ حضرت بریدہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں صرف ڈاکیہ ہوں، خط کے مضمون سے میرا کوئی تعلق نہیں، پس آپؐ کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا، اور یہاں روایت میں اس کے برعکس ہے کہ حضرت بریدہؓ شکایت میں ہم نوا تھے، چنانچہ آپؐ نے ان سے فرمایا: بغض مت رکھو، ان کا خمس میں اس سے زیادہ حق ہے۔

[٤٣٥١-] حدثنا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ شُبْرُمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِىْ نُعْمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ، يَقُوْلُ: بَعَثَ عَلِيُّ بْنُ أَبِىْ طَالِبٍ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مِنَ الْيَمَنِ بِذُهَيْبَةٍ فِىْ أَدِيْمٍ مَقْرُوْظٍ، لَمْ تُحَصَّلْ مِنْ تُرَابِهَا، قَالَ: فَقَسَمَهَا بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ: بَيْنَ عُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ، وَأَقْرَعَ بْنِ حَابِسٍ، وَزَيْدِ الْخَيْلِ، وَالرَّابِعُ إِمَّا عَلْقَمَةُ وَإِمَّا عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ: كُنَّا نَحْنُ أَحَقُّ بِهٰذَا مِنْ هٰؤُلَاءِ، قَالَ: فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: " أَلَا تَأْمَنُوْنِّىْ وَأَنَا أَمِيْنُ مَنْ فِى السَّمَاءِ يَأْتِيْنِىْ خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَمَسَاءً؟" قَالَ: فَقَامَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ، مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ، نَاشِزُ الْجَبْهَةِ، كَثُّ اللِّحْيَةِ، مَحْلُوْقُ الرَّأْسِ، مُشَمِّرُ الإِزَارِ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اتَّقِ اللّٰهَ! قَالَ: "وَيْلَكَ! أَوَلَسْتُ أَحَقَّ أَهْلِ الْأَرْضِ أَنْ يَتَّقِىَ اللّٰهَ؟" قَالَ: ثُمَّ وَلَّى الرَّجُلُ، قَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَلَا أَضْرِبُ عُنُقَهُ؟ قَالَ: " لَا، لَعَلَّهُ أَنْ يَكُوْنَ يُصَلِّىْ" فَقَالَ خَالِدٌ: وَكَمْ مِنْ مُصَلٍّ يَقُوْلُ بِلِسَانِهِ مَا لَيْسَ فِىْ قَلْبِهِ! قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " إِنِّىْ لَمْ أُوْمَرْ أَنْ أَنْقُبَ عَنْ قُلُوْبِ النَّاسِ وَلَا أَشُقَّ بُطُوْنَهُمْ" قَالَ: ثُمَّ نَظَرَ إِلَيْهِ وَهُوَ مُقَفٍّ فَقَالَ: " إِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ رَطْبًا، لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ" وَأَظُنُّهُ قَالَ: " لَئِنْ أَدْرَكْتُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُوْدَ" [راجع: ٣٣٤٤]

۲- حضرت علیؓ نے یمن سے تھوڑا سونا بھیجا جو چار سرداروں میں تقسیم کیا گیا، اس پر دو شخصوں نے اعتراض کیا

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے نبی ﷺ کے پاس تھوڑا سونا بھیجا، رنگی ہوئی کھال میں، یہ سونا مٹی سے الگ نہیں کیا گیا تھا، پس آپؐ نے اس کو چار شخصوں کے درمیان بانٹا:

(۱) عیینہ بن حصن (۲) اقرع بن حابس (۳) زید الخیل (۴) علقمۃ بن عُلاثہ عامری یا عامر بن الطفیل (کے درمیان) پس صحابہ میں سے ایک شخص نے کہا: ہم اس سونے کے ان لوگوں سے زیادہ حقدار تھے، راوی کہتے ہیں: یہ بات نبی ﷺ کو پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: کیا بھروسہ نہیں کرتے تم مجھ پر درانحالیکہ میں اس ذات کا معتمد ہوں جو آسمان میں ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کا، آتی ہے میرے پاس صبح وشام آسمان کی خبریں؟ راوی کہتے ہیں: پس ایک اور شخص کھڑا ہوا جس کی دونوں آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں، دونوں رخسار ابھرے ہوئے تھے، ماتھا ابھرا ہوا تھا، ڈاڑھی گھنی تھی، سر منڈا ہوا تھا، لنگی اونچی باندھ رکھی تھی، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ سے ڈریئے، نبی ﷺ نے فرمایا: تیرا ناس ہو! کیا اور نہیں ہوں میں زمین والوں میں زیادہ حقدار اس کا کہ اللہ سے ڈروں! راوی کہتے ہیں: پھر اس آدمی نے پیٹھ پھیری، حضرت خالدؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اس کی گردن نہ ماردوں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، ہوسکتا ہے وہ نماز پڑھتا ہو، حضرت خالدؓ نے عرض کیا: بہت سے نماز پڑھنے والے اپنی زبان سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتی، نبی ﷺ نے فرمایا: میں نہیں حکم دیا گیا کہ کریدوں دلوں کو اور پھاڑوں ان کے پیٹوں کو، راوی کہتے ہیں: پھر نبی ﷺ نے اس شخص کی طرف دیکھا درانحالیکہ وہ پیٹھ پھیر کر جارہا تھا، پس فرمایا: اس کی جڑ (نسل) سے ایسے لوگ پیدا ہونگے جو تروتازہ (بہترین انداز میں) قرآن کریم پڑھیں گے وہ ان کے گلوں سے آگے نہیں بڑھے گا، وہ دین سے نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے، راوی کہتے ہیں: میرا گمان یہ ہے کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر میں نے ان کو پایا تو ضرور ان کو قتل کروں گا ثمود کے قتل کرنے کی طرح، یعنی جس طرح قومِ ثمود جڑ سے اکھاڑ دی گئی میں بھی ان کا صفایا کردوں گا۔

تشریح: اعتراض اعتراض میں فرق ہوتا ہے، ایک اعتراض شکوہ ہوتا ہے جس کا مبنیٰ محبت ہوتی ہے ایسے اعتراض سے تکلیف نہیں پہنچتی، پہلے بندہ کا اعتراض ایسا ہی تھا اور دوسرا اعتراض خُبث نفس کی وجہ سے ہوتا ہے، یہ اعتراض تکلیف دہ ہوتا ہے، دوسرا شخص جس نے اعتراض کیا تھا وہ ذوالخُویصرہ تمیمی یا نافع یا حرقوص بن زہیر تھا، انہی لوگوں نے آگے چل کر حضرات علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما سے خروج (بغاوت) کیا۔

لغات: ذُهَيْبَة: ذَهَبَة کی تصغیر: تھوڑا سا سونا، یہ سونا شاید غنیمت کے خمس کا تھا......... **الأديم:** کھال .... **مَقْرُوْظ** (اسم مفعول) رنگا ہوا، قَرَظَ (ض) **قَرْظًا الجلدَ:** چمڑے کی قَرَظ کے پتّوں سے رنگائی کرنا، دباغت دینا......... **حَصَّلَ الشَّيْئَ:** الگ کرنا، ایک شئ کو دوسری شئ سے چھڑانا......... زید کے ساتھ لوگ الخیل اس لئے لگاتے تھے کہ ان کو گھوڑوں سے بڑی دلچسپی تھی، عمدہ گھوڑے جمع کررکھے تھے، نبی ﷺ نے اس کو بدل کر الخیر کردیا تھا، اسلام کے بعد وہ زید الخیر کہلاتے تھے......... چوتھے سردار علقمہ بن عُلاثہ تھے، اور شک عبدالواحد بن زیاد کا ہے، حضرت عامر کا اس واقعہ سے پہلے انتقال ہوگیا تھا (حاشیہ) .... **أَمِنَ** (س) **فلانا علی کذا:** کسی پر اعتماد کرنا، **أمين:** معتمد، جس کو امانت سونپی جائے......... **قال خالد:** پہلے (حدیث ۳۶۱۰) آیا ہے کہ یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہی تھی، تطبیق یہ ہے کہ دونوں

نے کہی ہوگی.......... کم من مصل: یعنی منافق بھی نماز پڑھتا ہے، پس نماز ایمان میں اخلاص کی دلیل کیسے بن سکتی ہے؟ ....نَقَبَ (ن) نَقْبًا: سوراخ کرنا..........مُقَفِّی اور مُقَفٍّ: دونوں طرح صحیح ہے، قَفَّ (ض) الشیئُ: سکڑنا، پیٹھ پھیرنا ....الضِّئْضِیئ: اصل، نسب..........الرَّمِیَّۃ: شکار.........فرقہ خوارج کے بارے میں حاشیہ میں ہے کہ وہ گمراہ اسلامی فرقہ ہے، أجمعوا علی أنهم مع ضلا لتهم فرقة من المسلمين۔

۳-حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے نبی ﷺ جیسا احرام باندھ کر آئے تھے

اوپر کی حدیثوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جس سریہ کا ذکر آیا ہے وہ سریہ فائز المرام ہو کر واپس آ گیا، پھر نبی ﷺ نے ان کو یمن کے دونوں پرگنوں کا قاضی بنا کر بھیجا، حجۃ الوداع میں وہ یمن سے سیدھے مکہ آئے، نبی ﷺ نے ان سے پوچھا: تم نے کیسا احرام باندھا ہے؟ تمہاری اہلیہ (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) کو میں ساتھ لایا ہوں، حضرت علیؓ نے کہا: میں نے مبہم احرام باندھا ہے، میں نے نیت کی ہے کہ جیسا نبی ﷺ کا احرام ویسا میرا احرام، پس نبی ﷺ نے فرمایا: میرے ساتھ قربانیاں ہیں، میرا احرام ۱۰ تاریخ سے پہلے نہیں کھل سکتا، پس تم بھی اسی طرح رہو، اور نبی ﷺ نے ان کو اپنی قربانیوں میں شریک کرلیا۔

[۴۳۵۲-] حدثنا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ عَطَاءٌ: قَالَ جَابِرٌ: أَمَرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلِيًّا أَنْ يُقِيْمَ عَلٰى إِحْرَامِهِ، زَادَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ: قَالَ عَطَاءٌ: قَالَ جَابِرٌ: فَقَدِمَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ بِسِعَايَتِهِ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "بِمَ أَهْلَلْتَ يَا عَلِيُّ؟" قَالَ: بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "فَأَهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ" قَالَ: وَأَهْدَى لَهُ عَلِيٌّ هَدْيًا.

[راجع: ۱۵۵۷]

[۴۳۵۳و۴۳۵۴-] حدثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرٌ، أَنَّهُ ذَكَرَ لِابْنِ عُمَرَ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ، فَقَالَ: أَهَلَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِالْحَجِّ، وَأَهْلَلْنَا بِهِ مَعَهُ، فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ: "مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً" وَكَانَ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم هَدْيٌ فَقَدِمَ عَلَيْنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ مِنَ الْيَمَنِ حَاجًّا، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "بِمَ أَهْلَلْتَ فَإِنَّ مَعَنَا أَهْلَكَ؟" قَالَ: أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم [قَالَ:] "فَأَمْسِكْ فَإِنَّ مَعَنَا هَدْيًا"

حدیث (۱): حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر ٹھہرے رہیں یعنی افعالِ عمرہ کر کے احرام نہ کھولیں، یہ مکی بن ابراہیم کی روایت ہے اور محمد بن بکر کی روایت میں ہے کہ

حضرت علیؓ یمن سے اپنی عمل داری سے آئے تو ان سے نبی ﷺ نے پوچھا: علیؓ! تم نے کیسا احرام باندھا ہے؟ انھوں نے کہا: جیسا احرام نبی ﷺ نے باندھا ہے، آپؐ نے فرمایا: پس قربانی کرو اور احرام کی حالت میں رہو جیسے تم ہو، راوی کہتا ہے: اور حضرت علیؓ نے اپنے حج کے لئے قربانی پیش کی۔

حدیث (۲): بکر بن عبداللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے ذکر کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے عمرہ اور حج کا احرام باندھا، ابن عمرؓ نے فرمایا: نبی ﷺ نے حج کا احرام باندھا تھا اور ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ حج کا احرام باندھا تھا، پس جب ہم مکہ پہنچے تو آپؐ نے فرمایا: جس کے پاس قربانی نہیں ہے وہ عمرہ کی نیت کر لے اور نبی ﷺ کے پاس قربانی تھی پس ہمارے پاس آئے علی رضی اللہ عنہ یمن سے حج کا احرام باندھ کر، نبی ﷺ نے ان سے پوچھا: تم نے کیسا احرام باندھا ہے؟ اس لئے کہ ہمارے ساتھ تمہاری بیوی ہے، حضرت علیؓ نے کہا: احرام باندھا ہے میں نے جیسا نبی ﷺ نے احرام باندھا ہے، آپؐ نے فرمایا: پس رکے رہو اس لئے کہ ہمارے پاس قربانی ہے۔

تشریح: جن صحابہ کے ساتھ قربانیاں نہیں تھیں انھوں نے نیت بدل لی تھی، اور طواف وسعی کر کے احرام کھول دیا تھا، پھر حج کا احرام آٹھ ذی الحجہ کو مکہ سے باندھا تھا، اور جن کے ساتھ قربانیاں تھیں انھوں نے حج کے ساتھ عمرہ کی بھی نیت کر لی تھی، اب وہ قارن بن گئے، تفصیل کتاب الحج میں ہے۔

لغت: سِعَایة: عمل داری، قضاء کے کام سے آئے تھے، اصل معنی: کوشش کرنا۔

ملحوظہ: دوسری حدیث پر دو نمبر اس لئے ہیں کہ یہ حضرت انس و ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایتیں ہیں۔

بَابُ غَزْوَةِ ذِی الْخَلَصَةِ

غزوہ ذوالخلصہ

یہ غزوہ نہیں تھا، سریہ تھا، مگر چونکہ ڈیڑھ سو سوار اس سریہ میں بھیجے گئے تھے، اس لئے بہت بڑا سریہ ہونے کی وجہ سے اس کو غزوہ کہہ دیا، یمن میں قبائل خثعم و بجیلہ کا ایک بہت بڑا بت خانہ تھا، وہ کعبہ کہلاتا تھا، یعنی اس کی اہمیت کعبہ شریف جیسی تھی، اس کو کعبہ یمانیہ بھی کہتے تھے، یعنی وہ کعبہ جو یمن میں واقع ہے اور اس کو کعبہ شامیہ بھی کہتے تھے اس لئے کہ اس کا مین گیٹ شام کی طرف تھا، اور جگہ کا نام الْخَلَصَة تھا اور مندر کا نام ذو الْخَلَصَة، فتح مکہ کے بعد جس طرح نبی ﷺ نے کعبہ سے بت صاف کر دیئے تھے اور قرب و جوار کے بڑے بڑے بتوں کو تڑوا دیا تھا، یمن کے اس مندر کو بھی تڑوا دیا، بجیلہ کی شاخ احمس کے صحابی حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس مندر کا قصہ نمٹا دیں، وہ قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ گئے اور اس کو ڈھا دیا، باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے تین روایتیں ذکر کی ہیں، پہلی مختصر ہے دوسری اس سے مفصل اور تیسری اور زیادہ مفصل۔

[٦٣-] بَابُ غَزْوَةِ ذِی الْخَلَصَةِ

[٤٣٥٥-] حدثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثنا خَالِدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَيَانٌ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيْرٍ، قَالَ: كَانَ بَيْتٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يُقَالُ لَهُ: ذُو الْخَلَصَةِ، وَالْكَعْبَةُ الْيَمَانِيَةُ، وَالْكَعْبَةُ الشَّامِيَّةُ، فقَالَ لِیْ النَّبِیُّ صلی الله عليه وسلم: "أَلَا تُرِيْحُنِیْ مِنْ ذِی الْخَلَصَةِ؟" فَنَفَرْتُ فِیْ مِائَةٍ وَخَمْسِيْنَ رَاكِبًا فَكَسَرْنَاهُ وَقَتَلْنَا مَنْ وَجَدْنَا عِنْدَهُ فَأَتَيْتُ النَّبِیَّ صلی الله عليه وسلم فَأَخْبَرْتُهُ فَدَعَا لَنَا وَلِأَحْمَسَ. [راجع: ٣٠٢٠]

ترجمہ: حضرت جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: زمانۂ جاہلیت میں ایک گھر (مندر) تھا جس کو ذوالخلصہ، کعبہ یمانیہ اور کعبہ شامیہ کہا جاتا تھا، نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا تم مجھے آرام نہیں پہنچاتے ذوالخلصہ مندر سے؟ پس روانہ ہوا میں ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ اور ہم نے اس کو توڑ دیا، اور جن لوگوں کو اس کے پاس پایا ان کو قتل کیا، پس میں نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپؐ کو اس کی اطلاع دی، آپؐ نے ہمارے لئے اور احمس کے لئے دعا فرمائی۔

تشریح: ماموارت کی بجا آوری سے آرام ملتا ہے، نبی ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: أَرِحْنَا بالصلوٰة: اذان واقامت کہو تا کہ ہم نماز پڑھ لیں، اور آرام ملے (مسند احمد ۵: ۳۶۴) اور منہیات کے اجتناب سے آرام ملتا ہے، غیر اللہ کی پرستش کا مندر توڑ دیا جائے تو آرام ملے گا، اس لئے فرمایا: أَلَا تُرِيْحُنِیْ؟ کیا تم مجھے آرام نہیں پہنچاتے؟

[٤٣٥٦-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيىَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ: قَالَ لِیْ جَرِيْرٌ، قَالَ لِیْ النَّبِیُّ صلی الله عليه وسلم: "أَلَا تُرِيْحُنِیْ مِنْ ذِی الْخَلَصَةِ؟ وَكَانَ بَيْتًا فِیْ خَثْعَمَ، يُسَمَّى كَعْبَةَ الْيَمَانِيَةَ، فَانْطَلَقْتُ فِیْ خَمْسِيْنَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ، وَكَانُوْا أَصْحَابَ خَيْلٍ، وَكُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ، فَضَرَبَ فِیْ صَدْرِیْ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ أَصَابِعِهِ فِیْ صَدْرِیْ، وَقَالَ: "اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا" فَانْطَلَقَ إِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا، ثُمَّ بَعَثَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله عليه وسلم فَقَالَ رَسُوْلُ جَرِيْرٍ: وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! مَا جِئْتُكَ حَتَّى تَرَكْتُهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْرَبُ، قَالَ: فَبَارَكَ فِیْ خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ. [راجع: ٣٠٢٠]

ترجمہ: حضرت جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا تم مجھے آرام نہیں پہنچاتے ذوالخلصہ مندر سے؟ اور وہ قبیلہ خثعم کا مندر تھا، جو یمنی کعبہ کہلاتا تھا یعنی وہ مکہ کے کعبہ کا ثانی تھا، پس میں قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو شہسواروں کے ساتھ چلا، اور وہ سب گھڑ سواری کے ماہر تھے، اور میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تھا، پس نبی ﷺ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا یہاں تک کہ میں نے آپؐ کی انگلیوں کے نشانات اپنے سینہ پر دیکھے، اور آپؐ نے فرمایا: "اے اللہ! اس کو جما دے

اور اس کو راہ نما اور راہ یاب بنا!'' پس میں اس مندر کی طرف چلا اور اس کو توڑ دیا، اور اس کو جلا دیا، پھر حضرت جریرؓ نے نبی ﷺ کے پاس قاصد روانہ کیا، حضرت جریرؓ کے پیغامبر نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو دین حق کے ساتھ بھیجا ہے! نہیں آیا میں آپؐ کے پاس یہاں تک کہ چھوڑ دیا میں نے اس کو گویا وہ کھوکھلا اونٹ یا خارشتی اونٹ ہے (جس پر تارکول پھیر دیا گیا ہو جس سے اونٹ کالا ہو گیا ہو) حضرت جریرؓ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے احمس کے گھڑ سواروں کے لئے اور پیادہ فوج کے لئے پانچ مرتبہ برکت کی دعا فرمائی۔

[٤٣٥٧-] حدثنا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِىْ خَالِدٍ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيْرٍ، قَالَ: قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم" أَلاَ تُرِيْحُنِىْ مِنْ ذِى الْخَلَصَةِ؟" فَقُلْتُ: بَلٰى، فَانْطَلَقْتُ فِىْ خَمْسِيْنَ وَمِائَةِ فَارِسٍ [مِنْ] أَحْمَسَ وَكَانُوْا أَصْحَابَ خَيْلٍ وَكُنْتُ لاَ أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم فَضَرَبَ يَدَهُ عَلٰى صَدْرِىْ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ يَدِهِ فِىْ صَدْرِىْ، وَقَالَ:" اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا" قَالَ: فَمَا وَقَعْتُ عَنْ فَرَسِىْ بَعْدُ، قَالَ: وَكَانَ ذُو الْخَلَصَةِ بَيْتًا بِالْيَمِنِ لِخَثْعَمَ وَبَجِيْلَةَ فِيْهِ نُصُبٌ تُعْبَدُ يُقَالَ لَهُ: الْكَعْبَةُ، قَالَ: فَأَتَاهَا فَحَرَّقَهَا بِالنَّارِ وَكَسَرَهَا.

قَالَ: وَلَمَّا قَدِمَ جَرِيْرٌ الْيَمَنَ كَانَ بِهَا رَجُلٌ يَسْتَقْسِمُ بِالْأَزْلاَمِ، فَقِيْلَ لَهُ: إِنَّ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم هَاهُنَا، فَإِنْ قَدَرَ عَلَيْكَ ضَرَبَ عُنُقَكَ، قَالَ: فَبَيْنَمَا هُوَ يَضْرِبُ بِهَا إِذْ وَقَفَ عَلَيْهِ جَرِيْرٌ، فَقَالَ: لَتَكْسِرَنَّهَا وَلَتَشْهَدَنَّ أَنْ لاَ إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ أَوْ لَأَضْرِبَنَّ عُنُقَكَ، قَالَ: فَكَسَرَهَا وَشَهِدَ، ثُمَّ بَعَثَ جَرِيْرٌ رَجُلاً مِنْ أَحْمَسَ يُكْنَى أَبَا أَرْطَاةَ إِلَى النَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم يُبَشِّرُهُ بِذٰلِكَ، فَلَمَّا أَتَى النَّبِىَّ صل الله عليه وسلم قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا جِئْتُ حَتَّى تَرَكْتُهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْرَبُ، قَالَ: فَبَرَّكَ النَّبِىُّ صلى الله عليه وسلم عَلٰى خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ. [راجع: ٣٠٢٠]

ترجمہ: حضرت جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم مجھے آرام نہیں پہنچاتے ذوالخلصہ مندر سے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں، پس میں چلا احمس کے ڈیڑھ سو شہسواروں کے ساتھ اور وہ سب گھوڑوں والے تھے اور میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تھا (گر پڑتا تھا) پس میں نے یہ بات نبی ﷺ سے ذکر کی، آپؐ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر مارا، یہاں تک کہ میں نے اپنے سینہ میں آپؐ کے ہاتھ کے نشانات دیکھے اور آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! اس کو جما دے اور اس کو راہ نما اور راہ یاب بنا، حضرت جریرؓ کہتے ہیں: اس کے بعد پھر میں اپنے گھوڑے سے نہیں گرا، حضرت جریرؓ کہتے ہیں: اور ذوالخلصہ یمن میں قبائل خثعم و بجیلہ کا مندر تھا اس میں مورتیاں تھیں جو پوجی جاتی تھیں اس کو کعبہ کہا جاتا تھا، راوی کہتا ہے: پس حضرت جریرؓ اس مندر پر پہنچے اور اس کو آگ سے جلا دیا، اور اس کو توڑ دیا۔

راوی کہتا ہے: جب حضرت جریرؓ یمن میں پہنچے تو وہاں ایک آدمی تھا جو فال کے تیروں سے فال نکالا کرتا تھا اس سے کہا گیا: اللہ کے رسول کے رسول یہاں ہیں، پس اگر انھوں نے تجھ پر قابو پالیا تو وہ تیری گردن ماردیں گے، راوی کہتا ہے: پس دریں اثناء کہ وہ تیروں سے فال نکال رہا تھا، اچانک اس سے حضرت جریرؓ واقف ہوئے پس فرمایا: البتہ ضرور توڑ ڈال فال کے تیروں کو اور البتہ ضرور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں یا البتہ ضرور میں تیری گردن ماردوں گا، راوی کہتا ہے: پس اس نے تیر توڑ ڈالے اور توحید کی گواہی دی، پھر حضرت جریرؓ نے احمس کے ایک آدمی کو بھیجا جس کی کنیت ابوارطاۃ تھی نبی ﷺ کے پاس تا کہ وہ آپ کو اس کی خوشخبری سنائے، جب وہ نبی ﷺ کے پاس آیا تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے! نہیں آیا ہوں میں یہاں تک کہ چھوڑ دیا ہے میں نے اس مندر کو گویا وہ خارشتی اونٹ ہے (یا کھوکھلا اونٹ ہے) راوی کہتا ہے: پس برکت کی دعا دی نبی ﷺ نے احمس کے شہسواروں کو اور پیادوں کو پانچ مرتبہ۔

سریہ ذات السَّلاسِل

الماءُ السَّلْسَالُ اور الْماءُ السَّلاَسِل کے معنی ہیں: شیریں، صاف اور شفاف پانی جو بہ سہولت حلق سے اتر جائے، یہ ایک چشمہ تھا اس کی مناسبت سے سریہ: ذات السلاسل کہلایا، علاوہ ازیں اور اقوال بھی ہیں، یہ سریہ جمادی الاخری سن ۸ ہجری میں بھیجا گیا اور کن قبائل کی طرف بھیجا گیا؟ اس میں امام بخاری رحمہ اللہ نے دو قول ذکر کئے ہیں:

پہلا قول: اسماعیل بن ابی خالدؒ جو کتب ستہ کے راوی ہیں، اور ثقہ ثبت ہیں: کہتے ہیں: قبائل لخم اور جُذام کی طرف یہ سریہ بھیجا گیا تھا، یہ دونوں قبیلے قحطانی ہیں اور اس کی شاخ کہلان سے تعلق رکھتے ہیں۔

دوسرا قول: امام المغازی محمد بن اسحاق اپنی سند سے حضرت عروہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ یہ سریہ بَلِیّ، عُذْرَۃ اور بنو الْقَیْن کی طرف بھیجا گیا تھا، یہ تینوں قبائل قُضاعہ کے بطون ہیں اور قضاعہ قحطانی قبیلہ ہے۔

سریہ بھیجنے کی وجہ:

پہلے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ کے نامہ بردار حضرت حارث بن عُمیر رضی اللہ عنہ کو قیصر روم کے گورنر شرحبیل بن عمرو غسّانی نے قتل کر دیا تھا، سفیروں اور قاصدوں کا قتل بدترین جرم تھا، جب نبی ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو آپؐ نے تین ہزار کا لشکر تیار کیا اور جمادی الاولیٰ سن ۸ ہجری میں اسے روانہ کیا، یہی غزوہ موتہ ہے، یہ لشکر جب مُعان مقام پر پہنچا تو جاسوسوں نے اطلاع دی کہ ہرقل قیصر روم بلقاء کے علاقہ میں مآب مقام میں ایک لاکھ رومیوں کا لشکر لے کر خیمہ زن ہے، اور اس کے جھنڈے تلے لخم، جُذام، بنو القین، عُذرۃ اور بَلِیّ (قبائل عرب) کے مزید ایک لاکھ افراد جمع ہو گئے ہیں، مجاہدین ان سے ٹکرائے، تین امراء شہید ہوئے، پھر حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے کمان سنبھالی اور اپنی مہارت اور کمال ہنرمندی

سے فوج کو نکال لائے۔

جب رسول اللہ ﷺ کو معرکہ موتہ کے سلسلہ میں شام کے بالائی حصہ میں رہنے والے عرب قبائل کے موقف کا علم ہوا کہ وہ مسلمانوں سے لڑنے کے لئے رومیوں کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے تھے، تو آپ ﷺ نے جمادی الثانیہ سن ۸ ہجری میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو تین سو افراد کے ساتھ ان قبائل کی طرف روانہ کیا تا کہ ان عرب قبائل پر دھاک بیٹھے اور وہ آئندہ رومیوں کی مدد کرنے کی ہمت نہ کریں۔

حضرات خالد وعمرو بن العاص رضی اللہ عنہما ساتھ مسلمان ہوئے ہیں، غزوۂ موتہ میں حضرت خالدؓ نے امیر بن کر بڑا کارنامہ انجام دیا تھا، اب اس غزوہ میں حضرت عمرو بن العاصؓ کو امیر منتخب کیا، اس لئے کہ ان کی دادی قبیلہ بَلِیّ سے تعلق رکھتی تھی، ان کی کمان میں بڑے بڑے مہاجرین وانصار تھے، ان کے ساتھ تیس گھوڑے تھے، جب وہ دشمن کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ ان کی جمعیت بہت زیادہ ہے اس لئے حضرت عمروؓ نے حضرت رافع بن مکیث جہنی رضی اللہ عنہ کو کمک طلب کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا، آپ ﷺ نے حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں دو سو فوجیوں کی کمک روانہ کی، جن میں روسائے مہاجرین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اور سردارانِ انصار بھی تھے، چلتے وقت حضرت ابوعبیدہؓ کو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ عمرو بن العاصؓ سے جاملو اور دونوں مل کر کام کرنا، اختلاف مت کرنا، جب یہ کمک لشکر میں جاملی تو حضرت ابوعبیدہؓ نے امامت کرنی چاہی، لیکن حضرت عمروؓ نے کہا: آپ میرے پاس کمک کے طور پر آئے ہیں، امیر میں ہوں، حضرت ابوعبیدہؓ نے ان کی بات مان لی اور نماز حضرت عمروؓ ہی پڑھاتے رہے، کمک آجانے کے بعد فوج آگے بڑھی اور خزاعہ کے علاقہ میں داخل ہوئی ان کے علاقہ کو روندتی ہوئی دور تک پہنچ گئی، آخر میں ایک لشکر سے مڈبھیڑ ہوئی، لیکن جب مسلمانوں نے اس پر حملہ کیا تو وہ ادھر اُدھر بھاگ گئے، صحابہ نے دشمن کا تعاقب کرنا چاہا، مگر حضرت عمروؓ نے منع کر دیا، اس غزوہ میں حضرت عمروؓ نے صحابہ کو رات میں آگ جلانے سے بھی منع کیا تھا، چونکہ سردی کا زمانہ تھا، اس لئے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے اس سلسلہ میں ان سے بات کی، مگر انھوں نے اجازت نہیں دی، اور اسی سفر میں ایک دن امیر صاحب کو احتلام ہوگیا انھوں نے تیمّم کر کے صبح کی نماز پڑھائی، واپسی میں جب یہ تینوں باتیں نبی ﷺ کے سامنے آئیں تو آپ ﷺ نے ان سے وجہ دریافت کی، انھوں نے کہا: یارسول اللہ! دشمن کے تعاقب سے تو میں نے اس لئے روکا تھا کہ مجھے اندیشہ تھا کہ آگے ان کی مدد کے لئے آدمی ہونگے، پس خواہ مخواہ ہمیں نقصان اٹھانا پڑے گا، اور آگ جلانے سے میں نے اس لئے روکا تھا کہ دشمن کو ہماری قلت کا اندازہ نہ ہوجائے اور تیمّم کر کے میں نے نماز اس لئے پڑھائی تھی کہ سخت سردی تھی، اور غسل کرنے میں مجھے جان کا خطرہ تھا، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوْا أَنْفُسَكُمْ، إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾: خود کو مار مت ڈالو، بیشک اللہ تعالیٰ تم پر بہت مہربان ہیں، نبی ﷺ سن کر مسکرائے اور ان سے کچھ نہیں کہا۔

چونکہ اس سریہ میں بڑے بڑے صحابہ حضرت عمروؓ کی زیر قیادت تھے، اس لئے انہیں یہ خوش فہمی ہوئی کہ وہ نبی ﷺ کو

سب سے زیادہ محبوب ہیں، چنانچہ غزوہ سے واپس آ کر انھوں نے دریافت کیا: لوگوں میں آپؐ کو کون سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپؐ نے فرمایا: عائشہؓ، انھوں نے پوچھا: مردوں میں؟ آپؐ نے فرمایا: ان کے والد، انھوں نے پوچھا: پھر؟ آپؐ نے فرمایا: عمرؓ، اس طرح وہ پوچھتے رہے اور آپ جواب دیتے رہے، پھر وہ خاموش ہوگئے اس اندیشہ سے کہ کہیں ان کا نام سب سے آخر میں نہ آئے۔

[٦٤-] بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ

[١-] وَهِيَ غَزْوَةُ لَخْمٍ وَجُذَامٍ، قَالَهُ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِيْ خَالِدٍ.

[٢-] وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيْدَ، عَنْ عُرْوَةَ: هِيَ بِلَادُ بَلِيٍّ وَعُذْرَةَ وَبَنِي الْقَيْنِ.

[٤٣٥٨-] حدثنا إِسْحَاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَعَثَ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ عَلٰى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ، قَالَ: فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: " عَائِشَةُ" قُلْتُ: مِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَ: " أَبُوْهَا" قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: "عُمَرُ" فَعَدَّ رِجَالاً فَسَكَتُّ مَخَافَةَ أَنْ يَجْعَلَنِيْ فِي آخِرِهِمْ. [راجع: ٣٦٦٢]

بَابُ ذَهَابِ جَرِيْرٍ إِلَى الْيَمَنِ

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا یمن کی طرف جانا

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ فتح مکہ کے بعد یمن کی طرف ذوالخلصہ مندر کو ڈھانے کے لئے بھیجا تھا، جس کا بیان آچکا، دوسری مرتبہ حجۃ الوداع کے بعد ان کو دین کی تبلیغ کے لئے یمن کی طرف روانہ کیا، یمن میں دو اہم شخصیتیں تھیں، ایک کا نام ذوکلاع اور دوسرے کا نام ذوعمرو تھا، ان دونوں کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے حضرت جریرؓ سے خاص طور پر کہا گیا تھا، حضرت جریرؓ نے ان کو دعوت دی، دونوں نے قبول کی، اور دونوں حضرت جریرؓ کے ساتھ مدینہ کی طرف رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے، راستہ میں حضرت جریرؓ نے ان سے نبی ﷺ کے تعلق سے کچھ باتیں بیان کیں، اس پر ذوعمرو نے کہا: اگر وہ باتیں جو تم اپنے حضرت کے متعلق بیان کرتے ہو صحیح اور درست ہیں تو ان کی موت کو پھر تین دن ہو چکے ہیں، حضرت جریرؓ کہتے ہیں: ابھی ہم راستہ ہی میں تھے کہ مدینہ کی طرف سے آنے والے چند حضرات ملے، ہم نے ان سے احوال دریافت کئے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ کا انتقال ہو چکا ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا ہے اور کوئی انتشار نہیں ہے، یہ بات سن کر ذوالکلاع اور ذوعمرو نے حضرت جریرؓ سے کہا: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بتا دینا کہ ہم نبی ﷺ سے ملاقات کے لئے آرہے تھے، مگر چونکہ آپؐ کا انتقال ہوگیا، اس لئے ہم واپس جا رہے ہیں، ان شاء اللہ پھر کبھی آئیں

گے، یہ کہہ کر دونوں یمن واپس لوٹ گئے، حضرت جریرؓ نے یہ بات حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو بتلائی، انھوں نے کہا: تم ان کو ساتھ لے کر کیوں نہیں آئے؟ پھر ایک عرصہ کے بعد ذو عمرو کی حضرت جریرؓ سے ملاقات ہوئی، انھوں نے حضرت جریرؓ سے کہا: جریرؓ! تمہارا مجھ پر ایک احسان ہے (کہ تمہاری بدولت اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام سے نوازا) اس لئے میں تمہیں ایک بات بتلاتا ہوں، تم عرب لوگ برابر خیر کے ساتھ رہوگے، جب تک کہ تم ایک امیر کے بعد دوسرے امیر کا انتخاب آپس کے مشورہ سے کروگے، اور جب اقتدار پر تلوار کے ذریعہ قبضہ ہونے لگے گا تو تمہارے اندر ملوکیت آجائے گی، بادشاہوں کی طرح غصہ ہوؤگے اور بادشاہوں کی طرح راضی ہوؤگے۔

سوال: ذو عمرو نے یہ بات کیسے بتائی کہ نبی ﷺ کا تین دن پہلے انتقال ہو چکا ہے؟

جواب: حضرت علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ نے فیض الباری میں فرمایا کہ وہ شخص کاہن تھا، کہانت کے ذریعہ اس نے معلوم کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو چکا ہے۔

فائدہ: شاہ صاحب قدس سرہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کاہن کو خود اپنی بات پر یقین نہیں ہوتا، چنانچہ ذو عمرو کہہ بھی رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوگیا ہے اور جریر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ کا سفر بھی کر رہا ہے کہ ممکن ہے ملاقات ہو جائے اور انتقال نہ ہوا ہو، اور اس کے جنّ نے اس کو غلط خبر دی ہو، پھر جب مدینہ کی طرف سے آنے والے لوگوں نے وفات کی خبر دی تو یقین ہوگیا اور وہ دونوں لوٹ گئے، معلوم ہوا کہ انسانوں کی خبر جنات کی خبر سے زیادہ یقینی ہے۔

[٦٥-] بَابُ ذَهَابِ جَرِيْرٍ إِلَى الْيَمَنِ

[٤٣٥٩-] حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ الْعَبْسِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيْسَ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِيْ خَالِدٍ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيْرٍ، قَالَ: كُنْتُ بِالْيَمَنِ فَلَقِيْتُ رَجُلَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ ذَا كَلَاعٍ وَذَا عَمْرٍو، فَجَعَلْتُ أُحَدِّثُهُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ لَهُ ذُوْ عَمْرٍو: لَئِنْ كَانَ الَّذِيْ تَذْكُرُ مِنْ أَمْرِ صَاحِبِكَ لَقَدْ مَرَّ عَلَى أَجَلِهِ مُنْذُ ثَلَاثٍ، وَأَقْبَلَا مَعِيْ حَتَّى إِذَا كُنَّا فِيْ بَعْضِ الطَّرِيْقِ رُفِعَ لَنَا رَكْبٌ مِنْ قِبَلِ الْمَدِيْنَةِ، فَسَأَلْنَاهُمْ فَقَالُوْا: قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَاسْتُخْلِفَ أَبُوْ بَكْرٍ وَالنَّاسُ صَالِحُوْنَ، فَقَالَا: أَخْبِرْ صَاحِبَكَ أَنَّا قَدْ جِئْنَا وَلَعَلَّنَا سَنَعُوْدُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، وَرَجَعَا إِلَى الْيَمَنِ فَأَخْبَرْتُ أَبَا بَكْرٍ بِحَدِيْثِهِمْ، قَالَ: أَفَلَا جِئْتَ بِهِمْ؟ فَلَمَّا كَانَ بَعْدُ قَالَ لِيْ ذُوْ عَمْرٍو: يَا جَرِيْرُ! إِنَّ لَكَ عَلَيَّ كَرَامَةً، وَإِنِّيْ مُخْبِرُكَ خَبَرًا، إِنَّكُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ لَنْ تَزَالُوْا بِخَيْرٍ مَا كُنْتُمْ إِذَا هَلَكَ أَمِيْرٌ تَأَمَّرْتُمْ فِيْ آخَرَ، فَإِذَا كَانَتْ بِالسَّيْفِ كَانُوْا مُلُوْكًا، يَغْضَبُوْنَ غَضَبَ الْمُلُوْكِ، وَيَرْضَوْنَ رِضَا الْمُلُوْكِ.

ترجمہ: حضرت جریرؓ کہتے ہیں: میں یمن میں تھا میری ملاقات یمن کے دو آدمیوں سے ہوئی، ایک کا نام ذو کلاع اور

دوسرے کا نام ذوعمرو تھا، پس میں ان سے نبی ﷺ کے احوال بیان کرنے لگا، پس ذوعمرو نے کہا: جس کے یہ حالات تم بیان کررہے ہو اگر یہ حالات صحیح ہیں تو تین دن پہلے ان کا انتقال ہو چکا ہے اور وہ دونوں میرے ساتھ مدینہ کی طرف چلتے رہے، راستہ میں کچھ سوار مدینہ کی طرف سے آتے ہوئے ملے، ہم نے ان سے احوال معلوم کئے انھوں نے کہا: آنحضرت ﷺ کی وفات ہوگئی ہے، اور ابوبکر رضی اللہ عنہ آپؐ کے خلیفہ نامزد ہوئے ہیں، باقی سب لوگ بخیریت ہیں، یہ سن کر ذو کلاع اور ذوعمرو نے کہا: تم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتادینا کہ ہم یہاں تک آئے تھے، ہم ان شاء اللہ پھر آئیں گے یہ کہہ کر دونوں یمن کی طرف لوٹ گئے، میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کا واقعہ بتایا، انھوں نے کہا: تم انہیں میرے پاس کیوں نہیں لائے؟ پھر ایک طویل عرصہ کے بعد ذوعمرو مجھ سے ملے، کہنے لگے: جریرؓ! تمہارا مجھ پر احسان ہے اور میں تمہیں ایک بات بتلاتا ہوں، بیشک تم لوگ خاص کرتا ہوں میں عربوں کو تم ہمیشہ خیرت کے ساتھ رہو گے جب تک تمہارا دستور رہے گا کہ ایک امیر کے انتقال کے بعد (باہم مشورہ سے) دوسرے کو امیر بنایا کروگے، لیکن جب تلوار کے زور سے بادشاہت طے ہونے لگے گی تو یہ امیر دوسرے بادشاہوں کی طرح غصہ کریں گے اور انہی کی طرح خوش ہونگے، جیسے بادشاہ بات بات پر ناراض ہوجاتے ہیں اور ذراسی بات پر راضی ہوجاتے ہیں، وہی تمہارا حال ہوجائے گا، نہ ان بادشاہوں کی ناراضگی کا کوئی بھروسہ ہوگا اور نہ ان کی خوشی کا کوئی اعتبار ہوگا۔

فائدہ: فیض الباری کے حاشیہ میں ہے کہ اہل یمن کے ناموں کے شروع میں 'ذو' لگتا تھا، جیسے ذویزن، ذوجدن، ذو کلاع، ذوعمرو وغیرہ، اور یہ لوگ اذواء الیمن کہلاتے تھے (فیض الباری ۴: ۱۲۱)

بَابُ غَزْوَةِ سِيْفِ الْبَحْرِ

ساحل سمندر کی طرف سریہ

یہ بھی غزوہ نہیں ہے، سریہ ہے، مگر چونکہ اس میں تین سو آدمی تھے، اس لئے غزوہ کہہ دیا، ماہِ رجب سن ۸ ہجری میں نبی ﷺ نے حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو تین سو آدمیوں پر امیر مقرر کرکے ساحل سمندر کی طرف روانہ کیا، لشکر میں حضرت عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما بھی تھے، چلتے وقت توشہ کے لئے نبی ﷺ نے کھجوروں کا ایک تھیلا مرحمت فرمایا، جب کھجوریں ختم ہوگئیں تو گٹھلیاں چوس چوس کر اور پانی پی پی کر وقت گذارا، جب وہ بھی نہ رہیں تو درختوں کے پتے کھائے، اسی وجہ سے اس سریہ کو سریۃ الْخَبَط بھی کہتے ہیں، خَبَط کے معنی ہیں: درخت سے جھاڑے ہوئے پتے، پھر اللہ تعالیٰ نے کرشمہ ظاہر فرمایا، دریا نے ایک بہت بڑی مچھلی کنارے پر پھینکی، جس سے لشکر نے اٹھارہ دن کھایا، اس مچھلی کا نام عنبر تھا، پھر حضرت ابوعبیدہؓ نے مچھلی کے دو کانٹے لئے ان کو ملا کر کمان بنا کر کھڑے کئے، اور اس کے نیچے سے کجاوہ کسا ہوا اونٹ گذارا تو وہ بے تکلف اس کے نیچے سے گذر گیا، پھر جب سریہ مدینہ واپس آیا تو یہ واقعہ آپؐ سے ذکر کیا گیا، آپؐ نے

فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی تھی (یہ صحابہ کی کرامت تھی اور امت کی کرامت نبی کا معجزہ ہوتی ہے) اور آپؐ نے فرمایا: کچھ گوشت ہوتو لاؤ، وہ لایا گیا، آپؐ نے اسے نوش فرمایا۔

یہ سریہ کب بھیجا گیا؟ اور کیوں بھیجا گیا؟

اکثر اصحابِ مغازی کی رائے ہے کہ یہ سریہ قریش کے قافلہ کے تعاقب کے لئے بھیجا گیا تھا، امام بخاری رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے، لیکن یہ صلح حدیبیہ کا زمانہ ہے، اس وقت قریش کے قافلہ پر حملہ نا قابل فہم ہے، اس لئے دوسری رائے یہ ہے کہ یہ سریہ صلح حدیبیہ سے پہلے بھیجا گیا تھا، مگر اکثر کی رائے یہ ہے کہ رجب ۸ ہجری میں بھیجا گیا تھا، اور انھوں نے معاہدۂ حدیبیہ کی خلاف ورزی کے اشکال کا جواب یہ دیا ہے کہ اس سے پہلے قریش معاہدہ کی خلاف روزی کر چکے تھے، قریش نے بنو بکر کی مدد کر کے معاہدۂ صلح کو توڑ دیا تھا، پس رجب سن ۸ ہجری کا زمانہ صلح حدیبیہ کا زمانہ نہیں ہے جو شرائط کی پابندی ضروری ہو، مگر اس پر پھر اشکال ہے کہ فتح مکہ کا معاملہ مخفی رکھا گیا تھا، اگر ان کے قافلہ کے ساتھ چھیڑ شروع کر دی جائے گی تو بات صیغۂ راز میں کیسے رہے گی؟

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک اور بات لکھی ہے کہ یہ سریہ قریش کے قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے نہیں گیا تھا بلکہ ان کی حفاظت کے لئے بھیجا گیا تھا، اور جہاں بھیجا تھا وہاں قبیلہ جُہینہ آباد تھا، اور وہ لوگ لوٹ مار کے عادی تھے اور اندیشہ تھا کہ وہ کہیں قافلہ قریش کو لوٹ لیں، اس لئے اس کی حفاظت کے لئے یہ سریہ روانہ فرمایا تھا، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں لفظ یَتَلَقَّوْنَ استعمال کیا ہے، جس کے معنی استقبال کرنے کے بھی آتے ہیں اور گھات لگانے کے بھی، اور باب کی دوسری حدیث میں نَرْصُد ہے اس کے معنی حاشیہ میں انتظار کرنے کے لکھے ہیں، اس لئے یہ رائے بھی وقیع معلوم ہوتی ہے، لشکر کا وہاں پڑا رہنا اور کسی سے چھیڑ نہ کرنا اس کا قرینہ ہے، پھر جب عِیر گذر گیا ہوگا تو لشکر واپس آ گیا ہوگا، اور اس طرح مکہ والوں کو چکمہ بھی دے دیا، ان کو مطمئن کر دیا کہ معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کی جا رہی ہے، پوری پاسداری کی جا رہی ہے، ان کے غلّہ کے قافلہ کی حفاظت بھی کی جا رہی ہے۔ واللہ اعلم

[٦٦-] بَابُ غَزْوَةِ سِيْفِ الْبَحْرِ

وَهُمْ يَتَلَقَّوْنَ عِيْرًا لِقُرَيْشٍ، وَأَمِيْرُهُمْ أَبُوْ عُبَيْدَةَ.

[٤٣٦٠-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّهُ قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَعْثًا قِبَلَ السَّاحِلِ، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ، وَهُمْ ثَلَاثُ مِائَةٍ فَخَرَجْنَا فَكُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ فَنِيَ الزَّادُ، فَأَمَرَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بِأَزْوَادِ الْجَيْشِ فَجُمِعَ، فَكَانَ مِزْوَدَيْ تَمْرٍ، فَكَانَ يُقَوِّتُنَا كُلَّ يَوْمٍ قَلِيْلاً قَلِيْلاً حَتَّى فَنِيَ، فَلَمْ يَكُنْ يُصِيْبُنَا إِلَّا تَمْرَةٌ تَمْرَةٌ، فَقُلْتُ:

مَاتُغْنِیْ عَنْکُمْ تَمْرَۃٌ؟ فَقَالَ: لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِیْنَ فَنِیَتْ، ثُمَّ انْتَهَیْنَا إِلَی الْبَحْرِ فَإِذَا حُوْتٌ مِثْلُ الظَّرِبِ، فَأَكَلَ مِنْهُ الْقَوْمُ ثَمَانَ عَشْرَةَ لَیْلَةً، ثُمَّ أَمَرَ أَبُوْ عُبَیْدَةَ بِضِلْعَیْنِ مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنُصِبَا ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُحِلَتْ ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا فَلَمْ تُصِبْهُمَا. [راجع: ۲٤۸۳]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے ساحل سمندر کی طرف ایک لشکر بھیجا اور ان پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا، وہ تین سو آدمی تھے، پس ہم نکلے، ہم ابھی راستہ میں تھے کہ توشہ ختم ہوگیا، حضرت ابوعبیدہؓ نے حکم دیا کہ لشکر کے سارے توشے جمع کئے جائیں، وہ چھوہاروں کے دو بورے بنے، پس ابوعبیدہؓ ہمیں کھانے کو دیا کرتے تھے ہر دن تھوڑا تھوڑا، یہاں تک کہ وہ ختم ہونے آیا، پس نہیں پہنچتا تھا ہم کو مگر ایک ایک چھوہارا، وہب بن کیسان نے پوچھا: ایک چھوہارے سے آپ لوگوں کا کام کیسے چلتا ہوگا؟ حضرت جابرؓ نے کہا: بخدا! پایا ہم نے اس کے گم ہونے کو، جب ایک کھجور بھی ختم ہوگئی، یعنی جب ایک کھجور بھی ملنی بند ہوگئی تو ہمیں احساس ہوا کہ وہ کتنی بڑی نعمت تھی، پھر ہم سمندر پر پہنچے، پس اچانک ایک مچھلی چھوٹے پہاڑ جیسی (مل گئی) پس اس سے لوگوں نے اٹھارہ دن کھایا، پھر ابوعبیدہؓ نے حکم دیا اس کے کانٹوں میں سے دو کانٹوں کے متعلق، وہ دونوں ملا کر کھڑے کئے گئے، پھر اونٹ کے بارے میں حکم دیا، اس پر کجاوہ کسا گیا، پھر وہ سواری دونوں کانٹوں کے نیچے گذاری گئی، وہ ان کانٹوں سے نہیں لگی۔

تشریح: اتنی بڑی مچھلی جس کو تین سو آدمیوں نے اٹھارہ دن تک کھایا: صحابہ کی کرامت تھی، اور جس طرح معجزہ میں کھانا پینا بڑھتا ہے اسی طرح یہ مچھلی کھاتے بھی رہے اور بڑھتی بھی رہی، اور اس حدیث میں صراحت ہے کہ دو کانٹے ملا کر کمان بنا کر کھڑے کئے گئے تھے، اگلی حدیثوں میں جو ایک پسلی (کانٹے) کی بات ہے وہ مجاز ہے۔

[٤٣٦١-] حدثنا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْیَانُ، قَالَ: الَّذِیْ حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، یَقُوْلُ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم ثَلَاثَ مِائَةِ رَاكِبٍ، أَمِیْرُنَا أَبُوْ عُبَیْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ، نَرْصُدُ عِیْرَ قُرَیْشٍ، فَأَقَمْنَا بِالسَّاحِلِ نِصْفَ شَهْرٍ، فَأَصَابَنَا جُوْعٌ شَدِیْدٌ، حَتّٰی أَكَلْنَا الْخَبَطَ، فَسُمِّیَ ذٰلِكَ الْجَیْشُ جَیْشَ الْخَبَطِ، فَأَلْقٰی لَنَا الْبَحْرُ دَابَّةً یُقَالُ لَهَا: الْعَنْبَرُ، فَأَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ وَادَّهَنَّا مِنْ وَدَكِهِ، حَتّٰی ثَابَتْ إِلَیْنَا أَجْسَامُنَا، فَأَخَذَ أَبُوْ عُبَیْدَةَ ضِلَعًا مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنَصَبَهُ فَعَمَدَ إِلٰی أَطْوَلِ رَجُلٍ مَعَهُ — قَالَ سُفْیَانُ مُرَّةً: ضِلَعًا مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنَصَبَهُ وَأَخَذَ رَحْلًا وَبَعِیْرًا— فَمَرَّ تَحْتَهُ.

قَالَ جَابِرٌ: وَكَانَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ، ثُمَّ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ، ثُمَّ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ، ثُمَّ إِنَّ أَبَا عُبَیْدَةَ نَهَاهُ. وَكَانَ عَمْرٌو یَقُوْلُ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ صَالِحٍ: أَنَّ قَیْسَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ لِأَبِیْهِ: كُنْتُ فِی الْجَیْشِ فَجَاعُوْا قَالَ: انْحَرْ، قَالَ: نَحَرْتُ، قَالَ: ثُمَّ جَاعُوْا، قَالَ: انْحَرْ، قَالَ: نَحَرْتُ. قَالَ: ثُمَّ جَاعُوْا، قَالَ: انْحَرْ، قَالَ: نَحَرْتُ، قَالَ: ثُمَّ جَاعُوْا، قَالَ: انْحَرْ، قَالَ: نُهِیْتُ. [راجع: ۲٤۸۳]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہمیں نبی ﷺ نے بھیجا درانحالیکہ ہم تین سو اونٹ سوار تھے، ہمارے امیر ابوعبیدۃ رضی اللہ عنہ تھے، انتظار کررہے تھے ہم قریش کے تجارتی قافلہ کا، ہم ساحل سمندر پر آدھا مہینہ ٹھہرے، پس پہنچی ہمیں سخت بھوک، یہاں تک کہ کھایا ہم نے جھاڑے ہوئے پتوں کو، اس لئے کہلایا وہ لشکر جَیْشُ الْخَبَط (جھاڑے ہوئے پتے کھانے والا لشکر) پس ڈالا ہمارے لئے سمندر نے ایک جانور جس کو عنبر کہا جاتا تھا، پس کھایا ہم نے اس سے آدھا مہینہ، اور بدن پر تیل لگایا ہم نے اس کی چربی سے، یہاں تک کہ لوٹ آئے ہماری طرف ہمارے اجسام، یعنی فاقے سے ہم دبلے ہوگئے تھے، اب مچھلی کھانے سے اور اس کی چربی بدن پر ملنے سے ہماری لاغری دور ہوگئی، اور ہم پہلے جیسے ہوگئے، پس ابو عبیدہؓ نے اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی لی، اس کو کھڑا کیا، پھر قصد کیا لمبے سے لمبے آدمی کا، جو ابوعبیدہؓ کے ساتھ تھا —— سفیان بن عیینہؒ نے کبھی کہا: اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی لی، پس اس کو کھڑا کیا اور کجاوہ اور اونٹ کو لیا —— پس وہ آدمی یا اونٹ اس کے نیچے سے گذرا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اور لوگوں میں ایک آدمی تھا اس نے تین اونٹ ذبح کئے، پھر تین اونٹ ذبح کئے پھر تین اونٹ ذبح کئے (تین مرتبہ) پھر ابوعبیدہؓ نے اس کو منع کردیا۔

اور عمرو بن دینارؒ کہا کرتے تھے کہ ہمیں ابوصالح نے بتلایا کہ قیس بن سعدؓ نے اپنے ابا سے کہا: میں لشکر میں تھا، پس لوگ بھوکے ہوئے، ان کے ابا نے کہا: اونٹ ذبح کر، قیس نے کہا: میں نے ذبح کئے، قیس نے کہا: پھر لوگ بھوکے ہوئے، ان کے ابا نے کہا: اونٹ ذبح کر، قیس نے کہا: میں نے ذبح کئے، قیس نے کہا: پھر لوگ بھوکے ہوئے، ان کے ابا نے کہا: اونٹ ذبح کر، قیس نے کہا: میں نے ذبح کئے، قیس نے کہا: پھر لوگ بھوکے ہوئے، ان کے ابا نے کہا: اونٹ ذبح کر، قیس نے کہا: میں روک دیا گیا۔

سوال (۱): پہلی حدیث میں اٹھارہ دن کا ذکر ہے اور اس حدیث میں پندرہ دن کا: یہ تعارض ہے؟

جواب: تعارض نہیں، اس حدیث میں تین دن جو کسر تھے وہ چھوڑ دیئے۔

سوال (۲): پہلی حدیث میں تھا کہ مچھلی کے دو کانٹے لئے اور ان کو ملا کر کھڑا کیا، اور اس حدیث میں ایک کانٹے کا ذکر ہے: یہ بھی تعارض ہے؟

جواب: یہ بھی تعارض نہیں، اصل بات وہ ہے جو پہلی حدیث میں ہے اور اس حدیث میں ضِلْعٌ اسم جنس ہے جو دو کانٹوں کو بھی شامل ہے۔

یہ گھر جود وسخا کا گھر ہے:

اور یہ واقعہ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کا ہے، جب انھوں نے دیکھا کہ لوگ فاقہ سے دوچار ہیں، پتے کھا کر گذارہ کررہے ہیں تو انھوں نے اہل ساحل سے ادھار تین اونٹ خرید کر ذبح کئے، حضرت ابوعبیدہؓ نے ان سے کہا: رقم

تو تمہارے پاس ہے نہیں، ادھار خرید کر اونٹ ذبح کر رہے ہو، یہ قرض کہاں سے ادا کرو گے؟ حضرت قیسؓ نے کہا: ہمارے گھر میں مال ہے، اس سے قرض ادا کر دوں گا، حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا: وہ مال تو تمہارے ابا کا ہے؟ قیس نے کہا: میرے ابا اجنبی حاجت مندوں اور غریبوں کی مدد کرتے ہیں، پس اگر میں مقروض ہو گیا تو وہ میری مدد نہیں کریں گے؟ امیر صاحب نے ان باتوں سے متأثر ہو کر نرمی اختیار کی، چند دن کے بعد پھر انھوں نے تین اونٹ ادھار خرید کر ذبح کئے، پھر تیسری مرتبہ ذبح کئے، جب چوتھی مرتبہ ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت عمرؓ کے مشورہ سے حضرت ابوعبیدہؓ نے انہیں روک دیا، مدینہ واپس آ کر حضرت قیسؓ نے یہ واقعہ اپنے ابا کو سنایا، انھوں نے فرمایا: فلاں جگہ جو چار باغ ہیں وہ میں تمہارے نام کئے دیتا ہوں تاکہ آئندہ اگر ایسی صورت پیش آئے تو تم کہہ سکو کہ میرے پاس چار باغ ہیں اور تم بے تکلف کارِ خیر انجام دے سکو، جب اس واقعہ کی نبی ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: ”یہ گھر جود وسخا کا گھر ہے، یہی بات ان کے شایانِ شان ہے“ (کشف الباری ۸: ۵۸۵، بحوالہ سیرت حلبیہ ۳: ۱۹۲)

فائدہ: لوگوں میں سب سے لمبے حضرت قیس رضی اللہ عنہ تھے وہ اونٹ پر بیٹھ کر کانٹوں کے نیچے سے گذرے تھے، اس سریہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے، وہ بھی لمبے قد کے تھے، مگر قیسؓ کا قد ان سے بھی لمبا تھا۔

[٤٣٦٢-] حدثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا، يَقُوْلُ: غَزَوْنَا جَيْشَ الْخَبَطِ، وَأُمِّرَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ، فَجُعْنَا جُوْعًا شَدِيْدًا، فَأَلْقَى الْبَحْرُ حُوْتًا مَيِّتًا لَمْ نَرَ مِثْلَهُ يُقَالُ لَهُ: الْعَنْبَرُ، فَأَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ، فَأَخَذَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ عَظْمًا مِنْ عِظَامِهِ فَمَرَّ الرَّاكِبُ تَحْتَهُ، فَأَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ: أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُوْلُ: قَالَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ: كُلُوْا، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ ذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: " كُلُوْا رِزْقًا أَخْرَجَهُ اللّٰهُ، أَطْعِمُوْنَا إِنْ كَانَ مَعَكُمْ" فَأَتَاهُ بَعْضُهُمْ فَأَكَلَهُ.

[راجع: ٢٤٨٣]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم جھاڑے ہوئے پتے کھانے والے لشکر میں شریک تھے، اور ابوعبیدہؓ ہمارے سردار مقرر کئے گئے، اور بھوکے ہوئے ہم بے انتہا بھوکا ہونا، پس سمندر نے ایک مردہ مچھلی کنارہ پر پھینک دی، ایسی بڑی مچھلی ہم نے کبھی نہیں دیکھی تھی، اس کا نام عنبر تھا، ہم نے اس سے آدھا مہینہ کھایا، پھر ابوعبیدہؓ نے اس کی ہڈیوں میں سے ایک ہڈی لی، پس اس کے نیچے گذرا اونٹ سوار، ابن جریج کہتے ہیں: مجھے ابوالزبیر نے بتلایا کہ انھوں نے حضرت جابرؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے لشکر کو حکم دیا کہ کھاؤ، پھر جب ہم مدینہ آئے تو ہم نے یہ بات نبی ﷺ سے ذکر کی، آپؐ نے فرمایا: ”کھاؤ تم اس روزی کو جس کو اللہ نے نکالا ہے، کھلاؤ ہمیں اگر تمہارے پاس ہو“ پس بعض نے نبی ﷺ کو گوشت دیا، آپؐ نے اس کو تناول فرمایا۔

تشریح: جو رزق براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے، جس میں بندہ کے عمل کا دخل نہیں ہوتا وہ رزق مبارک اور پاکیزہ ہوتا ہے، چنانچہ نبی ﷺ نے فرمائش کرکے اس گوشت کو تناول فرمایا (سیرۃ المصطفیٰ ۲: ۴۷۳)

بَابُ حَجِّ أَبِیْ بَکْرٍ بِالنَّاسِ فِیْ سَنَةِ تِسْعٍ

سنہ ۹ ہجری میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا

سوال: کتاب المغازی سے اس باب کا کیا تعلق ہے؟ پھر آگے حجۃ الوداع کے باب میں بھی یہی سوال ہوگا؟

جواب: کتاب کا عنوان باعثِ اشکال بنا ہے، کتاب المناقب کے آخر میں میں نے ماقبل الھجرۃ کا عنوان لگایا ہے، پھر کتاب المغازی سے مابعد الھجرۃ کا عنوان بھی لگایا ہے، یعنی وہ باتیں جو ہجرت کے بعد پیش آئیں، جب عنوان بدل دیا تو اب کوئی اشکال نہیں ہوگا۔

مکہ، حنین اور طائف کی مہمات سے فارغ ہوکر نبی ﷺ ۲۴ ذی قعدہ سن ۸ ہجری میں مدینہ لوٹے ہیں، اب وقت نہیں رہا تھا کہ مدینہ سے کسی کو حج کرانے کے لئے بھیجا جائے، اس لئے سن ۸ ہجری کا حج مکہ کے گورنر حضرت عتاب بن اَسید رضی اللہ عنہ نے کرایا تھا، وہ حج قدیم دستور کے مطابق ہوا تھا، پھر رجب سن ۹ ہجری میں تبوک کے لئے روانگی ہوئی اور رمضان میں واپسی ہوئی، بیس دن تبوک میں قیام رہا، اور تیس دن آمد ورفت میں لگے، پھر ذی قعدہ ۹ ہجری میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ کیا، اور اس حج میں چار اعلانات کئے:

۱- اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا۔

۲- کوئی شخص بیت اللہ کا ننگے طواف نہیں کرے گا۔

۳- جن لوگوں کے ساتھ میعادی معاہدہ ہے وہ اپنی مدت تک باقی رہے گا، اس کے بعد تجدید نہیں ہوگی۔

۴- جن کے ساتھ کوئی عہد وپیمان نہیں یا غیر میعادی معاہدہ ہے ان کو چار ماہ کی مہلت دی جاتی ہے، اس کے بعد کسی بھی وقت ان پر حملہ ہوسکتا ہے۔

یہ اعلانات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ کرائے گئے، کیونکہ خون اور مال کے معاہدوں کے سلسلہ میں عرب کا دستور یہ تھا کہ یا تو خود بادشاہ اعلان کرے یا اس کے خاندان کا کوئی فرد اعلان کرے، خاندان سے باہر کے کسی آدمی کا اعلان معتبر نہیں سمجھا جاتا تھا، اس لئے امیر الحج تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بنایا اور اعلانات کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

[٦٧-] بَابُ حَجِّ أَبِیْ بَکْرٍ بِالنَّاسِ فِیْ سَنَةِ تِسْعٍ

[٤٣٦٣-] حَدَّثَنِیْ سُلَیْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُوْ الرَّبِیْعِ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَیْحٌ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ حُمَیْدِ بْنِ عَبْدِ

الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ: أَنَّ أَبَا بَکْرٍ الصِّدِّیْقَ بَعَثَهُ فِی الْحَجَّةِ الَّتِیْ أَمَّرَهُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیه وسلم عَلَیْهَا قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ یَوْمَ النَّحْرِ فِیْ رَهْطٍ یُؤَذِّنُ فِی النَّاسِ: أَنْ لاَ یَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلاَ یَطُوْفَنَّ بِالْبَیْتِ عُرْیَانٌ. [راجع: ٣٦٩]

[٤٣٦٤-] حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِیْلُ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: آخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ کَامِلَةً: سُوْرَةُ بَرَاءَ ةٍ، وَآخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ خَاتِمَةُ سُوْرَةِ النِّسَاءِ ﴿یَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلاَلَةِ﴾ [انظر: ٤٦٠٥، ٤٦٥٤، ٦٧٤٤]

حدیث (۱): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو بھیجا اس حج میں جس میں نبی ﷺ نے ان کو امیر بنایا تھا حجۃ الوداع سے پہلے ۱۰ ذی الحجہ کو ایک جماعت میں جو لوگوں میں اعلان کرے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا، اور کوئی ننگا بیت اللہ کا ہرگز طواف نہیں کرے گا۔

حدیث (۲): حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آخری سورت جو پوری نازل ہوئی وہ سورۂ براءت ہے، اور آخری آیت جو نازل ہوئی وہ سورۃ النساء کی آخری آیت ہے: ﴿یَسْتَفْتُوْنَكَ: قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلاَلَةِ﴾

تشریح: سورۃ براءت کے شروع میں نقضِ عہد کا بیان ہے، جس کا اعلان سنہ ۹ ہجری میں کیا گیا تھا، جس سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کرایا تھا، اس مناسبت سے یہ حدیث اس باب میں لائے ہیں، اور آخر سورۃ سے مراد آخر آیۃ ہے۔

بَابُ وَفْدِ بَنِیْ تَمِیْمٍ

بنوتمیم کا وفد

سرایا اور عمّال کا بیان ختم ہوا، اب وفود کا بیان شروع کرتے ہیں، وُفُود: وافد کی جمع ہے: باحیثیت اور صاحب اقتدار لوگوں کے پاس کسی مقصد سے جانے والی منتخب افراد کی جماعت۔

فتح مکہ ایک فیصلہ کن معرکہ تھا اس سے قبائل عرب کے شکوک وشبہات دور ہوگئے، اور اسلام کی حقانیت ان کی سمجھ میں آگئی، چنانچہ قبائل کے وفود کا سلسلہ شروع ہوا، سنہ ۹ ہجری میں بہت وفود آئے ہیں اس لئے وہ 'عام الوفود' کہلاتا ہے۔

تمیم بن مُرّ: ایک بڑا عدنانی قبیلہ ہے، اس کے کافی بطون ہیں، ان کا وفد کئی مرتبہ حاضر خدمت ہوا ہے، پہلے باب میں ایک وفد کا ذکر ہے، پھر باب بلا ترجمہ کالفصل من الباب السابق ہے، اس میں بھی بنوتمیم کے وفد کا ذکر ہے۔

پہلا وفد: حضرت عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بنوتمیم کے چند افراد نبی ﷺ کے پاس آئے، وہ تعاون کی امید لے کر آئے تھے، اس وقت نبی ﷺ کے پاس دینے کے لئے کچھ نہیں تھا، چنانچہ آپؐ نے فرمایا: بنوتمیم! خوشخبری قبول کرو، یعنی جنت کی خوشخبری قبول کرو یا علوم ومعارف کی، انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپؐ نے یقیناً ہمیں خوشخبری سنائی، پس کچھ

دیجئے، پس یہ بات آپ ؐ کے چہرے میں دیکھی گئی یعنی آپ ؐ کو ان کی یہ بات ناگوار ہوئی، پھر یمن کے کچھ لوگ آئے آپ ؐ نے سمجھا یہ بھی مال کی امید لے کر آئے ہیں، آپ ؐ نے فرمایا: خوشخبری قبول کرو، بنو تمیم نے تو اس کو قبول نہیں کیا، انھوں نے کہا: ہم خوشخبری قبول کرتے ہیں (ہم مال کے لئے نہیں آئے، علوم و معارف حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں، ہم ابتدائے آفرینش کے بارے میں پوچھنے کے لئے آئے ہیں، چنانچہ نبی ﷺ نے بیان شروع کیا کہ کائنات کی ابتداء کیسے ہوئی؟ اور عرش کیسے بنا؟ بات یہاں تک پہنچی تھی کہ کسی نے حدیث کے راوی حضرت عمران ؓ سے کہا: تمہارا اونٹ کھل گیا، چنانچہ وہ اونٹ کو پکڑنے کے لئے چل دیئے اور آگے کا مضمون نہیں سن سکے (تحفۃ القاری ۶: ۴۶۵) یہ لوگ کسی سفر میں حاضر ہوئے تھے، اور یہ کس موقع کا تذکرہ ہے اس کا حدیث میں کوئی ذکر نہیں)

[٦٨-] بَابُ وَفْدِ بَنِيْ تَمِيْمٍ

[٤٣٦٥-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيْ صَخْرَةَ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ الْمَازِنِيِّ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: أَتَى نَفَرٌ مِنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: " اقْبَلُوْا الْبُشْرَى يَا بَنِيْ تَمِيْمٍ" قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَدْ بَشَّرْتَنَا فَأَعْطِنَا فَرِئْءَ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِهِ، فَجَاءَ نَفَرٌ مِنَ الْيَمَنِ، فَقَالَ: اقْبَلُوْا الْبُشْرَى إِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِيْمٍ" قَالُوْا: قَدْ قَبِلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ. [راجع: ٣١٩٠]

قوله: رِئْءَ: بروزن قِيْلَ، رَأى کا مجہول: دیکھی گئی۔

بَابٌ

بنو تمیم کا دوسرا وفد: بنو تمیم کی شاخ بنو عنبر نے بنو خزاعہ پر شب خون مارا، ان کی سرکوبی کے لئے نبی ﷺ نے عیینہ بن حصن فزاری رضی اللہ عنہ کو پچاس آدمیوں کی جمعیت دے کر روانہ کیا، وہ دن کو چھپے رہتے تھے اور رات میں چلتے تھے، انھوں نے صحراء میں بنو تمیم پر ہلّہ بول دیا، وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے، سریہ نے ان کے کچھ آدمی کچھ عورتیں اور بچے گرفتار کئے اور ان کو لے کر مدینہ آئے، پھر ان کو چھڑانے کے لئے بنو تمیم کے دس سردار آئے (یہ بنو تمیم کا دوسرا وفد ہے) وہ اپنا مقرر اور شاعر بھی ساتھ لائے تھے، جب ان کے مقرر نے تقریر کی تو نبی ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انھوں نے جوابی تقریر کی، پھر جب ان کے شاعر نے قصیدہ پڑھا تو آپ ؐ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو حکم، انھوں نے جوابی قصیدہ پڑھا، جب دونوں خطیب اور دونوں شاعر فارغ ہوگئے تو ان کے سردار نے کہا: ان کا خطیب ہمارے خطیب سے زیادہ پرزور ہے، اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے زیادہ پر گو ہے، ان کی آوازیں ہماری آوازوں سے زیادہ بلند ہیں، اور ان کی باتیں ہماری باتوں سے زیادہ پسندیدہ ہیں، پھر انھوں نے اسلام قبول کیا، نبی ﷺ نے ان کو تحائف سے نوازا اور ان کی عورتیں اور بچے انہیں واپس کردیئے۔

[٦٩-] بَابٌ

قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: غَزْوَةُ عُيَيْنَةَ بْنِ حِصْنِ بْنِ حُذَيْفَةَ بْنِ بَدْرٍ، بَنِيْ الْعَنْبَرِ مِنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ، بَعَثَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِلَيْهِمْ فَأَغَارَ وَأَصَابَ مِنْهُمْ نَاسًا وَسَبٰى مِنْهُمْ نِسَاءً.

ترجمہ: محمد بن اسحاقؒ کہتے ہیں: عیینہ نے بنی تمیم کی شاخ بنوعنبر پر حملہ کیا، ان کو نبی ﷺ نے بنوعنبر کی طرف بھیجا تھا، پس عیینہ نے حملہ کیا اور ان میں سے کچھ لوگوں کو پایا (قتل کیا یا قید کیا) اور ان میں سے کچھ عورتوں کو قید کیا۔

غَزْوةُ: (مصدر) عيينة: فاعل کی طرف مضاف ہے، اور بنی العنبر: مفعول کی طرف بھی مضاف ہے۔

[٤٣٦٦-] حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَا أَزَالُ أُحِبُّ بَنِيْ تَمِيْمٍ بَعْدَ ثَلَاثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُهَا فِيْهِ: "هُمْ أَشَدُّ أُمَّتِيْ عَلَى الدَّجَّالِ" وَكَانَتْ فِيْهِمْ سَبِيَّةٌ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَ: "أَعْتِقِيْهَا فَإِنَّهَا مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيْلَ" وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ فَقَالَ: "هٰذِهِ صَدَقَاتُ قَوْمٍ أَوْ: قَوْمِيْ" [راجع: ٢٥٤٣]

بنوتمیم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب سے میں نے نبی ﷺ سے تین باتیں سنی ہیں، جو آپؐ نے بنوتمیم کے حق میں فرمائی ہیں اس وقت سے میں برابر بنوتمیم سے محبت کرتا ہوں: (۱) جب دجال نکلے گا تو میری امت میں سے بنوتمیم اس سے سخت مقابلہ کریں گے (۲) بنوتمیم کی ایک باندی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی اور انھوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک بُردہ آزاد کرنے کی منت مانی تھی، پس نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: یہ جو تمہارے پاس بنو تمیم کی باندی ہے اسے آزاد کردو، اس لئے کہ بنوتمیم اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں (۳) اور بنوتمیم کی زکوتیں آئیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: یہ میری قوم کی زکوتیں ہیں (قومِ کا زیری متکلم مضاف الیہ کے عوض میں ہے)

تشریح: نبی ﷺ نے بنوتمیم کو اپنی قوم کہا ہے، کیونکہ بنوتمیم کا نسب نبی ﷺ کے نسب کے ساتھ الیاس بن مضر میں مل جاتا ہے، اس اعتبار سے آپؐ نے بنوتمیم کو اپنی قوم فرمایا ہے، یہ بات حاشیہ میں ہے اور میرے نزدیک یہ الحاق ہے، آپؐ نے بنوتمیم کو قریش کے ساتھ ملایا ہے، اور یہ الحاق ہی ان کی فضیلت ہے۔

[٤٣٦٧-] حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُمْ أَنَّهُ قَدِمَ رَكْبٌ مِنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: أَمِّرِ الْقَعْقَاعَ بْنَ مَعْبَدِ بْنِ زُرَارَةَ، فَقَالَ عُمَرُ: بَلْ أَمِّرِ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ، قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: مَا

أَرَدْتَ إِلَّا خِلَافِيْ، قَالَ عُمَرُ: مَا أَرَدْتُ خِلَافَكَ، فَتَمَارَيَا حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا، فَنَزَلَ فِيْ ذٰلِكَ ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ﴾ حَتَّى انْقَضَتْ. [انظر: ٤٨٤٥، ٤٨٤٧، ٧٣٠٢]

بنوتمیم کا تیسرا وفد: عبداللہ بن الزبیرؓ کہتے ہیں: بنوتمیم کا ایک قافلہ نبی ﷺ کی خدمت میں آیا، اور انھوں نے درخواست کی کہ ان کے لئے کوئی امیر مقرر کردیں، پس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ قعقاع کو امیر مقرر کریں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ اقرع کو امیر بنائیں، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپؓ کا مقصد صرف میری مخالفت ہے، حضرت عمرؓ نے کہا: بالکل نہیں، پھر دونوں جھگڑے یہاں تک کہ دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں، پس سورۃ الحجرات کی پہلی آیت نازل ہوئی: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاتَّقُوْا اللّٰهَ، إِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾: اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے سبقت نہ کیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ خوب سننے والے، خوب جاننے والے ہیں —— حتی انْقَضَت: یہاں تک کہ آیت پوری ہوئی، یعنی پہلی پوری آیت نازل ہوئی۔

وفد عبدالقیس

قبیلہ عبدالقیس ربیعہ کی شاخ ہے، ربیعہ بہت بڑا قبیلہ تھا، بحرین کا باشندہ تھا، اس قبیلہ کا وفد دو مرتبہ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا ہے، پہلی مرتبہ فتح مکہ سے پہلے سن ۵ ہجری میں یا اس سے بھی پہلے آیا ہے، اس مرتبہ وفد میں تیرہ یا چودہ آدمی تھے، جب یہ وفد آیا تو آپؐ نے: مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامىٰ: کہہ کر استقبال کیا، یعنی تمہارا آنا مبارک! نہ رسوائی نہ پشیمانی! یہ الفاظ آپؐ نے اس لئے فرمائے تھے کہ ربیعہ اور مُضر: نزار بن مَعَدّ بن عدنان کی اولاد تھے، دونوں میں اختلافات ہوئے، بعد میں دونوں بڑے قبائل بن گئے، اور نبی ﷺ کا تعلق مضر سے تھا، اور مضر اور ربیعہ میں پرانی عداوتیں نسلوں سے چلی آرہی تھیں، اس لئے آپؐ نے فرمایا: پرانی باتیں بھولی بسری ہوگئیں!

وفد نے نبی ﷺ سے عرض کیا: ہمارے اور آپؐ کے درمیان قبیلہ مُضر کی آبادیاں ہیں، اس لئے ہم صرف اشہر حرم میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوسکتے ہیں، پس آپؐ ہمیں جامع باتیں بتائیں، جن پر ہم عمل کریں اور اپنے بعد والوں کو ان کی دعوت دیں، آپؐ نے ان کو چار باتوں کا حکم دیا اور چار باتوں سے روکا، یہ باتیں باب کی پہلی اور دوسری حدیثوں میں ہیں۔

[٧٠-] بَابُ وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ

[٤٣٦٨-] حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا قُرَّةُ، عَنْ أَبِيْ جَمْرَةَ، قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: إِنَّ لِيْ جَرَّةً تَنْتَبِذُ لِيْ نَبِيْذًا، فَأَشْرَبُهُ حُلْوًا، فِي جَرٍّ، إِنْ أَكْثَرْتُ مِنْهُ فَجَالَسْتُ الْقَوْمَ فَأَطَلْتُ الْجُلُوْسَ خَشِيْتُ أَنْ أَفْتَضِحَ.

ترجمہ: ابوجمرہؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا: میرے پاس ایک گھڑا ہے، نبیذ بناتا ہے وہ گھڑا میرے لئے، پس پیتا ہوں میں اس کو میٹھا ہونے کی حالت میں گھڑے میں رہتے ہوئے، یعنی تھوڑی تھوڑی نبیذ اس میں سے نکال کر پیتا ہوں، اگر میں اس میں سے زیادہ پی لوں پھر لوگوں کے پاس بیٹھوں اور بیٹھنا لمبا ہوجائے تو مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ میں رسوا ہوجاؤں گا۔

تشریح: ایک بڑھیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئی اور اس نے مسئلہ پوچھا کہ روغنی گھڑے کی نبیذ جائز ہے یا نہیں؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جائز نہیں، بڑھیا کے جانے کے بعد ابوجمرہؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا: میں تو روغنی گھڑے کی نبیذ پیتا ہوں اور یہ بھی کہا کہ اگر زیادہ پی لوں تو پیٹ میں گیس ہوجاتی ہے، پھر لوگوں کے درمیان زیادہ وقت بیٹھنا پڑے تو اچانک ریح کا خروج ہوجاتا ہے، جو باعث رسوائی ہوسکتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: مت پی، یہ نہیں فرمایا کہ وہ نبیذ جائز نہیں، پھر حضرت ابن عباسؓ نے وفد عبدالقیس کی حدیث سنائی (تحفۃ القاری ۱:۲۹۷) أَفْتَضِحَ: رسوا ہوجاؤں، مطلب پادنکل جائے۔

فَقَالَ: قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: "مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا النَّدَامٰى! فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ مُضَرَ، وَإِنَّا لَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحُرُمِ، حَدِّثْنَا بِجُمَلٍ مِنَ الْأَمْرِ، إِنْ عَمِلْنَا بِهِ دَخَلْنَا الْجَنَّةَ، وَنَدْعُوْ بِهِ مَنْ وَرَاءَ نَا، قَالَ: "آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ، وَهَلْ تَدْرُوْنَ مَا الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ؟ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءُ الزَّكَاةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ، وَأَنْ تُعْطُوْا مِنَ الْمَغَانِمِ الْخُمُسَ، وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: مَا انْتُبِذَ فِي الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ" [راجع: ۵۳]

ترجمہ: پس ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عبدالقیس کا وفد آنحضرت ﷺ کے پاس آیا، آپؐ نے فرمایا: قوم کا آنا مبارک! نہ رسوائی ہے نہ پشیمانی! انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمارے اور آپ کے درمیان مضر کے مشرکین حائل ہیں، اور ہم آپؐ تک نہیں پہنچ سکتے، مگر محترم مہینوں میں پس آپؐ ہمیں ایسی جامع بات بتلائیں کہ اگر ہم اس پر عمل کریں تو جنت میں داخل ہوں، اور ہم اس کی دعوت دیں ان لوگوں کو جو ہمارے پیچھے ہیں، آپؐ نے فرمایا: میں تمہیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں: اللہ پر ایمان لانے کا، اور کیا جانتے ہو تم کہ اللہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں (اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں) اور نماز کا اہتمام کرنا اور زکوۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ مرکزی حکومت کو بھیجنا، اور میں تمہیں روکتا ہوں چار چیزوں سے: نبیذ بنانے سے تو نبی میں، اور لکڑی کو کھود کر بنائے ہوئے برتن میں اور روغنی گھڑے میں اور تارکول پھیرے ہوئے گھرے میں۔

[٤٣٦٩-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُوْلُ: قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّا هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيْعَةَ، وَقَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ، فَلَسْنَا نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي شَهْرٍ حَرَامٍ، فَمُرْنَا بِأَشْيَاءَ نَأْخُذُ بِهَا وَنَدْعُوْ إِلَيْهَا مَنْ وَرَاءَ نَا، قَالَ:" آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ، وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: الإِيْمَانِ بِاللّٰهِ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ- وَعَقَدَ وَاحِدَةً - وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَأَنْ تُؤَدُّوْا لِلّٰهِ خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ، وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ"[راجع: ٥٣]

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: عبدالقیس کا وفد نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بیشک ہم — خاص کرتے ہیں ہم ربیعہ کے خاندان کو یعنی ہم اس قبیلہ کے ہیں — ہمارے اور آپؐ کے درمیان مضر قبیلہ کے غیر مسلم حائل ہیں، پس ہم آپؐ تک نہیں پہنچ سکتے، مگر محترم مہینوں میں، لہٰذا حکم دیجئے آپؐ ہمیں ایسی چیزوں کا جس پر ہم عمل کریں، اور جس پر عمل کرنے کی ہم اپنے پیچھے والوں کو دعوت دیں، آپؐ نے فرمایا: میں تمہیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار باتوں سے روکتا ہوں، اللہ پر ایمان لانا یعنی اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں — اور آپؐ نے ایک انگلی بند کی — اور نماز کا اہتمام کرنا، اور زکوۃ دینا، اور یہ کہ ادا کرو تم اللہ کے حاصل کردہ مالِ غنیمت کا خمس، اور روکتا ہوں میں تمہیں کدو کے برتن (تونبی) سے اور لکڑی میں کھودے ہوئے برتن سے اور روغنی گھڑے سے اور تارکول پھیرے ہوئے گھڑے سے۔

حوالہ: دونوں حدیثیں ایک ہیں، اور تفصیل تحفۃ القاری (۱:۲۹۷) میں ہے، وہاں چاروں برتنوں کی تفصیل بھی ہے۔

عصر کے بعد کی دونفلوں کا پس منظر

ایک دن عصر کی نماز پڑھا کر نبی ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گئے، وہ ان کی باری کا دن تھا، وہاں آپؐ نے نفل نماز شروع کی، اس وقت ام سلمہؓ کے پاس کچھ خواتین تھیں، انھیں اور ام سلمہؓ کو عصر کے بعد نبی ﷺ کے نفل پڑھنے پر تعجب ہوا، انھوں نے اپنی باندی کو آپؐ کے پاس بھیجا اور کہا: خدمتِ اقدس میں سلام عرض کر، اگر آپؐ اشارہ کریں تو نماز کے بعد ورنہ اسی وقت معلوم کر کہ آنجناب عصر کے بعد نفل نماز سے منع کرتے ہیں، پھر یہ نماز کیسی؟ آپؐ نے فرمایا: میرے پاس قبیلہ عبدالقیس کے کچھ لوگ اپنی قوم کا اسلام لے کر آئے تھے اور میرے پاس مال آیا تھا، میں اس کی تقسیم میں مشغول ہوگیا، اور ظہر کے بعد کی سنتیں رہ گئیں وہ میں نے پڑھیں۔

[٤٣٧٠-] حدثنا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو، ح: قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: وَقَالَ بَكْرُ بْنُ مُضَرَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرٍ، أَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ، أَنَّ

ابْنَ عَبَّاسٍ، وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَزْهَرَ، وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَرْسَلُوْا إِلٰى عَائِشَةَ، فَقَالُوْا: اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيْعًا، وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَإِنَّا أُخْبِرْنَا أَنَّكِ تُصَلِّيْهِمَا وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم نَهَى عَنْهَا، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَكُنْتُ أَضْرِبُ مَعَ عُمَرَ النَّاسَ عَنْهُمَا، قَالَ كُرَيْبٌ: فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا وَبَلَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُوْنِيْ، فَقَالَتْ: سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ فَأَخْبَرْتُهُمْ فَرَدُّوْنِيْ إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا أَرْسَلُوْنِيْ إِلٰى عَائِشَةَ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَنْهَى عَنْهُمَا، وَإِنَّهُ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ، وَعِنْدِيْ نِسْوَةٌ مِنْ بَنِيْ حَرَامٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَصَلَّاهُمَا فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْخَادِمَ، فَقُلْتُ: قُوْمِيْ إِلٰى جَنْبِهِ فَقُوْلِيْ: تَقُوْلُ أُمُّ سَلَمَةَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَلَمْ أَسْمَعْكَ تَنْهَى عَنْ هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ فَأَرَاكَ تُصَلِّيْهِمَا؟ فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخِرِيْ، فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ فَأَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: " يَا بِنْتَ أَبِيْ أُمَيَّةَ! سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، إِنَّهُ أَتَانِيْ أُنَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ بِالْإِسْلَامِ مِنْ قَوْمِهِمْ، فَشَغَلُوْنِيْ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ" [راجع: ۱۲۳۳]

ترجمہ: حضرات ابن عباس، عبدالرحمٰن بن ازہر اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم نے کُریب کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور کہا: ان سے ہم سب کا سلام کہہ، اور عصر کے بعد کی دو نفلوں کے بارے میں ان سے پوچھ، اور ان کو یہ بھی بتلا کہ ہم خبر دیئے گئے ہیں کہ آپ وہ نفلیں پڑھتی ہیں، حالانکہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ نبی ﷺ عصر کے بعد نفلوں سے منع کرتے تھے، اور ابن عباسؓ نے کہا: میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان لوگوں کی پٹائی کیا کرتا تھا جو عصر کے بعد یہ نفلیں پڑھتے تھے، کریب کہتے ہیں: میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا اور میں نے ان کو وہ بات پہنچائی جو کہنے کے لئے ان حضرات نے مجھے بھیجا تھا، صدیقہؓ نے کہا: ام سلمہؓ سے پوچھو، پس میں نے ان حضرات کو یہ بات بتائی، انھوں نے مجھے دوبارہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اسی طرح کا پیغام دے کر جس کے ساتھ انھوں نے مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا تھا، پس ام سلمہؓ نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو سنا کہ آپ ان نفلوں سے منع کرتے تھے، اور آپؐ نے (ایک دن) عصر کی نماز پڑھی، پھر میرے یہاں تشریف لائے اور میرے پاس انصار کے قبیلہ بنوحرام کی کچھ عورتیں تھیں، پس آپؐ نے وہ دو نفلیں پڑھیں، میں نے آپؐ کے پاس خادم کو بھیجا اور کہا: آپؐ کے پہلو میں کھڑی ہو، اور کہہ: ام سلمہؓ پوچھتی ہیں: اے اللہ کے رسول! کیا نہیں سنا میں نے آپؐ سے کہ آپؐ ان دو نفلوں سے روکتے ہیں، پھر میں آپؐ کو وہ دو نفلیں پڑھتے ہوئے دیکھ رہی ہوں؟ پس اگر آپؐ اپنے ہاتھ سے اشارہ کریں تو پیچھے ہٹ جانا، چنانچہ باندی نے کہا: آپؐ نے ہاتھ سے اشارہ کیا، وہ آپؐ سے پیچھے ہٹ گئی، جب آپؐ پھرے تو فرمایا: اے ابوامیہ کی بیٹی! تم نے عصر کے بعد کی دو نفلوں کے بارے میں پوچھا، بیشک شان یہ ہے کہ آئے میرے پاس عبدالقیس کے کچھ لوگ اپنی قوم کا اسلام لے کر (یہاں باب ہے) پس مشغول کر دیا انھوں نے مجھے ان دو رکعتوں سے جو ظہر کے بعد ہیں، پس وہ دونوں یہ ہیں۔

[٤٣٧١-] حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِیُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِیْمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ أَبِیْ جَمْرَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَوَّلُ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم فِیْ مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَیْسِ بِجُوَاثَی مِنَ الْبَحْرَیْنِ.[راجع: ٨٩٢]

مسجدِ نبوی کے بعد جواثی میں عبدالقیس کی مسجد میں جمعہ قائم ہوا

حدیث: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: پہلا جمعہ جو قائم کیا گیا رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں جمعہ قائم کرنے کے بعد وہ بحرین کی بستی جُواثی میں عبدالقیس کی مسجد میں تھا۔

تشریح: رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں مسجدِ نبوی کے علاوہ نو مسجدیں اور بھی تھیں مگر آپؐ نے کسی مسجد میں جمعہ قائم کرنے کی اجازت نہیں دی، صرف مسجدِ نبوی میں جمعہ ہوتا تھا، مسجدِ نبوی کے بعد سب سے پہلے جمعہ مسجد عبد القیس میں قائم ہوا، یہ مسجد بحرین میں جُواثی نامی شہر میں تھی، پھر فتحِ مکہ کے بعد مکہ میں جمعہ قائم ہوا ان تین جگہوں کے علاوہ کسی اور جگہ آپؐ نے جمعہ قائم کرنے کی اجازت نہیں دی، اس لئے چھوٹے گاؤں میں جمع قائم کرنا جائز نہیں (بڑے دیہاتوں اور شہروں میں جمعہ قائم کرنے کا حکم تحفۃ القاری (۳:۲۱۰) میں ہے، یہاں مقصود صرف عبدالقیس کا تذکرہ ہے)

بَابُ وَفْدِ بَنِیْ حَنِیْفَةَ، وَحَدِیْثِ ثُمَامَةَ بْنِ أُثَالٍ

بنوحنیفہ کا وفد اور ثمامہ کا قصہ

حنیفہ: مرد کا نام ہے آخر میں ۃ وصفی ہے، حنیفۃُ بنُ لُجیم: بکر بن وائل کا بطن ہے اور بڑا مشہور قبیلہ ہے، جائے سکونت مکہ اور یمن کے درمیان یمامہ تھی، ان کا وفد سن ۹ ہجری میں آیا ہے، جس میں مسیلمہ کذاب بھی تھا، اور ثمامہ کا واقعہ سن ۶ ہجری کا ہے، چونکہ دونوں کا ایک قبیلے سے تعلق تھا اور ایک ہی جگہ کے رہنے والے تھے، اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے دونوں کو ایک ہی باب میں ذکر کیا ہے۔

ثُمامۃ بن اُثال کا قصہ: ثمامہ قبیلہ بنی حنیفہ کے سردار تھے، انھوں نے کسی وقت نبی ﷺ کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی، مگر وہ کامیاب نہیں ہو سکے تھے، نبی ﷺ نے اس وقت دعا کی تھی کہ اے اللہ اس کو میرے بس میں کر دیں، سنن بیہقی (۹:۶۶) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: كَانَ إِسْلَامُ ثُمَامَةَ بْنِ أُثَالٍ الْحَنَفِیِّ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم دَعَا اللّٰهَ حِیْنَ عَرَضَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم بِمَا عَرَضَ لَهُ: أَنْ یُمَكِّنَ اللّٰهُ لَهُ، وَكَانَ عَرَضَ لَهُ وَهُوَ مُشْرِكٌ فَأَرَادَ قَتْلَهُ: ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: ثمامہؓ کے اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جب تعرض کیا ثمامہ نے نبی ﷺ سے اس نیت سے جس سے اس نے تعرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو اس پر قابو دیدیں، اور

اس نے نبی ﷺ سے تعرض کیا تھا درانحالیکہ وہ مشرک تھا، پس اس نے نبی ﷺ کو قتل کرنا چاہا تھا۔

پھر سن ۶ ہجری میں نبی ﷺ نے القرطاء کی طرف محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کو تیس سواروں کے ساتھ بھیجا، وہ لوگ رات کو چلتے تھے اور دن میں چھپے رہتے تھے، انھوں نے دشمن پر اچانک حملہ کیا دس آدمی مارے گئے، باقی بھاگ گئے، ڈیڑھ سو اونٹ اور تین ہزار بکریاں ہاتھ آئیں، واپسی میں راستہ میں ثمامہ بن اثال مل گیا، وہ عمرہ کے لئے مکہ جارہا تھا، سریہ اس کو گرفتار کر لایا، اور مسجد کے ستون سے باندھ دیا، وہ تین دن تک قرآن سنتا رہا اور نماز کا منظر دیکھتا رہا، پھر اس کو آزاد کر دیا، وہ مسلمان ہوگئے، اور ان کا اسلام بہت اچھا رہا، جب مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوی کیا اور یمامہ والے مرتد ہوگئے تو حضرت ثمامہؓ اسلام پر جمے رہے، وہ اپنے متعلقین کے ساتھ حضرت علاء بن الحضرمی کے پاس چلے گئے، اور بحرین میں جو لوگ مرتد ہوگئے تھے ان سے جہاد کیا، پھر سن ۱۲ ہجری میں شہید کئے گئے، ثمامہؓ کا یہ واقعہ وفود کے ذیل میں نہیں آتا وہ گرفتار کر کے لائے گئے تھے مگر چونکہ بنی حنیفہ کے وفد کا ذکر آیا تھا، اس لئے ثمامہؓ کا قصہ بھی بیان کر دیا۔

[۷۱-] بَابُ وَفْدِ بَنِىْ حَنِيْفَةَ، وَحَدِيْثِ ثُمَامَةَ بْنِ أُثَالٍ

[۴۳۷۲-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِىْ سَعِيْدُ بْنُ أَبِىْ سَعِيْدٍ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم خَيْلاً قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَ تْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِىْ حَنِيْفَةَ، يُقَالُ لَهُ: ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ، فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِىْ الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: "مَاذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟" فَقَالَ: عِنْدِىْ خَيْرٌ يَا مُحَمَّدُ، إِنْ تَقْتُلْنِىْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ، وَإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰى شَاكِرٍ، وَإِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ الْمَالَ فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ، فَتَرَكَ حَتَّى كَانَ الْغَدُ. ثُمَّ قَالَ لَهُ: "مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟" قَالَ عِنْدِىْ: مَا قُلْتُ لَكَ، إِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰى شَاكِرٍ، فَتَرَكَهُ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ، فَقَالَ: "مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟" فَقَالَ: عِنْدِىْ مَا قُلْتُ لَكَ، فَقَالَ: "أَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ" فَانْطَلَقَ إِلٰى نَخْلٍ قَرِيْبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، يَا مُحَمَّدُ! وَاللّٰهِ مَاكَانَ عَلٰى الْأَرْضِ وَجْهٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ، فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوُجُوْهِ إِلَيَّ، وَاللّٰهِ مَاكَانَ مِنْ دِيْنٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ دِيْنِكَ فَأَصْبَحَ دِيْنُكَ أَحَبَّ الدِّيْنِ إِلَيَّ، وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ فَأَصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلَادِ إِلَيَّ، وَإِنَّ خَيْلَكَ أَخَذَتْنِىْ وَأَنَا أُرِيْدُ الْعُمْرَةَ، فَمَاذَا تَرَى؟ فَبَشَّرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَأَمَرَهُ أَنْ يَعْتَمِرَ، فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهُ قَائِلٌ: صَبَوْتَ؟ قَالَ: لَا، وَاللّٰهِ! وَلٰكِنْ أَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَلَا وَاللّٰهِ لَا تَأْتِيْكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَتَّى يَأْذَنَ فِيْهَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم. [راجع: ۴۶۲]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے کچھ سوار نجد کی طرف روانہ کئے، وہ لوگ بنی حنیفہ کے ایک شخص کو گرفتار کر لائے، جن کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا، اور مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا، نبی ﷺ ان کے پاس سے گذرے، پوچھا: ثمامہ تمہارا کیا خیال ہے؟ انھوں نے کہا: اے محمد! (ﷺ) میرا خیال اچھا ہے، اگر آپؐ مجھے قتل کریں گے تو ایک خونی مجرم کو قتل کریں گے اور اگر آپؐ احسان کریں گے تو شکرگذار پر احسان کریں گے، اور اگر آپؐ مال چاہتے ہیں تو جتنا چاہیں طلب کریں، پس ان کو چھوڑ دیا، یہاں تک کہ اگلا دن آیا، پھر نبی ﷺ نے ان سے پوچھا: ثمامہ! تمہارا کیا خیال ہے؟ انھوں نے کہا: وہی بات جو میں نے آپؐ سے کہی ہے، اگر آپؐ احسان کریں تو شکرگذار پر احسان کریں گے (دوسرے دن پہلی اور تیسری باتیں نہیں کہیں، صرف درمیانی کی بات کہی) پس ان کو چھوڑ دیا، یہاں تک کہ آئندہ کل کے بعد والا دن آیا، نبی ﷺ نے پوچھا: ثمامہ! تمہارا کیا خیال ہے؟ انھوں نے کہا: میرا وہی خیال ہے جو آپؐ سے کہہ چکا ہوں، آپؐ نے فرمایا: ثمامہ کو چھوڑ دو، وہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے باغ میں گئے، نہائے، پھر مسجد میں آئے اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اے محمد! (ﷺ) بخدا! نہیں تھا زمین پر کوئی چہرہ زیادہ قابل نفرت میرے نزدیک آپؐ کے چہرے سے، اور اب ہوگیا ہے آپؐ کا چہرہ مجھے تمام چہروں سے زیادہ محبوب، بخدا! نہیں تھا کوئی دین زیادہ قابل نفرت میرے نزدیک آپؐ کے دین سے اور اب ہوگیا ہے آپ کا دین میرے نزدیک تمام ادیان سے زیادہ پسندیدہ، بخدا! نہیں تھا کوئی شہر میرے نزدیک زیادہ قابل نفرت آپؐ کے شہر سے اور اب ہوگیا ہے آپؐ کا شہر میرے نزدیک تمام شہروں سے زیادہ پسندیدہ، اور آپؐ کے گھوڑسواروں نے مجھے پکڑ لیا، درانحالیکہ میں عمرہ کے لئے جا رہا تھا، پس اب آپؐ کی کیا رائے ہے؟ نبی ﷺ نے ان کو خوشخبری سنائی اور ان کو عمرہ کرنے کا حکم دیا، جب وہ مکہ پہنچے تو ان سے کسی نے کہا: تم بددین ہوگئے! انھوں نے کہا: نہیں، بخدا! (میں بددین نہیں ہوا) بلکہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ مسلمان ہوا ہوں، اور بخدا! نہیں آئے گا تمہارے پاس یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ یہاں تک کہ اجازت دیں اس کے بھیجنے کی نبی ﷺ! (پھر جب مکہ میں غلہ کے لالے پڑ گئے تو مکہ والوں نے نبی ﷺ کو خط لکھا اور رشتہ داری کا واسطہ دیا کہ آپؐ ثمامہؓ کو لکھیں کہ وہ غلہ آنے دیں، چنانچہ نبی ﷺ نے ان کو خط لکھا کہ غلہ جانے دیں)

مسیلمہ کذاب:

مسیلمہ (لام کا زیر) بن ثمامہ حنفی وائلی متنبّی نے بڑی عمر پائی، یمامہ میں جبیلہ نامی بستی کا رہنے والا تھا، جو وادی حنیفہ میں نجد کے علاقہ میں عیینہ کے قرب ایک گاؤں ہے، وہ اپنے آپ کو 'رحمان' کہلاتا تھا، اور ''رحمان یمامہ' سے مشہور تھا، فتح مکہ کے بعد بنوحنیفہ کا وفد آیا اس میں مسیلمہ بھی تھا، وفد تو مسلمان ہوا مگر مسیلمہ ملنے نہیں آیا، پھر بھی آپؐ نے وفد کو جو انعام دیا اس کو بھی دیا، روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنوحنیفہ کا وفد دو مرتبہ آیا ہے اور دونوں مرتبہ وفد میں مسیلمہ تھا، ایک مرتبہ وفد میں سترہ آدمی

تھے اور ایک مرتبہ بڑی بھیڑ لے کر آیا تھا، اس نے واپس لوٹ کر نبی ﷺ کو خط لکھا: مِنْ مُسَيْلِمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ إِلٰى مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ، سَلَامٌ عَلَيْكَ أَمَّا بَعْدُ! فَإِنِّىْ قَدْ أُشْرِكْتُ فِى الْأَمْرِ مَعَكَ وَإِنَّ لَنَا نِصْفَ الْأَرْضِ وَلِقُرَيْشٍ نِصْفَ الْأَرْضِ وَلٰكِنَّ قُرَيْشًا قَوْمٌ يَعْتَدُوْنَ: نبی ﷺ نے ان کو جواب لکھا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ إِلٰى مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ، السَّلَامُ عَلٰى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى! أَمَّا بَعْد! فَإِنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ: سیرت ابن ہشام میں ہے کہ یہ خط وکتابت سن ۱۰ ہجری کے آخر میں ہوئی ہے، یعنی اس نے نبی ﷺ کی حیات میں نبوت کا دعوی کیا ہے، ابھی اس کے فتنہ سے آپؐ نہیں نمٹے تھے کہ آپؐ کی وفات ہوگئی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بڑے لشکر کے ساتھ روانہ کیا، انھوں نے بنوحنیفہ کے علاقہ پر حملہ کیا اور خاص طور پر مسیلمہ کا ارادہ کیا، یہ جنگ یمامہ کہلاتی ہے، اس میں بارہ سو مسلمان شہید ہوئے، جن میں ساڑھے چار سو صحابہ تھے، جنگ میں حضرت خالدؓ کو کامیابی ملی، اور مسیلمہ سن ۱۲ ہجری میں مارا گیا اور فتنہ فرو ہوا۔

[٤٣٧٣-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِىْ حُسَيْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَدِمَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم، فَجَعَلَ يَقُوْلُ: إِنْ جَعَلَ لِىْ مُحَمَّدٌ الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِهِ تَبِعْتُهُ، وَقَدِمَهَا فِىْ بَشَرٍ كَثِيْرٍ مِنْ قَوْمِهِ، فَأَقْبَلَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ، وَفِىْ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قِطْعَةُ جَرِيْدٍ، حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى مُسَيْلِمَةَ فِىْ أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: "لَوْ سَأَلْتَنِىْ هٰذِهِ الْقِطْعَةَ مَا أَعْطَيْتُكَهَا وَلَنْ تَعْدُوَ أَمْرَ اللّٰهِ فِيْكَ، وَلَئِنْ أَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللّٰهُ، وَإِنِّىْ لَأَرَاكَ الَّذِىْ أُرِيْتُ فِيْهِ مَا رَأَيْتُ، وَهٰذَا ثَابِتٌ يُجِيْبُكَ عَنِّىْ" ثُمَّ انْصَرَفَ عَنْهُ. [راجع: ٣٦٢٠]

[٤٣٧٤-] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَسَأَلْتُ عَنْ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّكَ أُرَى الَّذِىْ أُرِيْتُ فِيْهِ مَا رَأَيْتُ" فَأَخْبَرَنِىْ أَبُوْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ فِىْ يَدَىَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ، فَأَهَمَّنِىْ شَأْنُهُمَا، فَأُوْحِىَ إِلَىَّ فِى الْمَنَامِ أَنِ انْفُخْهُمَا، فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا، فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ بَعْدِىْ، أَحَدُهُمَا الْعَنْسِىُّ، وَالْآخَرُ مُسَيْلِمَةُ" [راجع: ٣٦٢١]

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: مہا جھوٹا مسیلمہ نبی ﷺ کے زمانہ میں (مدینہ) آیا اور اس نے کہنا شروع کیا: اگر محمد (ﷺ) میرے لئے اپنے بعد (خلافت) گردانیں تو میں ان کی پیروی کروں اور وہ مدینہ میں آیا اپنی قوم کے بہت سارے لوگوں کے ساتھ، پس نبی ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے درانحالیکہ آپؐ کے ساتھ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ تھے اور نبی ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ٹہنی کا ٹکڑا تھا، آپؐ مسیلمہ اور اس کے ساتھیوں کے سامنے کھڑے ہوئے اور فرمایا: اگر تو

مجھ سے لکڑی کا یہ ٹکڑا مانگے تو بھی میں وہ تجھے نہیں دوں گا، اور ہرگز نہیں بڑھے گا تو اللہ کے فیصلہ سے جو تیرے بارے میں ہے یعنی جو مقدر ہے وہ ہو کر رہے گا، اور بخدا! اگر پیٹھ پھیری تو نے تو زخمی کریں گے اللہ تعالیٰ تجھ کو یعنی ہلاک کریں گے، اور بیشک میں البتہ گمان کرتا ہوں تجھے وہ جو دکھلایا گیا ہوں میں خواب میں جو دیکھا میں نے، اور یہ ثابت بن قیسؓ ہیں جو تجھے میری طرف سے جواب دیں گے، یعنی تجھے جو کہنا ہے کہہ، ثابتؓ جواب دیں گے، پھر آپؐ اس کے پاس سے لوٹ آئے یعنی اپنی بات کہہ کر واپس لوٹ گئے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں: پس میں نے نبی ﷺ کے اس ارشاد کے بارے میں کہ بیشک میں تجھے گمان کرتا ہوں جو دکھلایا گیا ہوں خواب میں جو میں نے دیکھا: اس ارشاد کی تفصیل میں نے (دوسرے) صحابہ سے پوچھی تو مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دریں اثناء کہ میں سویا ہوا تھا (خواب میں) دیکھی میں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں سونے کی دو چوڑیاں، پس غمگین کیا مجھے ان دونوں کے معاملہ نے، پس وحی کی گئی میری طرف خواب میں کہ دونوں کو پھونک دیجئے، پس میں نے دونوں کو پھونک دیا، تو دونوں اڑ گئیں، پس مطلب لیا میں نے دونوں چوڑیوں کا دو مہا جھوٹے جو میرے بعد نکلیں گے یعنی نبوت کا جھوٹا دعوی کریں گے ان میں سے ایک اسود عنسی ہے اور دوسرا مسیلمہ کذاب ہے۔

تشریح: اسود عنسی کو حیاتِ نبوی کے آخر میں حضرت فیروز دیلمیؓ نے قتل کیا اور مسیلمہ کو جنگِ یمامہ میں وحشیؓ نے قتل کیا، اور چوڑیاں ایک طرح کی بیڑیاں ہیں جو کوئی چیز پکڑنے میں مانع، اور عمل میں رکاوٹ بنتی ہیں، اسی لئے لوگ گھڑی بائیں ہاتھ میں باندھتے ہیں، پس ہاتھ میں چوڑیاں نبی ﷺ کے مشن میں دخل اندازی ہے، اس وجہ سے آپؐ کو ہاتھوں میں چوڑیاں ہونا خواب میں برا معلوم ہوا، مگر امت نے جدوجہد کی تو دونوں جھوٹے مدعیانِ نبوت کا فتنہ ختم ہو گیا، یہ پھونک مارنے سے چوڑیوں کا اڑ جانا ہے۔

[٤٣٧٥-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيْتُ بِخَزَائِنِ الْأَرْضِ، فَوُضِعَ فِيْ كَفَّيَّ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ، فَكَبُرَا عَلَيَّ، فَأُوْحِيَ إِلَيَّ أَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَذَهَبَا، فَأَوَّلْتُهُمَا الْكَذَّابَيْنِ اللَّذَيْنِ أَنَا بَيْنَهُمَا: صَاحِبَ صَنْعَاءَ، وَصَاحِبَ الْيَمَامَةِ"[راجع: ٣٦٢١]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: دریں اثناء کہ میں سویا ہوا تھا، لایا گیا میں زمین کے خزانے، یعنی آپؐ نے خواب دیکھا کہ آپؐ کے پاس زمین کے خزانے لائے گئے، مراد شہروں کا فتح ہونا، اور ان کے اموال کا لینا ہے، پس رکھے گئے میری دونوں ہتھیلیوں میں سونے کے دو کنگن، پس بھاری ہوئے وہ مجھ پر یعنی ناگوار ہوئے، پس وحی کی گئی میری طرف کہ پھونک دیں آپ ان کو، میں نے ان کو پھونک دیا وہ دونوں کافور ہو گئے، پس مطلب لیا میں نے دو چوڑیوں کا وہ دو مہا جھوٹے جن

کے درمیان میں ہوں، صنعاء والا یعنی اسود عنسی اور یمامہ والا یعنی مسیلمہ کذاب۔

[٤٣٧٦-] حدثنا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مَهْدِيَّ بْنَ مَيْمُوْنٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيَّ يَقُوْلُ: كُنَّا نَعْبُدُ الْحجرَ فَإِذَا وَجَدْنَا حجرًا هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ أَلْقَيْنَاهُ وَأَخَذْنَا الآخَرَ، فَإِذَا لَمْ نَجِدْ حَجَرًا جَمَعْنَا جُثْوَةً مِنْ تُرَابٍ، ثُمَّ جِئْنَا بِالشَّاةِ فَحَلَبْنَاهُ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُفْنَا بِه، فَإِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَجَبٍ قُلْنَا: مُنْصِلُ الأَسِنَّةِ، فَلاَ نَدَعُ رُمْحًا فِيْهِ حَدِيْدَةٌ وَلاَ سَهْمًا فِيْهِ حَدِيْدَةٌ، إِلَّا نَزَعْنَاهُ، فَأَلْقَيْنَاهُ شَهْرَ رَجَبٍ.

[٤٣٧٧-] قَالَ: وَسَمِعْتُ أَبَا رَجَاءٍ يَقُوْلُ: كُنْتُ يَوْمَ بُعِثَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم غُلاَمًا أَرْعَى الإِبِلَ عَلٰى أَهْلِيْ، فَلَمَّا سَمِعْنَا بِخُرُوْجِهِ فَرَرْنَا إِلَى النَّارِ، إِلٰى مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ.

ترجمہ: ابورجاء عمران عطاردی (تابعی) کہتے ہیں: ہم پتھروں کی پوجا کرتے تھے، پس جب ہم پاتے کوئی پتھر جو پہلے پتھر سے بہتر ہوتا تو ہم پہلے پتھر کو پھینک دیتے اور دوسرے پتھر کو معبود بنالیتے، اور جب ہم کوئی پتھر نہیں پاتے تھے تو مٹی کی ایک ڈھیری کرتے، پھر ہم بکری لاتے اور اس پر دوہتے، پھر ہم اس کا طواف کرتے، پس جب رجب کا مہینہ شروع ہوتا تو ہم کہتے: مُنْصِلُ الأَسِنَّة: (پیکان الگ کرنے کا مہینہ) پس ہم نہیں چھوڑتے تھے کسی بھالے کو جس میں کوئی پھل ہو اور نہ کسی تیر کو جس میں کوئی لوہا ہو، مگر ہم اس کو نکال دیتے تھے، اور ہم اس کو ڈال دیتے تھے، رجب کے مہینہ بھر۔

مہدی بن میمون کہتے ہیں: میں نے ابورجاء عطاردیؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس وقت نبی ﷺ مبعوث کئے گئے میں لڑکا تھا، اپنی فیملی کے اونٹ چراتا تھا، پس جب ہم نے نبی ﷺ کے ظہور کی خبر سنی یعنی مکہ فتح ہوگیا تو ہم دوزخ کی طرف بھاگے یعنی مسیلمہ کذاب کی طرف بھاگے (یہاں باب ہے، ابورجاء بھی ان لوگوں میں تھے جو مرتد ہوگئے تھے، پھر ایمان کی طرف واپس لوٹے)

بَابُ قِصَّةِ الأَسْوَدِ الْعَنَسِيِّ

اسود عنسی کا قصہ

یہ باب الشیئُ بالشیئِ یُذْکر کے قبیل سے ہے، مسیلمہ کذاب کا ذکر آیا تو دوسرے متنبّی کا بھی تذکرہ کردیا۔

اسود عنسی: أسود: لقب، عَیْھَلَۃ (عین کے بعد ی) بن کعب: نام، عَنْسی مَذْحِجی قبائلی نسبتیں، مَذحِج: قحطانی قبیلہ ہے، اور عنس بن مالک اس کا بطن ہے، وطن: یمن، متنبّی: نبوت کا جھوٹا دعوی دار، اسود: بڑا شعبدہ باز تھا، کہتا تھا: میرے تابع دو جنّ ہیں جو مجھے غیب کی خبریں دیتے ہیں، باذان (صنعاء کے گورنر) کے انتقال کے بعد اسود کا فتنہ بہت تیزی سے پھیلا، اس نے باذان کی بیوی مرزبانہ سے نکاح کرلیا، حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے مرزبانہ سے رابطہ قائم کرکے اسود

کے قتل کا منصوبہ بنایا، مرزبانہ نے اس کو خوب شراب پلائی، جب وہ مست ہوگیا تو فیروزؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دیوار میں نقب لگا کر گھر میں گھسے اور اس کا کام تمام کردیا، اس کے قتل کے بعد اس کی جماعت منتشر ہوگئی، اسود نبی ﷺ کی وفات سے ایک دن پہلے سن ۱۰ ہجری میں قتل کیا گیا۔

[۷۲-] بَابُ قِصَّةِ الْأَسْوَدِ الْعَنَسِيِّ

[۴۳۷۸-] حَدَّثَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِیُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِیْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِیْ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ عُبَیْدَةَ بْنِ نَشِیْطٍ - وَكَانَ فِیْ مَوْضِعٍ آخَرَ اسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ - أَنَّ عُبَیْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُتْبَةَ، قَالَ: بَلَغَنَا أَنَّ مُسَیْلِمَةَ الْكَذَّابَ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ فَنَزَلَ فِیْ دَارِ بِنْتِ الْحَارِثِ، وَكَانَتْ تَحْتَهُ ابْنَةُ الْحَارِثِ بْنِ كُرَیْزٍ، وَهِیَ أُمُّ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ، فَأَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم، وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَیْسِ بْنِ شَمَّاسٍ، وَهُوَ الَّذِیْ یُقَالُ لَهُ: خَطِیْبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم، وَفِیْ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم قَضِیْبٌ، فَوَقَفَ عَلَیْهِ فَكَلَّمَهُ، فَقَالَ لَهُ مُسَیْلِمَةُ: إِنْ شِئْتَ خَلَّیْتَ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْأَمْرِ، ثُمَّ جَعَلْتَهُ لَنَا بَعْدَكَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیه وسلم: "لَوْ سَأَلْتَنِیْ هٰذَا الْقَضِیْبَ مَا أَعْطَیْتُكَهُ، وَإِنِّیْ لَأَرَاكَ الَّذِیْ أُرِیْتُ فِیْهِ مَا أُرِیْتُ، وَهٰذَا ثَابِتُ بْنُ قَیْسٍ وَسَیُجِیْبُكَ عَنِّیْ" فَانْصَرَفَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیه وسلم. [راجع: ۳۶۲۰]

[۴۳۷۹-] قَالَ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ عَنْ رُؤْیَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم الَّتِیْ ذَكَرَ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ذُكِرَ لِیْ أَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیه وسلم قَالَ: "بَیْنَا أَنَا نَائِمٌ أُرِیْتُ أَنَّهُ وُضِعَ فِیْ یَدَیَّ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ، فَفُظِعْتُهُمَا وَكَرِهْتُهُمَا، فَأُذِنَ لِیْ، فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَیْنِ یَخْرُجَانِ" قَالَ عُبَیْدُ اللّٰهِ: أَحَدُهُمَا العَنَسِیُّ الَّذِیْ قَتَلَهُ فَیْرُوْزُ بِالْیَمَنِ، وَالآخَرُ مُسَیْلِمَةُ. [راجع: ۳۶۲۱]

ترجمہ: صالح بن کیسان: عبیدۃ بن نشیط کے بیٹے سے روایت کرتے ہیں (یہاں یہ بیٹا مبہم ہے، لیکن دوسری جگہ سند میں صراحت ہے کہ بیٹے کا نام عبداللہ تھا، پس اس کے بھائی موسیٰ کا احتمال ختم ہوگیا جو نہایت ضعیف راوی ہے، اور بہتر کان کی جگہ قال ہونا چاہئے یعنی صالح نے دوسری جگہ سند میں عبداللہ کی صراحت کی ہے) عبیداللہ کہتے ہیں: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ مسیلمہ کذاب مدینہ آیا اور حارث کی بیٹی کے گھر میں اترا، اور حارث بن کُریز کی بیٹی مسیلمہ کے نکاح میں تھی اور وہ عبد اللہ بن عامر کی ماں ہے (یہ تسامح ہے، تفصیل بعد میں ہے) اس کے پاس نبی ﷺ گئے درانحالیکہ آپؐ کے ساتھ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ تھے، اور حضرت ثابتؓ وہ ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ کا مقرر کہا جاتا ہے، اور نبی ﷺ کے ہاتھ میں

چھڑی تھی، آپؐ اس کے پاس کھڑے ہوئے اور اس سے بات چیت کی، آپؐ سے مسیلمہ نے کہا: اگر آپؐ چاہیں تو چھوڑ دیں ہمارے درمیان اور معاملہ کے درمیان (یعنی جب تک آپؐ زندہ ہیں، آپؐ کی حکومت رہے، ہمارا اس میں کوئی دخل نہ ہو مصری نسخہ میں یہ جملہ اس طرح ہے: إِنْ شِئْتَ خَلَّيْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْأَمْرِ: اگر آپؐ چاہیں تو تنہا کردیں ہم آپؐ کے درمیان اور معاملہ (حکومت) کے درمیان، یہ جملہ زیادہ واضح ہے) پھر آپؐ اپنے بعد اس کو ہمارے لئے گردانیں، نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: اگر مانگے تو مجھ سے یہ چھڑی تو نہیں دوں گا میں تجھے وہ، اور بیشک البتہ گمان کرتا ہوں میں تجھ کو وہ جو دکھلایا گیا ہوں میں نیند میں جو دکھلایا گیا ہوں، اور یہ ثابت بن قیسؓ ہیں وہ عنقریب جواب دیں گے (نبی ﷺ نے اس کو جامع بات بتلادی، اگر اس کو تفصیلی گفتگو کرنے کا شوق ہے تو وہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے کرے) پھر آپؐ لوٹ گئے، عبید اللہ کہتے ہیں: میں نے ابن عباسؓ سے نبی ﷺ کے اس خواب کے بارے میں پوچھا جس کا آپؐ نے تذکرہ کیا، ابن عباسؓ نے کہا: مجھ سے ذکر کیا گیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دریں اثناء کہ میں سویا ہوا تھا دکھلایا گیا میں کہ رکھے گئے میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن، پس گھبراہٹ میں مبتلا کردیا مجھے ان دونوں نے اور ناپسند کیا میں نے ان دونوں کو پس حکم دیا گیا مجھے، پس میں نے دونوں کو پھونک دیا، وہ اڑ گئے، پس تعبیر لی میں نے دونوں کنگنوں کی کہ دو مہا جھوٹے نکلیں گے، عبید اللہ کہتے ہیں: ان میں سے ایک عنسی ہے، جس کو یمن میں فیروز نے قتل کیا (یہاں باب ہے، عنسی کا ذکر آیا، پس حدیث باب سے منطبق ہوگئی، امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک حدیث ذکر کرنے کے لئے معمولی مناسبت کافی ہے) اور دوسرا مسیلمہ ہے۔

تشریح: حارث کی بیٹی کا گھر ایک طرح کی سرائے تھی، جس میں وفود اتارے جاتے تھے، بنوقریظہ کے قیدی بھی اسی سرائے میں بند کئے گئے تھے، اور حارث کی اس بیٹی کا نام رملہ تھا، مسیلمہ اور اس کے ساتھی اسی سرائے میں اترے تھے، اور مسیلمہ کی بیوی جو حارث کی بیٹی تھی، اس کا نام كَيِّسَة تھا، وہ دوسری عورت ہے اور وہ اس وقت مدینہ میں نہیں تھی، یمامہ میں مسیلمہ کے یہاں تھی، اس کے قتل کے بعد اس سے اس کے چچازاد بھائی عبداللہ بن عامر نے نکاح کیا، پس هي أم عبد الله بن عامر تسامح ہے، عبداللہ کی ماں نہیں تھی، اس کی بیوی تھی۔

بَابُ قِصَّةِ أَهْلِ نَجْرَانَ

نصاریٰ نجران کا وفد

نجران یمن کا مشہور شہر ہے، وہ عیسائیوں کی آبادی تھی، نجران کے ساٹھ عیسائیوں کا ایک مؤقر ومعزز وفد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس میں تین شخص —— (۱) عبدالمسیح عاقب بحیثیت امارت وسیادت کے (۲) ایہم السیّد بلحاظ رای وتدبیر کے (۳) اور ابوحارثہ علقمہ باعتبار سب سے بڑے مذہبی عالم اور لاٹ پادری کے —— عام شہرت اور امتیاز رکھتے تھے،

یہ تیسرا شخص اصل میں عرب کے مشہور قبیلہ بنی بکر بن وائل سے تعلق رکھتا تھے، پھر پکا نصرانی بن گیا، سلاطین روم نے اس کی مذہبی صلاحیت اور مجد وشرف کو دیکھتے ہوئے بڑی تعظیم وتکریم کی، علاوہ بیش قرار مالی امداد کے اس کے لئے گرجے تعمیر کئے اور امور مذہبی کے اعلیٰ منصب پر مامور کیا، یہ وفد بارگاہِ رسالت میں بڑی آن بان سے حاضر ہوا، اور اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت کے بارے میں نبی ﷺ سے گفتگو کی، سورۂ آلِ عمران کی ابتدائی آیتیں (اسّی نوے آیات) اسی واقعہ میں نازل ہوئی ہیں، نصاریٰ اس بات پر نبی ﷺ سے بہت جھگڑے کہ عیسیٰ علیہ السلام بندے نہیں ہیں، بلکہ اللہ کے بیٹے ہیں، وہ کہنے لگے: اگر وہ اللہ کے بیٹے نہیں ہیں تو بتاؤ کس کے بیٹے ہیں؟ آلِ عمران کی آیت ۵۹ کے ذریعہ ان کو جواب دیا گیا کہ آدم علیہ السلام کے باپ تھے نہ ماں، پس اگر عیسیٰ علیہ السلام کے باپ نہ ہوں تو کیا عجب! پھر آیت ۶۱ میں حکم نازل کیا گیا کہ اگر یہ لوگ اس قدر سمجھانے پر بھی عیسیٰ علیہ السلام کی بشریت کے قائل نہیں ہوتے تو ان کے ساتھ مباہلہ کیا جائے، اس کی صورت یہ ہو کہ دونوں فریق اپنی ذات سے اور اولاد سے حاضر ہوں، اور خوب گڑگڑا کر دعا کریں، جو جھوٹا ہے اس پر خدا کی لعنت ہو، اور عذاب پڑے، وفد نے دعوتِ مباہلہ سن کر مہلت لی کہ ہم مشورہ کر کے جواب دیتے ہیں، مجلس مشاورت میں ان کے ہوش مند تجربہ کار ذمہ داروں نے کہا: اے گروہ انصار! تم یقیناً دلوں میں سمجھ چکے ہو کہ محمد (ﷺ) نبی مرسل ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں انھوں نے صاف صاف فیصلہ کن باتیں کہی ہیں اور تمھیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسماعیل میں نبی بھیجنے کا وعدہ کیا تھا، پس کچھ بعید نہیں کہ یہ وہی نبی ہوں، اور ایک نبی سے مباہلہ کرنے کا نتیجہ کسی قوم کے حق میں یہی نکل سکتا ہے کہ ان کا کوئی چھوٹا بڑا ہلاکت یا عذاب سے نہ بچے، اور پیغمبر کی لعنت کا اثر نسلوں تک پہنچ کر رہے گا، بہتر یہی ہے کہ ہم ان سے صلح کر کے واپس لوٹ جائیں، کیونکہ سارے عرب سے لڑائی مول لینے کی ہم میں طاقت نہیں، وہ لوگ یہ تجویز پاس کر کے خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور سالانہ جزیہ دینا قبول کیا اور صلح کر کے واپس چلے گئے۔

(ماخوذ از فوائد شیخ الہند)

اور حاشیہ میں ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ سے ایک ہزار جوڑوں پر ماہ رجب میں اور ایک ہزار جوڑوں پر ماہِ صفر میں اور ہر جوڑے کے ساتھ ایک اوقیہ چاندی پر صلح کی۔

[۷۳-] بَابُ قِصَّةِ أَهْلِ نَجْرَانَ

[۴۳۸۰-] حَدَّثَنِیْ عَبَّاسُ بْنُ الْحُسَیْنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ آدَمَ، عَنْ إِسْرَائِیْلَ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ، عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ: جَاءَ الْعَاقِبُ وَالسَّیِّدُ صَاحِبَا نَجْرَانَ إِلَی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم، یُرِیْدَانِ أَنْ یُلاَعِنَاهُ، قَالَ: فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: لاَ تَفْعَلْ، فَوَ اللّٰهِ لَئِنْ کَانَ نَبِیًّا فَلاَ عَنَّا لاَ نُفْلِحُ نَحْنُ وَلاَ عَقِبُنَا مِنْ بَعْدِنَا، قَالاَ: إِنَّا نُعْطِیْكَ مَا سَأَلْتَنَا، وَابْعَثْ مَعَنَا رَجُلاً أَمِیْنًا، وَلاَ تَبْعَثْ مَعَنَا إِلاَّ

أَمِيْنًا، فَقَالَ: "لَأَبْعَثَنَّ مَعَكُمْ رَجُلًا أَمِيْنًا حَقَّ أَمِيْنٍ حَقَّ أَمِيْنٍ، فَاسْتَشْرَفَ لَهُ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: "قُمْ يَا أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ" فَلَمَّا قَامَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "هٰذَا أَمِيْنُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ"[راجع: ۳۷۴۵]

ترجمہ: حضرت حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: عاقب اور سید وفد نجران کے دو بڑے آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں آئے، دونوں چاہتے تھے کہ آپؐ سے مباہلہ کریں، ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: مباہلہ مت کرو، پس بخدا! اگر وہ نبی ہوئے اور ہم نے مباہلہ کیا تو ہم کبھی کامیاب نہیں ہونگے، اور ہمارے بعد ہماری نسلیں بھی کامیاب نہیں ہونگی، چنانچہ دونوں نے کہا: ہم آپؐ کو دیں گے جو آپؐ نے ہم سے مانگا ہے، یعنی جزیہ، پس بھیجئے ہمارے ساتھ کسی دیانت دار آدمی کو اور نہ بھیجیں آپؐ ہمارے ساتھ مگر کسی دیانت دار آدمی کو، پس آپؐ نے فرمایا: ضرور بھیجوں گا میں تمہارے ساتھ دیانت دار آدمی کو جو واقعی دیانت دار ہے، جو واقعی دیانت دار ہے (تکرار تاکید کے لئے ہے) پس نگاہ اٹھا کر دیکھا اس عہدہ کو صحابہ کرام نے، پس آپؐ نے فرمایا: اے ابوعبیدۃ! کھڑے ہوؤ، جب وہ کھڑے ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: "یہ اس امت کا دیانت دار آدمی ہے"

فائدہ: حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ اس امت کے امانت دار ہیں، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ من جملہ عشرۂ مبشرہ اور فاتح شام ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی جگہ اسلامی افواج کا سپہ سالار مقرر کیا تھا، ہجرت سے چالیس سال پہلے پیدا ہوئے اور طاعون عمواس میں ۱۸ ہجری میں وفات پائی۔

[۴۳۸۱-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَاقَ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: جَاءَ أَهْلُ نَجْرَانَ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالُوْا: ابْعَثْ لَنَا رَجُلًا أَمِيْنًا، فَقَالَ: "لَأَبْعَثَنَّ إِلَيْكُمْ رَجُلًا أَمِيْنًا حَقَّ أَمِيْنٍ" فَاسْتَشْرَفَ لَهُ النَّاسُ فَبَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ.[راجع: ۳۷۴۵]

[۴۳۸۲-] حدثنا أَبُوْ الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِيْنٌ، وَأَمِيْنُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ"[راجع: ۳۷۴۴]

حضرت ابوعبیدۃ رضی اللہ عنہ اس امت کے امانت دار آدمی ہیں

حدیث (۱): حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نجران کے لوگ نبی ﷺ کے پاس آئے، انھوں نے کہا: بھیجئے ہمارے ساتھ کسی دیانت دار آدمی کو، آپؐ نے فرمایا: ضرور بھیجوں گا میں تمہاری طرف دیانت دار آدمی کو جو واقعی دیانت دار ہے، پس لوگ اس کے لئے اونچے ہوئے (تاکہ ان پر نبی ﷺ کی نظر پڑے اور آپؐ ان کا انتخاب فرمائیں) پس آپؐ نے ابوعبیدۃ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: ہر امت میں کوئی دیانت دار ہوتا ہے اور ہمارے دیانت دار اے امت محمدیہ! ابو عبیدۃ بن الجراحؓ ہیں!

فائدہ: مباہلہ اور ملاعنہ کے معنی ہیں: ایک دوسرے کے لئے لعنت کی بددعا کرنا، اور مباہلہ نبی ﷺ کے ساتھ خاص تھا یا امت بھی مباہلہ کی دعوت دے سکتی ہے؟ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ تجربہ یہ ہے کہ مباہلہ کرنے کے بعد جو باطل پر ہوتا ہے وہ ایک سال سے زیادہ زندہ نہیں رہتا، اور خود اپنے بارے میں لکھا ہے کہ ایک ملحد سے میرا مباہلہ ہوا تو اس پر دو ماہ بھی نہیں گذرے تھے کہ وہ مرگیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مباہلہ خاص نہیں۔

واقعہ: حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے قادیان جاکر قادیانی کو مباہلہ کا چیلنج دیا کہ جامع مسجد کے مینارے پر چڑھ کر نیچے کودتے ہیں جو حق پر ہے وہ زندہ رہے گا، اور جو باطل پر ہے وہ مرجائے گا، مولانا بخاری رحمہ اللہ ایک ماہ تک قادیان میں تقریریں کرتے رہے، اور چیلنج دیتے رہے، مگر مرزا غلام احمد قادیانی اس طرح مباہلہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوا، پھر مولانا بخاریؒ دیوبند آئے، حضرت علامہ کشمیری قدس سرہ سے ملے، شاہ صاحب نے مولانا بخاریؒ سے کہا: آپ نے یہ کیا چیلنج دیا؟ کیا آپ کو یقین تھا کہ مینارے سے کودنے کے بعد آپ زندہ رہیں گے؟ مولانا بخاری رحمہ اللہ نے کہا: حضرت! میں باؤلا تھا جو کودتا، اس خبیث کو اٹھا کر نیچے پھینکتا، اور اگر مجھے کودنا پڑتا تو ایک عطاء اللہ شہید ہوتا اور ایک فتنہ ختم ہوتا! معلوم ہوا کہ مباہلہ نبی ﷺ کے ساتھ خاص نہیں، کچھ شرائط کے ساتھ امت بھی مباہلہ کا چیلنج دے سکتی ہے، علامہ دوّانی شافعی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے جس میں مباہلہ کی شرطیں بیان کی ہیں، مزید تفصیل فیض الباری (۴: ۱۲۴) میں ہے۔

بَابُ قِصَّةِ عُمَانَ وَالْبَحْرَيْنِ

عُمان اور بحرین کا قصہ (قبیلہ عبدالقیس کا وفد)

بحرین قبیلہ عبدالقیس کا شہر تھا، اور عُمان (عین پر پیش، میم پر زبر) اس کے قریب ایک شہر کا نام ہے، نبی ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجا، لوگوں نے اسلام قبول کیا، اور ذی قعدہ ۸ ہجری میں ان کا وفد آیا، روایات میں صرف بحرین کا ذکر ہے عُمان کا ذکر نہیں، عمان: بحرین کے قریب ہی واقع ہے۔

ملحوظہ: ایک عَمّان (عین کا زبر اور میم مشدد) شہر ہے، پہلے وہ شام کا حصہ تھا، اب وہ اردن کا دارالسلطنت ہے، وہ یہاں مراد نہیں، یہاں مراد بحرین والا عُمان ہے، اور طحاوی کی ایک روایت میں بھی وہی مراد ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے ایک ایسا شہر معلوم ہے جس کو عُمان کہا جاتا ہے اس کے کنارہ کو دریا چھوتا ہے یعنی وہ شہر ساحل سمندر پر واقع ہے اگر میرے نمائندے وہاں جائیں تو وہ لوگ نہ تیر ماریں گے نہ پتھر! یعنی دعوت فوراً قبول کرلیں گے۔

[٧٤-] بَابُ قِصَّةِ عُمَانَ وَالْبَحْرَيْنِ

[٤٣٨٣-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: سَمِعَ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ جابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، يَقُوْلُ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: " لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ لَقَدْ أَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا" ثَلاثًا، فَلَمْ يَقْدَمْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَلَمَّا قَدِمَ عَلٰى أَبِىْ بَكْرٍ أَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى: مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ دَيْنٌ أَوْ عِدَةٌ فَلْيَأْتِنِيْ، قَالَ جَابِرٌ: فَجِئْتُ أَبَا بَكْرٍ فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: " لَوْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا" ثَلاثًا، قَالَ: فَأَعْطَانِيْ، قَالَ جَابِرٌ: فَلَقِيْتُ أَبَا بَكْرٍ بَعْدَ ذٰلِكَ فَسَأَلْتُهُ فَلَمْ يُعْطِنِيْ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ الثَّانِيَةَ فَلَمْ يُعْطِنِيْ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ الثَّالِثَةَ فَلَمْ يُعْطِنِيْ، فَقُلْتُ لَهُ: قَدْ أَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِيْ، ثُمَّ أَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِيْ، ثُمَّ أَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِيْ، فَإِمَّا أَنْ تُعْطِيَنِيْ وَإِمَّا أَنْ تَبْخَلَ عَنِّيْ، فَقَالَ: أَ قُلْتَ: تَبْخَلُ عَنِّيْ؟ وَأَيُّ دَاءٍ أَدْوَأُ مِنَ الْبُخْلِ، قَالَهَا ثَلاثًا، مَا مَنَعْتُكَ مِنْ مَرَّةٍ إِلَّا وَأَنَا أُرِيْدُ أَنْ أُعْطِيَكَ.

وَعَنْ عَمْرٍو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، يَقُوْلُ: جِئْتُهُ فَقَالَ لِيْ أَبُوْ بَكْرٍ، عُدَّهَا، فَعَدَدْتُهَا فَوَجَدْتُهَا خَمْسَ مِائَةٍ، فَقَالَ: خُذْ مِثْلَهَا مَرَّتَيْنِ. [راجع: ٢٢٩٦]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ جب بحرین کا محصول آئے گا تو میں تجھے اتنا اتنا اور اتنا دوں گا، تین مرتبہ، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وہ روپیہ دیا (جب وعدہ کیا تو گویا دیا) پھر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا، اور روپیہ مانگا تو انھوں نے نہیں دیا، میں پھر گیا تب بھی نہیں دیا، تیسری مرتبہ جب نہیں دیا تو میں نے کہا: آپ کو روپیہ دینا ہو تو دیں ورنہ صاف کہیں، آپؓ بخل سے کام لے رہے ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر سخت ناراض ہوئے اور کہا: آپ مجھے بخل کا طعنہ دیتے ہیں؟ اس سے بدتر اور کوئی بیماری نہیں ہوسکتی، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ بات تین مرتبہ کہی، پھر کہا: میں نے تینوں مرتبہ روپئے نہیں دیئے مگر میری نیت دینے کی تھی، اور دوسری سند سے اسی روایت میں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک لپ بھر کر روپئے ڈالے اور کہا: انہیں گن، میں نے گنے تو وہ پانچ سو روپئے تھے، آپؓ نے فرمایا: اس کا دوگنا لے لے (پس تین لپ ہوگئے اور بحرین کا یہ مال جزیہ کا مال تھا ان کے ساتھ مصالحت ہوئی تھی)

بَابُ قُدُوْمِ الْأَشْعَرِيِّيْنَ وَأَهْلِ الْيَمَنِ

اشعری اور یمن والوں کا آنا

اس باب میں مختلف وفود کا ذکر ہے اور سب کا زمانہ ایک نہیں، اشعری صحابہ فتح خیبر کے موقع پر سن ۷ ہجری میں آئے

ہیں، اور یمن کے حِمیر قبیلہ کے لوگ سن ۹ ہجری میں آئے ہیں، اور نخع کا وفد محرم سن ۱۱ ہجری میں آیا تھا، پس سب کا زمانہ ایک نہیں۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے لفظ وفد استعمال نہیں کیا، قدوم (آنا) کہا ہے، کیونکہ اشعری صحابہ ہجرت کرکے مدینہ آئے تھے، واپس نہیں گئے تھے اور حِمیر کا وفد علم حاصل کرنے کے لئے آیا تھا، باب میں حدیث آرہی ہے کہ بنو تمیم نے خوشخبری قبول نہیں کی، پھر یمن کے لوگ آئے، انھوں نے خوشخبری قبول کی، یہ حمیر کے لوگ تھے جو ابتدائے آفرینش کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے آئے تھے، وہ اپنی قوم کا ایمان پیش کرنے نہیں آئے تھے، مگر دونوں جماعتیں وفد کے مشابہ تھیں، اس لئے وفود کے بیان میں ان کا تذکرہ کیا۔

پھر معلق روایت ہے کہ اشعری صحابہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، یعنی وہ میرے ہم مزاج ہیں اور میں ان کا ہم مزاج ہوں، یہ روایت حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مسلم شریف میں مروی ہے (حدیث ۲۵۰۰ کتاب فضائل الصحابة حدیث ۱۶۷ باب ۲۹) اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے بھائی ابوعامر اشعری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے: (ترمذی حدیث ۳۸۷۶، مشکوٰۃ حدیث ۵۹۸۱ باب مناقب قریش وذکر القبائل)

حدیث: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں اور میرا بھائی یمن سے آئے (یہاں باب ہے) پس ہم ٹھہرے رہے ایک وقت تک، نہیں گمان کرتے تھے ہم ابن مسعودؓ کو اور ان کی والدہ (ام عبد) کو مگر خاندانِ نبوت سے ان کے بکثرت آنے جانے کی وجہ سے اور ان کے خاندانِ نبوت کے ساتھ چپکے رہنے کی وجہ سے۔

[۷۵-] بَابُ قُدُوْمِ الْأَشْعَرِيِّيْنَ وَأَهْلِ الْيَمَنِ

وَقَالَ أَبُوْ مُوْسَى، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: "هُمْ مِنِّيْ وَأَنَا مِنْهُمْ"

[٤٣٨٤-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ زَائِدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى، قَالَ: قَدِمْتُ أَنَا وَأَخِيْ مِنَ الْيَمَنِ فَمَكَثْنَا حِيْنًا مَا نُرَى ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَأُمَّهُ إِلَّا مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ، مِنْ كَثْرَةِ دُخُوْلِهِمْ وَلُزُوْمِهِمْ لَهُ.

[راجع: ٣٧٦٣]

آئندہ حدیث: ابوقلابہ جَرمی: زہدم جَرمی سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ آئے تو انھوں نے اس جرمی قبیلہ کو عزت بخشی (حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے کوفہ میں اسی قبیلہ میں قیام کیا تھا، یہ عزت بخشنا ہے) اور بیشک ہم ابوموسیٰ اشعریؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ صبح کے کھانے میں مرغی کھارہے تھے، اور لوگوں میں ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا، ابوموسیٰ اشعریؓ نے اس کو صبح کے کھانے کے لئے بلایا، اس نے کہا: میں نے مرغی کو دیکھا ہے کسی چیز (گندگی) کو

کھاتے ہوئے، پس مجھے اس سے گھن آتی ہے، ابوموسیٰؓ نے کہا: آ، میں نے نبی ﷺ کو مرغی کھاتے دیکھا ہے یعنی مرغیاں جو آج کھاتی ہیں وہی دورِ نبوی میں بھی کھاتی تھیں، پھر بھی نبی ﷺ نے اس کو کھایا ہے، اس شخص نے کہا: میں نے قسم کھائی ہے کہ مرغی نہیں کھاؤں گا، ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہا: آ، میں تجھے بتلاتا ہوں تیری قسم کے بارے میں، یعنی تجھے اپنی قسم سے کیسے نکلنا ہے؟ اس کا طریقہ میں تجھے بتلاتا ہوں، ہم قبیلہ اشعر کے چند لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں آئے، ہم نے آپؐ سے (سفر تبوک کے لئے) سواریاں طلب کیں، آپؐ نے ہمیں سواریاں دینے سے انکار کیا، پھر (دوسری مرتبہ) ہم نے آپؐ سے سواریاں طلب کیں، آپؐ نے قسم کھائی کہ ہمیں سواریاں نہیں دیں گے، پھر نبی ﷺ زیادہ دیر نہیں ٹھہرے کہ لائے گئے غنیمت میں ملے ہوئے اونٹ، پس حکم دیا آپؐ نے ہمارے لئے پانچ اونٹوں کا، جب ہم نے ان پر قبضہ کرلیا تو کہا: غفلت میں رکھا ہم نے نبی ﷺ کو آپؐ کی قسم سے، نہیں کامیاب ہونگے ہم غفلت میں رکھنے کے بعد کبھی بھی، یعنی نبی ﷺ اپنی قسم بھول گئے، اور بے خبری میں ہمیں اونٹ دیدیئے، پس ہم یہ اونٹ لے کر کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے، پس میں آپؐ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپؐ نے قسم کھائی تھی کہ آپؐ ہمیں سواریاں نہیں دیں گے درانحالیکہ آپؐ نے ہمیں سواریاں دیں، آپؐ نے فرمایا: ہاں، یعنی میں نے قسم کھائی تھی، لیکن نہیں کھاتا ہوں میں کوئی قسم پس دیکھتا ہوں میں اس کے علاوہ کو اس سے بہتر مگر کرتا ہوں وہ کام جو اس سے بہتر ہوتا ہے۔

تشریح: پہلے (حدیث ۳۱۳۳) وَتَحَلَّلْتُهَا بھی اس حدیث میں آیا ہے، جس کے معنی ہیں: ایسی قسم کھانا جس کے خلاف کرنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا، حنفیہ کی اصطلاح میں اسے 'یمین فور' کہتے ہیں، آپؐ نے جو قسم کھائی تھی وہ ایسی ہی تھی، پھر آپؐ نے مسئلہ بتلایا کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ ماں باپ سے نہیں بولے گا پھر اس کو قسم کے خلاف میں خیر نظر آئے، یعنی ماں باپ سے بولنا بہتر نظر آئے تو اسے قسم توڑ کر کفارہ دینا چاہئے قسم پر برقرار نہیں رہنا چاہئے۔

تطبیق: کرمانی کہتے ہیں: لَمَّا قَدِمَ أَبُوْ مُوْسَى سے یمن سے آنا مراد ہے، مگر حاشیہ میں اس پر اعتراض ہے کہ یہ تو مدینہ سے کوفہ آنا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا امیر مقرر کیا تھا۔

دوسرا احتمال: أَتَيْنَا النبيَّ صلى الله عليه وسلم نَفَرٌ مِنَ الأَشْعَرِيين: ہم قبیلہ اشعر کے چند لوگ نبی ﷺ کے پاس آئے: یہ یمن سے آنا ہے، مگر یہ بات بھی صحیح نہیں، یہ قصہ تو غزوۂ تبوک کے موقع کا ہے، یہ حضرات اپنی قیام گاہوں سے خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے تھے، یمن سے آنا مراد نہیں، پس حدیث کی باب سے تطبیق غیر واضح ہے۔

[۴۳۸۵-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ زَهْدَمٍ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ أَبُوْ مُوْسٰى أَكْرَمَ هٰذَا الْحَيَّ مِنْ جَرْمٍ، وَإِنَّا لَجُلُوْسٌ عِنْدَهُ وَهُوَ يَتَغَدّٰى دَجَاجًا، وَفِي الْقَوْمِ

رَجلٌ جَالِسٌ، فَدعَاهُ إلٰی الْغدَاءِ، فَقالَ: إِنِّیْ رَأَیْتُهُ یَأْکُلُ شَیْئًا فَقَذِرْتُهُ، قَالَ: هَلُمَّ، فَإِنِّی رَأَیْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیه وسلم یَأْکُلُهُ، قَالَ: إِنِّیْ حَلَفْتُ لاَ آکُلُهُ، قَالَ: هَلُمَّ، أُخْبِرْكَ عَنْ یَمِیْنِكَ، إِنَّا أَتَیْنَا النَّبِیَّ صلی اللہ علیه وسلم نَفَرٌ مِنَ الْأَشْعَرِّیِّنَ، فَاسْتَحْمَلْنَاهُ فَأَبٰی أَنْ یَحْمِلَنَا، فَاسْتَحْمَلْنَاهُ، فَحَلَفَ أَنْ لاَ یَحْمِلَنَا، ثُمَّ لَمْ یَلْبَثِ النَبِیُّ صلی اللہ علیه وسلم أَنْ أُتِیَ بِنَهْبِ إِبِلٍ فَأَمَرَ لَنَا بِخَمْسِ ذَوْدٍ، فَلَمَّا قَبَضْنَاهَا قُلْنَا: تَغَفَّلْنَا النَّبِیَّ صلی اللہ علیه وسلم یَمِیْنَهُ، لاَ نُفْلِحُ بَعْدَهَا أَبدًا، فَأَتَیْتُهُ فَقُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّكَ حَلَفْتَ أَنْ لاَتَحْمِلَنَا وَقَدْ حَمَلْتَنَا، قَالَ: "أَجَلْ، وَلٰكِنْ لاَ أَحْلِفُ عَلٰی یَمِیْنٍ فَأَرَی غَیْرَهَا خَیْرًا مِنْهَا إِلاَّ أَتَیْتُ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ مِنْهَا.[راجع: ۳۱۳۳]

آئندہ حدیث: ایک سفر میں بنوتمیم کا وفد خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا، وہ مال کی امید لے کر آیا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دینے کے لئے کچھ نہیں تھا، آپؐ نے فرمایا: خوشخبری سن لو، یعنی مادی نعمت تو نہیں ہے، روحانی نعمت قبول کرو، میں جو علوم ومعارف بیان کروں اسے سنو، انھوں نے جواب دیا: خوشخبری تو آپؐ نے سنائی، کچھ دیجئے بھی! آپؐ کو ناراضگی ہوئی، چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا، فوراً ہی یمن کے لوگ آئے (یہ یمن کے قبیلہ حمیر کے لوگ تھے) آپؐ نے ان سے فرمایا: یمن والو! خوشخبری قبول کرو، بنوتمیم تو اسے قبول نہیں کرتے، انھوں نے عرض کیا: ہم قبول کرتے ہیں، ہم مال کے لئے نہیں آئے، علوم ومعارف حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں، ہم ابتدائے آفرینش کے بارے میں پوچھنے آئے ہیں، چنانچہ آپؐ نے اس کا بیان شروع کیا (ابتدائے آفرینش کے احوال کے لئے دیکھیں: تحفۃ الالمعی ۷: ۲۹۱)

[۴۳۸۶-] حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْیَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ صَخْرَةَ جَامِعُ بْنُ شَدَّادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ مُحْرِزٍ الْمَازِنِیُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَیْنٍ، قَالَ: جَاءَ تْ بَنُوْ تَمِیْمٍ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم فَقَالَ: "أَبْشِرُوْا یَا بَنِیْ تَمِیْمٍ" قَالُوْا: أَمَّا إِذْ بَشَّرْتَنَا فَأَعْطِنَا، فَتَغَیَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم، فَجَاءَ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْیَمَنِ، فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیه وسلم: "اقْبَلُوْا الْبُشْرَی إِذْ لَمْ یَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِیْمٍ" قَالُوْا: قَدْ قَبِلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ.[راجع: ۳۱۹۰]

قبیلۂ حمیر کی خوبیاں اور ان کے لئے دعا

ترمذی شریف میں روایت ہے (حدیث ۳۹۶۹) ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپؐ حمیر پر لعنت بھیجیں، آپؐ نے اس سے روگردانی کی، وہ دوسری جانب سے آیا اور یہی بات عرض کی، پھر بھی آپؐ نے اعراض کیا، تیسری اور چوتھی مرتبہ میں بھی یہی ہوا، پھر آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حمیر پر مہربانی فرمائیں، ان میں سلام کا خوب رواج ہے، وہ غریب پرور ہیں، اور

وہ امن وامان والے ہیں، بخاری شریف کی درج ذیل چار حدیثوں میں بھی یمن والوں کی اس خوبی کا ذکر ہے، اور یہ ارشاد آپؐ نے اس وقت فرمایا تھا جب ان کا وفد آیا تھا، اور بالمقابل بعض دوسرے قبائل کی بری صفات کا ذکر ہے، کیونکہ تُعْرَفُ الْأَشْيَاءُ بِأَضْدَادِهَا: ضد کے پہچاننے سے بھی چیز پہچانی جاتی ہے، اور اہل یمن کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ برضاء ورغبت ایمان لائے ہیں، ان پر فوج کشی کی نوبت نہیں آئی۔

[٤٣٨٧-] حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِيْ خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "الإِيْمَانُ هَاهُنَا - وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الْيَمَنِ - وَالْجَفَاءُ وَغِلَظُ الْقُلُوْبِ فِي الْفَدَّادِيْنَ عِنْدَ أُصُوْلِ أَذْنَابِ الإِبِلِ مِنْ حَيْثُ تَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ: رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ" [راجع: ٤٣٠٢]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: ایمان یہاں ہے ــــ اور آپؐ نے ہاتھ سے یمن کی طرف اشارہ کیا ــــ یعنی وہ برضاء ورغبت ایمان لائے ہیں اور ان کے ایمان میں اخلاص ہے اور اُجڈ پن اور سخت دلی اونٹوں کی دموں کی جڑوں کے پاس چلانے والوں میں ہے (الجفاء اور غِلَظ القلوب کے ایک معنی ہیں) جہاں سے شیطان کے دو سینگ نکلتے ہیں، یعنی سورج طلوع ہوتا ہے یعنی مدینہ سے مشرق کی جانب: قبائل ربیعہ اور مضر میں (یہ دونوں قبیلے مدینہ سے مشرق کی جانب رہتے تھے، ان میں سخت دلی تھی جو یمن والوں کی نرم دلی کی ضد ہے، اور ان میں سخت دلی اس لئے تھی کہ وہ اونٹ پالتے تھے اور ان کی دموں کے ساتھ چلتے تھے اور چلا چلا کر ریوڑ پر کنٹرول کرتے تھے (ربیعة و مضر: الفدادین سے بدل ہیں)

[٤٣٨٨-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ ذَكْوَانَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " أَتَاكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ، هُمْ أَرَقُّ أَفْئِدَةً، وَأَلْيَنُ قُلُوْبًا، الإِيْمَانُ يَمَانٍ، وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ، وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِيْ أَصْحَابِ الإِبِلِ، وَالسَّكِيْنَةُ وَالْوَقَارُ فِيْ أَهْلِ الْغَنَمِ" [راجع: ٣٣٠١]

وَقَالَ غُنْدَرٌ: عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، سَمِعْتُ ذَكْوَانَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.

ترجمہ: نبی ﷺ نے صحابہ کو اطلاع دی کہ تمہارے پاس یمن کے لوگ آرہے ہیں وہ دلوں کے پتلے اور قلوب کے نرم ہیں (فؤاد اور قلب ایک ہیں اور پتلے اور نرم کا مفہوم ایک ہے) ایمان یمن والوں کا ہے (یَمَان: اصل میں یَمَنِيٌّ تھا، ی حذف کر کے اس کے بدل الف لایا گیا ہے) اور دانشمندی یمن والوں کی ہے (حِكْمة: غیر نبی کا درست بات پانا، الإصابة فی غیر نبوة) اور فخر (خود پسندی) اور تکبر اونٹ پالنے والوں میں ہے اور سکینت اور وقار بکریاں پالنے والوں میں ہے۔

[٤٣٨٩-] حدثنا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" الإِيْمَانُ يَمَانٍ، وَالْفِتْنَةُ هَاهُنَا، هَاهُنَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ" [راجع: ٣٣٠١]

[٤٣٩٠-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" أَتَاكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ أَضْعَفُ قُلُوْبًا وَأَرَقُّ أَفْئِدَةً، الْفِقْهُ يَمَانٍ، وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ"[راجع: ٣٣٠١]

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: ایمان یمن والوں کا ہے، اور فتنہ یہاں ہے جہاں سے شیطان کا سینگ نکلتا ہے یعنی مشرق میں ہے، یہ مسیلمہ کذاب کے فتنہ کی طرف اشارہ ہے وہ یمامہ کا رہنے والا تھا اور یمامہ مدینہ سے مشرق میں ہے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس یمن والے آرہے ہیں، جو قلوب کے اعتبار سے نہایت کمزور یعنی نرم اور دلوں کے اعتبار سے نہایت پتلے ہیں، دین میں سمجھ بوجھ یمن والوں کی ہے اور دانشمندی یمن والوں کی ہے۔

تشریح: ان چاروں حدیثوں سے مقصود یمن والوں کی خوبیاں بیان کرنا ہے اور بالمقابل ربیعہ اور مضر کی سخت دلی کا بھی تذکرہ ہے، اور یہ ارشاد اُس موقع پر فرمایا تھا جب قبیلہ حمیر کا وفد آیا تھا۔

یمن کے قبیلہ نخع کی فضیلت

نخع بن عمرو: مَذْحِج کا بطن ہے، یہ قحطانی قبیلہ ہے، محرم ۱۱ ہجری میں ان کا وفد نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور یہ آخری وفد تھا، اس وفد میں دوسو آدمی تھے، یہ لوگ پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے بیعت بھی کر چکے تھے (معجم قبائل العرب ۳: ۱۱۷۶) بعد میں یہ قبیلہ کوفہ میں جا بسا تھا۔

[٤٣٩١-] حدثنا عَبْدَانُ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: كُنَّا جُلُوْسًا مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَجَاءَ خَبَّابٌ، فَقَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! أَيَسْتَطِيْعُ هٰؤُلَآءِ الشَّبَابُ أَنْ يَقْرَؤُوْا كَمَا تَقْرَأُ؟ قَالَ: أَمَا إِنَّكَ لَوْ شِئْتَ أَمَرْتُ بَعْضَهُمْ يَقْرَأُ عَلَيْكَ؟ قَالَ: أَجَلْ، قَالَ: اقْرَأْ يَا عَلْقَمَةُ، فَقَالَ زَيْدُ بْنُ حُدَيْرٍ أَخُوْ زِيَادِ بْنِ حُدَيْرٍ: أَتَأْمُرُ عَلْقَمَةَ أَنْ يَقْرَأَ وَلَيْسَ بِأَقْرَأَنَا، قَالَ: أَمَا إِنَّكَ إِنْ شِئْتَ أَخْبَرْتُكَ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِي قَوْمِكَ وَقَوْمِهِ، فَقَرَأْتُ خَمْسِيْنَ آيَةً مِنْ سُوْرَةِ مَرْيَمَ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: كَيْفَ تَرىٰ؟ قَالَ: قَدْ أَحْسَنَ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: مَا أَقْرَأُ شَيْئًا إِلَّا وَهُوَ يَقْرَؤُهُ، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى خَبَّابٍ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ: أَلَمْ يَأْنِ لِهٰذَا الْخَاتَمِ أَنْ يُلْقَى؟ قَالَ: أَمَا إِنَّكَ لَنْ تَرَاهُ عَلَيَّ بَعْدَ الْيَوْمِ، فَأَلْقَاهُ، رَوَاهُ غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ.

ترجمہ: علقمہ بن قیس نخعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ تشریف لائے، انھوں نے کہا: اے ابوعبد الرحمٰن! کیا یہ جوان طاقت رکھتے ہیں کہ قرآن پڑھیں جس طرح آپؓ پڑھتے ہیں؟ ابن مسعودؓ نے کہا: سنئے، اگر آپ چاہیں تو میں ان میں سے بعض کو حکم دوں جو آپؓ کو قرآن پڑھ کر سنائے، حضرت خبابؓ نے کہا: ہاں، ابن مسعودؓ نے کہا: علقمہ پڑھو، پس زید بن حُدیر نے جو زیاد بن حُدیر کے بھائی ہیں کہا: کیا آپ علقمہ کو پڑھنے کا حکم دیتے ہیں، حالانکہ وہ ہم سے بہتر نہیں پڑھتے؟ حضرت ابن مسعودؓ نے کہا: سن! اگر تو چاہے تو میں تجھے بتاؤں وہ بات جو نبی ﷺ نے تیری قوم کے بارے میں اور علقمہ کی قوم کے بارے میں فرمائی ہے (علقمہ کہتے ہیں:) پس میں نے سورۂ مریم کی پچاس آیتیں پڑھیں، پھر حضرت ابن مسعودؓ نے پوچھا: کیسا دیکھا آپؓ نے؟ حضرت خبابؓ نے کہا: بہترین پڑھا، ابن مسعودؓ نے فرمایا: نہیں پڑھتا ہوں میں کوئی چیز مگر علقمہ اس کو پڑھتا ہے، پھر حضرت ابن مسعودؓ حضرت خبابؓ کی طرف متوجہ ہوئے، انھوں نے سونے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی، فرمایا: کیا اس انگوٹھی کے لئے وقت نہیں آیا کہ ڈال دی جائے؟ حضرت خبابؓ نے کہا: سنیں! بیشک آپ ہرگز نہیں دیکھیں گے اس کو مجھ پر آج کے بعد، پس ڈال دیا حضرت خبابؓ نے اس کو (ان کو حرمت کا علم نہیں ہوگا)

تشریح: علقمہ کی قوم کے بارے میں نبی ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ حضرت ابن مسعودؓ سے حاشیہ میں منقول ہے: میں نبی ﷺ کے پاس موجود تھا، آپؐ نخع قبیلہ کے لئے دعا کررہے تھے، اور ان کی تعریف کررہے تھے، یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کہ میں اس قبیلہ کا ہوتا، اور زید بن حدیر قبیلہ بنی اسد کے تھے، ان کے بارے میں نبی ﷺ نے وہ ارشاد فرمایا ہے جو پہلے (حدیث ۳۵۱۵) آیا ہے کہ قبائل اسلم، غفار، مزینہ اور جہینہ بہتر ہیں بنوتمیم، بنوعامر، بنواسد اور بنوغطفان سے، اور زید بن حُدیر قبیلہ بنواسد کے تھے، اسد کو ازد بھی کہتے ہیں۔

بَابُ قِصَّةِ دَوْسٍ وَطُفَيْلِ بْنِ عَمْرٍو الدَّوْسِيِّ

قبیلہ دوس اور حضرت طفیل دوسی رضی اللہ عنہ کا قصہ

قبیلہ دوس یمنی قبیلہ ہے اس قبیلہ کے سردار حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے ہیں، قریش کے ساتھ ان کے دوستانہ تعلقات تھے، ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ آئے، قریش نے ان کے کان بھرے کہ ہمارے یہاں ایک جادوگر پیدا ہوا ہے جو باپ بیٹے میں اور میاں بیوی میں جدائی کرادیتا ہے، کوشش کرنا کہ اس کی کوئی بات تمہارے کان میں نہ پڑے، چنانچہ حضرت طفیلؓ نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی پھر ایک دن صبح سویرے حضرت طفیلؓ خانہ کعبہ گئے، دیکھا کہ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے ہیں، اور جہراً قرآن پڑھ رہے ہیں، انھوں نے سوچا: میں سمجھ دار آدمی ہوں، مجھے آپؐ کا کلام سننا چاہئے، اگر اچھا ہوگا تو قبول کرلوں گا ورنہ چھوڑ دوں گا، چنانچہ انھوں نے قرآن سنا اور اس سے اتنا متأثر ہوئے کہ جب نبی

ﷺ گھر تشریف لے گئے تو وہ بھی پیچھے پیچھے پہنچے اور اسلام قبول کیا، نبی ﷺ نے ان کو قبیلہ دوس کی طرف اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجا، انھوں نے عرض کیا: مجھے کوئی نشانی عطا فرمائیں، آپؐ نے دعا کی: اے اللہ! ان کو نور عطا فرما، چنانچہ ان کی آنکھوں کے درمیان ایک نور پیدا ہوگیا، انھوں نے عرض کیا: مجھے ڈر ہے کہ لوگ یہ نور دیکھ کر کہیں گے کہ آبائی دین چھوڑنے کی وجہ سے اس کی شکل بگڑ گئی! چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وہ نور ان کے کوڑے کی طرف منتقل کردیا، ان کا کوڑا اندھیری رات میں چراغ کی طرح روشن ہوجاتا تھا، انھوں نے قبیلہ میں پہنچ کر اسلام کی تبلیغ شروع کی، مگر چند حضرات کے علاوہ کسی نے دعوت قبول نہیں کی، پھر ہجرت کے بعد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: قبیلہ دوس ہلاک ہوا، نافرمانی کرکے اسلام قبول کرنے سے انکار کردیا، آپؐ ان کے لئے بددعا کریں، نبی ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! قبیلہ دوس کو ہدایت عطا فرما، اور ان کو میرے پاس لے آ، چنانچہ اس قبیلہ کے ستر یا اسّی آدمی حاضر خدمت ہوئے اور مسلمان ہوئے، دوس کا یہ وفد سن ۷ ہجری میں آیا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ان کی محنت سے مسلمان ہوئے ہیں، پھر طفیلؓ اپنی قوم کے ساتھ ہجرت کرکے مدینہ چلے آئے، وفاتِ نبوی تک مدینہ میں رہے، اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

[۷۶-] بَابُ قِصَّةِ دَوْسٍ وَطُفَيْلِ بْنِ عَمْرٍو الدَّوْسِيِّ

[۴۳۹۲-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ ذَكْوَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: إِنَّ دَوْسًا قَدْ هَلَكَتْ، عَصَتْ وَأَبَتْ، فَادْعُ اللّٰهَ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ: "اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَائْتِ بِهِمْ"[راجع: ۲۹۳۷]

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: طفیل بن عمروؓ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: قبیلہ دوس یقیناً تباہ ہوا (اس وجہ سے کہ) اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور مسلمان ہونے سے انکار کیا، لہٰذا آپؐ ان کے ئے بددعا فرمائیں، آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! دوس کو ہدایت عطا فرما، اور ان کو لے آ۔

[۴۳۹۳-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قُلْتُ فِي الطَّرِيْقِ:

يَا لَيْلَةً مِنْ طُوْلِهَا وَعَنَائِهَا ❁ عَلٰى أَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ

وَأَبَقَ غُلَامٌ لِيْ فِي الطَّرِيْقِ، فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَبَايَعْتُهُ، فَبَيْنَا أَنَا عِنْدَهُ إِذْ طَلَعَ الْغُلَامُ، فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! هٰذَا غُلَامُكَ" فَقُلْتُ: هُوَ لِوَجْهِ اللّٰهِ، فَأَعْتَقْتُهُ. [راجع: ۲۵۳۰]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے راستہ میں یہ

شعر کہا:

ہائے رات کی درازی اور اس کی مشقت ÷ مگر اس نے مجھے کفر کی سرزمین سے نجات بخشی۔

اور راستہ میں میرا غلام بھاگ گیا (گم ہوگیا) پس جب میں نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو میں نے آپؐ سے بیعت کی، پس دریں اثنا کہ میں آپؐ کے پاس تھا اچانک غلام نکلا، پس مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! یہ تمہارا غلام آگیا، انھوں نے کہا: هو لوجه الله: وہ اللہ کی خوشنودی کے لئے ہے، پس انھوں نے اس کو آزاد کر دیا۔

تنبیہ: پہلے (تحفۃ القاری ۵: ۵۳۷) امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ ابو کریب محمد بن العلاء کی ابو اسامہ سے روایت میں لفظ حُرٌّ نہیں ہے وہ روایت یہی ہے، پس گیلری کا نسخہ صحیح نہیں۔

بَابُ قِصَّةِ وَفْدِ طَيِّءٍ، وَحَدِيْثُ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ

وفد طي کا قصہ اور عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا واقعہ

وفد طي: میں پندرہ آدمی تھے، وہ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے، ان کا سردار زید الخیل تھا، آپؐ نے اسلام پیش کیا، سب نے خوش دلی سے اسلام قبول کیا، اور زید الخیل کا نام زید الخیر رکھا اور فرمایا: جس عربی کی میں نے تعریف سنی اس کو اس سے کم پایا سوائے زید کے۔

ماہِ ربیع الاخر ۹ ہجری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ڈیڑھ سو دو سو آدمیوں کے ساتھ قبیلہ طي کے بت فُلس کو منہدم کرنے کے لئے روانہ فرمایا، انھوں نے شب خون مارا، کچھ آدمی اور کچھ مویشی گرفتار ہوئے، بت خانہ کو منہدم کر کے نذر آتش کر دیا، ان قیدیوں میں مشہور سخی حاتم طائی کی بیٹی سفّانہ بھی تھی، اور عدی بن حاتم لشکر اسلام کی خبر سنتے ہی شام کی طرف بھاگ گئے تھے، وہ مسلمان ہونے سے پہلے عیسائی ہوگئے تھے، شام میں ان کے ہم مذہب و مشرب رکوسی نصاری بکثرت تھے، جب قیدی مدینہ لائے گئے تو حاتم کی بیٹی نے نبی ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! باپ تو مر گیا اور ہمارا خبر گیر بھاگ گیا، آپؐ ہم پر احسان فرمائیں، اللہ آپ پر احسان فرمائے گا، آپؐ نے پوچھا: تمہارا خبر گیر کون تھا؟ سفانہ نے کہا: میرا بھائی عدی بن حاتم، آپؐ نے فرمایا: وہی جو اللہ اور اس کے رسول سے بھاگا ہے؟ خیر! میں تجھ پر احسان کرتا ہوں مگر جانے میں جلدی نہ کرنا، تیری قوم کا کوئی قابل اطمینان شخص مل جائے گا تو میں تجھے اس کے ساتھ بھیج دوں گا، تین دن کے بعد قبیلہ طی کے کچھ آدمی شام جانے والے مل گئے، نبی ﷺ نے سفّانہ کو زادِ راہ، سواری اور کچھ جوڑے دے کر رخصت کیا، سفّانہؓ مشرف باسلام ہوئیں، وہ رخصت ہو کر سیدھی شام پہنچیں اور اپنے بھائی عدی سے ملیں، اور تمام حالات بیان کئے، عدی نے بہن سے پوچھا: اب تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: تم جلد از جلد ان سے ملو، اگر وہ نبی ہیں تو ان کی طرف سبقت کرنا باعث فضیلت ہے اور بادشاہ ہیں تو باعث عزت ہے، عدی نے کہا: خدا کی قسم! رائے تو یہی ہے، پھر عدی خدمتِ نبوی میں حاضر

ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے۔

حضرت عدی رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ کے سردار تھے، جاہلیت میں بھی اور اسلام میں بھی، وفاتِ نبوی کے بعد جب ان کی قوم مرتد ہوئی تو انھوں نے پامردی سے ان کا مقابلہ کیا، آپؓ ۹ ہجری میں مسلمان ہوئے، عراق کی فتح میں شریک تھے، کوفہ میں بود وباش اختیار کرلی تھی، جمل، صفین اور نہروان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر لڑے، سن ۶۸ ہجری میں کوفہ میں وفات پائی اور سو سال سے زیادہ عمر پائی۔

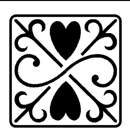
[۷۷-] بَابُ قِصَّةِ وَفْدِ طَيِّئٍ، وَحَدِيْثُ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ

[۴۳۹۴-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: أَتَيْنَا عُمَرَ فِي وَفْدٍ، فَجَعَلَ يَدْعُوْ رَجُلاً رَجُلاً وَيُسَمِّيْهِمْ، فَقُلْتُ: أَمَا تَعْرِفُنِيْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ قَالَ: بَلٰى! أَسْلَمْتَ إِذْ كَفَرُوْا، وَأَقْبَلْتَ إِذْ أَدْبَرُوْا، وَوَفَيْتَ إِذْ غَدَرُوْا، وَعَرَفْتَ إِذْ أَنْكَرُوْا، فَقَالَ عَدِيٌّ: فَلاَ أُبَالِيْ إِذًا.

ترجمہ: حضرت عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم ایک وفد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، پس وہ ایک ایک کو بلانے لگے وہ اس کو نامزد کرتے تھے (اور مجھے نہیں بلاتے تھے) پس میں نے کہا: کیا آپؓ مجھے نہیں پہچانتے اے امیر المؤمنین؟! آپؓ نے فرمایا: کیوں نہیں! تم مسلمان ہوئے جب کہ تمہاری قوم کافر تھی، اور تم اس وقت حاضر ہوئے جب تمہاری قوم نے پیٹھ پھیری (یعنی تم سن ۹ ہجری میں آکر مسلمان ہوئے، یہاں باب ہے) اور تم نے اس وقت وفاداری کی جب تمہاری قوم نے بے وفائی کی (یہ ارتداد کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے) اور تم نے اس وقت (اسلام کو) پہچانا جب تمہاری قوم کے لوگوں نے اس کو اوپرا سمجھا، حضرت عدیؓ نے کہا: اب مجھے کوئی پرواہ نہیں (خواہ پہلے بلائیں یا بعد میں، کیونکہ آپ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں)

تشریح: نبی ﷺ کی وفات کے بعد قبیلہ طی کے کچھ لوگ مرتد ہوگئے تھے، بعض نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا، اور کچھ مسیلمہ کذاب پر ایمان لے آئے تھے، حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے اسلام کی رسّی مضبوط پکڑے رکھی، اور جو لوگ ان کے زیر اثر تھے، انہیں ارتداد سے اور مسیلمہ پر ایمان لانے سے باز رکھا۔ عرفت إذا أنكروا کا یہی مطلب ہے۔

(سرایا، عمال اور وفود کا بیان پورا ہوا)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بابُ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

نبی ﷺ کا آخری حج

وَدَاع کے مشہور معنی ہیں: رخصت کرنا، اور ایک دوسرے معنی ہیں: آخری، جیسے جمعۃ الوداع یعنی رمضان کا آخری جمعہ، حج فرض ہونے کے بعد نبی ﷺ نے ایک مرتبہ سن ۱۰ ہجری میں حج کیا ہے، اور وہی آپ کا آخری حج ہے، حج کے تین ماہ بعد آپ کا وصال ہوگیا ہے، پس آپ کے حج کو حجۃ الوداع اس لئے کہتے ہیں کہ یہ آپ کا آخری حج ہے اور علماء نے حجۃ الوداع نام کی اور بھی وجوہ بیان کی ہیں، حاشیہ میں بھی ایک وجہ ہے۔

سوال (۱): حجۃ الوداع کا کتاب المغازی سے کیا تعلق ہے؟

جواب: یہ اشکال عنوان سے پیدا ہوا ہے، صحیح عنوان مَابعد الھجرۃ ہے یعنی ہجرت کے بعد کے احوال تا وفات، ان احوال میں حج بھی آتا ہے۔

سوال (۲): نبی ﷺ نے سن ۱۰ ہجری میں حج کیا ہے اور غزوۂ تبوک سن ۹ ہجری میں ہوا ہے، پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے ترتیب زمانی کا لحاظ کیوں نہیں کیا؟ حجۃ الوداع کو مقدم اور غزوۂ تبوک کو مؤخر کیوں کیا؟

جواب: پہلی وجہ شارحین کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ ترتیب زمانی کا بہت زیادہ لحاظ نہیں کرتے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب قدس سرہ نے الأبواب و التراجم میں فرمایا ہے کہ اس باب کو وفود کے بیان کے بعد لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ وفود کا سلسلہ حجۃ الوداع تک چلا، حجۃ الوداع کے بعد کوئی وفد نہیں آیا، رہا تبوک کا زمانہ کے اعتبار سے مقدم ہونا تو وہ بدیہی تھا، اس لئے اس کو مؤخر کیا، اور میری ناقص رائے میں اس کتاب کا عنوان کتاب المغازی ہے، اس لئے غزوۂ تبوک پر کتاب ختم کریں گے، اس لئے حجۃ الوداع کو مقدم کیا۔

حج کب فرض ہوا؟ ایک رائے یہ ہے کہ حج کی فرضیت سورۃ البقرہ کی آیت ۱۹۶ سے ہے، ارشادِ پاک ہے: ﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾: اور پورا پورا ادا کیا کرو حج اور عمرہ اللہ کے لئے، یہ آیت صلح حدیبیہ کے موقع پر سن ۶ ہجری میں نازل ہوئی ہے اور اسی سے حج فرض ہوا ہے، لیکن یہ رائے صحیح نہیں، حج کی فرضیت سورہ آلِ عمران کی آیت ۹۷ سے ہے، ارشادِ پاک ہے: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾: اور اللہ کے لئے لوگوں کے ذمہ بیت اللہ کا قصد کرنا

لازم ہے اس شخص پر جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے، یہ آیت سن ۸ ہجری میں فتح مکہ کے موقع پر نازل ہوئی ہے، اسی آیت سے حج فرض ہوا ہے، پھر چونکہ غزوۂ حنین وطائف سے فارغ ہوکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی ۲۴ ذی قعدہ کو ہوئی ہے اس لئے اس سال حج کرنے کا یا حج کرانے کے لئے کسی کو بھیجنے کا موقع نہیں تھا، چنانچہ مکہ مکرمہ کے گورنر حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے حج کرایا، پھر سن ۹ ہجری میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج نہیں کیا، بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج کرانے کے لئے بھیجا، اس کی وجہ یہ تھی کہ ابھی مشرکین کو حج کے لئے آنے سے روکا نہیں گیا تھا، اور لوند سسٹم کی وجہ سے تاریخیں آگے پیچھے ہوگئی تھیں، کہتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حج حقیقت میں ذی قعدہ میں واقع ہوا تھا، پھر سن ۱۰ ہجری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اس وقت تاریخیں خود بخود صحیح جگہ پر آگئی تھیں۔

حجۃ الوداع کا تفصیلی بیان

جب دعوت وتبلیغ کا کام پورا ہوگیا اور اسلامی خطوط پر معاشرہ کی تعمیر وتشکیل عمل میں آگئی تو سورۃ النصر نازل ہوئی، اس میں اشارہ تھا کہ دنیا میں آپؐ کے قیام کا زمانہ پورا ہونے والا ہے، چنانچہ آپؐ نے سن ۱۰ ہجری میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر روانہ کیا تو رخصت کرتے وقت فرمایا: معاذؓ! غالباً تم مجھ سے اس سال کے بعد نہیں مل سکو گے، میری مسجد اور میری قبر کے پاس سے گذرو گے، حضرت معاذؓ یہ سن کر رونے لگے۔

اور اللہ تعالیٰ چاہتے تھے کہ اپنے پیغمبر کو ان کی محنت کے ثمرات دکھلائیں اور اس کی صورت یہ ہو کہ آپؐ حج کریں اس موقع پر قبائل عرب کے نمائندگان جمع ہوں، چنانچہ جب آپؐ نے حج کا اعلان کیا تو مسلمان جوق در جوق جمع ہونے شروع ہوگئے، ہر ایک کی آرزو تھی کہ وہ آپؐ کے ساتھ حج کرے اور اسلام کے ایک بڑے رکن کے احکام سیکھے، چنانچہ سنیچر کے دن (۱) جبکہ ذی قعدہ کے چار دن باقی رہ گئے تھے، آپؐ نے کوچ کی تیاری کی، ظہر پڑھ کر مدینہ سے چلے اور عصر سے پہلے ذوالحلیفہ پہنچ گئے، وہاں رات بھر قیام رہا، اگلے دن سورج نکلنے کے بعد آپؐ نے احرام کے لئے غسل فرمایا، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ سے زریرہ اور مشک آمیز خوشبو لگائی، پھر احرام کے کپڑے پہنے، اور درخت کے پاس احرام کا دوگانہ پڑھا، پھر لبیک پکاری، پھر جب روانگی کے لئے اونٹنی پر سوار ہوئے تو دوبارہ لبیک پکاری، پھر جب اونٹنی بیداء ٹیلہ پر چڑھی تو سہ بارہ لبیک پکاری، اس کے بعد آپؐ نے اپنا سفر جاری رکھا، تقریباً ایک ہفتہ کے بعد آپؐ سرِ شام مکہ کے قریب پہنچے اور ذوطوی میں ٹھہر گئے، وہاں فجر کی نماز پڑھ کر غسل فرمایا، پھر مکہ میں صبح دم داخل ہوئے، یہ اتوار ۴ ذی الحجہ سن ۱۰ ہجری کا دن

(۱) بعض حضرات نے جمعرات کے دن خروج بتایا ہے، لیکن حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے روایات کی تحقیق کرنے کے بعد لکھا ہے کہ آپؐ ہفتہ کے دن مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے، ظہر کی نماز مسجدِ نبوی میں اور عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھی، اس سفر میں تمام ازواجِ مطہرات، سرّیّات اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن ساتھ تھیں۔

تھا، مسجدِ حرام پہنچ کر پہلے خانہ کعبہ کا طواف کیا، پھر صفا مروہ کے درمیان سعی کی، مگر احرام نہیں کھولا، آپؐ نے حج کے احرام کے ساتھ عمرہ کا احرام بھی ملا لیا تھا، کیونکہ آپؐ قربانی کے جانور ساتھ لائے تھے، افعالِ عمرہ سے فارغ ہوکر مکہ کے بالائی مقام حجون میں قیام فرمایا۔

اور جو صحابہ قربانی کا جانور ساتھ نہیں لائے تھے، انہیں حکم دیا کہ اپنا حج کا احرام عمرہ میں تبدیل کردیں، اور بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کرکے پوری طرح حلال ہوجائیں، اور چونکہ آپؐ خود حلال نہیں ہورہے تھے اس لئے صحابہ کو تردد ہوا، پس آپؐ نے فرمایا: ''اگر میں اپنے معاملہ کو پہلے سے جان گیا ہوتا جو بعد میں مجھے معلوم ہوا تو میں قربانی کے جانور نہ لاتا اور میں بھی عمرہ کرکے حلال ہوجاتا'' یہ ارشاد سن کر جن صحابہ کے پاس ہدی نہیں تھی وہ حلال ہوگئے۔

آٹھ ذی الحجہ ترویہ کے دن آپؐ منیٰ تشریف لے گئے اور وہاں نو ذی الحجہ تک قیام فرمایا، پھر جب سورج طلوع ہوا تو آپؐ عرفہ کے لئے روانہ ہوئے، وہاں وادی نمرہ میں آپؐ کے لئے خیمہ لگایا گیا تھا، اس میں نزول فرمایا، جب سورج ڈھل گیا تو آپؐ اونٹنی پر سوار ہوکر بطن وادی میں تشریف لے گئے، جہاں ایک لاکھ چوبیس ہزار یا ایک لاکھ چوالیس ہزار [1] انسانوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا، آپؐ نے ان کے سامنے ایک جامع خطبہ دیا، ارشاد فرمایا:

''لوگو! میری بات سنو، میں نہیں جانتا کہ اس سال کے بعد اس مقام میں میں تم سے مل سکوں گا، تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری آبرو ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے آج کے دن کی، جاری مہینہ کی اور موجودہ شہر کی حرمت ہے، سن لو! جاہلیت کی ہر چیز میرے پاؤں تلے روندی گئی ہے، جاہلیت کے خون کے مطالبے بھی ختم کردیئے گئے ہیں، اور پہلا خون جسے میں ختم کرتا ہوں وہ ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون ہے ـــــ یہ بچہ بنو سعد میں دودھ پیتا تھا، انہی ایام میں قبیلہ ہذیل نے اسے قتل کیا تھا ـــــ اور جاہلیت کا سود ختم کردیا گیا اور ہمارے سود میں سے پہلا سود عباس بن عبدالمطلب کا ختم کرتا ہوں ـــــ صرف اصل قرض کا مطالبہ رہے گا، سود سارا ختم! ـــــ اور عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، تم نے انہیں اللہ تعالیٰ کی ایک امانت کے طور پر لیا ہے اور اللہ کے کلمہ کے ذریعہ حلال کیا ہے، ان پر تمہارا حق ہے کہ وہ تمہارے گھر میں کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جس کا آنا تمہیں پسند نہ ہو، اگر وہ اس کی خلاف ورزی کریں تو تم انہیں مار سکتے ہو، مگر سخت مار نہ مارنا، اور تم پر ان کا حق یہ ہے کہ تم معروف طریقہ پر ان کو کھلاؤ، پلاؤ اور پہناؤ۔

اور میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑ کر جا کر رہا ہوں کہ اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہوؤ گے، وہ

(۱) حجۃ الوداع کے سفر میں صحابہ کی تعداد کتنی تھی؟ یہ بات یقین سے نہیں بتائی جاسکتی، کیونکہ وہ مردم شماری کا زمانہ نہیں تھا، بلکہ آج بھی اجتماعات کی صحیح تعداد نہیں بتائی جاسکتی، لوگ اندازہ کرتے ہیں، البتہ اتنی بات طے ہے کہ عرفہ کے دن جتنا بڑا مجمع حاضر تھا اتنا بڑا مجمع چشم فلک نے کبھی نہیں دیکھا تھا اور جن حضرات نے ایک لاکھ چوبیس ہزار یا ایک لاکھ چوالیس ہزار کی تعداد لکھی ہے وہ تعداد وفاتِ نبوی کے وقت تھی، عرفہ میں اتنی تعداد ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ۱۲

دو چیزیں ہیں: اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری سنت، لوگو! یاد رکھو میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں، پس اپنے رب کی عبادت کرنا، پانچ وقت کی نماز پڑھنا، رمضان کے روزے رکھنا، خوشی سے اپنے مال کی زکوۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا اور اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرنا، ایسا کروگے تو جنت میں جاؤگے۔

اور تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا، پس تم کیا جواب دوگے؟ صحابہ نے کہا: ہم شہادت دیں گے کہ آپؐ نے تبلیغ کردی، اللہ کا پیغام پہنچادیا اور خیر خواہی کا حق ادا کردیا، یہ سن کر آپؐ نے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی پھر لوگوں کی طرف جھکائی اور تین بار فرمایا: اے اللہ! گواہ رہ!''

خطبہ کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی، پھر اقامت کہی، اور آپؐ نے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر معاً بعد حضرت بلالؓ نے اقامت کہی اور آپؐ نے عصر کی نماز پڑھائی دونوں کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی، اس کے بعد آپؐ سوار ہوکر جبل رحمت پر پہنچے، اور اونٹنی ہی پر وقوف فرمایا، یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا، اس کے بعد آپؐ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو پیچھے بٹھایا اور مزدلفہ کے لئے روانہ ہوئے، وہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ساتھ پڑھائیں، درمیان میں کوئی نفل نماز نہیں پڑھی، پھر آپؐ لیٹ گئے، اور طلوعِ فجر تک لیٹے رہے (اس رات آپؐ نے تہجد نہیں پڑھا) صبح نمودار ہوتے ہی اذان واقامت کے ساتھ آپؐ نے فجر کی نماز پڑھائی، اس کے بعد اونٹنی پر سوار ہوکر مشعر حرام پر تشریف لے گئے، اور قبلہ رخ ہوکر دعا میں اور تکبیر وتہلیل میں مشغول رہے، جب خوب اجالا ہوگیا تو سورج طلوع ہونے سے پہلے منیٰ کے لئے روانہ ہوئے، اب حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے بٹھایا، جب وادی محسّر میں پہنچے تو سواری کو ذرا تیز کردیا، پھر جو درمیانی راستہ جمرۂ کبری کو جاتا تھا اس سے چل کر جمرۂ کبریٰ پر پہنچے اور بطن وادی سے سات کنکریاں ماریں، ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے تھے، کنکریاں چھوٹی تھیں، جنہیں چٹکی میں لے کر پھینکا جاسکتا تھا، پھر آپؐ قربان گاہ تشریف لے گئے، اور تریسٹھ اونٹ خود ذبح کئے، باقی کی ذمہ داری حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سونپ دی، اس طرح آپؐ نے سو اونٹ قربان کئے، پھر آپؐ کے حکم سے ہر قربانی میں سے ایک ٹکڑا کاٹا گیا، اور ایک ہانڈی میں پکایا گیا، آپؐ نے اس گوشت میں سے کچھ تناول فرمایا اور اس کا شوربہ پیا، پھر نبی ﷺ نے سر منڈوایا، اور احرام کھول دیا، اور نہا کر دوسرے کپڑے پہن لئے، پھر آپؐ مکہ تشریف لے گئے، اور طوافِ افاضہ کیا اور مکہ ہی میں ظہر کی نماز ادا فرمائی۔

آج یوم النحر تھا، ذی الحجہ کی دس تاریخ تھی، آپؐ نے آج بھی منیٰ میں چاشت کے وقت ایک خطبہ دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ آپؐ کے ارشادات صحابہ کو سنارہے تھے —— عرفہ میں ربیعۃ بن امیہ بن خلف رضی اللہ عنہ آپؐ کی باتیں صحابہ کو سنارہے تھے —— آج کے خطبہ میں کل کی کئی باتیں دوہرائیں اور کچھ نئی باتیں فرمائیں، فرمایا:

''زمانہ گھوم کر اپنی اس ہیئت پر آگیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا، سال بارہ مہینہ کا ہے ان میں سے چار مہینے محترم ہیں، تین پے بہ پے یعنی ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم اور ایک رجبِ مُضر جو جمادی الاخری اور شعبان کے

درمیان ہے۔

پھر آپؐ نے پوچھا: یہ کونسا مہینہ ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، آپؐ خاموش رہے، لوگوں نے سمجھا، شاید آپؐ اس مہینہ کا کوئی اور نام رکھیں گے، پھر آپؐ نے فرمایا: کیا یہ ذی الحجہ نہیں ہے؟ سب نے کہا: کیوں نہیں؟ آپؐ نے دوسرا سوال کیا: یہ کونسا شہر ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، آپؐ خاموش رہے، صحابہ نے خیال کیا، شاید آپؐ اس شہر کا کوئی اور نام رکھیں گے، مگر آپؐ نے فرمایا: یہ بَلدۃ (مکہ مکرمہ) نہیں ہے؟ سب نے کہا: کیوں نہیں، پھر آپؐ نے تیسرا سوال کیا: آج کونسا دن ہے؟ سب نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، آپؐ خاموش رہے، لوگوں نے خیال کیا کہ شاید آپؐ اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے مگر آپؐ نے فرمایا: کیا یہ یوم النحر (قربانی کا دن یعنی دس ذی الحجہ) نہیں ہے؟ سب نے کہا: کیوں نہیں ـــــ یہ تینوں سوالات استحضار (توجہ کھینچنے) کے لئے تھے ـــــ پھر آپؐ نے فرمایا: سنو! تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری آبرو ایک دوسرے پر ایسے حرام ہیں جیسے تمہارے اس شہر کی اور تمہارے اس مہینہ کی اور تمہارے آج کے دن کی حرمت۔

لوگو! تم بہت جلد اپنے پروردگار سے ملوگے، اور تم سے تمہارے اعمال کے متعلق سوال ہوگا، پس میرے بعد پلٹ کر گمراہ مت ہوجانا کہ آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو، بتاؤ! کیا میں نے تبلیغ کردی؟ صحابہ نے جواب دیا: کردی، آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! گواہ رہ!

پھر فرمایا: جو شخص یہاں موجود ہے وہ غیر موجود تک میری باتیں پہنچادے اس لئے کہ بعض وہ لوگ جن تک یہ باتیں پہنچائی جائیں گی وہ سننے والوں سے ان باتوں کو زیادہ یاد رکھیں گے۔

اس کے بعد ایامِ تشریق (گیارہ، بارہ اور تیرہ ذی الحجہ) میں آپؐ منیٰ میں مقیم رہے، اس دروان ہر دن زوال کے بعد آپؐ تینوں جمرات کی رمی فرماتے تھے، ان ایام تشریق میں بھی آپؐ نے ایک خطبہ دیا ہے جو ابوداؤد میں مروی ہے۔

پھر تیرہ ذی الحجہ کو زوال کے بعد رمی کرکے آپؐ مکہ لوٹے اور وادی ابطح میں (خیف بنی کنانہ میں) پڑاؤ ڈالا، دن کا باقی حصہ وہیں گذارا، عشاء کے بعد تھوڑی دیر سوکر اٹھے پھر سوار ہوکر بیت اللہ تشریف لے گئے، طوافِ وداع کیا، اب تمام مناسک پورے ہوگئے، پس آدھی رات کے قریب آپؐ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

۱- اسلام نے حج کے ساتھ عمرہ کرنے کی اجازت دی

زمانۂ جاہلیت میں حج کے ساتھ عمرہ نہیں کیا جاتا تھا، حج کے مہینوں میں حاجی کے لئے عمرہ کرنے کو گناہ سمجھا جاتا تھا، اور مقصد یہ تھا کہ لوگ سال بھر عمرہ کرنے آئیں تاکہ کعبہ شریف آباد ہو، چنانچہ جب نبی ﷺ حج کے لئے تشریف لے گئے تو ذوالحلیفہ سے سب نے حج کا احرام باندھا، پھر نبی ﷺ نے سوچا کہ امت محمدیہ پوری دنیا میں بسی ہوئی ہوگی اور دنیا کے

طول وعرض سے مسلمانوں کے لئے دوسفر کرنا دشوار ہوگا، اس لئے سرف مقام میں پہنچ کر آپؐ نے حکم دیا کہ جن لوگوں کے ساتھ قربانیاں نہیں ہیں، وہ اپنی نیت بدل دیں، حج کے بجائے عمرہ کی نیت کرلیں، اور مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ کا طواف اور سعی کر کے احرام کھول دیں، پھر آٹھ ذی الحجہ کو مکہ سے حج کا احرام باندھ کر حج کریں، چونکہ یہ بات قدیم تصور کے خلاف تھی اس لئے بعض لوگوں کو بھاری معلوم ہوئی، اور بھاری معلوم ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ نبی ﷺ نے خود احرام نہیں کھولا تھا، کیونکہ آپؐ کے ساتھ قربانیاں تھیں، اس لئے آپؐ نے حج کے احرام کے ساتھ عمرہ کا احرام شامل کرلیا تھا، آپؐ کے دونوں احرام ۱۰ ذی الحجہ کو کھلے، اس لئے بھی لوگوں کو نیت بدلنے میں اور افعالِ عمرہ کر کے احرام کھولنے میں تکلف ہوا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمَا سُقْتُ الْهَدْیَ وَلَأَحْلَلْتُ: اگر پہلے سے میرے ذہن میں آئی ہوتی وہ بات جو بعد میں آئی تو میں قربانیاں ساتھ نہ لاتا اور نیت بدل کر افعال عمرہ کر کے احرام کھول دیتا،

[۷۸-] بَابُ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

[۴۳۹۵-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ كَانَ عِنْدَهُ هَدْيٌ فَلْيُهْلِلْ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ، ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا" فَقَدِمْتُ مَعَهُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَشَكَوْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: "انْقُضِيْ رَأْسَكِ وَامْتَشِطِيْ وَأَهِلِّيْ بِالْحَجِّ وَدَعِيْ الْعُمْرَةَ" فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ إِلَى التَّنْعِيْمِ فَاعْتَمَرْتُ، فَقَالَ: "هٰذِهِ مَكَانَ عُمْرَتِكِ" قَالَتْ: فَطَافَ الَّذِيْنَ أَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوْا، ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِنًى. وَأَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوْا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَاحِدًا" [راجع: ۲۹۴]

ترجمہ: صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم حجۃ الوداع میں نبی ﷺ کے ساتھ نکلے، پس ہم نے عمرہ کا احرام باندھا (یہ آخری حالت کے اعتبار سے کہا ہے) پھر نبی ﷺ نے فرمایا: جس کے ساتھ قربانی ہے پس چاہئے کہ وہ تلبیہ پڑھے حج کا عمرہ کے ساتھ (تعبیر ہونی چاہئے تھی کہ عمرہ کا تلبیہ پڑھے حج کے ساتھ) پھر نہ حلال ہو یہاں تک کہ دونوں ہی سے حلال ہو، پس پہنچی میں آپؐ کے ساتھ مکہ درانحالیکہ میں حائضہ تھی، اور نہیں طواف کیا میں نے بیت اللہ کا، اور نہ صفا مروہ کے درمیان سعی کی (وہ پاکی کے انتظار میں تھیں، یہاں تک کہ حج کا وقت آگیا) تو میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں شکوہ کیا، آپؐ نے فرمایا: اپنی چوٹیاں کھول لو، اور کنگھی کرلو، اور حج کا احرام باندھ لو، اور عمرہ توڑ دو، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا، پھر جب ہم حج سے

فارغ ہوگئے تو نبی ﷺ نے مجھے میرے بھائی عبدالرحمٰنؓ کے ساتھ تنعیم کی طرف بھیجا، پس میں نے عمرہ کیا، آپؐ نے فرمایا: یہ عمرہ تمہارے (توڑے ہوئے) عمرہ کی جگہ ہے، صدیقہؓ کہتی ہیں: پس جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا یعنی نیت بدل لی تھی انھوں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا مروہ کے درمیان سعی کی، پھر انھوں نے احرام کھول دیا، پھر انھوں نے دوسرا طواف کیا منیٰ سے لوٹنے کے بعد، اور رہے وہ لوگ جنھوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا انھوں نے ایک ہی طواف کیا۔

تشریح: صدیقہؓ نے اپنے عمرہ کا احرام توڑ دیا تھا یا اس کے ساتھ حج کا احرام ملایا تھا؟ اس میں اختلاف ہے، حنفیہ کا خیال ہے کہ توڑ دیا تھا، اور بعد میں اس کی قضاء کی تھی اور شوافع کا خیال ہے کہ عمرہ کے ساتھ حج کا احرام ملالیا تھا، اور بعد کا عمرہ نیا عمرہ تھا۔

اور اس میں بھی اختلاف ہوا ہے کہ قارن حج اور عمرہ کے لئے ایک طواف کرے گا یا دو؟ حنفیہ کے نزدیک دو طواف اور دو سعی کرے گا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ۱۰ ذی الحجہ کو ایک طواف اور ایک سعی کرے گا، جو حج اور عمرہ دونوں کے لئے ہو جائے گا، باب کی حدیث ان کی دلیل ہے، صدیقہ فرماتی ہیں: جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا انھوں نے ایک طواف کیا، حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ ایک طواف ۱۰ ذی الحجہ کا نہیں ہے بلکہ مکہ میں پہنچتے ہی ایک طواف اور ایک سعی کی، یہ عمرہ کا طواف اور سعی تھی، طوافِ قدوم جو سنت ہے وہ نہیں کیا، وہ طوافِ عمرہ میں شامل ہوگیا، اور دلیل یہ ہے کہ طواف کے بعد لوگوں نے سعی کی تھی، جب کہ طوافِ قدوم کے بعد سعی نہیں ہے، مزید تفصیل کتاب الحج (تحفۃ القاری ۴: ۳۴۸) میں ہے۔

۲- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک رائے جوامت نے نہیں لی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب عمرہ کرنے والا یا حج کرنے والا بیت اللہ کا طواف کرلے تو وہ حلال ہو جاتا ہے، ابن جریجؒ نے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے پوچھا: حضرت ابن عباسؓ نے یہ بات کس دلیل سے کہی ہے؟ حضرت عطاءؒ نے کہا: دو دلیلوں سے، اول: سورۃ الحج کی آیت ۳۳ ہے: ﴿لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ إِلٰى أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلٰى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾: تمہارے لئے مویشی سے ایک معین وقت تک فوائد حاصل کرنا ہے، پھر (ہدی بنانے کے بعد) اس کے حلال ہونے کی جگہ کعبہ شریف کے قریب ہے، مَحِلٌّ: ظرف مکان ہے، قربانی کے حلال ہونے کی جگہ، جہاں قربانی کا جانور ذبح کیا جائے، یعنی حدود حرم، حضرت ابن عباسؓ اس کو عام لیتے تھے، یعنی حلال ہونے کا وقت اور جگہ، اور فرماتے تھے کہ جب کعبہ شریف پر پہنچ گیا اور طواف کرلیا تو احرام کے کھلنے کا وقت آگیا، چاہے تو احرام کھول سکتا ہے، دوم: نبی ﷺ کے ساتھ صحابہ ذوالحلیفہ سے حج کا احرام باندھ کر چلے تھے، اور مکہ پہنچ کر افعال عمرہ کرکے احرام کھول دیا تھا، معلوم ہوا کہ طواف کرکے احرام کھولا جا سکتا ہے، خواہ عمرہ کا احرام ہو یا حج کا، ابن جریجؒ نے کہا: حج کا احرام تو وقوفِ عرفہ کے بعد ہی کھل سکتا ہے!

حضرت عطاءؒ نے کہا: ابن عباسؓ کے نزدیک وقوف عرفہ سے پہلے بھی کھل سکتا تھا اور بعد میں بھی۔

پھر کچھ علماء کا خیال ہے کہ حضرت کا یہ مذہب صرف عمرہ کرنے والے کے لئے تھا، جب اس نے طواف کرلیا تو حلال ہوگیا، سعی وغیرہ کرنے سے پہلے حلال ہوجائے گا اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ جب حاجی بیت اللہ پہنچا اور طوافِ قدوم کیا تو حلال ہوگیا، بہرحال یہ مذہب جمہور کے خلاف ہے، جمہور نے اس کو نہیں لیا۔ عمرہ کرنے والے کا احرام سعی کے بعد کھلے گا اور حاجی کا احرام وقوفِ عرفہ کے بعد اور صحابہ نے جو حج کا احرام عمرہ سے بدلا تھا، وہ اس سال کے ساتھ خاص تھا، تفصیل کتاب الحج میں ہے۔

البتہ حضرت گنگوہی قدس سرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتوی کی ایسی توجیہات کی ہیں جن کی رو سے ان کا مذہب جمہور کے مذہب کے خلاف نہیں رہتا، تین توجیہیں کی ہیں جو لامع الدراری میں ہیں۔

[٤٣٩٦-] حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَطَاءٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ فَقَدْ حَلَّ، فَقُلْتُ: مِنْ أَيْنَ قَالَ هٰذَا ابْنُ عَبَّاسٍ؟ قَالَ: مِنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾ وَمِنْ أَمْرِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَصْحَابَهُ أَنْ يَحِلُّوْا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، قُلْتُ: إِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ بَعْدَ الْمُعَرَّفِ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَرَاهُ قَبْلُ وَبَعْدُ.

ترجمہ: عطاء رحمہ اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ جب محرم نے بیت اللہ کا طواف کرلیا تو یقیناً اس کا احرام کھل گیا، ابن جریجؒ نے پوچھا: ابن عباسؓ نے یہ بات کہاں سے کہی؟ حضرت عطاءؒ نے کہا: اللہ کے ارشاد ﴿ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾ سے، اور نبی ﷺ کے اپنے صحابہ کو حکم دینے سے کہ وہ حلال ہوجائیں حجۃ الوداع میں، ابن جریج نے کہا: وہ حلال ہونا تو وقوف عرفہ کے بعد ہی ہے، حضرت عطاءؒ نے کہا: ابن عباسؓ حلال ہونے کو دیکھتے تھے وقوف عرفہ سے پہلے اور بعد میں۔

فائدہ: حج کی ہدی کے لئے دو میقاتیں ہیں: مکانی اور زمانی، میقات مکانی حرم شریف ہے اور میقاتِ زمانی قربانی کے ایام ہیں، یعنی حج کی ہدی حرم شریف کے حدود میں ذبح ہوسکتی ہے باہر ذبح نہیں ہوسکتی، اور قربانی کے تین دنوں ہی میں ذبح ہوسکتی ہے، اس سے پہلے ذبح نہیں ہوسکتی، اور جو ہدی حج کے علاوہ ہے جیسے جنایت کا دم اس کے لئے صرف میقات مکانی ہے زمانی نہیں، وہ حرم شریف میں پورے سال ذبح ہوسکتی ہے۔

[٤٣٩٧-] حَدَّثَنِي بَيَانٌ، قَالَ حَدَّثَنَا النَّضْرُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَيْسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ طَارِقًا عَنْ أَبِي مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِالْبَطْحَاءِ، فَقَالَ: "أَحَجَجْتَ؟" قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: "كَيْفَ أَهْلَلْتَ؟" قُلْتُ: لَبَّيْكَ بِإِهْلَالٍ كَإِهْلَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم،

قَالَ: ''طُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حِلَّ'' فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَيْسٍ فَفَلَتْ رَأْسِي. [راجع: ١٥٥٧]

۳- حجۃ الوداع میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے مبہم احرام باندھا تھا

حدیث: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں (یمن سے) نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، بطحاء میدان میں (جہاں آپؐ کا قیام تھا) آپؐ نے پوچھا: تم نے احرام باندھا ہے؟ میں نے کہا: ہاں، آپؐ نے پوچھا: کیسا؟ میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے احرام جیسا یعنی مبہم احرام باندھا ہے، حج یا عمرہ کی تعیین نہیں کی، آپؐ نے فرمایا: بیت اللہ کا طواف کرو، صفامروہ کی سعی کرو، پھر احرام کھول دو، چنانچہ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفامروہ کی سعی کی، پھر میں قبیلہ قیس کی ایک خاتون کے پاس آیا (جومحرم تھی) اس نے میرے سر میں سے جوئیں نکالیں۔

[٤٣٩٨-] حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ، أَنَّ حَفْصَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَخْبَرَتْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم أَمَرَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يَحْلِلْنَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالَتْ حَفْصَةُ: فَمَا يَمْنَعُكَ؟ فَقَالَ: ''لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي، فَلَسْتُ أُحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ هَدْيِي''[راجع: ١٥٦٦]

۴- حجۃ الوداع میں نبی ﷺ نے احرام نہیں کھولا

حدیث: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بتایا کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے سال اپنی ازواج کو حکم دیا کہ وہ احرام کھول دیں، پس حضرت حفصہؓ نے پوچھا: اور کیا چیز مانع ہے آپؐ کے لئے؟ یعنی آپؐ احرام کیوں نہیں کھولتے؟ آپؐ نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے بال چپکائے ہیں اور میں نے اپنی قربانی کے جانور کو ہار پہنایا ہے، پس میں حلال نہیں ہوؤں گا، یہاں تک کہ میں اپنی قربانی کا جانور ذبح کروں۔

تشریح: نبی ﷺ ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر تشریف نہیں لائے تھے، اگر عمرہ کرنے والا ہدی لے کر آئے تو افعال عمرہ سے فارغ ہوکر قربانی کا جانور ذبح کرے گا، جیسا نبی ﷺ نے عمرہ قضاء میں کیا تھا، اور اگر کوئی شخص میقات سے حج کا احرام باندھ کر آئے اور قربانی کا جانور بھی ساتھ لائے تو اس کا احرام ۱۰ ذی الحجہ کو کھلے گا، اور قربانی بھی اسی وقت ذبح ہوگی، نبی ﷺ ذوالحلیفہ سے حج کا احرام باندھ کر آئے تھے اور قربانی کا جانور بھی ساتھ لائے تھے، اس لئے آپؐ کا احرام نیت بدل کر افعالِ عمرہ کرنے سے نہیں کھل سکتا، اس لئے آپؐ نے حج کے ساتھ عمرہ کی نیت بھی شامل کرلی، پھر مکہ پہنچ کر افعالِ عمرہ کئے، مگر احرام نہیں کھولا، حج مکمل ہونے کے بعد دس تاریخ کو احرام کھولا، اور جب لمبا احرام رکھنا ہوتا ہے تو کسی

چکنے مادے سے سر کے بال چپکا دیتے ہیں، پس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ میں چونکہ لمبے احرام کی نیت سے آیا ہوں، اور قربانیاں ساتھ لایا ہوں، اس لئے ۱۰ تاریخ کو جب قربانیاں ذبح ہونگی تب میرا احرام کھلے گا۔

[٤٣٩٩-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، ح: وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ امْرَأَةً مِنْ خَثْعَمَ اسْتَفْتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَالْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ رَدِيْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهِ أَدْرَكَتْ أَبِيْ شَيْخًا كَبِيْرًا لَايَسْتَطِيْعُ أَنْ يَسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ، فَهَلْ يَقْضِي أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ؟ قَالَ: " نَعَمْ"[راجع: ١٥١٣]

۵- حجۃ الوداع میں ایک خاتون نے حج بدل کا مسئلہ پوچھا

ترجمہ: ابن عباسؓ کہتے ہیں: قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے حجۃ الوداع میں نبی ﷺ سے مسئلہ پوچھا درانحالیکہ فضل بن عباسؓ سواری پر نبی ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، اس عورت نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بیشک حج کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے بندوں پر مقرر کئے ہوئے حکم نے میرے باپ کو اس حال میں پایا کہ وہ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں، وہ اونٹ پر بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے، پس کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں (یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے)

قوله: إن فريضة الله على عباده: کے دو مطلب ہیں: ایک: جب حج کی فرضیت نازل ہوئی اس وقت میرے ابا اتنے کمزور ہو چکے تھے کہ اونٹ پر بیٹھ نہیں سکتے تھے، دوم: جب آیت نازل ہوئی اس وقت استطاعت بدنی تھی، مگر اب بڑھاپے کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے ہیں، پہلی صورت میں حج کرنا حج بدل کرانا یا حج کی وصیت کرنا فرض نہیں، اور دوسری صورت میں حج بدل کرانا یا اس کی وصیت کرنا ضروری ہے (تحفۃ القاری ۴: ۳۰۴)

[٤٤٠٠-] حدثنا مُحَمَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَقْبَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ مُرْدِفٌ أُسَامَةَ عَلَى الْقَصْوَاءِ، وَمَعَهُ بِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ حَتَّى أَنَاخَ عِنْدَ الْبَيْتِ، ثُمَّ قَالَ لِعُثْمَانَ: "ائْتِنَا بِالْمِفْتَحِ" فَجَاءَهُ بِالْمِفْتَحِ، فَفُتِحَ لَهُ الْبَابُ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَأُسَامَةُ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ، ثُمَّ أَغْلَقُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ، فَمَكَثَ نَهَارًا طَوِيْلًا ثُمَّ خَرَجَ، فَابْتَدَرَ النَّاسُ الدُّخُوْلَ فَسَبَقْتُهُمْ، فَوَجَدْتُ بِلَالًا قَائِمًا مِنْ وَرَاءِ الْبَابِ، فَقُلْتُ لَهُ: أَيْنَ صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم؟ فَقَالَ: صَلَّى بَيْنَ ذَيْنِكَ الْعَمُوْدَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ، وَكَانَ الْبَيْتُ عَلٰى سِتَّةِ أَعْمِدَةٍ: سَطْرَيْنِ، صَلَّى بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ مِنَ السَّطْرِ الْمُقَدَّمِ، وَجَعَلَ بَابَ الْبَيْتِ خَلْفَ

ظَهْرِهِ، وَاسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الَّذِیْ یَسْتَقْبِلُكَ حِیْنَ تَلِجُ الْبَیْتَ، بَیْنَهُ وَبَیْنَ الْجِدَارِ، قَالَ: وَنَسِیْتُ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلّٰی؟ وَعِنْدَ الْمَكَانِ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْهِ مَرْمَرَةٌ حَمْرَاءُ. [راجع: ۳۹۷]

۶- حجۃ الوداع میں نبی ﷺ کعبہ شریف میں داخل ہوئے

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی ﷺ فتح مکہ کے سال (اپنی قیام گاہ سے) تشریف لائے درانحالیکہ قصواء اونٹنی پر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو آپؐ پیچھے بٹھائے ہوئے تھے، اور آپؐ کے ساتھ بلالؓ (مؤذن) اور عثمان بن طلحہؓ (کلید بردار) تھے، آپؐ نے کعبہ کے پاس اونٹنی بٹھائی، پھر عثمانؓ سے کہا: چابی لے آؤ، وہ چابی لائے، پس آپؐ کے لئے دروازہ کھولا گیا، اور آپؐ، اسامہؓ، بلالؓ اور عثمانؓ کعبہ شریف میں داخل ہوئے اور اندر سے دروازہ بند کرلیا اور دن کا کافی حصہ ٹھہرے رہے، پھر باہر تشریف لائے، پس لوگوں نے اندر جانے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت کی، میں ان سے آگے پہنچا، میں نے بلالؓ کو دروازہ کے پیچھے کھڑا ہوا پایا، میں نے ان سے پوچھا: نبی ﷺ نے کہاں نماز پڑھی؟ انھوں نے کہا: ان دو اگلے ستونوں کے درمیان نماز پڑھی، اور کعبہ شریف چھ ستونوں پر تھا، جن کی دو لائنیں تھیں، آپؐ نے اگلی لائن کے دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھی، اور بیت اللہ کے دروازہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے کیا اور اپنا رخ کیا اس دیوار کی طرف جو تیرے سامنے ہوتی ہے جب تو بیت اللہ میں داخل ہو، آپ کے اور دیوار کے درمیان (تقریباً تین ہاتھ کا فاصلہ تھا) ابن عمرؓ کہتے ہیں: میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ کتنی رکعتیں پڑھیں؟ اور آپؐ نے جہاں نماز پڑھی اس کے پاس سرخ مرمر بچھا ہوا ہے۔

تشریح: کعبہ شریف کا یہ نقشہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کی تعمیر سے پہلے کا ہے اب کیا نقشہ ہے؟ میں نے نہیں دیکھا، سنا ہے: اب بھی چھ ستون ہیں اور دو لائنوں میں ہیں، اور یہ حدیث فتح مکہ کے موقع کی ہے، حجۃ الوداع کے باب میں اس کو اس لئے لائے ہیں کہ نبی ﷺ حجۃ الوداع میں کعبہ شریف میں داخل ہوئے ہیں یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث ذکر کر کے اشارہ کیا کہ راجح یہ ہے کہ آپؐ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی کعبہ شریف میں تشریف لے گئے ہیں، کیونکہ فتح مکہ کا سفر کعبہ شریف کی زیارت کے لئے نہیں تھا، جہاد کے لئے تھا، پھر بھی آپؐ کعبہ میں تشریف لے گئے ہیں، اور حجۃ الوداع کا سفر تو کعبہ شریف کی زیارت ہی کے لئے تھا، پھر اس موقع پر آپؐ کعبہ میں تشریف نہ لے گئے ہوں یہ بات بہت بعید ہے، پس دلالۃ النص سے حضرت نے استدلال کیا ہے کہ حجۃ الوداع میں نبی ﷺ بدرجہ اولیٰ کعبہ میں تشریف لے گئے ہیں، اور اس سلسلہ میں ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو صریح روایت ہے: اس کو اس لئے نہیں لائے کہ وہ امام صاحب کی شرط کے مطابق نہیں تھی، وہ روایت یہ ہے: صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک دن نبی ﷺ ان کے پاس سے خوش دل نکلے اور غمگین واپس آئے، صدیقہؓ نے وجہ دریافت کی تو فرمایا: میں کعبہ شریف میں گیا، پھر خیال آیا کہ میں نے امت کو مشقت میں ڈال دیا، کاش اس موقعہ پر میں بیت اللہ میں نہ جاتا۔

[٤٤٠١-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَأُبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَخْبَرَتْهُمَا: أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم حَاضَتْ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "أَحَابِسَتُنَا هِيَ؟" فَقُلْتُ: إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَطَافَتْ بِالْبَيْتِ، قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "فَلْتَنْفِرْ"[راجع: ٢٩٤]

۶-(مکرر) حجۃ الوداع میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو ماہواری شروع ہوئی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عروہ اور ابوسلمہ کو بتایا کہ ام المؤمنین صفیہؓ کو حجۃ الوداع میں ماہواری شروع ہوئی، نبی ﷺ نے (حضرت عائشہؓ سے) فرمایا: کیا وہ ہمیں روکنے والی ہیں (نبی ﷺ ایسا سمجھ رہے تھے کہ انھوں نے ابھی طوافِ زیارت نہیں کیا اور ماہواری شروع ہوگئی ہے، پس جب تک وہ پاک ہوکر طوافِ زیارت نہیں کریں گی نبی ﷺ کو رکنا پڑے گا) حضرت عائشہؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول! صفیہؓ نے طوافِ افاضہ (فرض طواف) کرلیا ہے اور بیت اللہ کے پھیرے لگالئے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: پس چاہئے کہ وہ روانہ ہوں (کیونکہ حائضہ کے ذمہ طوافِ وداع نہیں)

[٤٤٠٢-] حدثنا يَحيىَ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كُنَّا نَتَحَدَّثُ بِحَجَّةِ الْوَدَاعِ وَالنَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بَيْنَ أَظْهُرِنَا، وَلاَ نَدْرِيْ مَا حَجَّةُ الْوَدَاعِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ ذَكَرَ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ فَأَطْنَبَ فِي ذِكْرِهِ، وَقَالَ: "مَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَبِيٍّ إِلاَّ أَنْذَرَ أُمَّتَهُ، أَنْذَرَهُ نُوْحٌ وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ بَعْدِهِ، وَإِنَّـهُ يَخْرُجُ فِيكُمْ فَمَا خَفِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ شَأْنِهِ فَلَيْسَ يَخْفَى عَلَيْكُمْ أَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، وَإِنَّهُ أَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ"[راجع: ٣٠٥٧]

[٤٤٠٣-] "أَلاَ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَ كُمْ وَأَمْوَالَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا، أَلاَ هَلْ بَلَّغْتُ؟" قَالُوْا: نَعَمْ، قَالَ:" اللّٰهُمَّ اشْهَدْ" ثَلاَثًا."وَيْلَكُمْ، أَوْ: وَيْحَكُمْ انْظُرُوْا، لاَ تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ" [راجع: ١٧٤٢]

۷-حجۃ الوداع کی پہلی وجہ تسمیہ

حدیث: ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ہم حجۃ الوداع کے بارے میں باتیں کیا کرتے تھے، درانحالیکہ نبی ﷺ ہمارے درمیان موجود تھے، اور ہم نہیں جانتے تھے کہ حجۃ الوداع کیا چیز ہے؟ (یعنی صحابہ آپؐ کے حج کو حجۃ الوداع کہتے تھے، مگر وجہ تسمیہ نہیں جانتے تھے، پس نبی ﷺ نے حج کے موقع پر تقریر کی) اللہ کی تعریف کی اور اللہ کی ثنا کی، پھر مسیح

دجال کا تذکرہ کیا، پس لمبا کیا اس کے تذکرہ کو، یعنی خوب تفصیل سے اس کا تذکرہ کیا اور فرمایا: اللہ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس نے اپنی امت کو (دجال سے) ڈرایا، نوح علیہ السلام نے اس سے ڈرایا، اور ان کے بعد کے پیغمبروں نے ڈرایا، اور بیشک شان یہ ہے کہ وہ تم میں نکلے گا یعنی اب متعین ہوگیا ہے کہ وہ امت محمدیہ میں نکلے گا، کیونکہ گذشتہ کسی نبی کے زمانہ میں ظاہر نہیں ہوا، پس اگر پوشیدہ رہے تم پر دجال کے معاملہ سے کچھ تو نہیں پوشیدہ رہے گی تم پر یہ بات کہ تمہارا پروردگار کانا نہیں اور بیشک دجال دائیں آنکھ کا کانا ہوگا، گویا اس کی آنکھ انگور کا ابھرا ہوا دانہ ہے، یعنی اگر تم پر دجال کی دوسری باتیں پوشیدہ رہ جائیں اور تم دجال کو نہ پہچان سکو تو اس کا امکان ہے مگر اس کا کانا ہونا ایسی واضح علامت ہے کہ اس میں کوئی خفا نہیں، اور انگور کے خوشہ میں کوئی دانہ بڑا ہوتا ہے وہ دوسرے دانوں سے باہر نکل آتا ہے، یہ انگور کا ابھرا ہوا دانہ ہے، دجال کی ایک آنکھ باہر نکلی ہوئی ہوگی۔

باقی تقریر: سنو! بیشک اللہ تعالیٰ نے تم پر تمہارے خون اور تمہارے اموال محترم قرار دیئے ہیں، جیسے تمہارے اس دن کا احترام تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینہ میں، سنو! کیا میں نے دین پہنچا دیا؟ لوگوں نے کہا: ہاں، آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا: اے اللہ! گواہ رہ! (پھر فرمایا:) تمہارا ناس ہو! دیکھو میرے بعد تم کافر مت ہوجانا کہ تم میں سے بعض بعض کی گردنیں مارنے لگیں، یعنی آپس میں مت لڑنا، خانہ جنگی سے بچنا۔

تشریح: اس تقریر سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے لوگوں کو رخصت کیا اور ایک دوسری حدیث میں صاف فرمایا ہے کہ شاید میں تمہیں اس سال کے بعد نہ دیکھوں، اور جیسے قریب المرگ اہم باتوں کی تاکید کرتا ہے، نبی ﷺ نے بھی تاکید کی، پس اب حجۃ الوداع کی وجہ تسمیہ یہ نکلی کہ اس حج میں آپؐ نے لوگوں کو رخصت کیا اور قربِ وفات کی اطلاع دی، اس لئے اس کا نام حجۃ الوداع پڑا، یعنی وہ حج جس میں آپؐ نے لوگوں کو رخصت کیا۔

[٤٤٠٤-] حدثنا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ: قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم غَزَا تِسْعَ عَشْرَةَ غَزْوَةً، وَأَنَّهُ حَجَّ بَعْدَمَا هَاجَرَ حَجَّةً وَاحِدَةً لَمْ يَحُجَّ بَعْدَهَا: حَجَّةَ الْوَدَاعِ. قَالَ أَبُوْ إِسْحَاقَ: وَبِمَكَّةَ أُخْرَى.[راجع: ٣٩٣٩]

۸- حجۃ الوداع کی دوسری وجہ تسمیہ

حدیث: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے انیس مہمات میں حصہ لیا اور آپؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد ایک حج کیا اور اس کے بعد کوئی حج نہیں کیا، اور وہ حجۃ الوداع ہے (پس یہ دوسری وجہ تسمیہ نکلی کہ حجۃ الوداع یعنی نبی ﷺ کی زندگی کا آخری حج) ابو اسحاق سبیعیؒ کہتے ہیں: اور مکہ میں اور بھی حج کیا ہے یعنی نبوت سے پہلے اور ہجرت سے پہلے نبی ﷺ نے اور بھی حج کئے ہیں، مگر حج فرض ہونے کے بعد صرف حجۃ الوداع کیا ہے۔

[٤٤٠٥-] حدثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ، عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو ابْنِ جَرِيْرٍ، عَنْ جَرِيْرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ لِجَرِيْرٍ: "اسْتَنْصِتِ النَّاسَ" فَقَالَ: "لَاتَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ"[راجع: ١٢١]

۹- حجۃ الوداع میں تاکید کی کہ خانہ جنگی سے بچنا

حدیث: حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں حضرت جریرؓ سے کہا: لوگوں کو خاموش کرو (پس جب لوگ خاموش ہوگئے) تو آپؐ نے فرمایا: لوگو! میرے بعد کفر کی طرف مت پلٹ جانا کہ مارنے لگیں تم میں سے بعض بعض کی گردنیں، (قتل مسلم کفر کے درجہ کا گناہ ہے، پس مسلمانوں کو خانہ جنگی سے بچنا چاہئے اور اس حدیث سے دوسری وجہ تسمیہ کی تائید نکلتی ہے، آدمی زندگی کے آخر میں بعد والوں کو اہم باتیں بتایا کرتا ہے)

۱۰- حجۃ الوداع کی تقریر

نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں عرفہ اور منیٰ میں خطابات فرمائے ہیں جو مختلف روایات میں آئے ہیں، باب کی روایت میں منیٰ کا خطبہ ہے۔

[٤٤٠٦-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:

[١-] الزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحِجَّةِ، وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِيْ بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ.

[٢-] أَيُّ شَهْرٍ هٰذَا؟ قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّـهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ: "أَلَيْسَ ذُوالْحِجَّةِ؟" قُلْنَا: بَلٰى، قَالَ: "فَأَيُّ بَلَدٍ هٰذَا؟" قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّـهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ: "أَلَيْسَ الْبَلْدَةَ؟" قُلْنَا: بَلٰى، قَالَ: "فَأَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟" قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّـهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ: "أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟" قُلْنَا: بَلٰى، قَالَ: "فَإِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَأَمْوَالَكُمْ – قَالَ مُحَمَّدٌ: وَأَحْسِبُهُ قَالَ: وَأَعْرَاضَكُمْ– عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا، فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا.

[٣-] وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَسَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ، أَلَا فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ ضُلَّالًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ

رِقَابَ بَعْضٍ.

[٤-] أَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يُبَلِّغُهُ أَنْ يَكُوْنَ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ.

فَكَانَ مُحَمَّدٌ إِذَا ذَكَرَهُ يَقُوْلُ: صَدَقَ مُحَمَّدٌ صلى الله عليه وسلم.

[٥-] ثُمَّ قَالَ: "أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟" مَرَّتَيْنِ.

ترجمہ: حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

۱- زمانہ گھوم آیا ہے اپنی اس حالت پر جو تخلیقِ ارض وسماء کے وقت تھی، سال کے بارہ مہینے ہیں، ان میں سے چار محترم ہیں، تین مسلسل ہیں: ذوقعدہ، ذوالحجہ اور محرم، اور مُضر قبیلہ کا رجب، جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان میں ہے۔

۲- (نبی ﷺ نے پوچھا:) یہ کونسا مہینہ ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، آپؐ چپ رہے یہاں تک کہ گمان کیا ہم نے کہ آپؐ اس مہینہ کا نام رکھیں گے اس کے نام کے علاوہ، آپؐ نے فرمایا: کیا ذوالحجہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں، آپؐ نے پوچھا: یہ کونسا شہر ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں؟ آپؐ خاموش رہے، یہاں تک کہ گمان کیا ہم نے کہ آپؐ اس کا نام رکھیں گے اس کے نام کے علاوہ، آپؐ نے پوچھا: کیا یہ مکہ مکرمہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں، آپؐ نے پوچھا: یہ کونسا دن ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، آپؐ خاموش رہے، یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپؐ اس کا نام رکھیں گے اس کے نام کے علاوہ، آپؐ نے فرمایا: کیا یوم النحر (ذی الحجہ کی دس تاریخ) نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں، آپؐ نے فرمایا: پس بیشک تمہارے خون اور تمہارے مال —— محمد بن سرین رحمہ اللہ کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ ابوبکرۃؓ نے اور تمہاری آبرو بھی کہا تھا —— باہم محترم ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس شہر میں، تمہارے اس مہینہ میں۔

۳- اور عنقریب ملاقات کروگے تم تمہارے پروردگار سے، پس عنقریب وہ پوچھیں گے تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں، سنو! پس نہ لوٹنا تم میرے بعد گمراہی کی طرف کہ بعض بعض کی گردنیں مارنے لگیں۔

۴- سنو! حاضر غیر حاضر کو پہنچادے، کیونکہ بعض وہ لوگ جن کو بات پہنچائی جاتی ہے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں ان لوگوں سے جنھوں نے وہ بات سنی ہے —— محمد بن سرینؒ جب یہ حدیث ذکر کرتے تو کہتے: محمد ﷺ نے صحیح فرمایا۔

۵- پھر آپؐ نے دومرتبہ پوچھا: بتاؤ، کیا میں نے دین پہنچادیا؟

وضاحتیں:

۱- عربوں کے لئے مسلسل تین مہینے جنگ بند رکھنا دشوار تھا، ان کی معیشت کا مدار غنیمت پر تھا، اس لئے محرم کو پیچھے کردیتے تھے اور صفر کو پہلے لے آتے تھے، یہ النَّسِيْئُ (مؤخر کرنا) ہے، اس سے تاریخوں میں تو فرق نہیں پڑتا تھا، صرف

مہینہ آگے پیچھے ہوجاتا ہے، مگر لوند کا سسٹم بھی عربوں میں رائج تھا، جیسے ہندی کیلنڈر قمری ہے مگر اس کو شمسی کیلنڈر کے مطابق بنانے کے لئے ہر تین سال میں ایک مہینہ بڑھاتے ہیں، یہ لوند سسٹم کہلاتا ہے، عرب بھی ایسا کرتے تھے، اس سے تاریخوں کا نظام درہم برہم ہوگیا تھا، حجۃ الوداع میں نبی ﷺ نے اعلان کیا کہ زمانہ خود بخود اپنی جگہ سیٹ ہوگیا ہے، فرمایا: ''زمانہ گھوم آیا ہے، اپنی اس حالت پر جو تخلیق ارض وسماء کے وقت تھی، پھر آپؐ نے فرمایا: سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے، لوند سسٹم میں جو تیسرا سال تیرہ مہینہ کا ہوجاتا ہے وہ غلط ہے۔

۲- ابن سیرین رحمہ اللہ یہ حدیث بیان کرکے فرمایا کرتے تھے: صَدَقَ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم: یعنی نبی ﷺ نے جو فرمایا کہ حاضرین غائبین تک پہنچائیں، یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوگیا، صحابہ نے آپؐ کے ارشادات غائبین تک پہنچادیئے (تحفۃ القاری ۱:۳۹۹)

۳- حدیث کا آخری جملہ: أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ تفصیل طلب ہے، تقریر کے آخر میں آپؐ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا کہ کیا میں نے تمہیں دین پہنچایا تو تم کیا جواب دوگے؟ صحابہ نے کہا: ہم گواہی دیں گے کہ آپؐ نے دین پہنچایا، تبلیغ کی، اور خیر خواہی کا حق ادا فرمادیا، یہ سن کر آپؐ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی پھر لوگوں کی طرف جھکائی اور تین بار فرمایا: اے اللہ! گواہ رہ!

[٤٤٠٧-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ ابْنِ شِهَابٍ: أَنَّ أُنَاسًا مِنَ الْيَهُوْدِ قَالُوْا: لَوْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ فِيْنَا لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا، فَقَالَ عُمَرُ: أَيَّةُ آيَةٍ؟ فَقَالُوْا: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ﴾ فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّيْ لَأَعْلَمُ أَيَّ مَكَانٍ أُنْزِلَتْ، أُنْزِلَتْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ. [راجع: ٤٥، ٦٧]

۱۱- حجۃ الوداع کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنا دین مکمل کیا

حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے دورِ خلافت میں ایک یہودی آیا، اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے جس کو تم پڑھتے ہو مگر تمہیں اس کی قدر و قیمت معلوم نہیں، اگر وہ آیت ہم یہود پر اترتی تو ہم اس دن جشن منایا کرتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کونسی آیت ہے؟ اس نے کہا (سورۃ المائدہ کی آیت ۳) ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الإِسْلَامَ دِيْنًا﴾: حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہم اس دن کو اور اس جگہ کو جہاں نبی ﷺ پر یہ آیت اتری ہے خوب جانتے ہیں، جب آیت اتری تو آپؐ وقوفِ عرفہ کئے ہوئے تھے، اور وہ جمعہ کا دن تھا، یعنی ہمیں کوئی جشن منانے کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ جس دن آیت اتری ہے ہماری دو عیدیں جمع تھیں: ایک: جمعہ کا دن تھا جو مسلمانوں کی چھوٹی عید ہے، دوسری: عرفہ کا دن تھا، اس میں ساری دنیا کے حاجی میدانِ عرفات میں

جمع ہوتے ہیں، پھر جمعہ کا دن تو ہمیشہ اس معین تاریخ میں نہیں آتا مگر عرفہ کا دن اس وقت سے آج تک ہمیشہ اسی معین تاریخ میں آتا ہے، اور قیامت تک اسی معین تاریخ میں آتا رہے گا، اس دن ساری دنیا کے حجاج مکہ مکرمہ میں اسی میدان میں اکٹھا ہوتے رہیں گے، جہاں یہ آیت اتری ہے، اور وہاں اتنا بڑا اجتماع ہوتا ہے کہ دنیا میں اتنا بڑا دوسرا کوئی اجتماع ممکن نہیں، پھر ہمیں الگ سے جشن منانے کی کیا ضرورت ہے؟ (تحفۃ القاری ۱:۲۷۴)

[٤٤٠٨-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نُوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ، وَأَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِالْحَجِّ، فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ، أَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَلَمْ يَحِلُّوْا حَتّٰى يَوْمِ النَّحْرِ.

حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، وَقَالَ: مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ مِثْلَهُ. [راجع: ٢٩٤]

۱۲- حجۃ الوداع میں لوگوں کے مختلف احرام

حدیث: صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم نبی ﷺ کے ساتھ (حجۃ الوداع کے لئے مدینہ سے) نکلے، پس ہم میں سے کسی نے عمرہ کا احرام باندھا، اور کسی نے حج کا، اور کسی نے حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا، اور نبی ﷺ نے صرف حج کا احرام باندھا، پس رہے وہ لوگ جنھوں نے حج کا احرام باندھا یا حج اور عمرہ کو جمع کیا انھوں نے یوم النحر تک احرام نہیں کھولا۔

تشریح: صدیقہؓ نے آخری حالت کے اعتبار سے احرام باندھنے والوں کی تین قسمیں بیان کی ہیں، ذوالحلیفہ سے تو سب نے حج کا احرام باندھا تھا، پھر آپؐ نے حج کے ساتھ عمرہ کب ملایا؟ اس میں روایات مختلف ہیں، اور مجتہدین کی رائیں بھی مختلف ہیں، نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ آپؐ مفرد تھے یا قارن؟ مالکیہ اور شافعیہ مفرد مانتے ہیں، حنفیہ قارن، اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے 'اختلاف حدیث' میں اس بات کو ترجیح دی ہے کہ آپؐ نے مطلق احرام باندھا تھا، یعنی حج یا عمرہ کی تعیین نہیں کی تھی، آپؐ کو انتظار تھا کہ کیا حکم آتا ہے؟ جب صفا پر پہنچے تو حکم آیا کہ آپؐ حج کے ساتھ عمرہ کو ملالیں، چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے آپؐ کے قارن ہونے کی تصویب کی ہے، جیسا کہ حاشیہ میں ہے۔

سند: یہ امام مالک رحمہ اللہ کے شاگرد عبداللہ بن مسلمہ کی روایت ہے، اس میں حجۃ الوداع کی صراحت نہیں، اور دوسرے شاگرد عبداللہ بن یوسف کی روایت میں حجۃ الوداع کی صراحت ہے اور تیسرے شاگرد اسماعیل بن ابی اویسؒ کی روایت بھی اسی طرح ہے، یعنی ان کی حدیث میں بھی حجۃ الوداع کی صراحت ہے۔

[٤٤٠٩-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ هُوَ ابْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: عَادَنِیْ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعٍ أَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلٰی الْمَوْتِ، فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! بَلَغَ بِیْ مِنَ الْوَجَعِ مَا تَرَی، وَأَنَا ذُوْ مَالٍ، وَلَا يَرِثُنِیْ إِلَّا ابْنَةٌ لِیْ وَاحِدَةٌ، أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَیْ مَالِیْ؟ قَالَ:" لَا" قُلْتُ: أَفَأَ تَصَدَّقُ بِشَطْرِهٖ؟ قَالَ:" لَا" قُلْتُ: فَالثُّلُثُ؟ [قَالَ: الثُّلُثُ] وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ، إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ، وَلَسْتَ تُنْفِقُ نَفَقَةً تَبْتَغِیْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا حَتَّی اللَّقْمَةَ تَجْعَلُهَا فِیْ فِیْ امْرَأَتِكَ" قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أُخَلَّفُ بَعْدَ أَصْحَابِیْ؟ قَالَ:" إِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلاً تَبْتَغِیْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا أَزْدَدْتَ بِهٖ دَرَجَةً وَرِفْعَةً، وَلَعَلَّكَ تُخَلَّفُ حَتَّی يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَيُضَرُّ بِكَ آخَرُوْنَ، اللّٰهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِیْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰی أَعْقَابِهِمْ، لٰكِنَّ الْبَائِسَ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ" رَثَی لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ تُوُفِّیَ بِمَكَّةَ.

۱۳- حجۃ الوداع میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیمار پڑے

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ حجۃ الوداع میں میری بیمار پرسی کے لئے آئے، ایک ایسی تکلیف کی وجہ سے کہ میں اس سے موت کے قریب پہنچ گیا تھا، پس میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری تکلیف اس درجہ کو پہنچ گئی ہے جو آپؐ دیکھ رہے ہیں اور میں مالدار آدمی ہوں، اور میرا ایک لڑکی کے علاوہ کوئی وارث نہیں، تو کیا میں اپنا دو تہائی مال خیرات کردوں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، میں نے کہا: آدھا مال خیرات کردوں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، میں نے کہا: تہائی مال خیرات کردوں؟ آپؐ نے فرمایا: (تہائی خیرات کرسکتے ہو) اور تہائی بھی بہت ہے، بیشک تم اپنے ورثاء کو مالدار چھوڑو یہ بہتر ہے اس سے کہ تم ان کو محتاج چھوڑو، وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پسارتے پھریں، بیشک تم اللہ کی رضا جوئی کے لئے جو بھی خرچ کروگے اس کا ثواب تمہیں ملے گا، یہاں تک کہ بیوی کے منہ میں جو لقمہ دوگے اس کا بھی اجر ملے گا، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ جاؤں گا؟ یعنی میرے ساتھی حج کرکے مدینہ جائیں گے اور میں مکہ میں مروں گا؟ آپؐ نے فرمایا: تم ہرگز پیچھے نہیں رہوگے یعنی مکہ میں نہیں مروگے، ابھی زندہ رہوگے، اور تم جو بھی نیک عمل کروگے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہوگے مگر بڑھوگے تم اس کی وجہ سے درجہ میں اور بلندی میں، اور ہوسکتا ہے تم پیچھے کئے جاؤ، یعنی میرے بعد تک زندہ رہو، یہاں تک کہ ایک قوم آپ سے فائدہ اٹھائے اور دوسری قوم نقصان اٹھائے، اے اللہ! میرے صحابہ کی ہجرت مکمل فرما اور ان کو الٹے پاؤں نہ لوٹا، ہاں قابل رحم سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ ہیں (ابن شہاب کہتے ہیں) ان کے لئے نبی ﷺ نے دعائے رحمت کی اس وجہ سے کہ ان کا مکہ میں انتقال ہوا (حدیث کی شرح تحفۃ القاری ۴:۵۳ میں ہے)

[٤٤١٠-] حَدَّثَنِی إِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ ضَمْرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُمْ أَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیه وسلم حَلَقَ رَأْسَهُ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ.[راجع: ١٧٢٦]

[٤٤١١-] حدثنا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِیْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَکْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ: أَخْبَرَنِیْ مُوْسَی بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ: أَخْبَرَهُ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیه وسلم حَلَقَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأُنَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ.[راجع: ١٧٢٦]

۱۴- نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں سر منڈا کر احرام کھولا

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے تلامذہ کو بتلایا کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں اپنا سر منڈایا، اور دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے حجۃ الوداع میں سر منڈایا، اور آپؐ کے صحابہ میں سے بھی کچھ لوگوں نے (سر منڈایا) اور کچھ لوگوں نے زلفیں بنوائیں (سر منڈا کر احرام کھولنا افضل ہے اور قصر کا مطلب ہے: پٹھے کٹوانا، زلفیں بنوانا، یعنی پیچھے سے بال کٹوانا، تفصیل تحفۃ القاری (۴:۴۶۲) میں ہے)

[٤٤١٢-] حدثنا یَحْیَی بْنُ قَزَعَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، ح: وَقَالَ اللَّیْثُ: حَدَّثَنِیْ یُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ أَقْبَلَ یَسِیْرُ عَلٰی حِمَارٍ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم قَائِمٌ بِمِنًی فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ، فَسَارَ الْحِمَارُ بَیْنَ یَدَیْ بَعْضِ الصَّفِّ ثُمَّ نَزَلَ عَنْهُ فَصَفَّ مَعَ النَّاسِ.[راجع: ١٧٢٦]

۱۵- حجۃ الوداع میں ایامِ نحر میں نبی ﷺ کا قیام منیٰ میں رہا

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: وہ گدھے پر سوار ہو کر منیٰ کی طرف متوجہ ہوئے درانحالیکہ نبی ﷺ حجۃ الوداع میں منیٰ میں قیام پذیر تھے، وہیں لوگوں کو نمازیں پڑھاتے تھے، پس گدھا بعض صف کے سامنے سے گذرا، پھر ابن عباسؓ اس سے اترے اور لوگوں کے ساتھ صف میں کھڑے ہوگئے۔ (اس روایت سے معلوم ہوا کہ ایامِ منیٰ یعنی گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخوں میں نبی ﷺ کا قیام منیٰ میں رہا، اور آپؐ وہیں نمازیں پڑھاتے رہے اور حضرت ابن عباسؓ نے اس حدیث سے ایک دوسری حدیث پر تنقید کی ہے جس کی تفصیل تحفۃ القاری (۱:۳۵۴) میں ہے)

[٤٤١٣-] حدثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا یَحْیَی، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ أَبِیْ، قَالَ: سُئِلَ أُسَامَةُ وَأَنَا شَاهِدٌ عَنْ سَیْرِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیه وسلم فِیْ حَجَّتِهِ، وَقَالَ: الْعَنَقَ، فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ.

[راجع: ١٦٦٦]

۱۶- حجۃ الوداع میں عرفہ سے واپسی میں نبی ﷺ کے اونٹ کی چال

حضرت عروہؒ کہتے ہیں: حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا درانحالیکہ میں موجود تھا: نبی ﷺ کی چال کے بارے میں آپؐ کے حج میں، یعنی حجۃ الوداع میں، حضرت اسامہؓ نے کہا: آپؐ کی رفتار عَنَق تھی (یہ ایک چال ہے، اردو میں اس کے لئے کوئی لفظ نہیں، اس کے معنی ہیں: السیر السریع: یعنی اونٹنی کو تیز چلاتے تھے، تاکہ جلدی مزدلفہ پہنچیں، اور وہاں کچھ دیر آرام کریں) اور جہاں چھیڑ ہوتی آپؐ کی چال نَصّ ہوجاتی (اردو میں اس کے لئے بھی کوئی لفظ نہیں، یہ عَنَق سے تیز چال ہے اور فَجْوۃ کے معنی ہیں: کشادہ جگہ)

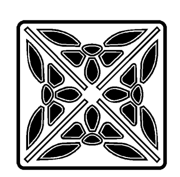
[٤٤١٤-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيىَ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ الْخَطْمِيِّ، أَنَّ أَبَا أَيُّوْبَ أَخْبَرَهُ أَنَّـهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيْعًا. [راجع: ١٦٧٤]

۱۷- نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں مزدلفہ میں مغرب وعشاء ساتھ پڑھیں

حدیث: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انھوں نے نبی ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں مغرب اور عشا ساتھ پڑھیں۔

تشریح: عرفہ میں ظہر وعصر میں جمع تقدیم کی جاتی ہے اور مزدلفہ میں مغرب وعشا میں جمع تاخیر، اس پر امت کا اجماع ہے، ان دوجگہوں کے علاوہ میں اختلاف ہے: ائمہ ثلاثہ کے نزدیک: اعذار کی صورت میں جمع حقیقی بھی جائز ہے اور حنفیہ کے نزدیک صرف جمع صوری جائز ہے، تفصیل تحفۃ القاری (۴۲۶:۳) میں ہے۔

(حجۃ الوداع کا بیان پورا ہوا)



غزوۂ تبوک

رجب سنہ ۹ ہجری

تبوک: مدینہ منورہ سے شمال کی جانب جزیرۃ العرب کی سرحد پر ایک شہر ہے، غزوۂ تبوک میں آپؐ تبوک مقام تک تشریف لے گئے تھے، اس لئے اس غزوہ کا نام غزوۂ تبوک ہے، اس غزوہ کا دوسرا نام غزوۃ العُسرۃ ہے یعنی تنگی کا غزوہ، جس زمانہ میں یہ غزوہ پیش آیا ہے سخت گرمی تھی، کھجوریں ابھی تیار نہیں ہوئی تھیں، اس لئے قحط جیسا زمانہ تھا، اور دور دراز جنگلات اور پہاڑوں کا سفر تھا، اور اٹھارہ اشخاص کے درمیان سواری کا ایک اونٹ تھا، جس پر باری باری سوار ہوتے تھے، ان وجہ سے اس غزوہ کو غزوۃ العسرۃ بھی کہا جاتا ہے۔

غزوۂ تبوک: نبی ﷺ کی مہمات میں سب سے آخری مہم ہے، فتح مکہ سے جزیرۃ العرب کے حالات یکسر بدل گئے تھے، لوگ فوج فوج اسلام میں آنے لگے تھے، مگر سرحد پر بسے ہوئے عرب قبائل جو عیسائی ہوگئے تھے ان کے اور رومی حکومت کے خطرات منڈلانے لگے تھے جس کی وجہ سے غزوۂ تبوک پیش آیا۔

واقعات کا تسلسل:

۱- شرحبیل بن عمرو غسّانی نے نبی ﷺ کے نامہ بَر حضرت حارث بن عُمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا جو نامہ مبارک لے کر بُصری کے حاکم کے پاس جارہے تھے، نامہ برداروں اور سفیروں کا قتل سنگین جرم تھا، نبی ﷺ کو اس واقعہ سے سخت تکلیف ہوئی، آپؐ نے انتقامی کاروائی کے لئے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ کیا، جس کی موتہ میں رومیوں کے ساتھ خوفناک ٹکر ہوئی، وہ لشکر اگرچہ پوری طرح انتقام نہیں لے سکا، مگر سرحد پر بسے ہوئے عربوں پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوئے، قیصر روم ان اثرات سے فاغل نہیں تھا وہ جانتا تھا کہ اگر عرب قبائل مسلمانوں کی طرف مائل ہوگئے، اور روم سے ان کا رابطہ کٹ گیا، تو اس کی حکومت کو بڑا خطرہ لاحق ہوگا، اس لئے اس نے سوچا کہ مسلمانوں کی قوت ناقابل شکست خطرہ کی صورت اختیار کرے اس سے پہلے ہی اس کو کچل دیا جائے۔

۲- چنانچہ جنگِ موتہ پر ابھی ایک سال بھی نہیں گذرا تھا کہ قیصر روم نے رومی باشندوں اور اپنے ماتحت عربوں: لخم، جذام، عاملہ اور غسّان پر مشتمل فوج کی فراہمی شروع کردی، اور فیصلہ کن معرکہ کی تیاری میں لگ گیا، خبریں مدینہ پے بہ پے پہنچ رہی تھیں، اور مسلمانوں کو ہر وقت کھٹکا لگا رہتا تھا کہ کسی بھی وقت ان کا حملہ ہوسکتا ہے، چنانچہ سن ۹ ہجری میں جب نبی

ﷺ نے اپنی بیویوں سے ایلاء کیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انصاری پڑوسی نے حضرت عمرؓ کا دروازہ بجایا تو انھوں نے نکلتے ہی پوچھا: کیا غسانی آگئے؟ انصاری نے کہا: اس سے بڑی بات ہوگئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی واقعہ میں بیان کرتے ہیں کہ ہمیں خبریں مل رہی تھیں کہ غسانی گھوڑوں کی نعل باندھ رہے ہیں، تا کہ وہ مدینہ پر حملہ کریں، اس سے صورتِ حال کی سنگینی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، جو اس وقت رومیوں کی جانب سے مسلمانوں کو درپیش تھی۔

۳- پھر ملک شام سے زیتون کا تیل بیچنے کے لئے آنے والے نبطیوں نے بتلایا کہ ہرقل نے چالیس ہزار سپاہیوں کا لشکر تیار کیا ہے، جس میں عرب عیسائی قبائل لخم وجذام وغیرہ کو بھی شامل کیا ہے، اور ان کا ہراول دستہ بلقاء تک پہنچ گیا ہے، قیصر نے فوج کو ایک سال کی تنخواہیں بھی دیدی ہیں، اس طرح ایک بڑا خطرہ مسلمانوں کے سروں پر منڈلانے لگا۔

۴- ادھر صورتِ حال یہ تھی کہ زمانہ سخت گرمی کا تھا، لوگ قحط سالی سے دوچار تھے، سفر دور ودراز کا تھا، اور سواریاں کم تھیں، تاہم نبی ﷺ نے ایک انقلابی فیصلہ کیا کہ مسلمان رومی حکومت کی طرف پیش قدمی کریں، اور ان کی حدود میں گھس کر ان کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ لڑیں، چنانچہ آپؐ نے اعلان فرمادیا کہ لوگ لڑائی کی تیاری کریں، قبائل عرب اور اہل مکہ کو بھی پیغام بھیجا کہ جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔

نبی ﷺ ہر غزوہ میں توریہ کرتے تھے، مگر اس غزوہ میں صاف اعلان کردیا کہ رومیوں سے جنگ کا ارادہ ہے تا کہ لوگ مکمل تیاری کرلیں اور آپؐ نے چندہ شروع کیا، مخلص صحابہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کل مال لے کر حاضر ہوئے جس کی مقدار چار ہزار درہم تھی، فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ آدھا مال لے آئے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دوسو اوقیہ چاندی پیش کی، عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے ستر وسق کھجوریں پیش کیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تین سو اونٹ مع ساز وسامان اور ایک ہزار دینار پیش کئے، جس سے آپؐ نہایت مسرور ہوئے، آپؐ دیناروں کو الٹے پلٹتے تھے اور فرماتے تھے: اس عمل کے بعد عثمانؓ کو کوئی عمل ضرر نہیں پہنچا سکتا، اے اللہ! میں عثمانؓ سے راضی ہوں، آپ بھی ان سے راضی ہوں۔

جب تیاری مکمل ہوگئی تو آپؐ تیس ہزار مردانِ جنگی کو لے کر دشمن کی طرف چلے، راستہ میں متعدد واقعات پیش آئے، پندرہ دن چل کر اسلامی لشکر تبوک میں خیمہ زن ہوا، مگر روم اور اس کے حلیفوں کا یہ حال ہوا کہ اسلامی لشکر کی آمد کی خبر سن کر ان میں خوف وہراس کی لہر دوڑ گئی، ان میں آگے بڑھنے کی اور ٹکر لینے کی ہمت نہ رہی، وہ مختلف شہروں میں بکھر گئے، آپؐ نے بیس دن تبوک میں قیام فرمایا اور اردگرد کے قبائل کو رام کیا، پھر اسلامی لشکر مظفر ومنصور واپس لوٹا۔

یہ غزوہ جزیرۃ العرب میں مسلمانوں کا اثر پھیلانے میں بڑا مؤثر ثابت ہوا، عربوں کے سامنے یہ بات واضح ہوگئی کہ اب جزیرۃ العرب میں اسلام کی طاقت کے علاوہ اور کوئی طاقت ٹھہر نہیں سکتی، اس طرح وہ سپر ڈالنے پر مجبور ہوگئے، اور رومیوں کے ساتھ مہمات کا آغاز بھی ہوگیا، جس کی تکمیل خلفائے راشدین کے دور میں ہوئی، سفر سے واپسی میں آپؐ نے

اعلان کیا: رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ: ہم چھوٹی مہم سے بڑی مہم کی طرف لوٹے ہیں، یعنی یہ چھوٹا معرکہ تھا، آگے رومیوں کے ساتھ بڑے بڑے معرکے پیش آئیں گے، پس واپس ہوکر فوج خواب خرگوش میں مبتلا نہ ہوجائے وہ اس دھوکہ میں نہ رہے کہ رومی ہم سے آنکھیں نہیں ملا سکے، یہ محض وقتی بات ہے، آئندہ ان کے ساتھ سخت معرکے پیش آئیں گے، لوگ اس کی تیاری میں مصروف ہوجائیں۔

[٧٩-] بَابُ غَزْوَةِ تَبُوْكَ، وَهِيَ غَزْوَةُ الْعُسْرَةِ

[٤٤١٥-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بُرْدَةَ، [عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ] عَنْ أَبِيْ مُوْسَى، قَالَ: أَرْسَلَنِيْ أَصْحَابِيْ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَسْأَلُهُ الْحُمْلَانَ لَهُمْ، إِذْ هُمْ مَعَهُ فِيْ جَيْشِ الْعُسْرَةِ، وَهِيَ غَزْوَةُ تَبُوْكَ، فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! إِنَّ أَصْحَابِيْ أَرْسَلُوْنِيْ إِلَيْكَ لِتَحْمِلَهُمْ، فَقَالَ:" وَاللّٰهِ لَا أَحْمِلُكُمْ عَلَى شَيْئٍ" وَوَافَقْتُهُ وَهُوَ غَضْبَانُ وَلَا أَشْعُرُ وَرَجَعْتُ حَزِيْنًا مِنْ مَنْعِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَمِنْ مَخَافَةِ أَنْ يَكُوْنَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَجَدَ فِيْ نَفْسِهِ عَلَيَّ، فَرَجَعْتُ إِلَى أَصْحَابِيْ فَأَخْبَرْتُهُمُ الَّذِيْ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، فَلَمْ أَلْبَثْ إِلَّا سُوَيْعَةً إِذْ سَمِعْتُ بِلَالًا يُنَادِيْ: أَيْنَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ قَيْسٍ؟ فَأَجَبْتُهُ، فَقَالَ: أَجِبْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَدْعُوْكَ، فَلَمَّا أَتَيْتُهُ قَالَ:" خُذْ هٰذَيْنِ الْقَرِيْنَيْنِ وَهٰذَيْنِ الْقَرِيْنَيْنِ - لِسِتَّةِ أَبْعِرَةٍ ابْتَاعَهُنَّ حِيْنَئِذٍ مِنْ سَعْدٍ-" فَانْطَلِقْ بِهِنَّ إِلَى أَصْحَابِكَ فَقُلْ: إِنَّ اللّٰهَ، أَوْ قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَحْمِلُكُمْ عَلَى هٰؤُلَاءِ فَارْكَبُوْهُنَّ" فَانْطَلَقْتُ إِلَيْهِمْ بِهِنَّ فَقُلْتُ: إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَحْمِلُكُمْ عَلَى هٰؤُلَاءِ، وَلٰكِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا أَدَعُكُمْ حَتَّى يَنْطَلِقَ مَعِيْ بَعْضُكُمْ إِلَى مَنْ سَمِعَ مَقَالَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، لَا تَظُنُّوْا أَنِّيْ حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا لَمْ يَقُلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالُوْا لِيْ: وَاللّٰهِ إِنَّكَ عِنْدَنَا لَمُصَدَّقٌ وَلَنَفْعَلَنَّ مَا أَحْبَبْتَ، فَانْطَلَقَ أَبُوْ مُوْسَى بِنَفَرٍ مِنْهُمْ حَتَّى أَتَوُا الَّذِيْنَ سَمِعُوْا قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَنْعَهُ إِيَّاهُمْ ثُمَّ إِعْطَاءَ هُمْ بَعْدُ، فَحَدَّثُوْهُمْ بِمِثْلِ مَا حَدَّثَهُمْ بِهِ أَبُوْ مُوْسَى. [راجع: ٣١٣٣]

۱- نبی ﷺ نے مجاہدین کے لئے سواریاں مہیا کیں

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے میرے ساتھیوں نے نبی ﷺ کے پاس بھیجا تاکہ میں ان کے لئے آپؐ سے سواریاں طلب کروں، کیونکہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ تنگی کے لشکر میں جانا چاہتے تھے، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میرے ساتھیوں نے مجھے آپؐ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپؐ ان کو سواریاں عنایت فرمائیں، آپؐ نے فرمایا: بخدا!

میں تمہیں کوئی سواری نہیں دوں گا، اور اتفاقاً میں آپؐ سے ملا، درانحالیکہ آپؐ غصہ میں تھے، اور میں نہیں جانتا تھا، چنانچہ میں مغموم لوٹا، نبی ﷺ کے انکار کرنے کی وجہ سے اور اس اندیشہ سے کہ نبی ﷺ اپنے دل میں مجھ پر ناراض ہوئے ہوں (معلوم نہیں آپؐ کس پر ناراض تھے مگر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں آپؐ ان پر ناراض نہ ہوئے ہوں) پس میں اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹا اور ان کو وہ بات بتائی جو نبی ﷺ نے فرمائی تھی، پس نہیں ٹھہرا میں مگر تھوڑی دیر (سُوَیْعَۃٌ: سَاعَۃٌ کی تصغیر ہے) کہ اچانک میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو آواز دیتے ہوئے سنا کہ عبداللہ بن قیس کہاں ہیں؟ میں نے ان کو جواب دیا، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ آپ کو یاد فرمارہے ہیں، اور آپ کو بلاتے ہیں، میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ نے فرمایا: ''یہ دو کا جوڑا لو، یہ دو کا جوڑا لو'' چھ اونٹوں کے بارے میں (پس تین مرتبہ جملہ ہونا چاہئے، مگر حدیث میں دو ہی مرتبہ ہے) آپؐ نے خریدا تھا ان کو اسی وقت حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے — آپ ان کو لے کر جائیں اپنے ساتھیوں کے پاس اور کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں یہ اونٹ سواری کے لئے دیئے ہیں، پس ان پر سوار ہوؤ میں ان کو لے کر ساتھیوں کے پاس پہنچا اور کہا: نبی ﷺ نے تمہیں یہ اونٹ سواری کے لئے دیئے ہیں، مگر میں بخدا! نہیں چھوڑوں گا تمہیں، یہاں تک کہ چلیں میرے ساتھ تمہارے بعض اس شخص کی طرف جس نے نبی ﷺ کی بات سنی ہے (معلوم ہوا کہ جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سواریاں طلب کیں اور نبی ﷺ نے انکار کیا تو اس وقت اور بھی لوگ تھے) تاکہ نہ گمان کرو تم کہ میں نے تم سے بیان کی ہے ایسی بات جو نبی ﷺ نے نہیں فرمائی، ساتھیوں نے مجھ سے کہا: بخدا! بیشک آپ ہمارے نزدیک یقیناً سچے ہیں، اور ہم ضرور کریں گے وہ بات جو آپ کو پسند ہے، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ساتھیوں میں سے ایک جماعت کے ساتھ چلے یہاں تک کہ پہنچے وہ ان لوگوں کے پاس جنھوں نے نبی ﷺ سے سواریاں نہ دینے کی بات سنی تھی، پھر آپؐ نے ان کو بعد میں سواریاں دیں، پس بیان کیا انھوں نے اس کے مانند جو بات ان سے ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہی تھی (یعنی ان حضرات نے تصدیق کی کہ ابوموسیٰؓ نے صحیح کہا، پہلے نبی ﷺ نے انکار کیا تھا، پھر بلا کر دیں)

۲-غزوۂ تبوک میں نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر والوں کی ذمہ داری سونپی

جب نبی ﷺ غزوۂ تبوک کے لئے چلے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں رہنے کا حکم دیا، تاکہ وہ آپؐ کے گھروں کو سنبھالیں، اور مجاہدین کے گھروں کی خبر گیری کریں، جب لشکر روانہ ہوا تو منافقین نے کہنا شروع کیا: مَا خَلَفَهُ إِلَّا اسْتِثْقَالاً لَهُ وَتَخْفِيفًا مِنْهُ: علیؓ کو پیچھے اس لئے چھوڑا ہے کہ وہ آپؐ کے لئے بوجھ تھا اس لئے خود کو ہلکا کرلیا، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو انھوں نے ہتھیار اٹھائے اور جُرف مقام میں نبی ﷺ سے جا ملے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! منافقین یہ کہتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: غلط کہتے ہیں، میں نے تم کو عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے چھوڑا ہے اور فرمایا: اے علیؓ! کیا تم

خوش نہیں ہو کہ تم مجھ سے ایسے ہوؤ جیسے ہارونؑ موسیٰؑ سے، یعنی ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کی نیابت کی تھی جب موسیٰ علیہ السلام طور پر تشریف لے گئے تھے، اسی طرح تم میرے پیچھے میری نیابت کروگے، البتہ یہ بات ہے کہ میرے بعد نبی نہیں (ترمذی حدیث ۳۷۵۳)

فائدہ: شیعوں نے اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر استدلال کیا ہے مگر وہ استدلال باطل ہے، کیونکہ ہارون علیہ السلام کی وفات موسیٰ علیہ السلام سے چالیس سال پہلے ہوئی ہے وہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد خلیفہ بلا فصل نہیں بنے، نیز حیات میں خلافت وفات کے بعد خلافت کے لئے مستلزم بھی نہیں، کیونکہ آپؐ نے مختلف اسفار میں مختلف حضرات کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنایا ہے مگر ان کو بعد الوفات خلافت نہیں ملی، نہ فصل کے ساتھ نہ بغیر فصل کے۔

[۴۴۱۶-] حدثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيىَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم خَرَجَ إِلٰى تَبُوْكَ فَاسْتَخْلَفَ عَلِيًّا قَالَ: أَتُخَلِّفُنِىْ فِى الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ؟ قَالَ: "أَلَا تَرْضَى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسَى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِىْ"

وَقَالَ أَبُوْ دَاوُدَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ: سَمِعْتُ مُصْعَبًا. [راجع: ۳۷۰۶]

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ تبوک کی طرف نکلے، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشیں بنایا، انھوں نے عرض کیا: کیا آپؐ مجھے بچوں میں اور عورتوں میں جانشیں بنا رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: کیا خوش نہیں ہو تم کہ ہوؤ مجھ سے ہارونؑ کی جگہ میں موسیٰؑ سے، مگر بیشک شان یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، پھر دوسری سند لائے، اس میں سماع کی صراحت ہے، حکم نے مصعب سے یہ حدیث سنی ہے۔

۳- غزوۂ تبوک میں دو مزدور لڑ پڑے

حضرت یعلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں غزوۂ تبوک میں اپنے ساتھ نوکر لے گیا، سفر میں دونوکروں کے درمیان جھگڑا ہو گیا، دوسرے نوکر نے میرے نوکر کا ہاتھ کاٹا، میرے نوکر نے اپنا ہاتھ چھڑایا تو دوسرے نوکر کا اوپر کا دانت ٹوٹ گیا، وہ فریاد لے کر نبی ﷺ کے پاس گیا اور قصاص کا مطالبہ کیا، آپؐ نے کوئی قصاص نہیں دلوایا، بلکہ اس کو ڈانٹا کہ کیا وہ تیرے منہ میں اپنا ہاتھ دیئے رہتا کہ تو اس کو سانڈ کی طرح چبا تا رہتا؟

[۴۴۱۷-] حدثنا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءً يُخْبِرُ، قَالَ: أَخْبَرَنِىْ صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم الْعُسْرَةَ، قَالَ: كَانَ يَعْلَى يَقُوْلُ: تِلْكَ الْغَزْوَةُ أَوْثَقُ أَعْمَالِىْ عِنْدِىْ، قَالَ عَطَاءٌ: فَقَالَ

صَفْوَانُ: قَالَ يَعْلَى: فَكَانَ لِيْ أَجِيْرٌ فَقَاتَلَ إِنْسَانًا فَعَضَّ أَحَدُهُمَا يَدَ الآخَرِ، قَالَ عَطَاءٌ: فَلَقَدْ أَخْبَرَنِيْ صَفْوَانُ أَيُّهُمَا عَضَّ الآخَرَ، فَنَسِيْتُهُ، قَالَ: فَانْتَزَعَ الْمَعْضُوْضُ يَدَهُ مِنْ فِي الْعَاضِّ، فَانْتَزَعَ إِحْدَى ثَنِيَّتَيْهِ، فَأَتَيَا النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَأَهْدَرَ ثَنِيَّتَهُ، قَالَ عَطَاءٌ: وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "أَفَيَدَعُ يَدَهُ فِيْ فِيْكَ تَقْضَمُهَا كَأَنَّهَا فِيْ فِي فَحْلٍ يَقْضُمُهَا؟"[راجع:۱۸۴۷]

ترجمہ: حضرت یعلیٰؓ کہتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کے ساتھ تنگی کا غزوہ کیا یعنی غزوۂ تبوک میں گیا، یعلیٰؓ کہا کرتے تھے کہ وہ غزوہ میرے نزدیک میرے اعمال میں سب سے مضبوط (اہم) غزوہ ہے، یعلیٰؓ کہتے ہیں: میرا ایک مزدور تھا وہ ایک انسان سے لڑ پڑا، پس دونوں میں سے ایک نے دوسرے کا ہاتھ کاٹا، عطاء بن ابی رباحؒ کہتے ہیں: مجھے حضرت صفوانؒ نے بتلایا تھا کہ دونوں میں سے کس نے کس کا ہاتھ کاٹا تھا، مگر میں اس کو بھول گیا (مسلم شریف (حدیث ۱۶۷۴) میں ہے کہ کاٹنے والا حضرت یعلیٰؓ کا نوکر تھا) حضرت صفوانؒ کہتے ہیں: پس کھینچ دیا اس مزدور نے جس کا ہاتھ کاٹا گیا تھا، اپنے ہاتھ کو کاٹنے والے کے منہ سے، پس اس کے اوپر کے دو دانتوں میں سے ایک دانت ٹوٹ گیا، پس دونوں نبی ﷺ کے پاس پہنچے، آپؐ نے اس کے دانت کو رائگاں کیا، حضرت عطاءؒ کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ حضرت صفوانؒ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "کیا چھوڑے رہتا وہ اپنا ہاتھ تیرے منہ میں، چباتا رہتا تو اس کو گویا وہ ہاتھ مذکر اونٹ کے منہ میں ہے، چباتا ہے وہ اونٹ اس ہاتھ کو"

لغت: الثَّنِيَّة: سامنے والے چار دانتوں میں سے ایک (دو اوپر ہوتے ہیں اور دو نیچے)

بَابُ حَدِيْثِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ

کعب بن مالک انصاری، سَلَمی، خزرجی، اکابر صحابہ میں سے اور بڑے شعراء میں سے ہیں، وہ نبی ﷺ کے شاعر تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہنگامہ میں ان کے مددگار رہے، شہادت عثمان کے بعد گھر میں بیٹھ گئے، آخر عمر میں نابینا ہو گئے، ۷۷ سال کی زندگی پائی اور سن ۵۰ ہجری میں وفات ہوئی۔

تبوک کی جنگ میں شریک نہ ہونے والے تین قسم کے لوگ تھے: ایک: منافقین تھے جو ازراہ شک ونفاق پیچھے رہے تھے، دوم: وہ مؤمنین تھے جو سستی اور تن آسانی کی وجہ سے شریک نہیں ہوئے تھے، ان کی پھر دو قسمیں تھیں: اول: جنھوں نے نبی ﷺ کی واپسی کی اطلاع پا کر خود کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا تھا، جیسے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے چند ساتھی ان کے حق میں جب سورۃ التوبہ کی آیت ۱۰۲ نازل ہوئی تو آپؐ نے ان کو کھول دیا اور قبولِ توبہ کی بشارت سنائی، دوم: تین شخص ایسے تھے جنھوں نے خود کو نہ ستون سے بندھوایا تھا نہ کوئی عذر تراشا تھا، صاف اپنی کوتاہی کا اقرار کیا تھا، ان کے حق

میں سورۃ التوبہ کی آیت ۱۰۶ نازل ہوئی: ﴿وَ آخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللّٰهِ إِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَإِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ، وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾: اور کچھ دوسرے لوگ وہ ہیں جن کا معاملہ اللہ کے حکم سے ڈھیل میں ڈالا گیا ہے، اللہ یا ان کو سزا دیں گے اور یا ان کو معاف کریں گے، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والے حکمت والے ہیں، اور نبی ﷺ نے ان کے حق میں حکم الٰہی کے نزول تک تادیب کے طور پر مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان کا بائکاٹ کیا جائے، پچاس دن تک بائکاٹ چلا، پھر ان کی توبہ نازل ہوئی، یہ تین حضرات: کعب بن مالک، مرارۃ بن الربیع، اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم تھے، ان میں سے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنا واقعہ بسط کے ساتھ اور مؤثر انداز میں بیان کیا ہے:

فرماتے ہیں: تبوک کی مہم چونکہ بہت سخت تھی، اور نبی ﷺ نے صحابہ کو تیاری کا عام حکم دیا تھا، اور لوگ حسب استطاعت سامان سفر مہیا کرنے میں مشغول تھے، مگر میں بے فکر تھا کہ جب چاہوں گا تیار ہو کر نکل جاؤں گا، اس وقت مجھے ہر طرح کا سامان میسر تھا، ایک نہیں دو سواریاں میرے پاس موجود تھیں، میں غفلت کے نشہ میں رہا، اور نبی ﷺ نے تیس ہزار مجاہدین کے ساتھ کوچ کیا، اب مجھے خیال آیا کہ میں رہ گیا، مگر میں نے سوچا کہ میں تیار ہو کر اگلی منزل میں آپؐ سے جاملوں گا، میں اسی امروز وفردا میں رہا کہ نبی ﷺ تبوک پہنچ گئے، وہاں ایک مجلس میں آپؐ نے فرمایا: کعب بن مالکؓ کو کیا ہوا؟ بنوسلمہ کے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! اس کی عیش پسندی اور اعجاب (خود پسندی) نے اس کو نکلنے کی اجازت نہیں دی، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کی تردید کی اور کہا: تم نے بری بات کہی، خدا کی قسم! ہم نے اس میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا، نبی ﷺ سن کر خاموش رہے۔

کعبؓ کہتے ہیں: آپؐ کی تشریف بری کے بعد مجھے سب سے زیادہ وحشت اس بات سے ہوتی تھی کہ مدینہ میں پکے منافقوں یا معذوروں کے سوا مجھے کوئی مرد نظر نہیں آتا تھا، پھر جب نبی ﷺ کی واپسی کی خبریں سنیں تو دل طرح طرح کے بہانے تراشنے لگا کہ واپسی پر یہ عذر کروں گا، وہ عذر کروں گا، مگر جب آپؐ بخیریت واپس آگئے، تو دل سے سارے جھوٹ محو ہو گئے، اور طے کر لیا کہ سچ کے علاوہ کوئی بات نجات دلانے والی نہیں۔

نبی ﷺ مسجد میں رونق افروز ہوئے، صحابہ کا مجمع تھا، منافقین جھوٹے بہانے بنا کر ظاہری گرفت سے بچ رہے تھے، میں اس حال میں آپؐ کے سامنے آیا، میرے سلام کرنے پر آپؐ نے غضب آمیز تبسم فرمایا، اور غیر حاضری کی وجہ دریافت کی، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آج میں کسی دوسرے کے سامنے ہوتا تو زبان زوری سے جھوٹے بہانے بنا کر خود کو بچالیتا، مگر آپؐ کے سامنے اگر میں جھوٹ بول کر آپؐ کو راضی بھی کرلوں تو کچھ وقت کے بعد اللہ تعالیٰ آپؐ کو سچی بات بتا کر مجھ سے ناراض کر دیں گے، اور اگر میں تھوڑی دیر کے لئے آپؐ کی خفگی برداشت کرلوں تو مجھے امید ہے کہ اس کا انجام بہتر ہوگا، یارسول اللہ! واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس غیر حاضری کا کوئی عذر نہیں، میرے پاس تبوک کی روانگی کے وقت اتنی فراخی اور مقدرت حاصل تھی جو مجھے کبھی حاصل نہیں ہوئی، میں مجرم ہوں آپؐ میرے بارے میں جو چاہیں فیصلہ فرمائیں، آپؐ نے

فرمایا: یہ شخص ہے جس نے سچی بات کہی ہے، جاؤ اور خدائی فیصلہ کا انتظار کرو۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے تحقیق کی کہ اور کسی کے ساتھ میرے جیسا معاملہ پیش آیا ہے؟ معلوم ہوا کہ حضرت ہلال بن امیہ اور مرارۃ بن الربیع رضی اللہ عنہما کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ پیش آیا ہے، ہم تینوں کے بارے میں نبی ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ کوئی ہم سے بات نہ کرے، چنانچہ کوئی مسلمان ہم سے بات نہیں کرتا تھا، نہ سلام کا جواب دیتا تھا، میرے دو ساتھی تو خانہ نشیں ہوگئے، رات دن گھر میں روتے رہتے تھے، مگر میں مضبوط آدمی تھا، مسجد میں نماز کے لئے جاتا، نبی ﷺ کو سلام کرتا اور دیکھتا کہ جواب میں ہونٹ ہلے یا نہیں؟ جب میں حضور ﷺ کی طرف دیکھتا تو آپؐ میری طرف سے نظر پھیر لیتے۔

اسی اثناء میں ایک دن ایک شخص نے غسان کے بادشاہ کا خط مجھے دیا جس میں میری مصیبت پر اظہارِ ہمدردی کے بعد دعوت دی تھی کہ میں اس کے ملک میں چلا جاؤں، وہاں میری بہت آؤ بھگت ہوگی، میں نے خط پڑھ کر کہا: یہ نیا امتحان آ گیا، پھر میں نے وہ خط چولھے میں جھونک دیا۔

چالیس دن کے بعد نیا حکم یہ پہنچا کہ میں اپنی بیوی سے علاحدہ رہوں، چنانچہ میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا: اپنے میکہ چلی جاؤ، اور جب تک اللہ کے یہاں سے میرے حق میں کوئی فیصلہ نہ آئے وہیں رہو، پچاس دن اس حالت میں گذرے کہ اللہ کی زمین مجھ پر باوجود فراخی کے تنگ ہوگئی، زندگی موت سے زیادہ دشوار معلوم ہوتی تھی کہ ایک صبح جبل سَلع سے آواز آئی: اے کعب بن مالک! خوشخبری سن لو، میں سنتے ہی سجدہ میں گر پڑا، آخر شب میں نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع ملی کہ ہماری توبہ قبول ہوگئی، آپؐ نے فجر کی نماز کے بعد صحابہ کو مطلع کیا، ایک سوار میری طرف دوڑتا ہوا آیا، مگر دوسرے نے پہاڑ پر چڑھ کر زور سے پکارا، اس کی آواز سوار سے پہلے پہنچ گئی، اور میں نے اپنے بدن کے کپڑے اتار کر پکارنے والے کو دیدیئے۔

پھر میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، لوگ جوق جوق آتے تھے اور مجھے مبارک باد دیتے تھے، مہاجرین میں سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر مصافحہ کیا، نبی ﷺ کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا، آپؐ نے فرمایا: اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی، حضرت کعبؓ نے کہا: اس توبہ کا تتمہ یہ ہے کہ میں اپنا کل مال اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں، آپؐ نے فرمایا: سب نہیں، کچھ اپنے لئے روک لو، چنانچہ میں نے خیبر کی جائداد روک لی اور باقی مال صدقہ کر دیا۔

ان تین حضرات کی توبہ میں جن کا معاملہ پیچھے رکھا گیا تھا یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا أَنْ لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ، ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾: اور (اللہ تعالیٰ مہربان ہوئے) ان تین شخصوں پر جن کو پیچھے رکھا گیا تھا، یہاں تک کہ جب ان پر زمین کشادہ ہونے کے باوجود تنگ ہوگئی، اور ان کی جانیں عاجز آگئیں، اور وہ سمجھ گئے کہ کہیں پناہ نہیں اللہ

سے مگر اسی کی طرف، پھر اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہوئے تاکہ وہ پھر آئیں، بیشک اللہ تعالیٰ بڑے مہربان رحم فرمانے والے ہیں۔

[۸۰-] بَابُ حَدِيْثِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ [التوبة: ١١٨]

[٤٤١٨-] حدثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ - وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيْهِ حِيْنَ عَمِيَ - قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ قِصَّةِ تَبُوْكَ، قَالَ كَعْبٌ: لَمْ أَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا إِلَّا فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ، غَيْرَ أَنِّيْ كُنْتُ تَخَلَّفْتُ فِيْ غَزْوَةِ بَدْرٍ، وَلَمْ يُعَاتِبْ أَحَدًا تَخَلَّفَ عَنْهَا، إِنَّمَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُرِيْدُ عِيْرَ قُرَيْشٍ حَتَّى جَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلَى غَيْرِ مِيْعَادٍ، وَلَقَدْ شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِيْنَ تَوَاثَقْنَا عَلَى الإِسْلَامِ، وَمَا أُحِبُّ أَنَّ لِيْ بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ، وَإِنْ كَانَتْ بَدْرٌ أَذْكَرَ فِي النَّاسِ مِنْهَا.

ترجمہ: (حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے چار لڑکے تھے، جن کے نام حاشیہ میں ہیں، ان میں سے عبداللہ اندھے کی لاٹھی تھے، وہ نابینا ہوگئے تھے) عبداللہؒ کہتے ہیں: میں نے کعب بن مالکؓ کو تبوک کا واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا، جب وہ پیچھے رہ گئے، یعنی وہ اپنے پیچھے رہنے کا واقعہ بیان کیا کرتے تھے، کعبؓ نے کہا: نہیں پیچھے رہا میں نبی ﷺ سے کسی بھی ایسے جہاد میں جو آپؐ نے کیا مگر تبوک کے جہاد میں، البتہ میں پیچھے رہ گیا تھا بدر کے جہاد میں، اور نہیں سرزنش کی آپؐ نے کسی کو جو غزوۂ بدر سے پیچھے رہا تھا (کیونکہ) نبی ﷺ نکلے تھے قریش کے تجارتی قافلہ کا ارادہ کرکے یہاں تک کہ اکٹھا کردیا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے درمیان اور ان کے دشمنوں کے درمیان کسی سابق پروگرام کے بغیر اور میں نبی ﷺ کے ساتھ لیلۃ العقبہ میں حاضر ہوا ہوں، جب ہم نے عہد و پیمان کیا مسلمان ہونے پر اور نہیں پسند کرتا میں کہ ہو میرے لئے لیلۃ العقبہ کے بدل غزوۂ بدر یعنی میرے نزدیک غزوۂ بدر سے زیادہ اہمیت لیلۃ العقبہ کی ہے، اگرچہ لوگوں میں لیلۃ العقبہ سے زیادہ شہرت غزوۂ بدر کی ہے (یہ حضرت کعبؓ کی رائے ہے اور دیگر صحابہ و تابعین اور علماء کی رائے یہ ہے کہ بدر کا مقام و مرتبہ لیلۃ العقبہ سے بلند ہے، احادیث سے بھی بدر کی اور شرکاءِ بدر کی فضیلت زیادہ معلوم ہوتی ہے)

كَانَ مِنْ خَبَرِيْ: أَنِّيْ لَمْ أَكُنْ قَطُّ أَقْوَى وَلَا أَيْسَرَ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْهُ فِيْ تِلْكَ الْغَزَاةِ، وَاللّٰهِ! مَا اجْتَمَعَتْ عِنْدِيْ قَبْلَهُ رَاحِلَتَانِ قَطُّ حَتَّى جَمَعْتُهُمَا فِيْ تِلْكَ الْغَزْوَةِ، وَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُرِيْدُ غَزْوَةً إِلَّا وَرَّى بِغَيْرِهَا حَتَّى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ، غَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ حَرٍّ شَدِيْدٍ وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيْدًا وَمَفَازًا وَعَدُوًّا كَثِيْرًا، فَجَلَّى لِلْمُسْلِمِيْنَ أَمْرَهُمْ لِيَتَأَهَّبُوْا أُهْبَةَ

غَزْوِهِمْ، فَأَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِىْ يُرِيْدُ، وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَثِيْرٌ وَلَايَجْمَعُهُمْ كِتَابٌ حَافِظٌ – يُرِيْدُ الدِّيْوَانَ – قَالَ كَعْبٌ: فَمَا رَجُلٌ يُرِيْدُ أَنْ يَتَغَيَّبَ إِلَّا ظَنَّ أَنْ سَيُخْفٰى لَهُ مَالَمْ يُنْزَلْ فِيْهِ وَحْىُ اللّٰهِ، وَغَزَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم تِلْكَ الْغَزْوَةَ حِيْنَ طَابَتِ الثِّمَارُ وَالظِّلَالُ، وَتَجَهَّزَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَهُ، فَطَفِقْتُ أَغْدُوْ لِكَىْ أَتَجَهَّزَ مَعَهُمْ، فَأَرْجِعُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا، فَأَقُوْلُ فِىْ نَفْسِىْ: وَأَنَا قَادِرٌ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَزَلْ يَتَمَادٰى بِىْ حَتّٰى اشْتَدَّ بِالنَّاسِ الْجِدُّ، فَأَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَهُ وَلَمْ أَقْضِ مِنْ جَهَازِىْ شَيْئًا، فَقُلْتُ: أَتَجَهَّزُ بَعْدَهُ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ ثُمَّ أَلْحَقُهُمْ، فَغَدَوْتُ بَعْدَ أَنْ فَصَلُوْا لِأَتَجَهَّزَ فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا، ثُمَّ غَدَوْتُ فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا، فَلَمْ يَزَلْ بِىْ حَتّٰى أَسْرَعُوْا وَتَفَارَطَ الْغَزْوُ، وَهَمَمْتُ أَنْ أَرْتَحِلَ فَأُدْرِكَهُمْ وَلَيْتَنِىْ فَعَلْتُ، فَلَمْ يُقَدَّرْ لِىْ ذٰلِكَ، فَكُنْتُ إِذَا خَرَجْتُ فِى النَّاسِ بَعْدَ خُرُوْجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَطُفْتُ فِيْهِمْ أَحْزَنَنِىْ أَنِّىْ لَا أَرٰى إِلَّا رَجُلًا مَغْمُوْصًا عَلَيْهِ النِّفَاقُ أَوْ رَجُلًا مِمَّنْ عَذَرَ اللّٰهُ مِنَ الضُّعَفَاءِ، وَلَمْ يَذْكُرْنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حَتّٰى بَلَغَ تَبُوْكَ، فَقَالَ وَهُوَ جَالِسٌ فِى الْقَوْمِ بِتَبُوْكَ: "مَا فَعَلَ كَعْبٌ؟" فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِىْ سَلِمَةَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! حَبَسَهُ بُرْدَاهُ وَنَظَرُهُ فِىْ عِطْفَيْهِ فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ: بِئْسَ مَا قُلْتَ، وَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا، فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم.

ترجمہ: اور میرا کچھ واقعہ یہ ہے کہ میں نہیں تھا کبھی بھی زیادہ طاقت وراور زیادہ مالدار جس وقت پیچھے رہا میں نبی ﷺ سے اس جہاد میں، بخدا! نہیں اکٹھا ہوئیں میرے پاس اس سے پہلے دوسواریاں کبھی بھی، یہاں تک کہ جمع کیا میں نے دونوں کو اس جہاد میں، اور نبی ﷺ نہیں ارادہ کرتے تھے کسی غزوہ کا مگر توریہ کرتے تھے اس کے علاوہ کے ساتھ، یہاں تک کہ ہوا یہ غزوہ، اس کو رسول اللہ ﷺ نے کیا سخت گرمی میں، پس سامنا کیا آپؐ نے دور دراز سفر کا اور جنگلات کا، اور دشمنوں کی بہت بڑی تعداد کا، پس کھولا مسلمانوں کے لئے ان کا معاملہ تاکہ تیاری کرلیں وہ اپنے جہاد کی پوری تیاری، پس اطلاع دی آپؐ نے ان کو اپنے اس رخ کی جس کا ارادہ تھا اور مسلمان نبی ﷺ کے پاس بڑی تعداد میں تھے، اور نہیں جمع کرتا تھا ان کو کوئی رجسٹر —— امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں: کتاب سے مراد دفتر ہے —— حضرت کعبؓ کہتے ہیں: پس نہیں تھا کوئی شخص جو چاہتا کہ غیر حاضر رہے مگر خیال کرتا تھا وہ کہ وہ نبی ﷺ کے لئے پوشیدہ رہ جائے گا جب تک نہ اتاری جائے گی اس کے حق میں اللہ کی وحی۔ اور غزوہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے وہ غزوہ جب پھل اور سایے اچھے ہوگئے، اور تیاری کی نبی ﷺ نے، آپؐ کے ساتھ مسلمانوں نے، پس صبح کرتا تھا میں کہ تیاری کروں، پس لوٹتا تھا میں اور میں نے کوئی تیاری نہیں کی ہوتی تھی، اور میں اپنے دل میں سوچتا تھا کہ میں قادر ہوں تیاری کرنے پر، پس برابر لیت ولعل ہوتی رہی میرے ساتھ یہاں تک

کہ لوگ بہت تیزی سے منزل کی طرف بڑھنے لگے، پس نبی ﷺ نے صبح کی اور مسلمانوں نے آپؐ کے ساتھ، اور میں اپنے سامان میں سے کچھ بھی تیار نہ کرسکا، میں نے سوچا: ایک یا دو دن کے بعد سامان تیار کرلوں گا، پھران سے جاملوں گا، پس صبح کی میں نے ان حضرات کے روانہ ہونے کے بعد کہ تیاری کروں میں، پس لوٹا میں اور میں نے کچھ بھی تیاری نہیں کی، پھر صبح کی میں نے پس لوٹا میں اور میں نے کچھ بھی تیاری نہیں کی، میرا یہی حال رہا، یہاں تک کہ فوج تیزی سے آگے نکل گئی، اور میرے ہاتھ سے جہاد نکل گیا، اور میں نے ارادہ کیا کہ میں کوچ کروں گا اور ان کو پالوں گا اور کاش میں نے ایسا کیا ہوتا، پس نہیں مقدر کی گئی میرے لئے یہ بات، پس جب میں نکلتا تھا لوگوں میں نبی ﷺ کی تشریف بری کے بعد اور میں لوگوں میں گھومتا تھا تو غمگین کرتی تھی مجھے یہ بات کہ نہیں دیکھتا تھا میں مگر ایسے آدمی کو جو نفاق کے ساتھ مطعون تھا یا ایسے معذور کو جس کو اللہ تعالیٰ نے معافی دیدی تھی، اور نہیں تذکرہ کیا میرا نبی ﷺ نے یہاں تک کہ آپؐ تبوک پہنچے، پس آپؐ نے فرمایا: درانحالیکہ آپؐ تبوک میں تشریف فرما تھے: کعبؓ نے کیا کیا؟ پس بنوسلمہ کے ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! روک دیا اس کو اس کی چادر نے اور اس کے دیکھنے نے اس کے دونوں پلوں میں یعنی خود پسندی نے، پس حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے بری بات کہی، بخدا! یا رسول اللہ! نہیں جانتے ہم ان کے بارے میں مگر اچھی بات، پس نبی ﷺ خاموش رہے۔

قَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ: فَلَمَّا بَلَغَنِيْ أَنَّـهُ تَوَجَّهَ قَافِلاً حَضَرَنِيْ هَمِّيْ، وَطَفِقْتُ أَتَذَكَّرُ الْكَذِبَ، وَأَقُوْلُ: بِمَاذَا أَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ غَدًا؟ وَاسْتَعَنْتُ عَلٰى ذٰلِكَ بِكُلِّ ذِيْ رَأْيٍ مِنْ أَهْلِيْ، فَلَمَّا قِيْلَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَدْ أَظَلَّ قَادِمًا زَاحَ عَنِّي الْبَاطِلُ، وَعَرَفْتُ أَنِّي لَنْ أَخْرُجَ مِنْهُ أَبَدًا بِشَيْئٍ فِيْهِ كَذِبٌ، فَأَجْمَعْتُ صِدْقَهُ، وَأَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَادِمًا وَكَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَيَرْكَعُ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَعَلَ ذٰلِكَ جَاءَهُ الْمُخَلَّفُوْنَ، فَطَفِقُوْا يَعْتَذِرُوْنَ إِلَيْهِ، وَيَحْلِفُوْنَ لَهُ، وَكَانُوْا بِضْعَةً وَثَمَانِيْنَ رَجُلاً، فَقَبِلَ مِنْهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلاَنِيَتَهُمْ وَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَوَكَلَ سَرَائِرَهُمْ إِلَى اللّٰهِ، فَجِئْتُهُ فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ الْمُغْضَبِ، ثُمَّ قَالَ: " تَعَالَ" فَجِئْتُ أَمْشِيْ حَتَّى جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ لِيْ: " مَا خَلَّفَكَ؟ أَلَمْ تَكُنْ قَدِ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ؟" فَقُلْتُ: بَلٰى، إِنِّيْ وَاللّٰهِ لَوْ جَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا لَرَأَيْتُ أَنْ سَأَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ بِعُذْرٍ، وَاللّٰهِ لَقَدْ أُعْطِيْتُ جَدَلاً، وَلٰكِنِّيْ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ حَدِيْثَ كَذِبٍ تَرْضَى بِهِ عَنِّي لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ أَنْ يُسْخِطَكَ عَلَيَّ، وَلَئِنْ حَدَّثْتُكَ حَدِيْثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَيَّ فِيْهِ، إِنِّيْ لَأَرْجُوْ فِيْهِ عَفْوَ اللّٰهِ، لاَ وَاللّٰهِ مَا كَانَ لِيْ مِنْ عُذْرٍ، وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ قَطُّ أَقْوَى وَلاَ أَيْسَرَ مِنِّيْ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " أَمَّا هٰذَا فَقَدْ صَدَقَ فَقُمْ حَتَّى يَقْضِيَ اللّٰهُ فِيْكَ"

ترجمہ: کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پس جب مجھے اطلاع ملی کہ آپؐ مراجعت فرما ہو گئے ہیں تو مجھے بڑی فکر لاحق ہوئی، اور میں نے جھوٹی باتیں یاد کرنی شروع کیں، اور میں نے سوچنا شروع کیا کہ کس طرح نکلوں گا میں آپ ﷺ کی ناراضگی سے آئندہ کل، اور مدد حاصل کی میں نے اس بارے میں میری فیملی کے ہر سمجھ دار سے، پھر جب کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ آنے ہی والے ہیں تو دور ہو گیا مجھ سے باطل اور پہچان لیا میں نے کہ ہرگز نہیں نکل سکتا میں آپؐ کی ناراضگی سے کبھی بھی کسی چیز کے ذریعہ جس میں جھوٹ ہو، پس پختہ ارادہ کیا میں نے آپؐ سے سچ کہنے کا۔

اور صبح کے وقت نبی ﷺ تشریف لے آئے، جب آپؐ کسی سفر سے تشریف لاتے تو مسجد سے ابتداء کرتے، مسجد میں دو رکعتیں پڑھتے، پھر لوگوں سے ملنے کے لئے بیٹھ جاتے، جب نبی ﷺ نے یہ کیا تو آپؐ کے پاس پیچھے رہنے والے آئے اور انھوں نے آپؐ کے سامنے اعذار پیش کرنے شروع کئے اور آپؐ کے سامنے قسمیں کھانی شروع کیں، اور وہ اسّی سے کچھ زیادہ آدمی تھے، پس نبی ﷺ نے ان کے ظاہر کو ان سے قبول کر لیا اور ان کو بیعت کر لیا، اور ان کے لئے استغفار کیا اور ان کے باطن کو اللہ کے حوالے کر دیا، پس میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا جب میں نے آپؐ کو سلام کیا تو آپؐ مسکرائے غضب ناک کے مسکرانے کی طرح، پھر آپؐ نے فرمایا: آجا، پس میں چلا یہاں تک کہ میں آپؐ کے سامنے بیٹھ گیا، آپؐ نے مجھ سے پوچھا: کس چیز نے تمھیں پیچھے رکھا، کیا تم نے اپنی سواری نہیں خریدی تھی؟ میں نے کہا: کیوں نہیں، بیشک میں بخدا! اگر بیٹھتا آپ کے علاوہ کے سامنے دنیاداروں میں سے تو دیکھتا میں کہ عنقریب نکل جاتا میں اس کی ناراضگی سے بہانہ بنا کر، اور بخدا! دیا گیا ہوں میں زور کلام، مگر میں بخدا! یقیناً جانتا ہوں کہ اگر بیان کروں میں آپؐ سے آج ایسی جھوٹی بات جس کے ذریعہ آپؐ مجھ سے راضی ہو جائیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو ناراض کر دیں مجھ سے اور بخدا! اگر بیان کروں میں آپؐ سے سچی بات تو ناراض ہونگے آپؐ مجھ پر اس بات کی وجہ سے مگر میں امید کرتا ہوں سچی بات سے اللہ تعالیٰ کی معافی کی نہیں بخدا! نہیں تھا میرے لئے کوئی عذر، بخدا! نہیں تھا میں زیادہ طاقت ور اور نہ زیادہ مالدار مجھ سے جب پیچھے رہا میں آپؐ سے، پس نبی ﷺ نے فرمایا: رہا یہ شخص تو اس نے یقیناً سچ کہا، اٹھ جاؤ، یہاں تک کہ فیصلہ کریں اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں۔

فَقُمْتُ وَسَارَ رِجَالٌ مِنْ بَنِيْ سَلِمَةَ فَاتَّبَعُوْنِيْ، فَقَالُوْا لِيْ: وَاللّٰهِ مَا عَلِمْنَاكَ كُنْتَ أَذْنَبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ هٰذَا، وَلَقَدْ عَجَزْتَ أَنْ لَا تَكُوْنَ اعْتَذَرْتَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِمَا اعْتَذَرَ إِلَيْهِ الْمُتَخَلِّفُوْنَ، قَدْ كَانَ كَافِيْكَ ذَنْبَكَ اسْتِغْفَارُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَكَ، فَوَ اللّٰهِ مَا زَالُوْا يُؤَنِّبُوْنَنِيْ حَتَّى أَرَدْتُ أَنْ أَرْجِعَ فَأُكَذِّبَ نَفْسِيْ، ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ: هَلْ لَقِيَ هٰذَا مَعِيْ أَحَدٌ؟ قَالُوْا: نَعَمْ، رَجُلَانِ قَالَا مِثْلَ مَا قُلْتَ، فَقِيْلَ لَهُمَا مِثْلَ مَا قِيْلَ لَكَ، فَقُلْتُ: مَنْ هُمَا؟ قَالُوْا: مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْعَمْرِيُّ وَهِلَالُ بْنُ أُمَيَّةَ الْوَاقِفِيُّ، فَذَكَرُوْا لِيْ رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا لِيْ فِيْهِمَا أُسْوَةٌ، فَمَضَيْتُ حِيْنَ ذَكَرُوْهُمَا لِيْ.

ترجمہ: پس میں اٹھا اور بنوسلمہ کے کچھ لوگ چلے، وہ میرے پیچھے آئے، انھوں نے مجھ سے کہا: بخدا! نہیں جانتے ہم کہ تم نے اس سے پہلے کوئی گناہ کیا ہو، اور عاجز رہ گئے تم اس سے کہ کوئی عذر پیش کرتے نبی ﷺ کے سامنے جس طرح آپؐ کے سامنے عذر پیش کیا پیچھے رہنے والوں نے، اور آپ کے گناہ کے لئے کافی تھا نبی ﷺ کا آپ کے لئے استغفار کرنا، پس بخدا! برابر وہ مجھے سرزنش کرتے رہے، یہاں تک کہ ارادہ کیا میں نے کہ لوٹوں اور اپنے آپ کو جھٹلاؤں، پھر میں نے ان سے پوچھا: کیا اس بات سے ملاقات کی میرے ساتھ کسی نے؟ یعنی کسی اور کے ساتھ بھی ایسا معاملہ پیش آیا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں، دو آدمیوں نے کہا ہے آپ کے کہنے کی طرح، پس ان دونوں سے کہہ دی گئی ویسی ہی بات جیسی آپ سے کہی گئی، میں نے پوچھا: وہ دونوں کون ہیں؟ انھوں نے کہا: مرارۃ بن الربیع عمری اور ہلال بن امیہ واقفی، پس تذکرہ کیا انھوں نے میرے لئے ایسے دو نیک آدمیوں کا جو دونوں بدر میں شریک ہوئے ہیں (ابن عبدالبر، ابن الاثیر اور ابن حجر رحمہم اللہ نے دونوں کو بدری صحابہ میں شمار کیا ہے) ان دونوں میں نمونۂ عمل ہے پس چلتا رہا میں جب تذکرہ کیا انھوں نے ان دونوں کا میرے سامنے۔

وَنَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم الْمُسْلِمِيْنَ عَنْ كَلاَمِنَا أَيُّهَا الثَّلاَثَةُ مِنْ بَيْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ، فَاجْتَنَبَنَا النَّاسُ وَتَغَيَّرُوْا لَنَا حَتَّى تَنَكَّرَتْ فِيْ نَفْسِيْ الْأَرْضُ، فَمَا هِيَ الَّتِيْ أَعْرِفُ، فَلَبِثْنَا عَلٰى ذٰلِكَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً، فَأَمَّا صَاحِبَایَ فَاسْتَكَانَا وَقَعَدَا فِيْ بُيُوْتِهِمَا يَبْكِيَانِ، وَأَمَّا أَنَا فَكُنْتُ أَشَبَّ الْقَوْمِ وَأَجْلَدَهُمْ فَكُنْتُ أَخْرُجُ فَأَشْهَدُ الصَّلاَةَ مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَأَطُوْفُ فِي الْأَسْوَاقِ وَلاَ يُكَلِّمُنِيْ أَحَدٌ، وَآتِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ سولم فَأُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِيْ مَجْلِسِهِ بَعْدَ الصَّلاَ ةِ، فَأَقُوْلُ فِيْ نَفْسِيْ: هَلْ حَرَّكَ شَفَتَيْهِ بِرَدِّ السَّلاَمِ عَلَيَّ أَمْ لاَ؟ ثُمَّ أُصَلِّيْ قَرِيْبًا مِنْهُ فَأُسَارِقُهُ النَّظَرَ فَإِذَا أَقْبَلْتُ عَلٰى صَلاَتِيْ أَقْبَلَ إِلَيَّ، وَإِذَا الْتَفَتُّ نَحْوَهُ أَعْرَضَ عَنِّيْ.

ترجمہ: اور نبی ﷺ نے مسلمانوں کو منع کر دیا ہمارے ساتھ گفتگو کرنے سے یعنی ہم تینوں کے ساتھ ان لوگوں کے درمیان سے جو نبی ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے، پس باز رہے ہم سے لوگ اور بدل گئے وہ ہمارے لئے یہاں تک کہ انجانی ہوگئی میرے لئے زمین، نہیں تھی وہ زمین جس کو میں پہچانتا تھا، پس ٹھہرے رہے ہم اس حال میں پچاس راتیں، رہے میرے دو ساتھی تو ان دونوں نے ہمت ہار دی اور وہ دونوں اپنے گھروں میں بیٹھ گئے، رو رہے ہیں دونوں، اور رہا میں تو میں ان میں جوان اور مضبوط تھا، پس میں نکلتا تھا مسلمانوں کے ساتھ، جماعت میں شریک ہوتا تھا، بازاروں میں گھومتا تھا، اور مجھ سے کوئی بولتا نہیں تھا، اور میں نبی ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتا تھا، آپؐ کو سلام کرتا تھا درانحالیکہ آپؐ نماز کے بعد اپنی مجلس میں ہوتے تھے، پس میں دل میں سوچتا کہ سلام کا جواب دینے کے لئے آپؐ نے ہونٹ ہلائے یا نہیں؟ پھر میں آپؐ

کے قریب نماز پڑھتا، اور میں چپکے سے نبی ﷺ کو دیکھتا، جب میں اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو آپؐ میری طرف متوجہ ہوتے، اور جب میں آپؐ کی طرف متوجہ ہوتا تو آپؐ مجھ سے روگردانی کر لیتے۔

حَتَّى إِذَا طَالَ عَلَيَّ ذٰلِكَ مِنْ جَفْوَةِ النَّاسِ، مَشَيْتُ حَتَّى تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ أَبِيْ قَتَادَةَ– وَهُوَ ابْنُ عَمِّيْ وَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ– فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَوَ اللّٰهِ مَا رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا قَتَادَةَ! أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُنِيْ أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ؟ فَسَكَتَ، فَعُدْتُ لَهُ فَنَشَدْتُهُ فَسَكَتَ، فَعُدْتُ لَهُ فَنَشَدْتُهُ، فَقَالَ: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. فَفَاضَتْ عَيْنَايَ وَتَوَلَّيْتُ حَتَّى تَسَوَّرْتُ الْجِدَارَ، قَالَ: فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِيْ بِسُوْقِ الْمَدِيْنَةِ إِذَا نَبَطِيٌّ مِنْ أَنْبَاطِ أَهْلِ الشَّامِ، مِمَّنْ قَدِمَ بِالطَّعَامِ يَبِيْعُهُ بِالْمَدِيْنَةِ، يَقُوْلُ: مَنْ يَدُلُّ عَلٰى كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ؟ فَطَفِقَ النَّاسُ يُشِيْرُوْنَ لَهُ، حَتَّى إِذَا جَاءَ نِيْ دَفَعَ إِلَيَّ كِتَابًا مِنْ مَلِكِ غَسَّانَ، فَإِذَا فِيْهِ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِيْ أَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ، وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللّٰهُ بِدَارِ هَوَانٍ وَلاَ مَضْيَعَةٍ فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِكَ، فَقُلْتُ لَمَّا قَرَأْتُهَا: وَهٰذَا أَيْضًا مِنَ الْبَلَاءِ، فَتَيَمَّمْتُ بِهَا التَّنُّوْرَ فَسَجَرْتُهُ بِهَا حَتَّى إِذَا مَضَتْ أَرْبَعُوْنَ لَيْلَةً مِنَ الْخَمْسِيْنَ إِذَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَأْتِيْنِيْ فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَأْمُرُكَ أَنْ تَعْتَزِلَ امْرَأَتَكَ، فَقُلْتُ: أُطَلِّقُهَا أَمْ مَاذَا أَفْعَلُ؟ قَالَ: لاَ بَلِ اعْتَزِلْهَا وَلاَ تَقْرَبْهَا، وَأَرْسَلَ إِلٰى صَاحِبَيَّ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَقُلْتُ لِامْرَأَتِيْ: الْحَقِيْ بِأَهْلِكِ فَتَكُوْنِيْ عِنْدَهُمْ حَتَّى يَقْضِيَ اللّٰهُ فِي هٰذَا الْأَمْرِ.

ترجمہ: یہاں تک کہ جب لمبی ہوگئی مجھ پر یہ صورت حال یعنی لوگوں کی بے التفاتی تو چلا میں یہاں تک کہ میں نے ابو قتادہؓ کے باغ کی دیوار پھاندی —— اور وہ میرے چچازاد بھائی تھے اور لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب تھے —— میں نے سلام کیا، بخدا! انھوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا، میں نے پوچھا: ابوقتادہ! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا جانتے ہیں آپؓ کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں؟ وہ خاموش رہے، میں نے دوبارہ پوچھا: اور ان کو قسم دی، وہ خاموش رہے، پھر میں نے ان سے سہ بارہ پوچھا اور ان کو قسم دی تو انھوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں (یہ کلام کرنا نہیں بلکہ اپنے اعتقاد کا اظہار ہے، حاشیہ میں مسئلہ لکھا ہے کہ کوئی قسم کھائے کہ وہ فلاں سے بات نہیں کرے گا اور فلاں اس سے کوئی بات دریافت کرے اور وہ اللہ أعلم کہے اور اس کو جواب دینے کا اور سنانے کا ارادہ نہ کرے تو قسم نہیں ٹوٹے گی) پس بہہ پڑیں میری دونوں آنکھیں اور پیٹھ پھیری میں نے، یہاں تک کہ میں نے (باغ سے باہر آنے کے لئے) دیوار پھاندی۔

کعبؓ کہتے ہیں: پس دریں اثناء کہ میں مدینہ کے بازار میں چل رہا تھا، اچانک شام کے نبطیوں میں سے ایک نبطی ان لوگوں میں سے جو غلہ لے کر آتے تھے، مدینہ میں اس کو بیچتے تھے بولا: کون راہنمائی کرے گا میری کعب بن مالکؓ کی طرف؟ پس لوگوں نے اس کو اشارہ کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ جب وہ میرے پاس آیا تو اس نے ایک خط دیا، قبیلہ غسّان

کے بادشاہ کی طرف سے، پس اچانک اس میں تھا: تمہید کے بعد! بیشک شان یہ ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تمہارے حضرت نے تمہارے ساتھ جفا (ظلم وزیادتی) کی ہے اور نہیں گردانا ہے تمہیں اللہ نے رسوائی کی جگہ میں اور نہ ضائع ہونے کی جگہ میں، پس مل جاؤتم ہمارے ساتھ، غم خواری کریں گے ہم آپ کی پس جب میں نے خط پڑھا تو کہا: یہ نئی آزمائش ہے! پس قصد کیا میں نے خط کے ساتھ چولھے کا، اور جھونک دیا میں نے اس کو اس میں۔

یہاں تک کہ جب پچاس میں سے چالیس راتیں گذرگئیں اچانک رسول اللہ ﷺ کا قاصد میرے پاس آیا اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ اپنی بیوی سے علاحدہ رہیں، میں نے پوچھا: طلاق دیدوں اس کو یا کیا کروں؟ اس نے کہا: نہیں، بلکہ علاحدہ رہیں اس سے اور اس سے صحبت نہ کریں، اور بھیجا میرے دونوں ساتھیوں کے پاس ایسا ہی پیغام پس میں نے اپنی بیوی سے کہا: اپنے میکے چلی جاؤ اور وہیں رہو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں فیصلہ کریں۔

قَالَ كَعْبٌ: فَجَاءَ تِ امْرَأَةُ هِلاَلِ بْنِ أُمَيَّةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ هِلاَلَ بْنَ أُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ لَيْسَ لَهُ خَادِمٌ فَهَلْ تَكْرَهُ أَنْ أَخْدُمَهُ؟ قَالَ:" لاَ وَلٰكِنْ لاَ يَقْرَبْكِ" قَالَتْ: إِنَّهُ وَاللّٰهِ مَابِهِ حَرَكَةٌ إِلٰى شَيْئٍ، وَاللّٰهِ مَازَالَ يَبْكِيْ مُنْذُ كَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَاكَانَ إِلٰى يَوْمِهِ هٰذَا، فَقَالَ لِيْ بَعْضُ أَهْلِيْ: لَوِ اسْتَأْذَنْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ امْرَأَتِكَ كَمَا أَذِنَ لِامْرَأَةِ هِلاَلِ بْنِ أُمَيَّةَ أَنْ تَخْدُمَهُ، فَقُلْتُ: وَاللّٰهِ لاَ أَسْتَأْذِنُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَمَا يُدْرِيْنِيْ مَا يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا اسْتَأْذَنْتُهُ فِيْهَا، وَأَنَا رَجُلٌ شَابٌّ؟ فَلَبِثْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ عَشْرَ لَيَالٍ حَتّٰى كَمُلَتْ لَنَا خَمْسُوْنَ لَيْلَةً مِنْ حِيْنَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ كَلاَمِنَا، فَلَمَّا صَلَّيْتُ صَلاَةَ الْفَجْرِ صُبْحَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً وَأَنَا عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِنَا، فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عَلٰى الْحَالِ الَّذِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ قَدْ ضَاقَتْ عَلَيَّ نَفْسِيْ وَضَاقَتْ عَلَيَّ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ، سَمِعْتُ صَوْتَ صَارِخٍ فَأَوْفٰى عَلٰى جَبَلِ سَلْعٍ بِأَعْلٰى صَوْتِهِ: يَا كَعْبُ بْنَ مَالِكٍ! أَبْشِرْ. قَالَ: فَخَرَرْتُ سَاجِدًا، وَقَدْ عَرَفْتُ أَنْ قَدْ جَاءَ فَرَجٌ، وَآذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِتَوْبَةِ اللّٰهِ عَلَيْنَا حِيْنَ صَلّٰى صَلاَةَ الْفَجْرِ، فَذَهَبَ النَّاسُ يُبَشِّرُوْنَّا، وَذَهَبَ قِبَلَ صَاحِبَيَّ مُبَشِّرُوْنَ، وَرَكَضَ إِلَيَّ رَجُلٌ فَرَسًا وَسَعٰى سَاعٍ مِنْ أَسْلَمَ، فَأَوْفٰى عَلٰى الْجَبَلِ وَكَانَ الصَّوْتُ أَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ، فَلَمَّا جَاءَ نِيْ الَّذِيْ سَمِعْتُ صَوْتَهُ يُبَشِّرُنِيْ نَزَعْتُ لَهُ ثَوْبَيَّ فَكَسَوْتُهُ إِيَّاهُمَا بِبُشْرَاهُ، وَاللّٰهِ مَا أَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ، وَاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا، وَانْطَلَقْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَيَتَلَقَّانِيْ النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا، يَهَنِّئُوْنِّيْ بِالتَّوْبَةِ يَقُوْلُوْنَ: لِتَهْنِكَ تَوْبَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ!

ترجمہ: کعبؓ نے کہا: پس ہلال بن امیہؓ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں، اور انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہلال بن امیہؓ بہت کمزور بوڑھے ہیں، ان کا کوئی خادم نہیں، پس کیا آپؐ ناپسند کرتے ہیں کہ میں ان کی خدمت

کروں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، مگر وہ آپ سے صحبت نہ کریں، انھوں نے کہا: بخدا! نہیں ہے ان میں کسی چیز کی طرف کوئی حرکت، بخدا! وہ رورہے ہیں آج تک جب سے ہوا ہے ان کے معاملہ میں جو ہوا ہے، پس مجھ سے میری فیملی کے کچھ لوگوں نے کہا: اگر آپ اجازت لے لیں رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی کے معاملہ میں جیسا اجازت دی ہلال بن امیہؓ کی بیوی کو کہ وہ ان کی خدمت کرے، میں نے جواب دیا: بخدا! نہیں اجازت لوں گا میں بیوی کے معاملہ میں نبی ﷺ سے اور میں نہیں جانتا کہ کیا فرمائیں گے نبی ﷺ جب ان سے میں اجازت طلب کروں گا بیوی کے معاملہ میں جبکہ میں جوان ہوں؟ پس ٹھہرا رہا میں اس کے بعد دس راتیں یہاں تک کہ پوری ہوگئیں ہمارے لئے پچاس راتیں، جب سے منع کیا رسول اللہ ﷺ نے ہمارے ساتھ گفتگو کرنے سے، پھر جب پچاسویں رات کی صبح ہوئی اور میں نے فجر کی نماز پڑھی درانحالیکہ میں ہمارے گھروں میں سے ایک گھر کی چھت پر تھا، پس دریں اثناء کہ میں بیٹھا ہوا تھا اس حالت میں جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ تنگ آچکا تھا مجھ پر میرا دل اور تنگ ہوگئی تھی مجھ پر زمین کشادگی کے باوجود، پس سنی میں نے ایک پکارنے والے کی آواز جو جبل سلع پر چڑھا تھا، اپنی بلند آواز کے ساتھ کہہ رہا تھا، اے کعب بن مالکؓ! خوشخبری سن لو، کعبؓ کہتے ہیں: پس میں سجدہ میں گر پڑا، اور میں سمجھ گیا کہ کشادگی آگئی، اور رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے متوجہ ہونے کو بتلایا ان تین پر، جب آپؐ نے فجر کی نماز پڑھی، پس لوگ آنے لگے، خوشخبری دے رہے تھے وہ ہمیں، اور گئے میرے دوساتھیوں کی طرف خوشخبری دینے والے اور گھوڑے کو ایڑ کی ایک آدمی نے میری طرف آنے کے لئے اور قبیلہ اسلم کا ایک دوڑنے والا دوڑا، پس وہ پہاڑ پر چڑھا اور تھی آواز زیادہ جلدی پہنچنے والی گھوڑے سے، پس جب آیا میرے پاس وہ شخص جس کی آواز میں نے سنی تھی جو مجھے خوشخبری دے رہا تھا تو نکالے میں نے اس کے لئے اپنے دونوں کپڑے، پس پہنائے میں نے اس کو وہ دونوں کپڑے اس کے خوشخبری سنانے کی وجہ سے، بخدا! نہیں مالک تھا میں ان کپڑوں کے علاوہ کا اس دن، اور عاریت پر مانگے میں نے دو کپڑے، پس پہنا میں نے ان دونوں کو اور میں نبی ﷺ کی طرف چلا پس لوگ مجھ سے ملاقات کرتے تھے فوج فوج، مبارک باد دیتے تھے وہ مجھے توبہ کی، کہتے تھے: مبارک ہو! اللہ تعالیٰ کا متوجہ ہونا آپ پر۔

قَالَ كَعْبٌ: حَتَّى دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم جَالِسٌ حَوْلَهُ النَّاسُ، فَقَامَ إِلَيَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ يُهَرْوِلُ حَتَّى صَافَحَنِيْ وَهَنَّأَنِيْ، وَاللّٰهِ مَا قَامَ إِلَيَّ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ غَيْرُهُ، وَلاَ أَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ، قَالَ كَعْبٌ: فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُوْرِ: " أَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ" قَالَ: قُلْتُ: أَمِنْ عِنْدِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَمْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ؟ قَالَ: " لاَ، بَلْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ" وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتَّى كَأَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ، وَكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ مِنْهُ، فَلَمَّا جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِيْ صَدَقَةً إِلَى اللّٰهِ وَإِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ، قَالَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ" قُلْتُ: فَإِنِّيْ أُمْسِكُ سَهْمِيْ الَّذِيْ بِخَيْبَرَ، فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ اللّٰهَ إِنَّمَا نَجَّانِيْ بِالصِّدْقِ، وَإِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ أَنْ لاَ أُحَدِّثَ إِلَّا صِدْقًا مَا بَقِيْتُ، فَوَ اللّٰهِ مَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ أَبْلاَهُ اللّٰهُ فِيْ صِدْقِ الْحَدِيْثِ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا أَحْسَنَ مِمَّا أَبْلاَنِيْ، وَمَا تَعَمَّدْتُ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا كَذِبًا، وَإِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ يَحْفَظَنِيَ اللّٰهُ فِيْمَا بَقِيْتُ، وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ﴿لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ:﴿وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ﴾ فَوَ اللّٰهِ مَا أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ نِعْمَةٍ قَطُّ بَعْدَ أَنْ هَدَانِيْ لِلإِسْلاَمِ أَعْظَمَ فِيْ نَفْسِيْ مِنْ صِدْقِيْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ لاَ أَكُوْنَ كَذَبْتُهُ، فَأَهْلِكَ كَمَا هَلَكَ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا، فَإِنَّ اللّٰهَ قَالَ لِلَّذِيْنَ كَذَبُوْا حِيْنَ أُنزِلَ الْوَحْيُ شَرَّ مَاقَالَ لِأَحَدٍ، فَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: ﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ:﴿ فَإِنَّ اللّٰهَ لاَ يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِيْنَ﴾ قَالَ كَعْبٌ: وَكُنَّا تُخُلِّفْنَا أَيُّهَا الثَّلاَثَةُ عَنْ أَمْرِ أُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ قَبِلَ مِنْهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حِيْنَ حَلَفُوْا لَهُ، فَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَأَرْجَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَمْرَنَا حَتّٰى قَضَى اللّٰهُ فِيْهِ، فَبِذٰلِكَ قَالَ اللّٰهُ:﴿وَعَلَى الثَّلاَثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ وَلَيْسَ لِلَّذِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ مِمَّا خُلِّفْنَا عَنِ الْغَزْوِ، وَإِنَّمَا هُوَ تَخْلِيْفُهُ إِيَّانَا وَإِرْجَاؤُهُ أَمْرَنَا عَمَّنْ حَلَفَ لَهُ وَاعْتَذَرَ إِلَيْهِ فَقَبِلَ مِنْهُ.[راجع: ۲۷۵۷]

ترجمہ: کعبؓ نے کہا: جب میں مسجد میں داخل ہوا تو نبی ﷺ بیٹھے ہوئے تھے آپؐ کے گرد لوگ تھے، پس میری طرف لپکے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ، یہاں تک کہ مصافحہ کیا انھوں نے مجھ سے اور مبارک بادی انھوں نے مجھے، بخدا! نہیں اٹھا میری طرف مہاجرین میں سے کوئی ان کے علاوہ اور نہیں بھولتا میں حضرت طلحہؓ کی اس بات کو۔

کعبؓ نے کہا: جب میں نے نبی ﷺ کو سلام کیا تو آپؐ نے فرمایا درانحالیکہ آپؐ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا: ''خوشخبری سن لے بہتر دن کی جو گذرا تجھ پر جب سے جنا تجھ کو تیری ماں نے'' کعبؓ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: کیا آپؐ کی طرف سے ہے اے اللہ کے رسول یا اللہ کی طرف سے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، بلکہ اللہ کے پاس سے ہے، اور نبی ﷺ جب خوش ہوتے تھے تو آپؐ کا چہرہ روشن ہوجاتا تھا، یہاں تک کہ گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے، اور ہم آپؐ کی یہ بات پہچانتے تھے، پس جب میں آپؐ کے سامنے بیٹھا تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری توبہ میں یہ بات ہے کہ نکل جاؤں میں میرے مال سے بطور خیرات کے اللہ کی بارگاہ میں اور اللہ کے رسول کی خدمت میں، نبی ﷺ نے فرمایا: ''اپنے پاس روک لو اپنا کچھ مال، یہ تمہارے لئے بہتر ہے'' میں نے کہا: میں روکتا ہوں اپنا وہ حصہ جو خیبر میں ہے، پھر میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ بولنے ہی کی وجہ سے نجات بخشی ہے، اور میری توبہ میں سے یہ بات بھی ہے کہ نہیں بولوں

گا میں مگر سچ، جب تک زندہ رہوں گا، پس بخدا! نہیں جانتا میں کسی کو مسلمانوں میں سے کہ آزمایا ہو اس کو اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کے معاملہ میں، جب سے ذکر کی میں نے یہ بات نبی ﷺ کے سامنے میرے آج کے دن تک، زیادہ بہتر اس سے جو آزمایا اللہ نے مجھے یعنی بڑے سخت حالات پیش آئے، مگر میں نے ہر مرتبہ سچ ہی بولا، اور نہیں ارادہ کیا میں نے جب سے ذکر کی میں نے یہ بات نبی ﷺ کے سامنے میرے آج کے دن تک کسی جھوٹ کا، یعنی اس دن کے بعد میں نے کبھی کوئی جھوٹ نہیں بولا، بیشک میں البتہ امید رکھتا ہوں کہ حفاظت فرمائیں گے اللہ تعالیٰ میری میری باقی زندگی میں اور اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر سورۃ التوبہ کی آیت ۱۱۷-۱۱۹ اتاریں۔ پس بخدا! اللہ تعالیٰ نے مجھے کبھی کوئی نعمت نہیں بخشی، اسلام کی ہدایت دینے کے بعد، زیادہ بڑی میرے نزدیک میرے سچ بولنے سے نبی ﷺ کے سامنے کہ نہیں جھوٹ بولا میں نے آپؐ سے، پس میں ہلاک ہو جاتا جیسا ہلاک ہو گئے وہ لوگ جنھوں نے جھوٹ بولا، اور بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان لوگوں کے حق میں جنھوں نے جھوٹ بولا، جب اتاری گئی وحی سخت سے سخت بات جو اللہ نے کسی کے لئے فرمائی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبہ کی آیات ۹۵و۹۶ نازل کیں ﴿سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ﴾ کعبؓ نے فرمایا: ہم پیچھے کر دیئے گئے تھے یعنی تینوں حضرات ان لوگوں کے معاملہ سے جن کی طرف سے نبی ﷺ نے معذرت قبول کر لی تھی جب انھوں نے قسم کھائی تھی آپؐ کے سامنے پس آپؐ نے ان کو بیعت کر لیا تھا اور ان کے لئے استغفار کیا تھا، اور مؤخر کیا تھا نبی ﷺ نے ہمارے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے فیصلہ تک اس معاملہ میں، چنانچہ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾: (اور اللہ تعالیٰ نے توجہ فرمائی) ان تین شخصوں پر جو پیچھے کئے گئے یعنی ان کے معاملہ کو پیچھے ڈالا گیا، فوراً ان کی توبہ قبول نہیں کی گئی، اور اس ارشاد پاک کا جس کو اللہ نے ذکر کیا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم جہاد سے پیچھے رہ گئے، بلکہ اس کا مطلب نبی ﷺ کا ہم کو پیچھے کرنا ہے اور حضور ﷺ کا مؤخر کرنا ہے ہمارے معاملہ کو ان لوگوں سے جنھوں نے آپؐ کے سامنے قسمیں کھائیں، اور آپؐ سے معذرت طلب کی، پس آپؐ نے ان کی طرف سے قبول کر لیا۔

آیات ۹۵ و۹۶: ﴿سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ، فَأَعْرِضُوْا عَنْهُمْ، إِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ، جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ، يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ، فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضَى عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِيْنَ﴾:

ترجمہ: اب تمہارے سامنے منافقین اللہ کی قسمیں کھائیں گے (کہ ہم معذور تھے) جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تا کہ تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو، سو تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو، وہ بالکل گندے لوگ ہیں، اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے ان کاموں کے بدلہ میں جو وہ کیا کرتے تھے، یہ لوگ اس لئے قسمیں کھائیں گے کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، پس اگر تم ان سے راضی ہو گئے تو (ان کو کیا نفع ہوگا؟ کیونکہ) اللہ تعالیٰ تو ایسے شریر لوگوں سے راضی نہیں ہوتے۔

قولہ: ولیس للذی ذکر اللہ إلخ: اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ آیت میں خُلِّفُوْا کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ غزوہ

سے پیچھے رہ گئے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا معاملہ پیچھے کردیا گیا، فوراً ان کی توبہ قبول نہیں کی گئی، پچاس دنوں کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی۔

سورۃ التوبہ کی آیات ۱۱۷-۱۱۹

﴿لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ، إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتَّى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا أَنْ لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ، ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا، إِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ﴾

ترجمہ: البتہ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توجہ فرمائی نبی ﷺ پر اور مہاجرین وانصار پر جنھوں نے تنگی کے وقت میں پیغمبر کا ساتھ دیا، اس کے بعد کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل کج ہونے کو ہورہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان پر بہت ہی شفیق ومہربان ہیں، اوران تین شخصوں کے حال پر بھی توجہ فرمائی جن کا معاملہ ملتوی کردیا گیا تھا، یہاں تک کہ جب ان پر زمین اپنی فراخی کے باوجود تنگ ہوگئی اور وہ خود اپنی جانوں سے تنگ آگئے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ اللہ سے پناہ نہیں مل سکتی مگر اس کی طرف تب اللہ تعالیٰ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی تاکہ وہ آئندہ رجوع رہا کریں، بیشک اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرمانے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سچوں کے ساتھی بنو، یعنی تمہیں پیچھے نہیں رہنا چاہئے تھا، نبی ﷺ کے ساتھ جانا چاہئے تھا۔

بلاغت: تین پیچھے رہنے والوں کی توبہ نازل ہوئی تو تمہید میں نبی ﷺ اور مہاجرین وانصار پر مہربانی فرمانے کا ذکر کیا، اس طرح ان پیچھے رہنے والوں کو ان برگزیدہ لوگوں کے زمرہ میں شامل کرلیا، اور آخری آیت میں تنبیہ کی کہ آئندہ ایسی صورت پیش نہ آئے۔

مسئلہ: کسی شخص کو خلاف شرع امر کے ارتکاب کی وجہ سے یہ سزا دینا کہ لوگ اس سے ترک سلام وکلام کردیں جائز ہے اور حدیثوں میں جو ممانعت آئی ہے کہ تین روز سے زیادہ ترک کلام نہ کیا جائے اس سے مراد وہ امر ہے جس کا سبب کوئی دنیوی رنج ہو (تھانوی رحمہ اللہ)

بَابُ نُزُوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم الْحِجْرَ

تبوک کی راہ میں نبی ﷺ دیارِ ثمود سے گذرے

تبوک کی راہ میں لشکر کا گذر حِجر یعنی دیارِ ثمود سے ہوا، ثمود وہ قوم تھی جس نے وادی القری میں چٹانیں تراش کر مکانات بنائے تھے، فوج جب ان کے علاقہ میں پہنچی تو آپؐ نے ہدایت دی کہ یہاں کہ کنویں کا پانی نہ پینا، وضو نہ کرنا، اور

اگرآٹا پانی سے گوندھ لیا ہے تو اونٹوں کو کھلا دینا، خود نہ کھانا، ہاں جس کنویں سے صالح کی اونٹنی پانی پیتی تھی اس کنویں سے پانی لے سکتے ہیں۔

اور باب کی دونوں حدیثوں میں ہے کہ جب نبی ﷺ حِجْر (دیارِثمود) سے گذرے تو فرمایا: ان ظالموں کے علاقہ میں داخل نہیں ہونا چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہ عذاب آپڑے جو ان پر آیا تھا، البتہ اگر روتے ہوئے گذرو تو گنجائش ہے، پھر آپؐ نے اپنا سر ڈھکا اور تیزی سے وادی پار کر گئے، آگے راستہ میں لشکر کو پانی کی سخت ضرورت پڑی آپؐ نے دعا فرمائی، اللہ تعالیٰ نے بادل بھیج دیا، بارش ہوئی اور لوگوں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور ضرورت کا پانی ساتھ بھی لے لیا۔

پھر جب تبوک کے قریب پہنچے تو آپؐ نے فرمایا کل ان شاء اللہ تم لوگ تبوک کے چشمہ پر پہنچ جاؤ گے، لیکن چاشت سے پہلے نہیں پہنچ سکو گے، پس جو شخص وہاں پہنچے وہ میرے آنے تک پانی کو ہاتھ نہ لگائے، لوگ وہاں پہنچے تو چشمہ سے تھوڑا تھوڑا پانی آرہا تھا، دو شخصوں نے اس سے پانی لیا، پھر نبی ﷺ پہنچے اور پوچھا: کیا کسی نے اس پانی کو ہاتھ لگایا ہے؟ دو شخصوں نے کہا: ہاں، آپؐ نے دونوں کی سرزنش کی، پھر چشمہ سے چلو کے ذریعہ تھوڑا پانی جمع کیا اور اس میں اپنا چہرہ اور ہاتھ دھویا، پھر اسے چشمہ میں ڈال دیا، اب چشمہ سے خوب پانی آنے لگا، صحابہ نے سیر ہو کر پیا، پھر آپؐ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم اس جگہ کو باغات سے ہرا بھرا دیکھو گے (مسلم شریف)

[۸۱-] بَابُ نُزُوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم الْحِجْرَ

[۴۴۱۹-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَمَّا مَرَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِالْحِجْرِ، قَالَ: "لَاتَدْخُلُوْا مَسَاكِنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ، أَنْ يُصِيْبَكُمْ مَا أَصَابَهُمْ، إِلَّا أَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ" ثُمَّ قَنَّعَ رَأْسَهُ وَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتَّى جَازَ الْوَادِيَ. [راجع: ۴۳۳]

[۴۴۲۰-] حدثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِأَصْحَابِ الْحِجْرِ: "لَا تَدْخُلُوْا عَلَى هٰؤُلَآءِ الْمُعَذَّبِيْنَ إِلَّا أَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ، أَنْ يُصِيْبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَهُمْ" [راجع: ۴۳۳]

حدیث (۱): جب نبی ﷺ غزوۂ تبوک میں حجر سے یعنی دیارِثمود سے گذرے تو صحابہ سے فرمایا: نہ داخل ہو تم ان لوگوں کے گھروں میں جنھوں نے اپنی ذاتوں پر کفر کر کے ظلم کیا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کو پہنچے وہ عذاب جو ان کو پہنچا، مگر یہ کہ ہو تم رونے والے، یعنی یہ ایک صورت مستثنیٰ ہے، ورنہ ان کی بستیوں میں داخل نہیں ہونا چاہئے، پھر آپؐ نے اپنے سر پر کپڑا ڈالا، اور رفتار تیز کر دی، یہاں تک کہ میدان پار کر گئے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے حجر والوں کے حق میں فرمایا (لام بمعنی عن ہے) نہ داخل ہوؤ تم ان عذاب سے ہلاک کئے ہوؤں پر مگر یہ کہ ہوؤ تم رونے والے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر آن پڑے ویسا عذاب جیسا ان پر آیا۔

تشریح: متبرک مقامات جیسے مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی اور مسجدِ اقصیٰ وغیرہ جو ہر وقت طاعت و بندگی سے معمور رہتے ہیں، وہاں جانا، وہاں ٹھہرنا، عین قربت وعبادت اور موجب خیر و برکت اور باعث نزول رحمت ہے، اس کے برعکس ان مقامات میں قصداً داخل ہونا جو عرصہ تک اللہ کی نافرمانی کا مرکز رہے ہیں اور جہاں اللہ کا قہر وعذاب نازل ہوا ہے، نہایت خطرناک ہے، اور جس طرح بابرکت مقامات کے دیکھنے سے دل کی ظلمتیں اور کدورتیں دور ہوتی ہیں، اسی طرح جس جگہ عذاب نازل ہوا ہے وہاں کی آب وہوا مسموم ہو جاتی ہے، اور وہاں کے زہریلے جراثیم روح وقلب کے لئے مضر ہو جاتے ہیں، چنانچہ آپؐ نے دیارِ ثمود کا پانی استعمال کرنے سے منع کیا اور گوندھے ہوئے آٹے کے متعلق حکم دیا کہ اونٹوں کو کھلا دیا جائے، جانوروں کو اس سے کوئی مضرت نہیں پہنچے گی، مگر وہ انسانوں کے لئے مناسب نہیں، البتہ مجبوری کا حکم الگ ہے، تبوک جانے کے لئے دیارِ ثمود ہی کا راستہ تھا اس لئے آپؐ نے حکم دیا کہ لوگ روتے ہوئے گذریں، اور خود بھی سر ڈھانک کر اونٹنی کو تیز کر دیا اور جلدی سے اس علاقہ کو پار کر لیا، کیونکہ تخشع وزاری اور گناہوں پر ندامت وشرمساری اس مقام کی زہریلی آب وہوا سے بچنے کے لئے تریاق اور اکسیر کا کام دیتی ہے، جیسے وبائی امراض میں انجکشن لے لیا جائے تو مضر اثرات سے حفاظت ہو جاتی ہے۔

(ماخوذ از سیرۃ المصطفیٰ ۳:۹۰)

بَابٌ

غزوۂ تبوک کے سلسلہ کی متفرق روایات

[۸۲-] بَابٌ

[٤٤٢١-] حدثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، عَنِ اللَّيْثِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ، عَنْ أَبِيْهِ: مُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ، قَالَ: ذَهَبَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِبَعْضِ حَاجَتِهِ، فَقُمْتُ أَسْكُبُ عَلَيْهِ الْمَاءَ - لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ: فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكٍ - فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذَهَبَ يَغْسِلُ ذِرَاعَيْهِ، فَضَاقَ عَلَيْهِ كُمُّ الْجُبَّةِ، فَأَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتِ جُبَّتِهِ، فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ مَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ. [راجع: ۱۸۲]

۱- غزوۂ تبوک میں نبی ﷺ نے خفین پر مسح کیا

حدیث: حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ اپنی بعض ضرورت کے لئے یعنی بڑے استنجے کے لئے تشریف لے گئے (جب فارغ ہو کر آئے) تو میں کھڑا ہوا، آپؐ پر (وضو کے لئے) پانی ڈالنے گا —— راوی کہتا ہے: جہاں تک میں

جانتا ہوں حضرت مغیرہؓ نے فِی غزوة تبوك بھی فرمایا ہے، یعنی یہ غزوۂ تبوک کا واقعہ ہے — پس آپؐ نے اپنا چہرہ دھویا اور اپنے دونوں ہاتھ دھونے کا ارادہ کیا تو آپؐ پر جبہ کی آستین تنگ ہوگئی، پس آپؐ نے دونوں ہاتھ جبہ کے نیچے سے نکال لئے اور ان کو دھویا پھر آپ نے موزوں پر مسح کیا۔

[۴۴۲۲-] حدثنا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ يَحْيىَ، عَنْ عَبَّاسِ ابْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيْ حُمَيْدٍ، قَالَ: أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ حَتَّى إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ: "هٰذِهِ طَابَةُ وَهٰذَا أُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ"[راجع: ۱۴۸۱]

۲- مدینہ اور مدینہ کی چیزوں سے محبت

حدیث: حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم لوٹے نبی ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک سے، یہاں تک کہ جب ہمیں مدینہ منورہ نظر آنے لگا تو آپؐ نے فرمایا: یہ طابہ ہے (طابة اور طَيِّبَة کے ایک معنی ہیں) اور یہ احد پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے، اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

[۴۴۲۳-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم رَجَعَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَدَنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ: "إِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ أَقْوَامًا مَا سِرْتُمْ مَسِيْرًا وَلاَ قَطَعْتُمْ وَادِيًا إِلَّا كَانُوْا مَعَكُمْ" قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ؟ قَالَ: "وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ"[راجع: ۲۸۳۸]

۳- عذر کی وجہ سے جہاد میں شرکت نہ کرسکے تو بھی ثواب ملتا ہے

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم غزوۂ تبوک سے لوٹے، جب ہم مدینہ کے قریب آگئے تو آپؐ نے فرمایا: مدینہ میں کچھ لوگ ہیں: نہیں چلے ہو تم کوئی مسافت اور نہیں طے کی ہے تم نے کوئی وادی مگر وہ تمہارے ساتھ تھے، لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہ! مدینہ میں رہتے ہوئے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں مدینہ میں رہتے ہوئے، ان کو عذر نے روک دیا ہے۔

تشریح: معذوروں کے لئے شریعت نے ہر باب میں سہولتیں رکھی ہیں، جو شخص تہجد کا پابند ہے اور بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے تہجد نہیں پڑھ سکتا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ اس کے نامہ اعمال میں تہجد کا ثواب لکھتے رہو، اسی طرح جو لوگ معذور ہیں اور جہاد میں شرکت نہیں کرسکتے ان کے لئے بھی شریعت نے سہولت رکھی ہے، ان کو جہاد میں شرکت کے بغیر بھی جہاد کا ثواب ملتا ہے مگر اصلی اور فضلی کا فرق رہے گا، مجاہدین کا اصلی ثواب اور معذوروں کا ثواب برابر ہوگا اور مجاہدین کو جہاد کرنے کی وجہ سے جو فضلی (انعامی) ثواب ملے گا وہ تو کہیں زیادہ ہوگا اس میں معذور مجاہدین کے برابر نہیں ہوسکتے۔

(غزوۂ تبوک کا بیان پورا ہوا)

کِتَابُ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم إِلٰی کِسْرَی وَقَیْصَرَ

کسری اور قیصر کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط

صلح حدیبیہ کے بعد کچھ سانس لینے کی فرصت ملی تو نبی ﷺ نے شاہانِ عالم اور عرب قبائل کے سرداروں کے نام دعوت اسلام کے خطوط لکھنے کا قصد کیا، صحابہ کو جمع کیا اور خطبہ دیا:

''لوگو! میں تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں، تمام دنیا کو یہ پیغام پہنچادو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح نہ ہوجاؤ کہ اگر قریب بھیجنے کو کہا تو راضی ہوگئے، اور دور جانے کا حکم دیا تو بوجھل ہوکر زمین سے لگ گئے!''

صحابہ دل وجان سے تعمیل حکم کے لئے تیار ہوگئے، اور یہ مشورہ دیا کہ ملوک وسلاطین جس خط پر مہر نہیں ہوتی اس کو قابل اعتماد نہیں سمجھتے، ایسے خطوط کو وہ پڑھتے ہی نہیں، چنانچہ نبی ﷺ نے چاندی کی ایک مہر بنوائی، سب سے نیچے لفظ محمد، درمیان میں رسول اور اوپر لفظ اللہ لکھا، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ بیان بہت مختصر لکھا ہے، صرف کسری اور قیصر کے نام والا ناموں کے بھیجنے کا تذکرہ کیا ہے، باقی روایتیں بخاری میں لانے کے قابل نہیں تھیں اس لئے ان کا تذکرہ چھوڑ دیا۔

۱- کسری خسرو پرویز شاہ ایران کے نام نامۂ مبارک

نبی ﷺ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو والا نامہ دے کر روانہ فرمایا، اور ان کو حکم دیا کہ بحرین کے گورنر منذر بن ساوَی کو خط پہنچائیں، وہ کسری کو پہنچائے گا، کسری نے والا نامہ دیکھا تو آگ بگولہ ہوگیا اور خط کو چاک کرڈالا، اور کہا: یہ شخص مجھ کو خط لکھتا ہے کہ مجھ پر ایمان لاؤ، حالانکہ وہ شخص میرا غلام ہے، عبداللہ بن حذافہؓ نے واپس آکر واقعہ بیان کیا آپؐ نے فرمایا کسری کا ملک پارہ پارہ ہوگیا۔

پھر کسری نے یمن کے گورنر باذان کو لکھا کہ دو مضبوط آدمی حجاز روانہ کرو، جو اس شخص کو جس نے ہم کو خط لکھا ہے گرفتار کرکے ہمارے سامنے پیش کریں، باذان نے دو آدمیوں کو ایک خط دے کر مدینہ روانہ کیا، جب وہ بارگاہِ نبوت میں پہنچے تو آپؐ کی خداداد عظمت وہیبت سے تھر تھر کانپنے لگے، دونوں نے باذان کا خط آپؐ کی خدمت میں پیش کیا، آپؐ خط سن کر مسکرائے اور دونوں کو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا: کل میرے پاس آنا، جب اگلے دن وہ حاضر خدمت ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: آج رات فلاں وقت اللہ تعالیٰ نے کسری پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کردیا، اور اس نے کسری کو قتل کردیا، یہ شبِ سہ شنبہ تھی اور ماہِ

جمادی الاولیٰ سن ۷ ہجری کی دس راتیں گذر چکی تھیں، وہ دونوں باذان کے پاس واپس لوٹے اور یہ بات اس سے بیان کی، باذان نے کہا: یہ بات بادشاہوں کی باتوں جیسی نہیں ہے، اگر یہ خبر صحیح ہے تو وہ بخدا! اللہ کے نبی ہیں، پھر جب اس خبر کی تصدیق ہوگئی تو باذان اپنے خاندان اور اپنے احباب کے ساتھ مشرف باسلام ہو گئے، اور اپنے اسلام سے نبی ﷺ کو مطلع کیا۔

[۸۳-] كِتَابُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم إِلٰى كِسْرَى وَقَيْصَرَ

[٤٤٢٤-] حدثنا إِسْحَاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَعَثَ بِكِتَابِهِ إِلٰى كِسْرَى مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلٰى عَظِيْمِ الْبَحْرَيْنِ، فَدَفَعَهُ عَظِيْمُ الْبَحْرَيْنِ إِلٰى كِسْرَى، فَلَمَّا قَرَأَهُ مَزَّقَهُ، فَحَسِبْتُ أَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ: فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ يُمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ. [راجع: ٦٤]

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی ﷺ نے اپنا خط بھیجا کسری کی طرف عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کے ہاتھ، اور ان کو حکم دیا کہ وہ خط بحرین کے گورنر کو دیں، پس وہ خط بحرین کے گورنر نے کسری کو دیا، جب اس کو کسری نے پڑھا تو اس کو پھاڑ دیا (یہاں تک عبید اللہ کی روایت ہے) —— زہریؒ کہتے ہیں: میرا گمان ہے کہ حضرت ابن المسیبؒ نے فرمایا: پس بددعا کی ان کے حق میں رسول اللہ ﷺ نے کہ وہ پارہ پارہ کردیئے جائیں، پوری طرح پارہ پارہ کردیا جانا (یہ سعید بن المسیب نے روایت میں اضافہ کیا ہے)

تشریح: جس وقت کسری کو نامہ مبارک پہنچا تھا وہ بوکھلایا ہوا تھا، اس نے خواب دیکھا تھا کہ اس کے محل کی چودہ برجیاں گر گئی ہیں، اس کی تعبیر واضح تھی کہ چودہ بادشاہوں کے بعد اس کی حکومت ختم ہوجائے گی، اور مجوسیوں کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا موبذان نے خط کے ذریعہ اطلاع دی تھی کہ مندر میں جو آگ ایک ہزار سال سے مسلسل جل رہی تھی وہ اچانک بجھ گئی، اور کسری کے وزیر نے خواب دیکھا تھا کہ ایران کے گھوڑوں اور عرب کے اونٹوں میں مقابلہ ہوا، عرب کے اونٹ گھوڑوں کو دباتے ہوئے ایران میں گھس آئے، یہ تینوں باتیں ایک ہی زمانہ میں پیش آئی تھیں، اور سب کی تعبیر واضح تھی کہ ایران کی حکومت ختم ہوجائے گی، اور عرب کا غلبہ ہوگا، ایسے میں نامۂ مبارک پہنچا تو اس نے غصہ میں اس کو پھاڑ دیا، چنانچہ جلدی جلدی حکومتیں بدلتی رہیں، چودھویں بادشاہ کے زمانہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایران صفحۂ ہستی سے مٹ گیا (تحفۃ القاری ۱: ۳۲۸)

۲- عورتوں کی سربراہی کامیابی کا راستہ نہیں

یہ حدیث گذشتہ حدیث کا تتمہ ہے، خسرو پرویز کے بعد ایران کا بادشاہ شیرویہ بنا تھا مگر وہ چھ ماہ کے بعد زہر کھا کر مر گیا تو

اس کی بیٹی بوران بادشاہ بنی، کیونکہ شیرویہ کا کوئی بیٹا نہیں تھا اور بھائیوں کو وہ پہلے ہی موت کی گھاٹ اتار چکا تھا، جب نبی ﷺ کو اطلاع ملی کہ ایران والوں نے ملک کا سربراہ ایک عورت کو بنایا ہے تو آپؐ نے فرمایا: لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً: وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتی جس نے اپنے معاملہ کا ذمہ دار ایک عورت کو بنایا۔

پھر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ حج کے لئے گئی ہوئی تھیں، حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما مکہ گئے اور ان کو آمادہ کیا کہ وہ قصاص کا مطالبہ لے کر اٹھیں، ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنتے ہی کوفہ منتقل ہوگئے، اس لئے حضرت عائشہؓ اور ان کے ساتھی بصرہ گئے، وہاں ان کے ساتھ اجتماعیت ہوگئی اور وہ قصاص کا مطالبہ لے کر کوفہ گئے، وہاں جنگِ جمل ہوئی، حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ مذکورہ حدیث کی وجہ سے جنگ میں شریک نہیں ہوئے اور بھی متعدد صحابہ اس جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔

[٤٤٢٥-] حدثنا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِىْ بَكْرَةَ، قَالَ: لَقَدْ نَفَعَنِيَ اللّٰهُ بِكَلِمَةٍ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَيَّامَ الْجَمَلِ، بَعْدَمَا كِدْتُ أَنْ أَلْحَقَ بِأَصْحَابِ الْجَمَلِ فَأُقَاتِلَ مَعَهُمْ، قَالَ: لَمَّا بَلَغَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنَّ أَهْلَ فَارِسَ قَدْ مَلَّكُوْا عَلَيْهِمْ بِنْتَ كِسْرَى، قَالَ: "لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً" [انظر: ٧٠٩٩]

ترجمہ: حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بخدا! واقعہ یہ ہے کہ جنگِ جمل کے موقعہ پر نفع پہنچایا مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک بات سے جس کو میں نے نبی ﷺ سے سنا تھا اس کے بعد کہ قریب تھا میں کہ مل جاتا اصحابِ جمل کے ساتھ، پس جنگ کرتا میں ان کے ساتھ، پھر ابوبکرہؓ نے اس بات کی وضاحت فرمائی کہ جب نبی ﷺ کو خبر پہنچی کہ فارس کے لوگوں نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا بادشاہ بنالیا ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا: ہرگز کامیاب نہیں ہوگی وہ قوم جس نے اپنے معاملہ کا ایک عورت کو ذمہ دار بنایا۔

تشریح: عورت کی سربراہی کامیابی کی راہ نہیں، رہی یہ بات کہ عورت کو سربراہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، جمہور کے نزدیک عورت نہ امیرۃ المؤمنین بن سکتی ہے نہ قاضیہ، اور طبری رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے، امام مالک رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت یہی ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک جن معاملات میں عورت گواہ بن سکتی ہے امیر بھی بن سکتی ہے، اور حضرت تھانوی قدس سرہ نے امداد الفتاوی (۵:۹۹) میں فرمایا ہے کہ جمہوری سلطنت اس حدیث کے تحت نہیں آتی، حضرتؒ کی مراد یہ ہے کہ جمہوری حکومت جس میں سربراہ کی حیثیت صرف ایک رکن شوریٰ کی ہو، وزیر اعظم خود مختار نہ ہو تو عورت کی سربراہی کے لئے جواز کی گنجائش نکل سکتی ہے، راز اس میں یہ ہے کہ حقیقت اس حکومت کی محض مشورہ ہے، اور عورت مشورہ دینے کی اہل ہے، اور حضرت نے بیان القرآن میں واقعہ بلقیس کے ذیل میں جو لکھا ہے کہ ہماری شریعت میں عورت کو بادشاہ بنانے کی ممانعت ہے اس کا مصداق وہ صورت ہے جب سربراہ مختارِ کل ہو (حضرت کی بات پوری ہوئی) مگر

جمہوری حکومتوں کا مطالعہ بتاتا ہے کہ وزیراعظم مختارِکل جیسا ہوتا ہے۔ رہی استیلاء اور تغلُّب کی صورت تو اس میں بالاجماع عورت کی امامت درست ہے، اس کے احکام نافذ ہونگے، اور الیکشن، پارٹی، ووٹ اور اکثریت تغلّب ہی کی صورت ہے۔

[۴۴۲۶-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ، يَقُوْلُ: أَذْكُرُ أَنِّيْ خَرَجْتُ مَعَ الغِلْمَانِ إِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ، نَتَلَقَّى رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً: مَعَ الصِّبْيَانِ. [راجع:۳۰۸۳]

[۴۴۲۷-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ السَّائِبِ: أَذْكُرُ أَنِّيْ خَرَجْتُ مَعَ الصِّبْيَانِ نَتَلَقَّى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم إِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ مَقْدَمَهُ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكٍ. [راجع: ۳۰۸۳]

۳- شہنشاہ روم کے نام دعوتی والا نامہ

نبی ﷺ نے ایک والا نامہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی معرفت اس وقت کے سب سے بڑے سپر پاور روم کے بادشاہ قیصر کے نام بھی روانہ فرمایا تھا، قیصر لقب ہے، روم کا ہر بادشاہ قیصر کہلاتا تھا، جیسے ایران کا ہر بادشاہ کسری کہلاتا تھا، قیصر اس وقت فارس پر فتح یابی کے شکریہ میں دارالسلطنت سے پیدل چل کر بیت المقدس آیا ہوا تھا، حضرت دحیہ کلبیؓ نے امیر بُصری کے توسط سے وہ والا نامہ قیصر کے دربار میں پہنچایا، قیصر نے حکم دیا کہ عرب کے جو لوگ ہمارے ملک میں آئے ہوئے ہیں، ان کو حاضر کیا جائے، اتفاق سے ابوسفیانؓ قریش کے قافلہ کے ساتھ تجارت کے لئے ملک شام گئے ہوئے تھے، وہ اور ان کے ساتھی قیصر کے دربار میں حاضر کئے گئے، پھر جو سوال وجواب ہوئے وہ تفصیل سے تحفۃ القاری (۱:۱۵۶-۱۷۲) میں ہیں، پھر قیصر نے نامہ مبارک لیا، چوما، سر پر رکھا اور پڑھوا کر سنا، خط کا سنانا تھا کہ ایک شور برپا ہوگیا، چنانچہ مجلس برخاست کردی گئی، تفصیلات کتاب کے شروع میں گذر چکی ہیں، یہاں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے دو حدیثیں پیش کی ہیں:

پہلی حدیث: سائب بن یزیدؓ کہتے ہیں: مجھے یاد ہے: میں لڑکوں کے ساتھ نکلا تھا، مہمانوں کو رخصت کرنے کے نکڑ کی طرف، استقبال کررہے تھے ہم نبی ﷺ کا، سفیان بن عیینہؒ نے کبھی مع الغلمان کے بجائے **مع الصبیان** کہا، جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے۔

دوسری حدیث: سائب بن یزیدؓ کہتے ہیں: مجھے یاد ہے: میں ثنیۃ الوداع تک نکلا تھا بچوں کے ساتھ، استقبال کررہے تھے ہم نبی ﷺ کا غزوۂ تبوک سے واپسی کے موقعہ پر۔

تطبیق: ان حدیثوں کی باب سے تطبیق یہ ہے کہ غزوۂ تبوک میں رومن امپائر پر فوج کشی کی گئی تھی، اور فوج کشی کا جواز دعوت کے بعد ہے، پس اشارۃ النص سے نکلا کہ آپؐ نے شہنشاہ روم کی طرف بھی دعوت اسلام کا والا نامہ بھیجا ہے۔

بَابُ مَرَضِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَوَفَاتِهِ

نبی ﷺ کی بیماری اور دنیا سے تشریف بری

حجۃ الوداع میں عرفات کے میدان میں سورۃ المائدہ کی آیت ۳ نازل ہوئی: ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الإِسْلَامَ دِيْنًا﴾: آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کردیا، اور میں نے تم پر اپنا انعام تام کردیا، اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کرلیا، یعنی اب قیامت تک تمہارا دین یہی رہے گا، اس کو منسوخ کرکے دوسرا دین تجویز نہیں کیا جائے گا۔

پھر حجۃ الوداع میں ایامِ تشریق میں سورۃ النصر نازل ہوئی اور اشارۃً آپ کو وفات کی اطلاع دی گئی، فرمایا: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ﴾: آپ تسبیح واستغفار کی طرف متوجہ ہوجائیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے گفتار وکردار سے ایسی علامتیں ظاہر ہونی شروع ہوگئیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ اب آپ اس جہانِ فانی کو الوداع کہنے والے ہیں، چنانچہ:

(الف) حجۃ الوداع کے خطبہ میں آپ نے فرمایا: ''مجھے معلوم نہیں کہ میں اس سال کے بعد اپنے اس مقام میں تم لوگوں سے مل سکوں گا یا نہیں!''

(ب) پھر جمرۂ عقبہ کے پاس فرمایا: ''مجھ سے حج کے اعمال سیکھ لو، کیونکہ میں اس سال کے بعد غالباً حج نہ کرسکوں گا!''

(ج) پھر آپ نے رمضان سن ۱۰ ہجری میں بیس دن کا اعتکاف کیا، جبکہ آپ ہمیشہ دس دن کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔

(د) پھر اسی رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو دو مرتبہ قرآن کا دور کرایا جبکہ ہر سال ایک مرتبہ دور کرایا کرتے تھے۔

(ہ) اوائل صفر سن ۱۱ ہجری میں آپ میدانِ احد میں تشریف لے گئے، اور شہداء کے لئے اس طرح دعا فرمائی گویا زندوں اور مردوں کو رخصت کررہے ہیں، پھر واپس آکر منبر سے خطاب فرمایا کہ میں تمہارا پیش رَو ہوں اور تمہارے لئے گواہی دوں گا، بخدا! میں اس وقت اپنا حوض دیکھ رہا ہوں، مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں، اور بخدا! مجھے یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کروگے، البتہ اس کا اندیشہ ہے کہ تم دنیا کی ریس کروگے۔

مرض کا آغاز: ۲۹ صفر ۱۱ ہجری بروز دوشنبہ نبی ﷺ ایک جنازہ میں بقیع تشریف لے گئے، واپسی میں راستہ ہی سے دردسر شروع ہوگیا، یہ آپ کے مرض الموت کی ابتدا تھی، آپ نے اسی حالت میں گیارہ دن نماز پڑھائی، مرض کی کل مدت تیرہ

یا چودہ دن ہے۔

آخری ہفتہ: نبی ﷺ کی طبیعت دن بہ دن گرتی جارہی تھی، مگر آپؐ باری باری ازواج مطہرات کے یہاں جاتے تھے اور ہر دن پوچھتے تھے: میں کل کہاں ہوں گا، ازواجِ مطہرات سمجھ گئیں، سب نے اجازت دیدی کہ آپؐ جہاں چاہیں رہیں، چنانچہ آپؐ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں منتقل ہوگئے، اور حیاتِ مبارک کا آخری ہفتہ وہیں گذارا۔

وفات سے پانچ دن پہلے: بدھ کے دن حرارت میں اضافہ ہوگیا اور غشی طاری ہوگئی، آپؐ نے فرمایا: مجھ پر مختلف کنوؤں کے سات مشکیزے ڈالو، آپؐ کو ایک لگن میں بٹھا دیا گیا اور آپؐ پر اتنا پانی ڈالا گیا کہ آپؐ بس بس کہنے لگے، پھر آپؐ مسجد میں تشریف لے گئے، منبر سے خطاب فرمایا کہ یہود ونصاری پر اللہ کی لعنت! انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا، تم لوگ میری قبر کو بت مت بنانا کہ اس کی پوجا کرنے لگو، پھر ظہر کی نماز پڑھائی، پھر دوبارہ خطبہ دیا، فرمایا: میں تمہیں انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں وہ میری 'اوجھ' ہیں انھوں نے اپنی ذمہ داری پوری کردی ہے، مگر ان کے حقوق باقی رہ گئے ہیں، لہٰذا ان کے نیکوکاروں سے قبول کرنا اور ان کے بدکاروں سے درگذر کرنا اور یہ بھی فرمایا کہ لوگ بڑھتے جائیں گے اور انصار گھٹتے جائیں گے، یہاں تک کہ کھانے میں نمک کے برابر رہ جائیں گے، پس جو شخص کسی نفع ونقصان پہنچانے والے کام کا ذمہ دار بنے وہ ان کے نیکوکاروں سے قبول کرے اور ان کے بدکاروں سے درگذر کرے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ وہ چاہے تو دنیا میں رہے اور چاہے تو اللہ کے پاس جو کچھ ہے اسے اختیار کرے، پس اس بندہ نے اللہ کے پاس کی چیزوں کو اختیار کیا، یہ بات سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے، اور کہا: ہم اپنے ماں باپ کو آپؐ پر قربان کرتے ہیں، یعنی جو مصیبت آپؐ پر آنی ہے وہ آپؐ پر نہ آئے، ہمارے ماں باپ پر آئے، لوگوں کو حیرت ہوئی کہ نبی ﷺ ایک بندہ کے بارے میں فرمارہے ہیں اور یہ حضرت اپنے ماں باپ کو آپؐ پر قربان کررہے ہیں، مگر چند دن کے بعد واضح ہوا کہ جس بندہ کو اختیار دیا گیا تھا وہ خود نبی ﷺ تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

جب نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو روتے ہوئے دیکھا تو ان کے بارے میں چند باتیں فرمائیں: (۱) ساتھ رہنے اور مال کے سلسلہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابوبکر کا ہے (۲) اور اگر میں اللہ کے علاوہ کسی کو جگری دوست بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا، مگر ان کے ساتھ اسلامی اخوت ومحبت کا تعلق ہے (۳) مسجد میں کوئی کھڑکی باقی نہ چھوڑی جائے اسے لازماً بند کردیا جائے ابوبکرؓ کے دریچے کے علاوہ۔

واقعۂ قرطاس: وفات سے چار دن پہلے جمعرات کے دن آپؐ کو سخت تکلیف تھی، آپؐ نے فرمایا: لاؤ میں تمہیں ایک تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوؤ، اس وقت گھر میں کئی آدمی تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے، انھوں نے کہا: آپؐ پر تکلیف کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس قرآنِ کریم ہے جو ہمارے لئے کافی ہے، اس پر گھر میں موجود لوگوں میں اختلاف

ہوا، کوئی کہہ رہا تھا کہ کاغذ قلم لاؤ اور لکھوالو، اور کوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت کررہا تھا، جب شور وشغب زیادہ ہوا تو آپؐ نے فرمایا: میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔

پھر اس دن آپؐ نے تین باتوں کی وصیت فرمائی، ایک: یہود ونصاریٰ اور مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا، دوسرے: وفود کو اسی طرح نوازنا جس طرح میں نوازا کرتا تھا، تیسری بات راوی بھول گیا، شاید کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑے رہنے کی وصیت تھی یا لشکر اسامہؓ کو روانہ کرنے کی وصیت تھی یا نماز اور غلاموں کے بارے میں وصیت تھی۔

مرض کی شدت کے باوجود وفات سے چار دن پہلے تک تمام نمازیں نبی ﷺ ہی نے پڑھائیں، آخری دن مغرب کی نماز میں سورۃ المرسلات پڑھی، پھر عشاء کے وقت مسجد میں جانے کی طاقت نہ رہی، آپؐ نے دریافت کیا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ گھر والوں نے بتایا: نہیں، لوگ آپؐ کا انتظار کررہے ہیں، آپؐ نے فرمایا: میرے لئے لگن میں پانی رکھو، آپؐ نے غسل فرمایا، اس کے بعد اٹھنا چاہا مگر آپؐ پر غشی طاری ہوگئی، پھر جب افاقہ ہوا تو دریافت کیا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ جواب دیا گیا: لوگ آپؐ کا انتظار کررہے ہیں، آپؐ نے دوبارہ، سہ بارہ غسل فرمایا اور جب اٹھنا چاہا تو آپؐ پر غشی طاری ہوگئی، جب ہوش آیا تو آپؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہلوایا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، اب ابوبکرؓ نمازیں پڑھاتے رہے، نبی ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں انھوں نے سترہ نمازیں پڑھائیں، اس موقعہ پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تین چار بار عرض کیا کہ امامت کا کام کسی اور کو سونپیں (تاکہ لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو منحوس نہ سمجھیں) لیکن نبی ﷺ نے ہر بار انکار کیا اور آخر میں فرمایا: ''تم یوسف علیہ السلام والی عورتیں ہو! ابوبکرؓ کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں''

ایک دن یا دو دن پہلے: سنیچر یا اتوار کو نبی ﷺ نے طبیعت میں تخفیف محسوس کی، چنانچہ نماز شروع ہونے کے بعد آپؐ دو آدمیوں کے سہارے نماز کے لئے تشریف لائے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے لگے، آپؐ نے اشارہ کیا کہ پیچھے نہ ہٹیں، اور لانے والوں سے فرمایا: مجھے ان کے پہلو میں بٹھادو، چنانچہ آپؐ کو ابوبکرؓ کی بائیں جانب بٹھادیا گیا اور آپؐ نے خلیفہ بن کر نماز پڑھانی شروع کی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تکبیریں زور سے کہتے تھے۔

حیاتِ مبارکہ کا آخری دن: لوگ فجر کی نماز میں مصروف تھے، نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کا پردہ ہٹایا، صحابہ کو نماز میں مصروف دیکھ کر تبسم فرمایا، مسلمان اس قدر خوش ہوئے کہ قریب تھا کہ نماز توڑ دیں، لیکن نبی ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اپنی نماز پوری کرو، پھر پردہ ڈال دیا، اس کے بعد نبی ﷺ پر کسی دوسری نماز کا وقت نہیں آیا۔

چاشت کے وقت صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے کچھ سرگوشی کی، وہ رونے لگیں، آپؐ نے انہیں پھر بلایا اور کچھ سرگوشی کی، وہ ہنسنے لگیں، بعد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دریافت کرنے پر انھوں نے بتایا کہ پہلی مرتبہ آپؐ نے یہ فرمایا تھا کہ میری اسی مرض میں وفات ہوگی، پس میں روئی، پھر دوسری مرتبہ بتایا کہ میرے اہل وعیال میں تم سب سے پہلے مجھ سے ملوگی، اس پر میں ہنسی۔

ادھر لمحہ بہ لمحہ تکلیف بڑھتی جارہی تھی اور اس زہر کا اثر بھی ظاہر ہونا شروع ہوگیا تھا جو آپؐ کو خیبر میں دیا گیا تھا، آپؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: خیبر میں جو کھانا میں نے کھایا تھا اس کی تکلیف برابر محسوس کررہا ہوں، اس زہر کے اثر سے میری رگِ جاں کٹی جارہی ہے۔

نزعِ رَواں: پھر نزع کی حالت شروع ہوگئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپؐ کو اپنے سینہ سے سہارا دے کر بٹھالیا، اچانک عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کمرے میں داخل ہوئے ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی، آپؐ نے مسواک کی طرف دیکھا، حضرت عائشہؓ سمجھ گئیں، ان سے مسواک لے کر چبا کر ریشے بنائے، پھر آپؐ کو مسواک دی، آپؐ نے خوب اچھی طرح مسواک کی، پھر ہاتھ یا انگلی اٹھائی، نگاہ چھت کی طرف بلند کی اور ہونٹوں پر کچھ حرکت ہوئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کان لگایا تو آپؐ فرمارہے تھے: ''انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ، جن پر آپؐ نے انعام کیا، اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، اور مجھے عالم بالا کے ساتھیوں میں شامل فرما!'' آخری جملہ تین بار دوہرایا، اور ہاتھ جھک گیا اور آپؐ رفیقِ اعلیٰ سے جاملے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

تاریخ وفات: یہ جاں گداز اور روح فرسا واقعہ ربیع الاول سن ۱۱ ہجری کی کس تاریخ میں اور کس وقت میں پیش آیا؟ اس میں اختلاف ہے، سیرت کی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ زوال کے وقت وصال ہوا، دوسرا قول چاشت کے وقت کا ہے، یہ معمولی اختلاف ہے، زوال اور چاشت میں کچھ زیادہ فصل نہیں، البتہ تاریخ وفات میں اختلاف شدید ہے، مشہور قول ۱۲ ربیع الاول کا ہے اور موسیٰ بن عقبہ وغیرہ نے یکم ربیع الاول تاریخِ وفات بتلائی ہے اور کلبیؒ وغیرہ نے دوم ربیع الاول کو اور علامہ سہیلیؒ نے الروض الانف میں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے شرح بخاری میں اسی قول کو راجح قرار دیا ہے (سیرۃ المصطفیٰ ۳: ۱۷۲)

اور مشہور قول صحیح نہیں ہوسکتا، کیونکہ حجۃ الوداع میں ۹ ذی الحجہ کو جمعہ تھا، اب ذی الحجہ، محرم اور صفر تینوں مہینے خواہ تیس کے مانے جائیں یا انتیس کے یا بعض تیس کے اور بعض انتیس کے، کسی صورت میں ۱۲ ربیع الاول کو پیر کا دن نہیں پڑتا، جبکہ روایات اس بات پر متفق ہیں کہ وفات پیر کے دن ہوئی ہے۔

اہل مدینہ پر غم کا پہاڑ ٹوٹا: اس حادثۂ دل فگار کی خبر فوراً مدینہ میں پھیل گئی، اور لوگوں پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس دن نبی ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری ہوئی اس سے بہتر اور تابناک دن میں نے کوئی نہیں دیکھا، اور جس دن آپؐ کی وفات ہوئی اس سے تاریک دن بھی میں نے کبھی نہیں دیکھا، آپؐ کی وفات پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرطِ غم سے فرمایا: ہائے ابا جان! جنھوں نے پروردگار کی پکار پر لبیک کہا، ہائے ابا جان! جن کا ٹھکانہ جنت الفردوس بنا، ہائے ابا جان! ہم جبرئیل علیہ السلام کو آپؐ کی موت کی خبر دیتے ہیں، اور وفات کی خبر سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہوش اڑ گئے، وہ تلوار سونت کر مسجدِ نبوی میں کھڑے ہوگئے اور یہ کہنا شروع کیا کہ آپؐ کا انتقال نہیں ہوا، آپؐ اللہ کے پاس تشریف لے گئے ہیں، جیسے موسیٰ علیہ السلام طور پر جاکر واپس تشریف لائے تھے، نبی ﷺ بھی ضرور پلٹ کر

آئیں گے اوراُن منافقین کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے جو سمجھتے ہیں کہ آپؐ کی موت واقع ہوچکی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے امت کو سنبھالا: وفاتِ نبوی ﷺ کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سُنح نامی گاؤں میں اپنے گھر تشریف لے گئے تھے، وہاں سے گھوڑے پر سوار ہوکر آئے، مسجدِ نبوی میں داخل ہوئے، کسی سے بات نہیں کی، سیدھے حجرۂ عائشہ میں پہنچے، آپؐ کا جسدِ مبارک دھاردار یمنی چادر سے ڈھانک دیا گیا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رخ انور سے چادر ہٹائی، غور سے دیکھا، پھر ماتھا چوما اور رو پڑے، اور فرمایا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! اللہ آپؐ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا، جو موت آپؐ کے لئے لکھ دی گئی تھی وہ آپؐ کو آچکی۔

پھر آپؓ مسجد میں تشریف لائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: بیٹھ جاؤ، حضرت عمرؓ نہیں بیٹھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو چھوڑ کر لوگوں سے خطاب شروع کیا، فرمایا:

أما بعد! تم میں سے جو شخص محمد ﷺ کی پوجا کرتا ہے وہ جان لے کہ محمد ﷺ کی وفات ہوچکی، اور تم میں سے جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں، ان کو کبھی موت نہیں آئے گی۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے: ''محمد (ﷺ) نہیں ہیں مگر رسول! ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے ہیں پس اگر ان کو موت آجائے یا وہ قتل کردیئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاؤ گے؟ جو شخص اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ گیا وہ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچائے گا، اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گذاروں کو اچھا بدلہ دیں گے''

صحابہ کرام جو فرطِ غم سے حیران تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خطاب سن کر جان گئے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی، ابن عباسؓ کا بیان ہے: بخدا! ایسا لگتا تھا کہ گویا لوگوں نے جانا ہی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ہے، یہاں تک کہ ابوبکر رضی اللہ نے اس کی تلاوت کی، پس سب لوگوں نے ان سے یہ آیت اخذ کی، اور میں جس کسی کو سنتا وہ یہی آیت تلاوت کرتا تھا۔

اور حضرت سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: بخدا! میں نے جونہی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا تو میں خاک آلود ہوکر رہ گیا (یا میری پیٹھ ٹوٹ گئی) میں اپنا پاؤں اٹھا نہیں سکتا تھا، ابوبکرؓ کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سن کر میں زمین کی طرف لڑھک گیا، کیونکہ میں جان گیا کہ واقعی نبی ﷺ کی موت ہوچکی۔

تجہیز و تکفین اور تدفین: تجہیز و تکفین سے پہلے ہی آپؐ کی جانشینی کے معاملہ میں اختلاف پڑ گیا، سقیفہ بنی ساعدہ میں اجتماع ہوا، بالآخر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق ہوا، اس مجلس میں لوگوں نے آپؐ سے بیعت کی پھر مسجد میں عام بیعت کی، اس کام میں پیر کا دن گذر گیا، رات آگئی، منگل کی صبح تک جسدِ مبارک دھاردار یمنی چادر میں ڈھکا رہا، گھر کے لوگوں نے باہر سے دروازہ بند کردیا تھا، منگل کے دن آپؐ کو کپڑے اتارے بغیر غسل دیا گیا، پھر تین سفید یمنی چادروں میں کفنایا گیا، پھر آخری آرام گاہ کے بارے میں اختلاف ہوا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ سے

سنا ہے کہ ہر نبی کو جہاں دفن ہونا پسند ہوتا ہے وہیں اس کی روح قبض کی جاتی ہے، چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ٹھیک آپؐ کی چارپائی کے نیچے بغلی قبر کھودی، پھر باری باری دس دس صحابہ حجرہ میں جاتے تھے اور تنہا تنہا نماز جنازہ پڑھتے تھے، کوئی امام نہیں تھا، سب سے پہلے آپؐ کے خانوادہ بنو ہاشم نے نماز پڑھی، پھر مہاجرین نے پھر انصار نے پھر مردوں کے بعد عورتوں نے پھر ان کے بعد بچوں نے اور سب سے آخر میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھا، نمازِ جنازہ پڑھنے میں منگل کا پورا دن گذر گیا، اور بدھ کی رات آگئی، رات میں آپؐ کے جسدِ مبارک کو سپرد خاک کیا گیا، صدیقہؓ فرماتی ہیں: ہمیں رسول اللہ ﷺ کی تدفین کا علم اس وقت ہوا جب ہم نے منگل اور بدھ کی درمیانی رات میں پھاوڑوں کی آواز سنی۔

۱- ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے

سورۃ الزمر کی آیات ۳۰و۳۱ ہیں: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ، ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ﴾: بیشک آپؐ کو بھی موت آنے والی ہے اور ان (مخالفین) کو بھی موت آنے والی ہے، پھر بیشک تم قیامت کے دن اپنے پروردگار کے سامنے اپنے مقدمات پیش کروگے (اور عملی فیصلہ ہوگا)

تفسیر: مَيِّتٌ: اسم صفت بمعنی اسم فاعل ہے، اور اسم فاعل مضارع سے بنتا ہے، اور اس میں مضارع کی طرح حال یا استقبال کے معنی ہوتے ہیں، آیتِ کریمہ میں استقبال کے معنی ہیں، یعنی ایک دن نبی ﷺ کو بھی موت آنے والی ہے، اور مخالفین بھی مرنے والے ہیں، پھر جب دنیا دوبارہ قائم ہوگی تو مقدمات بارگاہِ الٰہی میں پیش ہونگے اور آخری مرتبہ فیصلہ ہوگا، اس آیت میں صراحت ہے کہ وفات سے سید کائنات ﷺ کو بھی دوچار ہونا ہوگا ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں مذکورہ آیت بھی پڑھی تھی، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی سب سے پہلے یہی آیت لکھی ہے۔

۲- زہر کا اثر ظاہر ہوا

نبی ﷺ کو خیبر میں زینب نامی یہودی عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر پیش کیا تھا، اس کا ایک لقمہ نبی ﷺ نے منہ میں رکھا، اس لقمہ نے فوراً بتا دیا کہ وہ زہر آلود ہے، چنانچہ آپؐ نے وہ لقمہ تھوک دیا، مگر شرایین (باریک رگوں) کے ذریعہ اس کا اثر جسم اطہر میں پہنچ گیا، وفات کے وقت وہ اثر ظاہر ہوا، صدیقہؓ فرماتی ہیں: نبی ﷺ اپنی اس بیماری میں جس میں آپؐ کی وفات ہوئی فرمایا کرتے تھے: اے عائشہ! برابر پاتا ہوں میں اس گوشت کی تکلیف جو میں نے خیبر میں کھایا تھا، پس یہ اس زہر سے رگِ جاں کے کٹنے کو پانے کا وقت ہے یعنی میں محسوس کرتا ہوں کہ میری رگِ جاں کٹی جارہی ہے، اور یہ اس زہر کا اثر ہے جو مجھے خیبر میں دیا گیا تھا۔

[٨٤-] بَابُ مَرَضِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَوَفَاتِهِ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تعَالىٰ: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ، ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ﴾

[٤٤٢٨-] وَقَالَ يُوْنُسُ: عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ عُرْوَةُ: وَقَالَتْ عَائِشَةُ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ: يَا عَائِشَةُ! مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِىْ أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ، فَهٰذَا أَوَانُ وَجَدتُّ انْقِطَاعَ أَبْهَرِىْ مِنْ ذٰلِكَ السَّمِّ.

لغت: أَبْهَر: شاہ رگ، سر سے پاؤں تک کی سب رگیں ایک رگ سے ملی ہوئی ہیں، اور وہ رگ دل کے اندر جاتی ہے، اس کے کٹنے سے آدمی مرجاتا ہے، اس کو شہ رگ کہتے ہیں۔

[٤٤٢٩-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا، ثُمَّ مَا صَلَّى لَنَا بَعْدَهَا حَتَّى قَبَضَهُ اللّٰهُ. [راجع: ٧٦٣]

۳- نبی ﷺ نے آخری نماز مغرب کی پڑھائی

رسول اللہ ﷺ مرض کی شدت کے باوجود وفات سے چار دن پہلے (جمعرات) تک تمام نمازیں خود ہی پڑھاتے تھے، جمعرات کو بھی مغرب کی نماز آپؐ ہی نے پڑھائی اور اس میں سورۃ والمرسلات پڑھی، پھر عشاء کے وقت بیماری بڑھ گئی، مسجد میں جانے کی طاقت نہ رہی، چنانچہ عشاء حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پڑھوائی۔

۴- سورۃ النصر کے ذریعہ آپؐ کو قربِ وفات کی اطلاع دی گئی

سورۃ النصر میں ارشادِ پاک ہے: ''جب اللہ کی مدد اور مکہ کی فتح آجائے یعنی واقع ہوجائے اور آپؐ لوگوں کو دیکھیں کہ وہ اللہ کے دین میں جوق جوق داخل ہو رہے ہیں تو آپؐ اپنے پروردگار کی تسبیح وتحمید کریں اور درخواست کریں کہ وہ آپؐ کو اپنی رحمت میں ڈھانک لیں، بیشک وہ بڑے توبہ قبول کرنے والے ہیں''

تفسیر: مکہ مکرمہ کی فتح بڑی فیصلہ کن چیز تھی، سب قبائل کی نظریں اس پر لگی ہوئی تھیں، چنانچہ فتح مکہ کے بعد لوگ تیزی سے اسلام میں داخل ہونے لگے، پس اس سورت کے ذریعہ آپ کو اطلاع دی گئی کہ سفر آخرت درپیش ہے، کیونکہ دنیا میں رہنے کا اور بعثت کا مقصد پورا ہوگیا، اکابر صحابہ اس سورت کے نزول کا یہی مقصد سمجھتے تھے، صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ تو یہ سورت سن کر رو پڑے اور انھوں نے اپنے ماں باپ کو آپؐ پر قربان کیا، لوگوں کو اس پر حیرت بھی ہوئی مگر جب اس سورت کے نزول

کے چند ماہ کے بعد آپؐ کی وفات ہوئی تو صحابہ نے کہا: ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سے زیادہ علم رکھتے تھے۔

[٤٤٣٠-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُدْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ: إِنَّ لَنَا أَبْنَاءً مِثْلَهُ، فَقَالَ: إِنَّهُ مِنْ حَيْثُ تَعْلَمُ، فَسَأَلَ عُمَرُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هٰذِهِ الآيَةِ: ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ فَقَالَ: أَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَعْلَمَهُ إِيَّاهُ، فَقَالَ: مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَعْلَمُ. [راجع: ٣٦٢٧]

ترجمہ: سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو قریب کیا کرتے تھے، یعنی اکابر صحابہ کے ساتھ مجلس میں شریک کیا کرتے تھے، پس ان سے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: بیشک ہمارے بھی بیٹے ہیں ان جیسے یعنی آپؓ ان کو مجلس میں شریک نہیں کرتے ابن عباسؓ کو کیوں کرتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: بیشک وہ ایسے (علمی) مقام میں ہے جس کو آپ جانتے ہیں، پھر حضرت عمرؓ نے ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا: ﴿إِذَاجَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾: ابن عباسؓ نے کہا: نبی ﷺ کی موت کا وقت ہے، بتلایا اللہ تعالیٰ نے وہ آپؐ کو، پس حضرت عمرؓ نے کہا: نہیں جانتا میں آیت سے مگر جو آپ جانتے ہیں، یعنی میرے نزدیک بھی اس سورت کا یہی منشا ہے۔

وضاحت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اکابر صحابہ کی مجلس میں اپنے قریب رکھتے تھے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارے بھی اس عمر کے لڑکے ہیں، آپ ان کو قریب نہیں کرتے، عبداللہؓ کو کیوں قریب کرتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: عبداللہؓ کا علمی مقام وہ ہے جو آپ جانتے ہیں، پھر ایک دن اہل مجلس سے آپؓ نے سوال کیا کہ سورۃ النصر کا کیا مقصد ہے؟ سب نے کہا: یہ سورت ایک مژدہ ہے کہ اسلام کا بول بالا ہوگا، تمام عرب حلقہ بگوشِ اسلام ہوگا اور جہاد کی طویل محنت کا ثمرہ برآمد ہوگا، آخر میں حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا: کیا اس سورت کا مقصدِ نزول یہی ہے؟ ابن عباسؓ نے کہا: نہیں، اس سورت کے ذریعہ نبی ﷺ کو دنیا کی زندگی پوری ہونے کی خبر دی گئی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بھی اس سورت کا یہی مقصد سمجھتا ہوں، پس ابن عباسؓ کا علمی مقام اکابر صحابہ کو معلوم ہوگیا، اور اس سورت کے نزول کے بعد آپؐ کی وفات وحی کی صداقت کی دلیل بنی (تحفۃ القاری ۷:۱۶۸)

۵- واقعۂ قرطاس

وفات سے چار دن پہلے جمعرات کے دن جب مرض میں شدت ہوئی اور عشاء کی نماز پڑھانے کے لئے آپؐ نہیں جاسکے اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے نماز پڑھوائی تو نماز کے بعد عیادت کے لئے خواص حضور ﷺ کے پاس جمع ہوگئے، آپؐ نے ان سے فرمایا: ”قلم دوات لاؤ، میں تمہیں ایک بات لکھوادوں تاکہ تم گمراہ نہ ہوؤ“ اہل مجلس میں اختلاف ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آج آپؐ کو تکلیف بہت زیادہ ہے، ایسی حالت میں تکلیف دینا مناسب نہیں، اللہ کی کتاب

ہمارے پاس موجود ہے جو گمراہی سے بچانے کے لئے کافی ہے، بعض لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید کی اور بعض نے کہا: قلم دوات لاؤ، اور جو کچھ آپ لکھوانا چاہتے ہیں لکھوالو، اور بعض نے کہا: کیا نبی ﷺ نے بے خبری میں یہ بات فرمائی ہے، آپ سے دریافت کرلو، چنانچہ لوگوں نے دریافت کیا، اس طرح مجلس میں شور ہوا، آپ نے فرمایا: ''میرے پاس سے چلے جاؤ، میں جس حال میں ہوں وہ بہتر ہے اس سے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو'' پھر آپ نے تین وصیتیں فرمائیں: (۱) یہود ونصاریٰ اور مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا (۲) وفود کو اسی طرح نوازنا جس طرح میں ان کو نوازا کرتا تھا، تیسری بات: راوی بھول گیا یا آپ نے نہیں فرمائی، یہ دو حدیثوں کا خلاصہ ہے پہلے دونوں حدیثیں پڑھ لیں، پھر کچھ عرض کرونگا۔

[۴۴۳۱-] حدثنا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَوْمُ الْخَمِيْسِ! وَمَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ؟ اشْتَدَّ بَرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَجَعُهُ، فَقَالَ: "ائْتُوْنِيْ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ أَبَدًا" فَتَنَازَعُوْا وَلاَ يَنْبَغِيْ عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ، فَقَالُوْا: مَا شَأْنُهُ؟ أَهَجَرَ؟اسْتَفْهِمُوْهُ؟ فَذَهَبُوْا يَرُدُّوْنَ عَنْهُ، فَقَالَ: " دَعُوْنِيْ فَالَّذِيْ أَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُوْنَنِيْ إِلَيْهِ" وَأَوْصَاهُمْ بِثَلاَثٍ، قَالَ:" أَخْرِجُوْا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ، وَأَجِيْزُوْا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيْزُهُمْ" وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ أَوْ قَالَ: فَنَسِيْتُهَا.[راجع: ۱۱۴]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (طلبہ سے) فرمایا: جمعرات کا دن! اور جمعرات کا دن کیا ہے؟ نبی ﷺ کی تکلیف (جمعرات کے دن) بڑھ گئی، پس آپ نے فرمایا: ''لاؤ تم میرے پاس، لکھوں میں تمہارے لئے ایک تحریر، گمراہ نہ ہوؤ تم اس کے بعد کبھی بھی'' پس لوگوں نے اختلاف کیا اور کسی بھی نبی کے پاس اختلاف مناسب نہیں، پس لوگوں نے کہا: آپ کا کیا حال ہے؟ کیا بے خبری میں فرمایا ہے؟ دریافت کرو تم آپ سے؟ پس لوگ پوچھنے لگے آپ سے (گیلری میں عنه کی جگہ علیه ہے اور وہی صحیح ہے، یعنی لوگوں نے آپ سے دریافت کرنا شروع کیا کہ آپ نے یہ بات ہوش میں فرمائی ہے یا بے خبری میں؟) آپ نے فرمایا: مجھے رہنے دو، میں جس حالت میں ہوں وہ بہتر ہے، اس حالت سے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو، اور ان کو تین باتوں کی وصیت کی، فرمایا: مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دو، اور وفود کو انعام دو جس طرح میں ان کو انعام دیا کرتا تھا، اور آپ تیسری بات سے خاموش رہے یا راوی نے کہا: میں اس ک بھول گیا۔

[۴۴۳۲-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا حُضِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" هَلُمُّوْا أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لاَتَضِلُّوْا بَعْدَهُ" فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ، حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ، فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ فَاخْتَصَمُوْا، فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ: قَرِّبُوْا يَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَاتَضِلُّوْا بَعْدَهُ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ غَيْرَ ذٰلِكَ، فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالِاخْتِلَافَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: "قُوْمُوْا" قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ: فَكَانَ يَقُوْلُ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتَابَ لِاخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ. [راجع: ۱۱۴]

ترجمہ: ابن عباسؓ کہتے ہیں: جب نبی ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا اور گھر میں کئی آدمی تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا: آؤلکھوں میں تمہارے لئے ایک تحریر نہ گمراہ ہوؤتم اس کے بعد، بعض نے کہا: نبی ﷺ پر تکلیف کا غلبہ ہے، اور تمہارے پاس قرآن ہے، تمہارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے، پس گھر میں موجودلوگوں میں اختلاف ہوا، وہ آپس میں جھگڑنے لگے ان میں سے کوئی کہتا تھا: نزدیک کرو، یعنی قلم دوات لاؤ، لکھیں آپؐ ہمارے لئے کوئی تحریر، نہ گمراہ ہوؤتم اس کے بعد، اوران میں سے کوئی اس کے علاوہ بات کہتا تھا، پس جب لوگوں نے شوراوراختلاف زیادہ کیا تو آپؐ نے فرمایا: اٹھ جاؤ، عبیداللہ (راوی) کہتے ہیں: پس ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے: بیشک مصیبت بالائے مصیبت یہ ہوئی کہ لوگ آڑ بن گئے رسول اللہ ﷺ کے درمیان اورلوگوں کے لئے تحریر لکھنے کے درمیان اختلاف اورشور کرنے کی وجہ سے، یعنی اختلاف اور شور سبب بنا اور آپؐ نے وہ تحریر نہیں لکھوائی، یہ مصیبت بالائے مصیبت بن گئی، ایک مصیبت تو آپؐ کی بیماری تھی اوردوسری مصیبت تحریر وجود میں نہیں آئی۔ اورشیعوں کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ نبی ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل لکھوانا چاہتے تھے، اس طرح اسلام کے متوازی شیعی مذہب وجود میں آ گیا، اگر تحریر لکھوالی جاتی تو شیعوں کے ایمان کی حفاظت ہوجاتی۔

تشریح:

۱- نبی ﷺ کیا لکھوانا چاہتے تھے؟ اس سلسلہ میں قیاس آرائیوں سے کوئی فائدہ نہیں، آپؐ نے نہ لکھوایا نہ بتلایا، اب کوئی شخص قطعیت کے ساتھ یہ بات کیسے بتلاسکتا ہے؟ البتہ ایک ظاہری احتمال یہ ہے کہ آپؐ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی صراحت کرنا چاہتے تھے، آپؐ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عشا کی نماز پڑھوا کران کی خلافت کی طرف اشارہ کیا تھا، مگر احتمال تھا کہ کوئی یہ اشارہ نہ سمجھے، اس لئے آپؐ اس کی صراحت کرنا چاہتے تھے، اورآگے (حدیث ۷۲۱۷) آرہا ہے کہ نبی ﷺ نے بیماری کے زمانہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: میرا ارادہ ہوتا ہے کہ ابوبکرؓ اوران کے فرزند عبدالرحمٰنؓ کو بلاؤں، اوران کو وصیت کروں اوران کو ولی عہد بناؤں تاکہ کہنے والا کچھ نہ کہے اورتمنا کرنے والا تمنا نہ کرے، پھر میں نے سوچا: اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ کے علاوہ کسی اورکی خلافت پر راضی نہ ہوں گے اورمسلمان بھی سوائے ابوبکرؓ کے کسی اورکی

خلافت قبول نہ کریں گے، یہ ارشاد پاک اور عشا کی نماز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پڑھوانا واضح قرائن ہیں کہ آپؐ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں لکھوانا چاہتے تھے۔

۲- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مسجد سے سبق پڑھا کر جب نکلے تو اظہارِ تأسف کرتے ہوئے فرمایا: کاش لوگ مانع نہ بنتے، اور تحریر لکھوا لیتے تو امت گمراہ نہ ہوتی، آج شیعہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بلافصل ہیں اور نبی ﷺ یہی بات لکھوانا چاہتے تھے، یہ پروپیگنڈہ ختم ہوجاتا، اب تو قیامت تک ان کا منہ کون پکڑ سکتا ہے؟

۳- هَجَرَ الْمَرِيْضُ: بیمار کا بہکی بہکی باتیں کرنا .... اسْتَفْهِمُوْهُ: (فعل امر) کسی سے سمجھانے کی درخواست کرنا، یہ معلوم کرنا کہ آپؐ نے جو فرمایا اس کا کیا مطلب ہے؟ .... میں نے هَجَر کا ترجمہ کیا ہے: ''کیا بے خبری میں فرمایا ہے؟'' یہ ترجمہ نبی ﷺ کے شایانِ شان ہے جیسے سورۃ الضحیٰ میں ﴿ضَالًّا﴾: کا ترجمہ حضرت تھانوی قدس سرہ نے ''شریعت سے بے خبر'' کیا ہے یہ بہت شاندار ترجمہ ہے .... رَدَّ عليه: جواب دینا، یَرُدُّوْنَ عنه: فرمائی ہوئی بات کے بارے میں پوچھنے لگے، یَرُدُّوْنَ علیه کا بھی یہی مطلب ہے .... الذی أنا فیه: میں جس حال میں ہوں، وہ کیا حال تھا؟ معلوم نہیں، بظاہر مشغولیت حق مراد ہے .... سَکَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ: میں دو احتمال ہیں، تیسری بات نبی ﷺ نے بیان نہیں فرمائی، یا ابن عباسؓ نے بیان نہیں کی .... فَنَسِيْتُهَا: پس میں اس کو بھول گیا، کون بھول گیا؟ سعید بن جبیرؒ بھول گئے یا سلیمان احولؒ بھول گئے یا سفیان بن عیینہؒ بھول گئے؟ سب احتمال ہیں .... اگر تیسری بات نبی ﷺ نے بیان نہیں فرمائی تو کوئی بات نہیں اور اگر بیان فرمائی تھی اور روات میں سے کوئی بھول گیا تو وہ تیسری بات کیا ہوسکتی ہے؟ کسی نے کہا: جیش اسامہ کی روانگی کا حکم دیا تھا، کسی نے کہا: نماز اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی تھی، اور کسی نے کہا: قبر اطہر کو بت بنانے کی ممانعت کی تھی۔ واللہ اعلم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر شیعوں کے چار اعتراضات اور ان کے جوابات:

۱- نبی ﷺ کا قول وحی ہے اور وحی کو رد کرنا کفر ہے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ وحی کی مخالفت کرکے کافر ہوگئے؟

۲- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے بارے میں کہا: أَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوْهُ: کیا آپؐ نے بکواس کی ہے؟ آپؐ سے پوچھ لو، معاذ اللہ! نبی ﷺ بے تکی بات کیسے کرسکتے ہیں، آپؐ کے شان میں فرمایا گیا ہے: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوْحٰى﴾: گفتۂ او گفتۂ اللہ بود، گرچہ از حلقوم عبداللہ بُود!

۳- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بلند آواز میں گفتگو کی جب کہ سورۃ الحجرات میں اس کی ممانعت آئی ہے، اسی لئے آپؐ نے حضرت عمرؓ کو مجلس سے باہر کردیا۔

۴- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امت کی حق تلفی کی، اگر تحریر سامنے آجاتی تو اختلافات ختم ہوجاتے۔

اجمالی جواب: اس پورے واقعہ کے تنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ ذمہ دار نہیں تھے، اِیْتُوْنِیْ بِکِتَاب: کاغذ اور قلم لاؤ، یہ حکم سب کو دیا تھا، تنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیا تھا، اسی طرح تجویز پیش کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کام تھا، اس سے اختلاف کرنا پھر شور مچانا ایسی چیزیں تھیں جن میں سب شریک تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان میں شامل تھے۔

تفصیلی جوابات:

۱- پیغمبر ﷺ کی ہر بولی ہوئی بات وحی نہیں ہوتی، کھجوروں کو گابھا دینے کے مسئلہ میں آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے: أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأُمُوْرِ دُنْيَاكُمْ: یعنی دنیوی معاملات میں اگر میں کوئی مشورہ دوں تو اس کا ماننا ضروری نہیں، معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کا ہر فرمان وحی نہیں، اور آیت: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى﴾: قرآنِ کریم کے بارے میں ہے، یعنی آپؐ جو قرآن پیش کر رہے ہیں وہ اللہ کا کلام ہے، نبی ﷺ کا اس میں کوئی دخل نہیں، اور حدیبیہ کے قصہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لفظ 'رسول اللہ' نہیں مٹایا تھا، معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی ہر بات وحی نہیں۔

۲- روایت میں اس کی صراحت نہیں ہے کہ ھَجَر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول تھا، بلکہ یہ بات تو ان لوگوں نے کہی تھی جو حضرت عمرؓ کی تجویز کی مخالفت کر رہے تھے، حضرت عمرؓ نے تو آپؐ کی بات کو سنجیدگی سے لیا تھا، اور کہا تھا کہ ایسی سخت تکلیف میں تحریر لکھوانے کی تکلیف دینا مناسب نہیں، دوسروں نے کہا: نہیں لکھوانا چاہئے، تیسروں نے کہا: آپؐ یہ بات بے خبری میں تو نہیں فرمارہے؟ پوچھ لو، سنجیدگی سے فرمارہے ہوں تو لکھوالو ورنہ جانے دو۔

۳- نبی ﷺ کی مجلس میں زور سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی نہیں بولے تھے، شور اس وقت ہوتا ہے جب کئی آدمی زور سے بولیں، پھر حدیث میں لاینبغی ہے اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے سامنے زور سے بولنا خلافِ اولیٰ ہے حرام اور کبیرہ گناہ نہیں۔

۴- تحریر نہ لکھے جانے سے امت کی کیا حق تلفی ہوئی؟ دین مکمل ہو چکا تھا، علاوہ ازیں اس واقعہ کے بعد آپؐ چار دن حیات رہے، اگر لکھوانا ایسا ہی ضروری تھا تو بعد میں لکھواتے، مگر نہیں لکھوائی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ تحریر کوئی بہت زیادہ ضروری نہیں تھی۔

[۴۴۳۳و۴۴۳۴-] حدثنا يَسَرَةُ بْنُ صَفْوَانَ بْنِ جَمِيلٍ اللَّخْمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: دَعَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَاطِمَةَ فِي شَكْوَاهُ الَّذِي قُبِضَ فِيْهِ، فَسَارَّهَا بِشَيْئٍ فَبَكَتْ، ثُمَّ دَعَاهَا فَسَارَّهَا بِشَيْئٍ فَضَحِكَتْ، فَسَأَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَتْ: سَارَّنِي النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ يُقْبَضُ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيْهِ فَبَكَيْتُ، ثُمَّ سَارَّنِي فَأَخْبَرَنِي أَنِّي أَوَّلُ أَهْلِهِ يَتْبَعُهُ فَضَحِكْتُ. [راجع: ۳۶۲۳، ۳۶۲۴]

۶-حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا رونا اور ہنسنا

آپؐ نے اپنی بیماری کے آخری دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور سرگوشی کی، یعنی آہستہ سے کوئی بات کہی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رو پڑیں، تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ سرگوشی کی تو ہنس دیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے وجہ دریافت کی تو نہیں بتائی، حضرت عائشہؓ کو حیرت ہوئی کہ ابھی تو رو رہی تھیں ابھی ہنس پڑیں! پھر وفاتِ نبوی کے بعد پوچھا تو بتلایا کہ وہ بات اس وقت ایک راز تھی، میں اس کو کھولنا نہیں چاہتی تھی، اب بتلانے میں کوئی حرج نہیں، نبی ﷺ نے پہلے مجھ سے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام ہر سال رمضان میں میرے ساتھ قرآن کا ایک دور کیا کرتے تھے، اس سال دو دور کئے ہیں، اس سے میں سمجھتا ہوں کہ اس بیماری میں میری وفات ہوگی، یہ سن کر میں رو پڑی، دوسری مرتبہ آپؐ نے فرمایا: میرے گھر والوں میں تم سب سے پہلے مجھ سے آکر ملوگی، اور تم جنت کی عورتوں کی سردار ہووگی، یہ سن کر میں ہنس پڑی، چنانچہ آپؐ کی وفات کے چھ ماہ بعد حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اس عالم سے رحلت فرماگئیں۔

ملحوظہ: اس حدیث پر دو نمبر لگائے ہیں اس لئے کہ آدھی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے اور آدھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی، اور پہلے (تحفۃ القاری ۷: ۱۶۶) حدیث کے دو حصے کرکے دو نمبر لگائے ہیں، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہونگی: یہ بات یہاں حدیث میں نہیں ہے، پہلے آئی ہے، اور پہلی بات نبی ﷺ نے ازواجِ مطہرات کو اس لئے نہیں بتائی کہ وہ بے قرار ہوجائیں گی، اور حضرت فاطمہؓ کو اس لئے بتائی کہ بعد میں تسلی کی بات ان کو بتانے کے لئے تھی۔

[۴۴۳۵-] حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أَسْمَعُ أَنَّهُ لَايَمُوْتُ نَبِیٌّ حَتّٰی يُخَيَّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیه وسلم يَقُوْلُ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ مَاتَ فِيْهِ، وَأَخَذَتْهُ بُحَّةٌ، يَقُوْلُ: ﴿مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ الآيَةَ، فَظَنَنْتُ أَنَّهُ خُيِّرَ. [انظر: ۴۴۳۶، ۴۴۳۷، ۴۴۶۳، ۴۵۸۶، ۶۳۴۸، ۶۵۰۹]

[۴۴۳۶-] حدثنا مُسْلِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: "لَمَّا مَرِضَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیه وسلم الْمَرَضَ الَّذِیْ مَاتَ فِيْهِ، جَعَلَ يَقُوْلُ: "فِی الرَّفِيْقِ الأَعْلٰی" [راجع: ۴۴۳۵]

۷-انبیاء علیہم السلام کو موت سے پہلے اختیار دیا جاتا ہے

صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: وہ نبی ﷺ سے یہ بات سنا کرتی تھیں کہ کسی نبی کو موت نہیں آتی، یہاں تک کہ اسے دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا جاتا ہے، پھر جب وہ آخرت کو اختیار کرتا ہے تو اس کی روح قبض کی جاتی ہے، چنانچہ نبی

ﷺ کو بھی اختیار دیا گیا، آپؐ نے متعدد مواقع میں آخرت کو اختیار کرنے کا تذکرہ فرمایا ہے، پہلے آپؐ کی تقریر آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو اختیار دیا کہ وہ چاہے تو دنیا کی نعمتوں میں رہے اور چاہے تو اللہ کے یہاں کی نعمتیں اختیار کرے، چنانچہ اس بندے نے آخرت کی نعمتیں اختیار کیں، یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے، اور اپنے ماں باپ کو آپؐ پر قربان کیا، لوگوں کو حیرت ہوئی، مگر جب بہت جلد آپؐ کا انتقال ہوگیا تو لوگوں کی سمجھ میں آیا کہ وہ اختیار دیئے ہوئے بندے آپؐ ہی تھے۔

اور یہاں پہلی روایت میں صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی ﷺ اپنی اس بیماری میں جس میں آپؐ کی وفات ہوئی فرمایا کرتے تھے درانحالیکہ آپ کا گلا بیٹھا ہوا تھا: ﴿مَعَ الَّذِیْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ﴾: یہ سورۃ النساء کی آیت ۶۹ ہے، یعنی ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا، صدیقہؓ کہتی ہیں: یہ بات سن کر میں نے گمان کیا کہ آپؐ کو اختیار دیا گیا، اور آپؐ نے آخرت کو اختیار کیا۔

اور دوسری حدیث میں ہے کہ آپؐ مرض موت میں کہا کرتے تھے: في الرفیق الأعلی: اعلی درجہ کے ساتھیوں میں، یعنی فرشتوں کے ساتھ یا سورۃ النساء کی آیت ۶۹ میں جن لوگوں کا ذکر ہے ان کے ساتھ یعنی نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین کے ساتھ، اور ان حضرات کی مرافقت آخرت میں جنت میں نصیب ہوگی، اور ایک احتمال حاشیہ میں یہ لکھا ہے کہ الرفیق الأعلی سے مراد اللہ پاک ہیں، یہ اللہ پاک کے ناموں میں سے ایک نام ہے، بہر حال آپؐ نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی، اس کے بعد آپؐ کی وفات ہوئی۔

لغت: البُحَّة: آواز کا بھاری پن، گلے کا بیٹھا ہوا ہونا۔

[۴۴۳۷-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ صَحِيْحٌ يَقُوْلُ: "إِنَّهُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ قَطُّ حَتّٰى يُرَى مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُحَيَّا أَوْ: يُخَيَّرَ" فَلَمَّا اشْتَكَى وَحَضَرَهُ الْقَبْضُ، وَرَأْسُهُ عَلٰى فَخِذِ عَائِشَةَ، غُشِيَ عَلَيْهِ، فَلَمَّا أَفَاقَ شَخَصَ بَصَرُهُ نَحْوَ سَقْفِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ: "اللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيْقِ الْأَعْلٰى" فَقُلْتُ: إِذًا لَا يُجَاوِرُنَا، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ حَدِيْثُهُ الَّذِيْ كَانَ يُحَدِّثُنَا وَهُوَ صَحِيْحٌ. [راجع: ۴۴۳۵]

ترجمہ: صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی ﷺ کہا کرتے تھے جب آپؐ تندرست تھے کہ روح قبض نہیں کی گئی کسی نبی کی کبھی بھی یہاں تک کہ دکھلایا جاتا ہے وہ جنت میں اس کا ٹھکانہ، پھر وہ زندہ کیا جاتا ہے یا فرمایا: اختیار دیا جاتا ہے (یہ دوسرا لفظ صحیح ہے) پھر جب آپؐ بیمار پڑے اور قبض روح کا وقت آیا اور آپؐ کا سر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی ران پر تھا تو آپ بیہوش ہوگئے، پھر جب آپؐ کو ہوش آیا تو آپؐ نے اپنی نگاہ گھر کی چھت کی طرف اٹھائی اور فرمایا: اللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيْقِ

الْأَعْلٰی: اے اللہ! عالم بالا کے ساتھیوں میں (شامل فرما) (صدیقہؓ کہتی ہیں) پس میں نے کہا: اب آپؐ ہمارے ساتھ نہیں رہیں گے، اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ آپؐ کی وہ بات ہے جو آپؐ ہم سے تندرستی کے زمانہ میں بیان کیا کرتے تھے، غرض جب روح قبض کرنے کا وقت آیا تب بھی اختیار دیا گیا، جب آپؐ نے آخرت کو اختیار کیا تب آپؐ کی روح قبض کی گئی۔

[٤٤٣٨-] حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ، عَنْ صَخْرِ بْنِ جُوَیْرِیَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ عَائِشَةَ: دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِیْ بَکْرٍ عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیه وسلم، وَأَنَا مُسْنِدَتُهُ إِلٰی صَدْرِیْ، وَمَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سِوَاكٌ رَطْبٌ یَسْتَنُّ بِهِ، فَأَبَدَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم بَصَرَهُ، فَأَخَذْتُ السِّوَاكَ فَقَصَمْتُهُ وَنَفَضْتُهُ وَطَیَّبْتُهُ، ثُمَّ دَفَعْتُهُ إِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیه وسلم فَاسْتَنَّ بِهِ، فَمَا رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم اسْتَنَّ اسْتِنَانًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ، فَمَا عَدَا أَنْ فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم رَفَعَ یَدَهُ أَوْ: إِصْبَعَهُ، ثُمَّ قَالَ:" فِی الرَّفِیْقِ الْأَعْلٰی" ثَلَاثًا، ثُمَّ قَضٰی. وَکَانَتْ تَقُوْلُ: مَاتَ وَرَأْسُهُ بَیْنَ حَاقِنَتِیْ وَذَاقِنَتِیْ. [راجع: ٨٩٠]

۸- وفات سے پہلے نبی ﷺ کا مسواک کرنا

صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کے کمرہ میں داخل ہوئے، اور وہ آپؐ کو سینہ سے لگا کر بیٹھی تھیں، اور عبدالرحمٰنؓ کے پاس تازہ مسواک تھی، وہ اس سے مسواک کر رہے تھے، یعنی مسواک بنانے کے لئے لکڑی لائے تھے، ابھی مسواک بنائی نہیں تھی، پس نبیؐ نے اس کی طرف اپنی نگاہ لمبی کی، میں نے ان سے مسواک لی، اس کو چبایا، اور میں نے اس کو جھاڑا، اور میں نے اس کو عمدہ بنایا، اور ایک نسخہ میں قاف کے ساتھ نَقَضْتُه ہے یعنی میں نے اس کو توڑا، دانتوں سے چبایا اور اس کو خوب عمدہ بنایا، یعنی باریک ریشے بنائے، پھر میں نے وہ مسواک نبی ﷺ کو دی، آپؐ نے اس سے مسواک کی، پس نہیں دیکھا میں نے نبی ﷺ کو کہ مسواک کی ہو آپؐ نے مسواک کرنا کبھی بھی اس سے بہتر! یعنی بہت اچھی طرح مسواک کی، پس نہیں بڑھے مسواک سے فارغ ہونے سے کہ اٹھایا ہاتھ یا کہا: انگلی، پھر تین مرتبہ فرمایا: في الرفيق الأعلى: پھر آپؐ کی وفات ہوگئی، یعنی مسواک سے فارغ ہونے میں اور روح قبض ہونے میں فصل نہیں تھا، اور صدیقہؓ فرمایا کرتی تھیں: نبی ﷺ کی وفات میرے سینہ کے گڑھے اور میرے ٹیٹوے کے درمیان ہوئی۔

لغات: أَبَدَّ یَدَهُ إِلَیْهِ: ہاتھ بڑھانا، أَبَدَّ: أَیْ مَدَّ نَظَرَہ إِلَیْهِ.......... الحَاقِنَةُ: سینہ کے بالائی حصہ میں ہنسلی کے درمیان کا گڑھا.......... الذَّاقِنَةُ: ٹیٹوا، ٹھوڑی کے نیچے کا حصہ.......... الذَّقَن: ٹھوڑی.......... فَمَا عَدَا أَنْ فَرَغَ: أَیْ مَا عَدَا الفَرَاغَ مِنَ السِّوَاكِ (عمدہ): مسواک سے فارغ ہونے سے آگے نہیں بڑھے یعنی مسواک سے فارغ ہوتے ہی روح قبض ہوگئی۔

[۴۴۳۹-] حَدَّثَنِیْ حِبَّانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا یُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ، أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم کَانَ إِذَا اشْتَکٰی نَفَثَ عَلٰی نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ، وَمَسَحَ عَنْهُ بِیَدِهِ، فَلَمَّا اشْتَکَی وَجَعَهُ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْهِ طَفِقْتُ أَنْفُثُ عَلٰی نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِیْ کَانَ یَنْفُثُ، وَأَمْسَحُ بِیَدِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم عَنْهُ.[انظر: ۵۰۱۶، ۵۷۳۵، ۵۷۵۱]

۹-صدیقہ رضی اللہ عنہا مرضِ وفات میں دعائیں پڑھ کر آپؐ پر دم کرتی تھیں

حضرت صدیقہؓ نے اپنے بھانجے حضرت عروہؒ کو بتلایا کہ نبی ﷺ جب بھی بیمار پڑتے معوّذات پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کرتے تھے اور اپنے اوپر اپنا ہاتھ پھیرا کرتے تھے، پھر جب آپؐ کو وہ بیماری ہوئی جس میں آپؐ کی وفات ہوئی تو میں وہ معوذات پڑھ کر آپؐ پر دم کیا کرتی تھی، جن معوذات سے آپؐ دم کیا کرتے تھے، اور میں نبی ﷺ کا ہاتھ آپؐ کے بدن پر پھیرا کرتی تھی۔

لغات: اَلْمُعَوِّذَة: (واوٗ پر تشدید اور کسرہ اسم فاعل واحد مؤنث) پناہ دینے والی دعائیں جیسے چار قل اور آیت الکرسی وغیرہ.........نَفَثَ: ایسا پھونکنا جس کے ساتھ تھوک کے ہلکے ہلکے ذرے جائیں اور نَفْخ وہ پھونکنا جس میں صرف ہوا نکلے اور تَفْل وہ پھونکنا جس کے ساتھ تھوک جائے (حاشیہ) دعا پڑھ کر دم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تین مرتبہ پھونکا جائے اور ہوا کے ساتھ تھوک کے ہلکے ذرے بھی جانے چاہئیں، تب پورا فائدہ ہوگا، صرف ہوا نکلنے سے پورا فائدہ نہیں ہوگا۔

تشریح: جاننا چاہئے کہ دعا پڑھ کر دم کرنے کا فائدہ علاحدہ ہے اور متبرک ہاتھ پھیرنے کا فائدہ الگ ہے، روایت میں ہے: بیماروں کے لئے لوگ پانی لے کر فجر کی نماز میں آتے تھے، فجر کے بعد اس دروازہ پر کھڑے ہوجاتے تھے، جہاں سے حضور ﷺ نکلتے تھے، جب نبی ﷺ لوٹتے تو ہر ایک کے پانی میں ہاتھ ڈوباتے، حالانکہ سخت سردی ہوتی تھی، اس روایت میں کچھ پڑھنے کا ذکر نہیں، پس کچھ پڑھ کر دم کرنا اور ہاتھ نہ لگانا بھی مفید ہے اور دم کرنے کے ساتھ تکلیف کی جگہ ہاتھ پھیرنا زیادہ مفید ہے، اور صرف ہاتھ پھیرنا بھی مفید ہے، صدیقہ رضی اللہ عنہا دعائیں تو خود پڑھتی تھیں، اور نبی ﷺ پر دم کرتی تھیں، پھر نبی ﷺ کا ہاتھ تکلیف کی جگہ پھیرتی تھیں، اس سے دوہرا فائدہ مقصود تھا، جو آپؐ کے ہاتھ ہی سے حاصل ہوسکتا تھا، میرے پاس بچے لائے جاتے ہیں جن کو نظر لگی ہوتی ہے، میں دعا پڑھ کر دم کرتا ہوں، پھر منہ پر ہاتھ پھیرتا ہوں، جب دونوں چیزیں جمع کرتا ہوں تو زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔

[۴۴۴۰-] حدثنا مُعَلَّی بْنُ أَسَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُخْتَارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ، أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم وَأَصْغَتْ إِلَیْهِ قَبْلَ أَنْ یَمُوْتَ، وَهُوَ مُسْنِدٌ إِلَیَّ ظَهْرَهُ، یَقُوْلُ: "اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَأَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ"[انظر: ۵۶۷۴]

۱۰- آخری لمحات میں نبی ﷺ کا دعا کرنا

صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے نبی ﷺ سے سنا درانحالیکہ میں نے وفات سے پہلے آپؐ کی طرف کان لگایا، درانحالیکہ آپؐ اپنی پیٹھ میرے ساتھ لگائے ہوئے تھے، فرما رہے تھے: اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَأَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ: اے اللہ! میری بخشش فرما، مجھ پر مہربانی فرما، اور مجھے اپنا وصل نصیب فرما۔

تشریح: زندگی کے آخری لمحات قبولیت دعا کے اوقات ہیں، شکستہ دل کی دعا اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں، لہٰذا جب آخری وقت آئے تو دعا کرنا نہ بھولے۔

[٤٤٤١-] حدثنا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ هِلَالٍ الْوَزَّانِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ لَمْ يَقُمْ مِنْهُ: " لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ" قَالَتْ عَائِشَةُ: لَوْلَا ذَاكَ لَأُبْرِزُ قَبْرُهُ، خُشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا.
[راجع: ٤٣٥]

۱۱- عمارت میں قبر بنانے کی وجہ

ایک دن نبی ﷺ مرضِ وفات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے، سب ازواج جمع تھیں، حضرت ام سلمہ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہما نے ایک گرجے کا تذکرہ کیا، جوانھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا، جس کا نام ماریہ تھا، اور یہ بات بھی ذکر کی کہ اس میں تصویریں تھیں، یہود ونصاری کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی نیک آدمی مرتا تو اس کی قبر کے پاس مسجد بناتے اور دیوار پر صاحب قبر کا فوٹو لگاتے، نبی ﷺ نے چہرہ سے چادر ہٹائی اور فرمایا: یہود پر اللہ کی لعنت! انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا، یعنی انبیاء اور اولیاء کی قبروں کو سجدے نہ کئے جائیں، جیسے جاہل مسلمان کرتے ہیں یا ان کی قبروں پر مسجد تعمیر نہ کی جائے، دونوں کام موجب لعنت ہیں۔

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی ﷺ کی قبر جو کمرے میں بنائی گئی ہے یہ آپؐ کی خصوصیت ہے، اگر قبر اطہر گورغریباں میں بنائی جاتی تو لوگ اس کو سجدہ کرتے، وہاں کنٹرول کرنا مشکل ہوتا، اس لئے قبر مبارک کمرے میں بنی تاکہ وہاں خرافات نہ ہوں۔

آخری عبارت کا ترجمہ: اگر نہ ہوتی وہ بات یعنی یہ اندیشہ کہ لوگ قبر اطہر کو سجدہ گاہ بنالیں گے تو آپؐ کی قبر ظاہر کی جاتی، یعنی آپؐ کی قبر گورغریباں میں بنتی، ڈرا گیا کہ قبر مسجد گاہ بنالی جائے گی، اور حدیث ۱۳۳۰ میں گذرا ہے کہ میں ڈرتی ہوں کہ لوگ قبر اطہر کو سجدہ بنالیں گے، اس لئے دروازہ بند رکھتی ہوں (تحفۃ القاری ۴: ۸۷)

[٤٤٤٢-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَتْ: لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَّ لَهُ، فَخَرَجَ وَهُوَ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِي الْأَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَبَيْنَ رَجُلٍ آخَرَ، قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ: فَأَخْبَرْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بِالَّذِيْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ: هَلْ تَدْرِيْ مَنِ الرَّجُلُ الْآخَرُ الَّذِيْ لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ؟ قَالَ: قُلْتُ: لَا، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هُوَ عَلِيٌّ، فَكَانَتْ عَائِشَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم تُحَدِّثُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ عليه السلام لَمَّا دَخَلَ بَيْتِيْ وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ قَالَ: "هَرِيْقُوْا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ تُحْلَلْ أَوْكِيَتُهُنَّ لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ" فَأَجْلَسْنَاهُ فِيْ مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ مِنْ تِلْكَ الْقِرَبِ حَتَّى طَفِقَ يُشِيْرُ إِلَيْنَا بِيَدِهِ أَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ. قَالَتْ: ثُمَّ خَرَجَ إِلَى النَّاسِ فَصَلَّى بِهِمْ وَخَطَبَهُمْ.[راجع: ١٩٨]

۱۲- بیماری کا آخری ہفتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گذارا

نبی ﷺ کی طبیعت دن بہ دن گرتی جارہی تھی، آپؐ ہر دن پوچھتے تھے کہ میں کل کہاں ہوں گا؟ ازواجِ مطہرات آپؐ کا منشا سمجھ گئیں، چنانچہ سب نے مل کر اجازت دیدی کہ آپؐ جہاں چاہیں رہیں، اس کے بعد آپؐ حضرت عائشہؓ کے گھر میں منتقل ہوگئے، منتقلی کے وقت حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما لے کر چل رہے تھے، پاؤں زمین میں گھسٹ رہے تھے، اس کیفیت کے ساتھ حضرت عائشہؓ کے مکان میں تشریف لے گئے، پھر آخری ہفتہ وہیں گذارا۔

۱۳- وفات سے پانچ دن پہلے غسل فرمایا اور تقریر فرمائی

بدھ کے دن حرارت زیادہ ہوگئی، تکلیف بڑھ گئی، اور غشی طاری ہوگئی، آپؐ نے فرمایا: مجھ پر مختلف کنوؤں کے سات مشکیزے جن کے تسمے نہ کھولے گئے ہوں بہاؤ تاکہ میں لوگوں کے پاس جا کر وصیت کروں، آپؐ کو ایک لگن میں بٹھایا گیا، اور آپؐ پر اتنا پانی ڈالا گیا کہ آپؐ بس بس کہنے لگے، پھر آپؐ نے کچھ تخفیف محسوس کی تو مسجد میں تشریف لے گئے، نماز پڑھائی اور اس کے بعد تقریر فرمائی۔

تشریح: عرب کا علاقہ گرم خشک ہے ایسی جگہوں میں ٹھنڈا پانی بخار کا علاج ہے اور سات مشکوں کی قید اور تسمے نہ کھولے جانے کی قید کیوں تھی؟ طبّی تدابیر اور عملیات میں ایسی باتوں کا اثر ہوتا ہے، اطباء اور عامل ایسی شرطیں لگاتے ہیں اور بالاجمال سبھی جانتے ہیں کہ اس طرح کی قیدوں کی تاثیر ہے اور بالتفصیل حکماء اور عاملین بھی نہیں جانتے (تحفۃ القاری ۱:۵۳۴)

سوال: صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا نام تو لیا مگر دوسری طرف کے آدمی کا نام نہیں لیا، اس کی کیا وجہ تھی؟

جواب: ایک جانب ہمیشہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ رہتے تھے، اور دوسری جانب آدمی بدلتا رہتا تھا، کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوتے تھے، کبھی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، اس لئے اس جانب کے آدمی کو نامزد نہیں کیا، کوئی ناراضگی اس کی وجہ نہیں تھی (یہ بات حاشیہ میں ہے)

[٤٤٤٣و٤٤٤٤-] وَأَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ، قَالاَ: لَمَّا نَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم طَفِقَ یَطْرَحُ خَمِیْصَةً لَهُ عَلٰی وَجْهِهِ، فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ، فَقَالَ: وَهُوَ كَذٰلِكَ "لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی اتَّخُذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِیَائِهِمْ مَسَاجِدَا" یُحَذِّرُ مَاصَنَعُوْا. [راجع: ٤٣٥، ٤٣٦]

۱۴- مرض وفات میں یہود ونصاری پر لعنت بھیجنا امت کے لئے تنبیہ تھی

حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب نبی ﷺ کی بیماری شروع ہوئی تو آپؐ اپنی کالی کملی اپنے چہرے پر ڈالتے تھے، پھر جب گھٹن ہوتی تو اس کو چہرے سے ہٹا دیتے تھے، آپؐ نے اسی حال میں فرمایا: یہود ونصاری پر اللہ کی لعنت! انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنالیا، آپؐ ڈرا رہے تھے، اس سے جو انھوں نے کیا یعنی آپؐ کی امت آپؐ کی قبر کے ساتھ یہ حرکت نہ کرے۔

تشریح: یُحَذِّرُ مَاصَنَعُوْا کے ذریعہ نبی ﷺ نے امت کو ڈرایا ہے کہ قبر اطہر کے ساتھ اور صالحین کی قبروں کے ساتھ وہ معاملہ نہ کیا جائے جو یہود ونصاری نے اپنے صلحاء اور انبیاء کی قبروں کے ساتھ کیا۔

۱۵- مرض موت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امام بنایا

سب سے آخری نماز جو نبی ﷺ نے پڑھائی وہ جمعرات کی مغرب کی نماز تھی، جس کے چار روز کے بعد پیر کے دن آپؐ کا وصال ہوا، جب عشاء کا وقت آیا تو دریافت فرمایا: لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ عرض کیا گیا: نہیں، لوگ آپؐ کے انتظار میں ہیں، آپؐ نے کئی بار اٹھنے کا ارادہ کیا مگر شدتِ مرض سے بیہوش ہوگئے، آخر میں فرمایا: ابوبکرؓ سے کہو کہ نماز پڑھائیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! ابوبکرؓ نرم دل کے آدمی ہیں، جب آپؐ کی جگہ کھڑے ہونگے تو ان پر رقت طاری ہوجائے گی، اور وہ لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے، لہٰذا آپؐ عمرؓ کو حکم دیں کہ وہ نماز پڑھائیں، پھر آپؐ پر غشی طاری ہوگئی، جب ہوش آیا تو دریافت کیا کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ عرض کیا گیا: نہیں، لوگ آپؐ کا انتظار کررہے ہیں،

حضرت عائشہؓ نے نبی ﷺ سے تین یا چار مرتبہ عرض کیا کہ امامت کا کام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بجائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لیا جائے، حضرت عائشہؓ کا منشا یہ تھا کہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بدشگوں نہ ہوں، لیکن نبی ﷺ نے ہر بار انکار فرمایا، اور فرمایا: ''تم یوسف علیہ السلام والی عورتیں ہو، ابوبکرؓ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں'' چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عشاء سے نماز پڑھانی شروع کی اور نبی ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں سترہ نمازیں پڑھائیں (تفصیل کے لئے دیکھیں: تحفۃ القاری ۲: ۵۴۰)

[۴۴۴۵-] أَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ، أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَقَدْ رَاجَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم فِیْ ذٰلِكَ، وَمَا حَمَلَنِیْ عَلٰی كَثْرَةِ مُرَاجَعَتِهِ إِلَّا أَنَّـهُ لَمْ یَقَعْ فِیْ قَلْبِیْ أَنْ یُحِبَّ النَّاسُ بَعْدَهُ رَجُلًا قَامَ مَقَامَهُ أَبَدًا، وَإِلَّا كُنْتُ أَرٰی أَنَّـهُ لَنْ یَقُوْمَ أَحَدٌ مَقَامَهُ إِلَّا تَشَاءَ مَ النَّاسُ بِهِ، فَأَرَدْتُ أَنْ یَعْدِلَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم عَنْ أَبِیْ بَكْرٍ، قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ، وَأَبُوْ مُوْسٰی وَابْنُ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیه وسلم. [راجع: ۱۹۸]

ترجمہ: صدیقہؓ فرماتی ہیں: بخدا! میں نے بار بار نبی ﷺ سے عرض کیا اس (امامت) کے معاملہ میں اور نہیں ابھارا مجھے آپؐ سے بار بار عرض کرنے پر مگر (۱) اس بات نے کہ میرے دل میں یہ بات واقع نہیں ہوئی یعنی میرے دل نے یہ بات قبول نہیں کی کہ لوگ کبھی بھی محبت کریں گے آپؐ کے بعد اس شخص سے جو آپؐ کی جگہ کھڑا ہوگا۔ (۲) اور مگر میں سمجھتی تھی کہ ہرگز نہیں کھڑا ہوگا کوئی شخص آپؐ کی جگہ مگر لوگ اس کو منحوس خیال کریں گے، اس لئے میں نے چاہا کہ نبی ﷺ اس (امامت) کو ابوبکرؓ سے ہٹائیں۔

تشریح: یہ بات کہ نبی ﷺ نے امامت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سونپی: حضرات ابن عمر، ابوموسیٰ اشعری اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً مروی ہے، ابن عمرؓ کی روایت پہلے (حدیث ۶۸۲) اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت پہلے (حدیث ۶۷۸ اور ۳۳۸۵) اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت پہلے (حدیث ۴۴۳۱) آئی ہیں، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات ذرا پیچیدہ ہے، ان کے قول میں نفی اثبات برائے حصر ہیں، یعنی بار بار عرض کرنے کی یہی وجہ تھی، دوسری کوئی وجہ نہیں تھی، اور اثبات کے لئے إلّا مکرر لائی ہیں، مگر دونوں کا حاصل ایک ہے، ان کا دل تو یہی چاہتا تھا کہ امامت کی فضیلت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ملے تاکہ اس سے آگے امامت کبری کا مسئلہ حل ہو جائے، مگر وہ ڈر بھی رہی تھیں کہ اگر خدانخواستہ آپؐ کی اس مرض میں وفات ہوگئی تو لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو منحوس خیال کریں گے، اور آگے کا مرحلہ کٹھائی میں پڑ جائے گا، اس لئے انھوں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہا کا نام پیش کروایا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نہ سمجھ سکیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہا کا نام پیش کر دیا، اس پر آپؐ نے فرمایا: ''تم یوسفؑ والی عورتیں ہو'' یعنی دل میں کچھ ہے

اور ظاہر کچھ کررہی ہو، دل سے تو چاہتی ہو کہ ابوبکرؓ امام بنیں تا کہ امامت کبری کا مسئلہ حل ہوجائے، مگر عمرؓ کا نام پیش کرتی ہو تا کہ لوگ ابوبکرؓ کو منحوس خیال نہ کریں، اور امامتِ کبری کا مسئلہ طے ہونے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔

سوال: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مشورہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں بدخواہی تھی جو مؤمن کی شان کے خلاف ہے؟

جواب: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بلافصل نمبر نہیں تھا، نبی ﷺ کی حیات میں بھی لوگ فضیلت میں پہلا نمبر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیتے تھے، پھر عمر رضی اللہ عنہ کو، اس لئے ان کا نمبر آنے تک بات بھولی بسری ہوجائے گی۔

[٤٤٤٦-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ ابْنُ الْهَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَاتَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَإِنَّهُ لَبَيْنَ حَاقِنَتِيْ وَذَاقِنَتِيْ، فَلاَ أَكْرَهُ شِدَّةَ الْمَوْتِ لِأَحَدٍ أَبَدًا بَعْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم. [راجع: ٨٩٠]

۱۶- سکرات کی تکلیف

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: نبی ﷺ کی وفات ہوئی، درانحالیکہ آپؐ میرے سینہ کے گڑھے اور میرے ٹیٹوے کے درمیان تھے، یعنی انھوں نے نبی ﷺ کی سکرات کی تکلیف قریب سے دیکھی ہے، چنانچہ میں موت کی سختی کو ناپسند نہیں کرتی کسی کے لئے کبھی بھی نبی ﷺ کے بعد۔

تشریح: الْحَاقِنَة: گلے کے نیچے، سینے کے بالائی حصہ میں ہنسلی کے درمیان کا گھڑا .... الذَّاقِنَة: ٹھوڑی کے نیچے کا حصہ، ٹیٹوا .... نزع میں سختی یا آسانی قبولیت اور عدم قبولیت کی دلیل نہیں، سید کائنات محبوب رب العالمین ﷺ کو سکرات میں سخت تکلیف تھی، آپؐ بار بار اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے؟ الٰہی! سکرات کی کٹھنائیوں میں میری مدد فرما، یہ منظر دیکھ کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سمجھ میں آگیا کہ سکرات کی سختیاں آدمی کے برا ہونے کی دلیل نہیں، اس لئے فرماتی ہیں: میں کسی کے لئے بھی سکرات کی سختیوں کو ناپسند نہیں کرتی۔

۱۷- موت کا سنبھالا

آخری دن (پیر کے دن) جب فجر کی نماز شروع ہوگئی تو نبی ﷺ نے کمرے کا پردہ ہٹایا اور دیر تک کھڑے رہے، اور نماز کا منظر دیکھتے رہے، پھر پردہ ڈال دیا، نماز کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کمرے میں گئے، آج آپؐ کی طبیعت سنبھلی ہوئی تھی، اور یہ موت کا سنبھالا تھا، جب حضرت علیؓ باہر نکلے تو لوگوں نے پوچھا: آج نبی ﷺ کا مزاج کیسا ہے؟ انھوں نے کہا: آج اللہ کے فضل سے آپؐ چنگے (تندرست) ہیں، لوگ مطمئن ہوکر گھر چلے گئے، پھر آٹھ نو بجے تکلیف شروع ہوئی،

اور زوال سے پہلے وصال ہوگیا۔

۱۸-حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دانشمندانہ جواب

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اطلاع دی کہ آج نبی ﷺ بالکل ٹھیک ہیں تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور کہا: بخدا! تم تین دن کے بعد ڈنڈے کے غلام ہوگے، یعنی دوسروں کے تابع ہوگے، اور میں بخدا! گمان کرتا ہوں کہ نبی ﷺ عنقریب وفات پائیں گے اپنی اس تکلیف میں یعنی آج جو صورتِ حال ہے وہ موت کا سنبھالا ہے، بیشک میں موت کے وقت عبدالمطلب کے خاندان کے چہروں کو پہچانتا ہوں یعنی نبی ﷺ کے چہرے میں موت کی علامتیں ظاہر ہوچکی ہیں، پس آؤ، ہم نبی ﷺ کے پاس چلیں، اور آپؐ سے دریافت کریں کہ آپؐ کے بعد حکومت کس کو ملے گی؟ اگر ہمیں ملنی ہے تو ہمارے علم میں یہ بات آجائے گی، اور اگر کسی اور کو ملنی ہے تو بھی ہم اس کو جان لیں گے، اور آپؐ ہمارے بارے میں وصیت کریں گے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: بخدا! ہم اگر نبی ﷺ سے خلافت کے بارے میں پوچھیں گے اور آپؐ انکار کردیں گے تو لوگ آپؐ کے بعد ہمیں خلافت نہیں دیں گے، اس لئے بخدا! میں نبی ﷺ سے یہ بات نہیں پوچھوں گا۔

[۴۴۴۷-] حَدَّثَنِیْ إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ شُعَیْبِ بْنِ أَبِیْ حَمْزَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ أَبِیْ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ کَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِیُّ- وَکَانَ کَعْبُ بْنُ مَالِكٍ أَحَدَ الثَّلَاثَةِ الَّذِیْنَ تِیْبَ عَلَیْهِمْ - أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ عَلِیَّ ابْنَ أَبِیْ طَالِبٍ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ وَجَعِهِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْهِ، فَقَالَ النَّاسُ: یَا أَبَا الْحَسَنِ! کَیْفَ أَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فَقَالَ: أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَارِئًا.

فَأَخَذَ بِیَدِهِ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَقَالَ لَهُ: أَنْتَ وَاللّٰهِ بَعْدَ ثَلَاثٍ عَبْدُ الْعَصَا، وَإِنِّیْ وَاللّٰهِ لَأُرَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم سَوْفَ یُتَوَفَّی مِنْ وَجَعِهِ هٰذَا، إِنِّیْ لَأَعْرِفُ وُجُوْهَ بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلَبِ عِنْدَ الْمَوْتِ، اذْهَبْ بِنَا إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَلْنَسْأَلْهُ فِیْمَنْ هٰذَا الْأَمْرُ؟ إِنْ کَانَ فِیْنَا عَلِمْنَا ذٰلِكَ، وَإِنْ کَانَ فِیْ غَیْرِنَا عَلِمْنَاهُ، فَأَوْصَی بِنَا، فَقَالَ عَلِیٌّ: إِنَّا وَاللّٰهِ لَئِنْ سَأَلْنَاهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَمَنَعَنَاهَا لَا یُعْطِیْنَاهَا النَّاسُ بَعْدَهُ، وَإِنِّیْ وَاللّٰهِ لَا أَسْأَلُهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم.[انظر: ۶۲۶۶]

ترجمہ: امام زہریؒ (تابعی) کہتے ہیں: مجھے عبداللہ بن کعب بن مالک انصاریؒ (تابعی) نے بتلایا —— اور حضرت کعبؓ ان تین صحابہ میں سے تھے جن کی توبہ آسمان سے نازل ہوئی ہے —— کہ ابن عباسؓ (صحابی) نے ان کو بتلایا کہ حضرت

علیؓ (صحابی) نبی ﷺ کے پاس سے نکلے (حاشیہ میں ہے کہ یہ وفات کے دن کا واقعہ ہے) آپؐ کی اس بیماری میں جس میں آپؐ کی وفات ہوئی، پس لوگوں نے پوچھا: ابوالحسن! آج رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ انھوں نے کہا: آج اللہ کے فضل سے بھلے چنگے ہیں۔

پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان سے کہا: آپؓ بخدا! تین دن کے بعد لاٹھی کے غلام ہونگے، اور بیشک میں بخدا! گمان کرتا ہوں کہ نبی ﷺ عنقریب وفات پا جائیں گے، اپنی اس بیماری میں، بیشک میں البتہ پہچانتا ہوں موت کے وقت عبدالمطلب کے خاندان کے چہروں کو، آؤ نبی ﷺ کے پاس چلیں، آپؐ سے پوچھیں: کن لوگوں میں ہوگا یہ معاملہ (حکومت) اگر ہمارے اندر ہوگا تو ہم اس کو جان لیں گے اور اگر ہمارے علاوہ میں ہوگا تو بھی ہم اس کو جان لیں گے، پس آپؐ ہمارے بارے میں (بننے والے خلیفہ کو) تاکید کریں گے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: بیشک ہم بخدا! اگر پوچھیں گے آپؐ سے اس معاملہ میں پس منع کر دیا آپؐ نے ہم کو اس سے تو نہیں دیں گے آپؐ کے بعد لوگ ہمیں وہ خلافت، اور بیشک میں بخدا! نہیں پوچھوں گا رسول اللہ ﷺ سے (یہ بات، یہ حضرت علیؓ کا بہت دانشمندانہ جواب ہے)

لغت: بَرِئَ (س) بَرْءً ا وَبُرْءً ا: صحت یاب ہونا، صفت: بَارِئٌ اور بَارِیٌٔ ہمزہ کے ساتھ اور یا کے ساتھ۔

۱۹- نبی ﷺ نے آخری دن فجر کی نماز کا منظر دیکھا

پیر کے دن لوگ نمازِ فجر میں مشغول تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے، اچانک نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کا پردہ ہٹایا اور صحابہ پر جو صفیں باندھے نماز میں مشغول تھے نظر ڈالی، پھر مسکرائے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ الٹے پاؤں صف سے جا ملے، انھوں نے سمجھا کہ نبی ﷺ نماز کے لئے تشریف لا رہے ہیں، اور زیارت سے مسلمان اس قدر خوش ہوئے کہ قریب تھے کہ نماز توڑ بیٹھیں، مگر رسول اللہ ﷺ نے اشارہ کیا کہ اپنی نماز پوری کرلو، پھر پردہ چھوڑ دیا اور حجرہ میں تشریف لے گئے۔

[٤٤٤٨-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: أَنَّ الْمُسْلِمِيْنَ بَيْنَاهُمْ فِي صَلاَةِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ الاِثْنَيْنِ، وَأَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ لَهُمْ، لَمْ يَفْجَأْهُمْ إِلاَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ، فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ فِيْ صُفُوْفِ الصَّلاَةِ، ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ، فَنَكَصَ أَبُوْ بَكْرٍ عَلٰى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ، وَظَنَّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُرِيْدُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلاَةِ، فَقَالَ أَنَسٌ: وَهَمَّ الْمُسْلِمُوْنَ أَنْ يَفْتَتِنُوْا فِيْ صَلاَتِهِمْ فَرَحًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ بِيَدِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ أَتِمُّوْا صَلاَتَكُمْ ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَأَرْخَى السِّتْرَ. [راجع: ٦٨٠]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: دریں اثناء کہ پیر کے دن مسلمان فجر کی نماز میں تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو نماز پڑھا رہے تھے، غیر متوقع طور پر ان کے سامنے نہیں آئے مگر نبی ﷺ، آپؐ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کا پردہ کھولا اور لوگوں کی طرف دیکھا درانحالیکہ وہ نماز کی صفوں میں تھے، پس مسکرائے، ہنسے، پس ابوبکر رضی اللہ عنہ لوٹے اپنی ایڑیوں پر تا کہ وہ صف سے مل جائیں، اور گمان کیا انھوں نے کہ نبی ﷺ نماز کے لئے نکلنا چاہتے ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اور ارادہ کیا مسلمانوں نے کہ فتنہ میں مبتلا ہو جائیں وہ اپنی نماز میں یعنی نماز توڑ دیں خوشی سے نبی ﷺ (کی زیارت) کے لئے، پس ان کی طرف نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اپنی نماز پوری کرو، پھر آپؐ حجرہ میں چلے گئے اور پردہ چھوڑ دیا۔

[٤٤٤٩-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ: أَنَّ أَبَا عَمْرٍو ذَكْوَانَ مَوْلَى عَائِشَةَ أَخْبَرَهُ، أَنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ تَقُوْلُ: إِنَّ مِنْ نِعَمِ اللهِ عَلَيَّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم تُوُفِّيَ فِيْ بَيْتِيْ وَفِيْ يَوْمِيْ، وَبَيْنَ سَحْرِيْ وَنَحْرِيْ، وَأَنَّ اللهَ جَمَعَ بَيْنَ رِيْقِيْ وَرِيْقِهِ عِنْدَ مَوْتِهِ: دَخَلَ عَلَيَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، وَبِيَدِهِ السِّوَاكُ وَأَنَا مُسْنِدَةٌ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَرَأَيْتُهُ يَنْظُرُ إِلَيْهِ وَعَرَفْتُ أَنَّهُ يُحِبُّ السِّوَاكَ، فَقُلْتُ: آخُذُهُ لَكَ؟ فَأَشَارَ بِرَأْسِهِ أَنْ نَعَمْ. فَتَنَاوَلْتُهُ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ، وَقُلْتُ: أُلَيِّنُهُ لَكَ؟ فَأَشَارَ بِرَأْسِهِ أَنْ نَعَمْ، فَلَيَّنْتُهُ فَأَمَرَّهُ وَبَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ أَوْ عُلْبَةٌ - يَشُكُّ عُمَرُ - فِيْهَا مَاءٌ، فَجَعَلَ يُدْخِلُ يَدَيْهِ فِي الْمَاءِ فَيَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ، يَقُوْلُ: "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ! إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ"، ثُمَّ نَصَبَ يَدَهُ فَجَعَلَ يَقُوْلُ: "فِي الرَّفِيْقِ الْأَعْلٰى" حَتّٰى قُبِضَ وَمَالَتْ يَدُهُ.[راجع: ٨٩٠]

۲۰-موت کی سختیاں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ ذکوانؒ کہتے ہیں: حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں: بیشک اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے مجھ پر یہ ہے کہ (۱) رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی میرے گھر میں اور میری باری میں، یعنی اگر آپ باری سے گھومتے تو وفات کے دن میری باری تھی (۲) اور میرے پھیپھڑے اور میرے سینہ کے درمیان (نبی ﷺ سر مبارک حضرت عائشہؓ کے سینہ سے لگائے ہوئے تھے، اسی حالت میں وفات ہوئی) (۳) اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی موت کے وقت میرے تھوک اور آپؐ کے تھوک کو جمع کیا (اس کی تفصیل یہ ہے:) میرے پاس عبدالرحمٰنؓ آئے، ان کے ہاتھ میں مسواک تھی، اور میں نبی ﷺ کو ٹیک لگائے ہوئے تھی، پس میں نے آپؐ کو دیکھا کہ آپؐ مسواک کی طرف دیکھ رہے ہیں، میں سمجھ گئی کہ آپؐ مسواک کرنا چاہتے ہیں، میں نے پوچھا: میں اس کو آپؐ کے لئے لوں؟ آپؐ نے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں، پس میں نے اس کو لیا، وہ آپؐ کو سخت محسوس ہوئی یعنی وہ لکڑی چب نہ سکی، میں نے کہا: میں آپؐ کے لئے اس کو نرم

کروں؟ آپؐ نے سر کے اشارہ سے فرمایا: ہاں، میں نے اس کو نرم کیا، پس آپؐ نے اس کو دانتوں پر پھیرا، اور آپؐ کے سامنے چمڑے کا برتن یا لکڑی کا بڑا پیالہ تھا ـــــ عمر بن سعیدؒ کو شک ہے ـــــ اس میں پانی تھا پس آپؐ پانی میں اپنے دونوں ہاتھ داخل کرتے اور ان دونوں سے اپنے چہرے کو پونچھتے اور فرماتے: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، بیشک موت کے لئے سختیاں ہیں، پھر آپ نے اپنا ہاتھ اٹھایا، اور فرمانے لگے: في الرفيق الأعلى، یہاں تک کہ روح قبض ہوگئی، اور آپ کا ہاتھ لڑھک گیا۔

[٤٤٥٠-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَسْأَلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ يَقُوْلُ: " أَيْنَ أَنَا غَدًا؟ أَيْنَ أَنَا غَدًا؟" يُرِيْدُ يَوْمَ عَائِشَةَ، فَأَذِنَّ لَهُ أَزْوَاجُهُ يَكُوْنُ حَيْثُ شَاءَ، فَكَانَ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ حَتّٰى مَاتَ عِنْدَهَا، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَمَاتَ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ كَانَ يَدُوْرُ عَلَيَّ فِيْهِ فِيْ بَيْتِيْ، فَقَبَضَهُ اللّٰهُ وَإِنَّ رَأْسَهُ لَبَيْنَ نَحْرِيْ وَسَحْرِيْ، وَخَالَطَ رِيْقُهُ رِيْقِيْ، ثُمَّ قَالَتْ: دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ وَمَعَهُ سِوَاكٌ يَسْتَنُّ بِهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقُلْتُ لَهُ: أَعْطِنِيْ هٰذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ! فَأَعْطَانِيْهِ فَقَضِمْتُهُ ثُمَّ مَضَغْتُهُ فَأَعْطَيْتُهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَاسْتَنَّ بِهِ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلٰى صَدْرِيْ. [راجع: ٨٩٠]

۲۱- آپؐ کا وصال حضرت عائشہؓ کی باری کے دن ہوا

صدیقہؓ فرماتی ہیں: نبی ﷺ اپنی اس بیماری میں جس میں آپؐ کی وفات ہوئی پوچھا کرتے تھے: میں کل کہاں ہوں گا، میں کل کہاں ہوں گا، آپؐ عائشہؓ کا دن چاہتے تھے، پس اجازت دی آپؐ کو آپؐ کی ازواج نے کہ آپؐ جہاں چاہیں رہیں، پس آپؐ حضرت عائشہؓ کے کمرے میں رہے یہاں تک کہ ان کے پاس وفات پائی، صدیقہؓ کہتی ہیں: پس وفات پائی آپؐ نے میرے گھر میں اس دن میں جو میری باری کا دن تھا، پس آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے وصول کیا درانحالیکہ آپؐ کا سر میرے سینہ اور میرے پھیپھڑے کے درمیان تھا، اور آپؐ کا تھوک اور میرا تھوک اکٹھا ہوا، پھر اس کی تفصیل سنائی کہ عبدالرحمٰنؓ آئے ان کے پاس مسواک تھی، مسواک کر رہے تھے وہ اس کے ذریعہ، پس ان کی طرف نبی ﷺ نے دیکھا، میں نے عبد الرحمٰنؓ سے کہا: مجھے یہ مسواک دے اے عبدالرحمٰن! پس دی اس نے مجھے وہ مسواک، پس میں نے اس کو دانتوں سے توڑا، پھر میں نے اس کو چبایا، پھر میں نے وہ مسواک نبی ﷺ کو دی، درانحالیکہ آپؐ میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

تشریح: آپؐ کو حضرت عائشہؓ کی باری کا انتظار کیوں تھا؟ عام طور پر یہ سمجھا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت تھی، اس لئے آپ بیماری کے دن ان کے پاس گذارنا چاہتے تھے، مگر اصل وجہ یہ تھی کہ آپؐ کو ان کے کمرے میں دفن

ہونا پسند تھا، اور یہ بات اسی وقت ممکن تھی کہ ان کے کمرے میں وفات ہو، کیونکہ انبیاء کی تدفین اسی جگہ ہوتی ہے جہاں ان کی وفات ہوتی ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرہ میں وفات اسی صورت میں ممکن تھی کہ ان کی باری کا دن ہو، اس لئے آپ کو ان کی باری کا انتظار تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے مقدر یہ کیا تھا کہ اگر آپ حسب معمول باری میں چلتے رہتے تو بھی وفات حضرت عائشہؓ کے کمرہ میں ہوتی، کیونکہ وفات کا دن ان کی باری کا دن تھا۔

[٤٤٥١-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِيْ بَيْتِيْ وَفِيْ يَوْمِيْ، وَبَيْنَ سَحْرِيْ وَنَحْرِيْ، وَكَانَ أَحَدُنَا يُعَوِّذُهُ بِدُعَاءٍ إِذَا مَرِضَ، فَذَهَبْتُ أُعَوِّذُهُ فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ، وَقَالَ: "فِي الرَّفِيْقِ الأَعْلَى! فِي الرَّفِيْقِ الأَعْلَى!" وَمَرَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَفِيْ يَدِهِ جَرِيْدَةٌ رَطْبَةٌ فَنَظَرَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، فَظَنَنْتُ أَنَّ لَهُ بِهَا حَاجَةً فَأَخَذْتُهَا فَمَضَغْتُ رَأْسَهَا وَنَفَضْتُهَا فَدَفَعْتُهَا إِلَيْهِ فَاسْتَنَّ بِهَا كَأَحْسَنِ مَاكَانَ مُسْتَنًّا، ثُمَّ نَاوَلَنِيْهَا فَسَقَطَتْ يَدُهُ أَوْ: سَقَطَتْ مِنْ يَدِهِ فَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَ رِيْقِيْ وَرِيْقِهِ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنَ الدُّنْيَا وَأَوَّلِ يَوْمٍ مِنَ الآخِرَةِ. [راجع: ٨٩٠]

ترجمہ: صدیقہؓ فرماتی ہیں: نبی ﷺ کی وفات ہوئی میرے کمرے میں اور میری باری میں اور میرے پھیپھڑے اور میرے سینہ کے بالائی حصہ کے درمیان اور ہم میں سے ایک آپ کو جھاڑا کرتا تھا دعا کے ذریعہ جب آپؐ (آخری مرتبہ) بیمار ہوئے، پس میں نے آپ کو جھاڑنے کا ارادہ کیا، آپؐ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا: في الرفيق الأعلى! في الرفيق الأعلى! اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ گذرے درانحالیکہ ان کے ہاتھ میں تازہ ٹہنی تھی، پس اس کی طرف نبی ﷺ نے دیکھا، میں نے گمان کیا کہ آپ کو اس ٹہنی کی ضرورت ہے، پس میں نے اس کو لیا اور اس کے سرے کو چبایا اور میں نے اس کو جھاڑا، پس میں نے وہ نبی ﷺ کو دیا، آپؐ نے اس سے سواک کی بہترین طریقہ پر جس طرح آپؐ مسواک کیا کرتے تھے، پھر آپؐ نے وہ مسواک مجھے عنایت فرمائی، پس آپ کا ہاتھ گر گیا، یا کہا: مسواک آپؐ کے ہاتھ سے گر گئی، پس اکٹھا کیا اللہ نے میرے اور آپؐ کے تھوک کے درمیان دنیا کے آخری دن میں اور آخرت کے پہلے دن میں۔

تشریح: اس حدیث میں صراحت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ کے ہاتھ میں تازہ ٹہنی تھی، وہ درخت سے توڑ کر لائے تھے، ابھی اس کی مسواک نہیں بنائی تھی، حضرت عائشہؓ نے اس کا سرا چبا کر مسواک بنائی، اور پہلے جو روایت آئی ہے کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ مسواک کرتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے وہ مجاز تھا، یعنی آئندہ کی حالت کے اعتبار سے کہا تھا۔

[٤٤٥٢و٤٤٥٣-] حدثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ أَقْبَلَ عَلَى فَرَسٍ مِنْ مَسْكَنِهِ بِالسُّنْحِ حَتَّى نَزَلَ

فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ حَتَّى دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَتَيَمَّمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ مُغَشًّى بِثَوْبِ حِبَرَةٍ، فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ وَبَكٰى، ثُمَّ قَالَ: بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ! وَاللّٰهِ لاَ يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ، أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِيْ كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا. [راجع: ۱۲۴۱، ۱۲۴۲]

۲۲-حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی موت کی تصدیق کی

ترجمہ: صدیقہؓ فرماتی ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے، گھوڑے پر بیٹھ کر سُنح گاؤں میں اپنے گھر سے، یہاں تک کہ (مسجد پر) اترے اور مسجد میں داخل ہوئے، پس لوگوں سے کوئی بات نہیں کی، یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں گئے، اور رسول اللہ ﷺ کا قصد کیا درانحالیکہ آپؐ ڈھکے ہوئے تھے یمنی چادر میں، پس انھوں نے رخ انور کو کھولا، پھر اس پر جھکے اور اس کو چوما اور روئے، پھر کہا: میرے ابا اور میری امی آپؐ پر قربان! بخدا! نہیں اکٹھا کریں گے اللہ تعالیٰ آپؐ پر دو موتیں، رہی وہ موت جو آپؐ کے لئے مقدر تھی وہ آپؐ کو آچکی۔

تشریح: دو موتوں سے اشارہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف تھا انھوں نے کہا تھا کہ نبی ﷺ آخری موت نہیں مرے، اللہ کے یہاں گئے ہیں، جیسے موسیٰ علیہ السلام طور پر گئے تھے، آپؐ واپس آئیں گے اور منافقین کو سزا دیں گے پھر آخری موت آئے گی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تردید کی کہ اللہ تعالیٰ آپؐ پر دو موتیں جمع نہیں کریں گے۔

[۴۴۵۴-] قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَحَدَّثَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ خَرَجَ وَعُمَرُ يُكَلِّمُ النَّاسَ، فَقَالَ: اجْلِسْ يَا عُمَرُ، فَأَبَى عُمَرُ أَنْ يَجْلِسَ، فَأَقْبَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ وَتَرَكُوْا عُمَرَ، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: أَمَّا بَعْدُ، مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صلى الله عليه وسلم فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لاَ يَمُوْتُ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلاَّ رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿الشَّاكِرِيْنَ﴾

وَقَالَ: وَاللّٰهِ لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ هٰذِهِ الآيَةَ حَتَّى تَلاَهَا أَبُوْ بَكْرٍ، فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ، فَمَا أَسْمَعُ بَشَرًا مِنَ النَّاسِ إِلاَّ يَتْلُوْهَا.

فَأَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ عُمَرَ قَالَ: وَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلاَّ أَنْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ تَلاَهَا فَعَقِرْتُ حَتَّى مَا تُقِلُّنِيْ رِجْلاَيَ وَحَتَّى أَهْوَيْتُ إِلَى الأَرْضِ حِيْنَ سَمِعْتُهُ تَلاَهَا أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَدْ مَاتَ.

[راجع: ۱۲۴۲]

۲۳-حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خطاب سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نڈھال ہو گئے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرہ سے)

نکلے درانحالیکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے خطاب کررہے تھے، پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمرؓ! بیٹھ جاؤ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کیا، پس لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوگئے اور عمرؓ کو چھوڑ دیا، حضرت ابوبکرؓ نے کہا: حمد وثنا کے بعد! جو شخص تم میں سے محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو بیشک نبی ﷺ کی وفات ہوگئی، اور جو شخص تم میں سے اللہ کی عبادت کرتا ہے تو بیشک اللہ تعالیٰ زندہ ہیں، مریں گے نہیں! اللہ تعالیٰ نے سورۂ آلِ عمران (آیت ۱۴۴) میں فرمایا ہے: ''اور محمد (ﷺ) صرف رسول ہی ہیں، آپؐ سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں، پس اگر آپؐ کا انتقال ہوجائے یا آپؐ شہید کردیئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پلٹ جاؤ گے؟ اور جو شخص اپنی ایڑیوں پر پلٹے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ عنقریب حق شناس لوگوں کو بدلہ دیں گے''

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: بخدا! گویا لوگوں نے نہیں جانا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے، یہاں تک کہ تلاوت کیا اس کو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے، پس لیا آیت کو ابوبکرؓ سے سبھی لوگوں نے، پس نہیں سنتا تھا میں کسی انسان کو مگر وہ اس کو پڑھ رہا تھا۔

امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں: مجھے سعید بن المسیبؒ نے بتلایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! نہیں تھا وہ مگر یہ کہ سنا میں نے ابوبکرؓ کو تلاوت کی انھوں نے اس آیت کی، پس حیران وششدر کھڑا رہ گیا میں، یہاں تک کہ مجھے میرے دونوں پیر اٹھا نہیں رہے تھے، یعنی پیر نروس (بے طاقت) ہوگئے تھے، اور یہاں تک کہ ڈھیر ہوگیا میں زمین پر جب سنا میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہ تلاوت کی انھوں نے یہ آیت (پس جانا میں نے کہ) نبی ﷺ کا بالیقین انتقال ہوگیا۔

تشریح: حاشیہ میں ہے کہ وفاتِ نبوی کی خبر سن کر منافقین نے خوشی کا اظہار کیا، اور انھوں نے سر ابھارا پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ بات کہی کہ آپؐ کی آخری موت نہیں آئی، آپؐ اللہ کے یہاں گئے ہیں، واپس لوٹیں گے، اور منافقین کو قتل کریں گے، پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تقریر کی تو مسلمان خوش ہوئے اور منافقین پر حزن وملال چھا گیا، ان کے چہرے پژمردہ ہوگئے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ بات بناوٹ کے طور پر نہیں کہی تھی بلکہ وہ ایسا ہی سمجھ رہے تھے کہ آپؐ کی آخری موت نہیں آئی، مگر آیت کریمہ سن کر موت کا یقین آگیا۔

لغات: عَقِرَ (س) الرجلُ عَقْرًا: حیران وششدر ہوکر کھڑے رہ جانا، اپنی جگہ سے نہ ہلنا............ قَلَّ (ض) الشیئَ قُلًّا: اٹھانا، بلند کرنا............ أَهْوَی الشیئَ: گرنا۔

[۴۴۵۵و۴۴۵۶و۴۴۵۷-] حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِیْ شَیْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ، عَنْ سُفْیَانَ، عَنْ مُوْسَی بْنِ أَبِیْ عَائِشَةَ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ أَبَا بِكْرٍ قَبَّلَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم بَعْدَ مَوْتِهِ. [راجع: ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، وانظر: ۵۷۰۹]

۲۴-حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات کے بعد نبی ﷺ کو چوما

وفات کے بعد ماتھا، ہاتھ وغیرہ چومنا جائز ہے، موت سے نجاست حکمی پیدا ہوتی ہے، ظاہر بدن پر ناپاکی نہیں ہوتی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رخ انور سے کپڑا ہٹایا، غور سے دیکھا، پھر محبت سے چوما، اور رونے لگے، ہمارے یہاں موت کے بعد چومنے کا رواج نہیں، کیونکہ ہم زندگی میں نہیں چومتے، بچوں کو چومتے ہیں، بڑوں کو ـــ بیوی کے علاوہ ـــ نہیں چومتے، ہاں بدعتی بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومتے ہیں، یہ ٹھیک نہیں، اور جاہل پیر چومتے ہیں یہ جائز نہیں۔

نوٹ: اس حدیث پر تین نمبر لگائے ہیں، یہ تین صحابہ: حضرات عائشہ، ابن عباس اور ابوبکر رضی اللہ عنہم ہیں۔

۲۵-مرضِ موت میں گھر والوں نے منع کرنے کے باوجود لدود کیا تو آپؐ نے سب کا لدود کروایا

لَدَّ (ن) المریضَ لَدًّا وَلُدُوْدًا: بیمار کی زبان ایک طرف کر کے دوسری طرف دوا ڈالنا، اللَّدود: (لام کا زبر) منہ کے ایک گوشہ سے ڈالنے کی دوا .... الخَاصِرۃ: کوکھ کا درد .... ذات الجنب: نمونیا، وہ بیماری جس سے پھیپھڑے خراب ہوجاتے ہیں .... عودِ ہندی: ایک درخت کی لکڑی۔

نبی ﷺ کے پہلو میں کبھی درد ہوتا تھا، گھر والوں نے نمونیا سمجھا، انھوں نے عود ہندی کو زیتون کے تیل میں گھسا اور نبی ﷺ کی زبان ایک طرف کر کے جس طرف درد تھا اس طرف کے منہ کے گوشہ میں دوا ڈالی، اس وقت آپؐ بیہوش تھے، آپؐ نے بیہوشی سے پہلے لوگوں کو منع کیا تھا کہ مجھے یہ تکلیف نہیں ہے، لدود مت کرو، مگر لوگوں نے سمجھا کہ بیمار کو دوا ناگوار ہوتی ہے، چنانچہ جب آپؐ کو ہوش آیا اور آپؐ نے دیکھا کہ آپؐ کو لدود کیا گیا تو آپؐ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: گھر میں جتنے لوگ ہیں، میرے سامنے سب کا لدود کرو، علاوہ عباسؓ بن عبد المطلب کے اس لئے کہ وہ لدود میں شریک نہیں تھے، چنانچہ ہر ایک کا لدود کیا گیا، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا روزہ سے تھیں ان کا بھی لدود کیا گیا۔

تشریح: اگر بزرگوں کی توہین کی جائے یا ان کے ساتھ نامناسب معاملہ کیا جائے یا ان کی مرضی کے خلاف ان کے ساتھ کوئی معاملہ کیا جائے اور اس سے بزرگ کو تکلیف پہنچے اور وہ ناراض ہوجائیں تو سنتِ الٰہی یہ ہے کہ ان کو دنیا یا آخرت میں سزا دی جاتی ہے، البتہ اگر بزرگ خود سزا دیدیں تو وہ اللہ کی گرفت سے بچ جاتے ہیں، چنانچہ منع کرنے کے باوجود لدود کرنے سے نبی ﷺ کو سخت ناگواری ہوئی، اس لئے آپؐ نے خود سزا دی تاکہ گھر والے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ جائیں، اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا استثناء اس لئے کیا کہ وہ لدود کے وقت موجود نہیں تھے، اور حاشیہ میں ابن اسحاقؒ کی مغازی سے نقل کیا ہے کہ حضرت عباسؓ ہی نے لدود کرنے کا حکم دیا تھا، اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ بخاری کی روایت مقدم ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ حکم دینا اور لدود کے وقت موجود ہونا دو الگ الگ باتیں ہیں۔

[۴۴۵۸-] حدثنا عَلِيٌّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيىَ، وَزَادَ: وَقَالَتْ عَائِشَةُ: لَدَدْنَاهُ فِي مَرَضِهِ، فَجَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ لاَ تَلُدُّوْنِّيْ، فَقُلْنَا: كَرَاهِيَةُ الْمَرِيْضِ لِلدَّوَاءِ، فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ: "أَلَمْ أَنْهَكُمْ أَنْ تَلُدُّوْنِّيْ؟" قُلْنَا: كَرَاهِيَةُ الْمَرِيْضِ لِلدَّوَاءِ، فَقَالَ: "لاَيَبْقَى أَحَدٌ فِي الْبَيْتِ إِلاَّ لُدَّ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلاَّ الْعَبَّاسَ، فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ" رَوَاهُ ابنُ أَبِيْ الزِّنَادِ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.
[انظر: ۵۷۱۲، ۶۸۸۶، ۶۸۹۷]

ترجمہ: گذشتہ حدیث موسیٰ بن ابی شیبہؒ کی تھی، وہ یحییٰ بن سعید قطانؒ سے روایت کرتے تھے، اور یحییٰ سے علی بن المدینی بھی روایت کرتے ہیں اس میں یہ اضافہ ہے، صدیقہؓ نے فرمایا: ہم نے نبی ﷺ کا لدود کیا، آپؐ کی بیماری میں، پس آپؐ ہمیں اشارہ سے منع کرنے لگے کہ مجھے لدود مت کرو، پس ہم نے کہا: بیمار کو دوا ناپسند ہوتی ہے (اس وجہ سے آپؐ منع کررہے ہیں) پھر جب آپؐ کو ہوش آیا تو آپؐ نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں لدود کرنے سے منع نہیں کیا تھا؟ ہم نے عرض کیا: بیمار دوا کو ناپسند کیا کرتا ہے، آپؐ نے فرمایا: گھر میں کوئی باقی نہ رہے، مگر اس کا لدود کیا جائے درانحالیکہ میں دیکھ رہا ہوں، البتہ عباسؓ مستثنیٰ ہیں، اس لئے کہ وہ تمہارے ساتھ لدود کرنے میں حاضر نہیں تھے، پھر حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے عبد الرحمٰن بن ابی الزنادؒ کی شاہد روایت پیش کی ہے وہ بھی ہشام سے یہ زائد مضمون روایت کرتے ہیں۔

[۴۴۵۹-] حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَزْهَرُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: ذُكِرَ عِنْدَ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم أَوْصَى إِلٰى عَلِيٍّ، فَقَالَتْ: مَنْ قَالَهُ؟ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَإِنِّيْ لَمُسْنِدَتُهُ إِلٰى صَدْرِيْ، فَدَعَا بِالطَّسْتِ فَانْخَنَثَ فَمَاتَ وَمَا شَعَرْتُ، فَكَيْفَ أَوْصَى إِلٰى عَلِيٍّ؟[راجع: ۲۷۴۱]

[۴۴۶۰-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ، عَنْ طَلْحَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِيْ أَوْفَى: أَوْصَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم؟ فَقَالَ: لاَ، فَقُلْتُ: كَيْفَ كُتِبَ عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ، أَوْ: أُمِرُوْا بِهَا؟ قَالَ: أَوْصَى بِكِتَابِ اللهِ.[راجع: ۲۷۴۰]

۲۶- نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کوئی وصیت نہیں کی

حدیث (۱): اسود بن یزیدؒ کہتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ذکر کیا گیا کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (خلافتِ بلافصل کی) وصیت کی ہے، صدیقہؓ نے فرمایا: یہ بات کون کہتا ہے؟ یعنی یہ بات غلط ہے، بخدا! واقعہ یہ ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا درانحالیکہ میں آپؐ کو اپنے سینہ سے لگائے ہوئے تھی، پس آپؐ نے (تھوکنے کے

لئے) سلفچی منگوائی، پس آپؐ کی گردن ترچھی ہوگئی، اور آپؐ کی وفات ہوگئی اور مجھے پتہ ہی نہیں چلا، پھر آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کیسے کی؟ (اِنْخَنَثَ العُنُقُ: گردن ترچھی ہوجانا، مادہ خَنَثَ)

حدیث (۲): طلحہ بن مصرّفؒ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی ﷺ نے وصیت کی؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا: نہیں، طلحہ نے کہا: پھر وصیت لوگوں پر کیسے فرض کی گئی؟ یا کہا: لوگوں کو وصیت کا حکم کیسے دیا گیا؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا: آپؐ نے کتاب اللہ کی وصیت کی ہے۔

تشریح: شیعوں نے یہ بات چلائی تھی کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد متصل خلیفہ ہونے کی وصیت کی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ان کی یہ بات ذکر کی گئی تو انھوں نے پرزور تردید کی کہ نبی ﷺ نے بیماری کے دن میرے گھر میں گذارے ہیں، میں ہر وقت ساتھ رہتی تھی، اور وفات بھی میری گود میں ہوئی ہے، اگر نبی ﷺ نے حضرت علیؓ کو کوئی وصیت کی ہوتی تو وہ میرے علم میں ہوتی، پس شیعوں کا پروپیگنڈہ غلط ہے۔

اور اگر کوئی کہے کہ وفات سے متصل وصیت نہیں کی ہوگی، پہلے کی ہوگی تو اس کا جواب وہ روایت ہے جو ابھی گذری کہ حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور کہا: آؤ نبی ﷺ سے پوچھیں آپؐ کے بعد خلافت کس کو ملے گی؟ حضرت علیؓ نے انکار کیا کہ میں یہ بات آپؐ سے نہیں پوچھتا، اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے ان کو کوئی وصیت نہیں کی تھی۔

اور داؤد ظاہری کی طرح طلحہ بن مصرف بھی وصیت کو واجب کہتے تھے، وہ شیعوں کے پروپیگنڈہ سے متاثر تھے، چنانچہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی ﷺ نے وصیت کی؟ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا: نہیں، طلحہ نے کہا: وصیت کرنا تو لوگوں پر فرض ہے، پھر آپؐ نے وصیت کیوں نہیں کی؟ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا: وصیت تو کی، قرآنِ کریم کو مضبوط تھامنے کی تاکید کی، فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک تم ان کو مضبوط پکڑے رہو گے گمراہ نہیں ہوؤ گے، ایک: اللہ کی کتاب دوسری: میری سنت، پس قرآنِ کریم کے حکم پر عمل ہوگیا۔

بہ الفاظ دیگر: بیماری کا علاج کرنا سنت ہے مگر کوئی معین علاج کرنا سنت نہیں، مثلاً قلب کا مریض ہے پس علاج ضروری ہے، مگر بائی پاس کرانا ضروری نہیں، اور بھی علاج ہیں، ان سے کام چل سکتا ہو تو ان پر اکتفا کرنا جائز ہے اور وہ بھی سنت ہے، اسی طرح مان لو کہ وصیت کرنا فرض ہے مگر کوئی معین وصیت کرنا فرض نہیں، کوئی بھی وصیت کرے تو فرض پر عمل ہوجائے گا، آپؐ نے قرآن کو مضبوط پکڑنے کی وصیت کی پس حکم پر عمل ہوگیا، خلافت بلافصل کی وصیت کرنا کیا ضروری ہے؟

[٤٤٦١-] حدثنا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم دِيْنَارًا وَلاَ دِرْهَمًا وَلاَ عَبْدًا وَلاَ أَمَةً إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ الَّتِيْ كَانَ يَرْكَبُهَا وَسِلاَحَهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِيْلِ صَدَقَةً. [راجع: ٢٧٣٩]

۲۷- نبی ﷺ نے ترکہ نہیں چھوڑا اور جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ تھا

ترجمہ: نبی ﷺ کے برادر نسبتی حضرت جویریہؓ کے بھائی عمرو بن الحارثؓ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے وفات کے وقت نہ درہم چھوڑے نہ دینار، نہ غلام نہ باندی، علاوہ اپنے سفید خچر کے جس پر آپؐ سواری کیا کرتے تھے اور اپنے ہتھیاروں کے یا ایسی زمین کے جس کو آپؐ نے مسافروں پر صدقہ کر دیا تھا۔

تشریح: اس حدیث کا گذشتہ دو حدیثوں سے بھی گونہ تعلق ہے، جب نبی ﷺ کے پاس کوئی مال ہی نہیں تھا تو وصیت کس چیز کی کرتے؟ البتہ کچھ متفرقات تھے جو تبرکات میں تقسیم کر دیئے گئے، اور جو جائدادیں آپؐ کی تحویل میں تھیں وہ مسلمانوں پر خیرات تھیں، چنانچہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ انبیاء کا ترکہ تقسیم نہیں ہوتا، وہ جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

[٤٤٦٢-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ، فَقَالَتْ فَاطِمَةُ: وَاكَرْبَ أَبَاهُ! فَقَالَ لَهَا: " لَيْسَ عَلٰى أَبِيْكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ" فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ: يَا أَبَتَاهْ! أَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ، يَا أَبَتَاهْ! مَنْ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاهُ، يَا أَبَتَاهْ! إِلٰى جِبْرَئِيْلَ نَنْعَاهُ. فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ: يَا أَنَسُ! أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَحْثُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم التُّرَابَ؟

۲۸- غم ہائے بیکراں

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی ﷺ بوجھل ہوگئے یعنی بیماری سخت ہوگئی تو آپؐ بار بار بیہوش ہوتے تھے، پس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے میرے ابا کی بے چینی! آپؐ نے ان سے فرمایا: تمہارے ابا پر آج کے بعد کوئی بے چینی نہیں ہوگی، یعنی بس آج آج کی بات ہے کل آئندہ کوئی تکلیف نہیں ہوگی، پھر جب آپؐ کی وفات ہوگئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرطِ غم سے کہا: ہائے ابا جان! جنھوں نے پروردگار کی پکار پر لبیک کہا، ہائے ابا جان! جن کا ٹھکانہ جنت الفردوس ہے، ہائے ابا جان! ہم جبرئیل علیہ السلام کو آپؐ کی موت کی خبر دیتے ہیں، پس جب آپؐ کی تدفین عمل میں آئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: انسؓ! تمہارے دلوں نے نبی ﷺ پر مٹی ڈالنا کیسے گوارہ کرلیا؟!

تشریح: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی باتیں نوحہ ماتم نہیں تھیں، بلکہ غم ہائے بیکراں کی ترجمانی تھیں، اور احکام شرع کی پابندی اس وقت بھی کرنی پڑتی ہے جب غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑے، چنانچہ صحابہ کرام نے دلوں پر پتھر رکھ کر آپؐ کو سپرد خاک کیا!

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا ۞ عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

[۸۵-] بَابُ آخِرِ مَا تَكَلَّمَ بِهِ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم

[٤٤٦٣-] حدثنا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ يُوْنُسُ: قَالَ الزُّهْرِيُّ، أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ فِيْ رِجَالٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم يَقُوْلُ وَهُوَ صَحِيْحٌ: " إِنَّهُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ حَتَّى يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرُ" فَلَمَّا نَزَلَ بِهِ وَرَأْسُهُ عَلٰى فَخِذِيْ غُشِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ، فَأَشْخَصَ بَصَرَهُ إِلَى سَقْفِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ: " اللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْأَعْلٰى" فَقُلْتُ: إِذًا لَا يَخْتَارُنَا، وَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ كَانَ يُحَدِّثُنَا وَهُوَ صَحِيْحٌ، قَالَتْ: وَكَانَتْ آخِرَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا: "اللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْأَعْلٰى"[راجع: ٤٤٣٥]

آخری بات جوزبانِ مبارک سے نکلی

امام زہریؒ کہتے ہیں: مجھے سعید بن المسیبؒ نے بتلایا اہل علم مردوں میں یعنی سعید کے علاوہ اوراہل علموں نے بھی یہ بات مجھے بتائی کہ عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا: نبی ﷺ کہا کرتے تھے، درانحالیکہ آپؐ تندرست تھے کہ کسی نبی کی روح قبض نہیں کی جاتی، یہاں تک کہ وہ جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھتا ہے، پھر (دنیااور آخرت میں) اختیار دیا جاتا ہے، پھر جب نبی ﷺ کی بیماری سخت ہوئی اور سر مبارک میری ران پر تھا تو آپؐ پر بیہوشی طاری ہوئی، پھر آپؐ کو ہوش آیا تو آپؐ نے اپنی نگاہ گھر کی چھت کی طرف اٹھائی اور فرمایا: اللّٰهم الرفيقَ الأعلى: اے اللہ! میں عالم بالا کے ساتھی کو اختیار کرتا ہوں (الرفيقَ: أَختارُ کا مفعول ہے) (صدیقہؓ کہتی ہیں) پس میں نے کہا: اب آپ ہمیں اختیار نہیں کریں گے، یعنی جب آپؐ نے رفیق اعلی کو اختیار کرلیا تو اب دنیا کو اختیار کرنے کا کوئی سوال نہیں، اور میں نے جان لیا کہ یہ وہ بات ہے جو آپؐ ہم سے بیان کیا کرتے تھے، جبکہ آپؐ تندرست تھے، صدیقہؓ کہتی ہیں: اور آخری بات جوزبانِ مبارک سے نکلی وہ: اللّٰهم الرفيق الأعلى تھی۔

[۸۶-] بَابُ وَفَاةِ النَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم

[٤٤٦٤و٤٤٦٥-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم لَبِثَ بِمَكَّةَ عَشَرَ سِنِيْنَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ، وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرًا.

[انظر: ٤٩٧٨]

[٤٤٦٦-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّيْنَ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَأَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ مِثْلَهُ.[راجع: ٣٥٣٦]

بوقتِ وفات عمر مبارک

حضرات عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ مکہ میں دس سال قیام پذیر رہے (کسر چھوڑ دی) اتارا جاتا تھا آپؐ پر قرآن اور مدینہ میں دس سال قیام رہا، اور دوسری روایت میں صدیقہؓ فرماتی ہیں: نبی ﷺ کی وفات ہوئی درانحالیکہ آپؐ تریسٹھ سال کے تھے، یہ بات امام زہریؒ نے حضرت عروہؒ کے علاوہ حضرت سعید بن المسیبؒ سے بھی سنی ہے۔

تشریح: بوقتِ وفات عمر مبارک کی روایات مختلف ہیں، صحیح ترین روایت یہ آخری روایت ہے، چالیس سال چند ماہ پر آپؐ نبوت سے سرفراز کئے گئے، پھر تیرہ سال مکہ میں رہے اور دس سال مدینہ منورہ میں، کل تریسٹھ سال ہوئے، اور جس روایت میں ساٹھ سال آیا ہے، اس میں کسر چھوڑ دی ہے، اور جس روایت میں پینسٹھ سال آیا ہے اس میں ولادت و وفات کے سالوں کو پورا گن لیا ہے۔

[۸۷-] بَابٌ

[۴۴۶۷-] حدثنا قَبِيْصَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَدِرْعُهُ مَرْهُوْنَةٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ بِثَلَاثِيْنَ صَاعًا. [راجع: ۲۰۶۸]

۲۹- بوقتِ وفات معاشی حالت

صدیقہؓ فرماتی ہیں: نبی ﷺ دنیا سے گذر گئے درانحالیکہ آپؐ کی زرہ ایک یہودی دکان دار کے پاس گروی تھی، تیس صاع (جو) کے بدلہ میں۔

تشریح: ابھی حدیث (نمبر ۴۴۶۱) گذری ہے کہ نبی ﷺ نے وفات کے وقت نہ درہم چھوڑے نہ دینار، نہ غلام چھوڑے نہ باندیاں، صرف سفید خچر اور ہتھیار چھوڑے، بلکہ آپؐ دنیا سے مقروض گذرے، آپؐ نے گھر کی ضرورت کے لئے ایک یہودی کی دکان سے تیس صاع جو خریدے تھے اور زرہ گروی رکھی تھی، مگر چونکہ متعلقین قابل اعتماد تھے، نیز زرہ میں قرضہ کی بھرپائی بھی تھی، اس لئے حکماً یہ مقروض مرنا نہیں۔

بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فِي مَرَضِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ

آخری لشکر جو نبی ﷺ نے مرض موت میں روانہ کیا (جیشِ اسامہؓ)

گذشتہ باب وفات کے بعد کی متصل حالت کے بیان میں تھا، یہ باب بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے، آخری فوج (جیشِ

اسامہؓ) کو مرضِ موت میں روانگی کا حکم دیا، مگر وہ آپؐ کی بیماری کی وجہ سے روانہ نہیں ہوئی تھی، اس کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپؐ کی وفات کے بعد روانہ کیا، پس یہ بھی آپؐ کی وفات کے بعد کی متصل حالت ہے۔

جیشِ اسامہؓ:

۲٦ر صفر المظفر دوشنبہ سن ۱۱ ہجری کو آپؐ نے رومیوں کے مقابلہ کے لئے مقام اُبنہ تک لشکرکشی کا حکم دیا، یہ وہ مقام ہے جہاں غزوۂ موتہ واقع ہوا ہے، اور جس میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر طیار اور حضرت عبداللہ بن رواحہ وغیرہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے ہیں، یہ آخری سریہ تھا، اس کا امیر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور اس لشکر میں مہاجرین اولین اور بڑے بڑے صحابہ کو روانگی کا حکم ملا، پھر چہار شنبہ سے آپؐ کی علالت شروع ہوگئی، پنج شنبہ کے دن علالت کے باوجود اپنے دست مبارک سے نشان باندھ کر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا: ''اللہ کے نام پر اللہ کی راہ میں جہاد کرو، اور اللہ کا انکار کرنے والوں سے مقابلہ اور مقاتلہ کرو'' حضرت اسامہؓ نے فوج کو مقام جُرف میں جمع کرنا شروع کیا، تمام جلیل القدر صحابہ تیزی کے ساتھ وہاں پہنچ کر جمع ہوگئے، حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما آپؐ کی تیمارداری کے لئے مدینہ واپس آگئے، اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما حضرت اسامہؓ سے اجازت لے کر آپؐ کو دیکھنے آتے تھے، پھر جب مرض میں شدت ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم ملا، اب وہ مستقل مدینہ واپس آگئے، فوج جُرف مقام میں رُکی رہی جو مدینہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر تھا، پیر کے دن جب آپؐ کو سکون ہوگیا تو حضرت اسامہؓ نے روانگی کا ارادہ کیا، ابھی وہ روانہ نہیں ہوئے تھے کہ حضرت اسامہؓ کی والدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے آدمی بھیجا کہ آپؐ حالتِ نزع میں ہیں، پھر کچھ ہی وقت گذرا تھا کہ یہ خبر قیامت اثر کانوں میں پڑی کہ آپؐ کی وفات ہوگئی، تمام مدینہ میں کہرام مچ گیا، فوج افتاں خیزاں مدینہ واپس آگئی، پھر جب آپؐ کی وفات کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپؓ نے پہلا کام یہ کیا کہ اکابر صحابہ کی مخالفت کے باوجود جیش اسامہؓ کو روانہ کیا اور جُرف تک خود مشایعت کے لئے گئے، البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو درخواست کرکے روک لیا، جیش اسامہ چالیس دن کے بعد مظفر ومنصور واپس آیا، جو بھی مقابلہ میں آیا اس کو تہ تیغ کیا اور اپنے باپ کے قاتل کو قتل کیا، واپسی میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے باہر نکل کر فوج کا استقبال کیا۔

[۸۸-] بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيْهِ

[٤٤٦٨-] حدثنا أَبُوْ عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، عَنِ الْفُضَيْلِ بْنِ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ: اسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أُسَامَةَ فَقَالُوْا فِيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: '' قَدْ بَلَغَنِيْ أَنَّكُمْ قُلْتُمْ فِيْ أُسَامَةَ، وَإِنَّهُ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ'' [راجع: ۳۷۳۰]

[٤٤٦٩-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَعَثَ بَعْثًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، فَطَعَنَ النَّاسُ فِيْ إِمَارَتِهِ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: "إِنْ تَطْعَنُوْا فِيْ إِمَارَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِيْ إِمَارَةِ أَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ، وَأَيْمُ اللّٰهِ! إِنْ كَانَ لَخَلِيْقًا لِلإِمَارَةِ، وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ، وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ" [راجع: ۳۷۳۰]

حدیث (۱): نبی ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا، کچھ لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا، نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ لوگ اسامہؓ کی سپہ سالاری پر اعتراض کرتے ہو اور بیشک وہ میرے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے ہیں۔

حدیث (۲): ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی ﷺ نے (اُبنیٰ کی طرف) ایک لشکر بھیجا اور ان پر حضرت اسامہؓ کو امیر بنایا، کچھ لوگوں نے ان کی امامت پر اعتراض کیا، نبی ﷺ نے (مرضِ وفات میں) تقریر کی اور فرمایا: اگر تم ان کی سپہ سالاری پر اعتراض کرتے ہو تو ان سے پہلے ان کے والد کی سپہ سالاری پر بھی اعتراض کر چکے ہو اور اللہ کی قسم! وہ سپہ سالاری کے لائق تھے، اور وہ میرے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے تھے، اور یہ بھی ان کے بعد میرے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے ہے۔

بَابٌ

مسافروں نے وفات کی خبر پھیلائی

یہ باب بھی وفات کے بعد کے حالات کے سلسلہ کا تیسرا اور آخری باب ہے، نبی ﷺ کے زمانہ میں ذرائع ابلاغ نہیں تھے، اخبار، ریڈیو، ٹیلی فون، موبائل، انٹرنیٹ وغیرہ وجود میں نہیں آئے تھے، اس وقت خبریں مسافروں کے ذریعہ پھیلتی تھیں، سارَتْ بِهِ الرُّكْبَانُ: محاورہ تھا یعنی خبر کے ساتھ مسافر چلے۔

[۸۹-] بَابٌ

[۴۴۷۰-] حدثنا أَصْبَغُ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو، عَنِ ابْنِ أَبِيْ حَبِيْبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنِ الصُّنَابِحِيِّ، أَنَّهُ قَالَ لَهُ: مَتَى هَاجَرْتَ؟ قَالَ: خَرَجْنَا مِنَ الْيَمَنِ مُهَاجِرِيْنَ فَقَدِمْنَا الْجُحْفَةَ، فَأَقْبَلَ رَاكِبٌ فَقُلْتُ لَهُ: الْخَبَرَ الْخَبَرَ؟ فَقَالَ: دَفَنَّا النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم مُنْذُ خَمْسٍ، قُلْتُ: هَلْ سَمِعْتَ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ شَيْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ، أَخْبَرَنِيْ بِلَالٌ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ فِيْ السَّبْعِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ.

ترجمہ: ابوالخیر مرثد بن عبداللہ نے عبدالرحمٰن بن عُسیلہ صنابحی سے پوچھا: آپؓ نے کب ہجرت کی؟ انھوں نے کہا: ہم یمن سے ہجرت کے ارادہ سے نکلے، جب ہم جحفہ میں پہنچے (یہ شام والوں کی میقات ہے) تو ایک سوار آتا ہوا ملا، ہم نے اس سے کہا: خبر سناؤ، خبر سناؤ، اس نے کہا: نبی ﷺ کو دفن کئے ہوئے پانچ راتیں گذر گئیں، ابوالخیر کہتے ہیں: میں نے پوچھا: آپ نے شب قدر کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ اس نے کہا: ہاں، مجھے نبی ﷺ کے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ شب قدر آخری دس راتوں کی ساتویں رات میں ہے، یعنی ۲۳ ویں یا ۲۷ ویں رات میں ہے، اگر آخر سے گنیں گے تو تئیس ساتویں رات ہوگی اور اکیس سے گنیں گے تو ستائیس ساتویں رات ہوگی۔

بَابٌ: كَمْ غَزَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم؟

نبی ﷺ کے غزوات کی تعداد

یہ باب کتاب المغازی کا خلاصہ اور آخری باب ہے، غزوات کی تعداد میں اصحابِ سیر کے مختلف اقوال ہیں: ۲۷، ۲۶، ۲۴، ۲۱، ۱۹، ۱۱ اور ۱۶، مشہور قول ۲۷ کا ہے، اور اختلاف کی دو وجہیں ہیں:

پہلی وجہ: بعض حضرات نے قریب الوقوع یا ایک سفر میں واقع ہونے والے غزوات کو ایک شمار کیا ہے، جیسے غزوۂ احزاب اور غزوۂ بنی قریظہ کو موسیٰ بن عقبہ نے ایک شمار کیا ہے اور حنین اور طائف کو بعض اہل سیر نے ایک شمار کیا ہے، اور غزوۂ خیبر اور غزوۂ وادی القری کو ایک سفر میں واقع ہونے کی وجہ سے بعض نے ایک شمار کیا ہے۔

دوسری وجہ: غزوہ وہ جہاد کہلاتا ہے جس میں نبی ﷺ کی شرکت ہو مگر بعض بڑے سرایا کو بھی غزوہ کہہ دیتے ہیں، جیسے غزوۂ موتہ، اس لئے بھی غزوات کی تعداد میں اختلاف ہوا ہے۔

[۹۰-] بَابٌ: كَمْ غَزَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم؟

[۴۴۷۱-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ: كَمْ غَزَوْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم؟ قَالَ: سَبْعَ عَشْرَةَ، قُلْتُ: كَمْ غَزَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم؟ قَالَ: تِسْعَ عَشْرَةَ. [راجع: ۳۹۴۹]

[۴۴۷۲-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم خَمْسَ عَشْرَةَ.

[۴۴۷۳-] حَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلِ بْنِ هَلَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ كَهْمَسٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم سِتَّ عَشْرَةَ غَزْوَةً.

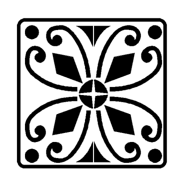
حدیث (۱): ابواسحاق سبیعیؒ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ نے نبی ﷺ کے ساتھ کتنے غزوے کئے؟ انھوں نے کہا: سترہ، ابواسحاق نے پوچھا: نبی ﷺ نے کتنے غزوے کئے؟ حضرت زیدؓ نے کہا: انیس (یہ روایت کتاب المغازی کے شروع میں بھی گذری ہے)

حدیث (۲): ابواسحاق سبیعیؒ کہتے ہیں: ہم سے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ پندرہ غزوے کئے ہیں۔

حدیث (۳): امام بخاری رحمہ اللہ اپنے استاذ احمد بن الحسنؒ سے، اور وہ امام احمد رحمہ اللہ سے ان کی سند سے حضرت بریدۃ بن الحصیبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی ﷺ کے ساتھ سولہ غزوے کئے ہیں۔

حدیثی فائدہ: حضرت امام بخاری رحمہ اللہ: حضرت امام احمد رحمہ اللہ کے خاص شاگرد ہیں، مگر بخاری شریف میں ان سے کوئی روایت نہیں لائے، بس یہ ایک روایت لائے ہیں اور وہ بھی بالواسطہ، اس کی وجہ یہ ہے کہ اکابر محدثین جو صاحب تصانیف ہیں: صحاحِ ستہ کے مصنّفین ان کی سند سے روایتیں نہیں لاتے، کیونکہ ان کی سندیں ان کی کتابوں میں مذکور ہیں، پس اگر ان کی سندوں سے حدیث کی تخریج کریں گے تو تکرار ہوجائے گی، اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ امام احمد رحمہ اللہ کی یہ ایک ہی روایت لائے ہیں، اور وہ بھی بالواسطہ لائے ہیں تاکہ افادہ مزید ہوجائے، جیسے امام ترمذی رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے خاص شاگرد ہیں مگر امام بخاری رحمہ اللہ کی سند سے ترمذی شریف میں صرف دو روایتیں لائے ہیں اس کی وجہ بھی یہی ہے۔

الحمد للہ! بروز پیر ۲۸ شعبان ۱۴۳۴ ہجری کو کتاب المغازی کی شرح مکمل ہوئی، اس کے بعد مغازی کا خلاصہ مرتب کے قلم سے ہے، بخاری شریف میں غزوات کا بیان بہت پھیلا ہوا ہے، خلاصہ نکالنا بعض مرتبہ دشوار ہوجاتا ہے، نیز یہ خلاصہ طلباء کے لئے بھی مفید ہے، آئندہ نویں جلد سے کتاب التفسیر شروع ہوگی۔ ان شاء اللہ



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہم غزوات کا خلاصہ

مرتب کے قلم سے

نبی پاک ﷺ نے کم وبیش ستائیس غزوے فرمائے ہیں، مگر جنگ کی نوبت صرف نو غزوات میں آئی ہے: بدر، احد، احزاب، بنو قریظہ، بنو مصطلق، خیبر، فتح مکہ، حنین اور طائف۔ اور حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے جنگ بدر کا واقعہ غزوۂ عُشیرۃ سے شروع کیا ہے، کیونکہ وہ غزوہ بدر کی تمہید تھا۔

غزوۂ عشیرۃ:

اس غزوہ کا مقصد ابوسفیان کے اس تجارتی قافلہ پر قبضہ کرنا تھا جو بظاہر تجارتی قافلہ تھا، مگر حقیقت میں وہ ملک شام سے ہتھیار خریدنے جارہا تھا، نبی ﷺ عشیرۃ مقام تک ابوسفیان کے اسی قافلہ کے تعاقب میں گئے، مگر وہ قافلہ بچ کر نکل گیا، پھر جب وہ قافلہ شام سے لوٹا تو دوبارہ اس پر قبضہ کرنے کے لئے آپؐ نے سفر کیا اور بدر تک پہنچے، مگر قافلہ راستہ بدل کر نکل گیا اور اس کو بچانے کے لئے مکہ سے جو لشکر آرہا تھا وہ بدر میں پہنچ گیا، اس طرح جنگ بدر پیش آئی۔

غزوۂ بدر:

شام سے لوٹنے والے قریش کے کاروان کے تعاقب میں رمضان ۲ ہجری کی بارہ تاریخ کو نبی ﷺ مختصر جمعیت (کم وبیش تین سو تیرہ صحابہ) کو لے کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے، چونکہ کسی مسلح فوج سے لڑنا پیش نظر نہیں تھا، اس لئے جو لوگ بروقت جمع ہوگئے ان کو ساتھ لے لیا، سامانِ جنگ بھی کوئی خاص نہیں تھا، دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے، جن پر باری باری سوار ہوتے تھے، مدینہ منورہ سے ایک میل کے فاصلہ پر بیر أَبِیْ عِنَبَۃ پر پہنچ کر لشکر کا جائزہ لیا، کمسنوں کو واپس کیا اور ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا حاکم بنا کر واپس کیا، پھر مقام صفراء کے قریب پہنچ کر بسبس بن عمرو جھنی اور عدی بن أَبی الزُّغباء رضی اللہ عنہما کو ابوسفیان کے قافلہ کے تجسس کے لئے آگے روانہ کیا۔

ادھر سفیان بھی چوکنا تھا، اسے اطلاع مل چکی تھی کہ مسلمان اس کے تعاقب میں نکلے ہیں، اس لئے ضمضم غفاری کو اجرت دے کر قریش کو اطلاع دینے کے لئے روانہ کیا اور خود راستہ تبدیل کر کے ساحل سمندر کا راستہ اختیار کیا، اس خبر کا

پہنچنا تھا کہ تمام مکہ میں شور برپا ہوگیا، کیونکہ مکہ کے ہر فرد نے تقریباً اپنی پوری پونجی اس قافلہ میں لگا رکھی تھی، چنانچہ فوراً مشہور بہادروں اور جنگجو نوجوانوں پر مشتمل ایک ہزار کا لشکر جرار تیار ہوگیا، اس لشکر کا کمانڈر ابوجہل تھا، لشکر کروفر، سامانِ عیش وطرب کے ساتھ سوگھوڑوں، سات سواونٹوں اور گانے بجانے والی عورتوں اور طبلوں کے ساتھ اکڑتا ہوا اور اتراتا ہوا روانہ ہوا، جب ابوسفیان ساحل کے راستہ سے قافلہ کو بچا کر مسلمانوں کی زد سے نکال لے گیا تو اس نے قریش کو پیغام بھیجا کہ تم صرف قافلہ کو، اپنے لوگوں کو اور اپنے اموال کو بچانے کے لئے نکلے تھے، اللہ نے سب کو بچالیا ہے، لہٰذا تم مکہ واپس لوٹ جاؤ، مگر ابوجہل نہ مانا، کہنے لگا: جب تک ہم بدر میں پہنچ کر تین دن تک کھا پی کر خوب مزے نہیں اڑالیں گے ہرگز واپس نہیں ہونگے۔

جب آپ مقامِ صفراء میں پہنچے تو قاصدوں نے اطلاع دی کہ ابوسفیان کا قافلہ بچ کر نکل گیا ہے اور مکہ سے لشکر جرار بڑھتا چلا آرہا ہے، آپؐ نے مہاجرین وانصار سے مشورہ کیا، حضرات شیخین رضی اللہ عنہما نے جاں نثاری کا اظہار کیا، حضرت مقداد بن الاسود اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کی فدایانہ تقریر سے چہرۂ مبارک فرطِ مسرت سے کھل گیا، اور آپؐ نے ابوجہل اور سفیان کی دو جماعتوں میں سے کسی ایک پر فتح کی بشارت سنائی، پھر فوج شاداں فرحاں بدر کی طرف روانہ ہوئی، قریش کا لشکر بدر میں پہلے پہنچ گیا، اور اس نے پانی کے چشمہ پر قبضہ کرلیا اور مناسب جگہوں کو اپنے لئے چھانٹ لیا، جب مسلمان بدر میں پہنچے تو ان کو نہ پانی ملا نہ مناسب جگہ، ریتلا میدان تھا، جہاں چلنا بھی دشوار تھا، پیر ریت میں دھنس جاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے بارانِ رحمت برسایا، جس سے ریت جم گئی اور مسلمانوں نے چھوٹے چھوٹے حوض بنا کر پانی جمع کرلیا۔

۱۷ رمضان ۲ ہجری جمعہ کی صبح کو میدانِ بدر میں کفر واسلام کی صفیں آمنے سامنے آراستہ ہوئیں، پہلے انفرادی مقابلہ ہوا، عتبہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو لے کر میدان میں اترا اور للکار کر مقابل طلب کیا، لشکر اسلام میں سے حضرات علی، حمزہ اور عبیدۃ بن الحارث رضی اللہ عنہم نکلے، حضرت عبیدہؓ عتبہ کے مقابل ہوئے، حضرت حمزہؓ شیبہ کے اور حضرت علیؓ ولید کے، حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ نے اپنے اپنے مقابل کا ایک ہی وار میں کام تمام کردیا، اور حضرت عبیدہؓ نے اپنے مقابل کو زخمی کیا اور خود بھی زخمی ہوئے، ان کا پیر کٹ گیا، حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ اپنے اپنے مقابل سے فارغ ہوکر حضرت عبیدہؓ کی امداد کو پہنچے اور عتبہ کا کام تمام کردیا اور حضرت عبیدہؓ کو اٹھا کر نبی ﷺ کی خدمت میں لائے، اس کے بعد گھمسان کا رن پڑا، نبی ﷺ نے ایک مٹھی مٹی لے کر مشرکین کی طرف پھینکی اور صحابہ کو حملہ کرنے کا حکم دیا، مشت خاک کا پھینکنا تھا کہ کفار کا تمام لشکر سراسیمہ ہوگیا، اور بڑے بڑے بہادر اور جاں باز قتل ہونے لگے، اور ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا کہ میدانِ کارزار کا فیصلہ ہوگیا، ستر کافر مارے گئے اور ستر ہی گرفتار ہوئے، چودہ مسلمان شہادت سے سرفراز ہوئے، واپسی میں مقام صفراء میں نضر بن الحارث کے قتل کا اور عرق الظّبیۃ میں عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم دیا، یہ دونوں نبی ﷺ کے شدید ترین دشمن، بدزبان اور دریدہ دہن تھے، باقی اسیرانِ جنگ کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔

غزوۂ بنی نضیر:

حضرت عروہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ غزوہ بدر کے چھ ماہ بعد غزوۂ احد سے پہلے پیش آیا ہے، اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس غزوہ کا تذکرہ غزوۂ بدر کے بعد کیا ہے، مگر محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کے نزدیک بیر معونہ اور غزوۂ احد کے بعد ۴ ہجری میں پیش آیا ہے، اور اربابِ سیر کے نزدیک یہی قول راجح ہے۔

اس غزوہ کا سبب یہ بنا کہ بنوکلاب کے دو شخصوں کو عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے غلطی سے قتل کیا تھا، ان کی دیت کے سلسلہ میں تعاون حاصل کرنے کے لئے نبی ﷺ چند اصحاب کے ساتھ بنونضیر کی بستی میں تشریف لے گئے، معاہدہ کی رو سے ان پر تعاون کرنا لازم تھا، انھوں نے بظاہر نہایت خندہ پیشانی سے استقبال کیا، اور خون بہا میں شرکت اور اعانت کا وعدہ کیا، مگر اندرونی طور پر مشورہ کیا کہ ایک شخص چھت پر چڑھ کر اوپر سے بھاری پتھر گرادے تاکہ نصیب دشمناں آپؐ دب کر مرجائیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فوراً آکر آپؐ کو ان کے ارادہ سے آگاہ کیا، آپؐ فوراً وہاں سے اٹھ کر مدینہ کی طرف چل دیئے اور یہود کے ناپاک ارادہ سے صحابہ کو مطلع کیا، بنونضیر اس سے پہلے بھی متعدد بار غداری کر چکے تھے، اور نبی ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کر چکے تھے، ان کی مکہ والوں کے ساتھ بھی ساز باز تھی، دونوں ایک دوسرے کے ہمنوا اور مددگار تھے، چنانچہ نبی ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا عامل مقرر فرمایا اور بنونضیر پر فوج کشی کا حکم دیا، جب بنونضیر کے قلعہ کا محاصرہ کیا تو وہ قلعہ بند ہوگئے، باہر نکل کر دوبدو جنگ نہیں لڑتے تھے، اور ان کے قلعہ کو ان کے بُویرہ نامی نخلستان نے گھیر رکھا تھا، نبی ﷺ نے درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا حکم دیا تاکہ وہ اپنے باغات کو بچانے کے لئے نکلیں، اور فیصلہ کن جنگ ہو، بالآخر وہ مرعوب وخوفزدہ ہوگئے، انھوں نے گھبرا کر صلح کی التجا کی، آخر یہ قرار پایا کہ وہ دس دن کے اندر مدینہ خالی کردیں، ان کی جانوں سے تعرض نہیں کیا جائے گا، اور جو مال واسباب سامانِ حرب کے علاوہ اٹھا کر لے جاسکتے ہیں لے جائیں، یہود نے مال کی حرص اور طمع میں مکانوں کے دروازے اور چوکھٹ تک اکھاڑ لئے، اور جہاں تک بن پڑا اونٹوں پر لاد کر لے گئے، اکثر ان میں سے خیبر میں جا بسے اور بعض شام چلے گئے، ان کے سردار حیی بن اخطب، کنانۃ بن الربیع اور سلام بن ابی الحقیق نے خیبر میں بود وباش اختیار کرلی، اس غزوہ میں سورۂ حشر نازل ہوئی، اسی لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس سورت کو سورہ بنی نضیر کہا کرتے تھے، اس سورت میں اللہ عزوجل نے اموالِ بنی نضیر کو مالِ فئے قرار دیا اور فئے کے احکام ومصارف بیان فرمائے، چنانچہ نبی ﷺ نے اکثر اراضی مہاجرین پر تقسیم فرمائیں اس طرح انصار پر سے ان کا خرچ ہلکا ہوا اور مہاجرین وانصار دونوں کو فائدہ پہنچا، انصار میں سے صرف ابودجانہ اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما کو بوجہ تنگدستی اس میں سے حصہ عطا فرمایا، نیز نبی ﷺ اپنے گھر کا اور وارد وصادر کا سالانہ خرچہ اسی سے لیتے تھے اور جو بچ رہتا اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے، اس غزوہ میں بنونضیر میں سے صرف دو شخص مسلمان ہوئے یامین بن عُمیر اور ابوسعید بن وہب رضی اللہ عنہما، ان کے مال واسباب سے کچھ تعارض نہیں کیا گیا، وہ بدستور اپنی املاک پر قابض رہے۔

کعب بن اشرف کا قتل:

کعب بن اشرف عرب یہودی تھا، بنونضیر کا سردار تھا، اور نبی ﷺ کا اور مسلمانوں کا سخت ترین دشمن تھا، رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں اشعار کہتا تھا، اپنے قصائد میں مسلمان خواتین کی تشبیب کرتا تھا، اس طرح مسلمانوں کے دلوں کو دکھاتا تھا، جنگِ بدر کے بعد مقتولین بدر کی تعزیت کے لئے مکہ گیا اور مکہ کے جو سردار بدر کے گندے کنویں میں ڈالے گئے تھے ان کا مرثیہ کہہ کر لوگوں کو سناتا تھا، خود بھی روتا تھا، دوسروں کو بھی رلاتا تھا، اور لوگوں کو جوش دلا کر آمادۂ جنگ کرتا تھا، یہاں تک کہ ایک دن عمائدین قریش کو حرم میں لے کر آیا اور سب نے بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر مسلمانوں سے قتال کرنے کا حلف اٹھایا جس کے نتیجہ میں جنگ احد پیش آئی، ایک مرتبہ اس نے نبی ﷺ کو دعوت کے بہانے بلایا اور اندر خانہ قتل کا پلان بنایا، جب آپؐ آ کر بیٹھے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپؐ کو اطلاع دی، آپؐ تیزی سے اٹھ کر چل دیئے اور واپسی کے بعد اس کے قتل کا حکم دیا، چنانچہ وہ جنگِ احد سے پہلے ۳ ہجری میں ربیع الاول کی چودھویں رات میں قتل کیا گیا، روایات میں قتل کا واقعہ اس طرح آیا ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کعب بن اشرف کے قتل کے لئے کون تیار ہے، اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت ستایا ہے؟ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور عرض کیا: یارسول اللہ! اس کے سامنے کچھ نہ کچھ کہنا پڑے گا، آپؐ نے فرمایا: جو مناسب سمجھو کہنا، چنانچہ محمد بن مسلمہؓ اپنے چند رفقاء کے ساتھ کعب بن اشرف سے ملنے گئے اور دورانِ گفتگو اس سے کہا یہ شخص ہم سے صدقہ اور زکوٰۃ مانگتا رہتا ہے، اس نے ہم کو پریشان کر دیا ہے، اس لئے ہم آپ کے پاس غلہ قرض لینے آئے ہیں، کعب نے کہا: ابھی کیا ہے؟ آگے دیکھنا ہوتا کیا ہے؟ آگے تم اور بھی اس سے اکتا جاؤ گے، محمد بن مسلمہؓ نے کہا: اب تو ہم اس کی پیروی کر چکے ہیں، اس لئے فوراً اس کو چھوڑنا نہیں چاہتے، انجام کے منتظر ہیں کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے؟ اس وقت تو ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں غلہ قرض دیں، کعب نے بطور گروی عورتوں کو طلب کیا، ان لوگوں نے کہا: اپنی عورتوں کو کیسے گروی رکھ سکتے ہیں؟ اول تو غیرت اور حمیت گوارا نہیں کرتی، پھر آپ نہایت حسین وجمیل اور نوجوان ہیں، کعب نے کہا: پھر تم اپنے لڑکوں کو گروی رکھو، انھوں نے کہا: یہ بات زندگی بھر ہماری اولاد کے لئے طعنہ کا سبب بن جائے گی کہ تم وہی ہو جو دھڑی دو دھڑی غلہ کے عوض میں رہن رکھے گئے تھے! ہاں ہم اپنے ہتھیار آپ کے پاس گروی رکھ سکتے ہیں، کعب نے اس کو منظور کر لیا، پھر حسب وعدہ محمد بن مسلمہؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہتھیار لے کر رات کے وقت کعب کے قلعہ پر پہنچے اور اس کو آواز دی، کعب اترنے کے لئے تیار ہو گیا، اس کو بیوی نے روکا مگر کعب نے کہا: محمد بن مسلمہ اور میرا دودھ شریک بھائی ابو نائلہ ہیں، کوئی غیر نہیں، تم فکر مت کرو، بیوی نے کہا: مجھے آواز سے خون ٹپکتا ہوا نظر آ رہا ہے، کعب نے کہا: شریف آدمی اگر رات کے وقت نیزہ مارنے کے لئے بلایا جائے تو بھی اس کو ضرور جانا چاہئے، جب کعب آیا تو خوشبو میں بسا ہوا تھا، محمد بن مسلمہؓ نے خوشبو کی تعریف کی اور سر سونگھنے کی اجازت مانگی کعب نے اجازت دیدی، محمد بن مسلمہؓ نے سر سونگھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی سنگھایا، کچھ دیر کے بعد دوبارہ سر سونگھنے کی اجازت مانگی اور سر سونگھنے میں مشغول ہو گئے،

جب سر کے بال مضبوط پکڑ لئے تو ساتھیوں کو اشارہ کیا، انھوں نے فوراً اس کا سر قلم کر دیا۔

ابورافع کا قتل:

ابورافع یہودی: حجاز کا بڑا تاجر تھا، خیبر کے قریب ایک گڑھی میں رہتا تھا، مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف ورغلانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تھا اور رسول اللہ ﷺ کو طرح طرح سے ستاتا تھا، غزوۂ احزاب میں مختلف قبائل کو مدینہ پر چڑھالایا تھا، اور مال وسامان سے ان کی خوب امداد کی تھی، جب قبیلہ اوس نے کعب بن اشرف کو نمٹایا جو نبی ﷺ کا جانی دشمن اور بارگاہِ رسالت کا گستاخ اور دریدہ دہن مجرم تھا تو قبیلہ خزرج کو خیال آیا کہ ہم دوسرے گستاخ اور دریدہ دہن ابورافع کو نمٹا دیں تاکہ یہ ہمارے لئے قابل فخر کارنامہ بنے، چنانچہ پانچ حضرات تیار ہوئے، اور غروبِ آفتاب کے بعد خیبر پہنچے، ابورافع کا قلعہ جب قریب آیا تو عبداللہؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: آپ حضرات یہیں ٹھہریں، میں قلعہ میں گھسنے کی کوئی تدبیر کرتا ہوں، جب وہ بالکل دروازہ کے قریب پہنچ گئے تو کپڑا اوڑھ کر ایک جگہ اس طرح بیٹھ گئے جیسے کوئی قضائے حاجت کے لئے بیٹھتا ہے، دربان نے اپنا آدمی سمجھ کر پکارا: او بندۂ خدا! اگر اندر آنا ہے آجا ورنہ میں دروازہ بند کرتا ہوں، عبداللہؓ قلعہ میں داخل ہوگئے اور گدھوں کے اصطبل میں چھپ گئے، ابورافع بالاخانہ میں رہتا تھا، رات کو اس کے پاس قصہ گوئی ہوتی تھی، جب لوگ اپنے گھر واپس لوٹ گئے تو عبداللہؓ نے چابی لے کر پہلے دروازہ کھول دیا، پھر بالاخانہ پر پہنچے اور جو بھی دروازہ کھولتے اس کو اندر سے بند کر دیتے، ابورافع اپنے اہل وعیال کے درمیان سویا ہوا تھا، اور وہاں اندھیرا تھا، عبداللہؓ نے آواز دی، ابورافع نے پوچھا: کون ہے؟ عبداللہؓ آواز کی جانب بڑھے اور تلوار کا وار کیا، مگر وار پوری طرح کارگر نہ ہوا، عبداللہؓ کمرے سے باہر نکل آئے، تھوڑی دیر کے بعد پھر داخل ہوئے اور ہمدردانہ لہجہ میں ابورافع سے چیخنے کی وجہ پوچھی، ابورافع نے کہا: ابھی کسی شخص نے مجھ پر تلوار سے حملہ کیا ہے، عبداللہؓ آواز کی طرف بڑھے اور دوسرا وار کیا جس سے کاری زخم آیا، پھر انھوں نے تلوار کی دھار پیٹ پر رکھ کر اس زور سے دبائی کہ پشت تک پہنچ گئی، ابورافع کا کام تمام کر کے عبداللہؓ واپس پلٹے، سیڑھی سے اترتے ہوئے گر پڑے اور پیر میں موچ آگئی، پگڑی کھول کر ٹانگ باندھی اور اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچے، رسول اللہ ﷺ کو خوش خبری سنانے کے لئے ان کو روانہ کیا اور خود وہیں رک گئے، صبح میں قلعہ کی فصیل سے ابورافع کی موت کا اعلان ہوا، اس کو سن کر عبداللہؓ روانہ ہوئے اور ساتھیوں سے جا ملے، پھر نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر سارا واقعہ بیان کیا اور پیر کی موچ کا بھی ذکر کیا، آپؐ نے اس پر دستِ مبارک پھیرا، ٹانک ایسی ہوگئی جیسے اس کو کچھ ہوا ہی نہیں تھا، یہ صحیح بخاری کی روایت ہے اور ابن اسحاق کی روایت یہ ہے کہ ابورافع کے گھر میں پانچوں حضرات گھسے اور سب نے اس کے قتل میں حصہ لیا اور جس صحابی نے اس کے اوپر تلوار کا بوجھ ڈال کر قتل کیا تھا وہ عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ تھے، اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت عبداللہؓ کی پنڈلی ٹوٹ گئی تو ساتھی ان کو اٹھا کر لائے اور قلعہ کی دیوار کے پاس ایک جگہ چشمہ کی نہر چل رہی تھی اس میں گھس گئے، یہود نے آگ جلا کر ہر طرف دوڑ دھوپ کی مگر کوئی ہاتھ نہیں آیا تو وہ مایوس ہو کر مقتول کے پاس

آ گئے، اور صحابہ کرام حضرات عبداللہؓ کو اٹھا کر خدمتِ نبوی میں لائے۔

اس سریہ کی تاریخ میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ جمادی الثانیہ ۳ ہجری میں یہ سریہ روانہ کیا گیا، دوسرا قول یہ ہے کہ ۵ ہجری میں یہ مہم مرتب کی گئی، مگر اتنی بات طے ہے کہ ابورافع کا قتل کعب بن اشرف کے قتل کے بعد ہوا ہے،

غزوۂ احد:

جنگِ بدر میں شکست سے اور اشرافِ قریش کے قتل سے اہل مکہ کو جو صدمہ پہنچا تھا وہ بھولایا نہیں جاسکتا تھا، بدر کی اس بری طرح ہزیمت اور ذلت آمیز شکست کا زخم یوں تو ہر شخص کے دل میں تھا، لیکن جن لوگوں کے باپ، بیٹے، بھائی اور خویش واقارب بدر میں مارے گئے تھے ان کو رہ رہ کر جوش آتا تھا، جذبہ انتقام سے ہر شخص کا سینہ لبریز تھا کہ جمادی الاخری ۳ ہجری میں سریہ زید بن حارثہ بھیجا گیا، قریش کا ایک تجارتی کارواں صفوان بن امیہ کی قیادت میں عراق کے راستہ شام جارہا تھا، نبی ﷺ نے سو سواروں کا ایک رسالہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی کمان میں روانہ کیا، حضرت زیدؓ نے نہایت تیزی سے راستہ طے کیا اور قریش کے کارواں کو جالیا، اور پورے قافلہ پر قبضہ کرلیا، اس قافلہ سے بڑی مقدار میں مالِ غنیمت حاصل ہوا، بدر کے بعد قریش کے لئے یہ سب سے الم ناک نکبت تھی، جس سے ان کے قلق واضطراب میں اضافہ ہوگیا، اور قریش کا جوش انتقام اور بڑھ گیا۔

چنانچہ عمائدین قریش دارالندوہ میں جمع ہوئے اور شام سے لوٹنے والے قافلۂ تجارت کے تمام منافع کو مسلمانوں کے خلاف جنگ میں صرف کرنے کا فیصلہ کیا، سب نے نہایت طیب خاطر سے اس کو قبول کیا اور زرمنافع جس کی مقدار ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار تھی، جنگ کی تیاری کے لئے روک لیا اور رضا کا رانہ جنگی خدمت کا دروازہ کھول دیا، احابیش، کنانہ اور اہل تہامہ کو مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شرکت کی دعوت دی اور ترغیب وتحریض کی مختلف صورتیں اختیار کیں، ابوعزّہ شاعر جو جنگِ بدر میں قید ہوا تھا اور جس کو بلافدیہ یہ عہد لے کر چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ نبی ﷺ کے خلاف کسی کا تعاون نہیں کرے گا: اس نے عہد وپیمان کو پس پشت ڈال کر جذبات غیرت وحمیت کو شعلہ زن کرنے والے اشعار کے ذریعہ قبائل کو بھڑکانا شروع کیا، مُسافع بن عبد مناف جمحی شاعر نے بھی مسلمانوں کے خلاف خوب جذبات بھڑکائے، غرض قریش نے خوب تیاری کی اور عورتوں کو بھی ہمراہ لیا تاکہ وہ رجزیہ اشعار سے لڑنے والوں کی ہمت بڑھائیں اور بھاگنے والوں کو غیرت دلائیں، نیز لڑنے والے عورتوں کی بے حرمتی کے خیال سے دل کھول کر اور سینہ ٹھوک کر لڑیں، پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیں، اور قبائل میں قاصد دوڑائے کہ اس جنگ میں شریک ہوکر داد شجاعت دیں، اس طرح تین ہزار آدمیوں کا لشکر جمع ہوگیا، جن میں سات سو زرہ پوش تھے، دو سو گھوڑے، تین ہزار اونٹ اور پندرہ عورتیں ہمراہ تھیں، یہ تین ہزار کا لشکر جرار نہایت کروفر سے روانہ ہوا، ابوسفیان پورے لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا گیا، رسالہ (گھڑ سواروں) کی کمان خالد بن الولید کو دی گئی، اور عکرمہ بن ابی جہل کو ان کا معاون بنایا گیا، پرچم دستور کے مطابق قبیلہ بنی عبدالدار کے ہاتھ میں دیا گیا، اس طرح پوری تیاری کر کے مکی لشکر مدینہ کی

طرف روانہ ہوا اور احد پہاڑ کے قریب عینین نامی مقام پر جو مدینہ کے شمال میں وادی قناۃ کے کنارے ایک بیکار زمین تھی وہاں پڑاؤ ڈالا، یہ جمعہ ۶ شوال ۳ ہجری کا واقعہ ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے قریش کی ساری نقل وحرکت اور جنگی تیاری کی تفصیلات پر مشتمل ایک نامہ نبی ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا، قاصد پھرتیلا ثابت ہوا، وہ صرف تین دن میں مدینہ پہنچ گیا، یہ خبر پاتے ہی آپؐ نے دو صحابہ کو قریش کی خبر لینے کے لئے روانہ فرمایا، انھوں نے آکر اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مدینہ کے بالکل قریب آپہنچا ہے، آپؐ نے حسب معمول صحابہ سے مشورہ کیا، نبی ﷺ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے، عبداللہ بن ابی کی بھی یہی رائے تھی، مگر نوجوانوں نے اور فضلائے صحابہ کی ایک جماعت نے جو بدر میں شرکت سے رہ گئے تھے، مشورہ دیا کہ باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے، اور انھوں نے اپنی اس رائے پر اصرار کیا، چنانچہ نبی ﷺ نے اکثریت کے اصرار پر اپنی رائے ترک فرمادی اور آخری فیصلہ یہی ہوا کہ مدینہ سے باہر نکل کر کھلے میدان میں مقابلہ کیا جائے، چنانچہ ۱۱ شوال ۳ ہجری بروز جمعہ بعد نماز عصر آپؐ ایک ہزار افراد پر مشتمل جمعیت لے کر احد کی طرف روانہ ہوئے، راستہ میں شیخان نامی جگہ میں رات گذاری، لشکر کا جائزہ لیا، اور جو بچے جنگ کے قابل نہیں تھے ان کو واپس کیا، ہفتہ کی صبح جب آپؐ احد کی طرف روانہ ہوئے تو عبداللہ بن ابی یہ بہانہ بنا کر کہ اس کا مشورہ نہیں مانا گیا اپنے تین سو آدمیوں کے ساتھ واپس ہوگیا، اب اسلامی لشکر میں سات سو صحابہ رہ گئے، جن میں سے سو زرہ پوش تھے اور لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے۔

نبی ﷺ نے احد پہاڑ کو پشت پر رکھ کر صف آرائی کی اور پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی امارت میں احد کی ایک گھاٹی پر ممکنہ حملہ سے بچاؤ کے لئے اس تاکید کے ساتھ متعین کیا کہ خواہ فتح ہو یا شکست وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں، پھر انفرادی مقابلہ میں کفار کو شکست ہوئی اس کے بعد عام جنگ شروع ہوئی، حضرات حمزہ، علی، اور ابو دجانہ رضی اللہ عنہم دشمن پر اس طرح ٹوٹے کہ صفیں کی صفیں صاف کردیں، کفار کے قدم اکھڑنے لگے، وہ گھاٹیوں کی طرف بھاگے اور مسلمان غنیمت جمع کرنے لگے، پہاڑی پر جو تیر انداز مقرر کئے گئے تھے وہ بھی غنیمت جمع کرنے کے لئے چل دیئے، امیر نے روکا بھی مگر انھوں نے کہا: مطلع صاف ہے اور فیصلہ ہو چکا ہے اب یہاں رہنے کی ضرورت نہیں، صرف دس آدمی حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہ گئے، خالد بن الولید نے گھاٹی خالی دیکھ کر چار سو افراد کے ساتھ اس طرف سے حملہ کردیا اور وہاں موجود صحابہ کو شہید کردیا، اور پشت سے مسلمانوں پر حملہ کردیا، اس ناگہانی حملہ سے جنگ کی صورت حال بدل گئی، آگے کی جانب سے پسپا ہونے والا کفار کا لشکر بھی پلٹ گیا، اب اسلامی لشکر دونوں طرف سے نرغہ میں تھا، گھمسان کی لڑائی ہوئی، اپنے پرایے کا امتیاز ختم ہوگیا، اور بے خبری میں مسلمانوں کی تلواریں مسلمانوں کے خون سے رنگین ہونے لگیں، اسی دوران کسی نے نبی ﷺ کی شہادت کی بے بنیاد خبر اڑادی، صحابہ کے دل بیٹھ گئے، بعض نے ہتھیار پھینک دیئے، بعض میدان سے ہٹ گئے، بعض بے جگری سے لڑنے لگے کہ آپؐ کے بعد زندگی کا لطف ہی کیا رہا؟ مگر افراتفری کے اس عالم

میں کچھ جان باز صحابہ آپؐ کے ساتھ رہے، حضرات علی، ابوطلحہ، سعد بن ابی وقاص، اور ابودجانہ رضی اللہ عنہم انہی جاں بازوں میں سے تھے، کفار کے پے بہ پے حملوں سے نبی ﷺ کے دانت کا ایک حصہ شہید ہوگیا، ہونٹ زخمی ہوگیا، ماتھے میں خود کا حلقہ گڑ گیا، پیشانی مبارک خون آلود ہوگئی، ستر کے قریب مسلمان شہید ہوئے اور کفار کے ۲۳ آدمی مارے گئے۔

غزوۂ حمراء الاسد:

جنگ ختم ہونے کے بعد نبی ﷺ کو اندیشہ لاحق ہوا کہ اگر مشرکین نے سوچا کہ جنگ میں اپنا پلہ بھاری ہوتے ہوئے بھی ہم نے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا تو انہیں یقیناً ندامت ہوگی اور وہ پلٹ کر مدینہ پر حملہ کریں گے اس لئے آپؐ نے مکی لشکر کے تعاقب کا فیصلہ کیا، چنانچہ معرکہ احد کے دوسرے دن یعنی یکشنبہ ۱۶ شوال ۳ ہجری کو علی الصباح اعلان فرمایا کہ دشمنوں کے تعاقب کے لئے چلنا ہے، اور صرف وہی چلے جو معرکہ احد میں شریک تھا، عبداللہ بن ابی نے ساتھ چلنے کی اجازت چاہی مگر آپؐ نے اجازت نہیں دی، مسلمان سب زخموں سے چور، غم سے نڈھال اور خوف سے دوچار تھے، مگر سب بلا تردد تیار ہوگئے، چنانچہ نبی ﷺ مسلمانوں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے اور مدینہ سے آٹھ میل پر حمراء الاسد میں خیمہ زن ہوئے، وہاں قبیلہ خزاعہ کا سردار معبد بن ابی معبد خزاعی احد کی شکست کی خبر سن کر بغرض تعزیت آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: آپؐ مجھ سے کوئی خدمت لینا چاہیں تو لیں، نبی ﷺ نے فرمایا: ابوسفیان کے پاس جاؤ اور اس کی حوصلہ شکنی کرو۔

ادھر نبی ﷺ کو جو اندیشہ لاحق ہوا تھا وہ واقعہ بنا، ابوسفیان مدینہ سے چھتیس میل دور مقام روحاء میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا کہ لوگ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ تم لوگوں نے کچھ نہیں کیا، مسلمانوں کی شوکت وقوت توڑ کر انہیں یونہی چھوڑ دیا، وہ پھر تمہارے لئے دردسر بن سکتے ہیں، پس واپس چلو اور انہیں جڑ سے اکھاڑ دو، صفوان بن امیہ نے اس کی مخالفت کی اور کہا: مجھے خطرہ ہے کہ جو مسلمان غزوہ میں شریک نہیں ہوئے تھے وہ بھی اب تمہارے خلاف جمع ہوجائیں گے، لہٰذا واپس چلو، فتح تمہاری ہے، مدینہ پر پھر چڑھائی کروگے تو گردش میں آجاؤگے، مگر بھاری اکثریت نے اس رائے کو قبول نہیں کیا اور مدینہ پر دوبارہ چڑھائی کا فیصلہ کیا، ابھی کفار یہ سوچ ہی رہے تھے کہ معبد خزاعی وہاں پہنچ گیا، ابوسفیان نے اس کے سامنے اپنا خیال ظاہر کیا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ دوبارہ مدینہ پر حملہ کیا جائے، معبد نے کہا: محمد (ﷺ) تو بڑی عظیم جمعیت لے کر تمہارے مقابلہ اور تعاقب کے لئے نکلے ہیں اور تم کوچ کرنے سے پہلے گھوڑوں کی پیشانیاں دیکھ لوگے اور لشکر کا ہراول دستہ ٹیلہ کے پیچھے سے نمودار ہوجائے گا، یہ باتیں سن کر مکی لشکر کے حوصلے ٹوٹ گئے اور ان پر رعب طاری ہوگیا اور انہیں اسی میں عافیت نظر آئی کہ مکہ کی جانب سفر جاری رکھیں، رسول اللہ ﷺ حمراء الاسد میں تین دن قیام فرما کر مدینہ واپس تشریف لائے۔

رجیع کا حادثہ اور بیر معونہ کا المیہ:

غزوۂ احد کے چند ماہ کے بعد صفر ۴ ہجری میں دو حادثے تقریباً ایک ساتھ پیش آئے، ایک: رجیع کا حادثہ دوسرا: بیر معونہ

کا المیہ۔

غزوۂ رجیع: صفر سن ۴ ہجری میں قبیلہ عضل اور قارہ کے کچھ لوگ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ہمارے قبیلہ نے اسلام قبول کرلیا ہے، لہٰذا چند آدمی ہمارے ساتھ بھیجئے جو ہمیں قرآن پڑھائیں اور احکام اسلام سکھلائیں، آپؐ نے دس آدمی ان کے ہمراہ کردیئے اور ان کا امیر عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو بنایا، جب یہ لوگ مقام رجیع پر پہنچے جو مکہ اور عسفان کے درمیان ہے تو ان غداروں نے بنولحیان کو اشارہ کیا، ان کے دوسو آدمی آئے جن میں سے سو تیر انداز تھے، حضرت عاصمؓ اپنے رفقاء کے ساتھ ایک ٹیلہ پر چڑھ گئے، بنولحیان نے نیچے اترنے کے لئے کہا اور پناہ دینے کا وعدہ کیا، حضرت عاصمؓ نے اترنے سے انکار کیا، چنانچہ سات ساتھیوں کو کافروں نے شہید کردیا، تین ٹیلے سے نیچے اترے اور قیدی بن گئے، ان لوگوں نے ان کی مشکیں باندھنی شروع کیں، ان میں سے ایک (عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ) نے کہا: یہ پہلی بے وفائی ہے اور ساتھ چلنے سے انکار کردیا، مشرکین نے ان کو شہید کردیا، اور حضرت خُبیب اور زید بن دثنہ رضی اللہ عنہما کو لے کر مکہ پہنچے اور دونوں کو فروخت کردیا، حضرت زید رضی اللہ عنہ کو صفوان نے خرید کر اپنے باپ کے قصاص میں فوراً قتل کردیا حضرت زیدؓ نے امیہ بن خلف کو بدر میں قتل کیا تھا، اور حضرت خبیبؓ نے بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا، ان کو اس کے لڑکوں نے خریدا اور اشہر حرام گذرنے کے بعد تنعیم میں لے جا کر سولی دی، اس وقت انھوں نے دو نفلیں پڑھیں اور دو شعر پڑھے پھر شہید ہوگئے۔

بیر معونہ کا واقعہ: ماہ صفر سن ۴ ہجری میں عامر بن مالک ابو براء نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہدیہ پیش کیا، آپؐ نے قبول نہیں کیا، اور اس کو اسلام کی دعوت دی، ابو براء نے اسلام قبول نہیں کیا اور نہ رد کیا بلکہ عرض کیا: آپؐ اپنے چند صحابہ کو اہل نجد کی طرف دعوت اسلام کی غرض سے روانہ فرمائیں، میں امید کرتا ہوں کہ وہ اس دعوت کو قبول کرلیں گے، آپؐ نے اہل نجد کی طرف سے اندیشہ کا اظہار کیا، ابو براء ضامن بنا تو رسول اللہ ﷺ نے ستر صحابہ کو جو قراء کہلاتے تھے اور جو نہایت مقدس اور پاکیزہ لوگ تھے اس کے ہمراہ روانہ کردیا، اور منذر بن عمرو ساعدی رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا، یہ لوگ چل کر بیر معونہ پر ٹھہرے، نبی ﷺ نے ایک خط عامر بن طفیل کے نام جو بنی عامر کے سردار ابو براء عامر بن مالک کا بھتیجہ تھا لکھوا کر حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا تھا، جب یہ لوگ بیر معونہ پر پہنچے تو حرام بن ملحانؓ آپؐ کا والا نامہ لے کر عامر بن طفیل کے پاس گئے، اس نے خط دیکھنے سے پہلے ہی ایک شخص کو اشارہ کیا، اس نے پیچھے سے نیزہ مارا اور آپ نے جامِ شہادت نوش فرمایا، اس کے بعد بنی عامر کو بقیہ صحابہ کے قتل پر ابھارا، لیکن ابو براء کے پناہ دینے کی وجہ سے بنی عامر نے ساتھ دینے سے انکار کیا، عامر بن طفیل نے بنی سُلیم سے امداد چاہی، عُصَیَّۃ، رعل اور ذکوان قبائل اس کی مدد کے لئے تیار ہوگئے، اور سب نے مل کر تمام صحابہ کو شہید کر ڈالا، صرف کعب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کو مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا، وہ بعد میں مدت تک زندہ رہے اور غزوۂ خندق میں شہید ہوئے، ان کے علاوہ دو شخص اور بھی بچ گئے، ان کے نام منذر بن محمد اور عمرو بن

امیہ ضمری رضی اللہ عنہما ہیں، یہ دونوں مویشی چرانے جنگل گئے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ سے سخت صدمہ ہوا اور آپؐ نے ایک ماہ تک ان قبائل کے حق میں بددعا کی، پھر جب آیت: ﴿لَیْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَیْءٌ﴾: نازل ہوئی تو بددعا بند کردی۔

غزوۂ خندق:

غزوۂ احد سے واپسی کے وقت ابوسفیان نے آئندہ سال بدر میں پھر جنگ لڑنے کا اعلان کیا تھا، چنانچہ اگلے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی تیاری کی اور شعبان ۴ ہجری میں بدر کا رخ کیا، آپؐ کے ساتھ ڈیڑھ ہزار فوج تھی اور دس گھوڑے تھے، آپؐ بدر پہنچ کر مشرکین کے انتظار میں خیمہ زن ہوگئے، دوسری طرف ابوسفیان بھی پچاس سواروں سمیت دو ہزار مشرکین کی جمعیت لے کر نکلا اور وادی مر الظہران پہنچ کر مَجِنَّة نامی چشمہ پر خیمہ زن ہوا، مگر وہ مکہ سے بوجھل اور بددل نکلا تھا، مر الظہران میں اس کی ہمت جواب دے گئی، وہ قحط سالی کا بہانہ بنا کر وہیں سے لوٹ گیا، احد میں آخر میں پلڑا بھاری ہونے کے باوجود قریش مسلمانوں کا استیصال نہیں کرسکے تھے اس کا ان کو شدید افسوس تھا، وہ چاہتے تھے کہ مدینہ والوں کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ لڑیں اور مسلمانوں کی جڑ کاٹ دیں، نیز یہود بنی نضیر جو مدینہ سے نکالے گئے تھے اور خیبر میں جا کر آباد ہوگئے تھے ان کے دلوں کا غصہ بھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا، انھوں نے سازش شروع کی اور مسلمانوں پر ایک ایسی آخری ضرب لگانے کی تیاری کی جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کا چراغ گل ہوجائے، بنونضیر کے بیس سردار قریش کے پاس گئے اور انہیں مسلمانوں کے خلاف آمادۂ جنگ کرنے کے لئے اپنی مدد کا پورا یقین دلایا، پھر یہ وفد بنوغطفان کے پاس گیا اور قریش ہی کی طرح انہیں بھی آمادۂ جنگ کیا، پھر اس وفد نے باقی قبائل میں گھوم کر لوگوں کو جنگ کی ترغیب دی، اس طرح یہودی بازی گروں نے کامیابی کے ساتھ کفر کے بڑے بڑے گروہوں اور جتھوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر جنگ کے لئے تیار کرلیا، چنانچہ شوال ۵ ہجری میں قریش، کنانہ اور تہامہ میں آباد دوسرے حلیف قبائل نے مدینہ کی جانب کوچ کیا، ان کا سپہ سالار ابوسفیان تھا اور ان کی تعداد چار ہزار تھی، جب یہ لشکر مر الظہران پہنچا تو بنوسلیم بھی اس میں شامل ہوگئے، اور مشرق کی طرف سے غطفانی قبائل: فزارہ، مرّہ اور اشجع نے کوچ کیا، ان تمام قبائل نے مقررہ وقت اور مقررہ پروگرام کے مطابق مدینہ کا رخ کیا، ان کی مجموعی تعداد دس ہزار تھی، جو مدینہ کی پوری آبادی سے بھی زیادہ تھی، یہ سب عزم مصمم لے کر چلے تھے کہ اس مرتبہ مسلمانوں کا استیصال کر کے ہی لوٹیں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کی روانگی کی اطلاع ملی تو آپؐ نے صحابہ سے مشورہ کیا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا، انھوں نے کہا: فارس میں جب زبردست لشکر حملہ آور ہوتا ہے تو خندق کھود کر دشمن کا مقابلہ کیا جاتا ہے، سب نے اس رائے کو پسند کیا، چنانچہ کوہ سلع کے قریب خندق کھودی گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کے حدود قائم فرمائے اور خط کھینچ کر دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم فرمائی، خندق اس قدر گہری کھودی گئی کہ تری نکل آئی، یہ قحط کا

زمانہ تھا، سردی کا موسم تھا، راتیں ٹھنڈی تھیں، ٹھنڈی ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے، صحابہ پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے، تین ہزار صحابہ ذوق وشوق سے خندق کھودنے میں جُتے ہوئے تھے، جذبۂ ایمانی پر جوش تھا، سب مل کر نغمہ زن تھے، سرکارِ مدینہ ﷺ بذاتِ خود شریک کار تھے، شکم مبارک غبار سے اٹ گیا تھا، اور زبان پر حمد وشکر کا ترانہ تھا، چھ دن میں خندق کی کھدائی مکمل ہوئی اور لشکر اسلام وہاں خیمہ زن ہوا، کفار کا لشکر مدینہ پہنچا تو خندق نے ان کا استقبال کیا، وہ حیران رہ گئے، یہ صورت حال ان کے لئے نئی تھی اور پریشان کن بھی، خندق عبور کرنے کی کوئی صورت نہیں تھی، طرفین سے تیراندازی شروع ہوگئی، بیس دن یا ایک ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا، مشرکین خندق پار کرنے کی پوری کوشش کرتے تھے، لیکن مسلمان تیروں سے ان کا استقبال کرتے تھے، اور ایسی پامردی سے ان کا مقابلہ کرتے تھے کہ ان کی ہر کوشش ناکام ہوجاتی تھی، ان پرزور مقابلوں میں نبی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی بعض نمازیں بھی فوت ہوگئیں، جو بعد میں قضا کی گئیں، اور اسی تیراندازی کے دوران حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ایک تیر لگا جس سے ان کے بازو کی شہ رگ کٹ گئی اور وہی بالآخر ان کی موت کا سبب بنی، ایک جماعت نے جن میں عمرو بن ودّ، عکرمہ بن ابی جہل اور ضرار بن خطاب وغیرہ تھے ایک تنگ مقام سے خندق پار کرلی اور مسلمانوں کو مقابلہ کے لئے للکارا، حضرت علی رضی اللہ عنہ چند مسلمانوں کے ہمراہ نکلے اور عمرو بن ودّ کے مقابل ہوئے، دونوں میں پرزور ٹکر ہوئی، ہر ایک نے دوسرے پر بڑھ چڑھ کر وار کئے بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کردیا، باقی مشرکین بھاگ کر خندق پار چلے گئے، وہ اس قدر حواس باختہ تھے کہ عکرمہ بھاگتے ہوئے اپنا نیزہ بھی چھوڑ گیا۔

ایک طرف مسلمان محاذ جنگ پر مشکلات سے دوچار تھے دوسری طرف خیبر کے یہودی اس کوشش میں تھے کہ مسلمانوں سے آخری بدلہ لے لیں، چنانچہ بنونضیر کے سردار حیی بن اخطب نے بنوقریظہ کے سردار کعب بن اسد کو ورغلانا شروع کیا، کعب نے نبی ﷺ سے معاہدہ کیا تھا کہ جنگ کے وقت اس کا قبیلہ آپؐ کی مدد کرے گا، حیی نے طرح طرح کی باتیں کرکے اور سبز باغ دکھا کر اس کو نقض عہد پر راضی کرلیا، اور بنوقریظہ عملی طور پر جنگی کاروائیوں میں شریک ہوگئے، اور مشرکین کے ساتھ اپنے اتحاد کا عملی ثبوت پیش کرنے کے لئے رسدرسانی بھی شروع کردی۔ جب نبی ﷺ کو بنوقریظہ کی بدعہدی کی اطلاع ملی تو آپؐ نے تحقیق حال کے لئے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو بھیجا، انھوں نے بنو قریظہ کو انتہائی خباثت پر آمادہ پایا، انھوں نے علانیہ گالیاں بکیں، اور رسول اللہ ﷺ کی اہانت کی، منافقین نے بھی سر ابھارا وہ کہنے لگے: محمد (ﷺ) ہم سے وعدہ کرتے تھے کہ ہم قیصر وکسری کے خزانے لوٹیں گے، جبکہ یہاں حالت یہ ہے کہ استنجے جانا بھی خطرہ سے خالی نہیں، اور بعض منافقین یہ کہہ کر کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں گھروں کو لوٹ گئے، ایک طرف لشکر کا یہ حال تھا دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کی یہ حالت تھی کہ آپؐ بنوقریظہ کی بدعہدی کی خبرسن کر اپنا سر اور چہرہ کپڑے سے ڈھانک کر چت لیٹ گئے اور دیر تک لیٹے رہے، اس سے صحابہ کا اضطراب بڑھ گیا مگر جلد ہی آپؐ پر امید غالب آگئی، آپؐ نے اللہ کی مدد اور فتح کی خوشخبری سنائی اور پیش آمدہ حالات سے نمٹنے کی صورتوں پر غور شروع کیا، چنانچہ مدینہ کی حفاظت کے

لئے فوج کا ایک حصہ روانہ فرمایا تاکہ یہود کے ممکنہ حملہ سے عورتیں اور بچے محفوظ رہیں، اور دشمن کے مختلف گروہوں میں پھوٹ ڈالنے کے مقصد سے بنوغطفان کے دونوں سرداروں عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف سے مدینہ کی ایک تہائی پیداوار پر مصالحت کرنے کا ارادہ فرمایا، مگر اوس وخزرج کے دونوں سردار حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے بیک زبان عرض کیا: یارسول اللہ! اگر یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر! اور اگر آپؐ محض ہماری خاطر ایسا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس کی ضرورت نہیں، ہم جب مشرک تھے تب وہ لوگ میزبانی یا خرید وفروخت کے سوا ایک دانہ کی بھی طمع نہیں کر سکتے تھے، اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو دولت اسلام سے نوازا اور آپؐ کے ذریعہ عزت بخشی، ہم اپنا مال ان کو کیسے دے سکتے ہیں؟ اب تو ہم ان کو اپنی تلواریں دیں گے، آپؐ نے فرمایا: جب میں نے دیکھا کہ سارا عرب تم پر پل پڑا ہے اور ایک کمان سے وار کیا ہے تو تمہاری خاطر میں نے یہ کام کرنا چاہا تھا، پھر مدد خداوندی آئی، دشمن میں پھوٹ پڑ گئی اور ان کی دھار کند ہوگئی، ہوا یہ کہ غطفان کے ایک صاحب جن کا نام نُعیم بن مسعود بن عامر اشجعی تھا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور عرض کیا کہ ابھی لوگوں کو میرے اسلام کا علم نہیں، آپؐ مجھے کوئی حکم دیں میں اس کی تعمیل کروں گا، آپؐ نے ان سے دشمن میں پھوٹ ڈالنے اور ان کی حوصلہ شکنی کرنے کے لئے فرمایا، چنانچہ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ فوراً بنوقریظہ کے پاس پہنچے، زمانۂ جاہلیت سے ان کا ان کے ساتھ بڑا میل جول تھا، اور ان سے کہا: قریش کا معاملہ آپ لوگوں سے مختلف ہے، آپ لوگ یہاں کے ہیں، آپ لوگوں کا گھر بار یہاں ہے، مال ودولت اور کاروبار یہاں ہے، آپ لوگ اسے چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتے اور قریش وغطفان باہر کے ہیں، وہ محمد (ﷺ) سے جنگ کرنے آئے تو آپ لوگوں نے ان کا ساتھ دیا، کل کو اگر وہ بوریا بستر باندھ کر چل دیئے تو آپ لوگ ہونگے اور محمد (ﷺ) وہ جس طرح چاہیں گے آپ لوگوں سے انتقام لیں گے، اس پر بنوقریظہ چونکے، انھوں نے کہا: بتایئے اب کیا کیا جائے؟ حضرت نعیمؓ نے کہا: قریش جب تک آپ لوگوں کو اپنے آدمی یرغمال کے طور پر نہ دیں، آپ ان کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوں، بنوقریظہ نے اس رائے کو پسند کیا، پھر حضرت نعیمؓ قریش کے پاس گئے اور ان سے کہا: بنوقریظہ نے محمد (ﷺ) کے ساتھ جو عہد شکنی کی ہے وہ اس پر نادم ہیں اور انھوں نے طے کیا ہے کہ آپ لوگوں سے کچھ یرغمال حاصل کر کے محمد (ﷺ) کے حوالہ کر دیں، اور اس طرح محمد (ﷺ) سے اپنا معاملہ استوار کر لیں، لہٰذا اگر وہ یرغمال طلب کریں تو آپ لوگ ہرگز اپنے آدمی نہ دیں، پھر غطفان کے پاس جا کر بھی یہی بات کہی، اس طرح ان کے بھی کان کھڑے کر دیئے۔

اس کے بعد جمعہ اور ہار کی درمیانی رات میں قریش نے یہود کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمارا قیام کسی سازگار اور موزوں جگہ نہیں ہے، گھوڑے اور اونٹ مر رہے ہیں، اس لئے اِدھر سے ہم اور اُدھر سے آپ لوگ اٹھیں اور ایک ساتھ محمد (ﷺ) پر حملہ کر دیں، یہود نے جواب دیا: آج ہار کا دن ہے، آج ہم کچھ نہیں کر سکتے، علاوہ ازیں جب تک آپ لوگ اپنے کچھ آدمی یرغمال کے طور پر نہیں دو گے ہم لڑائی میں شریک نہیں ہونگے، یہ جواب سن کر قریش اور غطفان نے نعیم کو سچا خیال کیا اور یہود

کو کہلا بھیجا کہ ہم آپ کو کوئی آدمی نہیں دیں گے، بغیر کسی ضمانت کے آپ لوگ ہمارے ساتھ مل کر محمد (ﷺ) سے لڑیں، قریش وغطفان کا یہ جواب پا کر بنوقریظہ نے بھی نعیم کی تصدیق کی۔

اس طرح دونوں فریقوں کا اعتماد ایک دوسرے سے اٹھ گیا اور ان کی صفوں میں پھوٹ پڑ گئی، اور ان کے حوصلے ٹوٹ گئے، ادھر رسول اللہ ﷺ اور مسلمان دعاؤں میں مصروف تھے، اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور قریش وغطفان پر ایک سخت ہوا مسلط کی جس نے کفار کے خیمے اکھاڑ دیئے، ہانڈیاں پلٹ دیں، طنابیں اکھاڑ دیں، کسی چیز کو قرار نہ رہا، جس سے کفار کا تمام لشکر سراسیمہ ہو گیا اور صبح کی پو پھٹنے سے پہلے ہی بدحواسی کے عالم میں واپس مکہ روانہ ہو گیا۔

اس غزوہ کے وقوع میں اختلاف ہے، موسیٰ بن عقبہؒ کے نزدیک یہ غزوہ شوال ۴ ہجری میں ہوا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی رائے کو اختیار کیا ہے، مگر جمہور ائمہ مغازی کے نزدیک یہ غزوہ ۵ ہجری میں ہوا ہے، اس غزوہ میں تمام قبائل کی مجموعی تعداد دس ہزار تھی اور سامان جنگ بھی بدر واحد سے زیادہ تھا، اور اسلامی لشکر کی تعداد کل تین ہزار تھی اور چھتیس گھوڑے تھے، کفار کا محاصرہ تقریباً ایک ماہ رہا، چونکہ دونوں فوجوں کے درمیان خندق حائل تھی اس لئے دست بدست اور خوں ریز جنگ کی نوبت نہیں آئی، صرف تیراندازی ہوتی رہی، فریقین کے چند افراد مارے گئے، چھ مسلمان شہید ہوئے اور دس مشرک جہنم رسید ہوئے۔

غزوۂ بنوقریظہ:

چونکہ یہود بنی قریظہ نے غزوۂ خندق میں کفار کا ساتھ دے کر مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کی صریح خلاف ورزی کی تھی، اس لئے مسلمانوں نے غزوۂ خندق سے فارغ ہو کر مدینہ پہنچ کر ابھی ہتھیار رکھے ہی تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے، نبی ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں غسل کی تیاری کر رہے تھے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: کیا آپؐ نے ہتھیار رکھ دیئے، فرشتوں نے ابھی ہتھیار نہیں رکھے! آپؐ نے پوچھا: اللہ کا کیا حکم ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بنوقریظہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: میں فرشتوں کے ساتھ بنوقریظہ کی طرف جا رہا ہوں، ان کے قلعوں میں زلزلہ برپا کر دوں گا اور ان کے دلوں میں رعب ڈالوں گا، چنانچہ نبی ﷺ نے منادی کرائی کہ جو شخص سمع وطاعت پر قائم ہے وہ ظہر یا عصر بنو قریظہ میں پڑھے، صحابہ تیاری کر کے فوراً روانہ ہو گئے، اور بنوقریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا، بنوقریظہ قلعہ بند ہو گئے ان کے پاس رسد کافی مقدار میں تھی، لیکن جب محاصرہ طویل ہوا تو وہ پریشان ہو گئے، ان کے سردار کعب بن اسد نے قوم کے سامنے تین باتیں پیش کیں: (۱) سب مسلمان ہو جاؤ (۲) بیوی بچوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دو پھر پوری قوت کے ساتھ اسلامی افواج سے ٹکرا جاؤ (۳) یا آئندہ کل سنیچر کا دن ہے، مسلمان غافل ہونگے، اچانک ان پر ٹوٹ پڑو، یہود نے ان میں سے کوئی تجویز منظور نہیں کی، اب ان کے لئے صرف ایک ہی راستہ تھا کہ ہتھیار ڈال دیں اور اپنی قسمت کا فیصلہ نبی ﷺ کے حوالہ کر دیں،

چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر راضی ہوکر بنوقریظہ قلعوں سے اتر آئے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ تمام بالغ مردوں کو قتل کردیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا جائے اوران کے اموال تقسیم کردیئے جائیں، نبی ﷺ نے فرمایا: ''سعدؓ نے وہی فیصلہ کیا جو سات آسمانوں کے اوپر سے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے'' چنانچہ فیصلہ کے مطابق بنوقریظہ کے بالغ مرد قتل کئے گئے جن کی تعداد چار سوتھی، چند حضرات فیصلہ سے پہلے مسلمان ہوگئے اوران کی جان اور مال محفوظ رہا، اور بنونضیر کا سردار حیی بن اخطب اپنے وعدہ کے مطابق بنوقریظہ کے پاس قلعہ میں آگیا تھا اس کی بھی گردن ماردی گئی۔

غزوۂ ذات الرقاع:

اس غزوہ کوذات الرقاع کیوں کہتے ہیں؟ اس میں مختلف اقوال ہیں، مشہور قول یہ ہے کہ اس غزوہ میں صحابہ کے پاس جوتے چپل نہیں تھے، اور زمین پتھریلی تھی، اس لئے ننگے پیر چلنے کی وجہ سے پاؤں زخمی ہوگئے تھے، اور صحابہ نے پاؤں پر چیتھڑے لپیٹے تھے، اس لئے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع (چیتھڑوں والا) پڑا۔

نبی ﷺ کو اطلاع ملی کہ غطفان کے دو قبیلے محارب وثعلبہ مسلمانوں کے خلاف منظّم ہورہے ہیں، چنانچہ آپؐ نے چار سو یا سات سو صحابہ کے ساتھ بلادنجد کا رخ کیا اور مدینہ سے دو دن کی مسافت پر مقام نخل میں پڑاؤ ڈالا، بنوغطفان کی ایک جمعیت سے آمنا سامنا ہوا، مگر جنگ نہیں ہوئی، البتہ اس جنگ میں چند واقعات پیش آئے، اور اس جنگ میں 'نمازِ خوف' پڑھی گئی، اس لئے اس غزوہ کو اہمیت حاصل ہوگئی۔

امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے میں یہ غزوہ: غزوۂ خیبر کے بعد پیش آیا ہے کیونکہ اس غزوہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما شریک تھے، اور یہ دونوں حضرات غزوۂ خیبر کے بعد خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے ہیں، دیگر ائمہ مغازی کے نزدیک یہ غزوہ: غزوۂ احزاب وقریظہ کے بعد غزوۂ خیبر سے پہلے پیش آیا ہے۔

غزوۂ بنی المصطلق یا غزوۂ مریسیع:

بنوالمصطلق قبیلہ خزاعہ کا بطن ہے اور خزاعہ قحطانی قبیلہ ہے، مُصطلق: جزیمہ بن سعد کا لقب ہے، اور مُرَیْسِیع: اس قبیلہ کے چشمہ کا نام ہے اس غزوہ کی تاریخ میں اختلاف ہے، بقول محمد بن اسحاق رحمہ اللہ یہ غزوہ شعبان ۶ ہجری میں اور بقول موسیٰ بن عقبہؒ سنہ ۵ ہجری میں پیش آیا ہے، نبی ﷺ کو اطلاع ملی کہ بنوالمصطلق کا سردار حارث بن ابی الضرار جنگ کے لئے اپنے قبیلہ کو اور کچھ دوسرے لوگوں کو لے کر مدینہ آرہا ہے، آپؐ نے بُریدۃ بن الحصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کو تحقیق حال کے لئے بھیجا، بریدہؓ نے آکر تصدیق کی، چنانچہ آپؐ نے صحابہ کو تیاری کا حکم دیا، اس غزوہ میں منافقین بھی ساتھ تھے، جو اس سے پہلے کبھی نہیں نکلے تھے، حارث نے اسلامی لشکر کی خبر لانے کے لئے ایک جاسوس بھیجا، مسلمانوں نے اسے گرفتار کر کے قتل

کردیا، جب حارث کو نبی ﷺ کی روانگی کا اور اپنے جاسوس کے قتل ہوجانے کا علم ہوا تو وہ سخت خوفزدہ ہوا اور جو عرب قبائل اس کے ساتھ تھے وہ سب بکھر گئے، نبی ﷺ چشمہ مریسیع تک پہنچے بنو مصطلق آمادۂ جنگ تھے، فریقین نے صف بندی کی اور کچھ دیر تیروں کا تبادلہ ہوا پھر صحابہ نے یکبارگی حملہ کردیا اور فتح یاب ہوئے، مشرکین نے شکست کھائی، کچھ مارے گئے، عورتوں اور بچوں کو قید کیا گیا، قیدیوں میں حضرت جُویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جو بنی المصطلق کے سردار حارث کی بیٹی تھیں وہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں، انھوں نے ثابت سے کتابت کا معاملہ کیا اور تعاون حاصل کرنے کی غرض سے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ نبی ﷺ نے بدل کتابت ادا کرکے ان کو آزاد کیا اور ان سے نکاح کرلیا، اس نکاح کی برکت سے مسلمانوں نے بنوالمصطلق کے سوگھرانوں کو جو مسلمان ہوچکے تھے آزاد کردیا کیونکہ وہ نبی ﷺ کے سسرالی بن گئے تھے، اس غزوہ میں تیمّم کی آیت نازل ہوئی، اور اسی غزوہ سے واپسی میں افک کا واقعہ پیش آیا اور اسی غزوہ میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے وہ دو باتیں کہیں جو سورۃ المنافقین آیات ۷و۸ میں آئی ہیں۔

غزوۂ انمار:

بعض لوگ غزوہ بنی انمار کہتے ہیں، انمار قبیلہ بجیلہ کا بطن ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ غطفان کا دوسرا نام انمار ہے، اس لئے اربابِ سیر کی دو رائیں ہیں: ایک رائے یہ ہے کہ غزوہ ذات الرقاع اور غزوہ انمار ایک ہیں، دوسری رائے یہ ہے کہ دونوں الگ الگ ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ کی پہلی رائے ہے مگر چونکہ ایک رائے غزوہ انمار کے مستقل غزوہ ہونے کی بھی ہے اس لئے اس کے لئے الگ باب لائے ہیں۔

غزوۂ حدیبیہ:

حدیبیہ ایک کنویں کا نام ہے، اس کے پاس ایک گاؤں آباد ہے وہ بھی حدیبیہ کہلاتا ہے، یہ گاؤں مکہ معظّمہ سے نو میل کے فاصلہ پر ہے، اس کا اکثر حصہ حرم میں ہے، اور کچھ حصہ حل میں ہے، یہ غزوہ ذی قعدہ سن ٦ ہجری میں پیش آیا، نبی ﷺ نے غزوۂ احزاب کے بعد خواب دیکھا کہ آپ صحابہ کے ساتھ عمرہ کے لئے مکہ تشریف لے گئے، اور باطمینان عمرہ ادا کیا، اور عمرہ کرکے بعض اصحاب نے سر منڈایا اور بعض نے بال کتروائے، یہ خواب سن کر صحابہ کے دلوں میں جو بیت اللہ کی محبت کی چنگاری دبی ہوئی تھی وہ بھڑک اٹھی اور زیارت بیت اللہ کے شوق نے سب کو بے چین اور بے تاب کردیا، چنانچہ یوم دوشنبہ یکم ذی قعدہ سن ٦ ہجری کو رسول اللہ ﷺ پندرہ سو صحابہ کے ساتھ ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر اور قربانی کے اونٹ ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے، چونکہ جنگ کا کوئی ارادہ نہیں تھا، اس لئے نہ خبروں کو چھپانے کا اہتمام کیا اور نہ کسی قسم کا سامان حرب اور سلاح جنگ ساتھ لیا، صرف ضروری ہتھیار ساتھ لئے اور انہیں بھی نیام میں رکھا، جب مکہ والوں کو یہ خبر پہنچی کہ مسلمان عمرہ کرنے آرہے ہیں تو انھوں نے طے کیا کہ کسی قیمت پر مسلمانوں کو مکہ نہیں آنے دیا جائے گا، چنانچہ جب نبی

ﷺ اور صحابہ مکہ سے تین مرحلوں پر رہ گئے تو آپؐ کو اطلاع ملی کہ قریش کا ہراول دستہ خالد بن الولید کی سرکردگی میں کُراع الغمیم میں پہنچ گیا ہے، اس لئے آپؐ نے ذوطوی کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ سے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا، ایک راہبر دشوار گذار راستہ سے آپؐ کو لے کر چلا، اس طرح آپؐ حدیبیہ میں پہنچ گئے، ورنہ عام طور پر جو لوگ مدینہ سے آتے ہیں وہ حدیبیہ سے نہیں گذرتے، حدیبیہ میں جب آپؐ نے اپنی اونٹنی کو مکہ کی طرف موڑنا چاہا تو اونٹنی بیٹھ گئی، لوگوں نے ہر چند اونٹنی کو اٹھانا چاہا، مگر اونٹنی اپنی جگہ سے نہ اٹھی، لوگوں نے کہا: قصواء اڑ گئی، آپؐ نے فرمایا: قصواء اڑی نہیں، نہ یہ اس کی عادت ہے بلکہ اس کو روک لیا ہے ہاتھی کو روکنے والے نے، پھر آپؐ نے یہ عہد کیا کہ قریش مجھ سے جس بات کا بھی مطالبہ کریں گے جس میں شعائر اللہ کی تعظیم ہوگی میں ان کا مطالبہ مان لوں گا، پھر آپؐ نے اونٹنی کو جھڑکا وہ فوراً کھڑی ہوگئی، چنانچہ آپؐ نے مکہ کا ارادہ چھوڑ دیا اور حدیبیہ کے آخر میں قیام فرمایا، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا تاکہ وہ انہیں بتائیں کہ ہم لڑنے نہیں آئے، عمرہ کرنے آئے ہیں، اور کعبہ شریف پر سب کا حق ہے، لہٰذا ہمیں عمرہ کرنے کا موقع دیا جائے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ کہہ کر کہ ہم مشورہ کر کے جواب دیتے ہیں، مکہ والوں نے روک لیا، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آنے میں تاخیر ہوئی تو افواہ اڑی کہ ان کو قتل کر دیا گیا، اب جنگ ناگزیر ہوگئی، چنانچہ آپؐ نے ایک کیکر کے درخت کے نیچے صحابہ سے بیعت لی، جب اس بیعت کی اطلاع مکہ والوں کو ہوئی تو انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جلدی سے بھیج دیا، پھر سفارتوں کا سلسلہ شروع ہوا، سب سے آخر میں مصالحتی گفتگو کرنے کے لئے قریش نے سہیل بن عمرو کو بھیجا، اس کو دیکھ کر نبی ﷺ نے نیک فال لیا کہ اب معاملہ آسان ہو جائے گا، چنانچہ چند شرائط پر دس سال کے لئے صلح ہوئی اور باہم طے پایا کہ اس سال مسلمان مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس جائیں، اگلے سال عمرہ کرنے آئیں اور تین دن مکہ میں قیام کریں، اور ہتھیار لے کر نہ آئیں، صرف تلوار ساتھ لائیں جو میان میں اور خرجی میں ہو، جب صلح نامہ لکھا جا چکا تو نبی ﷺ نے اور صحابہ نے سر منڈا کر اور جانور ذبح کر کے احرام کھول دیا، پھر چند دن حدیبیہ میں قیام کر کے مدینہ کی جانب مراجعت فرما ہوئے، راستہ میں سورۃ الفتح نازل ہوئی اور صلح حدیبیہ کو فتح مبین (واضح کامیابی) قرار دیا گیا۔

غزوۂ ذی قرد:

قَرَد: ایک چشمہ کا نام ہے جو بلاد غطفان کے قریب ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک یہ غزوہ ۷ ہجری میں غزوۂ خیبر سے تین دن پہلے ہوا ہے، دیگر ارباب سیر کے نزدیک ۶ ہجری میں حدیبیہ سے پہلے ہوا ہے، ذوقرد نبی ﷺ کی اونٹنیوں کی چراگاہ تھی، عیینہ بن حصن فزاری نے چالیس سواروں کے ساتھ اس پر ڈاکہ ڈالا اور بیس اونٹنیاں پکڑ کر لے گیا، اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کو جو اونٹنیوں کی حفاظت پر مامور تھے قتل کر ڈالا، حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ فجر کی اذان کے وقت اپنے کھیت (غابہ) میں جا رہے تھے، مدینہ کے باہر ان کو حادثہ کی اطلاع ملی، انھوں نے ایک ٹیلہ پر چڑھ کر

تین نعرے لگائے: ہائے صبح کے وقت آنے والی مصیبت! اس نعرہ کی آواز مدینہ کے ہر گھر میں پہنچ گئی، پھر حضرت سلمہؓ نے ڈاکوؤں کا پیچھا کیا، حضرت سلمہؓ بڑے تیر انداز تھے، تیر برساتے تھے اور رجز پڑھتے تھے، انھوں نے تمام اونٹنیاں چھڑا لیں اور تیس یمنی چادریں بھی ان سے چھین لیں، نبی ﷺ پانچ یا سات سو آدمی لے کر روانہ ہوئے اور تیزی سے مسافت طے کر کے دشمن کو پکڑ لیا، دو آدمی مشرکین کے مارے گئے اور حضرت محرز بن نضرہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، آپؐ نے یک شبانہ روز وہاں قیام فرمایا، وہاں نمازِ خوف پڑھی اور پانچ دن کے بعد واپسی ہوئی۔

غزوۂ خیبر:

خیبر: مدینہ کے شمال میں شام کی جانب آٹھ برید پر ایک بڑا شہر ہے اس کی آبادی یہودیوں پر مشتمل تھی، کچھ وہاں کے اصل باشندے تھے اور کچھ مدینہ سے جلاوطن ہو کر پہنچے تھے، خیبر سازشوں کا گڑھ اور جنگ کی آگ بھڑکانے کا شعلہ تھا، اہل خیبر ہی جنگ خندق میں مشرکین کے تمام گروہوں کو مسلمانوں پر چڑھا لائے تھے اور بنو قریظہ کو نقض عہد پر آمادہ کیا تھا، ان کا منافقین کے ساتھ اور بنو غطفان اور بدوؤں کے ساتھ پیہم رابطہ قائم رہتا تھا، وہ خود بھی جنگی تیاریوں میں مصروف رہتے تھے، انھوں نے اپنی کارروائیوں سے مسلمانوں کو آزمائش میں ڈال رکھا تھا، یہاں تک کہ انھوں نے نبی ﷺ کو قتل کرنے کا پروگرام بھی بنایا تھا، مگر اللہ نے اپنے رسول کی حفاظت کی اور وہ ناکام و نامراد ہوئے، ان حالات سے مجبور ہو کر مسلمانوں کو ہر طرف بار بار فوجی مہمیں بھیجنی پڑیں، اس لئے ان کی طاقت کا خاتمہ ضروری تھا، چنانچہ محرم الحرام سنہ ۷ ہجری کے آخر میں نبی ﷺ پندرہ سو صحابہ کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے، اس غزوہ میں صرف اسی کو شرکت کی اجازت تھی جس نے حدیبیہ میں بیعتِ رضوان کی تھی جب منافقین کو اس غزوہ میں شریک نہیں کیا گیا تو ان کے لیڈر عبداللہ بن ابی نے یہود خیبر کو پیغام بھیجا کہ اب محمد (ﷺ) نے تمہارا رخ کیا ہے، چوکنا ہو جاؤ، تیاری کر لو اور ڈرنا نہیں، تمہاری تعداد اور تمہارا ساز و سامان زیادہ ہے، اور محمد (ﷺ) کے ساتھی تھوڑے اور تہی دست ہیں، ان کے پاس ہتھیار بھی برائے نام ہیں، جب خیبر والوں کو صورتِ حال کا علم ہوا تو انھوں نے کنانہ بن ابی الحقیق اور ہَوذہ بن قیس کو حصول مدد کے لئے بنو غطفان کے پاس بھیجا، وہ خیبر کے یہودیوں کے حلیف اور مسلمانوں کے خلاف ان کے مددگار تھے، یہود نے یہ پیشکش بھی کی کہ اگر انہیں مسلمانوں پر غلبہ حاصل ہو گیا تو خیبر کی نصف پیداوار بنو غطفان کو دی جائے گی، نبی ﷺ نے وادی صہباء سے گذر کر رجیع نامی وادی میں قیام فرمایا جو بنو غطفان کی آبادی سے صرف ایک شبانہ روز دوری پر واقع تھی، بنو غطفان تیار ہو کر یہود کی امداد کے لئے چل پڑے تھے کہ اثناء راہ میں اچانک انہیں اپنے پیچھے کچھ شور سنائی دیا، انھوں نے سمجھا کہ مسلمانوں نے ان کے بال بچوں پر حملہ کر دیا، اس لئے وہ واپس پلٹ گئے اور اس طرح بنو غطفان کی مدد سے یہود محروم ہو گئے۔

نبی ﷺ خیبر کے پاس رات میں پہنچے، صبح اندھیرے میں فجر کی نماز ادا فرمائی، پھر فوجی مشق شروع ہوئی، جب خیبر

کے لوگ پھاوڑے، کدال اور بورے لے کر اپنی کھیتی باڑی کی طرف نکلے تو اچانک لشکر دیکھ کر حیران رہ گئے، اور چیختے ہوئے شہر کی طرف بھاگے کہ محمد (ﷺ) بہت بڑا لشکر لے کر آ گئے، ان کی حواس باختگی دیکھ کر نبی ﷺ نے نعرہ لگایا: اللہ اکبر! خیبر تباہ ہوا، اللہ اکبر! خیبر تباہ ہوا!! خیبر کی آبادی دو منقطوں میں تقسیم تھی، پہلے منطقہ میں پانچ قلعے اور دوسرے منطقہ میں تین قلعے تھے، ان آٹھ قلعوں کے علاوہ خیبر میں مزید قلعے اور گھڑیاں بھی تھیں مگر وہ چھوٹی تھیں، قوت وحفاظت میں ان قلعوں کے ہم پلہ نہیں تھیں، چنانچہ یکے بعد دیگرے ان قلعوں پر جنگ ہوئی اور سارے قلعے فتح ہو گئے۔

غزوۂ موتہ:

موتہ: اردن میں بلقاء کے قریب ایک مقام کا نام ہے، رسول اللہ ﷺ نے جب سلاطین وامراء کے نام دعوت اسلام کے خطوط روانہ کئے تو حارث بن عُمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو خط دے کر حاکم بُصری شرحبیل بن عمرو غسانی کے پاس بھیجا، شرحبیل قیصر روم کی طرف سے بلقاء کا گورنر تھا، اس نے قاصد کو قتل کر ڈالا، جب نبی ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو یہ بات آپ ؐ پر سخت گراں گذری، اس وجہ سے آپ ؐ نے تین ہزار کا لشکر ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۸ ہجری میں موتہ کی طرف روانہ فرمایا، اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ اگر زیدؓ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالبؓ، جعفرؓ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ امیر ہوں گے، اور ابن رواحہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر مسلمان جس پر اتفاق کر لیں وہ امیر ہوگا، شرحبیل کو جب اس لشکر کی روانگی علم ہوا تو اس نے مقابلہ کے لئے ایک لاکھ آدمیوں سے زیادہ لشکر جمع کیا اور اس کی مدد کے لئے شاہ روم ہرقل خود ایک لاکھ فوج لے کر بلقاء میں پہنچ گیا، موتہ کے میدان میں دو غیر متوازن طاقتیں آمنے سامنے تھیں، دو لاکھ کا ٹڈی دل لشکر کفار تھا، اور صرف تین ہزار مجاہدین اسلام تھے، جنگ شروع ہوئی، حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم بالترتیب شہید ہوئے، مسلمانوں نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا، وہ پرچم اسلام لے کر آگے بڑھے اور نہایت شجاعت اور مردانگی سے دشمنوں کا مقابلہ کیا، لڑتے لڑتے نو تلواریں ان کے ہاتھ سے ٹوٹ گئیں، دوسرے دن حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے لشکر کی ترتیب میں تبدیلی کی جس سے دشمن کو نئی کمک پہنچنے کا تأثر ملا، اس سے مرعوب ہو کر دشمن میدان چھوڑنے لگا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی، رومیوں کی پسپائی کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے تعاقب مناسب نہیں سمجھا، اس غزوہ میں بارہ مسلمان شہید ہوئے، اس غزوہ میں نبی ﷺ کے لئے میدان کارزار منکشف کیا گیا، آپ ؐ نے مدینہ میں منبر نبوی پر بیٹھ کر جنگ کا آنکھوں دیکھا حال صحابہ کو سنایا، اس معرکہ سے مسلمانوں کی ساکھ اور شہرت میں بڑا اضافہ ہوا، چنانچہ ضدی قبائل جو مسلمانوں سے مسلسل برسر پیکار رہتے تھے اس معرکہ کے بعد اسلام کی طرف مائل ہوئے، اور اسی معرکہ سے رومیوں کے ساتھ مہمات کی داغ بیل پڑ گئی، جو آگے چل کر فتوحات اور دور دراز علاقوں پر مسلمانوں کی اقتدار کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

فتح مکہ:

صلح حدیبیہ میں جو دفعات طے ہوئی تھیں ان میں ایک دفعہ یہ تھی کہ فریقین دس سال تک جنگ بند رکھیں گے، اور دیگر قبائل کو اختیار ہوگا کہ جس کے ساتھ عہد و پیمان میں چاہیں شامل ہو جائیں، اور حلیف قبائل اگر آپس میں لڑیں تو فریقین ان کا کوئی تعاون نہ کریں، چنانچہ بنوخزاعہ رسول اللہ ﷺ کے عہد و پیمان میں اور بنوبکر قریش کے عہد و پیمان میں داخل ہوئے، ان قبائل میں زمانۂ جاہلیت سے عداوت چلی آرہی تھی، دونوں قبیلے وقتاً فوقتاً لڑتے رہتے تھے، مگر جب اسلام کا دور شروع ہوا تو دونوں قبیلوں کی توجہ اسلام کے خلاف ہوگئی اور باہم جنگ بند ہوگئی، پھر جب حدیبیہ میں ناجنگ معاہدہ ہو گیا تو دونوں ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہوگئے، چنانچہ نوفل بن معاویہ نے بنوبکر کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر شعبان ۸ ہجری میں بنوخزاعہ پر رات کی تاریکی میں حملہ کر دیا، اس وقت بنوخزاعہ وتیر نامی چشمہ پر خیمہ زن تھے، بنوخزاعہ کے متعدد افراد مارے گئے، قریش نے اس حملہ میں ہتھیاروں سے بنوبکر کی مدد کی بلکہ ان کے کچھ آدمی بھی رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھا کر لڑائی میں شریک ہوئے، اس واقعہ کے بعد عمرو بن سالم خُزاعی چالیس آدمیوں کا وفد لے کر مدینہ منورہ آیا، اس وقت نبی ﷺ مسجد میں صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے، وفد رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عمرو نے اپنا قصیدہ پڑھا اور قریش کے معاہدۂ صلح کی خلاف ورزی کی شکایت کی، اور مدد طلب کی، نبی ﷺ نے ایک قاصد قریش کے پاس روانہ کیا کہ تین باتوں میں سے ایک بات اختیار کرو: (۱) مقتولین خزاعہ کی دیت دو (۲) یا بنونفاثہ سے عہد و پیمان توڑ لو (۳) یا معاہدۂ حدیبیہ کے فسخ کا اعلان کر دو، قریش نے جواب دیا: ہم نہ مقتولین کی دیت دیں گے نہ بنونفاثہ سے تعلقات توڑیں گے، ہاں ہم معاہدہ حدیبیہ کے فسخ پر راضی ہیں، جب قاصد جواب لے کر لوٹ گیا تو قریش کو ندامت ہوئی، انھوں نے فوراً ابوسفیان کو تجدید عہد کے لئے روانہ کیا، لیکن کوشش بار آور نہ ہوئی۔

۱۰ رمضان المبارک ۸ ہجری کو نبی ﷺ دس ہزار کا لشکر لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے، ازواجِ مطہرات میں سے حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما آپؐ کے ہمراہ تھیں، جب مر الظہران پہنچے تو لوگوں کو حکم دیا کہ الگ الگ آگ جلائیں، اس طرح دس ہزار چولھوں میں آگ جلائی گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہرے پر مقرر کیا، مر الظہران میں جو سردارانِ قریش: ابوسفیان، بدیل بن ورقاء اور حکیم بن حزام تحقیق حال کے لئے مکہ سے نکلے تھے وہ پکڑے گئے، ان میں سے ابوسفیان خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ ۱۷ رمضان المبارک ۸ ہجری منگل کی صبح نبی ﷺ مر الظہران سے روانہ ہوئے اور بالائی حصہ سے مکہ میں داخل ہوئے، اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ زیریں حصہ سے داخل ہوئے، نبی ﷺ کے راستہ میں تو کوئی مزاحمت پیش نہیں آئی، لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کچھ لوگ مزاحم ہوئے اور معمولی جھڑپ میں بارہ مشرک مارے گئے اور صحابہ میں سے کرز بن جابر فہری اور خُنیس بن خالد رضی اللہ عنہما نے جامِ شہادت

نوش کیا، فتح مکہ کے بعد امن وامان کا دور شروع ہوا، لوگ کھل کر ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے، جو لوگ در پردہ مسلمان تھے ان کو بھی اظہارِ ایمان کی ہمت ہوگئی اور بہت سے نئے لوگ بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔

غزوۂ حنین:

حنین: مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی ہے، جہاں قبائل ہوازن وثقیف آباد تھے، یہ جنگجو اور ماہر تیر انداز قبائل تھے، مکہ کی فتح چونکہ چشم زدن میں ہوگئی تھی، اس لئے یہ قبائل ششدر رہ گئے تھے، انھوں نے اس کو قریش کی بزدلی کا نتیجہ قرار دیا، پھر انہیں یہ بھی اندیشہ ہوا کہ مسلمان فتح مکہ کے بعد ان کی طرف متوجہ ہونگے اس لئے انھوں نے مکہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا، ان کا لیڈر مالک بن عوف نصری تھا اور ان کا ماہر مشیر جنگ دُرید بن صمّہ تھا، جس کی عمر سو سال سے زائد ہوگئی تھی، آپؐ کو ان کے ارادے کی اطلاع ملی تو حضرت ابو حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ کو تحقیق حال کے لئے بھیجا، انھوں نے آکر خبر کی تصدیق کی تو آپؐ نے فیصلہ کیا کہ ان کی طرف پیش قدمی کی جائے، تاکہ حرم میں جنگ نہ ہو، چنانچہ آپؐ بروز سنیچر ۶ شوال سن ۸ ہجری کو ان کی طرف روانہ ہوئے، آپؐ کے ساتھ بارہ ہزار کا لشکر تھا، اتنی بڑی فوج دیکھ کر کچھ لوگوں کی زبان سے نکل گیا: آج ہم ہرگز مغلوب نہیں ہونگے، یہ بڑا بول اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آیا، چنانچہ غزوہ حنین کی ابتداء میں فوج بری طرح شکست سے دوچار ہوئی، اسلامی لشکر منگل اور بدھ کی درمیانی رات میں ۱۰ شوال کو حنین پہنچا تھا، دشمن نے پہلے سے تیر اندازوں کو گھات میں بٹھا دیا تھا، سحر کے وقت نبی ﷺ نے لشکر کی ترتیب وتنظیم قائم کی، لشکر نے آگے بڑھ کر وادی حنین میں قدم رکھا، وہ گھات میں بیٹھے ہوئے دشمنوں سے بالکل بے خبر تھے، انہیں علم نہیں تھا کہ وادی کے تنگ دروں میں جیالے ان کی تاک میں بیٹھے ہوئے ہیں، چنانچہ وہ بے خبری کے عالم میں اطمینان کے ساتھ آگے بڑھنے لگے، اچانک ان پر تیروں کی بارش شروع ہوگئی، پھر فوراً ہی دشمن کے پرے کے پرے فرد واحد کی طرح ان پر ٹوٹ پڑے اس اچانک حملہ سے مسلمان سنبھل نہ سکے، اور ان میں ایسی بھگدڑ مچی کہ کوئی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھ رہا تھا، مگر نبی ﷺ میدان میں ڈٹے ہوئے تھے، اس وقت آپؐ کے پاس چند مہاجرین اور چند اہل خاندان کے سوا کوئی نہیں رہا تھا، نبی ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ صحابہ کو پکاریں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پکارا: او درخت والو! او بیعت رضوان والو! کہاں ہو، لوگ ان کی آواز سن کر اس طرح مڑے جیسے گائے اپنے بچے کی طرف مڑتی ہے، جب آپؐ کے پاس سو آدمی جمع ہوگئے تو آپؐ خچر سے اترے اور ترتیب وتنظیم قائم کی، لڑنے والوں کی صفیں بنائیں اور مٹھی مٹی لے کر شاھت الوجوہ کہہ کر دشمن کی طرف پھینکی، مٹی پھینکنے کے چند ہی لمحات کے بعد دشمن کو شکست فاش ہوئی، ثقیف کے تقریباً ستر آدمی مارے گئے، اور ان کے پاس جو کچھ مال، ہتھیار، عورتیں اور بچے تھے وہ سب مسلمانوں کے ہاتھ آئے، چھ ہزار کے قریب قیدی، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی مالِ غنیمت میں ملی، چار مسلمانوں نے شہادت پائی، حنین کی شکست خوردہ فوج کا ایک حصہ اوطاس کی

طرف اور ایک حصہ طائف کی طرف بھاگ گیا، جب نبی ﷺ طائف کا محاصرہ اٹھا کر جعرانہ پہنچے جہاں حنین کے قیدی اور مالِ غنیمت جمع تھا تو دس دن سے زیادہ آپؐ نے انتظار کیا کہ شاید ہوازن وثقیف تائب ہو کر حاضر خدمت ہو جائیں تا کہ انھوں نے جو کچھ کھویا ہے وہ ان کو پھیر دیا جائے، مگر تاخیر کے باوجود وہ لوگ نہیں آئے، پس آپؐ نے غنیمت تقسیم کر دی، تقسیم غنائم کے بعد ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر آ گیا اور انھوں نے اپنے قیدی اور مال کی واپسی کا مطالبہ کیا، نبی ﷺ نے صحابہ سے ان کے قیدی واپس کرنے کی سفارش کی، تمام صحابہ نے قیدیوں کو بیک وقت آزاد کر دیا۔

غزوۂ اوطاس:

اوطاس: حنین کے پاس ایک وادی ہے، اور غزوۂ اوطاس: غزوۂ حنین کا امتداد ہے، حنین میں ہوازن وثقیف نے جب شکست کھائی تو ان کا سپہ سالار مالک بن عوف نَصری ایک جماعت کے ساتھ بھاگا اور طائف میں جا کر دم لیا، اور دُرید بن الصمہ کچھ لوگوں کے ساتھ بھاگا، اور مقام اوطاس میں پناہ لی، نبی ﷺ نے ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ اوطاس کی طرف روانہ کیا، جب مقابلہ ہوا تو دُرید: ربیعۃ بن رُفیع رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا، البتہ سلمۃ بن درید نے ابو عامر اشجعی رضی اللہ عنہ کے گھٹنے میں تیر مارا جس سے وہ شہید ہو گئے، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے پرچم سنبھالا اور بہادری سے مقابلہ کیا اور اپنے چچا کے قاتل کو قتل کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔

غزوۂ طائف:

یہ غزوہ بھی غزوۂ حنین کا امتداد ہے، ہوازن وثقیف کے شکست خوردہ لوگوں کی بڑی تعداد اپنے کمانڈر مالک بن عوف نصری کے ساتھ بھاگ کر طائف میں پناہ گزیں ہو گئی تھی، چنانچہ نبی ﷺ شوال ۸ ہجری میں طائف تشریف لے گئے اور اس کا محاصرہ کر لیا، اور منجنیق کے ذریعہ ان پر پتھر برسائے، انھوں نے قلعہ کی فصیل سے تیر اندازی کی جس سے بہت سے مسلمان زخمی ہوئے اور بارہ آدمی شہید ہوئے، ان کو دست بدست مقابلہ کی دعوت دی گئی، مگر انھوں نے جواب دیا: ہمیں اترنے کی ضرورت نہیں، سال بھر کا غلہ ہمارے پاس موجود ہے، جب غلہ ختم ہو جائے گا تو تلواریں لے کر اتریں گے، مسلمانوں نے ان کے انگور کے باغات کاٹنے شروع کئے، انھوں نے اللہ کا اور قرابتوں کا واسطہ دیا، چنانچہ باغات کی کٹائی بند کر دی گئی، پھر نبی ﷺ نے خواب دیکھا اور نوفل سے مشورہ کیا اور محاصرہ اٹھانے اور کوچ کا حکم دیا اور چلتے وقت یہ دعا کی: اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے اور ان کو میرے پاس لے آ، چنانچہ سب مسلمان ہو گئے، مالک بن عوف نصریؓ خود حاضر خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوئے، اور قلعہ خود بخود فتح ہو گیا۔

غزوۂ تبوک:

تبوک: مدینہ منورہ سے شمال کی جانب جزیرۃ العرب کی سرحد پر ایک شہر ہے، اس غزوہ میں نبی ﷺ تبوک مقام تک

تشریف لے گئے تھے، اس لئے اس غزوہ کا نام غزوۂ تبوک پڑا اور دوسرا نام غزوۃ العُسرۃ (تنگی کا غزوہ) ہے، اس غزوہ میں اسلامی لشکر طرح طرح کی مشکلات سے دوچار تھا، اس لئے یہ نام پڑا، جنگ موتہ میں رومیوں کے ساتھ خوفناک ٹکر ہوئی تھی، وہ لشکر اگرچہ پوری طرح انتقام نہیں لے سکا تھا، مگر سرحد پر بسے ہوئے عربوں پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوئے تھے، قیصر روم ان اثرات سے غافل نہیں تھا وہ جانتا تھا کہ عرب قبائل مسلمانوں کی طرف مائل ہوگئے اور روم سے ان کا رابطہ کٹ گیا تو اس کی حکومت کو بڑا خطرہ لاحق ہوگا، اس لئے اس نے مسلمانوں کی قوت کو ناقابل شکست صورت اختیار کرلے اس سے پہلے ہی کچلنے کا ارادہ کیا، چنانچہ جنگ موتہ پر ابھی ایک سال بھی نہیں گذرا تھا کہ قیصر روم نے رومی باشندوں اور اپنے ماتحت عربوں: لخم، جذام، عاملہ اور غسّان پر مشتمل فوج کی فراہمی شروع کردی اور فیصلہ کن معرکہ کی تیاری میں لگ گیا، شام کے نبطی سوداگر زیتون کا تیل فروخت کرنے مدینہ آیا کرتے تھے، ان کے ذریعہ یہ خبر معلوم ہوئی کہ ہرقل نے چالیس ہزار سپاہیوں کا لشکر جرار آپؐ کے مقابلہ کے لئے تیار کیا ہے، جس میں عرب عیسائی قبائل لخم وجذام وغیرہ کو بھی شامل کیا ہے، اور ان کا ہراول دستہ بلقاء تک پہنچ گیا ہے، قیصر نے فوج کو ایک سال کی تنخواہیں بھی دیدی ہیں، اس طرح ایک بڑا خطرہ مسلمانوں کے سروں پر منڈلانے لگا۔

ادھر صورتِ حال یہ تھی کہ زمانہ سخت گرمی کا تھا، لوگ قحط سالی سے دوچار تھے، سفر دور دراز کا تھا اور سواریاں کم تھیں، تاہم نبی ﷺ نے ایک انقلابی فیصلہ کیا کہ مسلمان رومی حکومت کی طرف پیش قدمی کریں اور ان کی حدود میں گھس کر ان کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ لڑیں، چنانچہ آپؐ نے فوراً جنگ کی تیاری کرنے کا اعلان فرمایا اور قبائل عرب اور اہل مکہ کو بھی پیغام بھیجا کہ جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوں، اس غزوہ میں آپؐ نے توریہ نہیں کیا بلکہ صاف اعلان کردیا کہ رومیوں سے جنگ کا ارادہ ہے تاکہ لوگ مکمل تیاری کرلیں، آپؐ نے چندہ شروع کیا، مؤمنین مخلصین نے ایک دوسرے سے بڑھ کر مال حاضر کیا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کل مال لے کر حاضر ہوئے، جس کی مقدار چار ہزار درہم تھی، فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ آدھا مال لے آئے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دوسو اوقیہ چاندی پیش کی، عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے ستر وسق کھجوریں پیش کیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین سو اونٹ مع ساز وسامان اور ایک ہزار دینار پیش کئے، جب تیاری مکمل ہوگئی تو رجب ۹ ہجری بروز جمعرات نبی ﷺ تیس ہزار مردانِ جنگی کو لے کر دشمن کی طرف چلے، پندرہ دن چل کر اسلامی لشکر تبوک میں خیمہ زن ہوا، روم اور اس کے حلیفوں میں اسلامی لشکر کی آمد کی خبر سن کر خوف وہراس کی لہر دوڑ گئی، ان میں آگے بڑھنے کی اور ٹکر لینے کی ہمت نہ رہی، وہ مختلف شہروں میں بکھر گئے، آپؐ نے بیس دن تبوک میں قیام فرمایا اور ارد گرد کے قبائل کو رام کیا، پھر اسلامی لشکر مظفر ومنصور واپس لوٹا۔

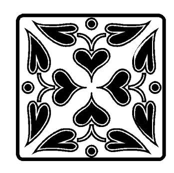
یہ غزوہ جزیرۃ العرب میں مسلمانوں کا اثر پھیلانے میں بڑا مؤثر ثابت ہوا، عربوں کے سامنے یہ بات واضح ہوگئی کہ اب جزیرۃ العرب میں اسلام کی طاقت کے علاوہ اور کوئی طاقت ٹھہر نہیں سکتی، اس طرح وہ سپر ڈالنے پر مجبور ہوگئے اور

رومیوں کے ساتھ مہمات کا آغاز بھی ہوگیا، جس کی تکمیل خلفائے راشدین کے زمانہ میں ہوئی۔

جیشِ اسامہؓ:

۲۶ صفر المظفر دوشنبہ ۱۱ ہجری کو نبی ﷺ نے رومیوں کے مقابلہ کے لئے مقام اُبنہ تک لشکر کشی کا حکم دیا، یہ وہ مقام ہے جہاں غزوۂ موتہ واقع ہوا ہے اور جس میں حضرات زید بن حارثہ، جعفر طیار اور عبداللہ بن رواحہ وغیرہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے ہیں، یہ آخری سریہ تھا، اس کا امیر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور اس لشکر میں مہاجرین اولین اور بڑے بڑے صحابہ کو روانگی کا حکم دیا، پھر چہار شنبہ سے آپؐ کی علالت شروع ہوگئی، پنج شنبہ کے دن علالت کے باوجود اپنے دست مبارک سے نشان باندھ کر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا، حضرت اسامہؓ نے فوج کو مقام جُرف میں جمع کرنا شروع کیا، تمام جلیل القدر صحابہ تیزی کے ساتھ وہاں پہنچ کر جمع ہوگئے، حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما آپؐ کی تیمارداری کے لئے مدینہ واپس آگئے، حضرات شیخین رضی اللہ عنہما حضرت اسامہؓ سے اجازت لے کر بیمار پرسی کے لئے مدینہ آتے رہے، پیر کے دن جب آپؐ کو سکون ہوگیا تو حضرت اسامہؓ نے روانگی کا ارادہ کیا، ابھی فوج روانہ نہیں ہوئی تھی کہ یہ خبر قیامت اثر کانوں میں پڑی کہ آپؐ کی وفات ہوگئی، تمام مدینہ میں کہرام مچ گیا، فوج افتاں خیزاں مدینہ واپس آگئی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بنتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ اکابر صحابہ کی مخالفت کے باوجود جیش اسامہؓ کو روانہ کیا اور جُرف تک خود مشایعت کے لئے گئے، البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو درخواست کر کے روک لیا، جیش اسامہ چالیس دن کے بعد مظفر و منصور واپس آیا، جو بھی مقابلہ میں آیا اس کو تہہ تیغ کیا اور اپنے باپ کے قاتل کو قتل کیا، واپسی میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے باہر نکل کر فوج کا استقبال کیا۔

(غزوات کا خلاصہ پورا ہوا اور اس پر تحفۃ القاری کی آٹھویں جلد مکمل ہوئی، نویں جلد ان شاء اللہ کتاب التفسیر سے شروع ہوگی)



حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری کی جملہ تصانیف

رحمۃ اللہ الواسعہ جلد اول	کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے؟	معین الفلسفہ شرح مبادی الفلسفہ
رحمۃ اللہ الواسعہ جلد دوم	ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں	مبادئی الفلسفہ
رحمۃ اللہ الواسعہ جلد سوم	آسان صرف حصہ اول	شرح علل الترمذی
رحمۃ اللہ الواسعہ جلد چہارم	آسان صرف حصہ دوم	آسان فارسی قواعد حصہ اول
رحمۃ اللہ الواسعہ جلد پنجم	آسان نحو حصہ اول	آسان فارسی قواعد حصہ دوم
حجۃ اللہ البالغہ اول عربی حاشیہ	آسان نحو حصہ دوم	مبادیات فقہ
حجۃ اللہ البالغہ دوم عربی حاشیہ	آسان منطق	عصری تعلیم اور اس کے تقاضے
ہدایت القرآن مجلد اول	اسلام تغیر پذیر دنیا میں	ہادیہ شرح کافیہ
ہدایت القرآن مجلد دوم	حیات امام طحاوی رحمہ اللہ	تحفۃ الالمعی جلد اول
ہدایت القرآن مجلد سوم	حیات امام ابوداؤد رحمہ اللہ	تحفۃ الالمعی جلد دوم
ہدایت القرآن مجلد چہارم	الكلام المفيد في تحرير الأسانيد	تحفۃ الالمعی جلد سوم
ہدایت القرآن مجلد پنجم	دین کی بنیادیں اور تقلید کی ضرورت	تحفۃ الالمعی جلد چہارم
ہدایت القرآن پارہ تیس (۳۰)	محفوظات حصہ اول	تحفۃ الالمعی جلد پنجم
فيض المنعم مقدمہ مسلم	محفوظات حصہ دوم	تحفۃ الالمعی جلد ششم
مفتاح التہذیب شرح تہذیب	محفوظات حصہ سوم	تحفۃ الالمعی جلد ہفتم
مفتاح العوامل شرح شرح مأۃ عامل	تحفۃ الدرر	تحفۃ الالمعی جلد ہشتم
گنجینۂ صرف شرح پنج گنج	تذکرہ مشاہیر محدثین کرام	خط وکتابت کا پتہ
آپ فتوی کیسے دیں؟	حرمت مصاہرت	**مکتبہ حجاز**
العون الکبیر شرح الفوز الکبیر (عربی)	طرازی شرح سراجی	**اردو بازار جامع مسجد دیوبند**
الخیر الکثیر شرح الفوز الکبیر (اردو)	پیغمبر رحمت اور نونہالان اسلام	**ضلع سہارن پور، یو، پی**
الفوز الکبیر جدید تعریب	زبدۃ الطحاوی شرح طحاوی (عربی)	موبائل نمبر 09997866990